بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی و تحقیقی رسائل

جلد ہشت دھم

18

1 تکفیرِ مسلمین و مبتدعین کا حکم

2 تکفیرِ شیعہ اور چند شبہات پر کلام

مصنف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران

راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد18

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... تکفیرِ مسلمین و مبتدعین کا حکم

(2)... تکفیرِ شیعہ اور چند شبہات پر کلام

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: علمی وتحقیقی رسائل (جلد18)

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اوّل: شوال المکرّم 1443ھ - مئی 2022ء

صفحات: 752

ملنے کے پتے

Idara Ghufran

رسائل کی اجمالی فہرست

نام رسائل	از صفحہ نمبر
پیشِ لفظ ”مجلسِ فقہی“ ادارہ غفران، راولپنڈی	14
(1)...تکفیرِ مسلمین ومبتدعین کا حکم	17
(2)...تکفیرِ شیعہ اور چند شبہات پر کلام	387
تفصیلی فہرست رسالہ اول	4
تفصیلی فہرست رسالہ دوم	12

تفصیلی فہرست رسالہ اول

(تکفیرِ مسلمین ومبتدعین کاحکم)

صفحہ نمبر | مضامین

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

تفصیلی فہرست رسالہ دوم
(تکفیرِ شیعہ اور چند شبہات پر کلام)

مضامین — صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشِ لفظ

''مجلسِ فقہی'' ادارہ غفران، راولپنڈی

مولانا مفتی محمد رضوان خان صاحب حفظہ اللہ (مدیر: ادارہ غفران، راولپنڈی) کے علمی و تحقیقی رسائل کی اٹھارہویں جلد کے مضامین ورسائل، بحمداللہ تعالیٰ، نظرِ ثانی وغیرہ کے متعلقہ مراحل سے گزرکراشاعت کے مرحلہ میں داخل ہورہے ہیں۔

اس جلد میں درجِ ذیل دو تحقیقی، علمی اور تفصیلی موضوعات پر مشتمل رسائل شامل ہیں:

(1)...تکفیرِ مسلمین ومبتدعین کاحکم

(2)...تکفیرِ شیعہ اور چند شبہات پر کلام

مزید کئی جلدوں کے رسائل ومضامین پر بھی بحمداللہ تعالیٰ نظرِ ثانی اور پروف ریڈنگ وغیرہ کا کام جاری ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو بصدق واخلاص مکمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

ادارہ غفران سے منسلک مختلف اہلِ علم نے اس جلد کے رسائل کا مطالعہ کیا، اور مفید مشورے اور قابلِ اصلاح امور کی نشاندہی کی، جن میں سے بعض امور سے مؤلف نے کلی، یا جزوی اتفاق کیا، اور بعض پر مؤلف کوشرح صدر نہ ہوا، اس لیے اس میں حسبِ منشاء ترمیم، یا اس کی توضیح کی، اور اس طرح کی جزوی چیزوں میں نیک نیتی کے ساتھ، حسبِ ذوق وحسبِ استعداد، اختلاف، شرعی وفقہی اعتبار سے مذموم نہیں۔

اراکینِ مجلس نے ان رسائل کوتحقیق پر مبنی اور وقت کے اہم موضوعات پر مشتمل محسوس کیا۔

www.idaraghufran.org

دعاء ہے کہ یہ مجموعہ، اللہ کی بارگاہ میں قبول ومنظور ہو، اور علمی وفقہی دنیا میں وسعت واعتدال کے قائم ہونے کا باعث بنے، اور جملہ حضراتِ اہلِ علم کے لیے مغفرت اور ترقی درجات کا ذریعہ بنے۔ آمین۔

اسمائے گرامی: اراکینِ مجلسِ فقہی، ادارہ غفران

(1)...... مفتی محمد رضوان صاحب (صدرمجلس)

(2)...... مفتی محمد یونس صاحب (نائب صدر)

(3)...... مولانا طلحہ مدثر صاحب (ناظم)

(4)...... مولانا محمد ناصر صاحب (رکن)

(5)...... مولانا طارق محمود صاحب (رکن)

(6)...... مولانا عبدالسلام صاحب (رکن)

(7)...... مولانا غلام بلال صاحب (رکن)

(8)...... مولانا محمد ریحان صاحب (رکن)

(9)...... مولانا شعیب احمد صاحب (رکن)

09 / جمادی الاولیٰ/ 1443ھ 14 / دسمبر/ 2021ء بروز منگل

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

تکفیرِ مسلمین ومبتدعین

کا حکم

مسلمانوں میں مختلف فرقے ہوجانے اور ''ناجی'' و''ناری'' فرقوں کا ذکر

مسلمان پر کفر کا حکم لگانے میں احتیاط کا حکم

منافقینِ حقیقی واعتقادی اور مجازی وعملی پر تحقیقِ انیق

اہلِ بدعت کی تکفیر وتفسیق پر کلام

اس سلسلہ میں احادیث وروایات اور فقہاء ومحدثین

اور محققین کی تصریحات وحوالہ جات

مؤلف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: تکفیرِ مسلمین ومبتدعین کا حکم

مؤلف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اول: شوال المکرّم 1443ھ - مئی 2022ء

صفحات: 370

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی، پاکستان

فون: 051-5702840-051-5507270

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین

Idara Ghufran

Idara Ghufran

2

(دوسرا مضمون)

منافقِ اعتقادی وعملی کا حکم

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مولف)

آج کل مختلف قسم کی بے اعتدالیوں اور جذبات کے بے جا استعمال کا دور دورہ ہے، جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے اندر بہت سے فتنے وفسادات رونما ہو رہے ہیں، اور حیرت یہ ہے کہ ان فتنوں کی لپیٹ میں آج کے دور کے بعض اہلِ علم بھی آ رہے ہیں، اور مختلف مسائل میں اصل مآخذ سے تحقیق کرنے کے مقابلہ میں، بعض اخلاص کے ساتھ روایتی طور پر اور بعض ان کے مقابلے میں جذباتیت، بعض تعصب وتحزب اور بعض نفسانیت وانانیت کا شکار معلوم ہوتے ہیں، البتہ اخلاص کے ساتھ غیر روایتی انداز کے معتدل محققین کا معاملہ الگ ہے۔

اس قسم کے مسائل میں، مسلمانوں کی تکفیر اور اہلِ بدعت اور شیعہ وروافض کی تکفیر اور کسی پر منافقِ حقیقی ومرتد، یا گستاخِ رسول وغیرہ کا حکم لگانے کا مسئلہ بھی ہے کہ ایک طبقہ کو جہاں کہیں، اس طرح کے کسی فرقے، یا جماعت، بلکہ کسی فرد میں ذرا سی تکفیر، یا نفاق وارتداد وغیرہ کا شوشہ مل جائے، بس اسی کو کافی سمجھا جاتا ہے، اور اس کو خوب اچھالا جاتا ہے، اور برسرِ عام اس کی تشہیر وتبلیغ کر کے عوامی جذبات کو بھڑکایا اور دوسروں کو طیش دلایا جاتا ہے، اور اگر کسی کی طرف سے ان لوگوں کی اپنی مرضی ومنشا، یا رائے کے خلاف، دیانت دارانہ تحقیق سامنے آ جائے، تو اس کو بھی طرح طرح سے لعن طعن کیا جاتا ہے، اور اس کو اپنے جذباتی موقف کے ماننے پر مجبور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جبکہ بعض اوقات یہ سب کچھ شر پسندوں کی طرف سے اپنے کسی ذاتی مخالف، یا دشمن کو نقصان پہنچانے، یا اپنا کوئی ذاتی مفاد حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔

چنانچہ اس طرح کے کئی واقعات پیش آتے رہتے ہیں کہ کسی سے ذاتی ونفسانی عداوت ودشمنی وغیرہ کی وجہ سے اس پر گستاخِ رسول ہونے کا الزام عائد کر دیا گیا، اور اس کی تشہیر وتبلیغ کرنی شروع کر دی گئی، جس پر بعض لوگوں کا غصہ بھڑک اٹھا، اور انہوں نے دوسرے کو قتل کر دیا، یا

اس کو دوسرا کوئی نقصان پہنچا دیا، یا پھر اس پر احتجاج وغیرہ شروع کر دیا، اور غیر متعلقہ، یا سرکاری املاک کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا، اور اگر کسی نے واقعہ کی تحقیق کے نتیجے میں ان جذباتی لوگوں کے طرزِ عمل کی اصلاح کی کوشش کی، یا اس الزام کے جھوٹا اور غیر واقعی ہونے کی طرف متوجہ کیا، یا پھر اس سلسلے میں شرعی اصول وقواعد کو اختیار کرنے کی تلقین کی، تو الٹا اسی پر چڑھائی شروع کر دی۔

اس طرح کے مختلف واقعات کی دنیا میں کمی نہیں، اور اس طرح کے واقعات وحالات کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے، تاہم اس کی وجہ سے شرعی تقاضوں کے مطابق ردِ عمل واصلاحِ عمل والے واقعات کا، غلط ہونا لازم نہیں آتا۔

جبکہ اس سلسلہ میں ایک طبقہ کا حال یہ ہے کہ وہ جس مسلمان پر چاہے، منافقِ حقیقی کا حکم لگا کر اس سے بائیکاٹ کرنے اور مرتد سمجھنے اور اس سے بڑھ کر اس کو قتل کرنے کا حکم صادر کر دیتا ہے، جس کے لیے، وہ دوسرے کی کچھ خفیہ باتوں اور کارروائیوں کو بنیاد بناتا ہے۔

حالانکہ منافقِ حقیقی کا مسئلہ بھی کوئی موجودہ دور کی پیداوار نہیں، بلکہ اس کا سلسلہ، اسلام کے ساتھ ساتھ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہی شروع ہو گیا تھا، اسی وجہ سے قرآن مجید کی کئی آیات میں منافقینِ حقیقی اور ان کی در پردہ کارروائیوں کا ذکر آیا ہے، اور ان کے صرف زبان سے ایمان لانے کے دعوے کا بھی، اور ان کی سُستی وکاہلی کے ساتھ نماز پڑھنے کا بھی، اور ان کی بعض دوسری خفیہ کئی باتوں کا بھی ذکر آیا ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ احادیث میں بھی منافقین کا ذکر آیا ہے، اسی کے ساتھ منافقین کو اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کرنے اور ان کے منافقانہ طرزِ عمل پر سخت عذاب ہونے کا ذکر بھی بار بار کیا گیا ہے، لیکن اس سب کے باوجود شریعتِ حقہ نے انتظاماً ومصلحتاً ان کے ساتھ ظاہری حالات کے اعتبار سے برتاؤ کرنے کا حکم دیا، اور شریعت کی طرف سے دل میں چھپی ہوئی چیز اور در پردہ کارروائیوں کے مطابق ان کے ساتھ صریح کافروں والا برتاؤ کرنے کا عمومی حکم نہیں دیا گیا۔ پھر کسی شخص کے ظاہری اسلام کو نظر انداز کر کے، اس پر منافقِ حقیقی کا حکم لگانے،

اوراس کے ساتھ حقیقی کافروں ومرتدوں وغیرہ والا برتاؤ وسلوک کرنے کا کیا مطلب؟

اسی طرح آج کل ہمارے معاشرہ میں اہلِ بدعت کا ایک طبقہ وہ ہے کہ جو بعض ایسے عقائد و نظریات کو اختیار کرتا اور ایسے اعمال وافعال کا ارتکاب کرتا ہے کہ اگر ان میں تاویل نہ کی جائے، تو ان پر صریح شرک وکفر کا حکم عائد ہوتا ہے، اسی وجہ سے آج کل اہلِ علم حضرات کا ایک طبقہ، ان اہلِ بدعت پر حقیقی مشرک وکافر کا حکم لگاتا ہے، اوران کو مسلمانوں کے غیر اہلُ السنۃ والجماعۃ کے فرقوں میں بھی داخل ماننے کے لیے تیار نہیں۔

جبکہ اس طرح کے اہلِ بدعت لوگوں کی بہت بڑی تعداد، ہندوستان وپاکستان وغیرہ میں آباد ہے، جن کے سلسلہ کی مساجد ومدارس کی تعداد بھی غیر معمولی ہے، اوراس سلسلہ کے لوگ مختلف شعبوں کے ساتھ منسلک ہیں، جس کی بناء پر اھلُ السنۃ والجماعۃ کے عامۃُ الناس کی طرف سے ان کے ساتھ شادی بیاہ، فوتگی اور دیگر غمی وخوشی کے معاملات میں بھی شرکت کی جاتی ہے، ان کے ساتھ مناکحت اور ازدواجی رشتے بھی بکثرت قائم کیے جاتے ہیں، ان کے ذبیحے بھی بلاکھٹک وتردد استعمال کیے جاتے ہیں، اوران کے ساتھ قربانی اور نمازِ جنازہ وغیرہ کے عمل میں بھی شرکت کی جاتی ہے، اور عام طور پر مسلمانوں اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے ساتھ ہی قبرستان میں ان کی تدفین بھی کی جاتی ہے، اورالغرض مختلف شعبہ ہائے زندگی میں مخلوطانہ اور ملے جُلے ماحول کی فضاء درپیش ہے۔

ظاہر ہے کہ مذکورہ حالات میں ان پر صریح کفروشرک کا فتویٰ لگادینے سے، ان تمام معاملات میں بھی خلل پیدا ہوگا، اورایک عام انسان کو اس معاشرہ میں زندگی گزارنا اور رہنا سہنا آسان نہ ہوگا۔

پھر یہ مشکلات تو اپنی جگہ ہیں، خود کسی مسلمان پر محتمل تاویلات کو نظر انداز کر کے صریح کفرو شرک کا حکم لگادینا ہی، اپنی جگہ شرعاً سخت خطرناک طرزِ عمل ہے، جس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، اور محققین ومجتہدینِ سلف کی طرف سے اس کا خاصا اہتمام ہوتا رہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج سے پہلے بھی، سلف فقہائے کرام، مجتہدینِ عظام اور محدثین مکرمین کے زمانوں میں اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مقابلہ میں مختلف اور متعدد فرقے پیدا ہوئے، جن کے

ساتھ اہلُ السنۃ والجماعۃ کا مختلف عقائدوافکاراور اعمال وافعال میں سخت سے سخت تر اختلاف ہوا، جن میں اگر کوئی قریبی، یا بعیدی تاویل نہ کی جاتی، توان کے باعثِ کفروشرک ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں رہتا، اوران فرقوں کے ساتھ اہلُ السنۃ والجماعۃ کا بنیادی واصولی اختلاف، موجودہ دور کے اہلِ بدعت واہلِ بریلی سے کوئی کم اور ہلکی حیثیت نہیں رکھتا تھا، لیکن ان سب باتوں کے باوجود، سلف محققین نے ان فرقہ ہائے مختلفہ کی تکفیر میں حتی الوسع احتیاط سے کام لیا، اور جب اہلِ بدعت واہلِ ہواء، اوران کے متبعین کا کوئی حکم بیان فرمایا، توعام طور پر اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج، ان تمام فرقوں کو ہی علی الاطلاق اس حکم میں شامل رکھا، سوائے اس کے کہ کہیں کسی فرقہ، یا جماعت وگروہ، یا مخصوص فرد کے استثناء کی خاص ضرورت لاحق ہوگئی ہو۔

لہٰذا موجودہ دور کے بعض غیر مجتہد وغیر محقق، اہلِ علم حضرات کا سلف کے اس طریقہ کونظر انداز کرکے، ایک نئی جذباتیت وتعصب پر مبنی روش کی بنیاد ڈالنا اوراس کو ایک متعصّبانہ تحریک کے طور پر آگے چلانا، نہ صرف یہ کہ سلف کے طرز وطریقہ، بلکہ مزاجِ نبوت وشریعت سے میل نہیں کھاتا، اسی کے ساتھ یہ طرزِ عمل بہت سی مشکلات اور فتنہ وفسادات اور باہمی جنگ وجدل اورخون ریزی کا بھی سبب بنتا ہے، جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

اور دوسری طرف مذکورہ طرز ہائے عمل کے برعکس بعض لوگوں کا طرزِ عمل یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کوایک جیسا حکم دینے کے متمنی وکوشاں ہیں، ان کے نزدیک یا تو تمام کے تمام فرقے ہی باطل اور ناحق ہیں، جس میں وہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کو بھی شامل کرلیتے ہیں، یا پھران کے نزدیک تمام کے تمام فرقے حق پر ہیں، اوران کے نزدیک اس قسم کے تمام تر اختلافات فقہِ حنفی، شافعی، مالکی وحنبلی وغیرہ کی طرح فروعی واجتہادی اختلاف کی نوعیت کے حامل ہیں، اوران کے حق وباطل کا کوئی اختلاف نہیں۔

حالانکہ احادیثِ مبارکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں ستّر (70) سے زیادہ فرقے بن جانے اوران میں سے ایک کے حق پر اور باقیوں کے باطل پر ہونے کی خود وضاحت فرمادی ہے، اور ساتھ ہی حق پرست فرقے کی ایسی پہچان اور معیار بھی مقرر فرمادیا

ہے کہ جس پر تا قیامت، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے علاوہ کوئی بھی فرقہ ہرگز، ہرگز پورا نہیں اتر سکتا، اگرچہ وہ اپنی زبان سے اس کا کتنا ہی مضبوط ومزین دعویٰ کیوں نہ کرے، کیونکہ زبانی جمع خرچ کا کوئی اعتبار نہیں ہوا کرتا، جب تک اس کا حقیقت سے تعلق نہ ہو، اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے ساتھ، ان باطل واہلِ بدعت فرقوں کا اختلاف، فروعی نوعیت کے بجائے، اصولی نوعیت کا ہے، جو اگرچہ بنیادی اور صریح طور پر ایمان وکفر کے اختلاف کی حیثیت کا تو حامل نہیں، لیکن اصولِ سنت وبدعت کا باہمی اصولی اختلاف ضرور ہے، اور جب ایسا ہے تو تمام کے تمام فرقوں کے ناحق، یا تمام کے تمام فرقوں کے حق پر ہونے کا دعویٰ کرنا، کیونکر درست قرار پا سکتا ہے۔

اس قسم کے افراط وتفریط پر مبنی طرز ہائے عمل کو دیکھتے ہوئے بندہ نے مختلف موضوعات پر مشتمل متعدد مضامین مختلف اوقات میں، علمی وفقہی افادات کے طور پر تحریر کیے تھے، جب ان مضامین کی معتد بہ مقدار تیار ہوگئی، تو بعض احباب کی رائے میں ان مضامین کو یکجا ایک رسالہ کی شکل میں طبع کرنا زیادہ مفید معلوم ہوا، بندہ کو مذکورہ رائے پر شرح صدر حاصل ہوا، جس کے بعد بندہ نے ان سب مضامین کی نظرِ ثانی اور ان میں مفید اضافہ جات اور اصلاحات کیں، جس کی وجہ سے یہ مضامین بحمد اللہ تعالیٰ مدلّل ومفصل ہوگئے، اور اب ان مختلف مضامین کو ''تکفیرِ مسلمین ومبتدعین کا حکم'' کے عنوان سے شائع کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے، اور اس کو بے اعتدالیوں اور افراط وتفریط اور باہمی بے جا تعصب وتحزّب اور گروہ بندی سے بچنے بچانے میں معین ومددگار بنائے۔ آمین۔ فقط

محمد رضوان خان

مورخہ 28 / شوال المکرّم / 1440 ہجری۔ بمطابق 02 / جولائی / 2019ء بروز منگل

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

1

(پہلا مضمون)

تکفیرِ مسلم میں احتیاط کا حکم

آج کل بعض لوگوں کی طرف سے کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ لگانے میں بڑی بے احتیاطی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، ذرا ذرا سی بات پر کسی مسلمان کے کافر اور مرتد ہونے کا حکم لگادیا جاتا ہے، بلکہ بعض اوقات تو جذبات میں آ کر اس کو قتل بھی کردیا جاتا ہے، بعض متشدد علماء نے تو اپنا پسندیدہ مشغلہ اسی کو بنالیا ہے کہ وہ جس کو چاہیں، اور جب چاہیں ذرا ذرا سی بات پر دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیتے ہیں، خاص طور پر، جب کسی سے مسلکی اختلاف بھی ہو۔

اور آج کل بعض لوگوں نے دوسرے مسلمان کو اسلام سے خارج قرار دینے کے لیے دوسرے پر گستاخِ رسول ہونے کو ہی آلہ بنالیا ہے، جبکہ گستاخِ رسول کا مسئلہ ایسا ہے کہ جس پر ہر مسلمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور نہایت محبت وعقیدت ہونے کی وجہ سے زبردست طیش آتا ہے، لیکن خود اللہ اور اس کے رسول ہی نے ہمیں اس قسم کے حالات میں ایسی تعلیم بھی دے دی ہے کہ اس سلسلہ میں نہایت تحقیق اور غور وفکر سے کام لیا جائے، اور کسی شخص کی طرف سے اچھالی ہوئی بات کو، بلاتحقیق قبول نہ کیا جائے، تاکہ شرپسندوں اور دَر پردہ ذاتی مخالفت کے مفادات اٹھانے والوں کو اپنی نفسانیت کے تقاضے پورے کرنے کا موقع حاصل نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يـا اَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ امَـنُـوْا اِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْ ا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَـهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نادِمِيْنَ (سورة الحجرات، رقم الآية، ٦)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر آئے تمہارے پاس کوئی فاسق، کوئی خبر لے کر، تو خوب تحقیق کرلیا کرو، یہ کہ پہنچ جاؤ تم (قتل وغیرہ کے لیے) کسی قوم کو جہالت کے ساتھ، پھر ہو جاؤ تم اپنے کیے ہوئے پر نادم (سورہ حجرات)

اس لیے اس طرح کے معاملات میں خوب تحقیق ضروری ہے۔ [1]

جہاں تک کسی مسلمان پر کفر کا حکم لگانے کا تعلق ہے، تو مجتہدین و محققین فقہائے کرام نے تو یہاں تک بھی فرمایا کہ جو کفریہ کلمات شمار ہوتے ہیں، وہ "لزومِ کفر" کے الفاظ ہیں، جن کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ظاہری مسلمان کسی تاویل وغیرہ کے بغیر یہ الفاظ کہے، اور تکفیر کی دیگر شرائط بھی پائی جائیں، اور تکفیر کے جو موانع ہیں، وہ منتفی ہوں، تو ہی کفر لازم آتا ہے، اسی کو "التزامِ کفر" سے تعبیر کیا جاتا ہے، ورنہ کفر لازم نہیں آتا، فقہائے کرام نے ان دونوں باتوں میں فرق بیان کرنے کے لیے، مختصر الفاظ میں "لزومِ کفر" اور "التزامِ کفر" کا عنوان اختیار کیا ہے، یعنی کسی لفظ سے کفر لازم آجانا اور چیز ہے، اور اس کے ذریعے کفر کو اپنے اوپر لازم کرلینا اور چیز ہے، اس فرق کو نظر انداز کرکے کفر کا حکم لگانا، بہت خطرناک طرزِ عمل ہے۔

پہلے اس سلسلے میں چند نصوص ذکر کی جاتی ہیں، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے متعلق بعض اہلِ علم و محققین کی عبارات وحوالہ جات ذکر کیے جائیں گے۔

---

[1] (يا أيها الذين آمنوا إن جاء كم فاسق بنبإ فتبينوا) أى فتعرفوا وتفحصوا روى أنه عليه الصلاة والسلام بعث الوليد ابن عقبة أخا عثمان رضى الله عنه لأمه مصدقا إلى بنى المصطلق وكان بينه وبينهم إحنة فلما سمعوا به استقبلوه فحسب أنهم مقاتلوه فرجع وقال لرسول الله صلى الله عليه وسلم قد ارتدوا ومنعوا الزكاة فهم عليه الصلاة والسلام بقتالهم فنزلت وقيل بعث إليهم خالد بن الوليد فوجدهم منادين بالصلاة متهجدين فسلموا إليه الصدقات فرجع وفى ترتيب الأمر بالتبين على فسق المخبر إشارة إلى قبول خبر الواحد العدل فى بعض المواد وقرء فتثبتوا أى توقفوا إلى أن يتبين لكم الحال (أن تصيبوا) حذارا أن تصيبوا (قوما بجهالة) ملتبسين بجهالة حالهم (فتصبحوا) بعد ظهور براء تهم عما أسند إليهم (على ما فعلتم) فى حقهم (نادمين) مغتمين غما لازما متمنين أنه لم يقع فإن تركيب هذه الأحرف الثلاثة يدور مع الدوام(تفسير ابى السعود، ج۸ص۱۱۸، سورة الحجرات)

وقوله(أن تصيبوا قوما بجهالة) يقول تعالى ذكره: فتبينوا لئلا تصيبوا قوما برآء مما قذفوا به بجناية بجهالة منكم(فتصبحوا على ما فعلتم نادمين) يقول: فتندموا على إصابتكم إياهم بالجناية التى تصيبونهم بها(تفسير الطبرى، ج۲۲ص۲۸۹، سورة الحجرات)

www.idaraghufran.org

کسی مسلم کو کافر قرار دینے کا وبال

احادیث میں کسی مسلمان کو کافر کہنے، یا کافر قرار دینے کی شدید ممانعت اور سخت برائی ومذمت آئی ہے۔

اس طرح کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيْهِ يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهٖ أَحَدُهُمَا (صحيح البخاری،رقم الحديث ۶۱۰۳،کتاب الادب، باب من كفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کو یہ کہے کے اے کافر، تو اس (کافر کہنے) کا ان دونوں میں سے کوئی ایک مستحق ہوجاتا ہے (بخاری)

اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّمَا امْرِءٍ قَالَ لِأَخِيْهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ، وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ

(صحيح مسلم، رقم الحديث ۶۰،كتاب الايمان،باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم :يا كافر، مسند احمد،رقم الحديث ۵۸۲۴) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے بھی اپنے مسلمان

---

[1] عن عبد الله بن عمر رضى الله عنهما :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أيما رجل قال لأخيه يا كافر، فقد باء بها أحدهما(صحيح البخارى، رقم الحديث ۶۱۰۴، صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۱۱ "۶۰")

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

بھائی کو یہ کہا کہ اے کافر! تو اس کا ان دونوں میں سے کوئی ایک مستحق ہوجاتا ہے، اگر وہ ایسا ہی ہو، جیسا اس نے کہا تو ٹھیک ہے، ورنہ وہ (کافر کہنا) اس کہنے والے پر لوٹ جاتا ہے (مسلم، مسند احمد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : لَا يَرْمِيْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ، وَلَا يَرْمِيْهِ بِالْكُفْرِ، إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ، إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذٰلِكَ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۶۰۴۵، کتاب الادب، باب ما ینھی من السباب واللعن)

ترجمہ: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کوئی آدمی بھی دوسرے آدمی کو فاسق ہونے کا الزام لگاتا ہے، یا کفر کا الزام لگاتا ہے، اور وہ اس (کفر، یا فسق) کا مستحق نہیں ہوتا، تو یہ (کفر، یا فسق کا) الزام اسی (الزام لگانے والے) کی طرف لوٹ کر آجاتا ہے (بخاری)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ:

وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ، أَوْ قَالَ : عَدُوُّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۱۲ "۶۱" کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیه وهو یعلم)

ترجمہ: اور جس نے کسی آدمی کو کفر کے ساتھ پکارا، یا یہ کہا کہ اے اللہ کے دشمن! حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے، تو یہ اسی کہنے والے پر لوٹ کر آجائے گا (مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْفَرَ رَجُلٌ رَجُلًا قَطُّ إِلَّا بَاءَ أَحَدُهُمَا بِهَا إِنْ كَانَ كَافِرًا وَإِلَّا كَفَرَ بِتَكْفِيْرِهٖ (صحیح ابنِ حبان، رقم

Idara Ghufran

الحدیث ۲۴۸، کتاب الایمان، باب ماجاء فی صفات المومنین، فصل ذکر البیان بان من اکفر انسانا فھو کافر لامحالة، موارد الظمآن، رقم الحدیث ۶۰، باب فیمن أکفر مسلما) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے بھی کسی کی تکفیر کی (یعنی اسے کافر قرار دیا) تو ان دونوں میں سے ایک ضرور اس کا مستحق ہو جاتا ہے، اگر وہ کافر ہے (جس کی تکفیر کی گئی ہے) تو فبھا، ورنہ دوسرے کو کافر قرار دینے والا کافر قرار پاتا ہے (ابن حبان، موارد الظمآن)

اگر کوئی کسی کو مسلمان سمجھنے کے باوجود اس کے کافر کہنے کو عقیدہ کے اعتبار سے حلال سمجھ کر اختیار کرے، تو پھر تو وہ بلا شبہ کافر ہو جاتا ہے، کیونکہ اس نے گویا کہ اسلام کو کفر قرار دے دیا، اور اگر عقیدہ کے اعتبار سے تو کسی مسلمان کو کافر قرار نہ دے، تو پھر بہت سے فقہاء کے نزدیک سخت گناہ گار ہوتا ہے، اور ایسا کرنے والا کم از کم فاسق ضرور قرار پاتا ہے، جبکہ بعض اہلِ علم حضرات، مذکورہ احادیث کے پیشِ نظر اس صورت میں بھی اس کے کافر ہونے کے قائل ہیں۔ [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:

سلمة بن الفضل _وهو الأبرش الأنصاری _كثير الخطأ إلا أنه أثبت الناس فی ابن إسحاق فيما نقله ابن معين عن جرير، وابن إسحاق لم يصرح بالتحديث، وباقی رجال الإسناد ثقات، ويشهد له حديث ابن عمر التالی، وحديث أبی هريرة، عند البخاری "(حاشية ابن حبان)

وقال حسين سليم اسد الدارانی :

رجاله ثقات، سلمة بن الفضل هو أبو عبد الله الأبرش، ترجمه البخاری فی التاريخ 4/ 84وقال: وهنه علی ."وقال فی "الضعفاء "برقم ... " :(149)ولكن عنده مناكير، وفيه نظر (حاشية موارد الظمآن)

[2] عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: أيما امرء قال لأخيه: يا كافر، فقد باء بها أحدهما إن كان كما قال، وإلا رجعت عليه .

وقال الحنفية بفسق القائل .قال السمرقندی: وأما التعزير فيجب فی جناية ليست بموجبة للحد، بأن قال: يا كافر، أو يا فاسق، أو يا فاجر .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

کسی مسلم کو کافر قرار دینا، اس کو قتل کرنے کی طرح ہے

حضرت ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَمَنْ رَمٰى مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهٖ (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٣٨٥) [1]

ترجمہ: اور جس نے کسی مومن پر کفر کا الزام لگایا، تو وہ اس کے قتل کرنے کی طرح ہے (مسند احمد)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيْهِ: يَا كَافِرُ فَهُوَ كَقَتْلِهٖ (مسند البزار، رقم الحديث ٣٥١٩، ج٩ص١٧، أول حديث عمران بن حصين، المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٤٦٣) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے (مسلمان) بھائی کو یہ کہے کہ اے کافر! تو وہ اس کو قتل کرنے کی طرح ہے، (بزار، طبرانی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الحنابلة من أطلق الشارع كفره، مثل قوله صلى الله عليه وسلم: من أتى كاهنا أو عرافا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد صلى الله عليه وسلم .

فهذا كفر لا يخرج عن الإسلام بل هو تشديد.

وقال الشافعية: من كفر مسلما ولو لذنبه كفر؛ لأنه سمى الإسلام كفرا، ولخبر مسلم: من دعا رجلا بالكفر أو قال عدو الله وليس كذلك إلا حار عليه .أى رجع عليه هذا إن كفره بلا تأويل للكفر بكفر النعمة أو نحوه وإلا فلا يكفر، وهذا ما نقله الأصل عن المتولى، وأقره، والأوجه ما قاله النووى فى شرح مسلم أن الخبر محمول على المستحل فلا يكفر غيره، وعليه يحمل قوله فى أذكاره أن ذلك يحرم تحريما مغلظا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص١٨٥، و ص١٨٦، مادة "ردة")

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

[2] قال الهيثمى: رواه البزار، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٣٠١٦، باب فيمن لعن مسلما أو رماه بكفر)

گزشتہ احادیث میں مسلمان کو کافر کہنا، قتل کرنے کی طرح یا تو گناہ ہونے کے اعتبار سے ہے، کہ اس کا گناہ قتل کے گناہ کی طرح ہے، یا دوسرے کو ایذاء وتکلیف پہنچانے کے اعتبار سے ہے، اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ کفر کی طرف نسبت کرنا، دوسرے کے قتل کا سبب ہے کہ جب کوئی کفر اختیار کرتا ہے، تو اسلامی قانون میں اس کو قتل کرنے کی سزا دی جاتی ہے، اور کسی چیز کا سبب بننا بھی اس کام کے کرنے کی طرح ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں تمام مومنوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا ہے، اور ایک دوسرے کے کچھ حقوق ذکر کیے گئے ہیں، جن میں برے لقب سے پکارنے کی ممانعت بھی ہے۔

چنانچہ سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ.

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى أَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِسَاءٍ عَسٰى أَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ، وَلَا تَلْمِزُوْا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ.

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَحِيْمٌ.

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (سورة الحجرات، رقم الآيات ۹ الٰى ۱۳)

ترجمہ: بس تمام مومنین بھائی بھائی ہیں، تو صلح کرا دو اپنے بھائیوں کے درمیان اور ڈرو تم اللہ سے، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اے ایمان والو! تمسخر نہ کرے کوئی قوم کسی قوم سے، ممکن ہے کہ وہ (جن سے کہ تمسخر کیا جارہا ہے) بہتر ہوں ان (تمسخر کرنے والوں) سے اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ (عورتیں کہ جن کا تمسخر کیا جارہا ہے) بہتر ہوں، ان سے (جو کہ تمسخر کرنے والی ہیں) اور نہ عیب لگاؤ اپنے (مومن بھائی) کو اور نہ پکارو ایک دوسرے کو بُرے القاب سے، بہت برا ہے گناہ کا نام رکھنا ایمان کے بعد اور جو توبہ نہیں کرے گا، تو یہی لوگ ظالم ہوں گے۔

اے ایمان والو! بچو تم بہت سے گمان قائم کرنے سے، بے شک بعض گمان گناہ ہیں، اور تجسس نہ کرو تم، اور غیبت نہ کریں تم میں سے بعض بعض کی، کیا پسند کرتا ہے تم میں سے کوئی اس بات کو کہ وہ کھائے گوشت کو اپنے مُردہ بھائی کے، پس ناپسند کرتے ہو تم اس کو، اور ڈرو اللہ سے، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، رحیم ہے۔

اے لوگو! پیدا کیا ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے اور بنایا ہم نے تم کو مختلف خاندان اور قبیلے تاکہ پہچان ہو تمہیں آپس میں، بے شک تم میں زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے، جو تم میں زیادہ تقویٰ والا ہو، بے شک اللہ خوب جاننے والا، خوب خبر رکھنے والا ہے (سورہ حجرات)

سورہ حجرات کی مذکورہ آیات میں پہلے تو اللہ تعالیٰ نے تمام مومنوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا، اور آپس میں تمام مسلمانوں کو مصالحت اور تقوے کو اختیار کرنے کا حکم دے کر رحم کیے جانے کا ذکر فرمایا، اور تمام مومنوں کے بھائی ہونے اور ان میں مصالحت کرانے کا یہ حکم تمام مسلمانوں اور تمام اسلامی فرقوں کو شامل ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں چند بداخلاقیوں کا ذکر فرمایا ہے، جن میں ایک بداخلاقی ایک دوسرے کا تمسخر اور مذاق اڑانا ہے، اور دوسری بداخلاقی ایک دوسرے کی عیب

جوئی وعیب گوئی ہے، اور تیسری بداخلاقی ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارنا ہے۔

اور اس طرح کی بداخلاقیوں کے مرتکب لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے توبہ نہ کرنے کی صورت میں ظالم قرار دیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ گناہ ہیں، جن سے توبہ ضروری ہے۔

اس کے بعد مومنوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بدگمانی سے منع کیا گیا ہے، اور بدگمانی کو گناہ قرار دیا گیا ہے، اور پھر ایک دوسرے کا تجسس کرنے اور ٹوہ لگانے سے منع کیا گیا ہے، اور پھر غیبت سے ایک خاص انداز میں منع کیا گیا ہے۔

یہ حقوق مسلمانوں کے اخوتِ ایمانی ودینی کے اعتبار سے سب میں مشترک ہیں، اور یہ حقوق، تمام مسلمانوں کے لیے ہیں، خواہ وہ اپنے قبیلے، اپنے خاندان، اپنے علاقے، اپنی زبان، سے تعلق رکھتے ہوں یا کسی اور سے، اور خواہ وہ اپنے مسلک اور اپنے مشرب اور اپنی مخصوص جماعت سے تعلق رکھتے ہوں، یا کسی اور سے، جن میں برے لقب سے پکارنے سے منع کرنے کا حکم بھی داخل ہے، اور ''کافر'' کا لقب شدید قبیح ہے۔

مذکورہ آیات میں تمام مومنوں کو ایک دوسرے کے بھائی ہونے، اور آپس میں تمام مسلمانوں کو مصالحت اور تقوے کو اختیار کرنے کا حکم تمام اسلامی فرقوں کو شامل ہے، جو احادیث میں بیان کردہ مسلمانوں کے سترّ سے زیادہ فرقوں کو حاوی اور محیط ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جس طرح کسی مومن کو کافر کہنے، یا کافر قرار دینے کی اسلام میں سخت ممانعت ہے، اسی طرح اس کو قتل کرنے کی بھی سخت ممانعت ہے۔ [1]

---

[1] الخامس: فی قذفه مؤمنا بقوله: یا کافر، أو: أنت کافر، فهو کقتله فی الإثم وشبهه، لأن القاتل یقطع المقتول من منافع الدنیا، وأجمعوا أنه لا یقتل فی رمیه له بالکفر، قاله الطبری (عمدة القاری، ج۲۲، ص۱۲۵، کتاب الأدب، باب ما ینهی عنه من السباب واللعن)

وجه المشابهة هنا أظهر لأن النسبة إلی الکفر الموجب للقتل کالقتل فی أن المتسبب للشیء کفاعله، نسأل الله العصمة (عمدة القاری، ج۲۲، ص۱۵۸، باب من کفر أخاه بغیر تأویل فهو کما قال)

(کقتله) فی التحریم أو فی التألم، ووجه المشابهة أن النسبة إلی الکفر الموجب للقتل کالقتل فی أن المتسبب للشیء کفاعله (ارشاد الساری، ج۹، ص۶۶، کتاب الادب، باب من کفر أخاه بغیر تأویل فهو کما قال)

مسلم کو کافر قرار دینا، اللہ کے ذمہ میں خیانت ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِىْ لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ، فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِىْ ذِمَّتِهٖ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۳۹۱، كتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہماری (یعنی مسلمانوں جیسی) نماز پڑھے اور ہمارے (یعنی مسلمانوں کے) قبلہ کی طرف (عبادت کے لئے) رُخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے، تو وہ مسلمان ہے، جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے، تو تم اللہ کی ذمہ داری میں خیانت نہ کرو (بخاری)

اس طرح کی حدیث حضرت جندب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ظاہر میں ان چیزوں کو اختیار کرلے، جو اسلام کی بڑی نشانیاں اور امتیازی اہم شعائر ہیں کہ وہ یہود و عیسائیوں وغیرہ دیگر مذاہب کے مقابلہ میں رکوع، سجود، قیام، قعدہ وغیرہ کے ساتھ مسلمانوں کی طرح نماز پڑھے، اور بیتُ المقدس، یا کسی اور چیز کو قبلہ ماننے کے بجائے، بیتُ اللہ کو اپنا قبلہ تسلیم واختیار کرے اور ہمارے ذبح کئے ہوئے

---

[1] عن جندب، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :من صلى صلاتنا، واستقبل قبلتنا، وأكل ذبيحتنا، فذاك المسلم له ذمة الله وذمة رسوله(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۶۶۹، ج۲ص ۱۶۲)

عن عبد الله قال :كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المنذر بن ساوى :من صلى صلاتنا، واستقبل قبلتنا، وأكل ذبيحتنا، فذاكم المسلم، له ذمة الله وذمة الرسول صلى الله عليه وسلم "(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۰۲۹۱، ج۱۰ ص ۱۵۲)

جانور کو کھالے، تو وہ اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری میں آ جاتا ہے، اس لئے اس کو مسلمان سمجھنا چاہیے، اور اس کے ساتھ مسلمانوں والا برتاؤ کرنا چاہیے، پھر اس کو نہ تو کافر قرار دینا چاہیے، اور نہ ہی کافر سمجھ کر، قتل کرنا چاہیے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے معاملات کا دارومدار ظاہر پر ہوتا ہے، انسان عالمُ الغیب اور علیمٌ بذاتِ الصدور نہیں ہوتا، اس لئے وہ دوسرے کے دل اور باطن کا مکلّف نہیں ہوتا کہ کسی کے دل میں کیا ہے، اس کے لیے تو ظاہری چیزوں کو دیکھ کر ہی فیصلہ کا حکم ہے، اس کے باوجود بھی کسی کے دل میں اور کچھ ہو، تو یہ اس کی ذمہ داری نہیں، بلکہ اس کا معاملہ اور حساب اللہ کے ساتھ ہے، جیسا کہ دوسری احادیث میں ذکر آیا ہے۔ [1]

---

[1] قوله: (من صلى صلاتنا) أى: صلى كما نصلى، ولا يوجد إلا من معترف بالتوحيد والنبوة، ومن اعترف بنبوة محمد فقد اعترف بجميع ما جاء به عن اتعالى، فلهذا جعل الصلاة علما لإسلامه، ولم يذكر الشهادتين لأنهما داخلتان فى الصلاة، وإنما ذكر استقبال القبلة والصلاة متضمنة له مشروطة به، لأن القبلة أعرف من الصلاة، فإن كل أحد يعرف قبلته وإن كان لا يعرف صلاته، ولأن من أعمال صلاتنا ما هو يوجد فى صلاة غيرنا: كالقيام والقرائة، واستقبال قبلتنا مخصوص بنا، ثم لما ذكر من العبادات ما يميز المسلم من غيره أعقبه بذكر ما يميزه عادة وعبادة: فقال: (وأكل ذبيحتنا) ، فإن التوقف عن أكل الذبائح كما هو من العادات، فكذلك هو من العبادات الثابتة فى كل ملة .قال الطيبى: وأقول، وا أعلم، إذا أجرى الكلام على اليهود سهل تعاطى عطف الاستقبال على الصلاة بعد الدخول فيها، ويعضده اختصاص ذكر الذبيحة، لأن اليهود خصوصا يمتنعون من أكل ذبيحتنا، وهم الذين حين تحولت القبلة شنعوا بقولهم: (ما ولاهم عن قبلتهم التى كانوا عليها)أى: صلوا صلاتنا وتركوا المنازعة فى أمر القبلة والامتناع عن أكل الذبيحة، لأنه من باب عطف الخاص على العام، فلما ذكر الصلاة عطف ما كان الكلام فيه وما هو مهتم بشأنه عليها، كما أنه يجب عليهم أيضا عند الدخول فى الإسلام أن يقروا ببطلان ما يخالفون به المسلمين فى الاعتقاد بعد إقرارهم بالشهادتين(عمدة القارى، ج۴، ص۱۲۵، كتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة)

وفيه دليل على أن الكافر إذا تكلم بالتوحيد، وجب الكف عن قتله.

قال الإمام: وهذا فى الثنوى الذى لا يعتقد التوحيد إذا أتى بكلمة التوحيد، يحكم بإسلامه، ثم يجبر على سائر شرائط الإسلام، فأما من يعتقد التوحيد، لكنه ينكر الرسالة، فلا يحكم بإسلامه بمجرد كلمة التوحيد حتى يقول محمد رسول الله، فإذا قاله، كان مسلما إلا أن يكون من الذين يقولون: محمد مبعوث إلى العرب خاصة، فحينئذ لا يحكم بإسلامه بمجرد الإقرار بالرسالة حتى يقر أنه مبعوث إلى كافة الخلق، ثم يستحب أن يمتحن بالإقرار بالبعث، والتبرؤ من كل دين خالف الإسلام.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنداوصاف کے حامل کا خون اور مال حرام ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لاَ إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، فَإِذَا قَالُوْھَا، وَصَلَّوْا صَلاَ تَنَا، وَاسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا، وَذَبَحُوْا ذَبِیْحَتَنَا، فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَیْنَا دِمَاؤُھُمْ وَأَمْوَالُھُمْ، إِلَّا بِحَقِّھَا وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۹۲، کتاب الصلاۃ، باب فضل استقبال القبلۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں، جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں، پس جب وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لیں، اور ہماری (یعنی مسلمانوں کی) طرح نماز پڑھنے لگیں، اور ہمارے قبلہ (یعنی بیتُ اللہ) کی طرف رخ کرنے لگیں، اور ہماری طرح (اللہ کا نام لے کر) ذبح کرنے لگیں، تو ہمارے اوپر ان کا خون اور ان کا مال حرام ہوجاتا ہے، سوائے کلمۂ اسلام کے حق کے (یعنی ان پر اسلام کے قانون لاگو ہوں گے، مثلاً قتل کے بدلہ میں قصاص وغیرہ) اور ان (کے باطن اور نیک وبُرے اعمال کی جزا وثواب) کا حساب اللہ کے ذمہ ہے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ظاہر میں ان چیزوں کو اختیار کرلے، جن بڑی بڑی چیزوں کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وکذلک حکم المرتد یعود إلی الإسلام عن الدین الذی انتقل إلیہ.

وذھب أکثر أھل العلم إلی قبول توبۃ الکافر الأصلی والمرتد، وذھب جماعۃ إلی أن إسلام الزندیق والباطنیۃ لا یقبل ویقتلون بکل حال، وھو قول مالک وأحمد، وقالت طائفۃ: إذا ارتد المسلم الأصلی، ثم أسلم لا یقبل إسلامہ، فأما الکافر الأصلی إذا أسلم، ثم ارتد، ثم عاد إلی الإسلام، یقبل إسلامہ، وظاھر الحدیث دلیل العامۃ علی قبول إسلام الکل (شرح السنۃ للبغوی، ج۱۰ ص ۲۴۲، ۲۴۳، کتاب قتال اھل البغی، باب تحریم قتلہ إذا أسلم علی أی دین کان)

مذکورہ احادیث میں ذکر کیا گیا، تو اس کو کافر ومشرک سمجھ کر قتل کرنا جائز نہیں، اور اگر اس کے دل میں کفر وشرک وغیرہ چھپا ہوا ہو، تو اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے، ہمارے ذمہ نہیں، لہٰذا ہمیں ظاہر کو نظر انداز کر کے اپنی طرف سے اس کے باطن کی کھود کرید کرنے اور اس کے دل کے احتساب کے درپے ہونے کی ضرورت نہیں۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَ هُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ (صحيح البخارى ،رقم الحديث ۲۵، كتاب الايمان، باب فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة فخلوا سبيلهم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''محمد رسول اللہ'' کی گواہی نہ دے دیں، اور نماز قائم اور زکاۃ اداء نہ کرنے لگیں، پھر جب وہ یہ عمل کرلیں تو وہ مجھ سے اپنے خونوں کو اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے، سوائے اسلام کے حق کے (یعنی اسلام میں قتل کے بدلہ میں قصاص وغیرہ کی جو سزا رکھی گئی ہے، وہ ان پر لاگو ہوگی) اور ان (کے باطن اور نیک وبرے اعمال کی جزا وسزا) کا حساب، اللہ کے ذمہ ہے (بخاری)

حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّا لَقُعُوْدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُصُّ عَلَيْنَا، وَيُذَكِّرُنَا، إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَسَارَّهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذْهَبُوْا بِهٖ فَاقْتُلُوْهُ، فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ، دَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : هَلْ تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ

اِذْهَبُوْا فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُ، فَإِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ، حَرُمَ عَلَيَّ دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٣٩٢٩،كتاب الفتن، باب الكف عمن قال: لا إله إلا الله) [1]

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں واقعات سنا رہے تھے اور نصیحت فرما رہے تھے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کی (یعنی آہستہ آواز سے کوئی بات کی، جس کا ہمیں پتہ نہیں چلا کہ وہ کیا بات تھی) پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور قتل کر دو (ممکن ہے کہ اس سے کوئی ایسی بات سرزَد ہوئی ہو، جو کفر یا قتل کی متقاضی ہو) جب اس آدمی نے پشت پھیری، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر پوچھا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں؟ اس نے کہا کہ جی ہاں! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور اس کا راستہ چھوڑ دو (کچھ نہ کہو) کیونکہ مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتل وقتال کروں، یہاں تک کہ وہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے قائل ہو جائیں، جب وہ ایسا کرلیں گے، تو مجھ پر ان کے خون (یعنی قتل وقتال) اور مال حرام ہو جائیں گے (ابن ماجہ)

پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کوئی بات سن کر محسوس کیا کہ شاید اس کے دل میں ایمان نہیں، اس لیے اس شخص کے قتل کا حکم فرمایا، مگر جب اس نے ظاہری الفاظ میں توحید کا اقرار کرلیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کرنے سے منع فرما دیا، اور اس کی وجہ بھی بیان فرما دی۔

---

[1] قال شعيب الارنوؤط: حديث صحيح، سويد بن سعيد —وإن كان فيه ضعفٌ— قد توبع، ومن فوقه ثقات (حاشية سنن ابن ماجه)

و قال البوصيري: هذا إسناد صحيح رجاله ثقات (مصباح الزجاجة،للبوصيري الكناني، ج٤ص ١٦١ ، كتاب الفتن،باب الكف عمن قال لا إله إلا الله)

www.idaraghufran.org

معلوم ہوا کہ کلمہ گو اور مذکورہ چیزوں پر عمل کرنے والے کے مال وجان کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ [1]

کلمہ گو کو قتل کرنے کی شدید وعید اور وبال

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِیْ، فَضَرَبَ إِحْدٰى يَدَیَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا، ثُمَّ لَاذَ مِنِّیْ بِشَجَرَةٍ، فَقَالَ : أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ، أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَقْتُلْهُ قَالَ : فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّهُ قَدْ قَطَعَ يَدِیْ، ثُمَّ قَالَ ذٰلِکَ بَعْدَ أَنْ قَطَعَهَا، أَفَأَقْتُلُهُ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِکَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَإِنَّکَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَّقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِیْ قَالَ (صحیح مسلم، رقم الحديث ١٥٥ ''٩٥'' كتاب الايمان، باب تحريم قتل الكافر بعد أن قال: لا إله إلا الله)

ترجمہ: انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر کافروں میں سے کسی آدمی سے میرا سامنا ہو جائے، پھر وہ مجھ

---

[1] قوله: (فساره) أى: تكلم معه سرا (اذهبوا به) أى: بالمسار وكأنه تكلم بكلام علم منه – صلى الله عليه وسلم – أنه ما دخل الإيمان فى قلبه فأراد قتله، ثم رجع إلى تركه حتى يتفكر فى إسلامه، أى: إظهار الإيمان ظاهرا وأن مدار العصمة عليه لا على الإيمان الباطنى وظاهر هذا التعريف يقتضى أنه قد يجتهد فى الحكم الخبرى فيخطأ فى المناط، نعم لا يقرر عليه ولا يمضى الحكم بالنظر، بل يوقف للرجوع من ساعته إلى درك المناط والحكم به، ولا يخفى بعده، والأقرب أن يقال أنه قد أذن له فى العمل بالباطن فأراد أن يعمل به، ثم ترجح عنده العمل بالظاهر لكونه أعم وأشمل له ولأمته؛ فمال إليه وترک العمل بالباطن، وبعض الأحاديث يشهد لذلک، وعلى هذا فقوله، إنما أمرت، أى: وجوبا، وإلا فالإذن له فى القتل بالنظر إلى الباطن كان ثابتا، لكن هذا التقرير لا يناسبه فإذا فعلوا حرم دماؤهم وأموالهم فليتأمل (حاشية السندى على سنن ابن ماجه، ج٢، ص ٤٥٨، كتاب الفتن، باب الكف عمن قال لا إله إلا الله)

سے قتال کرے، پھر وہ تلوار سے میرے ہاتھ پر وار کرے، اور اسے کاٹ دے، پھر وہ مجھ سے کسی درخت کی اوٹ (یعنی آڑ) میں چھپ جائے، اور پھر یہ کہے کہ میں اللہ کے لیے اسلام لے آیا، تو کیا اے اللہ کے رسول! میں اسے قتل کر دوں؟ جبکہ وہ اسلام لانے کا کہہ چکا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اسے قتل نہ کریں، پھر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس نے میرے ہاتھ کو کاٹ دیا ہے، پھر اس کو کاٹنے کے بعد (درخت کے پیچھے چھپ کر) یہ بات کہی ہے، تو کیا میں اسے قتل کر دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اسے قتل نہ کریں، اگر آپ اس کے باوجود اسے قتل کر دیں گے، تو وہ آپ کے اس درجے میں ہوگا، جس میں آپ اسے قتل کرنے سے پہلے تھے (یعنی مسلمان) اور آپ اس کے اس درجے میں ہوں گے، جس میں وہ کلمہ سے پہلے تھا (یعنی کافر) (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ کلمہ کہہ لینے کے بعد کسی کو قتل کرنے کی گنجائش نہیں، ورنہ خطرہ ہے کہ قتل کرنے والا کفر کے درجہ میں اور (جس کلمہ گو کو قتل کیا گیا وہ) مسلمان مقتول کے درجہ میں شمار ہو۔

ملاحظہ فرمایئے کہ جو شخص مسلمان سے قتال کر رہا ہے، اور پھر بظاہر اپنے آپ کو بچاتے اور چھپاتے ہوئے کلمہ پڑھ رہا ہے، اور بظاہر اس کا ایمان دنیاوی مفادات والا محسوس ہوتا ہے، تب بھی اس کے ظاہر کے مطابق اس کو کلمۂ شہادت کی وجہ سے مسلمان سمجھنے کا حکم دیا گیا، لہٰذا کسی کو منافق، یا تقیہ کرنے والا قرار دے کر، اس کے ساتھ صریح کافروں والا برتاؤ کرنا، کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ [1]

---

[1] يستفاد من نهيه عن القتل والتعرض له ثانيا بعدما كرر أنه قطع إحدى يديه أن الحربي يديه قصاصا ("فإن قتلته فإنه بمنزلتك قبل أن تقتله ") ، لأنه صار مسلما معصوم الدم قبل أن فعلت فعلتك التي أباحت دمك قصاصا، والمعنى كما كنت قبل قتله محقون الدم بالإسلام كذلك هو بعد الإسلام ("وإنك بمنزلته قبل أن يقول كلمته التي قال ") . لأنك صرت مباح الدم كما هو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَرِیَّۃٍ، فَصَبَّحْنَا الْحُرَقَاتِ مِنْ جُھَیْنَۃَ، فَأَدْرَکْتُ رَجُلًا فَقَالَ: لَا إِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ، فَطَعَنْتُہٗ ، فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ مِنْ ذٰلِکَ، فَذَکَرْتُہٗ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : أَقَالَ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَقَتَلْتَہٗ؟ قَالَ : قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، إِنَّمَا قَالَھَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ، قَالَ : أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِہٖ حَتّٰی تَعْلَمَ أَقَالَھَا أَمْ لَا؟ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا عَلَیَّ حَتّٰی تَمَنَّیْتُ أَنِّیْ أَسْلَمْتُ یَوْمَئِذٍ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۵۸ "۹۶ "کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد أن قال :لا إلہ إلا اللہ)

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہادی لشکر میں بھیجا، تو ہم صبح صبح ''جُھَینۃ'' نام کے علاقہ میں پہنچ گئے، میں نے وہاں ایک آدمی کو پایا، اس نے کہا کہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہ، میں نے اسے ہلاک (وقتل) کردیا، پھر میرے دل میں کچھ خلجان سا پیدا ہوا کہ میں نے مسلمان کو قتل کیا، یا کافر کو؟ تو میں نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس نے لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ کہا اور پھر تم نے اسے قتل کیا، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس نے تو یہ کلمہ تلوار کے ڈر سے کہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا، یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہوجاتا کہ اس نے دل سے کہا ہے، یا نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی کلمات دہراتے رہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مباح الدم قبل الإسلام، ولكن السبب مختلف فإن إباحة دم القاتل بحق القصاص وإباحة دم الكافر بحق الإسلام وقد تمسک به الخوارج على تكفير المسلم بارتكاب الكبائر، وحسبوا أن المعنى به المماثلة فی الكفر، وهو خطأ لأنه تعالى عد القاتل من عداد المؤمنين، بل المراد ما ذكرناه اهـ كلام القاضی (مرقاة المفاتيح، ج٦، ص ٢٢٦٠، كتاب القصاص)

یہاں تک کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ کاش میں آج ہی اسلام لایا ہوتا (اوراس کلمہ گوکو قتل کرنے کا فعل، کفر کی حالت میں سرزَد ہوا ہوتا، اور یہ گناہ آج اسلام لانے سے ختم ہوگیا ہوتا) (مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دل چیر کر دیکھنے کا ذکر فرما کر، اس بات کی طرف متوجہ فرمادیا کہ انسان کسی کے دل میں چھپی ہوئی بات کا مکلّف نہیں، جیسا کہ آج کل اس طرح کے مواقع پر دوسرے کو حقیقی منافق، یا تقیہ باز وغیرہ کہہ کر، کفر کا حکم لگادیا جاتا ہے، اس طرح کا طرزِ عمل، دراصل مزاجِ نبوت کو صحیح نہ سمجھنے پر مبنی ہے۔ [1]

حضرت عسعس بن سلامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ إِلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَإِنَّهُمُ الْتَقَوْا فَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ إِذَا شَاءَ أَنْ يَّقْصِدَ إِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ لَهٗ فَقَتَلَهٗ، وَإِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ غَفْلَتَهٗ، قَالَ: وَكُنَّا نُحَدَّثُ أَنَّهٗ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، فَلَمَّا رَفَعَ عَلَيْهِ السَّيْفَ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَتَلَهٗ، فَجَاءَ الْبَشِيْرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهٗ فَأَخْبَرَهٗ، حَتّٰى أَخْبَرَهٗ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ، فَدَعَاهُ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ: لِمَ قَتَلْتَهٗ؟ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ، وَقَتَلَ فُلَانًا وَفُلَانًا، وَسَمّٰى لَهٗ نَفَرًا، وَإِنِّيْ حَمَلْتُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى السَّيْفَ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقَتَلْتَهٗ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِسْتَغْفِرْ لِيْ، قَالَ: وَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: فَجَعَلَ لَا يَزِيْدُهٗ عَلٰى أَنْ يَّقُوْلَ: كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ

---

[1] جیسا کہ ہم نے اہلِ تشیّع وروافض سے متعلق مضمون میں اس کا ذکر کردیا ہے۔ محمد رضوان۔

الْقِيَامَةِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٦٠ "٩٧" كتاب الايمان، باب تحريم قتل الكافر بعد أن قال :لا إله إلا الله)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مسلمانوں کو مشرکین کی طرف بھیجا، ان مشرکین میں سے ایک آدمی ایسا تھا کہ وہ مسلمانوں میں سے جس کو قتل کرنا چاہتا، تو اسے قتل کر دیتا (یعنی انتہائی خون خوار اور لڑاکا تھا) تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی، جس کے بارے میں ہمارا گمان یہ ہے کہ وہ حضرت اسامہ بن زید تھے، انہوں نے اس مشرک کو غفلت میں ڈال کر اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا، جب انہوں نے اپنی تلوار اس مشرک کی طرف اٹھائی، تو اس نے کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ ! مگر اُسامہ نے اسے قتل کر دیا، پھر اس جنگ کی فتح کی خوشخبری سنانے والا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے بارے میں پوچھا وہ آدمی حالات بتا رہا تھا، یہاں تک کہ اس نے حضرت اسامہ کا یہ واقعہ بیان کیا کہ کس طرح اسامہ نے اس کلمہ کہنے والے کو قتل کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو بلا کر پوچھا کہ تم نے اسے کیوں قتل کر دیا؟ حضرت اسامہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس نے مسلمانوں میں کھلبلی ڈال دی تھی اور اس نے فلاں فلاں مسلمان کو قتل کیا، انہوں نے چند لوگوں کا نام لیا اور میں نے اس پر قابو پالیا، جب اس نے تلوار دیکھی تو لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہ کہنے لگا (اور اس نے اپنی جان کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کے بعد بھی اسے قتل کر دیا؟ حضرت اسامہ نے عرض کیا کہ جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللہ کا کیا جواب دو گے، جب وہ قیامت کے دن اس کو لے کر آئے گا؟ حضرت اسامہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ میرے لئے استغفار فرما دیجئے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ تم کیا

جواب دو گے، جب وہ قیامت کے دن لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لے کر آئے گا (مسلم)

پچھلی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ سن کر مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ کاش کہ میں آج ہی اسلام لایا ہوتا (اور اسلام لانے کی وجہ سے آج سے پہلے کی میری اس قسم کی غلطی منہدم ہو جاتی، اور پھر مجھے یہ ملامت والی گھڑی نہ دیکھنی پڑتی) [1]

اس طرح کا واقعہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ ایک اور شخص کے بارے میں بھی آتا ہے، جس میں کچھ اضافہ ہے۔ [2]

چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ بَعَثَ جَيْشًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ، فَلَمَّا لَقُوْهُمْ قَاتَلُوْهُمْ قِتَالًا شَدِيْدًا، فَمَنَحُوْهُمْ أَكْتَافَهُمْ، فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنْ لُحْمَتِيْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ بِالرُّمْحِ، فَلَمَّا غَشِيَهُ، قَالَ : أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، إِنِّيْ مُسْلِمٌ، فَطَعَنَهُ فَقَتَلَهُ، فَأَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْتُ، قَالَ: وَمَا الَّذِيْ صَنَعْتَ؟ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِيْ صَنَعَ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ بَطْنِهِ فَعَلِمْتَ مَا فِيْ قَلْبِهِ؟ قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ

---

[1] عن أبى ظبيان قال :سمعت أسامة بن زيد يقول " :بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فى جيش إلى الحرقات حى من جهينة فلما يعنى هزمناهم ابتدرت أنا ورجل من الأنصار رجلا منهم فقال " :لا إله إلا الله، فكف عنه الأنصارى، وظننت أنه إنما قالها تعوذا، فقتلته، فرجع الأنصارى إلى النبى صلى الله عليه وسلم فحدثه الحديث، فقال النبى صلى الله عليه وسلم :يا أسامة، قتلت رجلا بعد أن قال :لا إله إلا الله؟ كيف تصنع بلا إله إلا الله يوم القيامة؟ فما زال يقول ذلک حتى وددت أنى لم أكن أسلمت إلا يومئذ "(السنن الكبرى،للنسائى، رقم الحديث ٨٥٤١)

[2] والذى يظهر أن قصة الذى قتل ثم مات فدفن ولفظته الأرض غير قصة أسامة لأن أسامة عاش بعد ذلک دهرا طويلا(فتح البارى لابنِ حجر، ج١٢ ص١٩٥ ،كتاب الديات،قوله باب ومن أحياها)

www.idaraghufran.org

شَقَقْتُ بَطْنَهُ لَكُنْتُ أَعْلَمُ مَا فِيْ قَلْبِهِ، قَالَ: فَلَا أَنْتَ قَبِلْتَ مَا تَكَلَّمَ بِهِ، وَلَا أَنْتَ تَعْلَمُ مَا فِيْ قَلْبِهِ، قَالَ: فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى مَاتَ، فَدَفَنَّاهُ فَأَصْبَحَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ، فَقَالُوْا: لَعَلَّ عَدُوًّا نَبَشَهُ، فَدَفَنَّاهُ، ثُمَّ أَمَرْنَا غِلْمَانَنَا يَحْرُسُوْنَهُ، فَأَصْبَحَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ، فَقُلْنَا: لَعَلَّ الْغِلْمَانَ نَعَسُوْا، فَدَفَنَّاهُ، ثُمَّ حَرَسْنَاهُ بِأَنْفُسِنَا، فَأَصْبَحَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ، فَأَلْقَيْنَاهُ فِيْ بَعْضِ تِلْكَ الشِّعَابِ (سنن ابن ماجه ،رقم الحديث ٣٩٣٠، كتاب الفتن، باب الكف عمن قال :لا إله إلا الله)

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے اہلِ اسلام کا ایک لشکر کفار کی طرف روانہ کیا، جب اس لشکر کا کفار سے سامنا ہوا، تو انہوں نے کفار کے ساتھ بہت جنگ کی، بالآخر کفار (بھاگ کھڑے ہوئے اور) اپنے کندھے مسلمانوں کی طرف کردیئے، میرے ایک عزیز نے ایک مشرک آدمی پر نیزے سے حملہ کیا، جب اس نے مشرک پر قابو پالیا، تو مشرک کہنے لگا کہ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ میں مسلمان ہوتا ہوں، لیکن میرے عزیز نے (یہ سمجھتے ہوئے کہ اس نے شاید اب ڈر کی وجہ سے کلمہ پڑھا ہے) اسے نیزہ مار کر قتل کردیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری ہوئی، تو اُس آدمی نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! میں تو تباہ ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک، یا دومرتبہ دریافت فرمایا کہ تم نے کیا کیا؟ اس نے ساری بات سنادی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کا پیٹ چیر کر اس کے دل کی حالت کیوں نہ معلوم کرلی؟ (کہ اس نے کلمۂ شہادت دل سے پڑھا تھا، یا صرف زبان سے) اُس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر میں اس کا پیٹ چیرتا تو کیا مجھے اس کے دل کی

حالت معلوم ہو جاتی (کیونکہ دل تو گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، اس سے اس کا کیسے پتہ چلتا کہ اس نے دل سے پڑھا ہے، یا نہیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے نہ تو اس کی زبانی بات کو قبول کیا اور نہ ہی یہ تم نے جانا کہ اس کے دل میں کیا ہے، حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق خاموشی اختیار فرمائی، تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ (میرا عزیز) فوت ہو گیا (شاید شدتِ ندامت کی وجہ سے فوت ہو گیا ہو) ہم نے اس کو دفن کر دیا، تو صبح کے وقت اس کی لاش زمین پر (قبر سے باہر) پڑی تھی، لوگوں نے سوچا کہ شاید دشمن نے قبر کھود کر یہ حرکت کی ہو، پھر لوگوں نے اسے دوبارہ دفن کیا اور لڑکوں کو اس کا پہرہ دینے کا حکم دیا، مگر صبح کو لاش پھر زمین پر پڑی تھی، ہم نے سوچا کہ شاید لڑکوں کی آنکھ لگ گئی ہو (اور دشمن کو اس حرکت کا موقع مل گیا ہو) ہم نے پھر اس کو دفن کر دیا، اور خود پہرہ دیا، صبح لاش پھر زمین کے اوپر تھی، بالآخر ہم نے اس کی لاش ایک گھاٹی میں ڈال دی (ابنِ ماجہ)

اس حدیث کو بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

لیکن بعض دیگر حضرات نے حسن قرار دیا ہے۔ [2]

اس واقعہ کی چونکہ دوسری روایات سے تائید ہوتی ہے، اس لیے مذکورہ حدیث کا حسن درجہ میں معتبر ہونا ہی، راجح معلوم ہوا۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده ضعيف لإعضاله، فإن بين السميط وعمران اثنين –كما سيأتي في التخريج– أحدهما رجل مبهم .عاصم: هو ابن سليمان الأحول (حاشية سن ابن ماجه، رقم الحديث ٣٩٣٠)

[2] قال البوصيري:
هذا إسناد حسن عاصم هو الأحول روى له مسلم والسميط وثقه العجلي وروى له مسلم في صحيحه أيضا وسويد بن سعيد مختلف فيه(مصباح الزجاجة، للبوصيري الكناني، ج٤ص ١٦٣، كتاب الفتن،باب الكف عمن قال لا إله إلا الله)

www.idaraghufran.org

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنِّیْ، عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ بَشِيْرٌ مِنْ سَرِيَّةٍ بَعَثَهَا فَأَخْبَرَهُ، بِنَصْرِ اللّٰهِ الَّذِیْ نَصَرَ سَرِيَّتَهُ، وَبِفَتْحِ اللّٰهِ الَّذِیْ فَتَحَ لَهُمْ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، بَيْنَمَا نَحْنُ بِطَلَبِ الْعَدُوِّ وَقَدْ هَزَمَهُمُ اللّٰهُ، إِذْ لَحِقْتُ رَجُلًا بِالسَّيْفِ، فَلَمَّا أَحَسَّ أَنَّ السَّيْفَ قَدْ وَاقِعَهُ، الْتَفَتَ وَهُوَ يَسْعٰى فَقَالَ: إِنِّیْ مُسْلِمٌ، إِنِّیْ مُسْلِمٌ، فَقَتَلْتُهُ وَإِنَّمَا كَانَ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ مُتَعَوِّذًا، قَالَ: فَهَلَّا شَقَقْتَ، عَنْ قَلْبِهٖ، فَنَظَرْتَ صَادِقٌ هُوَ أَوْ كَاذِبٌ؟ قَالَ: لَوْ شَقَقْتُ، عَنْ قَلْبِهٖ مَا كَانَ يُعْلِمُنِی الْقَلْبُ، هَلْ قَلْبُهُ إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْ لَحْمٍ؟ قَالَ: فَأَنْتَ قَتَلْتَهُ، لَا مَا فِیْ قَلْبِهٖ عَلِمْتَ، وَلَا لِسَانَهُ صَدَّقْتَ، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِسْتَغْفِرْلِیْ، قَالَ: لَا أَسْتَغْفِرُ لَكَ، فَدَفَنُوْهُ فَأَصْبَحَ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا رَأٰى ذٰلِكَ قَوْمُهُ اِسْتَحْيَوْا وَخَزَوْا مِمَّا لَقِیَ، فَحَمَلُوْهُ فَأَلْقَوْهُ فِیْ شِعْبٍ مِّنْ تِلْكَ الشِّعَابِ (مسند أبی یعلی، رقم الحدیث ۱۵۲۲، ج۳ص ۹۱، مسند جندب بن عبد الله البجلی، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۷۲۳) [1]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا کہ ایک جہادی لشکر کا بھیجا ہوا نمائندہ آیا، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی اس مدد کی خوشخبری سنائی، جو اللہ نے اس لشکر کو عطا فرمائی تھی، اور اللہ کی اس فتح کی خوشخبری سنائی، جو اللہ نے ان کو عطا فرمائی تھی، اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم دشمنوں کی تلاش میں لگے ہوئے تھے، جن کو اللہ نے شکست سے دوچار کر دیا تھا، اچانک میں تلوار کے ساتھ ایک آدمی سے ملا، جب اس نے یہ محسوس کرلیا کہ اس پر تلوار کا

---

[1] قال حسین سلیم أسد الدارانی: إسناده حسن (حاشیة مسند ابی یعلیٰ)

www.idaraghufran.org

وار ہوگا، تو اس نے رُخ پھیرا، اور بھاگنا شروع کیا، اور یہ کہا کہ میں مسلمان ہوں، میں مسلمان ہوں، پھر میں نے اس کو قتل کر دیا، اوراے اللہ کے نبی! وہ اصل میں (موت سے) بچنے کا راستہ تلاش کررہا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نے اس کا دل چاک کر کے دیکھا تھا کہ تو دیکھ لیتا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا؟ اس آدمی نے عرض کیا کہ اگر میں اس کا دل چاک کرلیتا، تو بھی اس کے دل کا مجھے علم نہ ہوتا، کیونکہ اس کا دل تو گوشت کا ایک لوتھڑا ہی ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اس کو قتل کر دیا، نہ تو تُو اس کے دل کے اندر کی بات جان سکا، اور نہ تُو نے اس کی زبان کی تصدیق کی، اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے لئے استغفار فرمادیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تیرے لئے استغفار نہیں کروں گا، پھر (وہ شخص فوت ہوگیا، اور) لوگوں نے اس کو دفن کر دیا، پھر تین مرتبہ صبح کے وقت اس کی لاش زمین کے اوپر آ گئی، پھر جب اس منظر کو اس کی قوم نے دیکھا، تو انہیں حیاء آئی، اور وہ اس واقعہ سے شرمندہ ہوئے، پھر انہوں نے اس کی لاش کو اٹھالیا، اوراس کو وہیں کسی گھاٹی میں ڈال دیا (ابویعلیٰ، طبرانی)

حضرت قبیصہ بن ذؤیب رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَغَارَ رِجَالٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَرِيَّةٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ، فَانْهَزَمَتْ فَغَشِيَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَهُوَ مُنْهَزِمٌ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَّعْلُوَهٗ بِالسَّيْفِ قَالَ الرَّجُلُ: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَلَمْ يَنْثَنِ عَنْهُ حَتّٰى قَتَلَهٗ، ثُمَّ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهٖ مِنْ قَتْلِهٖ، فَذَكَرَ حَدِيْثَهٗ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ؟ فَإِنَّمَا يُعَبِّرُ عَنِ الْقَلْبِ اللِّسَانُ فَلَمْ يَلْبَثُوْا إِلَّا قَلِيْلًا حَتّٰى تُوُفِّيَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ

الْقَاتِلُ، فَدُفِنَ فَأَصْبَحَ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ؛ فَجَاءَ أَهْلُهُ فَحَدَّثُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْأَرْضَ قَدْ أَبَتْ أَنْ تَقْبَلَهُ، فَاطْرَحُوهُ فِي غَارٍ مِّنَ الْغِيرَانِ (مسند الشاميين للطبرانی، رقم الحديث ۳۲۲۱، ج۴ص۲۵۸)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرام نے مشرکین کے ایک لشکر پرحملہ کیا، جس سے مشرکین کوشکست ہوگئی، پھرمسلمانوں میں سے ایک آدمی نے مشرکوں کے ایک آدمی پر چڑھائی کی، اوروہ مغلوب تھا، پھرجب اس مسلمان نے اس مشرک پرتلواراٹھائی، تواس شخص نے لاالٰہ الا اللہ کہا، مگراس مسلمان نے اس سے تلوار واپس نہیں کی، یہاں تک کہ اسے قتل کردیا، پھراس آدمی کے دل میں اس کے قتل کی وجہ سے تذبذب پیداہوا، پھراس واقعہ کارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکرکیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تُو نے اس کا دل پھاڑکر دیکھا تھا؟ دل کی تو ترجمانی زبان ہی کرتی ہے، پھرکچھ وقت کے بعد ہی یہ قتل کرنے والا آدمی فوت ہوگیا، پھراس کودفن کردیا گیا، پھرصبح ہونے پراس کی لاش زمین سے باہرآ گئی، وہاں کےلوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اوراس واقعہ کا ذکرکیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین نے اس کوقبول کرنے سے انکارکردیا ہے، توتم اس کوغاروں میں سے کسی غارمیں ڈال دو(طبرانی)

ایک اورشخص کے بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک تفصیلی حدیث میں ہے کہ:

قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ قَالَ: لَا، لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّي فَقَالَ خَالِدٌ: وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَمْ أُومَرْ أَنْ

---

[1] قال نبيل سعد الدين سَليم جَرّار: إسناده صحيح إلى قبيصة (حاشية الإيماء إلى زوائد الأمالي والأجزاء، ج۷ص۴۹۹، تحت رقم الحديث ۷۲۱۱، مرسل قبيصة بن ذؤيب)

www.idaraghufran.org

أَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلاَ أَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۴۳۵۱، كتاب المغازى، باب بعث على بن أبى طالب عليه السلام، وخالد بن الوليد رضى الله عنه، إلى اليمن قبل حجة الوداع، مسلم، رقم الحديث ۱۰۶۴ "۱۴۴")

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں اس آدمی کی گردن نہ اُڑادوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، شاید کہ یہ نماز پڑھتا ہو، تو حضرت خالد نے عرض کیا کہ کتنے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں، جو اپنی زبان سے وہ بات کرتے ہیں، جو ان کے دل میں نہیں ہوتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کو پھاڑ کر دیکھوں، اور نہ یہ کہ میں ان کے پیٹوں کو چاک کروں (لہٰذا ہم تو ظاہر کے مکلّف ہیں) (بخاری، مسلم)

مذکورہ احادیث وروایات اور واقعات سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو کافر یا مشرک قرار دینا، اور اس کے ظاہر کا اعتبار نہ کرنا، اور اس کے مقابلہ میں اس کو باطنی اور قلب کے اعتبار سے کافر ومشرک، یا منافق وغیرہ قرار دینا، سنگین گناہ ہے۔

اس لیے جب تک کسی مسلمان سے کوئی بات واضح طور پر ایمان واسلام کے خلاف ظاہر نہ ہو، جس میں کوئی تاویل بھی ممکن نہ ہو، اس وقت تک کافر قرار دینا درست نہیں ہے۔

آج کل بعض علماء کا یہ وطیرہ ہوگیا ہے کہ وہ بعض اسلامی فرقوں کے ظاہر کا اعتبار کرکے اس لیے مسلمان، تسلیم نہیں کرتے کہ وہ جھوٹ بول رہے ہوں گے، یا تقیہ وغیرہ کررہے ہوں گے۔

اس طرزِ عمل کا بھی مذکورہ احادیث کے خلاف ہونا معلوم ہوچکا۔ [1]

---

[1] جس کی تفصیل بندہ نے اپنے دوسرے مضامین "منافقِ اعتقادی وعملی کا حکم" اور "شیعہ وروافض کا حکم" میں ذکر کردی ہے۔ محمد رضوان۔

لا ينبغى أن يكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن، أو كان فى كفره خلاف ولو كان رواية ضعيفة. ما يشك فى أنه كفر لا يحكم به، فإن المسلم لا يخرجه من الإيمان إلا جحود ما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جب کسی عاقل بالغ مسلمان سے باہوش وحواس اور بغیر جبر واکراہ کے کوئی ایسی بات سرزَد، یا ظاہر ہو کہ جس سے کفر لازم آنے کا خطرہ ہو، تو اس پر کفر کا حکم لگانے سے پہلے اچھی طرح غور وفکر کر لینا اور احتیاط کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ [1]

اور اگر کوئی شخص دل میں کفر، یا اس کی کوئی بات چھپائے ہوئے ہو، تو جب تک اس کا اظہار نہ ہو جائے، اس وقت تک اس پر ظاہر میں مرتد یا کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ [2]

کسی مسلمان کو کافر کہنے، یا کافر قرار دینے کا گناہ اور آخرت کا وبال تو اپنی جگہ ہے، اور جو شخص کسی مسلمان کو گالی کے طور پر کافر کہے، تو اس میں کیوں کہ دوسرے مسلمان کی عزتِ نفس کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أدخله فيه، إذ الإسلام الثابت لا يزول بالشك مع أن الإسلام يعلو، فإن كان فى المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير؛ لعظم خطره وتحسينا للظن بالمسلم، ولأن الكفر نهاية فى العقوبة فيستدعى نهاية فى الجناية، ومع الشك والاحتمال لا نهاية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣،ص٢٢٨، ٢٢٩،مادة "تكفير")

[1] يشترط فى تكفير المسلم أن يكون مكلفا مختارا عند صدور ما هو مكفر منه، فلا يصح تكفير صبى ومجنون، ولا من زال عقله بنوم أو إغماء، لعدم تكليفهم، فلا اعتداد بقولهم واعتقادهم.

وكذلك لا يجوز تكفير مكره على الكفر وقلبه مطمئن بالإيمان، قال تعالى: (إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان)

وجرى الخلاف بين الفقهاء فى صحة تكفير الصبى المميز والسكران إذا صدر منهما ما هو مكفر .

فذهب الحنفية والحنابلة إلى صحة تكفير الصبى المميز إذا صدر منه ما هو مكفر.

ويفهم من كلام المالكية تقييده بالصبى المميز المراهق فقط.

وذهب الشافعية إلى عدم صحة تكفير الصبى المميز لعدم تكليفه مع اتفاقهم على أنه لا يقتل بل يجبر على الإسلام بالضرب والتهديد والحبس.

وعند الحنابلة ينتظر إلى ما بعد البلوغ والاستتابة، فإن أصر قتل ، لحديث رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتى يستيقظ، وعن المبتلى حتى يبرأ، وعن الصبى حتى يكبر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣،ص ٢٢٩،مادة "تكفير")

[2] اتفق الفقهاء على تكفير من اعتقد الكفر باطنا، إلا أنه لا تجرى عليه أحكام المرتد إلا إذا صرح به.

ومن عزم على الكفر فى المستقبل، أو تردد فيه، فإنه يكفر حالا لانتفاء التصديق بعزمه على الكفر فى المستقبل، وتطرق الشك إليه بالتردد فى الكفر .ولا تجرى عليه أحكام المرتد إلا إذا صرح بالكفر أيضا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣،ص ٢٢٩، ٢٣٠،مادة "تكفير")

مجروح کرنا اور اس کی طرف ایک غیر معمولی عیب کو منسوب کرنا پایا جاتا ہے، اس لئے اسلامی قانون کی رُو سے دنیا میں مسلمان حاکم کے سامنے ثبوت ہونے پر اُس الزام لگانے والے کو، تعزیر کی جائے گی، اور مناسب سزا بھی دی جائے گی۔ [1]

اگرچہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینے سے بچنے کے لیے مذکورہ احادیث وروایات کے بعد کچھ زیادہ دلائل کی ضرورت نہیں رہ جاتی، لیکن مزید فائدہ کے لیے چند عبارات ذکر کرنا مفید معلوم ہوا۔ اس لیے اس سلسلہ میں چند عبارات وحوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

''الموسوعةُ الفقهية'' کا حوالہ

''الموسوعةُ الفقهية'' میں ہے کہ:

''اصل حیثیت، مسلم کے اسلام پر باقی رہنے کی ہے، جب تک کہ دلیل، اس کے خلاف پر قائم نہ ہو، اور مسلمان کی تکفیر سے پہلے اس کے قول، یا فعل میں نظر اور غور وفکر کرنا، واجب ہے، کیونکہ کسی کا ہر فاسد قول، یا فعل، کافر قرار دینے میں معتبر نہیں ہوتا''۔ انتہیٰ۔ [2]

---

[1] واتفق الفقهاء على أنه يعزر بقوله: يا كافر يا منافق يا أعور يا نمام يا كذاب يا خبيث يا مخنث يا ابن الفاسقة، ونحو ذلک من كل ما فيه إيذاء بغير حق، ولو بغمز العين أو إشارة اليد، لارتكابه معصية لا حد فيها، وكل معصية لا حد فيها فيها التعزير (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٢، ص ٢١، مادة ''تشبيه'')

فصل (ومن قال لمسلم: يا فاسق، أو يا خبيث، أو يا كافر، أو يا سارق، أو يا مخنث عزر) لأنه آذاه بذلک وألحق به الشين، والحدود لا تثبت قياسا فوجب التعزير لينزجر عن ذلک ويعتبر غيره. وفي المجرد عن أبي حنيفة: يا شارب الخمر، يا خائن يعزر؛ وكذلک لو قال: أنت تأوي اللصوص، أو تأوي الزواني لما بينا (الاختيار لتعليل المختار، ج۴، ص٩٦، كتاب الحدود، فصل التعزير)

[2] الأصل بقاء المسلم على إسلامه حتى يقوم الدليل على خلاف ذلک، لما ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: من صلى صلاتنا، واستقبل قبلتنا، وأكل ذبيحتنا فهو المسلم، له ما لنا وعليه ما علينا .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ، اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

ومن البدع المنكرة تكفير الطائفة غيرها من طوائف المسلمين واستحلال دمائهم وأموالهم كما يقولون :هذا زرع البدعى ونحو ذلک .

فإن هذا عظيم لوجهين :

أحدهما :أن تلک الطائفة الأخرى قد لا يكون فيها من البدعة أعظم مما فى الطائفة المكفرة لها ؛ بل تكون بدعة المكفرة أغلظ أو نحوها أو دونها، وهذا حال عامة أهل البدع الذين يكفر بعضهم بعضا فإنه إن قدر أن المبتدع يكفر كفر هؤلاء وهؤلاء وإن قدر أنه لم يكفر لم يكفر هؤلاء ولا هؤلاء فكون إحدى الطائفتين تكفر الأخرى ولا تكفر طائفتها هو من الجهل والظلم وهؤلاء من الذين قال الله تعالى فيهم :(إن الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا لست منهم فى شىء).

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويجب قبل تكفير أى مسلم النظر والتفحص فيما صدر منه من قول أو فعل، فليس كل قول أو فعل فاسد يعتبر مكفرا.

ويجب كذلک على الناس اجتناب هذا الأمر والفرار منه وتركه لعلمائهم لخطره العظيم، فعن ابن عمر رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا قال الرجل لأخيه يا كافر فقد باء به أحدهما، فإن كان كما قال، وإلا رجعت عليه .

وعن أبى ذر رضى الله عنه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من دعا رجلا بالكفر، أو قال: عدو الله، وليس كذلک إلا حار عليه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۳ ص۲۲۸، مادة "تكفير")

والثانى :أنه لو فرض أن إحدى الطائفتين مختصة بالبدعة لم يكن لأهل السنة أن يكفروا كل من قال قولا أخطأ فيه فإن الله سبحانه قال :(ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا) وثبت فى الصحيح (أن الله قال :قد فعلت) وقال تعالى :(وليس عليكم جناح فيما أخطأتم به) وروى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :(إن الله تجاوز لى عن أمتى الخطأ والنسيان) وهو حديث حسن رواه ابن ماجه وغيره .

وأجمع الصحابة وسائر أئمة المسلمين على أنه ليس كل من قال قولا أخطأ فيه أنه يكفر بذلك وإن كان قوله مخالفا للسنة فتكفير كل مخطء خلاف الإجماع ؛ لكن للناس نزاع فى مسائل التكفير قد بسطت فى غير هذا الموضوع .

و (المقصود هنا أنه ليس لكل من الطوائف المنتسبين إلى شيخ من الشيوخ ولا إمام من الأئمة أن يكفروا من عداهم ؛ بل فى الصحيح عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :(إذا قال الرجل لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما) وقال أيضا :(المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه) . وقال :(لا تقاطعوا ولا تدابروا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا وكونوا عباد الله إخوانا) وقال :(مثل المؤمنين فى توادهم وتراحمهم وتعاطفهم :كمثل الجسد الواحد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالحمى والسهر (مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج۷،ص ۶۸۴، ۶۸۵، كتاب الإيمان الأوسط،من بدع المرازقة: تكفير غيرها من طوائف المسلمين واستحلال دمائهم وأموالهم)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور بدعاتِ منکرہ میں سے، مسلمانوں کی جماعتوں میں سے کسی جماعت کا، اپنے علاوہ کسی جماعت کو کافر قرار دینا، اور ان کے خونوں اور مالوں کو حلال سمجھنا بھی ہے، جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ بدعت کی کھیتی ہے، یا اس جیسے الفاظ کہتے ہیں۔

تو یہ دو وجہ سے بہت خطرناک ہے:

ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس دوسری جماعت میں بعض اوقات اس سے بڑی بدعت نہیں ہوتی، جو اس کو کافر قرار دینے والی جماعت میں ہوتی ہے، بلکہ کافر قرار دینے والی جماعت کی بدعت، اس سے زیادہ غلیظ، یا اس کے برابر، یا اس سے کم ہوتی ہے، اور یہ عام اہلِ بدعت کی حالت ہے کہ جو ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں، کیونکہ اگر اس بات کو فرض کیا جائے کہ مبتدع کو کافر قرار دیا جاتا ہے، تو پھر جس طرح اس جماعت کو کافر قرار دیا جائے گا، اسی طرح اس دوسری جماعت کو بھی کافر قرار دیا جائے گا، اور اگر اس بات کو فرض کیا جائے کہ مبتدع کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا، تو جس طرح اس جماعت کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا، اسی طرح اس دوسری جماعت کو بھی کافر قرار نہیں دیا جائے گا، پس ان دونوں جماعتوں میں سے ایک کا دوسری جماعت کو کافر قرار دینا، اور اپنی جماعت کو کافر قرار نہ دینا، جہل اور ظلم پر مبنی ہے، اور یہ لوگ ان ہی لوگوں کے قبیل سے ہیں، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”إِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ“

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ بات فرض کر لی جائے کہ دونوں جماعتوں میں سے ایک بدعت کے ساتھ مختص ہے، تو بھی اہلُ السنۃ کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ ہر اس شخص کو کافر قرار دیں، جو ایسے قول کو اختیار کرے، جس میں اس نے خطا کا ارتکاب کیا ہو، کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ

نَسِینَا أَوْ أَخْطَأْنَا‘‘ اور صحیح حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے یہ دعاء قبول کرلی‘‘ [1]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَا أَخْطَأْتُمْ بِهٖ‘‘ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ’’بے شک اللہ نے میرے لیے میری امت کی خطا اور نسیان کو درگزر فرمادیا‘‘ اور یہ حدیث حسن ہے، جس کو ابنِ ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور صحابۂ کرام اور تمام ائمۂ مسلمین کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر وہ شخص جس نے کسی قول میں خطا کی ہو، اس کو اس خطا کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا، اگرچہ اس کا قول سنت کے خلاف کیوں نہ ہو، پس ہر مخطی کو کافر قرار دینا، اجماع کے خلاف ہوا، لیکن لوگوں کا تکفیر کے مسائل میں نزاع ہے، جس کی میں نے دوسرے موقع پر تفصیل بیان کردی ہے۔

اور اصل مقصود یہاں پر یہ ہے کہ ان تمام جماعتوں کے لیے جو مشائخ میں سے کسی شیخ کی طرف منسوب ہوں، یا ائمہ میں سے کسی امام کی طرف منسوب ہوں، یہ بات جائز نہیں کہ اپنے علاوہ کو کافر قرار دیں، بلکہ صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ ’’جب آدمی اپنے مسلمان بھائی کو اے کافر! کہتا ہے، تو ان دونوں میں سے ایک اس کا مستحق ہوجاتا ہے‘‘ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ’’ایک مسلم، دوسرے مسلم کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرے، اور نہ ظلم

---

[1] عن ابن عباس، قال :لما نزلت هذه الآية :(وإن تبدوا ما فى أنفسكم أو تخفوه يحاسبكم به الله) قال :دخل قلوبهم منها شیء لم يدخل قلوبهم من شیء ، فقال النبی صلى الله عليه وسلم " :قولوا :سمعنا وأطعنا وسلمنا "قال :فألقى الله الإيمان فی قلوبهم، فأنزل الله تعالى :(لا يكلف الله نفسا إلا وسعها لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا) "قال :قد فعلت "(ربنا ولا تحمل علينا إصرا كما حملته على الذين من قبلنا) "قال :قد فعلت "(واغفر لنا وارحمنا أنت مولانا) "قال :قد فعلت(مسلم، رقم الحديث ١٢٦ ''٢٠٠'')

کرنے کے لیے چھوڑے، ہر مسلم پر دوسرے مسلم کا خون اور اس کا مال اور اس کی عزت حرام ہے" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "تم ایک دوسرے سے قطع تعلقی نہ کرو، اور ایک دوسرے سے روگردانی مت کرو، اور ایک دوسرے سے بغض وعداوت نہ رکھو، اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اور تم اللہ کے بندے، بھائی بھائی ہو جاؤ" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "تمام مومنین آپس میں محبت کرنے اور ایک دوسرے پر رحم کرنے، اور ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں ایک جسم کے مثل ہیں، جب جسم کا کوئی عضو، تکلیف محسوس کرتا ہے، تو اس کی وجہ سے پورا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے، بخار اور درد وغیرہ کی وجہ سے (مجموعُ الفتاویٰ)[1]

علامہ ابنِ تیمیہ کا دوسرا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

فصل: ولا يجوز تكفير المسلم بذنب فعله ولا بخطأ أخطأ فيه كالمسائل التى تنازع فيها أهل القبلة فإن الله تعالى قال (آمن الرسول بما أنزل إليه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله وملائكته وكتبه ورسله لا نفرق بين أحد من رسله وقالوا سمعنا وأطعنا غفرانك ربنا وإليك المصير) وقد ثبت فى الصحيح أن الله

---

[1] عن النعمان بن بشير، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمنون كرجل واحد إن اشتكى رأسه تداعى له سائر الجسد بالحمى والسهر (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٥٨٦ "٦٧")

عن النعمان بن بشير، قال سمعت رسول الله –صلى الله عليه وسلم– يقول: " مثل المؤمنين فى توادهم، وتعاطفهم، وتراحمهم كمثل الجسد، إذا اشتكى عضوٌ منه تداعى له سائره بالحمى والسهر "(مستخرج ابى عوانة، رقم الحديث ١١٢٩١)

www.idaraghufran.org

تعالى أجاب هذا الدعاء وغفر للمؤمنين خطأهم .والخوارج المارقون الذين أمر النبى صلى الله عليه وسلم بقتالهم قاتلهم أمير المؤمنين على بن أبى طالب أحد الخلفاء الراشدين .واتفق على قتالهم أئمة الدين من الصحابة والتابعين ومن بعدهم .ولم يكفرهم على بن أبى طالب وسعد بن أبى وقاص وغيرهما من الصحابة بل جعلوهم مسلمين مع قتالهم ولم يقاتلهم على حتى سفكوا الدم الحرام وأغاروا على أموال المسلمين فقاتلهم لدفع ظلمهم وبغيهم لا لأنهم كفار .ولهذا لم يسب حريمهم ولم يغنم أموالهم .وإذا كان هؤلاء الذين ثبت ضلالهم بالنص والإجماع لم يكفروا مع أمر الله ورسوله بقتالهم فكيف بالطوائف المختلفين الذين اشتبه عليهم الحق فى مسائل غلط فيها من هو أعلم منهم؟ فلا يحل لأحد من هذه الطوائف أن تكفر الأخرى ولا تستحل دمها ومالها وإن كانت فيها بدعة محققة فكيف إذا كانت المكفرة لها مبتدعة أيضا؟ وقد تكون بدعة هؤلاء أغلظ والغالب أنهم جميعا جهال بحقائق ما يختلفون فيه .

والأصل أن دماء المسلمين وأموالهم وأعراضهم محرمة من بعضهم على بعض لا تحل إلا بإذن الله ورسوله .قال النبى صلى الله عليه وسلم لما خطبهم فى حجة الوداع "(إن دماء كم وأموالكم وأعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا فى بلدكم هذا فى شهركم هذا) " وقال "(كل المسلم على المسلم حرام: دمه وماله وعرضه) ." وقال "(من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا

www.idaraghufran.org

وأكـل ذبيـحتـنـا فهو المسلم له ذمة الله ورسوله) " وقال "(إذا التـقـى الـمسـلـمـان بسيـفيهـما فالقاتل والمقتول فى النار قيل يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول؟ قال :إنه أراد قتل صاحبه) "وقال " :(لا تـرجعوا بعدى كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض) "وقال "(إذا قـال الـمسلم لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما) " وهـذه الأحـاديـث كـلهـا فـى الصحـاح (مـجـمـوع الفتـاوىٰ لابنِ تيمية، ج۳ص ۲۸۲، ۲۸۳، كتـاب مـجـمـل اعتقاد السلف، فصل لا يجوز تكفير مسلم بذنب فعله)

ترجمہ: فصل: اور مسلم کو اس کے کیے ہوئے کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار دینا جائز نہیں، اور نہ ہی مسلم کی کسی خطا کی وجہ سے اس کو کافر قرار دینا جائز ہے، جیسا کہ ان مسائل کی وجہ سے، جن میں اہلِ قبلہ کا نزاع ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’آمـن الـرسـول بـما أنزل إليه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله ومـلائـكتـه وكتبـه ورسله لا نفرق بين أحد من رسله وقالوا سمعنا وأطـعنا غفرانک ربنا وإليـک المصير ‘‘(مذکورہ آیت میں تمام مومنوں کو، اللہ، اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے والا قرار دیا گیا ہے) اور صحیح حدیث میں وارد ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ نے اس دعاء کو قبول فرمالیا، اور مومنین کی خطاؤں کو معاف فرمادیا‘‘ (جس کا ذکر ’’ربـنـا لاتـؤاخـذنـا ان نسيـنـا أو أخطـأنـا ‘‘میں ہے) اور خوارج جو (اسلام سے) تیر کی طرح نکلنے والے ہیں، اور ان سے قتال کرنے کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، ان سے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتال فرمایا، جو آپ کے خلفائے راشدین میں سے ایک خلیفۂ راشد ہیں، اور ان کے قتال کرنے پر صحابہ اور تابعین

اوران کے بعد کے ائمہ ٔ دین کا اتفاق ہے، لیکن خوارج کو علی بن ابی طالب اور سعد بن ابی وقاص، اوران کے علاوہ دیگر صحابہ ٔ کرام رضی اللہ عنہم نے کافر قرار نہیں دیا، بلکہ ان کے ساتھ قتال کرنے کے باوجود، ان کو مسلمان قرار دیا، اوران سے اس وقت تک قتال نہیں کیا، جب تک کہ انہوں نے ناجائز خون نہیں بہایا، اور مسلمانوں کے مالوں پر ناجائز قبضہ نہیں کیا، پھران سے ان کے ظلم اور بغاوت کو دور کرنے کے لیے ہی قتال فرمایا، ان سے کافر ہونے کی وجہ سے قتال نہیں فرمایا، اوراسی وجہ سے ان کی خواتین کو قید نہیں فرمایا، اوران کے مالوں کو مالِ غنیمت نہیں بنایا، اور جب یہ لوگ کہ جن کی گمراہی نص اور اجماع سے ثابت ہے، اوراللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قتال کا بھی حکم دیا ہے، ان کو بھی کافر قرار نہیں دیا گیا، تو ان جماعتوں کو کیسے کافر قرار دیا جاسکتا ہے، جو اختلاف کرتے ہیں، اوران پر چند مسائل میں حق مشتبہ ہے، اوراس قسم کے مسائل میں ان سے زیادہ علم والوں نے بھی غلطی کی ہے؟ پس ان جماعتوں میں سے کسی کے لیے بھی یہ حلال نہیں ہے کہ وہ دوسری جماعتوں کی تکفیر کرے، اورنہ ہی ان کا خون اور مال حلال ہے، اگرچہ کسی جماعت میں بدعت متحقق بھی ہوجائے، پس جب کافر قرار دی جانے والی جماعت مبتدع ہو، تو اس کو کیسے کافر قرار دیا جاسکتا ہے، اور بعض اوقات ان لوگوں کی بدعت زیادہ سخت ہوتی ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ عام طور پر یہ تمام لوگ ان چیزوں کے حقائق سے ناواقف ہیں، جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

اوراصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے خون اوران کے اموال، اوران کی عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں، جو اللہ اوراس کے رسول کی اجازت سے ہی حلال ہوسکتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے ارشادفرمایا کہ ''تمہارے خون اورتمہارے اموال اورتمہاری عزتیں تم پر، تمہارے اس دن

کی طرح حرام ہیں، تمہارے اس شہر میں، اور تمہارے اس مہینے میں ہونے کی طرح'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون اور مال اور عزت حرام ہے''، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو ہماری طرح نماز پڑھے، اور ہمارے قبلے کا استقبال کرے، اور ہمارے ذبیحے کو کھالے، تو وہ مسلم ہے، اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے'' (ان لوگوں کو اہلِ قبلہ کہا جاتا ہے) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ باہم مقابلہ کریں، تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! قاتل کے تو جہنم میں جانے میں شبہ نہیں، لیکن مقتول کے جہنم میں جانے کی کیا وجہ ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس نے دوسرے مسلمان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میرے بعد کافر ہو کر مت لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنوں کو مارو'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب مسلمان اپنے بھائی کو اے کافر! کہتا ہے، تو اس کافر کہنے کا ان دونوں میں سے کوئی ایک مستحق ہو جاتا ہے'' اور یہ تمام احادیث صحاحِ ستہ میں ہیں (مجموعُ الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ کا تیسرا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ، اپنی معرکۃ الآ راء تالیف ''منهاجُ السنة'' میں فرماتے ہیں کہ:

أما مسائل العقائد فكثير من الناس كفر المخطئين فيها.

وهذا القول لا يعرف عن أحد من الصحابة والتابعين لهم بإحسان، ولا عن أحد من أئمة المسلمين، وإنما هو فى الأصل من أقوال أهل البدع، الذين يبتدعون بدعة ويكفرون من خالفهم،

كالخوارج والمعتزلة والجهمية، ووقع ذلك فى كثير من أتباع الأئمة، كبعض أصحاب مالك والشافعى وأحمد وغيرهم.

وقد يسلكون فى التكفير ذلك ;فمنهم من يكفر أهل البدع مطلقا، ثم يجعل كل من خرج عما هو عليه من أهل البدع .وهذا بعينه قول الخوارج والمعتزلة الجهمية .وهذا القول أيضا يوجد فى طائفة من أصحاب الأئمة الأربعة، وليس هو قول الأئمة الأربعة ولا غيرهم ، وليس فيهم من كفر كل مبتدع، بل المنقولات الصريحة عنهم تناقض ذلك، ولكن قد ينقل عن أحدهم أنه كفر من قال بعض الأقوال، ويكون مقصوده أن هذا القول كفر ليحذر، ولا يلزم إذا كان القول كفرا أن يكفر كل من قاله مع الجهل والتأويل ;فإن ثبوت الكفر فى حق الشخص المعين، كثبوت الوعيد فى الآخرة فى حقه، وذلك له شروط وموانع، كما بسطناه فى موضعه.

وإذا لم يكونوا فى نفس الأمر كفارا لم يكونوا منافقين، فيكونون من المؤمنين، فيستغفر لهم ويترحم عليهم .وإذا قال المؤمن : ”ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان“يقصد كل من سبقه من قرون الأمة بالإيمان، وإن كان قد أخطأ فى تأويل تأوله فخالف السنة،أو أذنب ذنبا، فإنه من إخوانه الذين سبقوه بالإيمان، فيدخل فى العموم، وإن كان من الثنتين والسبعين فرقة، فإنه ما من فرقة إلا وفيها خلق كثير ليسوا كفارا، بل مؤمنين فيهم ضلال وذنب يستحقون به الوعيد، كما يستحقه عصاة المؤمنين.

والنبی -صلی الله علیه وسلم -لم یخرجهم من الإسلام، بل جعلهم من أمته، ولم یقل :إنهم یخلدون فی النار .فهذا أصل عظیم ینبغی مراعاته ;فإن کثیرا من المنتسبین إلی السنة فیهم بدعة، من جنس بدع الرافضة والخوارج .وأصحاب الرسول -صلی الله علیه وسلم -علی بن أبی طالب وغیره لم یکفروا الخوارج الذین قاتلوهم، بل أول ما خرجوا علیه وتحیزوا بحروراء، وخرجوا عن الطاعة والجماعة، قال لهم علی بن أبی طالب رضی الله عنه :إن لکم علینا أن لا نمنعکم مساجدنا ولا حقکم من الفیء .ثم أرسل إلیهم ابن عباس فناظرهم فرجع نحو نصفهم، ثم قاتل الباقی وغلبهم، ومع هذا لم یسب لهم ذریة، ولا غنم لهم مالا، ولا سار فیهم سیرة الصحابة فی المرتدین، کمسیلمة الکذاب وأمثاله، بل کانت سیرة علی والصحابة فی الخوارج مخالفة لسیرة الصحابة فی أهل الردة، ولم ینکر أحد علی علی ذلک، فعلم اتفاق الصحابة علی أنهم لم یکونوا مرتدین عن دین الإسلام (منهاج السنة النبویة فی نقض کلام الشیعة القدریة،لابن تیمیة،ج۵،ص ۲۳۹ الیٰ ۲۴۱،قاعدة جامعة "لا بد أن یکون مع الإنسان أصول کلیة یرد إلیها الجزئیات لیتکلم بعلم وعدل،فصل الله أمر بالاستغفار لأصحاب محمد فسبهم الرافضة)

ترجمہ: جہاں تک عقائد کے مسائل کا تعلق ہے، تو بہت سے لوگ، عقائد کے مسائل میں خطا کار مجتہدین کو کافر قرار دیتے ہیں، لیکن یہ قول نہ تو صحابۂ کرام سے معروف ہے، اور نہ ہی ان کی نیک عمل میں اتباع کرنے والے تابعین سے

معروف ہے، اور نہ ہی ائمۂ مسلمین میں سے کسی سے معروف ہے، بلکہ یہ بنیادی طور پر ان اہلِ بدعت کے اقوال میں سے ہے، جو بدعت کو ایجاد کرتے ہیں، اور پھر وہ اپنی مخالفت کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں، جیسا کہ خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ، اور یہی بات، ائمہ کرام کے بہت سے متبعین کی طرف سے کی گئی ہے، جیسا کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کے بعض اصحاب کی طرف سے، جو اس سلسلہ میں تکفیر کے قائل ہیں، پس ان میں سے بعض تو مطلقاً اہلِ بدعت کی تکفیر کے قائل ہیں، پھر ان اہلِ بدعت میں سے، جو اس باعثِ کفر بدعت سے خارج ہو جائے، اس کو اہلِ بدعت میں شمار کرتے ہیں، اور یہ بعینہٖ خوارج اور معتزلۂ جہمیہ کا قول ہے، جو کہ ائمہ اربعہ کے اصحاب کی ایک جماعت میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن یہ نہ تو ائمہ اربعہ کا قول ہے، اور نہ ان کے علاوہ دیگر ائمہ کا قول ہے، کیونکہ ان میں سے کسی نے ہر بدعتی کو کافر قرار نہیں دیا، بلکہ ان ائمہ کرام کی تصریحات اس کے برخلاف منقول ہیں، لیکن بعض اوقات ان کی طرف سے بعض اس طرح کے اقوال کو نقل کیا جاتا ہے، جن کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ قول کفر ہے، تاکہ اس سے بچا جائے، اور کسی قول کے کفر ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ جس نے جہالت اور تاویل کے ساتھ یہ قول کیا ہو، تو اس کو کافر قرار دیا جائے، کیونکہ کسی متعین شخص کے حق میں کفر کا ثبوت ایسا ہی ہے، جیسا کہ اس کے حق میں آخرت کی وعید کو ثابت کیا جائے، جس کے لیے کچھ شرائط اور موانع ہیں، جن کی ہم نے اپنے مقام پر تفصیل ذکر کر دی ہے۔

اور جب یہ اہلِ بدعت حقیقت میں کافر نہیں ہیں، تو یہ منافق بھی نہیں ہوں گے، بلکہ مومنین میں شمار ہوں گے، جن کے لیے استغفار بھی کیا جائے گا، اور ان کے لیے رحم کی دعاء بھی کی جائے گی، اور جب مومن یہ دعاء کرتا ہے کہ:

”رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ“

تو وہ ہر زمانہ میں گزرے ہوئے مومن امتی کا ارادہ کرتا ہے، اگر چہ اس مومن نے کسی تاویل میں خطاء کی ہو، اور سنت کی مخالفت کی ہو، یا کوئی گناہ کیا ہو، کیونکہ وہ سب لوگ اس کے ان بھائیوں میں شامل ہوتے ہیں، جو ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں، اس لیے وہ اس عموم میں داخل ہوتے ہیں، اگر چہ وہ (غیر ناجی) بہتّر 72 فرقوں سے تعلق رکھتے ہوں، اس لیے کہ ان فرقوں میں سے کوئی بھی فرقہ ایسا نہیں ہے، جس میں خلقِ کثیر نہ ہو، اور وہ کفار نہیں ہیں، بلکہ مومن ہیں، جن میں گمراہ لوگ بھی ہیں، اور گناہ گار بھی ہیں، جو اسی طرح کی وعید کے مستحق ہیں، جس طرح کی وعید کے گناہ گار مومنین مستحق ہوتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام سے خارج قرار نہیں دیا، بلکہ ان کو اپنے امتیوں میں شمار کیا، اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، پس یہ شریعت کا بہت بڑا قاعدہ ہے، جس کی رعایت ضروری ہے، کیونکہ بہت سے سنت کی طرف نسبت کرنے والے لوگوں میں ایسی بدعت کا وجود پایا جاتا ہے، جو کہ رافضیہ اور خوارج کی بدعت کی جنس سے تعلق رکھتی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام، مثلاً حضرت علی بن ابی طالب اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان خوارج کو کافر قرار نہیں دیا، جنہوں نے ان سے قتال کیا، بلکہ شروع میں جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا، اور حروراء میں قبضہ کیا اور وہ (خلیفۂ راشد کی) اطاعت اور جماعت سے خارج ہو گئے، تو ان کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے اوپر تمہارا یہ حق ہے کہ ہم تمہیں اپنی مساجد سے منع نہ کریں، اور نہ تمہارے مالِ فیء کے حق سے منع کریں، پھر ان کی طرف ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا، جنہوں نے ان سے مناظرہ کیا، جس کی بناء

پر ان کے آدھے کے قریب لوگوں نے رجوع کرلیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باقی لوگوں سے قتال کیا، اوران پر غلبہ حاصل کیا، لیکن اس کے باوجود ان کی اولاد کو قید نہیں کیا، اور نہ ان کے مال کو مالِ غنیمت بنایا، اور نہ ہی ان کے متعلق صحابہ کے اس طریقہ کو اختیار کیا، جو صحابۂ کرام نے مرتدین کے بارے میں اختیار کیا، جیسا کہ مسیلمہ کذّاب اوران کے مثل، بلکہ حضرت علی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ، خوارج کے متعلق، صحابۂ کرام کے اس طریقہ کے خلاف ہے جو انہوں نے مرتدین کے بارے میں اختیار کیا تھا، اور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی، جس سے صحابۂ کرام کا اس بات پر اتفاق ثابت ہوگیا کہ وہ لوگ دینِ اسلام سے مرتد (اور خارج) نہیں (منهاجُ السنة)

علامہ ابنِ تیمیہ کا چوتھا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:

”علمائے مسلمین متکلمین کی اجتہادی خطاء کی وجہ سے تکفیر کرنا جائز نہیں، جاہلوں کا علمائے مسلمین کی تکفیر کے لیے مسلّط ہونا، عظیم منکرات میں سے ہے، جو بنیادی طور پر خوارج اور روافض کا طریقہ ہے کہ وہ ائمۂ مسلمین کی تکفیر کرتے ہیں، لیکن اہلُ السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ علمائے مسلمین کی خطائے محض کی وجہ سے تکفیر جائز نہیں، بلکہ ان میں سے ہر ایک کا قول لیا بھی جاسکتا ہے، اور ترک بھی کیا جاسکتا ہے، سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور جس کے کلام کو خطاء کی وجہ سے ترک کیا جائے، ضروری نہیں کہ اس کی تکفیر یا تفسیق کی جائے، یا اس کو گناہ گار قرار دیا جائے۔

اسی وجہ سے علمائے مسلمین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں کے علماء میں سے کسی کی عصمتِ انبیاء کے مسئلے میں نزاع واختلاف کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی، اور نہ ان کی تکفیر کی جائے گی، جو انبیاء علیہم السلام کے لیے صغائر اور خطاء کے ارتکاب اور اس پر عدمِ قرار کے قائل ہیں، ورنہ تو اس کے نتیجے میں بہت سے شافعیہ، مالکیہ، حنفیہ، حنبلیہ، اشعریہ، اہلُ الحدیث، اہلُ التفسیر اور اُن صوفیاء کی تکفیر لازم آئے گی، جو باتفاقِ مسلمین کافر نہیں ہیں، اور ان کی تکفیر کرنے والا ہی زجر وتعزیر کا مستحق ہوگا۔

بلکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے کے قائل کی نوعیت کا بھی جائزہ لیا جائے گا کہ اس نے دوسرے کا قول نقل کرنے، یا اس قول پر، دوسرے قول کو ترجیح دینے کی غرض سے یہ قول نقل کیا ہے، یا کسی اور مقصد سے، جس کے اختلاف سے اس کا حکم بھی مختلف ہو جائے گا۔

یہاں تک کہ اگر کسی عالم کی غرض اس طرح کے قائل کے قول میں تاویل وغیرہ کر کے، کافر ہونے کی نفی کرنا، اور اس کے مسلمان ہونے کی حمایت کرنا ہو، تو یہ شرعی اور اچھی غرض شمار ہوتی ہے، جس میں اجتہاد کر کے، اگر اس نے صواب کو پالیا، تو اس کے لیے دو اَجر ہوں گے، اور اگر خطاء کا ارتکاب کیا، تو ایک اجر ہوگا، پھر اس کی طرف تکفیر، یا معصیت کی نسبت کرنا، کیونکر درست ہوسکتا ہے، ایسی صورت میں اس عالم کی طرف تکفیر کی نسبت کرنے والا، اس عالم کے مقابلے زیادہ زجر وتعزیر کا مستحق ہوگا"۔انتھیٰ۔ [1]

---

[1] سئل شيخ الإسلام -رضى الله عنه :-
عن رجلين تكلما فى "مسألة التأبير" فقال أحدهما :من نقص الرسول صلى الله عليه وسلم أو تكلم بما يدل على نقص الرسول كفر؛ لكن تكفير المطلق لا يستلزم تكفير المعين؛ فإن بعض العلماء قد يتكلم فى مسألة باجتهاده فيخطء فيها فلا يكفر؛ وإن كان قد يكفر من قال ذلك القول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

’’فتحُ القدیر‘‘ کا حوالہ

فقہ حنفی کے مشہور شیخ، علامہ ابنِ ہمام ’’فتحُ القدیر‘‘ میں فرماتے ہیں:

ولا شک أنه یجب أن یحتاط فی عدم تکفیر المسلم حتی قالوا: إذا کان فی المسألة وجوه کثیرة توجب التکفیر ووجه واحد یمنعه علی المفتی أن یمیل إلیه (فتح القدیر، ج۵ص۳۱۵، کتاب الحدود، باب حد الشرب)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إذا قامت علیه الحجة المکفرة، ولو کفرنا کل عالم بمثل ذلک لزمنا أن نکفر فلانا -وسمی بعض العلماء المشهورین الذین لا یستحقون التکفیر وهو الغزالی -فإنه ذکر فی بعض کتبه تخطئة الرسول فی مسألة تأبیر النخل :فهل یکون هذا تنقیصا بالرسول بوجه من الوجوه؟ وهل علیه فی تنزیه العلماء من الکفر إذا قالوا مثل ذلک تعزیر، أم لا؟ وإذا نقل ذلک وتعذر علیه فی الحال نفس الکتاب الذی نقله منه وهو معروف بالصدق :فهل علیه فی ذلک تعزیر أم لا؟ وسواء أصاب فی النقل عن العالم أم أخطأ؟ وهل یکون فی ذلک تنقیص بالرسول صلی الله علیه وسلم ومن اعتدی علی مثل هذا، أو نسبه إلی تنقیص بالرسول، أو العلماء ، وطلب عقوبته علی ذلک :فما یجب علیه؟ أفتونا مأجورین.

فأجاب:......الحمد لله، لیس فی هذا الکلام تنقص بالرسول صلی الله علیه وسلم بوجه من الوجوه باتفاق علماء المسلمین، ولا فیه تنقص لعلماء المسلمین؛ بل مضمون هذا الکلام تعظیم الرسول وتوقیره، وأنه لا یتکلم فی حقه بکلام فیه نقص، بل قد أطلق القائل تکفیر من نقص الرسول صلی الله علیه وسلم أو تکلم بما یدل علی نقصه، وهذا مبالغة فی تعظیمه؛ ووجوب الاحتراز من الکلام الذی فیه دلالة علی نقصه .ثم هو مع هذا بین أن علماء المسلمین المتکلمین فی الدنیا باجتهادهم لا یجوز تکفیر أحدهم بمجرد خطأ أخطأه فی کلامه، وهذا کلام حسن تجب موافقته علیه؛ فإن تسلیط الجهال علی تکفیر علماء المسلمین من أعظم المنکرات؛ وإنما أصل هذا من الخوارج والروافض الذین یکفرون أئمة المسلمین؛ لما یعتقدون أنهم أخطئوا فیه من الدین .وقد اتفق أهل السنة والجماعة علی أن علماء المسلمین لا یجوز تکفیرهم بمجرد الخطأ المحض؛ بل کل أحد یؤخذ من قوله ویترک إلا رسول الله صلی الله علیه وسلم ولیس کل من یترک بعض کلامه لخطأ أخطأه یکفر ولا یفسق؛ بل ولا یأثم؛ فإن الله تعالی قال فی دعاء المؤمنین :(ربنا لا تؤاخذنا إن نسینا أو أخطأنا) وفی الصحیح عن النبی صلی الله علیه وسلم (أن الله تعالی قال قد فعلت)

واتفق علماء المسلمین علی أنه لا یکفر أحد من علماء المسلمین المنازعین فی عصمة الأنبیاء ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان کی تکفیر نہ کرنے کے سلسلہ میں احتیاط واجب ہے، یہاں تک کہ فقہائے کرام نے فرمایا کہ جب بہت سی وجوہات، تکفیر کو ثابت کرتی ہوں، اور صرف ایک وجہ تکفیر سے منع کرتی ہو، تو مفتی کے ذمہ ہے کہ وہ اس ایک وجہ کی طرف مائل ہو (فتح القدیر)

احتیاط کے واجب ہونے سے معلوم ہوا کہ اس احتیاط کی خلاف ورزی ممنوع ہے، مگر اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والذين قالوا :إنه يجوز عليهم الصغائر والخطأ ولا يقرون على ذلك لم يكفر أحد منهم باتفاق المسلمين؛ فإن هؤلاء يقولون :إنهم معصومون من الإقرار على ذلك، ولو كفر هؤلاء لزم تكفير كثير من الشافعية، والمالكية، والحنفية، والحنبلية، والأشعرية، وأهل الحديث، والتفسير، والصوفية :الذين ليسوا كفارا باتفاق المسلمين؛ بل أئمة هؤلاء يقولون بذلك .فالذى حكاه عن الشيخ أبى حامد الغزالى قد قال مثله أئمة أصحاب الشافعى أصحاب الوجوه الذين هم أعظم فى مذهب الشافعى من أبى حامد، كما قال الشيخ أبو حامد الإسفراييني، الذى هو إمام المذهب بعد الشافعى، وابن سريج فى تعليقه :وذلك أن عندنا أن النبى صلى الله عليه وسلم يجوز عليه الخطأ كما يجوز علينا ولكن الفرق بيننا أنا نقر على الخطأ والنبى صلى الله عليه وسلم لا يقر عليه، وإنما يسهو ليسن، وروى عنه أنه قال :(إنما أسهو لأسن لكم) . وهذه المسألة قد ذكرها فى أصول الفقه هذا الشيخ أبو حامد، وأبو الطيب الطبرى، والشيخ أبو إسحاق الشيرازى .وكذلك ذكرها بقية طوائف أهل العلم :من أصحاب مالك، والشافعى، وأحمد، وأبى حنيفة .ومنهم من ادعى إجماع السلف على هذا القول، كما ذكر ذلك عن أبى سليمان الخطابى ونحوه؛ ومع هذا فقد اتفق المسلمون على أنه لا يكفر أحد من هؤلاء الأئمة، ومن كفرهم بذلك استحق العقوبة الغليظة التى تزجره وأمثاله عن تكفير المسلمين؛ وإنما يقال فى مثال ذلك :قولهم صواب أو خطأ .فمن وافقهم قال :إن قولهم الصواب .ومن نازعهم قال :إن قولهم خطأ، والصواب قول مخالفهم .وهذا المسئول عنه كلامه يقتضى أنه لا يوافقهم على ذلك؛ لكنه ينفى التكفير عنهم .ومثل هذا تجب عقوبة من اعتدى عليه، ونسبه إلى تنقيص الرسول صلى الله عليه وسلم أو العلماء ؛ فإنه مصرح بنقيض هذا، وهذا .وقد ذكر القاضى عياض هذه المسألة، وهو من أبلغ القائلين بالعصمة، قسم الكلام فى هذا الباب، إلى أن قال " :الوجه السابع "أن يذكر ما يجوز على النبى صلى الله عليه وسلم، ويختلف فى إقراره عليه، وما يطرأ من الأمور البشرية منه ويمكن إضافتها إليه .أو يذكر ما امتحن به وصبر فى ذات الله على شدته من مقاساة أعدائه وأذاهم له، ومعرفة ابتداء حاله، وسيرته، وما لقيه من بؤس زمنه، ومر عليه من معانات عيشه، كل ذلك على طريق الرواية، ومذاكرة العلم ومعرفة ما صحت به العصمة للأنبياء ، وما يجوز عليهم .فقال :هذا فن خارج من هذه الفنون الستة؛ ليس فيه غمض ولا نقص ولا إزراء ولا استخفاف، ولا فى ظاهر اللفظ ولا فى مقصد اللافظ؛ لكن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ممنوع چیز پر آج ایک طبقہ کمر بستہ نظر آتا ہے، جو تکفیرِ مسلم میں جلد بازی کا ارتکاب کرتا ہے، اور احتمال کی بناء پر تکفیرِ مسلم سے بچنے کے بجائے، عدمِ کفر کے احتمالات کو ایک ایک کر کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يجب أن يكون الكلام مع أهل العلم، وطلبة الدين ممن يفهم مقاصده، ويحققون فوائده؛ ويجنب ذلک ممن عساه لا يفقه، أو يخشى به فتنة.

وقد ذكر القاضی عياض قبل هذا :أن يقول القائل شيئا من أنواع السب حاكيا له عن غيره، وآثرا له عن سواه .قال :فهذا ينظر فی صورة حكايته، وقرينة مقالته؛ ويختلف الحكم باختلاف ذلک على "أربعة وجوه "الوجوب، والندب، والكراهة، والتحريم .ثم ذكر أنه يحمل من ذلک ما ذكره على وجه الشهادة ونحوها مما فيه إقامة الحكم الشرعی على القائل، أو على وجه الرذالة والنقص على قائله؛ بخلاف من ذكره لغير هذين .قال :وليس التفكه بعرض النبی صلى الله عليه وسلم والتمضمض بسوء ذكره لأحد لا ذاكرا، ولا آثرا لغير غرض شرعی مباح .فقد تبين من كلام القاضی عياض أن ما ذكره هذا القائل ليس من هذا الباب؛ فإنه من مسائل الخلاف، وأن ما كان من هذا الباب ليس لأحد أن يذكره لغير غرض شرعی مباح .وهذا القائل إنما ذكر لدفع التكفير عن مثل الغزالی وأمثاله من علماء المسلمين، ومن المعلوم أن المنع من تكفير علماء المسلمين الذين تكلموا فی هذا الباب؛ بل دفع التكفير عن علماء المسلمين وإن أخطئوا هو من أحق الأغراض الشرعية؛ حتى لو فرض أن دفع التكفير عن القائل يعتقد أنه ليس بكافر حماية له، ونصرا لأخيه المسلم :لكان هذا غرضا شرعيا حسنا، وهو إذا اجتهد فی ذلک فأصاب فله أجران، وإن اجتهد فيه فأخطأ فله أجر واحد.

فبكل حال هذا القائل محمود على ما فعل، مأجور على ذلک، مثاب عليه إذا كانت له فيه نية حسنة؛ والمنكر لما فعله أحق بالتعزير منه؛ فإن هذا يقتضی قوله القدح فی علماء المسلمين من الكفر، ومعلوم أن الأول أحق بالتعزير من الثانی إن وجب التعزير لأحدهما، وإن كان كل منهما مجتهدا اجتهادا سائغا بحيث يقصد طاعة الله ورسوله بحسب استطاعته فلا إثم على واحد منهما، وسواء أصاب فی هذا النقل أو أخطأ فليس فی ذلک تنقيص للنبی صلى الله عليه وسلم .وكذلک أحضر النقل أو لم يحضره؛ فإنه ليس فی حضوره فائدة؛ إذ ما نقله عن الغزالی قد قال مثله من علماء المسلمين من لا يحصی عددهم إلا الله تعالى؛ وفيهم من هو أجل من الغزالی؛ وفيهم من هو دونه. ومن كفر هؤلاء استحق العقوبة باتفاق المسلمين؛ بل أكثر علماء المسلمين وجمهور السلف يقولون مثل ذلک، حتى المتكلمون، فإن أبا الحسن الأشعری قال :أكثر الأشعرية والمعتزلة يقولون بذلک؛ ذكره فی "أصول الفقه "وذكره صاحبه أبو عمرو بن الحاجب .والمسألة عندهم من الظنيات؛ كما صرح بذلک الأستاذ أبو المعالی، وأبو الحسن الآمدی، وغيرهما؛ فكيف يكفر علماء المسلمين فی مسائل الظنون أم كيف يكفر جمهور علماء المسلمين؛ أو جمهور سلف الأئمة وأعيان العلماء بغير حجة أصلا والله تعالى أعلم(مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية، ج۳۵،ص ۹۹،الیٰ ۱۰۴ ،باب حكم المرتد، الفقه، كتاب قتال أهل البغی إلى نهاية الإقرار)

بتکلف ساقط کرتا جاتا ہے، اور صریح کفر کے فتوے پر جا کر دَم لیتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

’’ردُّ المحتار‘‘ کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامیؒ ’’ردُّ المحتار‘‘ میں فرماتے ہیں:

یجب أن یحتاط فی عدم تکفیر المسلم (ردالمحتار، ج۴ص ۴۱، کتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم)

ترجمہ: مسلمان کو کافر قرار نہ دینے میں، احتیاط کرنا واجب ہے (ردالمحتار)

یہ عبارت بھی گزشتہ عبارت کے مفہوم کو ثابت کرتی ہے۔

’’ردُّ المحتار‘‘ کا ایک اور حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی ہی نے ’’ردُّ المحتار‘‘ میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

’’آدمی، ایمان سے کفر تک خارج نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ یقینی طور پر اس چیز کا انکار نہ کردے، جو اس کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب تھا، اور شک کی وجہ سے مرتد ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، کیونکہ جو اسلام پہلے سے ثابت ہے، وہ شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا، باوجودیکہ اسلام غالب رہتا ہے، اور جب کسی عالم کی طرف، کسی شخص کے کفر کا مسئلہ پہنچے، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمان کی تکفیر میں جلد بازی سے کام نہ لے۔

اور فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ کفر بہت بڑی چیز ہے، جب تک کہ کوئی ایک روایت بھی ملے، اس وقت تک کسی مومن کو کافر قرار نہیں دینا چاہئے۔

اور خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کئی وجوہات، تکفیر کو ثابت کرتی ہوں، اور ایک وجہ تکفیر سے منع کرتی ہو، تو مفتی کے ذمہ واجب ہے کہ وہ اس وجہ کی طرف متوجہ ہو، جو تکفیر سے منع کرتی ہو، مسلمان سے حسنِ ظن کو ملحوظ رکھنے

www.idaraghufran.org

کی وجہ سے۔

اور بزازیہ میں یہ بھی ہے کہ جب کوئی خود ہی کفر کے ارادے کی تصریح کردے، تو پھر اس کو تاویل نفع نہیں پہنچائے گی۔ [1]

اور تاتارخانیہ میں ہے کہ محتمل چیز کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ کفر، سزا وعذاب کا انتہائی درجہ ہے، لہٰذا اس کا جرم بھی انتہائی درجہ کا ہونا ضروری ہے، اور احتمال کی صورت میں انتہائی درجہ متحقق نہیں ہوتا۔

اور بحر میں جو اس سلسلہ میں تفصیل مذکور ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کے کفر کا اس وقت تک فتویٰ نہیں دیا جائے گا، جب تک کہ اس کے کلام کو کسی اچھے محمل پر، محمول کرنا ممکن ہو، یا اس کے کفر میں اختلاف ہو، اگرچہ ضعیف روایت کیوں نہ ہو، پس تکفیر کے جو اکثر الفاظ کتابوں میں مذکور ہیں، ان پر تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا (علامہ ابنِ عابدین شامی کا کلام ختم ہوا)‘‘۔ [2]

---

[1] البتہ اگر زبان سے تاویل کرے، اور دل سے تاویل کرنے کا پتہ نہ ہو، تو دل کا اعتبار نہیں، ظاہری تاویل ہی کا اعتبار ہے۔محمد رضوان۔

[2] مطلب ما يشک فی أنه ردة لا يحكم بها (قوله قال فی البحر إلخ) سبب ذلک ما ذكره قبله بقوله وفی جامع الفصولين، روى الطحاوى عن أصحابنا لا يخرج الرجل من الإيمان إلا جحود ما أدخله فيه ثم ما تيقن أنه ردة يحكم بها وما يشک أنه ردة لا يحكم بها إذ الإسلام الثابت لا يزول بالشک مع أن الإسلام يعلو وينبغى للعالم إذا رفع إليه هذا أن لا يبادر بتكفير أهل الإسلام مع أنه يقضى بصحة إسلام المكره .أقول :قدمت هذا ليصير ميزانا فيما نقلته فی هذا الفصل من المسائل، فإنه قد ذكر فی بعضها إنه كفر مع أنه لا يكفر على قياس هذه المقدمة فليتأمل اهـ ما فی جامع الفصولين وفی الفتاوى الصغرى :الكفر شیء عظيم فلا أجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية أنه لا يكفر اهـ وفی الخلاصة وغيرها :إذا كان فی المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم زاد فی البزازية إلا إذا صرح بإرادة موجب الكفر فلا ينفعه التأويل ح وفی التتارخانية :لا يكفر بالمحتمل، لأن الكفر نهاية فی العقوبة فيستدعى نهاية فی الجناية ومع الاحتمال لا نهاية اهـ والذى تحرر أنه لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان فی كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة فعلى هذا فأكثر ألفاظ التكفير المذكورة لا يفتى بالتكفير فيها ولقد ألزمت نفسى أن لا أفتى بشیء منها اهـ كلام البحر باختصار (رد المحتار على الدر المختار، ج۴،ص ۲۲۴، كتاب الجهاد،باب المرتد)

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا حوالہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ اپنے مواعظ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

یہ جو بعض لوگ تشدد کرتے ہیں کہ مسلمان کو کافر اور منافق کہہ دیتے ہیں، یہ بڑی غلطی اور جرأت ہے، جب وہ زبان سے اسلام ظاہر کرتا ہے، اور آج کل کوئی وجہ اس بات کی رہی نہیں کہ نفاق کا وتیرہ اختیار کیا جائے (کیونکہ وحی کا سلسلہ ختم ہوگیا، اور حقیقی واعتقادی منافق کا حکم لگانا دشوار ہوگیا) تو پھر کسی کو کافر اور منافق کہنے کے کیا معنیٰ؟

کافر بڑا سخت لفظ ہے، بڑی احتیاط چاہیے، کافر کسی کو اس وقت کہہ سکتے ہیں، جب کہ وہ کوئی فعل ایسا کرتا ہو، جو محتمل تاویل کو بھی نہ ہو، مثلاً کوئی شخص بت پرستی بلااکراہ کھلم کھلا کرتا ہو، تو اس وقت اس کو کافر کہہ سکتے ہیں، اور جب ایک شخص بت پرستی سے نفرت رکھتا ہے، زبان سے کلمہ پڑھتا ہے، تو اس کی تکذیب کرنا اور کافر کہنا کیا معنیٰ (خطباتِ حکیم الامت، ج۱۲ ''محاسنِ اسلام'' صفحہ ۴۵۲، ۴۵۳، وعظ ''الاسلام الحقیقی'' مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: رمضان 1413ہجری)

اور آگے چل کر حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ:

اس (کفر کا حکم لگانے) میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، ہم نے آج کل یہ طریقہ اختیار کیا ہوا ہے کہ اپنا جو ایک مسلک قرار دے لیا ہے، بس وہی اسلام ہے، اور وہی ایمان ہے، جو اس کے خلاف ہو، وہ کافر ہے، یہ بہت سخت بات ہے

(خطباتِ حکیم الامت، ج۱۲ ''محاسنِ اسلام'' صفحہ ۴۵۳، وعظ ''الاسلام الحقیقی'' مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: رمضان 1413ہجری)

اور حکیمُ الامت آگے چل کر مزید تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اہلِ حق کا طریقہ یہی ہے کہ حتی الامکان جب تک کوئی بھی تاویل بن سکے، کسی کو کافر نہ بتاویں، ہاں اگر وہ خود ہی تاویل کو بھی رَد کرے، تو مجبوری ہے کہ اب مدعی سست اور گواہ چست کا قصہ ہے۔

باقی (مستند علماء) اپنی طرف سے کبھی کسی کو کافر نہیں بناتے، اور جہاں کہیں بضرورتِ شرعی انہوں نے کسی کو کافر کہہ دیا ہے، بعض جہلاء اس پر بھی طعن کرتے ہیں کہ (علماء) لوگوں کو کافر بناتے ہیں، میں اس کے متعلق بطور لطیفہ کہا کرتا ہوں کہ انہوں نے کافر بنایا نہیں، بلکہ کافر بتایا ہے (دونوں میں ایک نقطہ کا فرق ہے) اس شخص نے واقعی ایسا ہی کام کیا ہے، جس پر کفر عائد ہوتا ہے، اور کوئی تاویل بھی نہیں بن سکتی، تو وہ کافر تو خود بن گیا، انہوں نے صرف بتادیا ہے کہ اس پر کفر عائد ہوتا ہے، اور بتانے میں بھی اتنی احتیاط کی ہے کہ بعید سے بعید تاویل بھی اٹھا نہیں رکھی، جب کوئی تاویل بھی نہ بن سکی، تب انہوں نے یہ لفظ منہ سے نکالا۔

اور ان (مستند علماء) کی کوئی ذاتی غرض یا غیظ وغضب یا بات کی پچ اس میں شامل نہیں ہوتی، بلکہ خوفِ خدا اور ترحم شامل ہوتا ہے، کافر کے لفظ سے وہ کانپتے ہیں، اور کسی کے لیے بھی اس کے استعمال کو حتی الامکان گوارا نہیں کرتے، اور واقعی یہ لفظ ہے بھی ایسا ہی، کیونکہ اس کے معنیٰ ہیں ابدُالآباد کے لیے رحمتِ خدا سے بالکل ناامید ومحروم ہوجانے والا، سو یہ کتنی بڑی بات ہے کہ ارحمُ الراحمین کی رحمت سے کسی کو ایسا ناامید کردیا جاوے، ان (مستند علماء) کی نظر میں دنیا کوئی چیز نہیں، ان کی نظر تو آخرت پر رہتی ہے (خطباتِ حکیم الامت، ج ۱۲ ''محاسنِ اسلام'' صفحہ ۴۵۵، ۴۵۶، وعظ ''الاسلام الحقیقی''، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: رمضان 1413 ہجری)

حضرت حکیم الامت آگے چل کر مزید فرماتے ہیں کہ:

کفر کے ثابت کردینے کے تو یہی معنیٰ ہیں کہ اس کو ابدُالآباد کے لیے رحمتِ خداوندی سے مایوس اور محروم بنادیا جائے، اور ہمیشہ ہمیشہ کی تکالیف اور عذاب اس کے لیے ثابت ہوجائیں، یہ ان (مستند علماء) سے کب ہوسکتا ہے، ان کا تو اگراختیار ہو، تو مسلمانوں کو تو کافر کہنا درکنار کافر کو بھی کافر نہ رہنے دیں۔

غرض کفر بہت بڑا حکم ہے، اس کا نام بھی ان (مستند علماء) کی زبان پر آنا مشکل ہے، یہ اور بات ہے کہ کوئی خود ہی کافر بننا اور رحمتِ الٰہی سے خارج ہونا چاہے، یہ اس وقت بھی دل سے چاہتے ہیں کہ یہ کافر نہ بنے، مگر جب وہ خود ہی ڈوبنا چاہتا ہے، تو کسی کا کیا بس ہے، حکمِ شرعی کو یہ بدل نہیں سکتے، بدرجۂ مجبوری فتویٰ دے دیں گے۔

تو اس وقت انہوں نے کافر نہیں بنایا، بلکہ وہ خود ہی کافر بنا، انہوں نے صرف بتلادیا ہے کہ یہ کفر ہوگیا، انہوں نے بالکل ہی مضطر (ومجبور) ہوکر یہ فتویٰ دیا، اگر بعید سے بعید (یعنی دُور دراز کی) بھی تاویل ان کو مل جاوے، تو وہ اس حکمِ کفر سے بچادیتے ہیں، اللہ والوں کا یہی طریق رہا ہے، میرے پاس بہت فتوے آتے ہیں، لوگ پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص نے یہ کلمہ کہا ہے، اس سے کفر عائد ہوا یا نہیں؟ میں اکثر یہ جواب دے دیتا ہوں کہ یہ کلمہ گستاخی کا ہے، یہ شخص بہت بے ادب ہے، اس نے بڑا گناہ کیا، مگر کفر نہیں، کفر کا نام لیتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے، کیونکہ کسی کو کافر کہنا حق تعالیٰ کی رحمت سے بالکل نکال دینا ہے، اور رحمت، حق تعالیٰ کی اس قدر وسیع ہے کہ اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا (خطباتِ حکیم الامت، ج۱۲ ''محاسنِ اسلام''، صفحہ ۴۵۶، ۴۵۷، وعظ ''الاسلام الحقیقی'' مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: رمضان 1413 ہجری)

ایک طرف تو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی مذکورہ تقریر ملاحظہ

www.idaraghufran.org

فرمائیں، اور دوسری طرف موجودہ دور کے بعض جذباتی اور متشدد علماء ومفتیانِ کرام کے فتووں کا جائزہ لیں، تو دونوں میں فرق واضح ہوجائے گا۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا حوالہ

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حقائقِ دین سے ناواقف کچھ نام کے علماء نے یہ پیشہ بنالیا کہ ذرا ذرا سی بات پر مسلمان کو کافر قرار دینے لگے، باہمی کفر کے فتوے چلنے لگے، اس میں ان لوگوں کو کتبِ فقہ کے ان مسائل سے بھی دھوکا لگا، جو کلماتِ کفریہ کے نام سے بیان کیے جاتے ہیں کہ فلاں فلاں باتیں کلمۂ کفر ہیں، جن کا حاصل اس کے سوا نہیں کہ جس کلمہ سے قطعیاتِ اسلام میں سے کسی چیز کا انکار نکلتا ہے، اس کو کلمۂ کفر قرار دیا گیا، لیکن اس کے ساتھ ہی حضراتِ فقہاء نے اس کی بھی تصریح فرمادی ہے کہ ان کلمات کے، کلماتِ کفر ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس شخص کی زبان سے یہ کلمات نکلیں، اس کو بے سوچے سمجھے اور بدون تحقیقِ مراد کے کافر کہہ دیا جائے، جب تک یہ ثابت نہ ہوجائے کہ اس کی مراد وہی معنیٰ ومفہوم ہیں، جو کافرانہ عقیدہ، یا کسی ضروری اسلام کا انکار ہے۔

لیکن حقیقتِ حال سے ناواقف لوگوں نے ان کلمات ہی کو فیصلہ کا مدار بنالیا، اور تکفیر بازی شروع کردی، جس کی ایک بھاری مضرت تو یہ ہوئی کہ ایک مسلمان کو کافر کہنا بڑا سخت معاملہ ہے، جس کے اثرات پورے اسلامی معاشرہ پر پڑتے ہیں، اس کے علاوہ اس میں اپنے ایمان کا خطرہ ہوتا ہے (جواہر الفقہ، جلد اول، صفحہ ۹۹، ۱۰۰، کتاب الایمان والعقائد، رسالہ ''ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں'' طبع جدید: نومبر 2010ء، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم، کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ فقہائے کرام نے جن الفاظ کو کلماتِ کفر قرار دیا ہے، ان سے بعض

اوقات غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے، اور بعض حضرات اس قسم کے الفاظ کسی مسلمان کی طرف سے محض صادر ہونے پر کفر کا حکم لگا دیتے ہیں، حالانکہ ان الفاظ سے کفر لازم آنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ التزامِ کفر بھی پایا جائے۔ [1]

آج کل حقائق دین سے ناواقف اور نام کے علماء نے جو تکفیر سازی کو پیشہ بنا لیا ہے کہ وہ جہاں کسی سے کوئی اختلاف پاتے ہیں، اس پر فوراً کافر، یا گستاخِ رسول اور مرتد وغیرہ ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں، مذکورہ عبارت سے ان شدت پسند حضرات کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا دوسرا حوالہ

پیر کو سجدۂ تعظیمی کرنے اور بغداد کی طرف منہ کر کے غوث پاک کو سجدہ کرنے، اور ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للّٰہ'' کی تسبیح پڑھنے کے مرتکبین کے متعلق، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے ایک جواب کے ضمن میں فرمایا کہ:

> چونکہ اس قسم کے افعال کرنے والوں کے افعال واقوال میں تاویلیں ہوسکتی ہیں، اس لئے ان سب کو (علی الاطلاق اور علی العموم) صریح کافر نہ کہا جاوے گا، مگر اس میں شک نہیں کہ خوف اندیشۂ کفر کا ہے (امداد المفتین، ص ۱۶۷، کتاب السنۃ والبدعۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، مئی 2001ء)

معلوم ہوا کہ بعض افعال واقوال اگرچہ باعثِ کفر وشرک ہوتے ہیں، لیکن جب تک کسی مسلمان کے قول وفعل میں تاویل ممکن ہو، اس وقت تک احتیاط کا ہونا مناسب ہے، تاہم ان افعال واقوال کو شرکِ صوری، اور گناہ ومنع قرار دینے میں شک نہیں۔

---

[1] مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا مندرجہ بالا موقف جمہور اور ائمہ مجتہدین کے مطابق ہے، جنہوں نے تاویلاً اہلِ بدعت اور فرقِ اسلامیہ کی تکفیر نہیں کی، اور اس سلسلہ میں تاویل کو ہی بنیاد بنایا، جس کی مزید تفصیل بندہ نے دوسرے مضامین میں نقل کر دی ہے۔ محمد رضوان۔

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا حوالہ

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ، کفر کا فتویٰ دینے کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

تکفیر کا فتویٰ دینا بڑی نازک ذمہ داری کا کام ہے، اس میں کڑی احتیاط لازم ہے، کیونکہ اگر کوئی فاسق ، فاجر، یا بدعتی نفس الامر میں کافر نہ ہو، اور اس پر بے احتیاطی سے کفر کا فتویٰ لگا دیا جائے، تو یہ سخت گناہ ہے، اور خود تکفیر کرنے والے پر اس کا وبال ہے (درسِ مسلم، ص۱۵۳، مکتبہ نعمانیہ، کراچی)

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا دوسرا حوالہ

مفتی صاحب موصوف مزید فرماتے ہیں کہ:

کتبِ فقہ میں جو ''کلماتِ کفریہ'' کے نام سے بیان کیے جاتے ہیں، ان کا حاصل صرف یہ ہے کہ ان کلمات سے ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار نکلتا ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس شخص کی زبان سے یہ کلمات نکلیں، اس کو بے سوچے سمجھے اور بدون تحقیقِ مراد کے کافر کہہ دیا جائے، جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس کی مراد وہی معنیٰ ومفہوم ہیں، جو کافرانہ عقیدہ ہے (یعنی ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کے منافی ہے) اس کی تکفیر جائز نہیں، فقہائے کرام نے اس کی جگہ جگہ صراحت فرمائی ہے (درسِ مسلم، ص۱۵۴، ۱۵۵، مکتبہ نعمانیہ، کراچی)

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا حوالہ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

فقہ کی کتابوں میں مثلاً فتاویٰ عالمگیری میں اس مسئلہ پر پورا باب قائم کیا گیا ہے، جس میں بہت سارے جملے لکھے گئے ہیں کہ اگر کسی نے یہ جملہ کہہ دیا، تو وہ کافر

ہو جائے گا، اور کسی نے یہ جملہ کہہ دیا، تو وہ کافر ہو جائے گا، اور ان میں سے بعض جملے بظاہر معمولی سے نظر آتے ہیں، لیکن ان پر بھی کفر کا حکم لگا دیا گیا ہے، تو اس بات کا حاصل بھی یہ ہے کہ یہ کلماتِ کفر ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کے بولنے والے پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے، اس میں مفتی کو یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ اس نے یہ بات، کن حالات میں اور کس صورت میں، کس ماحول میں اور کس سیاق میں کہی ہے، اور اس کی مراد کیا ہے، ان سب باتوں کو دیکھا جاتا ہے (انعام الباری، ج ۱ ص ۳۲۳، کتاب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء، کراچی)

مطلب یہ ہے کہ کسی کلام یا کام سے فی نفسہٖ کفر کے لازم آنے اور اس سے اپنے اوپر کفر کو لازم کر لینے میں فرق ہے، دونوں چیزوں کو ایک درجہ دینا غلط فہمی کا باعث ہے، جس کسی کو کفر لازم آنے والے افعال اور کلمات سے آگاہ کرنا ہو، تو اس کو ''لزومِ کفر والے'' افعال اور کلمات سے مطلع اور آگاہ کیا جاتا ہے، لیکن جب کسی شخص سے اس طرح کے افعال یا کلمات کا صدور اور ظہور ہو جائے، پھر تاویل کو بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ کوئی تاویل تو ایسی نہیں کرتا، جس کی وجہ سے وہ اپنے اوپر کفر لازم آنے کا انکار کر رہا ہو، اور تاویل اس سلسلہ میں موثر بھی ہو، اگر ایسا ہو، تو ''التزامِ کفر'' کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ تاویل کے متعلق خاص متکلم، یا فاعل کے کلام، اور اس کے فعل کو دیکھا جاتا ہے، نہ یہ کہ تکفیر کا حکم تو کسی ایک شخص کے متعلق معلوم کیا جا رہا ہو، اور تاویل کے فعل کو کسی دوسرے شخص میں تلاش کیا جائے۔

مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب کا حوالہ

''فتاویٰ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی'' میں ایک سوال اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی طرف سے، اس کا جواب درجِ ذیل ہے:

سوال: مولانا حسین علی صاحب علیہ الرحمۃ نے قرب وجوار کے جاہل پیروں، اوران کے متبعین کو غلوفی الدرجات کی وجہ سے ''مشرکِ حقیقی'' کہا ہے، اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟

جواب: ہم ان جہلاء (جن کو کافر کہا گیا ہے) کے کلام میں تاویل کرتے ہیں، اور حسنِ ظن کو ضروری سمجھتے ہیں، اور تکفیر کو حتی الوسع غیر ضروری قرار دیتے ہیں، یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ فقہائے متاخرین اور قدمائے اہلِ کلام کا اختلاف ہے۔

فقہائے متاخرین بہت سی جزئیات پر تکفیر کا فتویٰ صادر فرمادیتے ہیں، اور اہلِ کلام کا مقالہ ہے ''لانکفر احدا من اھل البدعۃ ،ببدعۃ'' اوران کا اصول ہے کہ اگرکسی کے کلام میں سو(100)احتمالات ہیں، ننانوے(99)احتمالات، کفر کے نکلتے ہوں، اور ایک احتمال ایسا ہے، جس سے اس کا ایمان معلوم ہوتا ہے، تو اس کی تکفیر نہ کرنی چاہیے، اور احتمالِ ایمان کو ترجیح دینی چاہیے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز اپنے مکتوب ''انوارُ القلوب'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''متقدمین اہلِ کلام کا ننانوے(99)احتمالات کو ذکر کرنا تحدیداً نہیں ہے، بلکہ تقریباً ہے، اگر ہزار احتمالات میں سے نوسوننانوے(999)احتمالات کفر کے ہوں، اور ایک احتمال ایمان کا ہو، تو اس کی بھی تکفیر نہ کرنی چاہیے، اس لیے وہ احتمالِ بلیغ، عمل میں لاتے تھے''۔

میں نے خود حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''جب سے میں نے مکتوب ''انوارُ القلوب'' لکھا ہے، اس وقت سے روافض کی تکفیر پر جرأت نہیں ہوتی، اس پر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ان کے ایمان پر بھی تو جرأت نہیں ہوتی، تو (حضرت گنگوہی

نے) فرمایا کہ نہ ہو، مگر تکفیر نہ ہونی چاہیے (مخطوطاتِ مبارکہ، ص۱۰۹) (فتاویٰ شیخ الاسلام، صفحہ ۱۱۰و۱۱۱، بعنوان ''تکفیر میں احتیاط لازم ہے'' جمعیۃ پبلیکیشنز، لاہور، اشاعتِ دوم: جولائی 2015ء)

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا حوالہ

برصغیر میں ایک صاحبِ علم شخص ''سید ابوالاعلیٰ مودودی'' کے نام سے گزرے ہیں، جن کی کئی کتابیں اور مختلف موضوعات پر مضامین ہیں، اگرچہ ان کی کئی باتوں اور کئی مسئلوں سے اختلاف کی گنجائش ہے، اور اس پر متعدد محققین نے مستقل طور پر کام بھی کیا ہے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ مخلوقات میں انبیائے کرام صلی اللہ علیہم وسلم کے علاوہ کوئی ذات بھی عیوب ونقائص سے بری نہیں، اجتہادی وغیر اجتہادی خطاء کا امکان موجود ہے، کسی میں کم اور کسی میں زیادہ۔

ہم بھی کئی مسائل میں سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے اختلاف رکھتے ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ موصوف کی جُملہ خدمات اور کارناموں کو غلط قرار دے کر یکسر نظر انداز کر دیا جائے، اور بلاوجہ ذرا ذرا سی بات پر نکتہ چینی کی جائے۔

اسی حیثیت سے ہم موصوف کے ایک مفید مضمون کو نقل کر رہے ہیں، جو ''فتنۂ تکفیر'' کے عنوان سے موسوم ہے۔

موصوف اپنے مذکورہ مضمون میں لکھتے ہیں:

> ''مسلمانوں کے دورِ انحطاط میں جہاں اور بہت سے فتنے پیدا ہوئے ہیں، وہاں ایک بڑا اور خطرناک فتنہ ایک دوسرے کو کافر اور فاسق ٹھہرانے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے کا بھی ہے، لوگوں نے اسلام کے سیدھے، سادے عقائد میں موشگافیاں کیں، اور قیاس وتاویل سے ان کے اندر بہت سے ایسے فروع اور جزئیات پیدا کر لیے، جو ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد تھے، اور جن کی کوئی

تصریح کتاب وسنت میں نہ تھی، یا اگر تھی بھی، تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوئی اہمیت نہ دی تھی، پھر ان اللہ کے بندوں نے (اللہ انہیں معاف فرمائے) اپنے وضع کردہ فروعی مسائل کے ساتھ اتنا اہتمام کیا کہ انہی پر ایمان کا مدار ٹھہرادیا، ان کی بنیاد پر اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا، بیسیوں فرقے بنادیے، اور ہر فرقے نے ایک دوسرے کو کافر، فاسق، گمراہ، دوزخی اور خدا جانے کیا کیا کہہ ڈالا۔

حالانکہ کفر واسلام کے درمیان اللہ تعالیٰ نے کتابِ مبین میں ایک واضح خطِ امتیاز کھینچ دیا تھا، اور کسی کو یہ حق نہ دیا تھا کہ اپنے اختیار سے جس چیز کو چاہے، کفر، اور جسے چاہے، اسلام ٹھہرالے، اس فتنے کی محرک خواہ تنگ نظری ہو، نیک نیتی کے ساتھ، یا خود غرضی اور حسد اور نفسانیت ہو، بدنیتی کے ساتھ، بہرحال اس نے مسلمانوں کی جماعت کو جتنا نقصان پہنچایا ہے، شاید کسی اور چیز نے نہیں پہنچایا۔

جہاں تک کسی شخص کے درحقیقت مومن یا غیر مومن ہونے کا تعلق ہے، اس کا فیصلہ کرنا، تو کسی انسان کا کام نہیں ہے، یہ معاملہ تو براہِ راست خدا سے تعلق رکھتا ہے، اور وہی اس کا فیصلہ قیامت کے روز فرمائے گا، رہے بندے، تو ان کے فیصلے کرنے کی چیز اگر کوئی ہے، تو وہ صرف یہ ہے کہ خدا اور اُس کے رسول نے ملّتِ اسلام کے جو امتیازی نشانات بتائے ہیں، اُن کے لحاظ سے کون شخص، سرحدِ اسلام کے اندر ہے، اور کون اس سے باہر نکل گیا ہے۔

اس غرض کے لیے جو چیزیں ہم کو بنائے اسلام کی حیثیت سے بتائی گئی ہیں، وہ یہ ہیں:

”الإسلام أن تشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله صلى الله عليه وسلم، وتقيم الصلاة، وتؤتي الزكاة، وتصوم رمضان، وتحج البيت إن استطعت إليه سبيلا“ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور محمد، اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرے، اور زکاۃ دے، اور رمضان کے روزے رکھے، اور بیتُ اللہ کا حج کرے، اگر وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔

''أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله، وأن محمدا رسول الله، ويقيموا الصلاة، ويؤتوا الزكاة، فإذا فعلوا ذلك عصموا منى دمائهم وأموالهم إلا بحق الإسلام، وحسابهم على الله'' (بخاری، مسلم، احمد)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں، یہاں تک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد، اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں، اور زکاۃ دیں، جب وہ ایسا کر دیں گے، تو مجھ سے اپنی جانیں بچالیں گے، الا یہ کہ اسلام کا کوئی حق اُن کے خلاف قائم ہو، اور ان کا حساب اللہ عزوجل کے ذمے ہے۔

یہ ہیں اسلامی سوسائٹی کے سرحدی نشانات، جو لوگ ان سرحدوں کے اندر ہیں، ہم کو حکم ہے کہ ان کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کریں، انہیں ملت سے خارج کرنے کا کسی کو حق نہیں، اور جو لوگ ان سرحدوں سے باہر نکل گئے ہوں، ان کے ساتھ ہم کو وہی معاملہ کرنا چاہئے، جو ''حقُّ الاسلام'' کے لحاظ سے واجبی ہو، دونوں صورتوں میں ہم باطن کا حساب لگانے کے مجاز نہیں ہیں، ہمارا کام صرف ظاہر کو دیکھنا ہے، اور ہم کیا، اس معاملے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ظاہر ہی کو دیکھا ہے۔

چنانچہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچھ رقم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار آدمیوں پر تقسیم کر دیا، اس پر حاضرین میں سے ایک شخص بول

اٹھا: **یا رسول اللّٰہِ، اتق اللّٰہ** (یارسول اللہ، خدا سے ڈریے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ویلک أولست أحق أھل الأرض أن یتقی اللّٰہ** (افسوس تیرے حال پر، روئے زمین کے بسنے والوں میں مجھ سے زیادہ کس کو یہ سزاوار ہے کہ خدا سے ڈرے؟) حضرت خالد اس موقع پر موجود تھے، انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟ فرمایا: **لا، لعلہ أن یکون یصلی** (نہیں، شاید کہ وہ نماز پڑھتا ہو) انہوں نے عرض کیا کتنے ہی نماز پڑھنے والے ایسے ہیں، جو زبان سے وہ بات کہتے ہیں، جو ان کے دل میں نہیں، فرمایا: **إنی لم أومر أن أنقب عن قلوب الناس، ولا أشق بطونھم** (مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا ہے کہ لوگوں کے دل کھول کر اور پیٹ چاک کر کے دیکھوں)

امام شافعی اور احمد نے اپنی مسندوں میں، اور امام مالک نے مؤطا میں یہ روایت نقل کی ہے کہ انصار میں سے ایک صاحب ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راز میں بات کر رہے تھے، اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آوازِ بلند فرمایا: **أَلَیْسَ یشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ؟** (کیا وہ شخص لا الٰہ الا اللہ کی شہادت نہیں دیتا ہے؟) انصاری نے عرض کیا: **بلی یا رسول اللّٰہ، ولا شھادۃ لہ** (جی ہاں، یارسول اللہ، مگر اس کی شہادت کا کوئی اعتبار نہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ألیس یشھد أن محمدا رسول اللّٰہ؟** (کیا وہ محمد کو اللہ کا رسول نہیں مانتا؟) انہوں نے پھر عرض کیا: **بلی، ولا شھادۃ لہ** (جی ہاں، وہ اقرار تو کرتا ہے، مگر اس کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ألیس یصلی؟** (کیا وہ نماز نہیں پڑھتا) انہوں نے عرض کیا: **بلی، ولا صلاۃ لہ** (جی ہاں، پڑھتا ہے، مگر اس کی نماز کا کوئی اعتبار نہیں) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أولئک الذین نهانی الله عن قتلهم (ایسے لوگوں کو قتل کرنے سے اللہ نے مجھے منع فرمایا ہے)

اب یہ کتنی بڑی زیادتی کی بات ہے کہ جو مسلمان خدا اور رسول کے بتائے ہوئے ایمانیات پر اعتقاد کا اقرار کرتا ہو، اور مذکورہ بالا تصریحات کے مطابق اسلام کی سرحدوں کے اندر ہو، اسے کوئی شخص خارج از ملت قرار دے بیٹھے، یہ جسارت بندوں کے مقابلے میں نہیں، خدا کے مقابلے میں ہے، درحقیقت یہ خدا ہی سے معارضہ ہے کہ جس کے حق میں خدا کا قانون مسلمان ہونے کا فیصلہ کرتا ہے، اس کے حق میں ایک بندۂ خدا، کفر کا فیصلہ صادر کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سختی کے ساتھ تکفیر وتفسیق سے منع فرمایا ہے، اور یہاں تک فرمادیا ہے کہ جو شخص کسی کو کافر کہے گا، درآنحالیکہ وہ حقیقت میں کافر نہ ہو، تو وہ کفر کا فتویٰ خود تکفیر کرنے والے کی طرف پلٹ آئے گا۔

"أیما رجل قال لأخیه یا کافر، فقد باء بها أحدهما" (بخاری)

جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو کافر کہے گا، تو یہ قول دونوں میں سے کسی ایک پر ضرور پڑے گا۔

"لا یرمی رجل رجلا بالفسوق، ولا یرمیه بالکفر، إلا ارتدت علیه، إن لم یکن صاحبه کذلک" (بخاری)

جب کبھی ایک شخص دوسرے شخص پر فسق یا کفر کی تہمت لگائے گا، تو وہ تہمت اسی پر پلٹ آئے گی، اگر وہ شخص جس پر تہمت لگائی گئی ہے، درحقیقت کافر یا فاسق نہ ہو۔

"من دعا رجلا بالکفر، أو قال: عدو الله ولیس کذلک إلا حار علیه" (مسلم)

جس شخص نے کسی کو کافر یا دشمنِ خدا کہہ دیا، درآنحالیکہ وہ شخص ایسا نہ تھا، تو یہ قول خود قائل پر ضرور پلٹ جائے گا۔

”من لعن مؤمنا فهو كقتله، ومن قذف مؤمنا بكفر فهو كقتله“

(بخاری)

جس نے کسی مومن پر لعنت کی، اس نے گویا اسے قتل کردیا، اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی، اس نے گویا اسے قتل کردیا۔

اس طرح کی تکفیر وتفسیق محض ایک فرد ہی کے حق پر دست درازی نہیں ہے، بلکہ ایک اجتماعی جرم بھی ہے، یہ پوری اسلامی سوسائٹی کے خلاف ایک زیادتی ہے، اور اس سے مسلمان کو بحیثیتِ مجموعی سخت نقصان پہنچتا ہے، اس کی وجہ تھوڑے غور سے بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔

اسلامی معاشرے اور غیر اسلامی معاشروں کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ غیر اسلامی معاشرے رنگ، نسل، زبان اور وطن کے رشتوں پر قائم ہوئے ہیں، اور ان کے برعکس اسلامی معاشرے کا قیام صرف دین کے رشتے پر ہوا ہے۔

غیر اسلامی معاشروں میں عقائد وافکار کے اختلاف سے کوئی رخنہ نہیں پڑتا، اس لیے کہ خیالات اور اعتقادات کا اختلاف ان کے افراد کو اس رشتے سے خارج نہیں کرتا، جو نسل، یا وطن، یا زبان، یا رنگ کی وحدت سے قائم ہوتا ہے، باطن میں خواہ زمین وآسمان کا تفاوت ہوجائے، لیکن خون کا تعلق منقطع نہیں ہوسکتا، نہ وطن کا رشتہ کٹ سکتا ہے، نہ زبان کا رابطہ منفک ہوسکتا ہے، نہ رنگ کی وحدت میں کوئی فرق آسکتا ہے۔

اس لیے اختلافِ عقائد سے غیر مسلم معاشروں کو کسی قسم کا خطرہ نہیں، لیکن اسلام میں جو چیز مختلف نسلوں، مختلف رنگوں، مختلف زبانوں اور مختلف ملکوں کے افراد کو

جوڑ کر ایک قوم بناتی ہے، وہ عقیدے کی وحدت کے سوا، اور کچھ نہیں ہے، یہاں عقیدہ ہی سب کچھ ہے، نسل، رنگ، زبان، وطن کچھ بھی نہیں۔

لہٰذا جو شخص دین اور اعتقاد کے رشتے کو کاٹتا ہے، وہ دراصل اللہ کی اُس رسی پر قینچی چلاتا ہے، جس نے ایک خدا کی پرستش کرنے والوں اور ایک رسول کے ماننے والوں اور ایک کتاب پر ایمان لانے والوں کو ایک دوسرے سے وابستہ کیا ہے۔

اسلام میں کسی شخص، یا گروہ کو کافر کہہ دینے کے معنیٰ صرف یہی نہیں ہیں کہ اس کے اعتقاد اور نیت پر حملہ کیا گیا، بلکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اسلامی معاشرے اور اس کے ایک فرد، یا چند افراد کے درمیان برادری، محبت، معاشرت، معاملت اور تعاونِ باہمی کے جتنے رشتے تھے، سب کاٹ دیے گئے، اور امتِ مسلمہ کے جسم سے اس کے ایک عضو یا متعدد اعضاء کو چھانٹ کر پھینک دیا گیا۔

یہ فعل اگر حکمِ خدا، اور رسول کے مطابق ہو، تو یقیناً حق ہے، اس صورت میں سڑے ہوئے عضو کو کاٹ کر پھینک دینا ہی اسلام کے ساتھ سچی خیر خواہی ہے، لیکن اگر قانونِ الٰہی کی رُو سے وہ عضو سڑا ہوا نہ ہو، اور محض ظلماً اس کو کاٹ ڈالا جائے، تو یہ ظلم خود اس عضو سے بڑھ کر اس جسم پر ہوگا، جس سے وہ کاٹا گیا۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتۂ دینی کے احترام کی سخت تاکید فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السلام لست مؤمنا“ (النساء: ۹۴)

جو شخص (اظہارِ اسلام کے لیے) تم کو سلام کرے، اس کو (بلا تحقیق یونہی) نہ کہہ دیا کرو کہ تو مومن نہیں ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک سریہ میں ایک شخص نے مسلمانوں کو دیکھ کر کہا ’’**السلام علیکم لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ**‘‘ مگر ایک مسلمان نے

یہ گمان کر کے کہ اس نے محض جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا ہے، اسے قتل کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سخت ناراض ہوئے، اور اس مسلمان سے باز پرس کی، اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس شخص نے محض ہماری تلوار سے بچنے کے لیے کلمہ پڑھ دیا تھا، اس پر سرکار نے فرمایا: هَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ'' کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟

ایک صحابی نے پوچھا کہ اگر ایک شخص مجھ پر حملہ کر کے میرا ہاتھ کاٹ ڈالے، اور جب میں اس پر حملہ کروں، تو وہ کلمہ پڑھ لے، کیا ایسی حالت میں، میں اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے تو میرا ہاتھ کاٹ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باوجود اس کے تم اس کو نہیں مار سکتے، اگر تم نے اس کو مارا، تو وہ اس مرتبے میں ہوگا، جس میں تم اس کے قتل سے پہلے تھے، اور تم اس مرتبے میں ہو جاؤ گے، جس میں وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے سے پہلے تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی کافر پر نیزہ تانے اور جب سنان اس کے حلق تک پہنچ جائے، اس وقت وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کہہ دے، تو مسلمان کو لازم ہے کہ وہ فوراً اپنے نیزے کو واپس کھینچ لے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور مسلمان سے لڑنا کفر۔

یہ سب کچھ اس لیے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی قوت اور جمعیت کا قیام رابطۂ دینی کے سوا کسی دوسری چیز سے نہیں ہے، اگر مسلمانوں میں اس رابطے کا احترام نہ ہو، اور وہ بات بات پر اس کو کاٹنے لگیں، تو امت کا سارا شیرازہ بکھر کر رہ جائے، اور اس قوم کی کوئی اجتماعی قوت باقی ہی نہ رہے، جو باطل پرستوں کے

www.idaraghufran.org

مقابلے میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے، اور خیر وتقویٰ کی طرف دعوت دینے کے لیے قائم کی گئی ہے۔

ہمارا یہ منشاء نہیں کہ تکفیر وتفسیق سے مطلقاً پرہیز کیا جائے، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص صریح کفریات بکنے اور لکھنے لگے، تب بھی اس کو مسلمان کہا اور سمجھا جاتا رہے، یہ منشا نہ کتاب وسنت کی مندرجہ بالا نصوص کا ہے، نہ ہماری پچھلی گزارشات کا، اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے؟

کسی مسلمان کو اسلام سے خارج کرنا، جس قدر نقصان دہ ہے، کسی کافر کو اسلامی جمعیت میں شامل کرنا، یا رکھنا اس سے کچھ کم نقصان دہ نہیں ہے۔

لیکن جس بات پر ہم زور دینا چاہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ مسلمان کی تکفیر کے معاملے میں انتہا درجہ کی احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیے، اتنی ہی احتیاط جتنی ایک شخص کے قتل کے فتویٰ صادر کرنے میں ملحوظ رکھی جاتی ہے، ہر شخص جو مسلمان ہے، اور ''لا الٰہ الا اللہ'' کا قائل ہے، اس کے حق میں یہی گمان ہونا چاہیے کہ اس کے دل میں ایمان ہے۔

اگر وہ کوئی ایسی بات کرتا ہے، جس میں کفر کا شائبہ پایا جاتا ہو، تو اس کے حق میں یہ امید رکھنی چاہیے کہ اس نے کفر کے ارادے سے ایسی بات نہ کی ہوگی، بلکہ محض جہل اور ناسمجھی سے کی ہوگی، اس لیے اس کی بات سنتے ہی کفر کا فتویٰ نہ جڑ دینا چاہیے، بلکہ عمدہ طریقے سے اس کو سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے، اگر وہ پھر بھی نہ مانے، اور اپنی بات پر اصرار کرے، تو اس بات کو جس پر وہ اصرار کر رہا ہے، کتابُ اللہ پر پیش کر کے دیکھا جائے کہ آیا وہ کفر وایمان کے درمیان فرق کرنے والی صریح نصوص کے خلاف ہے، یا نہیں؟ اور اس شخص کے زیرِ بحث قول، یا فعل میں کسی تاویل کی گنجائش ہے، یا نہیں؟ اگر صریح نصوص کے خلاف نہ ہو، اور تاویل کی

گنجائش ہو، تو کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ زیادہ سے زیادہ ایسے شخص کو گمراہ کہا جاسکتا ہے، اور وہ بھی اس خاص مسئلہ میں، نہ کہ بالکلیہ۔

البتہ اگر اس کا اعتقاد، نصِ صریح کے خلاف ہو، اور وہ شخص یہ معلوم کرنے کے بعد بھی کہ اس کا اعتقاد کتابُ اللہ کی تعلیم کے خلاف ہے، اپنی بات پر قائم رہے، اور اس کے قول کی کوئی مناسب تاویل بھی نہ کی جاسکتی ہو، تو ایسی صورت میں مسئلہ کی نوعیت کا لحاظ رکھتے ہوئے فسق، یا کفر کا حکم لگایا جاسکتا ہے، لیکن اس پر بھی اندراج ومراتب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، تمام جرم اور تمام مجرم یکساں نہیں ہیں، ان میں بھی فرقِ مراتب ہوتا ہے، اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اس فرق کو ملحوظ رکھ کر سزا تجویز کی جائے، سب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکنا، یقیناً بے انصافی ہے۔

جیسا کہ ابتدا میں ہم بیان کرآئے ہیں، کفر واسلام کا ایک پہلو باطنی ہے، اور ایک ظاہری، باطن کا تعلق انسان کے دل اور نیت سے ہے، اور ظاہر کا تعلق اس کی زبان اور عمل سے۔

ہم ایک حد تک آدمی کے قول وفعل سے بھی اس کی قلبی حالت کا اندازہ کرسکتے ہیں، مگر یہ محض قیاس وگمان ہوگا، علم ویقین نہ ہوگا، اور علم ویقین کے بغیر صرف قیاس وگمان کی بناء پر کسی کے ایمان، یا کفر کا فیصلہ کرڈالنا یقیناً ظلم ہوگا، اگرچہ ایسا فیصلہ نفسُ الامر کے مطابق ہی کیوں نہ ہو، لہٰذا حق یہی ہے کہ ایمان کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا جائے، کیونکہ اس کے سوا کوئی نہیں جان سکتا کہ کس کے دل میں ایمان ہے، اور کس کے دل میں ایمان نہیں ہے۔

إن ربک هو أعلم بمن ضل عن سبيله وهو أعلم بمن اهتدى

(النجم: ۳۰)

ہماری نظر صرف ظاہر تک جاسکتی ہے، اور ظاہری اقوال وافعال کو دیکھ کر ہم رائے

قائم کر سکتے ہیں کہ کون مسلمان ہے اور کون نہیں، ہوسکتا ہے کہ جو شخص ظاہر میں جہالت و نادانی سے کفریات بک رہا ہو، باطن میں وہ ایک سچا اور پکا مومن ہو، اور اس کے دل میں خدا اور رسول کی محبت بہت سے واعظوں اور مرشدوں سے بڑھ کر ہو، اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ جو شخص زور شور کے ساتھ اپنے ایمان کا اظہار کرتا ہو، اور بظاہر احکامِ شریعت کی پابندی میں کوئی کمی بھی نہ کرتا ہو، درحقیقت وہ محض ایک ریا کار منافق ہو، لہٰذا ظاہر کی بناء پر کسی کے کفر کا فیصلہ کرتے ہوئے، انسان کو خدا کی پکڑ سے بہت ڈرنا چاہئے، ایسا فیصلہ صادر کرنے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچ لینا چاہئے کہ ہم کیسی ذمہ داری اپنے سر لے رہے ہیں، اور کیا ایسے معقول وجوہ موجود ہیں، جن کی بنا پر اس ذمہ داری سے بچنے کی بہ نسبت اس کا بار اٹھا لینا ہمارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ انسانوں کی طبیعتیں، استعدادیں اور عقلی صلاحیتیں مختلف ہیں، بعض لوگ نہایت سادہ لوح ہوتے ہیں، ایک سیدھی سادی بات کو اجمالی طور پر مان لیتے ہیں، تفصیلات اور باریکیوں کو سمجھنے کی نہ ان میں قابلیت ہوتی ہے، اور نہ وہ ان کے طالب ہوتے ہیں، برعکس اس کے بعض لوگوں میں غور و فکر کا مادہ ہوتا ہے، اجمال سے ان کی تشفی نہیں ہوتی، تفصیلات ڈھونڈتے ہیں، نہیں ملتیں، تو تخیل سے پیدا کر لیتے ہیں، پھر غور و فکر کرنے والوں کے رجحانات اور مدارجِ عقلی بھی بے شمار ہیں، کسی کا میلان شک کی طرف ہوتا ہے، اور کسی کا یقین کی طرف، کوئی مادّیات ومحسوسات پر فریفتہ ہے، اور کوئی معقولات پر، کوئی بات کی تہ تک پہنچ جاتا ہے، اور کوئی پیچ کی راہوں میں بھٹک کر رہ جاتا ہے، کوئی حقیقت پسند (Realist) ہوتا ہے، اور کسی کو وہم وخیال کی وادیوں میں گھومنا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔

غرض نظر وفکر کے بہت سے راستے ہیں، جن کو انسانی اذہان اپنی اپنی اُفتادِ طبع کے مطابق اختیار کرتے ہیں، کسی انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے انسان کی طبعی افتاد اور فطری رجحانات اور عقلی استعداد کو بدل دے، اور کسی انسان کو یہ مطالبہ کرنے کا حق بھی نہیں ہے کہ اس کی اپنی اُفتادِ طبع اور اس کا اپنا مذاق و رجحان ہی سب انسانوں کے لیے معیار قرار پائے، جس کے مطابق ڈھل جانا سب پر فرض ہو۔

جس خدا نے اسلام کو تمام نوعِ انسانی کی ہدایت کے لیے نازل کیا ہے، اس سے بڑھ کر انسانی طبائع کے ان اختلافات کو جاننے والا، اور ان کی رعایت ملحوظ رکھنے والا، اور کون ہوسکتا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے دین کی بنیاد ایسے سادہ اور مجمل عقائد پر رکھی ہے، جنہیں ایک کم عقل دہقان سے لے کر ایک نکتہ سنج فلسفی اور ایک حقیقت طلب سائنٹسٹ تک سب قبول کرسکتے ہیں، ان عقائد کی سادگی اور ان کا اجمال ہی وہ چیز ہے، جس نے ان کو ایک عالمگیر انسانی مذہب کے لیے بنیادی اصول بننے کے قابل بنایا ہے۔

جو شخص غور وفکر کی صلاحیت نہیں رکھتا، اس کے لیے صرف اتنا مان لینا ہی کافی ہے کہ خدا ایک ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، قرآن اس کی کتاب ہے، اور قیامت کے روز ہمیں اس کے سامنے حاضر ہونا ہے، اور جو شخص غور وفکر کی قوت رکھتا ہے، اس کے لیے اسی اجمال میں اتنی وسعتیں ہیں کہ وہ اپنی استعداد اور اپنے رجحان کے مطابق جستجوئے حقیقت کے لیے بے شمار راہوں پر جاسکتا ہے، جتنی دور چاہے، جاسکتا ہے، ساری عمر اسی جستجو میں کھپا سکتا ہے، بغیر اس کے کہ کسی مقام پر پہنچ کر وہ یہ کہہ سکے کہ جو کچھ جاننا تھا، وہ میں جان چکا ہوں۔

پھر ایک سوچنے والا آدمی اپنی فکر وتلاش کے لیے چاہے کوئی راہ اختیار کرے، اور

خواہ کتنی ہی دور تک چلا جائے، بہرحال جب تک وہ ان حدود کے اندر چل رہا ہے، جو کلامُ اللہ نے اسلام اور کفر کے درمیان کھینچ دی ہیں، وہ دائرۂ ایمان سے خارج نہیں قرار دیا جاسکتا، اگرچہ اس کے ذہن کی جولانیوں سے ہم کو کتنا ہی اختلاف ہو۔

مثال کے طور پر ایمان باللہ کے مسئلے میں ملاکِ امر (اصل حکم) صرف یہ ہے کہ کائنات کا بنانے اور چلانے والا ایک خدا ہے، اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی بندگی کی جائے، اس بات کو ایک سیدھا سادا کسان جس طور پر مان سکتا ہے، ممکن نہیں ہے کہ ایک غور وفکر کرنے والا آدمی بھی بس اُسی طرح اور اتنا ہی مجمل طور پر مانے، پھر ایک خاص طرح کا رجحانِ طبع رکھنے والا آدمی اس میں تدبّر کر کے خدا کی ہستی اور اس کی صفات اور کائنات کے ساتھ اس کے تعلق کی کیفیت کے متعلق جو تفصیلی تصورات اپنے ذہن میں جمائے گا، ممکن نہیں ہے کہ ان امور کے متعلق ایک دوسرے رجحان والے آدمی کے تصورات بھی بالکل اُس کے مطابق ہی ہوں، لیکن جب تک یہ سب، اصل بنیادی عقیدے پر ایمان رکھتے ہیں، سب کے سب مسلمان ہیں، خواہ تفصیلات میں ان کے تفکرات باہم کتنے ہی مختلف ہوں، اور ان میں سے بعض نے بعض گوشوں میں کیسی ہی سخت ٹھوکریں کھائی ہوں۔

اسی طرح وحی، رسالت، ملائکہ اور آخرت کے متعلق بھی اسلامی عقائد میں چند امور اصولی ہیں، جن کو دین کے ضروریات (Essentianls) کہنا چاہئے، اور باقی تفصیلات ہیں، جن میں سے بعض کے لیے انسان کو کلامُ اللہ میں صریح، یا قابلِ تاویل اشارات مل جاتے ہیں، اور بعض کو انسان خود اپنے رجحانِ طبع کے مطابق اپنے ذہن سے پیدا کرلیتا ہے۔

بہت ممکن ہے کہ ان میں سے اکثر تفصیلات کا حکم لگانے میں کسی انسان کی عقل

غلطی کر لے، اور اس کے تصورات، حقیقت سے بہت دور جا پڑیں، لیکن جب تک وہ ان عقائد میں ملاکِ امر کا سرِ رشتہ ہاتھ سے نہیں چھوڑتا، عقل وفکر کی کوئی گمراہی اس کو دائرۂ دین سے خارج نہیں کر سکتی، چاہے مرکزِ دین سے اس کو کتنا ہی بُعد ہو جائے، اور ہمیں اس کی ان اعتقادی بے راہ رویوں پر کتنی ہی ملامت اور مذمت کرنی پڑے۔

یہاں پہنچ کر ہم ذرا سا غور کریں، تو بآسانی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام میں فرقوں کی پیداوار کس طرح ہوئی ہے، قرآن اور حدیث میں ضروریاتِ دین کے متعلق جو سادہ اور مختصر باتیں ارشاد ہوئی ہیں، اور کہیں کہیں ان کی تفصیل میں جو لطیف اشارات کر دیے گئے ہیں، ان کو سمجھنے میں مختلف لوگوں نے اپنی عقلی استعدادوں اور اپنے طبعی رجحانات کی بنا پر مختلف راہیں اختیار کیں، اور ان کے تفصیلی فہم کے لیے قیاس واستدلال کے ذریعے سے الگ الگ جزئیات اور فروع اخذ کر لیے، اس حد تک تو کچھ مضائقہ نہ تھا، اور اس میں بھی کوئی خرابی نہ تھی کہ ایک گروہ صرف اپنے مسلک کو حق سمجھتا، اور دوسرے گروہوں سے بحث کر کے ان کو اپنے مسلک کی طرف لانے کی کوشش کرتا۔

لیکن غضب یہ ہوا کہ لوگوں نے بے جا تشدد برت کر اپنے اپنے قیاسی وتاویلی عقائد کو بھی اصول وضروریاتِ دین میں شامل کر لیا، اور پھر ہر ایک گروہ نے ان تمام گروہوں کی تکفیر شروع کر دی، جو اس کے استنباطی عقائد کے منکر تھے، یہیں سے حربِ عقائد کی ابتدا ہوئی ہے، اور یہی اس ظلم کا نقطۂ آغاز ہے، یہ صحیح ہے کہ عقائد کے باب میں قیاسات وتاویلات سے جو راہیں اختیار کی گئی ہیں، ان میں بہت سی راہیں غلط ہیں، لیکن ہر غلطی لازماً کفر ہی نہیں ہے، غلطی کو غلطی کہنا اور اس کا ارتکاب کرنے والے کو گمراہ اور غلط کار سمجھنا، اور اس کو راہِ راست پر لانے کی

کوشش کرنا، بلاشبہ جائز ہے، لیکن جب تک کوئی شخص اُس نفسِ حقیقت کا انکار نہیں کرتا، جس پر اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے، اس کو کافر کہنا کسی طرح بھی جائز نہیں، خواہ اس کی گمراہی کتنی ہی بڑھ گئی ہو۔

افسوس ہے کہ مدتوں کی چلی ہوئی اس روش کو چھوڑنے پر ہمارے علمائے کرام کسی طرح راضی نہیں ہوتے، انہوں نے اصل اور فرع، نص اور تاویل کے فرق کو نظر انداز کر دیا ہے، وہ ان فروع کو بھی اصول بنائے بیٹھے ہیں، جن کو انہوں نے خود، یا اُن کے اسلاف نے اپنے مخصوص فہم کی بنا پر اصول سے اخذ کیا ہے، وہ ان تاویلات کو بھی نصوص کے درجے میں رکھتے ہیں، جو نصوص سے معانی اخذ کرنے میں ان کے گروہ نے اختیار کی ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے فروع اور اپنی تاویلات کے منکر کو بھی اسی طرح کافر قرار دیتے ہیں، جس طرح اصول اور نصوص کے منکر کو قرار دیا جاتا ہے۔

اس کھینچ تان اور بے اعتدالی نے پہلے تو اسلامی جمعیت میں صرف تفرقہ ہی پیدا کیا تھا، مگر اب دیکھ رہے ہیں کہ علماء کی یہ کافر گری مسلمانوں کے دلوں میں نہ صرف علماء کی طرف سے، بلکہ خود اُس مذہب کی طرف سے بھی بدگمانیاں پیدا کر رہی ہے، جس کی نمائندگی یہ علماء کر رہے ہیں، روز بروز علماء کا اقتدار مسلمانوں پر سے اٹھتا جا رہا ہے، ان کی باتیں سن کر دل، مذہب کی طرف راغب ہونے کے بجائے، اس سے دور بھاگنے لگے ہیں، مذہبی مجلسوں اور مذہبی تحریروں کے متعلق یہ عام خیال پیدا ہو گیا ہے کہ ان میں فضول جھگڑوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا، اس غلبۂ کفر وفسق کے زمانے میں عام مسلمانوں کو مذہبی علوم کی واقفیت بہم پہنچانے کا اگر کوئی ذریعہ ہو سکتا تھا، تو وہ یہ تھا کہ علمائے دین پر لوگوں کو اعتماد ہوتا، اور وہ ان کی تحریروں اور تقریروں سے فائدہ اٹھاتے، مگر افسوس کہ ان فرقہ بندی کی لڑائیوں

اوران تکفیر کے مشغلوں سے یہ ایک ذریعہ بھی ختم ہوا جا رہا ہے، اور یہ مسلمانوں میں مذہب سے عام ناواقفیت اور گمراہی کے پھیلنے کی ایک بڑی وجہ ہے۔

کاش! ہمارے علماء اپنی غلطی کو محسوس کریں، اور اسلام اور مسلمانوں پر نہیں، تو خود اپنے اوپر ہی رحم کر کے اس روش سے باز آ جائیں، جس نے ان کو اپنی قوم میں اس قدر رسوا کر دیا ہے، درآنحالیکہ یہی وہ قوم تھی، جو کبھی ان کو سر آنکھوں پر بٹھاتی تھی (ترجمان القرآن، صفر 1354ھ، مطابق 1935ء)

(تفہیمات، حصہ دوم، ص۱۶۸ تا ۱۸۰ ملخصاً، بعنوان: فتنۂ تکفیر، مطبوعہ: اسلامی پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، سنِ طباعت: 1977ء)

’’فتنةُ التكفير‘‘ کا حوالہ

عرب کے مشہور عالمِ دین، شیخ ناصرُ الدین البانی صاحب، نے ایک مضمون ’’فتنةُ التكفير‘‘ کے عنوان سے تحریر کیا ہے، جس پر عرب کے شیخ مفتی عبدالعزیز بن باز اور شیخ محمد بن صالح العثيمين نے تقریظ وتعلیق تحریر فرمائی ہے، اس مضمون میں شیخ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

’’فسق اور ظلم کی طرح، کفر کے متعلق یہ بات پہچاننا ضروری ہے کہ اس کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم میں انسان، مذہبِ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، جس کا تعلق ’’استحلالِ قلبی‘‘ سے ہے، اور دوسری قسم میں مذہبِ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، جس کا تعلق ’’استحلالِ عملی‘‘ سے ہے۔

اور موجودہ زمانے میں وہ تمام معاصی اور گناہ جو پھیل گئے ہیں، جیسا کہ سود، زنا اور شراب نوشی وغیرہ، تو ان کا تعلق ’’کفرِ عملی‘‘ سے ہے، اس لیے ان گناہوں کے مرتکبین کے متعلق جائز نہیں کہ ہم اِن کی تکفیر کریں، سوائے اس صورت کے کہ

Idara Ghufran

جب ہمارے سامنے یقینی طور پر یہ بات ظاہر ہوجائے کہ یہ لوگ اعتقاد کے اعتبار سے، اللہ اوراس کے رسول کی حرام کردہ چیزوں کوحرام نہیں سمجھتے۔

لیکن جب ہمیں اس کا علم نہ ہوسکے کہ وہ ''استحلالِ قلبی'' کے مرتکب ہیں، تو ہمارے لیےان کے متعلق، کفر کا حکم لگانے کا کوئی راستہ نہیں، کیونکہ ہمیں اس بات کا خوف ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ اس وعید میں داخل نہ ہوجائیں کہ ''جب آدمی اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے، تو اس کا ان دونوں میں سے ایک مستحق ہوجاتا ہے''

اوراس سلسلے میں کثرت سے احادیث پائی جاتی ہیں، جن میں دل چیر کر دیکھنے کا ذکر بھی ہے، کیونکہ اعتقادی کفر کا محض عمل سے تعلق نہیں ہوتا، بلکہ اس کا بڑا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے۔

اورہمیں اس بات کی قدرت نہیں کہ فاسق، فاجر، سارق، زانی اورسودخور وغیرہ کے دل کی حالت جان سکیں''۔انتہٰی۔[1]

---

[1] وخلاصة الكلام: لا بد من معرفة أن الكفر – كالفسق والظلم – ينقسم إلى قسمين: كفر وفسق وظلم يخرج من الملة وكل ذلک يعود إلى الاستحلال القلبی وآخر لا يخرج من الملة يعود إلى الاستحلال العملی.

فكل المعاصی – وبخاصة ما فشا فی هذا الزمان من استحلال عملی للربا والزنى وشرب الخمر وغيرها – هی من الكفر العملی فلا يجوز أن نكفر العصاة المتلبسين بشیء من المعاصی لمجرد ارتكابهم لها واستحلالهم إياها عمليا إلا إذا ظهر – يقينا – لنا منهم – يقينا – ما يكشف لنا عما فی قرارة نفوسهم أنهم لا يحرمون ما حرم الله ورسوله اعتقادا فإذا عرفنا أنهم وقعوا فی هذه المخالفة القلبية حكمنا حينئذ بأنهم كفروا كفر ردة.

أما إذا لم نعلم ذلک فلا سبيل لنا إلى الحكم بكفرهم لأننا نخشى أن نقع تحت وعيد قوله عليه الصلاة والسلام:" إذا قال الرجل لأخيه: يا كافر فقد باء بها أحدهما "

والأحاديث الواردة فی هذا المعنى كثيرة جدا أذكر منها حديثا ذا دلالة كبيرة وهو فی قصة ذلک الصحابی الذی قاتل أحد المشركين فلما رأى هذا المشرک أنه صار تحت ضربة سيف المسلم الصحابی قال: أشهد أن لا إله إلا الله فما بالاها الصحابی فقتله فلما بلغ خبره النبی صلى الله عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’قضيةُ التكفير‘‘ کا حوالہ

دکتور شیخ سعید بن علی بن وہف قحطانی، اپنی تالیف ’’قضيةُ التكفير بين أهل السنة وفرق الضلال فى ضوء الكتاب والسُّنَّة‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسلم أنكر عليه ذلك أشد الإنكار فاعتذر الصحابى بأن المشرك ما قالها إلا خوفا من القتل وكان جوابه صلى الله عليه وسلم: ”هلا شققت عن قلبه؟ “ .أخرجه البخارى ومسلم من حديث أسامة بن زيد رضى الله عنه.

إذا الكفر الاعتقادى ليس له علاقة أساسية بمجرد العمل إنما علاقته الكبرى بالقلب.

ونحن لا نستطيع أن نعلم ما فى قلب الفاسق والفاجر والسارق والزانى والمرابى . . .ومن شابههم إلا إذا عبر عما فى قلبه بلسانه أما عمله فينبء أنه خالف الشرع مخالفة عملية.

فنحن نقول: إنک خالفت وإنک فسقت وإنک فجرت لكن لا نقول: إنک كفرت وارتدت عن دينک حتى يظهر منه شىء يكون لنا عذر عند الله عز وجل فى الحكم بردته ثم يأتى الحكم المعروف فى الإسلام عليه ألا وهو قوله عليه الصلاة والسلام:” من بدل دينه فاقتلوه “.

ثم قلت – وما أزال أقول – لهؤلاء الذين يدندنون حول تكفير حكام المسلمين:

هبوا أن هؤلاء الحكام كفار كفر ردة وهبوا – أيضا – أن هناک حاكما أعلى على هؤلاء فالواجب – والحالة هذه – أن يطبق هذا الحاكم الأعلى فيهم الحد.

ولكن الآن: ماذا تستفيدون أنتم من الناحية العملية إذا سلمنا – جدلا – أن هؤلاء الحكام كفار كفر ردة؟ ماذا يمكن أن تصنعوا وتفعلوا؟

إذ قالوا: ولاء وبراء فنقول: الولاء والبراء مرتبطان بالموالاة والمعاداة – قلبية وعملية – وعلى حسب الاستطاعة فلا يشترط لوجودهما إعلان التكفير وإشهار الردة.بل إن الولاء والبراء قد يكونان فى مبتدع أو عاص أو ظالم.

ثم أقول لهؤلاء: ها هم هؤلاء الكفار قد احتلوا من بلاد الإسلام مواقع عدة ونحن مع الأسف ابتلينا باحتلال اليهود لفلسطين.

فما الذى نستطيع نحن وأنتم فعله مع هؤلاء؟ حتى تقفوا أنتم – وحدكم – ضد أولئک الحكام الذين تظنون أنهم من الكفار؟

هلا تركتم هذه الناحية جانبا وبدأتم بتأسيس القاعدة التى على أساسها تقوم قائمة الحكومة المسلمة وذلک باتباع سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم التى ربى أصحابه عليها ونشأهم على نظامها وأساسها.

نذكر هذا مرارا ونؤكده تكرارا: لا بد لكل جماعة مسلمة من العمل بحق لإعادة حكم الإسلام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’کسی کو کافر قرار دینے کے لیے، چند ضوابط وقواعد ہیں، جن کی معرفت ضروری ہے۔
کسی کو کافر قرار دینے کا پہلا ضابطہ یہ ہے کہ ظاہر پر حکم لگایا جائے، اہلُ السنۃ کے نزدیک، احکام کا مدار، گمان اور وہم پر نہیں، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ليس فقط على أرض الإسلام بل على الأرض كلها وذلك تحقيقا لقوله تبارك وتعالى: ”هو الذى أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون“ وقد جاء فى بعض بشائر الأحاديث النبوية أن هذه الآية ستتحقق فيما بعد.

فلكى يتمكن المسلمون من تحقيق هذا النص القرآنى والوعد الإلهى فلا بد من سبيل بين وطريق واضح فهل يكون ذلك الطريق بإعلان ثورة على هؤلاء الحكام الذين يظن هؤلاء أن كفرهم كفر ردة؟ ثم مع ظنهم هذا – وهو ظن غالط خاطء – لا يستطيعون أن يعملوا شيئا.

إذا ما هو المنهج؟ وما هو الطريق؟

لا شك أن الطريق الصحيح هو ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدندن حوله ويذكر أصحابه به فى كل خطبة:”وخير الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم“

فعلى المسلمين كافة – وبخاصة منهم من يهتم بإعادة الحكم الإسلامى – أن يبدؤوا من حيث بدأ رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو ما نوجزه نحن بكلمتين خفيفتين: (التصفية والتربية)

ذلك لأننا نعلم حقائق ثابتة وراسخة يغفل عنها – أو يتغافل عنها – أولئك الغلاة الذين ليس لهم إلا إعلان تكفير الحكام ثم لا شىء .

وسيظلون يعلنون تكفير الحكام ثم لا يصدر منهم – أو عنهم – إلا الفتن والمحن.

والواقع فى هذه السنوات الأخيرة على أيدى هؤلاء بدئا من فتنة الحرم المكى إلى فتنة مصر وقتل السادات وأخيرا فى سوريا ثم الآن فى مصر والجزائر – منظور لكل أحد –: هدر دماء من المسلمين الأبرياء بسبب هذه الفتن والبلايا وحصول كثير من المحن والرزايا.

كل هذا بسبب مخالفة هؤلاء لكثير من نصوص الكتاب والسنة وأهمها قوله تعالى: ”لقد كان لكم فى رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيرا“

إذا أردنا أن نقيم حكم الله فى الأرض – حقا لا ادعاء – هل نبدأ بتكفير الحكام ونحن لا نستطيع مواجهتهم فضلا عن أن نقاتلهم؟ أم نبدأ – وجوبا – بما بدأ به الرسول عليه الصلاة والسلام؟

لاشك أن الجواب: ” لقد كان لكم فى رسول الله أسوة حسنة“

ولكن بماذا بدأ رسول الله صلى الله عليه وسلم؟

من المتيقين عند كل من اشتم رائحة العلم أنه صلى الله عليه وسلم بدأ بالدعوة بين الأفراد الذين كان يظن فيهم الاستعداد لتقبل الحق ثم استجاب له من استجاب من أفراد الصحابة – كما هو معروف فى السيرة النبوية – ثم وقع بعد ذلك التعذيب والشدة التى أصابت المسلمين فى مكة ثم جاء الأمر بالهجرة الأولى والثانية حتى وطد الله عز وجل الإسلام فى المدينة المنورة وبدأت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا کہ آپ نے ’’لا الٰہ الا اللّٰہ ‘‘ کہنے کے بعد بھی اس شخص کو قتل کردیا، جس کے جواب میں انہوں نے عرض کیا کہ اس نے اسلحہ کے خوف کی وجہ سے یہ جملہ کہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا، تا کہ آپ جان لیتے کہ اس نے دل سے کہا تھا، یا نہیں؟

اس حدیث میں فقہ اور اصول کے اس مشہور قاعدہ کی دلیل ہے کہ ’’أن الأحکام

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هناک المناوشات والمواجهات وبدأ القتال بين المسلمين وبين الكفار من جهة ثم اليهود من جهة أخرى . . .هكذا.

إذا لا بد أن نبدأ نحن بتعليم الناس الإسلام الحق كما بدأ الرسول عليه الصلاة والسلام لكن لا يجوز لنا الآن أن نقتصر على مجرد التعليم فقط فلقد دخل فى الإسلام ما ليس منه وما لا يمت إليه بصلة من البدع والمحدثات مما كان سببا فى تهدم الصرح الإسلامى الشامخ فلذلک كان الواجب على الدعاة أن يبدئوا بتصفية هذا الإسلام مما دخل فيه.

هذا هو الأصل الأول: (التصفية)

وأما الأصل الثانى: فهو أن يقترن مع هذه التصفية تربية الشباب المسلم الناشىء على هذا الإسلام المصفى.

ونحن إذا درسنا واقع الجماعات الإسلامية القائمة منذ نحو قرابة قرن من الزمان وأفكارها وممارساتها لوجدنا الكثير منهم لم يستفيدوا – أو يفيدوا – شيئا يذكر برغم صياحهم وضجيجهم بأنهم يريدونها حكومة إسلامية مما سبب سفک دماء أبرياء كثيرين بهذه الحجة الواهية دون أن يحققوا من ذلک شيئا

فلا نزال نسمع منهم العقائد المخالفة للكتاب والسنة والأعمال المنافية للكتاب والسنة فضلا عن تكرارهم تلک المحاولات الفاشلة المخالفة للشرع .

وختاما أقول: هناک كلمة لأحد الدعاة – كنت أتمنى من أتباعه أن يلتزموها وأن يحققوها – وهى: (أقيموا دولة الإسلام فى قلوبكم تقم لكم على أرضكم)

لأن المسلم إذا صحح عقيدته بناء على الكتاب والسنة فلا شک أنه بذلک ستصلح عبادته وستصلح أخلاقه وسيصلح سلوكه . . .الخ

لكن هذه الكلمة الطيبة – مع الأسف – لم يعمل بها هؤلاء الناس فظلوا يصيحون مطالبين بإقامة الدولة المسلمة . . .لكن دون جدوى ولقد صدق فيهم – والله – قول الشاعر: ترجو النجاة ولم تسلک مسالكها إن السفينة لا تجرى على اليبس.

لعل فيما ذكرت مقنعا لكل منصف ومنتهى لكل متعسف .والله المستعان (فتنة التكفير للالبانى، ص ۹ الیٰ ۱۳ ،خلاصةُ الكلام)

www.idaraghufran.org

یعمل فیھا بالظاھر، واللّٰہ یتولی السرائر ‘‘(یعنی’’احکام میں ظاہر پرعمل کیا جاتا ہے،اورراز داریوں کا اللہ ذمہ دار ہے‘‘)

کسی کو کافر قرار دینے کا دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ متعین شخص کو کافر قرار دینے میں احتیاط کو اختیار کیا جائے، کیونکہ اہلُ السنۃ کا مذہب یہ ہے کہ جوشخص دین کے ضروری معلوم حکم کو حلال سمجھے، وہ کافر ہے،لیکن جوشخص کفریہ بات کہے، یا کفریہ فعل کرے،تواس پراس وقت تک کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، جب تک کہ کفر کی جملہ شرائط نہ پائی جائیں،اوراس کے موانعات منتفی نہ ہوں،پس جب جملہ شرائط پائی جائیں،اورموانع منتفی ہوں،تواس کے مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے گا،اوراس سے توبہ کوطلب کیا جائے گا، پھراگروہ توبہ کرلے،تو فبہا، ورنہ اس کوقتل کردیا جائے گا۔

کسی کو کافر قرار دینے کا تیسرا ضابطہ یہ ہے کہ پہلے اس پر حجت قائم کی جائے گی، سلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ متعین شخص کو کافر قرار دینے سے پہلے حجت قائم کی جائے گی،جس کے لیے حجت قائم کی جانے والی چیز کی معرفت بھی ضروری ہے، اور حجت پہنچنے اور حجت کے سمجھنے کے درمیان فرق کی معرفت بھی ضروری ہے،اور اس کے دلائل کی معرفت بھی ضروری ہے،جس میں طالبِ علم کے لیے تفصیل اور تدقیق کی ضرورت ہے۔

کسی کو کافر قرار دینے کا چوتھا ضابطہ یہ ہے کہ ہر گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا،جب تک اس کے متعلق’’استحلالِ اعتقادی‘‘ ثابت نہ ہو‘‘۔انتہٰی ۔ [1]

---

[1] الفصل الثالث :ضوابط التکفیر

إن التکفیر لہ ضوابط لا بد من معرفتھا، ومنھا الضوابط الآتیۃ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

شیخ موصوف مزید فرماتے ہیں کہ:

’’کافر قرار دینے کے کچھ موانعات ہیں، جن کو سمجھنا ضروری ہے، اور وہ درجِ ذیل ہیں:

کافر قرار دینے کا پہلا مانع ’’جھــــل‘‘ ہے، جس کے مختلف حالات ہیں، اور وہ زمان اور مکان اور اشخاص کی حیثیت سے مختلف ہوتے ہیں، بعض لوگوں پر حجت قائم ہو چکی ہوتی ہے، اور بعض پر حجت قائم نہیں ہوتی، اور بعض احکام میں جہالت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

١ ـ الحكم بالظاهر، فإن أهل السنة لا تكون أحكامهم مبنية على الظنون والأوهام؛ ولهذا قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -لأسامة -رضى الله عنه -عندما قتل رجلا بعد أن قال لا إله إلا الله.أقال لا إله إلا الله وقتلته؟ قال :قلت يا رسول الله :إنما قالها خوفا من السلاح .قال :أفلا شققت عن قلبه حتى تعلم أقالها أم لا؟ فما زال يكررها على حتى تمنيت أنى أسلمت يومئذ .

وهذا فيه دليل على القاعدة المعروفة فى الفقه والأصول أن الأحكام يعمل فيها بالظاهر، والله يتولى السرائر.

٢ ـ الاحتياط فى تكفير المعين؛ فإن مذهب أهل السنة وسط بين من يقول :لا نكفر من أهل القبلة أحدا، وبين من يكفر المسلم بكل ذنب دون النظر إلى توفر شروط التكفير، وانتفاء موانعه، فأهل السنة يقولون :من استحل ما هو معلوم من الدين بالضرورة كفر، ومن قال :القرآن مخلوق، أو إن الله لا يرى فى الآخرة كفر، لكن الشخص الذى قال مقالة الكفر، أو فعل فعل الكفر، لا يحكم بكفره حتى تتوفر شروط الكفر، وتنتفى موانعه فإذا توفرت الشروط وانتفت الموانع حكم بردته، فيستتاب فإن تاب وإلا قتل .

٣ ـ ما تقوم به الحجة :اتفق السلف على عدم تكفير المعين إلا بعد قيام الحجة، فلا بد من معرفة ما تقوم به الحجة، وما الفرق بين بلوغ الحجة وفهمها؟ وما الأدلة على ذلك؟ وهذا يحتاج إلى تفصيل وعناية دقيقة من طالب العلم لا يتسع المقام لذكرها هنا .

٤ ـ عدم التكفير بكل ذنب؛ ولهذا قال الطحاوى رحمه الله:ولا نكفر أحدا من أهل القبلة بذنب ما لم يستحله، والمراد لا يكفر بكل ذنب، فأهل السنة لا يكفرون المسلم الموحد المؤمن بالله واليوم الآخر بذنب يرتكبه :كالزنا، وشرب الخمر، وعقوق الوالدين، وأمثال ذلك، ما لم يستحل ذلك، فإن استحله كفر؛ لكونه بذلك مكذبا لله ولرسوله -صلى الله عليه وسلم -، خارجا عن دينه، أما إذا لم يستحل ذلك فإنه لا يكفر بل يكون ضعيف الإيمان، وله حكم ما تعاطاه من المعاصى فى التفسيق، وإقامة الحدود، وغير ذلك حسبما جاء فى الشرع المطهر(قضية التكفير بين أهل السنة وفرق الضلال فى ضوء الكتاب والسُّنَّة، ص ٣٢ ، ٣٣،الباب الأول: أصول وضوابط وموانع فى التكفير،الفصل الثالث ضوابط التكفير)

www.idaraghufran.org

عذر ہوتی ہے، اور بعض میں عذر نہیں ہوتی، لہٰذا کافر قرار دینے سے پہلے، اس مانع کی تفصیل اور تدقیق ضروری ہے۔

کافر قرار دینے کا دوسرا مانع ''خطاء'' ہے، جس کی قرآن وسنت میں دلیل موجود ہے۔

کافر قرار دینے کا تیسرا مانع ''اکراہ وجبر'' ہے، اس کی دلیل بھی قرآن وسنت میں موجود ہے۔

کافر قرار دینے کا چوتھا مانع ''تاویل'' ہے، جس کی حیثیت اور حدود مختلف ہیں، ان کو پہچاننا بھی ضروری ہے۔

کافر قرار دینے کا پانچواں مانع ''تقلید'' ہے، جو بعض احکام میں حجت قائم ہونے سے پہلے حکمِ کفر کے لیے مانع ہے''۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] الفصل الرابع :موانع التكفير

إن التكفير له موانع لا بد من فهمها، ومنها الموانع الآتية:

١ ـ الجهل، ولكن العذر بالجهل له حالات؛ لأنه يختلف باختلاف الأزمنة، والأمكنة، والأشخاص يختلفون :فمنهم من قامت عليه الحجة، ومنهم من لم تقم عليه، باعتباره -مثلا :-حديث عهد بإسلام، أو نشأ ببادية بعيدة، وكذلك الجهل يختلف إن كان جهلا بما هو معلوم من الدين بالضرورة أو ما دون ذلك .ولا يعنى أن الجهل عذر مقبول لكل من ادعاه؛ فإن من العلم ما لا يسع المسلم البالغ غير المغلوب على عقله جهله مثل :الصلوات الخمس، وأن لله على الناس صوم رمضان، وحج البيت لمن استطاع إليه سبيلا، وزكاة فى أموالهم، وأن الله حرم عليهم الزنا والقتل، والسرقة والخمر، وما كان فى هذا المعنى، والمقصود أن العذر بالجهل يحتاج إلى تفصيل وعناية وفهم دقيق ليس هذا مقامها .

٢ ـ الخطأ، قال الله تعالى ''وليس عليكم جناح فيما أخطأتم به ولكن ما تعمدت قلوبكم''، وقال النبى -صلى الله عليه وسلم :-''إن الله تجاوز عن أمتى الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه''لكن ينبغى أن يعلم أن لذلك ضوابط وشروطا يعرفها أهل العلم لا يتسع المقام لذكرها هنا.

٣ـ الإكراه، للحديث السابق؛ ولقوله تعالى :(من كفر بالله من بعد إيمانه إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان ولكن من شرح بالكفر صدرا فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم''

والإكراه له أنواع وشروط وضوابط يعرفها العلماء ليس هذا موضع ذكرها .

٤ـ التأويل، المقصود به هنا :التلبس والوقوع فى الكفر من غير قصد لذلك، وسببه القصور فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شیخ موصوف مزید فرماتے ہیں کہ:

”کسی انسان پر کفر کا حکم لگانا، خطرناک اور نازک کام ہے، جس پر انتہائی خطرناک آثار مرتب ہوتے ہیں۔

مثلاً اس کی بیوی کو اس کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہوتا۔

اور اس کی اولاد کو اس کی سرپرستی میں رکھنا جائز نہیں ہوتا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فهم الأدلة الشرعية دون تعمد للمخالفة، بل يعتقد أنه على حق .قال ابن تيمية رحمه الله: (والتكفير من الوعيد؛ فإنه وإن كان القول تكذيبا لما قاله الرسول -صلى الله عليه وسلم -، لكن قد يكون الرجل حديث عهد بإسلام، أو نشأ ببادية بعيدة، ومثل هذا لا يكفر بجحد ما يجحده حتى تقوم عليه الحجة، وقد يكون الرجل لم يسمع تلك النصوص، أو سمعها ولم تثبت عنده، أو عارضها عنده معارض آخر أوجب تأويلها،وإن كان مخطئا، ولكن التأويل الذى يعذر صاحبه له حدود وشروط وضوابط يعرفها العلماء لا يتسع المقام لذكرها .

۵ ـ التقليد، قال ابن تيمية رحمه الله تعالى: ”والذى عليه جماهير الأمة :أن الاجتهاد جائز فى الجملة، والتقليد جائز فى الجملة، لا يوجبون الاجتهاد على كل أحد، ويحرمون التقليد، ولا يوجبون التقليد على كل أحد، ويحرمون الاجتهاد، وأن الاجتهاد جائز للقادر على الاجتهاد، والتقليد جائز للعاجز عن الاجتهاد، فأما القادر على الاجتهاد فهل يجوز له التقليد؟ هذا فيه خلاف، والصحيح أنه يجوز حيث عجز عن الاجتهاد، إما لتكافؤ الأدلة، وإما لضيق الوقت عن الاجتهاد، وإما لعدم ظهور الدليل له؛ فإنه حيث عجز سقط عنه وجوب ما عجز عنه، وانتقل إلى بدله وهو التقليد، كما لو عجز عن الطهارة بالماء ، وكذلك العامى إذا أمكنه الاجتهاد فى بعض المسائل جاز له الاجتهاد؛ فإن الاجتهاد منصب يقبل التجزى والانقسام، فالعبرة بالقدرة والعجز“.

ويظهر من كلام الإمام ابن تيمية رحمه الله :أنه يعذر من وقع فى الكفر تقليدا إن كان جاهلا لا بصيرة له ولا فقه، فهو معذور حتى تقوم عليه الحجة.

وقال الإمام ابن القيم رحمه الله :”وأما أهل البدع الموافقون لأهل الإسلام، ولكنهم مخالفون فى بعض الأصول فهؤلاء أقسام :أحدها :الجاهل المقلد الذى لا بصيرة له، فهذا لا يكفر، ولا يفسق، ولا ترد شهادته إذا لم يكن قادرا على تعلم الهدى، وحكمه حكم المستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلا فأولئك عسى الله أن يعفو عنهم وكان الله عفوا غفورا“

والتقليد فى الحقيقة :هو اتباع قول من ليس قوله حجة، والخلاصة أن العذر بالتقليد له ضوابط وشروط لا بد من إتقانها، ولا يتسع المقام لذكرها هنا .والله المستعان(قضية التكفير بين أهل السنة وفرق الضلال فى ضوء الكتاب والسُّنَّة، ص۳۴،الیٰ۳۷، الباب الأول: أصول وضوابط وموانع فى التكفير،الفصل الرابع :موانع التكفير)

اوراسلام کے اجتماعی معاملات سے اس کی ولایت اورنصرت ختم ہوجاتی ہے۔

اور مسلمان حاکمِ وقت کے ذمہ، توبہ طلب کرنے ، اور اس کے شبہات زائل کرنے، اوراس پر حجت قائم کرنے کے بعد، اس پر مرتد کا حکم نافذ کرنا واجب ہوجاتا ہے۔

اوراس کے فوت ہونے کے بعد،اس پرمسلمانوں والے احکام جاری نہیں ہوتے کہ اس کومسنون طریقے پرغسل نہیں دیاجاتا،اور نہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جاتی، اور نہ اس کومسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاتا، اور نہ ہی اس کا مسلمان کی وراثت سے تعلق ہوتا۔

اور جب وہ کفر کی حالت میں فوت ہوجائے،تو وہ اللہ کی لعنت کا مستحق ہوتا ہے، اوراس کی رحمت سے محروم ہوجاتا ہے،اوروہ ہمیشہ اورابدُالآباد کے لیے جہنم کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

اوراس کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعاءنہیں کی جاسکتی''۔انتہٰی ۔ [1]

---

[1] الفصل الخامس :خطورة التكفير

والذى ينبغى أن نؤصله هنا :أن الحكم بالكفر على إنسان ما :حكم خطير؛ لما يترتب عليه من آثار، هى غاية فى الخطر، منها الأخطار الآتية:

١ ۔ أنه لا يحل لزوجته البقاء معه، ويجب أن يفرق بينها وبينه؛ لأن المسلمة لا يصح أن تكون زوجة لكافر بالإجماع المتيقن.

٢ ۔ أن أولاده لا يجوز أن يبقوا تحت سلطانه؛ لأنه لا يؤتمن عليهم، ويخشى أن يؤثر عليهم بكفره، وبخاصة أن عودهم طرى، وهم أمانة فى عنق المجتمع الإسلامى كله.

٣ ۔ أنه فقد حق الولاية والنصرة من المجتمع الإسلامى بعد أن مرق منه وخرج عليه بالكفر الصريح، والردة البواح .ولهذا يجب أن يقاطع، ويفرض عليه حصار أدبى من المجتمع، حتى يفيق لنفسه، ويثوب إلى رشده.

٤ ۔ أنه يجب أن يحاكم أمام القضاء الإسلامى، لينفذ فيه حكم المرتد، بعد أن يستتاب وتزال من ذهنه الشبهات وتقام عليه الحجة.

٥ ۔ أنه إذا مات لا تجرى عليه أحكام المسلمين، فلا يغسل، ولا يصلى عليه، ولا يدفن فى مقابر المسلمين، ولا يورث، كما أنه لا يرث إذا مات مورث له.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

پھر اپنے مضمون کے آخر میں شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ:

’’تکفیر کے اصول کی معرفت ضروری ہے، تاکہ کسی پر کفر کا حکم لگانے والے کے لیے پوری بصیرت حاصل ہو جائے۔

تکفیر کے قواعد وضوابط کی معرفت نہایت اہم حکم ہے۔

اور تکفیر کے موانعات کی معرفت اور ان کا علم بھی ضروری ہے، اہلُ السنۃ کے نزدیک کسی مسلم کو کافر قرار دینے کے لیے شرائطِ کفر کا تحقق اور موانعات کا انتفاء ضروری ہے۔

اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کا اس سلسلے میں مسلک، دوسرے مسالک کے مقابلے میں معتدل اور افراط وتفریط سے پاک ہے۔

اور تکفیر کا قضیہ، اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے، لہٰذا کسی کو کافر، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔

اور کسی کو کافر قرار دینے سے پہلے، ایک سے زیادہ مرتبہ غور وفکر اور تامل کر لینا چاہیے، تاکہ تحقیق کے بغیر کسی پر کفر کا حکم لگانے کی شدید وعید سے بچا جاسکے۔

اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک، کافر قرار دینے کے لیے، کتابُ اللہ، سنتِ رسولُ اللہ، اور اجماعِ امت کے قواعد کا لحاظ ضروری ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

٦ ـ أنـه إذا مـات على حاله من الكفر يستوجب لعنة الله وطرده من رحمته، والخلود الأبدى فى نار جهنم.

وهـذه الأحـكـام الخطيرة توجب على من يتصدى للحكم بتكفير خلق الله أن يتريث مرات ومرات قبل أن يقول ما يقول .

٧ ـ أنـه لا يـدعـى له بالرحمة، ولا يستغفر له؛ لقوله تعالى:"ما كان للنبى والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولى قربى من بعد ما تبين لهم أنهم أصحاب الجحيم"قال الشيخ عبد الرحمن بـن نـاصـر السـعدى رحمه الله" الكفر حق الله ورسوله، فلا كافر إلا من كفره الله ورسوله" (قضية التـكـفـير بين أهل السنة وفرق الضلال فى ضوء الكتاب والسُّنَّة، ص٣٨، ٣٩،الباب الأول: أصول وضوابط وموانع فى التكفير،الفصل الخامس :خطورة التكفير)

www.idaraghufran.org

اہلُ السنۃ والجماعۃ کے علاوہ دیگر فرقوں کا معاملہ، ان کے احوال اور ان کے مقاصد کے اعتبار سے مختلف ہے، جن میں سے بعض کافر ہیں، بعض فاسق وظالم ہیں، بعض خطاء کار ہیں، جو بعض اوقات باعثِ مغفرت بھی ہوتے ہیں۔

اور شریعتِ اسلامیہ، اہلِ قبلہ میں سے کسی پر کفر کا حکم اس وقت تک نہیں لگاتی، جب تک اس کے سامنے حق کو واضح اور دلیل کے ساتھ بیان نہ کردے، اور اس کے ذہن میں پیدا شدہ شبہات کا قلع قمع نہ کردے، پھر اگر اس کے باوجود بھی، وہ کفر ونفاق پر مِصر رہے، تو ایسی صورت میں اس کا جڑ سے علاج ضروری ہے، جس کے لیے شریعتِ مطہرہ نے ''مرتد'' کے احکام جاری کیے ہیں، جس کی رُو سے پہلے توبہ کو طلب کیا جاتا ہے، اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں ارتداد کی وجہ سے اس کو قتل کردیا جاتا ہے۔

اور کفر وشرک، نفاق، فسق، ظلم اور بدعت میں تمیز اور فرق کرنا ضروری ہے، اور ان کے چھوٹے بڑے درجات میں بھی فرق کا لحاظ ضروری ہے''۔انتہٰی ۔ [1]

---

[1] الخاتمة: نتائج وثمرات البحث:

تمت بحمد الله تعالى هذا البحث بعد التحرى والتدقيق قدر الإمكان، والموضوع جدير بالعناية والاهتمام؛ لما له من الأهمية الكبيرة؛ ولخطورته على من قال فيه بغير علم.

أما أهم النتائج والثمرات لقضية التكفير فهى كثيرة، ومنها الثمرات الآتية:

١ ۔إن الخروج على أئمة المسلمين حرام بالكتاب والسنة.

٢ ۔إن طاعة ولاة أمر المسلمين: من الولاة، والعلماء، والأمراء، فى غير معصية الله: واجبة وجوبا لا شك فيه على الرعية بالمعروف.

٣ ۔إن كل من خرج على الإمام الذى اتفقت عليه الجماعة المسلمة، وكفر بالكبائر يسمى خارجيا، ويجب أن يطبق فى حقه الحكم الشرعى.

٤ ۔إنه ينبغى أن يعلم أن هناك أصولا فى التكفير لا بد من إتقانها، ومعرفتها حتى يكون طالب العلم على بصيرة من أمره.

٥ ۔إن معرفة ضوابط التكفير أمر مهم لطالب العلم الشرعى.

٦ ۔إن التكفير له موانع لا بد من معرفتها والعلم بها، فلا يكفر المسلم عند أهل السنة إلا بعد تحقق الشروط، وانتفاء الموانع.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’التکفیر وضوابطہٗ‘‘ کا حوالہ

دکتور منقذ بن محمود سقار نے ایک عمدہ تالیف ’’التکفیر وضوابطہٗ‘‘ کے نام سے تحریر فرمائی ہے، جس کی افادیت وجامعیت کے پیشِ نظر، اس کتاب کو’’رابطہ عالمِ اسلامی‘‘ نے شائع کیا ہے، یہ کتاب اہلِ علم حضرات کے لیے تکفیر کے اصول وقواعد کو سمجھنے کے لیے بہت مفید ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس کتاب کا خلاصہ قارئین کے سامنے پیش کردیا جائے، مزید افادیت کے لیے حواشی میں اس کتاب کی مکمل عبارت بھی شامل کردی گئی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

۷ ـ إن أهل السنة والجماعة وسط بين الفرق الأخرى؛ سواء فى قضية التكفير أم فى غيرها، وقد قال الله تعالى فى هذه الأمة: ”وكذلك جعلناكم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا“

۸ ـ إن قضية التكفير هى حق الله ورسوله، فلا كافر إلا من كفره الله ورسوله.

۹ ـ إن الذى يريد أن يحكم على أحد بالكفر لا بد له من التريث والتأنى مرات ومرات خوفا من القول على الله بغير علم؛ لأنه إذا حكم على إنسان بالكفر فلا بد أن تطبق عليه أحكام المرتد (فى الشريعة الإسلامية).

۱۰ ـ إن معتمد أهل السنة والجماعة فى قضية التكفير: الكتاب، والسنة، والإجماع.

۱۱ ـ إن الفرق الأخرى المخالفة لأهل السنة والجماعة يختلفون بحسب أحوالهم ومقاصدهم، فمنهم من يكون كافرا، ومنهم من يكون فاسقا، ظالما، ضالا، ومنهم من يكون مخطئا، وربما كان مغفورا له، وقد بين ذلك فيما تقدم ابن تيمية، وابن القيم، والشيخ عبد الرحمن بن ناصر السعدى، رحمة الله عليهم.

۱۲ ـ إن الشريعة الإسلامية لا تحكم على أحد من أهل القبلة بالكفر إلا بعد أن يبين له، ويوجه إلى الحق بالدليل وبالتبيين وإزالة الشبه العالقة بالأذهان الفاسدة، فإذا أصر على ما هو عليه من الكفر والنفاق فعند ذلك لابد من العلاج الناجع، وهو ما ورد فى الشريعة من أحكام المرتد، يستتاب فإن تاب وإلا قتل كافرا مرتدا.

۱۳ ـ معرفة الحق بدليله، وأن الفرقة الناجية هم أهل السنة والجماعة لما تقدم من الأدلة، وأن ما عداهم ليسوا على الحق، بل هم على حسب أحوالهم كما تقدم .

۱۴ ـ العلم بأن الحق والباطل دائما بينهما صراع مستمر، ولكن – ولله الحمد – الغلبة فى النهاية للحق، أما الباطل فيذهب ويتلاشى، بينما الحق ثابت لا يتزعزع.

۱۵ ـ التمييز بين الكلمات الآتية:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس کتاب کے شروع میں مؤلف موصوف نے فرمایا:

’’بندہ، اسلام میں شہادتین کی گواہی دینے سے داخل ہوتا ہے، جبکہ اس کا دل، ایمان پر مطمئن ہو، اور اس کے اعضاء وجوارح، اس کی گواہی دیں، اور وہ اللہ کے لیے رکوع وسجدہ کرتا ہو، ایسی صورت میں اس پر یقینی طور پر اسلام کا حکم لگایا جاتا ہے۔

اور دین سے پھرنا، اور اللہ کا انکار کرنا، ایمان کو منہدم کر دیتا ہے، خواہ وہ زبان سے ہو، یا دل سے ہو، یا عمل سے ہو، یا ان مذکورہ تمام چیزوں سے ہو۔

اور ایمان کے مقابلے میں ’’کفر‘‘ آتا ہے، اور ایمان کے بعد، کفر کو اختیار کرنا ’’ارتداد‘‘ کہلاتا ہے‘‘۔ انتھٰی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

*الكفر، *النفاق، *الفسوق *الظلم، *الشرك، *البدعة.

فإن كلا من هذه الأمور ينقسم إلى قسمين:

(أ) أكبر يخرج من الملة، ويخلد صاحبه فى النار.

(ب) أصغر لا يخرج من الملة، وصاحبه تحت مشيئة الله تعالى إن شاء غفر له وأدخله الجنة ابتداء، وإن شاء عاقبه مدة لا يعلمها إلا هو سبحانه، ثم يخرجه من النار، ويدخله الجنة برحمته، ثم بشفاعة الشافعين من أهل طاعته.

معرفة خطورة الانحراف عن المنهج الشرعي وما يترتب على ذلك من أحكام.

هـذا وأسـأل الـله تبارك وتعالى أن يجعل عملى هذا متقبلا خالصا لوجهه الكريم، نافعا، مباركا، إنه ولى ذلك والقادر عليه، وصلى الله وسلم على نبينا محمد، وعلى آله وأصحابه أجمعين .

(قضية التكفير بين أهل السنة وفرق الضلال فى ضوء الكتاب والسُّنَّة، ص١٢٦ الىٰ ١٢٨، الخاتمة: نتائج وثمرات البحث)

[1] تعريف الكفر والردة:

يلج العبد إلى الإسلام بنطقه للشهادتين أعلى شعب الإيمان، ويطمئن قلبه بالإيمان، تشهد له جوارحه بذلك، وهو يركع لله ويسجد، فيُحكم له بالإسلام يقيناً، ويحظى – فى الدنيا – بما تستتبعه هذه الكلمة العظيمة من حقوق الولاء وحرمة الدم والعرض والمال، وأما الآخرة فهى دار كرامة الله للمؤمن، فالمؤمن ينجو فيها بإيمانه " فإن الله حرم على النار من قال: لا إله إلا الله، يبتغى وجه الله"(رواه مسلم ح 33)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر موصوف نے فرمایا:

''کسی مسلمان کو کافر قرار دینا، سخت خطرناک عمل ہے، اسی لیے تحقیق واطمینان کے بغیر کسی پر کفر کا حکم لگانے سے قرآن وسنت نے ڈرایا ہے، اس سلسلے میں قرآن و

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والعاصی – وكلنا عاص – يخلص بإسلامه ونطقه لتلك الكلمة الطيبة، فعن أنس أن النبی – صلی الله عليه وسلم – قال: "يخرج من النار من قال: لا إله إلا الله .وفی قلبه وزن شعيرة من خير، ويخرج من النار من قال: لا إله إلا الله .وفی قلبه وزن برة من خير، ويخرج من النار من قال: لا إله إلا الله .وفی قلبه وزن ذرة من خير" (رواه البخاری ح 44)

ومثل هذه الشهادات الموثقة للمسلم لا تُنقض إلا بارتكابه جرماً عظيماً ينقض عروة الإيمان وأصله، فتطيش صحائفه ويبور عمله"إن الذين آمنوا ثم كفروا ثم آمنوا ثم كفروا ثم ازدادوا كفراً لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم سبيلا "(النساء: 137)

والذی يهدم أصل الإيمان هو الردة عن الدين والكفر بالله، سواء كان ذلک باللسان أم القلب أم العمل، أم بهن جميعاً.

والكفر فی اللغة بمعنی الستر والتغطية , يقال للمزارع: " كافراً "لأنه يغطی البذر بالتراب , ومنه سمی الكفر الذی هو ضد الإيمان "كفراً "، لأن فی كفره تغطية للحق بجحد أو غيره , وقيل: سمی الكافر "كافراً "لأنه قد غطی قلبه بالكفر(انظر لسان العرب "147 - 146 /5"، ومفردات القرآن 484)

وقد عرف أهل الاصطلاح الكفر والردة بمعان تدور حول جحود العبد، أو تكذيبه لأصول الإسلام، أو ارتكابه لما هو ناقض من نواقض الإيمان والإسلام.

يقول ابن حزم معرِّفاً الكفر: " وهو فی الدين: صفة من جحد شيئاً مما افترض الله تعالی الإيمان به، بعد قيام الحجة عليه ببلوغ الحق إليه بقلبه دون لسانه، أو بلسانه دون قلبه، أو بهما معاً، أو عمل عملاً جاء النص بأنه مخرج له بذلک عن اسم الإيمان"(الإحكام فی أصول الأحكام 49 /1)

وأما الغزالی فيری أن الكفر: " هو تكذيب الرسول عليه الصلاة والسلام، فی شیء مما جاء به " (فيصل التفرقة بين الإسلام والزندقة 128)

ويقول السبكی: " التكفير حكم شرعی، سببه جحد الربوبية والرسالة، أو قول أو فعل حكم الشارع بأنه كفر، وإن لم يكن جحداً" (فتاوی السبكی 586 /2)

ويقول ابن تيمية: " الكفر يكون بتكذيب الرسول – صلی الله عليه وسلم – فيما أخبر به، أو الامتناع عن متابعته مع العلم بصدقه، مثل كفر فرعون واليهود ونحوهم "(درء تعارض العقل والنقل 242 /1)

ويقول: " والكفر إنما يكون بإنكار ما علم من الدين ضرورة أو بإنكار الأحكام المتواترة والمجمع عليها"(مجموع الفتاوی 106 /1)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سنت اور محدثین واصحابِ علم کی بہت سی تصریحات موجود ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں مسلمان کہلائے جانے والے کو مومن نہ کہنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، جس کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرینِ عظام نے ظاہر میں مسلمان سمجھے جانے والے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما الباقلانی فیضیف إلی خصال الکفر الجهل بالله تعالی "الکفر: هو ضد الإیمان، وهو الجهل بالله عز وجل، والتکذیب له الساتر لقلب الإنسان عن العلم به، فهو کالمغطی للقلب من معرفة الحق"(تمهید الأوائل 394)

وهو غیر معارض فی هذا لما ذکره العلماء من تعریف الجحود بأنه: الإنکار مع العلم، أو کما عرفه الراغب الأصفهانی: نفی ما فی القلب إثباته، وإثبات ما فی القلب نفیه، کما قال تعالی: " فإنهم لا یکذبونک ولکن الظالمین بآیات الله یجحدون"(الأنعام: 33)(انظر: مفردات الأصفهانی "100"ولسان العرب 106 /3)

إذ الجحود عند بعض الفقهاء یطلق، ویراد به التکذیب بالإیجاب، المنافی للتصدیق، کما یراد به أیضاً الامتناع عن الإقرار والامتناع عن الالتزام، وهو ما ینافی الانقیاد(انظر: مجموع الفتاوی 20/98)

وأی جهل بالله أعظم من أن ینکر العبد ربه وقد استیقنه بقلبه.

لکن الذی نتناوله فی بحثنا هو حالة معینة من حالات الکفر، وهو الکفر بعد الإیمان والدخول فی الإسلام، لا الکفر الأصلی، ولا النفاق الاعتقادی الذی یسره المنافق فی قلبه، ویظهر لنا خلافه.

وهذا الذی یسمیه العلماء بالردة، فالمرتد لغة: هو الراجع .ومنه قوله تعالی:"ولا ترتدّوا علی أدبارکم فتنقلبوا خاسرین"(المائدة: 21)

قال الأصفهانی:" الردة: الرجوع فی الطریق الذی جاء منه"(مفردات القرآن 217)

ویقول البهوتی معرفاً الردة عند أهل الاصطلاح: " الذی یکفر بعد إسلامه نطقاً، أو اعتقاداً، أو شکاً، أو فعلاً"(کشاف القناع 177 - 167 /6)

وأما الکاسانی فیقول فی بیان رکن الردة: " فهو إجراء کلمة الکفر علی اللسان بعد وجود الإیمان، إذ الردة عبارة عن الرجوع عن الإیمان"(بدائع الصنائع"134 /7"وانظر البحر الرائق 129 /5)

ویقول خلیل فی مختصره: " الردة کفر المسلم بصریح لفظ یقتضیه أو فعل یتضمنه"(مختصر خلیل 281 /1)

ویقول النووی: " الردة هی قطع الإسلام بنیّة، أو قول کفر، أو فعله، سواء قاله استهزاءً، أو عناداً، أو اعتقاداً"(منهاج الطالبین 131 /1)

وهکذا فالردة هی الرجوع عن الإسلام بارتکاب ناقض من نواقضه القولیة أو القلبیة أو العملیة، والردة صورة من صور الکفر التی تدور بمجموعها حول التکذیب والجحود(التکفیر وضوابطه، ص ۹ الی ۱۱ ،تعریف الکفر والردة التحذیر من التکفیر،الناشر: رابطة العالم الإسلامی)

www.idaraghufran.org

شخص کے ظاہر کا اعتبار کرنے اور اس کے باطن کو اللہ کے حوالے کرنے کا حکم ذکر فرمایا ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ جو کسی کو کافر کہتا ہے، تو دونوں میں سے کوئی ایک اس کا مستحق ہوجاتا ہے''۔ [1]

محدثین نے اس طرح کی احادیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس قسم کی احادیث میں دوسرے پر کفر کا حکم لگانے پر سخت وعید اور تنبیہ کرنا مقصود ہے، تاکہ اس سلسلے میں لاپرواہی کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔

بعض احادیث میں مومن پر کفر کی تہمت لگانے کو، اس کے قتل کرنے کی طرح فرمایا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ مومن کو کافر کہنا انتہائی سخت اقدام ہے، یہاں تک کہ قتلِ مومن کی وعیدیں اس پر مرتب ہوتی ہیں۔

اسی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، اہلِ قبلہ پر تکفیر، بلکہ تفسیق کا اطلاق کرنے، یا مشرک کہنے سے بہت زیادہ اجتناب فرماتے تھے، اور اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج

---

[1] التحذير من التكفير:

ولخطورة القول بكفر المسلم وما يتبعه من أحكام فى الحال والمآل، فإن القرآن والسنة يحذران من إطلاق هذا الحكم من غير تبينٍ ولا تثبت.

قال تعالى:" يا أيها الّذين آمنوا إذا ضربتم فى سبيل الله فتبيّنوا ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السّلام لست مؤمناً تبتغون عرض الحياة الدّنيا فعند الله مغانم كثيرة كذلك كنتم مّن قبل فمنّ الله عليكم فتبيّنوا إنّ الله كان بما تعملون خبيراً"

قال القرطبى: " معنى قوله:" فتبينوا" أى الأمر المشكل، أو تثبتوا ولا تعجلوا، المعنيان سواء، فإن قتله أحد فقد أتى منهياً عنه (الجامع لأحكام القرآن 339 /5)

والنبى – صلى الله عليه وسلم – حذر من التكفير أشد التحذير فقال:إذا قال الرجل لأخيه: يا كافر، فقد باء بها أحدهما (رواه البخارى ح 6103، ومسلم ح 60)

ويروى أبو ذر رضى الله عنه عن النبى – صلى الله عليه وسلم – أنه قال:لا يرمى رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه، إن لم يكن صاحبه كذلك(رواه البخارى ح 6045، ومسلم ح 61) (التكفير وضوابطه، ص١٣ ، التحذير من التكفير،الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

www.idaraghufran.org

کو کافر قرار دینے سے اجتناب فرمایا۔ انتھیٰ ۔ [1]

---

[1] قال ابن عبد البر: " فقد باء القائل بذنب كبير وإثم عظيم، واحتمله بقوله ذلك، وهذا غاية فى التحذير من هذا القول والنهى عن أن يقال لأحد من أهل القبلة: يا كافر (التمهيد 22 /17)
ويقول ابن دقيق العيد: " وهذا وعيد عظيم لمن أكفر أحداً من المسلمين وليس كذلك، وهى ورطة عظيمة وقع فيها خلق كثير من المتكلمين، ومن المنسوبين إلى السنة وأهل الحديث لما اختلفوا فى العقائد، فغلظوا على مخالفيهم، وحكموا بكفرهم (إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام 76 /4)
وفى بيان معنى الحديث قال الحافظ ابن حجر: " والتحقيق أن الحديث سيق لزجر المسلم من أن يقول ذلك لأخيه المسلم ...وقيل: معناه رجعت عليه نقيصته لأخيه ومعصية تكفيره ...فمعنى الحديث: فقد رجع عليه تكفيره، فالراجع التكفير لا الكفر، فكأنه كفَّر نفسه لكونه كفَّر من هو مثله ...وقال القرطبى: .. والحاصل أن المقول له إن كان كافراً كفراً شرعياً، فقد صدق القائل، وذهب بها المقول له، وإن لم يكن رجعت للقائل معرَّة ذلك القول وإثمه (فتح البارى 467 - 466 /10)
وفى حديث آخر يشبه النبى – صلى الله عليه وسلم – تكفير المسلم بأعظم ذنب بعد الشرك بالله، وهو تعمد قتل المؤمن، فيقول:ومن قذف مؤمناً بكفر فهو كقتله (رواه البخارى ح 6047)
ورمى المسلمين بالكفر باب لشرور عظيمة، لعل أهونها أنه من التنابز بالألقاب الذى نهى الله عنه، قال تعالى:" ولا تنابزوا بالألقاب بئس الاسم الفسوق بعد الإيمان" (الحجرات: 11)
قال ابن عبد البر: " هو قول الرجل لأخيه: يا كافر يا فاسق، وهذا موافق لهذا الحديث [الحديث السابق]، فالقرآن والسنة ينهيان عن تفسيق المسلم وتكفيره [إلا] ببيان لا إشكال فيه (التمهيد 21 /17)
والتكفير استباحة لما حرمه الله من عرض المسلم، الذى أكد النبى – صلى الله عليه وسلم – على حرمته فى خطبته العظيمة فى حِجة الوداع، فقال:فإن دمائكم وأموالكم وأعراضكم عليكم حرام، كحرمة يومكم هذا، فى شهركم هذا، فى بلدكم هذا، فليبلغ الشاهد الغائب (رواه البخارى ح 67، مسلم ح 1679)
والقول بكفر المسلم من أعظم ما يقدح فى عرضه، وهو مستتبع لهتك ماله ودمه.
قال العز بن عبد السلام: " الأصل [فى المسلم] براءة ذمته من الحقوق، وبرائة جسده من القصاص والحدود والتعزيرات، وبرائته من الانتساب إلى شخصٍ معين، ومن الأقوال كلها، والأفعال بأسرها (قواعد الأحكام فى مصالح الأنام 26 /2)
ولما رأى ابن الوزير تتابع النصوص فى النهى عن تكفير المسلم قال: " وفى مجموع ذلك ما يشهد لصحة التغليظ فى تكفير المؤمن، وإخراجه من الإسلام مع شهادته بالتوحيد والنبوات، وخاصة مع قيامه بأركان الإسلام، وتجنبه للكبائر، وظهور أمارات صدقه فى تصديقه لأجل غلط فى بدعة، لعل المكفر له لا يسلم من مثلها أو قريب منها، فإن العصمة مرتفعة، وحسن ظن الإنسان بنفسه لا يستلزم السلامة من ذلك عقلاً ولا شرعاً، بل الغالب على أهل البدع شدة العجب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org
Idara Ghufran

اس کے بعد موصوف نے فرمایا:

’’کسی کو کافر قرار دینا، شرعی حکم ہے، جس میں شرعی دلائل کے بغیر حکم صادر کردینا درست نہیں۔

اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، کسی پر کفر کا حکم لگانے سے بہت ڈرا کرتے تھے، سلف علمائے امت نے بھی اس کا لحاظ کیا، جس کے متعلق علمائے سلف کی بہت سی تصریحات موجود ہیں۔

چنانچہ امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کفر ایک نازک شرعی حکم ہے، کیونکہ اس کا مطلب خون کو مباح کرنا اور دائمی جہنم کا مستحق قرار دینا ہے، اس لیے اس میں عقل کے مقابلے میں نقل وشریعت کا دخل ہے۔

چونکہ کسی کو کافر قرار دینے کی صورت میں نہ صرف یہ کہ اس کے لیے دائمی طور پر جہنم کو واجب اور جنت کو حرام قرار دے دیا جاتا ہے، بلکہ اسی کے ساتھ دنیا کے اعتبار سے اس کے اسلامی حقوق ختم کرکے، اس سے فرائض وعبادات کو بھی ساقط کردیا جاتا ہے، چنانچہ اس پر دنیا میں بحالتِ کفر، نماز، روزہ اور حج وغیرہ کی ادائیگی فرض

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بنفوسهم والاستحسان لبدعتهم (إيثار الحق على الخلق 385)

ولغلظ أمر التكفير وشدة خطورته كان أصحاب النبى – صلى الله عليه وسلم – يمتنعون عن إطلاق التكفير والتفسيق على أهل القبلة، روى ابن عبد البر عن أبى سفيان قال: " قلت لجابر: أكنتم تقولون لأحد من أهل القبلة: كافر؟ قال: لا .قلت: فمشرك؟ قال: معاذ الله .وفزع (رواه ابن عبد البر فى التمهيد 21 /17، وروى نحوه القاسم أبو عبيد فى الإيمان 47)

ولما سئل على بن أبى طالب رضى الله عنه عن أهل الجمل وصفين: أمشركون هم؟ قال: لا، من الشرك فروا .فقيل: أمنافقون؟ قال: لا، لأن المنافقين لا يذكرون الله إلا قليلاً .قيل: له فما حالهم؟ قال: إخواننا بغوا علينا (الجامع لأحكام القرآن 324 /16)

ومما سبق ثبت يتضح أن الأصل فى المسلم براءة الذمة، وأن الاعتداء عليه بتكفيره من أعظم ما توعد الله فاعله بوعيده، فقد توعده بالإثم العظيم أو الكفر، جزاء إقدامه على الولوغ فى عرض أخيه المسلم (التكفير وضوابطه، ص۱۳ الیٰ ۱۵، التحذير من التكفير،الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

www.idaraghufran.org

یا صحیح نہیں رہتی، اور ظاہر ہے کہ اتنے اہم اسلامی فرائض وعبادات کو کسی سے ساقط قرار دینا اس وقت تک درست نہیں، جب تک اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان کو ساقط کرنے کا یقین نہ ہو"۔انتہٰی ۔ [1]

---

[1] التكفير حكم شرعي:

وهذا الورع الذى رأيناه من أصحاب النبى – صلى الله عليه وسلم – مرده أنهم فقهوا خطورة هذا الباب، كما أدركوا – بما آتاهم الله من فقه وبصيرة – أن التكفير حكم شرعى، كسائر الأحكام الشرعية، لا يصدر فيه إلا عن الأدلة الشرعية المعتبرة.

وقد فقه سلف الأمة وعلماؤها من بعدهم خطورة هذا الحكم من أحكام الشريعة، وحذروا من الخروج فيه عن أدلة الشرع المعتبرة إلى الهوى والرأى والتشفى.

يقول أبو حامد الغزالى: " الكفر حكم شرعى كالرق والحرية مثلاً، إذ معناه إباحة الدم والحكم بالخلود فى النار، ومدركه شرعى، فيدرك إما بنص، وإما بقياس على منصوص (فيصل التفرقة بين الإسلام والزندقة 128)

ويؤكد القاضى عياض أن: " كشف اللبس فيه، مورده الشرع، ولا مجال للعقل فيه (الشفا بتعريف حقوق المصطفى 282 /2)

ويقول ابن تيمية: " الكفر حكم شرعى متلقى عن صاحب الشريعة، والعقل قد يُعلم به صواب القول وخطؤه، وليس كل ما كان خطأً فى العقل، يكون كفراً فى الشرع، كما أنه ليس كل ما كان صواباً فى العقل، تجب فى الشرع معرفته (درء تعارض العقل والنقل242 /1)

ويقول ابن الوزير: " إن التكفير سمعى محض لا مدخل للعقل فيه "، ويقول: " إن الدليل على الكفر والفسق لا يكون إلا سمعياً قطعياً (العواصم والقواصم 179 ,178 /4)

وهكذا فالقول فى هذه المسألة وغيرها من مسائل الدين والحياة مرده إلى علم الشريعة وفقه نصوصها، ولا يجوز فى ذلك كله الخوض بلا علم ولا برهان من دين الله.

لكن تزداد خطورة القول بلا علم فى مسألة التكفير لما فيها من إباحة الدماء وقطع الموالاة فالتكفير "حكم شرعى يرجع إلى إباحة المال وسفك الدماء والحكم بالخلود فى النار (بغية المرتاد 1/345)

والحكم بالكفر تقرير لأمور خطيرة، منها "إسقاط العبادات عنهم إذا تابوا، وإسقاط جميع حقوق المخلوقين من الأموال والدماء وغيرهما، وإباحة فروج نسائهم إذا لم يتوبوا، وسفك دمائهم (إيثار الحق على الخلق 405)

ويقول شيخ الإسلام ابن تيمية: " إذا تبين ذلك، فاعلم أن مسائل التكفير والتفسيق هى من مسائل الأسماء والأحكام التى يتعلق بها الوعد والوعيد فى الدار الآخرة، وتتعلق بها الموالاة والمعاداة والقتل والعصمة وغير ذلك فى الدار الدنيا، فإن الله سبحانه أوجب الجنة للمؤمنين، وحرم الجنة على الكافرين، وهذا من الأحكام الكلية فى كل وقت ومكان (مجموع الفتاوى 468 /12)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے بعد موصوف نے فرمایا:

''امام شوکانی، ابنِ حزم، باقلانی، ابنِ تیمیہ، ابنِ عبدالبر، ابنِ نجیم و دیگر علمائے حنفیہ، اور محمد بن عبدالوہاب، ابن الوزیر اور دیگر بہت سے اصحابِ علم نے اس موضوع پر تفصیلی و تحقیقی کلام کیا ہے، جس کی بعض متاخرین کے کلام میں رعایت نہیں پائی جاتی، اوران بعض متاخرین کے کلام سے متاثر ہوکر، کئی اہلِ زمانہ لوگ بھی غلط فہمیوں کا شکار ہوئے''۔انتہٰی ۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكما سبق فإنه لا مدخل للعقل فى هذه المسألة الشرعية، وكذلك فإن الهوى والتشفى والانتقام بالتكفير مذموم – من باب أولى – لما فيه من اعتداء على حكم الله وحقه وافتئات على عباده، لذا فإن "أهل العلم والسنة لا يكفرون من خالفهم، وإن كان ذلك المخالف يكفرهم، لأن الكفر حكم شرعى، فليس للإنسان أن يعاقب بمثله كمن كذب عليك وزنى بأهلك، ليس لك أن تكذب عليه وتزنى بأهله، لأن الكذب والزنا حرام لحق الله تعالى، وكذلك التكفير حق لله، فلا يُكفر إلا من كفّره الله ورسوله (الرد على البكرى 493 - 492 /2)

ويقول: " وأصل ذلك أن المقالة التى هى كفر بالكتاب والسنة والإجماع يقال: هى كفر، قولاً يطلق، كما دل على ذلك الدلائل الشرعية، فإن الإيمان من الأحكام المتلقاة عن الله ورسوله، ليس ذلك مما يحكم فيه الناس بظنونهم وأهوائهم، ولا يجب أن يحكم فى كل شخص قال ذلك، بأنه كافر حتى يثبت فى حقه شروط التكفير وتنتفى موانعه (مجموع الفتاوى 165 /35)

وهكذا فإن التكفير حكم شرعى كسائر الأحكام التكليفية الأخرى، فلا يُصار إليه بالتشهى ولا بالظنون، فكما لا يقال عن أمر ما بأنه حرام أو واجب من غير دليل معتبر فى الشرع، فإنه لا يقال بكفر مسلم من غير هذا الدليل، بل تكفير المسلمين أخطر وأقبح لما يستتبعه من أحكام دنيوية وأخروية فى حق المكفَّر (التكفير وضوابطه،ص١٧ الى ١٩، التكفير حكم شرعى،الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

[1] أقوال العلماء فى التحذير من التكفير:

أدرك علماء الإسلام فداحة القول بكفر المسلم فأطبقوا على منع التكفير إلا بدليل ساطع، لا مدافع له، إذ الشهادة بالكفر على الموحد من أعظم الزور والظلم والبهتان.

قال الشوكانى: " اعلم أن الحكم على الرجل المسلم بخروجه من دين الإسلام ودخوله فى الكفر لا ينبغى لمسلم يؤمن بالله واليوم الآخر أن يُقدم عليه إلا ببرهان أوضح من شمس النهار، فإنه قد ثبت فى الأحاديث الصحيحة المروية من طريق جماعة من الصحابة أن " من قال لأخيه: يا كافر. فقد باء بها أحدهما " ...ففى هذه الأحاديث وما ورد موردها أعظم زاجر وأكبر واعظ عن التسرع فى التكفير "(السيل الجرار 578 /4)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر اس کے بعد موصوف نے فرمایا:

''کسی کو کافر قرار دینے کے مختلف اسباب ہیں، جن میں ایک سبب اس اہم مسئلہ کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما ابن حزم فإنه يرى أن البرهان المطلوب للحكم بكفر المسلم ينبغي أن يكافىء ما ثبت به إسلامه، فلا يرفع عنه اسم الإسلام إلا بنص أو إجماع:" والحق هو أن كل من ثبت له عقد الإسلام، فإنه لا يزول عنه إلا بنفى(هكذا فى الأصل، والصواب:" إلا بنص")أو إجماع، وأما بالدعوى والافتراء فلا.

فوجب أن لا يكفر أحد بقول قاله إلا بأن يخالف ما قد صح عنده أن الله تعالى قاله، أو أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – قاله، فيستجيز خلاف الله تعالى وخلاف رسوله عليه الصلاة والسلام، وسواء كان ذلك فى عقد دين أو فى نحلة أو فى فتيا، وسواء كان ما صح من ذلك عن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – منقولاً نقل إجماع تواتراً أو نقل آحاد "(الفصل فى الملل والأهواء والنحل 392 /3)

وبمثله قال الباقلاني: " ولا يكفر بقول ولا رأى إلا إذا أجمع المسلمون على أنه لايوجد إلا من كافر، ويقوم دليل على ذلك، فيكفر"(فتاوى السبكى 578 /2)

ويقول ابن تيمية: " فليس لأحد أن يكفر أحداً من المسلمين، وإن أخطأ وغلط حتى تقام عليه الحجة، وتبين له المحجة، ومن ثبت إيمانه بيقين لم يزُل ذلك عنه بالشك، بل لا يزال إلا بعد إقامة الحجة، وإزالة الشبهة"(مجموع الفتاوى501 /12)

ومثله فى الاحتياط وطلب السلامة من هذه البلية قول ابن عبد البر: " ومن جهة النظر الصحيح الذى لا مدفع له، أن كل من ثبت له عقد الإسلام فى وقت بإجماع من المسلمين، ثم أذنب ذنباً أو تأول تأويلاً، فاختلفوا بعد فى خروجه من الإسلام لم يكن لاختلافهم بعد إجماعهم معنىً يوجب حجة، ولا يخرج من الإسلام المتفق عليه إلا باتفاق آخر أو سنة ثابتة لا معارض لها، وقد اتفق أهل السنة والجماعة، وهم أهل الفقه والأثر على أن أحداً لا يخرجه ذنبه – وإن عظم – من الإسلام، وخالفهم أهل البدع، فالواجب فى النظر أن لا يكفَّر إلا من اتفق الجميع على تكفيره، أو قام على تكفيره دليل لا مدفع له من كتاب أو سنة"(التمهيد22 - 21 /17)

ويروى ابن نجيم عن الطحاوى وغيره من علماء الحنفية قولهم بأن المسلم لا يخرج من الإسلام إلا بأمر يتيقن كفر صاحبه: " ما تيقن أنه ردة يحكم بها، وما يشك أنه ردة لا يحكم بها، إذ الإسلام الثابت لا يزول بشك، مع أن الإسلام يعلو، وينبغى للعالم إذا رفع إليه هذا أن لا يبادر بتكفير أهل الإسلام"(البحر الرائق 134 /5)

ولما كان المكفرون لا يملكون – غالباً – الدليل المتيقن على كفر المخالف، فإنهم يعتمدون القياس فى استدلالهم، وهو دليل لا يراه ابن الوزير كافياً فى تكفير المشبهة والمجبرة، فإن كثيراً من العلماء لم يكفروهم، ونقل عن الشيخ مختار فى كتابه "المجتبى "قوله:" لأن حجة من كفرهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نزاکت سے جہالت ہے، جبکہ کسی کی تکفیر کے لیے وحی کے دلائل کی سمجھ بوجھ اور صحیح وضعیف اقوال میں تمیز ضروری ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القياس على المشركين المصرحين، وهما [أى أبو الحسين والرازى] قد قدحا فى صحة هذا القياس، دع عنك كونه قطعياً، وذلك القدح هو بوجود الفارق الذى يمنع مثله من صحة القياس، وهو إيمان هؤلاء بجميع كتب الله تعالى وجميع رسله بأعيانهم وأسمائهم إلا من جهلوه، وإنما يخالفون حين يدعون عدم العلم، ثم ظهر عليهم ما يصدق من ذلك من إقامة أركان الإسلام وتحمل المشاق العظيمة بسبب تصديق الأنبياء عليهم السلام، ولأن القياس عند المحققين من علماء المعقولات لا يكون قاطعاً، لأن الأمرين إن استويا فى جميع الوجوه لم يكن قياساً، وإن وجد بينهما فارق جاز أن يكون مؤثراً فى عدم استوائهما فى الحكم (إيثار الحق على الخلق 378-377)

وعليه فإن ابن الوزير يرى "أن فى الحكم بتكفير المختلف فى كفرهم مفسدة بينة تخالف الاحتياط ...أن الخطأ فى العفو خير من الخطأ فى العقوبة، نعوذ بالله من الخطأ فى الجميع، ونسأله الإصابة والسلامة والتوفيق والهداية"(المصدر السابق 405)

ويدعو الشوكانى إلى تلمس المعاذير للمسلمين والإحجام قبل المسارعة إلى تكفيرهم "فحينئذ تنجو من معرَّة الخطر، وتسلم من الوقوع فى المحنة، فإن الإقدام على ما فيه بعض البأس لا يفعله من يشح على دينه، ولا يسمح به فيما لا فائدة فيه ولا عائدة، فكيف إذا كان يخشى على نفسه إذا أخطأ أن يكون فى عداد من سماه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كافراً، فهذا يقود إليه العقل فضلاً عن الشرع ..

فحتم على كل مسلم أن لا يطلق كلمة الكفر إلا على من شرح بالكفر صدراً، ويقصر ما ورد مما تقدم على موارده، وهذا الحق ليس به خفاء، فدعنى من بُنيات الطريق يأبى الفتى إلا اتباع الهوى ... ومنهج الحق له واضح"(السيل الجرار 579 - 578 /4)

ويقول الزركشى:" فلينتبه لهذا، وليحذر ممن يبادر إلى التكفير ..فيخاف عليه أن يكفر، لأنه كفّر مسلماً"(تحفة المحتاج فى شرح المنهاج 88 /9)

ويقول عبد الله بن محمد بن عبد الوهاب:" وبالجملة فيجب على من نصح نفسه ألا يتكلم فى هذه المسألة إلا بعلم وبرهان من الله، وليحذر من إخراج رجل من الإسلام بمجرد فهمه، واستحسان عقله، فإن إخراج رجل من الإسلام، أو إدخاله فيه من أعظم أمور الدين"(الدرر السنية 217 /8)

ويقول:" فما تنازع العلماء فى كونه كفراً فالاحتياط للدين التوقف وعدم الإقدام، ما لم يكن فى المسألة نص صريح"(المصدر السابق 217 /8)

أما من تجرأ على التكفير من غير أن يملك مثل ذلك الدليل الساطع فإنه مستحق للعقوبة الغليظة بما اجترأ عليه، يقول ابن تيمية فى سياق الحديث عن خلاف المسلمين فى بعض مسائل التوسل: "بل المكفّر بمثل هذه الأمور يستحق من غليظ العقوبة والتعزير ما يستحقه أمثاله من المفترين على

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

متشابہہ چیزوں میں لفظی اور حکمی اعتبار سے، اور کفرِ اکبر اور کفرِ اصغر، اور ان میں عالم وجاہل ہونے کے لحاظ سے مرتکبین کی حالت، اور متعلقہ شرائط کے اجتماع اور موانعات اور کفرِ مطلق وکفرِ معین جیسی چیزوں میں فرق بھی ضروری ہے، جن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الدین، لا سیما مع قوله – صلى الله عليه وسلم –:"من قال لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما" (مجموع الفتاوى 106 /1)

وينبه ابن الوزير إلى مفسدة أخرى للتكفير، وهى التسبب فى الفرقة بين المسلمين، وما تؤدى إليه من توهين أمر المسلمين، وهذه المفسدة حرى دفعها بمزيد من العذر والتثبت والاحتياط، يقول: "وكم بين إخراج عوام فرق الإسلام أجمعين، وجماهير العلماء المنتسبين إلى الإسلام من الملة الإسلامية، وتكثير العدد بهم، وبين إدخالهم فى الإسلام ونصرته بهم وتكثير أهله، وتقوية أمره، فلا يحل الجهد فى التفرق بتكلف التكفير لهم بالأدلة المعارَضة بما هو أقوى منها أو مثلها مما يجمع الكلمة، ويقوى الإسلام، ويحقن الدماء، ويسكن الدهماء حتى يتضح كفر المبتدع اتضاح الصبح الصادق، وتجتمع عليه الكلمة، وتحقق إليه الضرورة"(إيثار الحق على الخلق 402)

وقال الغزالى: " والذى ينبغى أن يميل المحصل إليه الاحتراز من التكفير ما وجد إليه سبيلاً، فإن استباحة الدماء والأموال من المصلين إلى القبلة المصرحين بقول:" لا إله إلا الله، محمد رسول الله" خطأ، والخطأ فى ترك ألف كافر فى الحياة أهون من الخطأ فى سفك محجمة من دم مسلم "(الاقتصاد فى الاعتقاد 224 - 223)

ويقول رحمه الله: " الوصية: أن تكف لسانك عن أهل القبلة ما أمكنك، ما داموا قائلين:" لا إله إلا الله، محمد رسول الله"، غير مناقضين لها ...فإن التكفير فيه خطر، والسكوت لا خطر فيه" (فيصل التفرقة بين الإسلام والزندقة 128)

وينقل ابن نجيم عن أهل العلم حرصهم على إعذار المسلم، وتوقفهم عن المبادرة إلى تكفيره مهما وهنت شبهته التى دفعت به إلى ارتكاب المكفِّر، فيقول: " وفى الفتاوى الصغرى: الكفر شىء عظيم، فلا أجعل المؤمن كافراً متى وجدت رواية أنه لا يكفر"(البحر الرائق 134 /5)

ويقول: " وفى الخلاصة وغيرها: إذا كان فى المسالة وجوه توجب التكفير، ووجه واحد يمنع التكفير، فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير، تحسيناً للظن بالمسلم "(المصدر السابق 134 /5)

ثم يقرر رحمه الله خلاصة رأيه فيقول: " والذى تحرر أنه لا يفتى بتكفير مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان فى كفره اختلاف، ولو رواية ضعيفة، فعلى هذا فأكثر ألفاظ التكفير المذكورة لا يفتى بالتكفير بها، ولقد ألزمت نفسى أن لا أفتى بشىء منها"(المصدر السابق 5/135)

وينقل المليبارى اتفاق العلماء قديماً وحديثاً على الاحتياط والتريث فى هذه المسألة:" ينبغى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لوگوں کو ان چیزوں کا علم نہیں ہوتا، وہ تکفیر میں مختلف غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں، اور پھر اس کے نتیجے میں غلو وتشدد وغیرہ کے مرتکب ہو بیٹھتے ہیں''۔انتھٰی ۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

للمفتی أن یحتاط فی التکفیر ما أمکنه لعظم خطره وغلبة عدم قصده سیما من العوام، وما زال أئمتنا علی ذلک قدیماً وحدیثاً"(فتح المعین 138 /4)

لقد أطبق علماء الإسلام زرافاتٍ ووِحداناً علی خطورة القول بکفر المسلم، ورأوا أن الخطأ فی نسبته إلی الکفر من أعظم الظلم والغبن له، فالأصل فیه السلامة، والإسلام ثبت له بیقین، فلا یرفع إلا بیقین مثله، وما دون هذا الیقین ندفعه بإحسان الظن وتلمس الأعذار والاستتار دون تکفیره بضعیف الروایات احتیاطاً للدین وصوناً لأعراض ودماء المسلمین(التکفیر وضوابطه،ص ۲۱ الیٰ ۲۶،أقوال العلماء فی التحذیر من التکفیر،الناشر: رابطة العالم الإسلامی)

ل أسباب الوقوع فی التکفیر:

إن أسباب نشأة ظاهرة التکفیر وفشوها وانتشارها فی القدیم والحدیث یرجع إلی مجموعة من الأسباب المتشابکة، عملت جنباً إلی جنب فی نشر هذه الظاهرة وتأمین البیئة الملائمة لنموها واستمرارها، ومنها:

1۔ الجهل المریع – وربما المرکب – بهذه المسألة المهمة، التی هی من المسائل الدقیقة التی لا یحسنها إلا العلماء، الذین لهم درایة فی فهم أدلة الوحی، والتمییز بین صحیحها وضعیفها، کما یفرقون – بما آتاهم الله من علم – بین المتشابهات لفظاً، والمختلفات حکماً، کالتفریق بین الکفرین: الأکبر والأصغر، وحال أصحابهما حین اجتماع الشروط وانتفاء الموانع، والفرق بین الکفر المطلق والکفر المعین، وهو ما لا یحسنه الجهلة ولا یطیقونه، فیقعون فی تکفیر المسلمین " والمبادرة إلی التکفیر إنما تغلب علی طباع من یغلب علیهم الجهل (بغیة المرتاد 345 /1)

ولعل الجهل بأحکام الشریعة من أهم صفات الخوارج الذین کانوا أول من تولی وزر التکفیر فی هذه الأمة، حین کفروا أصحاب النبی – صلی الله علیه وسلم –، فقد وصفهم النبی – صلی الله علیه وسلم – بقوله: " یحقر أحدکم صلاته مع صلاتهم، وصیامه مع صیامهم، یقرئون القرآن، لا یجاوز تراقیهم، یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة "(رواه البخاری ح 3610، ومسلم ح 1064)

وجاء فی روایة أبی سعید: لا یجاوز تراقیهم، ولا تعیه قلوبهم (فتح الباری 100 /9)

یقول الإمام القرطبی منداً بضلالة الخوارج وقلة فهمهم: " وکفی بذلک أن مقدمهم ردّ علی رسول الله – صلی الله علیه وسلم – أمره، ونسبه إلی الجور ....ویکفیک من جهلهم وغلوهم فی بدعتهم حکمهم بتکفیر من شهد له رسول الله بصحة إیمانه وبأنه من أهل الجنة (المفهم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم 114 /3)

وهذا الجهل والغلو ینطبق علی أضرابهم الذین یأتون فی آخر الزمان، یقول عنهم النبی – صلی الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

’’کسی کو کافر قرار دینے کا دوسرا سبب، خواہشِ نفس کی اتباع ہے، جس کے نتیجے میں تکفیر کو اپنے مخالفین سے انتقام کا ذریعہ بنایا جاتا ہے، مزید برآں ان دوسروں پر قتل کی تلوار بھی تان لی جاتی ہے، اور دوسرے کی تکفیر اور اس کے قتل کی خوب تشہیر کی جاتی ہے، اور اس کا اصرار اور مطالبہ کیا جاتا ہے‘‘۔ انتھٰی ۔ [2]

’’کسی کو کافر قرار دینے کا تیسرا سبب، بہت سے مسلمانوں میں کفریہ اسباب کا پھیلنا ہے، مثلاً اللہ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی کرنا، یا دین کے کسی حکم میں طعن وطنز کرنا، جس کا ارتکاب بعض اوقات مسلمان بغیر قصد کے کرتا ہے، اور اس پر مسلمان کی حمیتِ دین میں جوش پیدا ہوتا ہے، اور وہ جہالت کی زیادتی کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علیه وسلم -:يأتي في آخر الزمان قوم حدثاء الأسنان سفهاء الأحلام، يقولون من خير قول البرية، يمرقون من الإسلام كما يمرق السهم من الرمية، لا يجاوز إيمانهم حناجرهم، فأينما لقيتموهم فاقتلوهم، فإن قتلهم أجر لمن قتلهم يوم القيامة (رواه البخاري ح 3611، ومسلم ح 1066)

قال السندي: " قوله:" أحداث الأسنان" أي صغار الأسنان، فإنّ حداثة السّنّ محلٌّ للفساد عادة . "سفهاء الأحلام": ضعاف العقول (حاشية السندي 119 /7)(التكفير وضوابطه،ص٢٧ ،و٢٨، أسباب الوقوع في التكفير،الناشر: رابطة العالم الإسلامي)

[2] 2ـ اتباع الهوى، وجعل التكفير وسيلة في الانتقام من المخالفين، وإشهاره سيفاً مسلطاً على رقابهم هو سبب آخر من أسباب انتشار التكفير ورواج سوقه، وهو فرع عن الجهل ودليل على رقّة الدين.

وقد دأبت الفرق المنحرفة عن هدى الله وسنة رسوله في تاريخ الإسلام على تكفير مخالفيها، حتى أصبح سمتاً للفرق المبتدعة المختلفة، يقول ابن تيمية: " ومن البدع المنكرة تكفير الطائفة غيرها من طوائف المسلمين واستحلال دمائهم وأموالهم ...وهذا حال عامة أهل البدع الذين يكفر بعضهم بعضاً ...وهؤلاء من الذين قال الله تعالى فيهم:" إن الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعاً لست منهم في شيء"(الأنعام:159)(مجموع الفتاوى 684 /7)

ويقول رحمه الله: " من ادعى دعوى وأطلق فيها عنان الجهل مخالفاً فيها لجميع أهل العلم، ثم مع مخالفتهم يريد أن يكفر ويضلل من لم يوافقه، فهذا من أعظم ما يفعله كل جهول مغياق (الرد على البكري 263 /1)(التكفير وضوابطه،ص٢٨ ، أسباب الوقوع في التكفير،الناشر: رابطة العالم الإسلامي)

www.idaraghufran.org

وجہ سے اس کی اصلاح کا راستہ تکفیر ہی سمجھتا ہے‘‘۔انتھٰی ۔ [1]

’’کسی کو کافر قرار دینے کا چوتھا سبب ایسے علماء کے وجود کا کم، یا ان کو آزادی کا حاصل نہ ہونا ہے، جو نصوص کی صحیح فہم رکھنے والے، اور شرعی نصوص اور علمی قواعد کے انطباق اور ان سے صحیح اجتہاد کرنے والے ہیں، جو کہ ہر عالم کے بس کی بات نہیں ہے، وہ اس اہم اور نازک مسئلہ کی اچھی طرح تنقیح نہیں کرسکتا۔

افسوس کہ اس میدان میں چھوٹے اور جذباتی نوجوان پیش قدمی کر کے سلف و مشائخ کو نظر انداز کر بیٹھتے ہیں، اور عوام ان ہی کو اپنا اصلی رہنما اور سردار بنالیتے ہیں، جو قیامت کی علامات میں سے ہے، اور اس کا احادیث وعلماء کے اقوال میں ذکر ہے‘‘۔انتھٰی ۔ [2]

---

[1] 3– ولعل من أهم أسباب انتشار التكفير وقوع كثير من المسلمين فى المكفرات، من سباب لله ورسوله أو لمز أو طعن فى الدين فى وسائل الإعلام وغيرها.

وأمام هـذه الـموبـقـات التى يرتكبها البعض بقصد أو بدونه تثور حمية الشباب المسلم الذى يتقد حـمـاسـاً وغَيُـرة عـلـى ديـن الـله وما هُتک من محارمه، فلا يجد – لفرط الجهل – وسيلة للتغيير والإصـلاح إلا الـعـزلة عـن مـجـتـمـعـه لـمـا شـاع فيه من المنكر، ثم تكفيره لما وقع فيه البعض من الـمـوبـقـات أو سُـكـت فيـه عـنـهـا (الـتـكـفيـر وضوابطـه،ص٢٨، ص٢٩، أسبـاب الوقـوع فـى التكفير،الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

[2] 4– قـلة الـعـلـماء المعتبرين بسبب موتهم أو تقييد حرية البعض مما يؤدى إلى تنامى ظاهرة أنـصـاف الـعلماء الذين ليس لهم كبير دراية فى فهم النصوص وتنزيل النصوص الشرعية والقواعد الـعلمية على واقع ما، فتحقيق المناط فى الأحكام أمر لا يحسنه كل أحد، وهو الميدان الذى يتمايز فيـه العلماء عن الأدعياء، وهؤلاء الأصاغر يفتون فى مسائل وقف عندها الأكابر من أهل العلم، وبها يتـصـدرون الـمـجـالـس، وهم للأسف يكثرون فى آخر الزمان، حيث تُرزأ بهم أمة الإسلام " إن من أشـراط الـسـاعة أن يـلـتـمـس الـعـلم عند الأصاغر " (رواه الطبرانى فى المعجم الأوسط ح 8140، واللالكائى فى اعتقاد أهل السنة ح 102وصححه الألبانى فى السلسلة الصحيحة ح 695)

يقول ابن قتيبة:" لا يـزال الناس بخير ما كان علماؤهم المشايخ، ولم يكن علماؤهم الأحداث، لأن الشيـخ قـد زالـت عنه حِدَّة الشباب ومتعته وعجلته، واستصحب التجربة فى أموره، فلا تدخل عليه فى علمه الشُّبه، ولا يستميله الهوى، ولا يستزله الشيطان، والحَدَثُ قد تدخل عليه هذه الأمور التى أمـنـت عـلـى الشيـخ، فـإذا دخلت عليه, وأفتى هلک وأهلک نـصـيـحـة أهـل الـحـديث للخطيب البغدادى 93)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

’’کسی کو کافر قرار دینے کا پانچواں سبب اپنے مخالفین ومقابلین کے حق میں غلو و تشدد کا ہونا ہے، جس کی وجہ سے ایک فریق، دوسرے فریق کی تکفیر کرتا ہے، اور اس میں مبالغہ آرائی سے کام لیتا ہے، تاکہ دوسرے کے سر پر ارتداد کی تلوار لٹکانے میں کامیابی حاصل کرلی جائے‘‘۔انتھیٰ۔ [1]

’’کسی کو کافر قرار دینے کا چھٹا سبب، ایسے معروف نیک صالح لوگوں کی طرف سے کفر کا حکم لگانا ہے، جن پر عوام الناس اعتبار کرتے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کے شرعی مسائل میں نیک صالح ہونا کافی نہیں، بلکہ دلیل کا معتبر وقوی ہونا ضروری ہے، ورنہ تو خوارج کے نیک صالح ہونے کی صفات کا بھی احادیث میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهكذا مع فساد الزمان وتلاحق الأيام يتحقق فى المسلمين ما أخبر به النبى – صلى الله عليه وسلم – حين قال:إن الله لا يقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من العباد، ولكن يقبض العلم بقبض العلماء، حتى إذا لم يبق عالماً اتخذ الناس رؤوساً جهالاً، فسئلوا، فأفتوا بغير علم، فضلوا وأضلوا (رواه البخارى ح 100، ومسلم ح 2673)

وصدق الخليفة الراشد عمر بن الخطاب، وهو يحذر من هؤلاء الأغرار: " ما أخاف على هذه الأمة من مؤمن ينهاه إيمانه، ولا من فاسقٍ بين فسقه، ولكنى أخاف عليها رجلاً قد قرأ القرآن حتى أذلقه بلسانه، ثم تأوله على غير تأويله (جامع بيان العلم وفضله 238 /2) (التكفير وضوابطه،ص ٢٩، و٣٠، أسباب الوقوع فى التكفير،الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

[1] 5– والمتأمل لظاهرة الافتراق لا يغيب عن ناظريه أثر الغلو فى ظهور الغلو المقابل، فالخوارج كانوا سبباً فى ظهور المرجئة، وأخطاء الجبرية أدت إلى تنامى تيار القدرية، وهذا ما ينطبق على عموم الفرق الإسلامية.

إذ جنوح البعض إفراطاً أو تفريطاً يؤدى إلى تيار عكسى قد يجنح إلى الحقيقة فيقف عندها، وقد يفارقها إلى الطرف الآخر.

لذا كان من أهم الأسباب التى غذّت فكر التكفير فى واقعنا المعاصر ما نلقاه من توقف الكثيرين عن تكفير من لا يسع مسلماً إلا تكفيره، إذ وصل الأمر ببعضهم إلى التوقف فى إطلاق الكفر على اليهود والنصارى الذين تكاثرت الآيات على تكفيرهم وخلودهم بالنار، فمثل هذا التفريط يمهد الطريق لظهور المخالف الذى يكفر النصارى ومن وافقهم فى أعيادهم ومناسباتهم، إلى غير ذلك من الصور.

فمثل هذه الصور يوجد النقيض، وهو المبالغة فى التكفير، وشهره سيفاً على المخالفين .(التكفير وضوابطه،ص ٣٠، أسباب الوقوع فى التكفير،الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

ذکر آیا ہے"۔انتھٰی۔ [1]

اس کے بعد موصوف نے فرمایا کہ:

"کسی کو کافر قرار دینے کے فتنے میں مبتلا ہونے کی اہم وجہ، بعض نصوصِ شرعیہ کی فہم میں خطاء کا ہونا اور ان کی صحیح دلالت سے ناواقف ہونا ہے، وہ اس طرح کہ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ بعض گناہ گاروں کو نصوصِ شرعیہ میں کفر کے ساتھ متصف کیا گیا ہے، یا ان سے ایمان کی نفی کی گئی ہے، یا ان کے لیے جہنم میں خلود کے استحقاق کی خبر دی گئی ہے، تو ان حضرات نے یہ سمجھا کہ یہ نصوص ان گناہ گار لوگوں کے کفر کی گواہی دیتی ہیں، اور یہ کفرِ اکبر ہے، جو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے، پھر اس غلط فہمی کی وجہ سے انہوں نے بہت سے مسلمانوں کی تکفیر کا بیڑہ اٹھالیا۔

حالانکہ اس طرح کی نصوص میں "کفرِ اکبر" مراد نہیں، مثلاً بعض احادیث میں نسب میں طعنہ دینے اور میت پر نوحہ کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے، اور بعض احادیث

---

[1] 6- انتشار هذه الظاهرة بين من عرف صلاحه واستقامة سلوكه سبب آخر يغرر بالكثيرين من الذين يعرفون الحق بالرجال، لا الدليل، فيغتر الناس بصلاح هؤلاء، على قلة علمهم، فيرددون ما قالوا من تكفير المسلمين واستباحة دمائهم إحساناً للظن بهم وبحسن عبادتهم، وقد حذر رسول الله – صلى الله عليه وسلم – من أمثالهم الذين :يحقر أحدكم صلاته مع صلاتهم، وصيامه مع صيامهم، يقرؤون القرآن لا يجاوز تراقيهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية (رواه البخارى ح 3610، ومسلم ح 1064)

ورغم صلاح الخوارج وحسن تدينهم فإن بعض أهل العلم لم يتردد فى تكفيرهم، وإن توقف الجمهور فيه، لكنهم – على كل حال – اتفقوا على ضلالهم وشناعة قولهم، يقول على رضى الله عنه: (قوم أصابتهم فتنة، فعموا وصموا (رواه عبد الرزاق فى مصنفه 150 /10، وابن عبد البر فى التمهيد 335 /23)

وقال ابن عمر رضى الله عنهما: (هم شرار الخلق) , وقال: انطلقوا إلى آيات نزلت فى الكفار، فجعلوها على المؤمنين (رواه ابن عبد البر فى التمهيد 335 /23)

فهذه جملة ما يوقع الناس فى التكفير وما يؤدى إلى انتشار وبائه، والعاقل إذا عرف الداء أصاب الدواء، وتوخى موارد الزلل والهلاك بمزيد من الوقاية والحذر، حيطة لدينه وطلباً لسلامة آخرته (التكفير وضوابطه،ص ٣٠،و ٣١، أسباب الوقوع فى التكفير،الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

میں کسی کو کافر قرار دینے پر دونوں میں سے ایک کے مستحق کفر ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اور بعض احادیث میں غلام کے اپنے مالک کے پاس سے بھاگنے کو واپس لوٹ کر آنے تک، کفر قرار دیا گیا ہے، اور بعض احادیث میں جان بوجھ کر غیر والد کی طرف نسبت کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے۔

اور بعض احادیث میں مسلمان سے قتال کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے، اور بعض احادیث میں غیر اللہ کی قسم اٹھانے کو شرک قرار دیا گیا ہے۔

اس قسم کی نصوص میں جو کفر کا اطلاق کیا گیا ہے، اس سے کفرِ اکبر مراد نہیں، بلکہ کافروں والا فعل، یا اس گناہ کی شدت، یا کفر کے قریب ہونے کو بیان کرنا مقصود ہے، اسی طرح کی کوئی دوسری توجیہ وتاویل ہے۔

بہت سی نصوص میں کلمۂ توحید کے قائل کو مومن قرار دیا گیا ہے، اگرچہ وہ گناہوں کا ارتکاب کیوں نہ کرے، اس لیے اہلُ السنۃ والجماعۃ کے محققین نے بعض گناہوں پر کفر، یا شرک کی وعیدوں کی مختلف تاویلات کی ہیں"۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] التكفير والفهم الخاطء للنصوص الشرعية:

لعل من أهم ما أوقع بعض المسلمين فى فتنة التكفير الفهم الخاطء لبعض النصوص الشرعية، والجهل بدلالاتها الصحيحة، إذ رأى هؤلاء أن النصوص الشرعية وصفت بعض أصحاب العاصى بالكفر، أو نفت عنهم اسم الإيمان، أو أخبرت باستحقاقهم الخلود فى النار، ففهم هؤلاء أنها تشهد على أصحابها بالكفر، وأن هذا الكفر هو الكفر الأكبر المخرج من الملة، فكفَّروا بفهمهم المغلوط عموم المسلمين.

أولاً النصوص التى صرحت بكفر العاصى:

جاء فى السنة النبوية وصف الكثير من المعاصى بالكفر، ففهم منه بعض أهل البدع وغيرهم من أهل الجهل تكفير أصحاب هذه الذنوب وتلك المعاصى، إذ لم يروا القرآن إلا متحدثاً عن الكفر الأكبر، فقاسوا ما فى السنة عليه.

ومن هذه الأحاديث قول النبى – صلى الله عليه وسلم –:اثنتان فى الناس هما بهم كفر: الطعن فى النسب والنياحة على الميت (رواه البخارى ح 3850، ومسلم ح 67، واللفظ له.)

وقوله – صلى الله عليه وسلم –:إذا قال الرجل لأخيه: يا كافر، فقد باء بها أحدهما (سبق تخريجه)

وقوله – صلى الله عليه وسلم –:أيما عبد أبق من مواليه فقد كفر، حتى يرجع إليهم (رواه مسلم ح 68)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس کے بعد موصوف نے فرمایا کہ:

’’بہت سی ایسی نصوص بھی ہیں، جن میں بعض گناہ گاروں کو جہنم کا مستحق قرار دیا گیا ہے، یا ان میں جنت کے حرام ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقوله – صلى الله عليه وسلم –:ليس من رجل ادعى إلى غير أبيه وهو يعلمه، إلا كفر (رواه البخارى ح 3508، ومسلم ح 61)

ومثله ذم النبى – صلى الله عليه وسلم – اقتتال المسلمين:سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر (رواه البخارى ح 48، ومسلم ح 64)

قال الشوكانى وهو يعرض حجة من يفهم كفر أصحاب هذه الذنوب: " فإن قلت: قد ورد فى السنة ما يدل على كفر من حلف بغير ملة الإسلام، وورد فى السنة المطهرة ما يدل على كفر من كفر مسلماً، كما تقدم وورد فى السنة المطهرة إطلاق الكفر على من فعل فعلاً يخالف الشرع ...وكل ذلك يفيد أن صدور شىء من هذه الأمور يوجب الكفر، وإن لم يرد قائله أو فاعله الخروج من الإسلام إلى ملة الكفر (السيل الجرار .(579 - 578 /4)

وقد بين أهل العلم أصولاً ينبغى أن يرجع إليها فى فهم هذه النصوص:

أولاً......أن ما ورد فى السنة من نصوص أطلقت الكفر على أصحاب بعض المعاصى لا يقاس على ما ورد فى القرآن الكريم فى مثل هذه الإطلاقات، إذ من عادة القرآن أن يطلق وصف الإيمان على أكمل المؤمنين صفات، وكذا أطلق الكفر على أقبح الكافرين فعالاً، فوصفه بالكفر لا يحتمل إلا الكفر الأكبر.

وعليه فقد تقرر عند العلماء التفريق بين إطلاقات الكفر فى القرآن وتلك التى فى السنة النبوية، يقول الشاطبى: " فكان القرآن آتياً بالغايات تنصيصاً عليها، من حيث كان الحال والوقت يقتضى ذلك، ومنبهاً بها على ما هو دائر بين الطرفين ..فإنما أتى بهما فى عبارات مطلقة تصدق على القليل يدل المساق على أن المراد أقصى المحمود أو المذموم فى ذلك الإطلاق (الموافقات /3 141 - 140)

ثانياً......صحيح أن الأصل فى النصوص إجراؤها على ظواهرها، لكن التأويل محتمل فى حقها، ويصار إليه منعاً للتعارض، الذى هو قرينة على أن أحد المعنيين غير مراد من النص.

يقول الشاطبى: " والقاعدة فى ذلك أن اللفظ يؤخذ على ظاهره ما لم تصرفه قرينة، فإن وجدت قرينة تدل على صرف لفظ الكفر فى الحديث عن معناه الأصلى، وهو الكفر الأكبر، أمكن المصير إلى أنه كفر أصغر لثبوت إمكان ذلك فى السّنّة الشريفة."

ثالثاً......والنصوص التى احتج بها المكفرون بالذنوب معارضة معانيها الظاهرة بجملة من الحقائق، منها:

– النصوص التى شهدت بالإيمان للموحدين وإن ارتكبوا المعاصى، فإن ذلك لا يخرجهم عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مثلاً قرآن مجید میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے اور اس کی حدود کو پامال کرنے پر جہنم میں داخل ہونے، اور اس میں ہمیشہ رہنے، اور ذلت والے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

اور قرآن مجید میں ایک مقام پر گناہ کرنے اور گناہوں کے احاطہ کر لینے پر جہنم میں خلود کی وعید سنائی گئی ہے، اور اسی طرح مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے پر جہنم کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإيمان، بل يضعهم تحت المشيئة الإلهية، ولو كفروا لاستحقوا النار، يقول الله: ”إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلک لمن يشاء“(النساء: 48) فكل المعاصى المذكورة فى الأحاديث المشكلة هى دون الشرک بالله، وهى تحت المشيئة، ففاعلها إذاً ليس بكافر، وعليه فمعناها الظاهر غير مراد.

ولو كان الظاهر لازماً على كل حال للزم رجم أو جلد المتعطرة المستشرفة على الناس لوصف رسول الله – صلى الله عليه وسلم – لها بأنها زانية (انظره فى النسائى ح 5126، وأبى داود ح 4173، وصححه الألبانى فى صحيح النسائى ح 4737)

ومثله قوله – صلى الله عليه وسلم –: ” المستبّان شيطانان، يتهاتران، ويتكاذبان “(رواه أحمد فى المسند ح 17029، والبخارى فى الأدب المفرد ح 439، وابن حبان فى صحيحه ح 5819 وصححه الألبانى فى صحيح الأدب المفرد ح 330)

إذ لا يصح أن يعتبر المتسابان من ذرية إبليس، كما يفهم من ظاهر اللفظ.

– ومثله أحاديث كثيرة شهدت بالإسلام لمن قال لا إله إلا الله مخلصاً بها قلبه، منها قوله – صلى الله عليه وسلم –: ما من عبد قال: لا إله إلا الله ثم مات على ذلک إلا دخل الجنة .قلت: وإن زنى، وإن سرق؟ قال: وإن زنى، وإن سرق .قلت: وإن زنى، وإن سرق؟ قال: وإن زنى، وإن سرق. قلت: وإن زنى، وإن سرق؟ قال: وإن زنى، وإن سرق، على رغم أنف أبى ذر (رواه البخارى ح 5827، ومسلم ح 94)

إن الله ونبيه – صلى الله عليه وسلم – شهدا لأصحاب هذه المعاصى بالإسلام، فالقاتل لأخيه المسلم سماه القرآن أخاً للمقتول، فى قوله: ” فمن عُفى له من أخيه شيء فاتباع بالمعروف وأداء إليه بإحسان “(البقرة: 178)وكذا اعتبر الطائفتين المقتتلتين من المؤمنين فقال: ” وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا “(الحجرات: 9)

وعليه فقوله – صلى الله عليه وسلم –:لا ترجعوا بعدى كفاراً يضرب بعضكم رقاب بعض (رواه البخارى ح 48، ومسلم ح 64)

وقوله :سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر (رواه البخارى ح 6166، ومسلم ح 65)

على غير ظاهره، وينصرف فيه لفظ الكفر إلى الكفر الأصغر الذى لا يخرج من الملة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے، اوراسی طرح حدیث میں جان بوجھ کر اپنے والد کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرنے پر جنت کے حرام ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومثله فى قوله – صلى الله عليه وسلم – عن آتى الكاهن او العراف غير المصدق له:" من أتى عرافاً فسأله عن شىء، لم تقبل له صلاة أربعين يوماً "(رواه مسلم ح 2230)

فهو يفيد إسلام من أتى العراف – غير المصدق له –، بدليل قبول صلواته بعد الأربعين يوماً، ويحمل حديث تكفير آتى الكاهن على الكفر الأصغر جمعاً بين الحديثين.

قال المناوى فى شرح هذا الحديث:" تمسك به الخوارج على أصولهم الفاسدة فى التكفير بالذنوب، ومذهب أهل السنة أنه لا يكفر، فمعناه قد كفر النعمة أى سترها، فإن اعتقد صدقه [أى الكاهن أو العرّاف] فى دعواه الاطلاع على الغيب كفر حقيقة (فيض القدير .23 /6)

كما أمر الله بإقامة الحدود على القاتل وغيره من أصحاب الذنوب، كل بقدره، وهو شهادة لأهلها بالإسلام، ولو كان الزانى قد خرج من الإسلام بزناه لقتل حداً على كل حال.

رابعاً...... كما صرف العلماء هذه النصوص إلى أن المراد فيها التغليظ أى أنها من جنس أفعال الكفار أو أريد منها أن استحلال هذه الذنوب هو من الكفر الأكبر، لا أن مجرد ارتكابها منه.

قال أبو عبيد بن سلام: " وأما الآثار المرويات بذكر الكفر والشرك ووجوبهما بالمعاصى، فإن معناها عندنا ليست تثبت على أهلها كفراً ولا شركاً يزيلان الإيمان عن صاحبه، وإنما وجوهها: أنها من الأخلاق والسنن التى عليها الكفار والمشركون (الإيمان 43)

قال المباركفورى: " قوله:" من أتى حائضاً أو امرأةً فى دبرها أو كاهنًا فقد كفر بما أنزل على محمّدٍ" الظّاهر أنّه محمول على التّغليظ والتّشديد كما قاله التّرمذىّ، وقيل: إن كان المراد الإتيان باستحلالٍ وتصديقٍ فالكفر محمول على ظاهره، وإن كان بدونهما فهو على كفران النّعمة (تحفة الأحوذى 355 /1)

قال ابن القيم: " والقصد: أن المعاصى كلها من نوع الكفر الأصغر، فإنها ضد الشكر، الذى هو العمل بالطاعة، فالسعى إما شكر وإما كفر، وإما ثالث لا من هذا ولا من هذا (مدارج السالكين 1/337)

وعن كفر من ادعى لغير أبيه قال النووى: " فيه تأويلان: أحدهما أنّه فى حقّ المستحلّ .والثّانى: أنّه كفر النّعمة والإحسان وحقّ الله تعالى , وحقّ أبيه , وليس المراد الكفر الّذى يخرجه من ملّة الإسلام .وهذا كما قال – صلى الله عليه وسلم – يكفرن(رواه البخارى ح 29)

ثمّ فسّره – صلى الله عليه وسلم – بكفرانهنّ الإحسان وكفران العشير (شرح النووى على مسلم 50 /2)

قال الحافظ ابن حجر: " وقد ورد الكفر فى الشرع بمعنى جحد النعم، وترك شكر المنعم، والقيام بحقه (فتح البارى 466 /10)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حدیث میں پڑوسی کے تکلیف سے محفوظ نہ رکھنے والے کے لیے جنت میں داخل نہ ہونے کی وعید سنائی گئی ہے، اس طرح کی اور بھی بہت سی نصوص ہیں۔

اہلُ السنۃ والجماعۃ کے محققین نے ان نصوص کو ظاہر پر محمول کرنے کے بجائے ان کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔

لہٰذا اس قسم کی نصوص کی بنیاد پر تکفیر کا حکم لگا دینا درست نہیں''۔انتہٰی ۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إذاً الجهل بدلالة لفظ الكفر فى الشرع أوقع الغلاة فى تكفير المسلمين لإتيانهم بعض المعاصى التى وسم الله فاعلها بالكفر، أى الكفر الأصغر، وجمع النصوص إلى بعضها كفيل برفع شبهة المكفِّرين لكل من أطلق عليه الشرع كلمة الكفر، إذ المفهوم الخاطء لهذا الإطلاق يجعل نصوص الشرع متعارضة متناقضة، والحق أن النصوص الشرعية يصدق بعضها بعضاً، والواجب جمع النصوص بعضها إلى بعض، وإعمالها جميعاً بمزيد من التبصر فى دلالات ألفاظها ومآلات عباراتها (التكفير وضوابطه ،ص٣٣ الىٰ ٣٧، التكفير والفهم الخاطء للنصوص الشرعية، الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

[1] ثانياً: النصوص التى صرحت باستحقاق العاصى للنار أو حرمت عليه الجنة

ويحتج أهل التكفير بالمعاصى بآيات القرآن فى مواضع متعددة من كتاب الله، شهد فيها أن معصية الله ورسوله تُدخل النار وتكتب للعاصى الخلود فيها كقوله تعالى:"ومن يعص الله ورسوله ويتعد حدوده يدخله ناراً خالداً فيها وله عذاب مهين "(النساء:14)وقوله تعالى: "ومن يعص الله ورسوله فإن له نار جهنم خالدين فيها أبداً "(الجن:23) .وقوله تعالى: "بلى من كسب سيئة وأحاطت به خطيئته فأولئک أصحاب النار هم فيها خالدون "(البقرة:81)ونحوه قوله تعالى عن القاتل:"ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم خالداً فيها وغضب الله عليه ولعنه وأعد له عذاباً عظيماً"(النساء: 93)

وكذا جاء فى السنة مثل ذلک، فحكم النبى – صلى الله عليه وسلم – بتحريم الجنة أو الحكم بالنار لبعض أصحاب المعاصى، ومنه قوله – صلى الله عليه وسلم –:من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم، فالجنة عليه حرام (رواه البخارى ح 4327، ومسلم ح 63)

ونحوه قوله – صلى الله عليه وسلم –:لا يدخل الجنة من لا يأمن جاره بوائقه (رواه مسلم ح 46)

وكذا قوله – صلى الله عليه وسلم –:ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا ينظر إليهم ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم: المسبل، والمنان، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب (رواه مسلم ح 106)

وأمثال هذا كثير فى السنة، ففهم منه من أخطأ الفهم أن أصحاب المعاصى سيدخلون النار ويخلدون فيها، لأن الجنة عليهم حرام.

لكن منهج أهل السنة والجماعة فى فهم النصوص يقوم على جمعها والنظر فيها للخروج منها بفهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''اسی طرح بعض نصوص ایسی بھی ہیں، جن میں بعض گناہ گاروں سے ایمان کی نفی کی گئی ہے، مثلاً بعض احادیث میں زنا کرنے والے کے زنا کرتے وقت، مومن ہونے کی نفی کی گئی ہے، یا اس طرح کے گناہ کرتے وقت، اس سے ایمان کے نکل جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يوفق بينها، ويُعملها جميعاً ولا يهملها، إذ هذه النصوص يصدق بعضها بعضاً، بينما يكثر فى مناهج أهل البدع ضرب النصوص بعضها ببعض، فتتعطل دلالاتها، ويأخذون منها ويذرون حسب أهوائهم.

فالنصوص السابقة لا يمكن حملها على إطلاقها، لورود نصوص أخرى تفيد بتحريم النار والحكم بالجنة لكل من شهد شهادة التوحيد، منها قوله – صلى الله عليه وسلم –:من شهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله حرم الله عليه النار (رواه مسلم ح 29)

وقوله – صلى الله عليه وسلم –: ((من شهد أن لا إله إلا الله، وحده لا شريك له، وأن محمداً عبده ورسوله، وأن عيسى عبد الله ورسوله، وكلمته ألقاها إلى مريم وروح منه، وأن الجنة حق، والنار حق، أدخله الله الجنة على ما كان من عمل (رواه البخارى ح 3435، ومسلم ح 28، واللفظ للبخارى)

وأمثالهما:

قال أبو سليمان الخطابى مبيناً منهج أهل السنة فى فهم النصوص والجمع بينها: " القرآن كله بمنزلة الكلمة الواحدة، وما تقدم نزوله وما تأخر فى وجوب العمل به سواء، ما لم يقع بين الأول والآخر منافاة، ولو جمع بين قوله: "ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء "(النساء:48)، وبين قوله:"ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم خالداً فيها "(النساء:93) وألحق به قوله: "لمن يشاء "لم يكن متناقضاً، فشرط المشيئة قائم فى الذنوب كلها ما عدا الشرك.

وأيضاً فإن قوله: "فجزاؤه جهنم "يحتمل أن يكون معناه: فجزاؤه جهنم إن جازاه الله ولم يعف عنه، فالآية الأولى خبر لا يقع فيه الخُلف، والآية الأخرى وعد يرجى فيه العفو (شعب الإيمان 278 /1)

ويقول الطبرى فى سياق حديثه عن قاتل النفس المتوعد بالخلود فى النار: " وأولى الأقوال فى ذلك بالصواب قول من قال: معناه: ومن يقتل مؤمناً متعمداً، فجزاؤه – إن جزاه – جهنم خالداً فيها، ولكنه يعفو أو يتفضل على أهل الإيمان به وبرسوله، فلا يجازيهم بالخلود فيها، ولكنه – عز ذكره – إما أن يعفو بفضله فلا يدخله النار، وإما أن يدخله إياها، ثم يخرجه منها بفضل رحمته، لما سلف من وعده عباده المؤمنين بقوله:"قل يا عبادى الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعاً"(الزمر:53) (جامع البيان 221 /5)

وأيضاً منعاً للتعارض تأول العلماء نصوص تحريم الجنة على العصاة بتأويلات، يقول النووى فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراسی طرح بعض احادیث میں اپنے مومن بھائی کے لیے اسی چیز کو پسند کرنے پر، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، مومن ہونے کو معلق کیا گیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سیاق شرحه لحدیث تحریم الجنة علی مؤذ جیرانه: " ففیه جوابان: أحدهما: أنه محمول علی من یستحل الإیذاء مع علمه بتحریمه، فهذا کافر لا یدخلها أصلاً، والثانی: معناه: جزاؤه أن لا یدخلها وقت دخول الفائزین إذا فتحت أبوابها لهم، بل یؤخر، ثم قد یجازی، وقد یعفی عنه، فیدخلها أولاً (شرح النووی علی صحیح مسلم 17 /2)

إذاً یمكننا أن نقول: إن العاصی المتوعد بحرمانه الجنة لا یدخل الجنة ابتداء، والجنة علیه حرام ابتداء، لكنه غیر محجوب عنها بالكلیة، ونحو ذلک.

وفی المقابل فإن من شهد بالشهادتین ولم ینقضهما كتب الله له الأمان من الخلود فی النار، لكن دخولها ابتداء ممكن لأهل الكبائر، وهو متعلق بمشیئة الله، إن شاء أدخله النار بعدله قبل أن یدخله الجنة، وإن شاء تجاوز عنه وعفا برحمته.

وهذا المنهج الوسط لأهل السنة وسط بین إفراط الوعیدیة من الخوارج الذین یحكمون بحرمان أصحاب المعاصی من الجنة، ویرون المعصیة تخرج من الدین وتُوجب لصاحبها النار، وبین تفریط المرجئة الذین یرون أن الإیمان لا تضره المعصیة، ولا تقدح فیه ولا تؤثر.

یقول شیخ الإسلام ابن تیمیة فی بیان معنی حدیث تحریم الجنة علی من كان فی قلبه مثقال ذرة من كبر: " قوله: ((لا یدخل الجنة)) متضمن لكونه لیس من أهلها ولا مستحقاً لها، لكن إن تاب أو كانت له حسنات ماحیة لذنبه، أو ابتلاه الله بمصائب كفَّر بها خطایاه ونحو ذلک، زال ثمرة هذا الكبر المانع له من الجنة، فیدخلها، أو غفر الله له بفضل رحمته من ذلک الكبر من نفسه، فلا یدخلها ومعه شیء من الكبر.

ولهذا قال من قال فی هذا الحدیث وغیره: إن المنفی هو الدخول المطلق الذی لا یكون معه عذاب، لا الدخول المقید الذی یحصل لمن دخل النار ثم دخل الجنة ...فإذا تبین هذا كان معناه: أن من كان فی قلبه مثقال ذرة من كبر لیس هو من أهل الجنة ولا یدخلها بلا عذاب، بل هو مستحق للعذاب لكبره، كما یستحقها غیره من أهل الكبائر، ولكن قد یعذب فی النار ما شاء الله، فإنه لا یخلد فی النار أحد من أهل التوحید، وهذا كقوله: لا یدخل الجنة قاطع رحم (مجموع الفتاوی 7/678- 679)

وأمثال هذا من أحادیث الوعید ..

فالرجل الذی معه شیء من الإیمان وله كبائر قد یدخل النار، ثم یخرج منها إما بشفاعة النبی وإما بغیر ذلک كما قال – صلی الله علیه وسلم –: شفاعتی لأهل الكبائر من أمتی (رواه الترمذی ح 2435، وأبو داود ح 4739، وأحمد فی المسند ح 12810، وصححه الألبانی فی صحیح أبی داود ح 3965)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اہلُ السنۃ والجماعۃ کے محققین نے اس طرح کی نصوص میں بھی حقیقی ایمان کی نفی کے بجائے، دوسری مناسب توجیہات بیان فرمائی ہیں، پس جس طرح اس قسم کی نصوص کی وجہ سے کسی پر تکفیر کا حکم لگانا درست نہیں ہوتا، اسی طرح بعض دوسرے افعال واقوال پر بھی کفر کا حکم لگانا درست نہیں ہوگا، تا آنکہ کفر کے علاوہ کوئی تاویل وتوجیہہ نہ ہو، اوراس سلسلے میں صرف ظاہری عبارات پر نظر کر کے کفر کا حکم لگانا صحیح نہیں‘‘۔انتہٰی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكما فى الصحيح أنه – صلى الله عليه وسلم – قال:أخرج من النار من فى قلبه مثقال ذرة من إيمان (هو عند البخارى بلفظ مقارب ح 7440)

وهكذا الوعيد فى قاتل النفس والزانى وشارب الخمر وآكل مال اليتيم وشاهد الزور وغير هؤلاء من أهل الكبائر، فإن هؤلاء وإن لم يكونوا كفاراً، لكنهم ليسوا من المستحقين للجنة الموعودين بها بلا عقاب، ومذهب أهل السنة والجماعة أن فساق أهل الملة ليسوا مخلدين فى النار كما قالت الخوارج والمعتزلة، وليسوا كاملين فى الدين والإيمان والطاعة، بل لهم حسنات وسيئات، يستحقون بهذا العقاب، وبهذا الثواب (مجموع الفتاوى 679 - 678 /7)

ومرة أخرى نرى أن جمع النصوص إلى بعضها يبين حقائق معانيها ويزيل الشبهة عما يلتبس من معانيها، فإن الذى حكم بالنار لبعض أصحاب المعاصى – هو نفسه تبارك وتعالى – فتح لهم باب الرجاء فى رحمته، ووعد التائبين منهم بالحسنى وزيادة، بل قد تسبق رحمته إلى ذلک العبد، فيكون فى رحمته من غير توبة منه، بل بشفاعة الشافعين وجُودِ أرحم الراحمين (التكفير وضوابطه ، ص ٣٧ الىٰ ٤١، التكفير والفهم الخاطء للنصوص الشرعية، الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

[1] ثالثاً: النصوص التى أسقطت عن العاصى اسم الإيمان:

ومما تعلق به المسارعون إلى التكفير أن النصوص الشرعية رفعت عن بعض أصحاب المعاصى اسم الإيمان، فاستلزم ذلک وصفهم بالكفر، لأن الكفر والإيمان نقيضان، حيث رفع الأول ثبت الآخر.

من هذه النصوص قوله – صلى الله عليه وسلم –:لا يزنى الزانى حين يزنى وهو مؤمن، ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن، ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن (رواه البخارى ح (6810)، ومسلم ح 57)

وفى رواية: إذا زنى الرجل خرج منه الإيمان، وكان عليه كالظلة، فإذا أقلع رجع إليه الإيمان (رواه أبو داود ح 4690، والترمذى ح 2625، وصححه الألبانى فى صحيح أبى داود ح 3924)

ومثله قوله – صلى الله عليه وسلم –:لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه (رواه البخارى ح 13، ومسلم ح 45)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے بعد موصوف نے فرمایا کہ:

’’فعلِ کفر اور اس فعل کے فاعل پر کفر کا حکم لگانے کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے، دین میں احتیاط اور مسلمان سے حسنِ ظن کا تقاضا یہی ہے، جو لوگ تکفیر کرتے ہیں، وہ دین کے اس احتیاط اور مسلمان سے حسنِ ظن پر مبنی قاعدہ کو نظر انداز کردیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ تکفیر بازی کے فتنہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فالزنا وعدم محبة الخير للمؤمن يناقضان الإيمان، حسب ظاهر النص، وعليه قاسوا غيرها من المعاصى، فصار مرتكب المعصية عندهم كافراً، لأنه ليس مؤمناً بنص وظاهر قول النبى – صلى الله عليه وسلم –.

لكن المحققين من أهل السنة والجماعة ردوا هذا الفهم الظاهرى الضعيف للنصوص بدلالة نصوص أخرى جمعوها إليها، وخلصوا منها إلى فهم يُعمِل جميع النصوص ولا يهملها، ولا يضرب بعضها ببعض.

فلئن وصف الزانى بعدم الإيمان فإن النبى – صلى الله عليه وسلم – لم يرفع عنه أصل الإيمان، لأنه شهد بإمكانه دخول الجنة، ففى حديث أبى ذر أن النبى – صلى الله عليه وسلم – قال: ”ما من عبد قال: لا إله إلا الله .ثم مات على ذلك إلا دخل الجنة .قلت: وإن زنى وإن سرق؟ قال: وإن زنى وإن سرق .قلت: وإن زنى وإن سرق؟ قال: وإن زنى وإن سرق .قلت: وإن زنى وإن سرق؟ قال: وإن زنى وإن سرق، على رغم أنف أبى ذر“ (سبق تخريجه ص 28)

قال ابن حجر: " وفى الحديث أن أصحاب الكبائر لا يخلدون فى النار، وأن الكبائر لا تسلب اسم الإيمان، وأن غير الموحدين لا يدخلون الجنة، والحكمة فى الاقتصار على الزنا والسرقة الإشارة إلى حق الله تعالى وحق العباد، وكأن أبا ذر استحضر قوله – صلى الله عليه وسلم –: ((لا يزنى الزانى حين يزنى وهو مؤمن)) لأن ظاهره معارض لظاهر هذا الخبر.

لكن الجمع بينهما على قواعد أهل السنة، بحمل هذا على الإيمان الكامل، وبحمل حديث الباب على عدم التخليد فى النار (فتح البارى 111 /3)

قال النووى: " فالقول الصحيح الذى قاله المحققون أن معناه: لا يفعل هذه المعاصى وهو كامل الإيمان، وهذا من الألفاظ التى تطلق على نفى الشىء، ويراد نفى كماله ومختاره، كما يقال: لا علم إلا ما نفع، ولا مال إلا الإبل، ولا عيش إلا عيش الآخرة (شرح النووى على صحيح مسلم 41 /2)

وقال ابن تيمية: " قوله – صلى الله عليه وسلم –: ((لا يزنى الزانى حين يزنى وهو مؤمن، ولا يسرق السارق وهو مؤمن، ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن)) فنفى عنه الإيمان الواجب الذى يستحق به الجنة، ولا يستلزم ذلك نفى أصل الإيمان وسائر أجزائه وشعبه، وهذا معنى قولهم: نفى كمال الإيمان لا حقيقته، أى الكمال الواجب، ليس هو الكمال المستحب (مجموع الفتاوى 478 /12)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

البتہ جو علمائے اسلام ''راسخون فی العلم'' کا مصداق ہوتے ہیں، وہ کسی مسلمان کی حالت کی مکمل تحقیق وتوضیح سے پہلے کفر کا حکم نہیں لگاتے، بلکہ وہ ''فعلِ کفر'' اور اس کے فاعل پر کفر کا حکم لگانے کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال أبو عبيد بن سلام: " إن الذى عندنا فى هذا الباب كله أن المعاصى والذنوب لا تزيل إيماناً، ولا توجب كفراً، ولكنها إنما تنفى من الإيمان حقيقته وإخلاصه الذى نعت الله به أهله واشترطه عليهم (الإيمان 40)

ومما يدلل صحة هذا الفهم أن الله شرع الرجم والجلد للزانى، ولو كان كافراً لكان حكمه الاستتابة ثم القتل، يقول ابن تيمية: " ويقال للخوارج: الذى نفى عن السارق والزانى والشارب وغيرهم الإيمان، هو لم يجعلهم مرتدين عن الإسلام، بل عاقب هذا بالجلد، وهذا بالقطع، ولم يقتل أحداً إلا الزانى المحصن، ولم يقتله قتل المرتد، فإن المرتد يقتل بالسيف بعد الاستتابة، وهذا يرجم بالحجارة بلا استتابة.

فدل ذلک على أنه وإن نفى عنهم الإيمان، فليسوا عنده مرتدين عن الإسلام مع ظهور ذنوبهم، وليسوا كالمنافقين الذين كانوا يظهرون الإسلام ويبطنون الكفر، فأولئک لم يعاقبهم إلا على ذنب ظاهر (مجموع الفتاوى 298 /7)

وقال المروزى رحمه الله: " معنى ذلک كله أن من فعل تلک الأفعال لا يكون مؤمناً مستكمل الإيمان، لأنه قد ترک بعض الإيمان، نفى عنه الإيمان، يريد به الإيمان الكامل ..وإقامة الحدود عليه دليل على أن الإيمان لم يزل كله عنه، ولا اسمه، ولولا ذلک لوجب استتابته، وقتله، وسقطت عنه الحدود (تعظيم قدر الصلاة 576 /2)

واستدل ابن عبد البر لصحة هذا التأويل بإجماع العلماء على التوارث مع الزانى: " يريد مستكمل الإيمان، ولم يرد به نفى جميع الإيمان عن فاعل ذلک، بدليل الإجماع على توريث الزانى والسارق وشارب الخمر – إذا صلوا للقبلة وانتحلوا دعوة الإسلام – من قرابتهم المؤمنين الذين آمنوا بتلک الأحوال، وفى إجماعهم على ذلک مع إجماعهم على أن الكافر لا يرث المسلم، أوضح الدلائل على صحة قولنا: أن مرتكب الكبيرة ناقص الإيمان بفعله ذلک، وليس بكافر كما زعمت الخوارج (التمهيد 244 - 243 /9)

أما النووى، فإنه ينقل الإجماع على عدم كفر الزانى، وبه يستدل على صحة التأويل لألفاظ نفى الإيمان، فيقول: " وإنما تأولناه على ما ذكرناه لحديث أبى ذر وغيره: ((من قال: لا إله إلا الله . دخل الجنة، وإن زنى وإن سرق))، وحديث عبادة بن الصامت الصحيح المشهور أنهم بايعوه – صلى الله عليه وسلم – على أن لا يسرقوا ولا يزنوا، ولا يعصوا ....

فهذان الحديثان مع نظائرهما فى الصحيح، مع قول الله عز وجل:(إن الله لا يغفر أن يشرک به ويغفر ما دون ذلک لمن يشاء"(النساء:48)، مع إجماع أهل الحق على أن الزانى والسارق

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

کیونکہ جن افعال واقوال کوشریعت کی طرف سے کفر قرار دیا گیا ہے، ضروری نہیں کہ ان افعال واقوال کا مرتکب بھی ''کفر'' کے ساتھ متصف ہو، جس طرح کسی فعل پرلعنت اوراس فعل کے فاعل پرلعنت میں فرق کیا جاتا ہے۔

چنانچہ حدیث میں یہ قصہ آیا ہے کہ ایک شخص کوشراب پینے کی وجہ سے کئی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، اوراس کواس کی سزا کے طور پر کوڑے لگائے گئے، تو ایک شخص نے اس شراب پینے والے پرلعنت بھیجی، اس کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اورفرمایا کہ یہ شخص اللہ اوراس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والقاتل وغيرهم من أصحاب الكبائر غير الشرك، لا يكفرون بذلك، بل هم مؤمنون ناقصو الإيمان ..وإن ماتوا مصرين على الكبائر كانوا فى المشيئة (شرح النووى على صحيح مسلم 2/41)

وعن حكم هذا العاصى واسمه يقول: " ويقولون: هو مؤمن ناقص الإيمان، أو مؤمن بإيمانه، فاسق بكبيرته، فلا يعطى الاسم المطلق، ولا يسلب مطلق الاسم (مجموع الفتاوى 152 /3)

وأما الإمام أحمد ومن وافقه من المحدثين، فإنهم حكموا بإسلام الزانى وأضرابه، لكنهم توقفوا فى إطلاق اسم الإيمان عليه، وقد رفعه النبى – صلى الله عليه وسلم – بقوله السالف، وأثبتوا له اسم الإسلام وأحكامه، فقال أحمد: " من أتى هذه الأربعة: الزنا والسرقة وشرب الخمر والنهبة التى يرفع الناس فيها أبصارهم إليه، أو مثلهن أو فوقهن فهو مسلم، ولا أسميه مؤمناً، ومن أتى دون الكبائر نسميه مؤمناً ناقص الإيمان.

فإن صاحب هذا القول يقول: لما نفى عنه النبى – صلى الله عليه وسلم – الإيمان نفيته عنه، كما نفاه عنه الرسول – صلى الله عليه وسلم –، والرسول لم ينفه إلا عن صاحب كبيرة، وإلا فالمؤمن الذى يفعل الصغيرة هى مكفَّرة بفعله للحسنات واجتنابه للكبائر، لكنه ناقص الإيمان عمن اجتنب الصغائر، فما أتى بالإيمان الواجب، ولكن خلطه بسيئات كفرت عنه بغيرها، ونقصت بذلك درجته عمن لم يأت بذلك (المصدر السابق 353 - 352 /7)

وهكذا فلئن رفعت النصوص اسم الإيمان عن بعض العصاة فإنها عاملتهم معاملة المؤمنين، وحين أقامت عليهم الحدود حكمت بإسلامهم، ولم تسقط عنهم حقاً من حقوق الإسلام، فدل ذلك على أن المنفى هو كمال الإيمان، لا أصله وحقيقته (التكفير وضوابطه، ص ۴۱ الى ۴۵، التكفير والفهم الخاطء للنصوص الشرعية، الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

Idara Ghufran

یہاں شراب پینے والے متعین شخص پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت سے منع فرمایا، لیکن دوسری طرف متعین کیے بغیر شراب پینے والے پر لعنت فرمائی۔

علامہ ابنِ تیمیہ نے فرمایا کہ جو حکم ''مطلق لعنت'' اور ''متعین لعنت'' کا ہے، وہی حکم ''تکفیرِ مطلق، وعیدِ مطلق'' اور ''متعین تکفیر'' اور ''متعین وعید'' کا بھی ہے۔

اور اسی وجہ سے قرآن وسنت میں مذکور وعید شرائط کے ثبوت اور موانع کے انتفاء کے ساتھ مشروط ہے۔

پس عام جاہل اور ان جیسے لوگوں میں سے متعین لوگوں کی اس طرح سے تکفیر کرنا کہ ان پر کافر ہونے کا حکم لگایا جائے، اس پر اقدام جائز نہیں، مگر اس کے بعد ہی کہ اس پر رسالت کی حجت قائم ہو جائے کہ جس سے یہ واضح ہو جائے کہ وہ رسول کے مخالف ہیں، اور ان کے اختیار کردہ قول کے کفر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ ہو، اور یہی کلام تمام متعین لوگوں کی تکفیر میں ہے، پس بعض اوقات کوئی فعل، یا کوئی قول، کفر ہوتا ہے، اور اس قول، یا فعل کے مرتکب پر بعض اوقات، کفر کا اطلاق بھی کیا جاتا ہے، مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ جو شخص اس فعل، یا اس فعل کا ارتکاب کرے، وہ کافر ہے، لیکن جو متعین شخص یہ فعل اختیار کرے، یا یہ قول کہے، اس پر اس وقت تک کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، جب تک کہ اس پر حجت قائم نہ ہو جائے، چنانچہ مجتہدین وفقہائے کرام نے کئی اقوال وافعال کے مرتکب پر کفر کا اطلاق کیا ہے، جیسا کہ قرآن کو مخلوق کہنے والے، تقدیر کا انکار کرنے والے پر لیکن جس متعین شخص، یا فرقہ نے اس کا ارتکاب کیا، ان ہی مجتہدین وفقہائے کرام نے ان کو کافر نہیں کہا، اسی وجہ سے بہت سے اہلِ اہواء واہلِ بدعت فرقوں کی مجتہدین وفقہائے کرام نے تکفیر نہیں کی، حالانکہ ان کی طرف سے مختلف کفریہ اقوال کا ظہور ہوا۔

www.idaraghufran.org

پس محققین نے تو مجتہدین وفقہائے کرام کے اس فرق کو ملحوظ رکھا، لیکن جن کی نظر اس باریک فرق پر نہیں گئی، وہ بہت سے لوگوں کی تکفیر کر بیٹھے" انتہٰی۔ [1]

---

[1] التفریق بین فعل الکفر والحکم بکفر الفاعل:

لكن الذين يقعون فى تكفير المسلمين لا يرون فى فعلهم ما يخالف الاحتياط للدين وإحسان الظن بالمسلم، لأنهم – وحسب رأيهم – لا يكفرون إلا من وقع بما حكم الله ورسوله بكفر فاعله، فسقطت عنه عصمة المسلم وحقوقه، فهم لم يشهدوا عليه بالكفر إلا امتثالاً لحكم الشريعة فى فعله أو قوله.

أما الراسخون من علماء الإسلام فإنهم لا يعتبرون الوقوع فى الكفر مسوغاً للحكم بكفر المسلم قبل تبين حاله، فإنهم يفرقون بين وصف الفعل بالكفر ووسم فاعله بهذا الحكم، فإن ما ورد فى النصوص من إطلاق حكم التكفير على فاعلى بعض الموبقات، لا يعنى بالضرورة شمول الحكم كل من تلبس بهذه الموبقة.

والأصل فى هذه العاصمة من قاصمة التكفير قصة الرجل الذى جلده النبى – صلى الله عليه وسلم – فى الشراب، فأُتى به يوماً، فأمر بجلده، فقال رجل من القوم: اللهم العنه، ما أكثر ما يؤتى به، فقال النبى – صلى الله عليه وسلم –:لا تلعنه، فو الله ما علمت إلا أنه يحب الله ورسوله (رواه البخارى ح .780)

فهذا رجل ينهى رسول الله عن لعنه، مع أنه – صلى الله عليه وسلم – لعن شاربى الخمر كما فى حديث أنس بن مالك: "لعن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – فى الخمر عشرة: عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة إليه وساقيها وبائعها وآكل ثمنها والمشترى لها والمشتراة له" (رواه الترمذى ح 1295، ابن ماجه ح 3381، وأحمد فى المسند ح 2892، وصححه الألبانى فى صحيح ابن ماجه ح 2726)

فشارب الخمر ملعون على لسان النبى – صلى الله عليه وسلم –، بينما منع رسول الله – صلى الله عليه وسلم – من لعن هذا المعين.

قال شيخ الإسلام ابن تيمية: " فنهى عن لعنه مع إصراره على الشرب، لكونه يحب الله ورسوله، مع أنه لعن فى الخمر عشرة ...ولكن لعن المطلق لا يستلزم لعن المعين، الذى قام به ما يمنع لحوق اللعنة به."

ثم يقيس شيخ الإسلام التكفير على اللعن فيقول: " وكذلك التكفير المطلق والوعيد المطلق، ولهذا كان الوعيد المطلق فى الكتاب والسنة مشروطاً بثبوت شروط، وانتفاء موانع (مجموع الفتاوى 330 /10)

ويقول رحمه الله: " فتكفير المعين من هؤلاء الجهال وأمثالهم – بحيث يحكم عليه بأنه من الكفار – لا يجوز الإقدام عليه إلا بعد أن تقوم على أحدهم الحجة الرسالية، التى يتبين بها أنهم مخالفون للرسل، وإن كانت هذه المقالة لا ريب أنها كفر، وهكذا الكلام فى تكفير جميع المعينين (المصدر السابق 500 /12)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

پھر اس کے بعد موصوف نے فرمایا کہ:

’’تکفیر کے سلسلے میں شریعت کا یہ قاعدہ بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ ظاہر پر حکم لگایا جائے گا، اور سینہ میں چھپی ہوئی راز داریوں کو اللہ کے حوالہ کیا جائے گا، پس جو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويقول: " فقد يكون الفعل أو المقالة كفراً، ويطلق القول بتكفير من قال تلك المقالة، أو فعل ذلك الفعل، ويقال: من قال كذا، فهو كافر، أو من فعل ذلك، فهو كافر.

لكن الشخص المعين الذى قال ذلك القول أو فعل ذلك الفعل لا يحكم بكفره حتى تقوم عليه الحجة التي يكفر تاركها. وهذا الأمر مطرد فى نصوص الوعيد عند أهل السنة والجماعة، فلا يشهد على معيَّن من أهل القبلة بأنه من أهل النار، لجواز أن لا يلحقه الوعيد، لفوات شرط، أو لثبوت مانع (المصدر السابق 345 /23)

ويقول ابن الهمام الحنفى: " اعلم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء ..محمله أن ذلك المعتقد فى نفسه كفر، فالقائل به قائل بما هو كفر، وإن لم يكفر (شرح فتح القدير 351 /1)

أما ما يمنع تحقق الوعيد فى المعين فهو أمور كثيرة يجمعها ما أسماه شيخ الإسلام "فوات شرط أو ثبوت موانع"، فثمة شروط لتحقق الوعيد كالعلم بحرمة الفعل، ففوات هذا الشرط بتحقق الجهل عذر يعذر الله به " وما كان الله ليضلّ قوماً بعد إذ هداهم حتّى يبيّن لهم مّا يتّقون إنّ الله بكلّ شىءٍ عليم"(التوبة:115).

قال ابن حزم: " لا يجوز أن يكفَّر أحد إلا من بلغه أمر عن رسول الله – صلى الله عليه وسلم –، وصح عنده، فاستجاز مخالفته ..وأما من لم يبلغه الأمر عن النبى – صلى الله عليه وسلم – فليس كافراً باعتقاده أى شىء اعتقده (الدرة فيما يجب اعتقاده 413)

ويؤكد شيخ الإسلام ابن تيمية ذلك بقوله: " أنى من أعظم الناس نهياً عن أن ينسب معين إلى تكفير، وتفسيق، ومعصية، إلا إذا علم أنه قد قامت عليه الحجة الرسالية التى من خالفها كان كافراً تارة، وفاسقاً أخرى، وعاصياً أخرى، وإنى أقرر أن الله قد غفر لهذه الأمة خطأها، وذلك يعم الخطأ فى المسائل الخبرية القولية، والمسائل العملية (مجموع الفتاوى 229 /3)

وكذا ينبغى قبل الحكم بكفر المعين الجزم بانتفاء الموانع التى قد يرحمه الله بعضها، وهى كثيرة، منها: توبة العبد التى ترفع الوعيد باتفاق المسلمين لورودها فى صريح القرآن، وكذا قد يرفع الوعيد بشفاعة من قبِلَ الله شفاعته خلافاً للمعتزلة الذين ينكرونها، وسوى ذلك من الأعذار التى يقبلها الله، فيقيل بها العثرات "ولا أحد أحب إليه العذر من الله، ومن أجل ذلك بعث المبشرين والمنذرين "(رواه البخارى ح 7416، ومسلم ح 1499)

يقول ابن تيمية وهو يعدد بعض موانع لحوق الوعيد بالمعين: " ثم الشخص المعين يلتغى حكم الوعيد فيه بتوبة، أو حسنات ماحية، أو مصائب مكفرة، أو شفاعة مقبولة، والتكفير هو من الوعيد، فإنه وإن كان القول تكذيباً لما قاله الرسول – صلى الله عليه وسلم –، لكن قد يكون الرجل حديث

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسلمان، اسلام کو ظاہر کرتا ہو اور اسلام کا دعویٰ کرتا ہو، اور پھر اس کا معاملہ مشتبہ ہو اور حقیقتِ حال، یا دل کی حالت کا پوری طرح علم نہ ہو سکے، تو اس کے ظاہری احوال و افعال پر ہی حکم لگایا جائے گا، اور دل وغیرہ میں موجود حقیقت کو اللہ اور آخرت کے دن کے سپرد کیا جائے گا، اس سلسلے میں کئی نصوص وارد ہوئی ہیں، جن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عهد بإسلام، أو نشأ ببادية بعيدة ..وقد يكون الرجل لم يسمع تلك النصوص، أو سمعها ولم تثبت عنده، أو عارضها عنده معارض آخر أوجب تأويلها، وإن كان مخطئاً (مجموع الفتاوى 3/231)

والاجتراء على الله والافتئات على عفوه ورحمته كبيرة توبق العمل وتحبطه، وفيه قصة الرجلين من بني إسرائيل ((فكان أحدهما يذنب، والآخر مجتهد في العبادة، فكان لا يزال المجتهد يرى الآخر على الذنب، فيقول: أقصِر .فوجده يوماً على ذنب فقال له: أقصر .فقال: خلني وربي .أبعثت علي رقيباً؟ فقال: والله لا يغفر الله لك أو لا يدخلك الله الجنة.

فقبض أرواحهما، فاجتمعا عند رب العالمين، فقال لهذا المجتهد: أكنت بي عالماً؟ أو كنت على ما في يدي قادراً؟ وقال للمذنب: اذهب فادخل الجنة برحمتي .وقال للآخر: اذهبوا به إلى النار .قال أبو هريرة: والذي نفسي بيده، لَتكلم بكلمة أوبقت دنياه وآخرته (رواه أبو داود ح 4901، وحسنه الألباني في شرح العقيدة الطحاوية 364)

قال ابن أبي العز الحنفي:" وأما الشخص المعين، إذا قيل: هل تشهدون أنه من أهل الوعيد وأنه كافر؟ فهذا لا نشهد عليه إلا بأمر تجوز معه الشهادة، فإنه من أعظم البغي أن يشهد على معيَّن أن الله لا يغفر له ولا يرحمه، بل يخلده في النار، فإن هذا حكم الكافر بعد الموت ...ولأن الشخص المعين يمكن أن يكون مجتهداً مخطئاً مغفوراً له، [ويمكن أن يكون ممن لم يبلغه ما وراء ذلك من النصوص]، ويمكن أن يكون له إيمان عظيم وحسنات أوجبت له رحمة الله (شرح العقيدة الطحاوية 319 - 318)

يقول ابن القيم: " والله يقضي بين عباده يوم القيامة بحكمه وعدله، ولا يعذب إلا من قامت عليه حجته بالرسل، فهذا مقطوع به في جملة الخلق، وأما كون زيد بعينه وعمرو قامت عليه الحجة أم لا، فذلك ما لا يمكن الدخول بين الله وبين عباده فيه، بل الواجب على العبد أن يعتقد أن كل من دان بدين غير دين الإسلام فهو كافر، وأن الله سبحانه وتعالى لا يعذب أحداً إلا بعد قيام الحجة عليه بالرسول، هذا في الجملة، والتعيين موكول إلى علم الله وحكمه، هذا في أحكام الثواب والعقاب (طريق الهجرتين 611 - 610)

والقول بلزوم تحقق الوعيد في كل أحد قول أهل البدع، يقول ابن أبي العز:" البدع هي من هذا الجنس، فإن الرجل يكون مؤمناً باطناً وظاهراً، لكن تأول تأويلاً أخطأ فيه، إما مجتهداً، وإما مفرطاً

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

میں ظاہر میں کلمہ گو اور ظاہر میں نماز پڑھنے والے کو قتل کرنے سے منع کیا گیا اور دل پھاڑ کر دیکھنے وغیرہ کی نفی کی گئی، اور اسی بناء پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منافقین پر بظاہر اسلام کے احکام ہی دنیا میں لاگو کیے گئے، اور آخرت میں ان کے لیے، بڑی سخت وعیدیں بیان کی گئیں، جو عام اور ظاہری کافروں سے بھی شدید ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مذنباً، فلا يقال: إن إيمانه حبط لمجرد ذلك، إلا أن يدل على ذلك دليل شرعي، بل هذا من جنس قول الخوارج والمعتزلة.

ولا نقول: لا يكفر، بل العدل هو الوسط، وهو أن الأقوال الباطلة المبتدعة المحرمة المتضمنة نفى ما أثبته الرسول أو إثبات ما نفاه أو الأمر بما نهى عنه أو النهى عما أمر به يقال فيها الحق ويثبت لها الوعيد الذى دلت عليه النصوص، ويبين أنها كفر، ويقال: من قالها فهو كافر، ونحو ذلك كما يذكر من الوعيد فى الظلم فى النفس والأموال (شرح العقيدة الطحاوية 318)

وهذا التفريق بين الكفر ومرتكبه طبقه السلف الصالح من أهل السنة والجماعة فى واقعهم مع أشد مخالفيهم قسوة وظلماً، فالقول بخلق القرآن وغيره مما قاله المعتزلة كفر لا يلزم منه كفر قائله، يقول شارح الطحاوية: " وكما قد قال كثير من أهل السنة المشاهير بتكفير من قال بخلق القرآن، وأن الله لا يرى فى الآخرة، ولا يعلم الأشياء قبل وقوعها، وعن أبى يوسف رحمه الله أنه قال: ناظرت أبا حنيفة رحمه الله مدة حتى اتفق رأيى ورأيه أن من قال بخلق القرآن فهو كافر (المصدر السابق 318)

وعلى الرغم من اتفاق بل إجماع أهل السنة على كفر القول بخلق القرآن (نقل ذلك غير واحد من أهل العلم .انظر: معارج القبول 269 /1)

فإنهم لم يقولوا بكفر معين ممن شارك فى فتنة خلق القرآن، يقول شيخ الإسلام: " كان الإمام أحمد يكفِّر الجهمية المنكرين لأسماء الله وصفاته، لأن مناقضة أقوالهم لما جاء به الرسول – صلى الله عليه وسلم – ظاهرة بينة ...لكن ما كان يكفر أعيانهم ...ومع هذا فالذين كانوا من ولاة الأمور يقولون بقول الجهمية، ويدعون الناس إلى ذلك ويعاقبونهم، ويكفرون من لم يجبهم، ومع هذا فالإمام أحمد ترحم عليهم، واستغفر لهم، لعلمه بأنهم لمن يبين (هكذا فى الأصل، والصحيح:لم يتبين)

لهم أنهم مكذبون للرسول، ولا جاحدون لما جاء به، ولكن تأولوا فأخطأوا، وقلدوا من قال لهم ذلك (مجموع الفتاوى 349 /23)

ويقول: " التكفير له شروط وموانع، قد تنتفى فى حق المعين، وأن تكفير المطلق لا يستلزم تكفير المعين، إلا إذا وجدت الشروط، وانتفت الموانع، يبين هذا أن الإمام أحمد وعامة الأئمة الذين أطلقوا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پس آج کل جو بعض کم علم حضرات، کسی کو بھی منافق، یا تقیہ کا مرتکب قرار دے کر کافر ٹھہرا بیٹھتے ہیں، یہ شریعت کے اس اہم قاعدے اور نصوص سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔

اور اس کے متعلق علماء وفقہاء کی بہت سی تصریحات ہیں''۔انتھیٰ۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هذه العمومات، لم يكفروا أكثر من تكلم بهذا الكلام بعينه (مجموع الفتاوى 488 - 487 /12)
ثـم ذكـر شيخ الإسلام مثلاً آخر، وهو صنيع الشافعي، يقول: " وكـذلك الشـافعي لما قال لحفص الفرد – حين قال: (القرآن مخلوق) –: كفرتَ بالله العظيم، بيّن له أن هذا القول كفر، ولم يحكم بـردة حـفـص بـمجرد ذلك، لأنه لم يتبين له الحجة التي يكفر بها، ولو اعتقد أنه مرتد، لسعى فى قتله، وقد صرح فى كتبه بقبول شهادة أهل الأهواء والصلاة خلفهم(مجموع الفتاوى 349 /23)
وطبـق ابـن تيـمية رحـمـه الـلـه هذا المسلك الأصيل عند علمائنا، فكان فى محنته يقول للجهمية الـحلولية والنفاة الذين نفوا أن الله تعالى فوق العرش: " أنـا لو وافقتكم كنت كافراً، لأنى أعلم أن قـولكم كفر، وأنتم عندى لا تكفرون، لأنكم جهال، وكان هذا خطاباً لعلمائهم وقضاتهم وشيوخهم وأمرائهم(الرد على البكرى 2 /494)
ومـمـا سبـق يتبيـن وجوب التفريق بين الحكم المطلق والحكم على معين، فلئن كان رسول الله لعن بـإطـلاق شـارب الـخمر، فإنه – صلى الله عليه وسلم – نهى عن لعن معين من أصحابه شربها، ولئن كـفـر الـعـلـمـاء بـإطلاق القائل بأن القرآن مخلوق، فإنهم امتنعوا عن تكفير آحاد القائلين به، إذ قد يتـخلف تحقق الوعيد العام لأعذار قامت فى المعين أو لغيرها من الموانع، وهذا الحكم يسرى على سـائـر المكفرات (التـكـفير وضوابطه ،ص ۴۷ الیٰ ۵۲ ، التـفـريـق بيـن فـعل الكفر والحكم بكفر الفاعل، الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

[1] الحكم بالظاهر والإعراض عن السرائر:
الـحـكـم بـالـظـاهر والإعراض عن السرائر قاعدة شرعية متينة يلوذ بها الورع فى دينه، والذى يؤثر السـلامة فيـه، فـالأصـل فـى سائر معاملات الشريعة ظاهر حال الإنسان، أما باطنه فمرجعه إلى عالم السر والنجوى.
أما من أظهر الكفر فهذا ما نغفل الحديث عنه فى هذا المبحث، وله أحكام مفصلة معروفة فى أبواب أحكام الكفار والمرتدين.
وأمـا الـمسـلم الذى يظهر الإسلام ويدعيه، فإذا ما اشتبه علينا أمره، ودارت بنا الظنون فى حقيقة ما يبـطـنـه لـما نرى من مريب أحواله وأفعاله، فإن شرعة الله تلزمنا معاملته على ما أعلن فى ظاهر أمره، فيما الله يختص بحسابه فى دار جزائه وعدله.
فإذا أظهر لنا المسلم إسلاماً قبل منه فى الدنيا علانيته، وأقيمت عليه أحكام الشريعة فيها: من صلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر موصوف نے فرمایا کہ:

''جو بات کسی کے قول سے لازم آتی ہو، اس کو اس شخص کا قول قرار نہیں دیا جائے گا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صلاتنا، واستقبل قبلتنا، وأكل ذبيحتنا، فذلک المسلم الذى له ذمة الله وذمة رسوله، فلا تخفروا الله فى ذمته (رواه البخارى ح 391، ومسلم ح 1961)

قال الطحاوى: " ونسمى أهل قبلتنا مسلمين مؤمنين، ماداموا بما جاء به النبى – صلى الله عليه وسلم – معترفين، وله بكل ما قاله وأخبر مصدقين."

وقال شارح الطحاوية: " والمراد بقوله: (أهل قبلتنا) من يدعى الإسلام ويستقبل الكعبة، وإن كان من أهل الأهواء أو من أهل المعاصى، ما لم يكذب بشىء مما جاء به الرسول (شرح الطحاوية 1/313)

وليس كل من نشهد له بالإسلام هو كذلک، بل قد نقرأ من بعض فعاله وأقواله مكنون قلبه وما انطوى عليه من الكفر، ولكن تبقى معاملته بحسب الظاهر.

يقول الله تعالى وهو يقرر هذه القاعدة فى صدور المؤمنين:"يا أيها الذين آمنوا إذا ضربتم فى سبيل الله فتبينوا ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السلام لست مؤمناً تبتغون عرض الحياة الدنيا"(النساء: 94).

قال الشوكانى: " والمراد نهى المسلمين عن أن يهملوا ما جاء به الكافر مما يستدل به على إسلامه، ويقولوا: إنه إنما جاء بذلک تعوذاً وتقية (فتح القدير 501 /1)

فظاهره الإسلام، وهو يقين فى حقه، لا يرفعه ظنوننا وشكوكنا فى دوافعه.

ويقول – صلى الله عليه وسلم – فى تقرير هذه القاعدة العظيمة: ((أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله، وأن محمداً رسول الله، ويقيموا الصلاة، ويؤتوا الزكاة، فإذا فعلوا ذلک عصموا منى دمائهم وأموالهم إلا بحق الإسلام، وحسابهم على الله (رواه البخارى ح 25، ومسلم ح 21)

فقوله – صلى الله عليه وسلم –: ((عصموا منى ...وحسابهم على الله))، شهد لهم فى الدنيا بعصمة الدماء والأموال وغيرها من أحكام الإسلام بما أظهروا من الإسلام، والله يتولى حسابهم على ما فى قلوبهم فى الآخرة.

قال ابن رجب: " وأما فى الآخرة فحسابه على الله عز وجل، فإن كان صادقاً أدخله الله بذلک الجنة، وإن كان كاذباً فإنه من جملة المنافقين فى الدرک الأسفل من النار (جامع العلوم والحكم 88)

وقال القاضى عياض: " فالعصمة مقطوع بها مع الشهادة، ولا ترتفع ويستباح خلافها إلا بقاطع، ولا قاطع [إلا] من شرع، ولا قياس عليه (الشفا بتعريف حقوق المصطفى 278 /2)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اسی بناء پر اہلِ بدعت کی تکفیر نہیں کی جاتی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال ابن حجر: " أی فی أمر سرائرهم ..وفیه دلیل علی قبول الأعمال الظاهرة والحکم بما یقتضیه الظاهر ..ویؤخذ منه ترک تکفیر أهل البدع المقرین بالتوحید (فتح الباری 77 /1)

وقال البغوی: " وفی الحدیث دلیل علی أن أمور الناس فی معاملة بعضهم بعضاً إنما تجری علی الظاهر من أحوالهم دون باطنها، وأن من أظهر شعار الدین أجری علیه حکمه، ولم یکشف عن باطن أمره (شرح السنة 70 /1)

وفی الصدر الأول من المجتمع الإسلامی وجد المنافقون الذین أظهروا الإیمان تقیة وطمعاً، وأبطنوا الکفر الصراح، فسماهم الله إخوان المشرکین "ألم تر إلی الذین نافقوا یقولون لإخوانهم الذین کفروا"(الحشر:11)، وتوعدهم الله بعذاب ما توعد به الکافرین "إن المنافقین فی الدرک الأسفل من النار ولن تجد لهم نصیراً"(النساء:145).

وأطلع الله نبیه علی أسماء کثیر من المنافقین، لکنه – صلی الله علیه وسلم – لم یقتل أحداً منهم بسبب ردته، ولا منع توارثهم مع أولیائهم، لا بل لم یترک النبی – صلی الله علیه وسلم – الصلاة علی میتهم والاستغفار لهم حتی نهی عن ذلک.

وکل ذلک إنما هو إجراء لأحکام أهل الإسلام علیهم بما أظهروا منه، فیما یتوعدهم الله فی الآخرة بألیم عذابه"استغفر لهم أو لا تستغفر لهم إن تستغفر لهم سبعین مرّةً فلن یغفر الله لهم ذلک بأنّهم کفروا بالله ورسوله والله لا یهدی القوم الفاسقین"(التوبة:80).

قال الإمام الشافعی فی بیان شأن المنافقین: " الله عز وجل أخبر عن المنافقین بأنهم اتخذوا أیمانهم جُنة، یعنی – والله أعلم –: من القتل، ثم أخبر بالوجه الذی اتخذوا به أیمانهم جُنة فقال: "ذلک بأنهم آمنوا ثم کفروا "فأخبر عنهم بأنهم آمنوا ثم کفروا بعد الإیمان کفراً إذا سئلوا عنه أنکروه، وأظهروا الإیمان وأقروا به، وأظهروا التوبة منه، وهم مقیمون فیما بینهم وبین الله علی الکفر، قال الله جل ثناؤه:"یحلفون بالله ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد إسلامهم" (التوبة:74).

فأخبر بکفرهم وجحدهم وکذب سرائرهم، وذکر کفرهم فی غیر آیة ..وحکم فیهم – جل ثناؤه – فی الدنیا بأن ما أظهروا من الإیمان، وإن کانوا به کاذبین، لهم جُنة من القتل، وهم المسرون الکفر المظهرون الإیمان ...

وبیّن رسول الله – صلی الله علیه وسلم – إذا حقن (هکذا فی الأصل، ولعلها: إذ حقن)
الله تعالی دماء من أظهر الإیمان بعد الکفر، أن لهم حکم المسلمین من الموارثة والمناکحة وغیر ذلک من أحکام المسلمین، فکان بیناً فی حکم الله عز وجل فی المنافقین ثم حکم رسوله – صلی الله علیه وسلم –، أن لیس لأحد أن یحکم علی أحد بخلاف ما أظهر من نفسه، وأن الله عز وجل إنما جعل للعباد الحکم علی ما أظهر، لأن أحداً منهم لا یعلم ما غاب إلا ما علمه الله عز وجل، فوجب علی من عقل عن الله أن یجعل الظنون کلها فی الأحکام معطلة، فلا یحکم علی أحد بظن،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شریعت کے اس قاعدہ سے ناواقفیت کی بناء پر بڑا مفسدہ لازم آتا ہے، بلکہ اس کی وجہ سے تو مسلمانوں کی کوئی جماعت اور کوئی فرقہ بھی تکفیر سے نہیں بچ سکتا، جس کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهكذا دلالة سنن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – حيث كانت لا تختلف (الأم 157 /6)
وقال شيخ الإسلام: " وبيان هذا الموضع مما يزيل الشبهة، فإن كثيراً من الفقهاء يظن أن من قيل: هو كافر .فإنه يجب أن تجرى عليه أحكام المرتد ردة ظاهرة، فلا يرث، ولا يورث ولا يناكح، حتى أجروا هذه الأحكام على من كفروه بالتأويل من أهل البدع.
وليس الأمر كذلک، فإنه قد ثبت أن الناس كانوا ثلاثة أصناف: مؤمن، وكافر مظهر للكفر، ومنافق مظهر للإسلام مبطن للكفر، وكان فى المنافقين من يعلمه الناس بعلامات ودلالات، بل من لا يشكون فى نفاقه، كابن أُبى وأمثاله، ومع هذا فلما مات هؤلاء وَرِثهم ورَثَتهم المسلمون، وكان إذا مات لهم ميت آتوهم ميراثه، وكانت تُعصم دماؤهم حتى تقوم السُّنة الشرعية على أحدهم بما يوجب عقوبته (مجموع الفتاوى 617 /7)
ويقول أيضاً: " وبالجملة فأصل هذه المسائل أن تعلم أن الكفر نوعان: كفر ظاهر، وكفر نفاق، فإذا تُكلم فى أحكام الآخرة كان حكم المنافق حكم الكفار، وأما فى أحكام الدنيا فقد تجرى على المنافق أحكام المسلمين (المصدر السابق 621 - 620 /7)
ويقول: " وهكذا كان حكمه – صلى الله عليه وسلم – فى دمائهم وأموالهم كحكمه فى دماء غيرهم، لا يستحل منها شيئاً إلا بأمر ظاهر، مع أنه كان يعلم نفاق كثير منهم (المصدر السابق 7/617)
ويقول الشاطبى: " إن أصل الحكم بالظاهر مقطوع به فى الأحكام خصوصاً، وبالنسبة إلى الاعتقاد فى الغير عموماً، فإن سيد البشر مع إعلامه بالوحى، يُجرى الأمور على ظواهرها فى المنافقين وغيرهم، وإن علم بواطن أحوالهم، ولم يكن ذلک بمخرجه عن جريان الظواهر على ما جرت عليه (الموافقات 205 /2)
ثم أجاب الشاطبى عن قول بعضهم بأن ترک النبى – صلى الله عليه وسلم – إقامة الحد على المنافقين كان بسبب خشيته من قول الناس: إن محمداً يقتل أصحابه .فقال: " فالعلة أمر آخر لا ما زعمت، فإذا عُدم ما علل به فلا حرج .لأنا نقول: هذا من أدل الدليل على ما تقرر، لأن فتح هذا الباب يؤدى إلى أن لا يحفظ ترتيب الظواهر، فإن من وجب عليه القتل بسبب ظاهر، فالعذر فيه ظاهر واضح، ومن طلب قتله بغير سبب ظاهر، بل بمجرد أمر غيبى ربما شوش الخواطر، وران على الظواهر، وقد فهم من الشرع سد هذا الباب جملة ألا ترى إلى باب الدعاوى المستند إلى أن "البينة على المدعى، واليمين على من أنكر (رواه البخارى معلقاً فى باب ما جاء فى البينة على المدعى، ورواه الترمذى ح 1341، وصححه الألبانى فى أرواء الغليل ح 1938)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

بناء پر ہر فرقہ کے لوگ، دوسرے فرقہ کے لوگوں کی تکفیر کرتے ہیں، جبکہ محققین نے ''لازمِ مذہب'' کو ''مذہب'' قرار دینے کی نفی فرمائی ہے، راجح یہی ہے، جن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهذه القاعدة فی تطبيق أحكام الشريعة عامة فی كل أحد، حتى عمّت نبينا – صلى الله عليه وسلم ، نعم "لم يُستثن من ذلک أحد، حتى إن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – احتاج فی ذلک إلى البينة، فقال: من يشهد لی؟ حتى شهد له خزيمة بن ثابت، فجعلها الله شهادتين، فما ظنک بآحاد الأمة، فلو ادعى أكبر (هكذا فی الأصل، والأصوب:ادعى أكذب)

الناس على أصلح الناس، لكانت البينة على المدعی، واليمين على من أنكر، وهذا من ذلک، والنمط واحد، فالاعتبارات الغيبية مهملة بحسب الأوامر والنواهی الشرعية (الموافقات 206 /2)

لذا فإن قوله – صلى الله عليه وسلم –: من بدل دينه فاقتلوه (رواه البخاری ح 3017)

كما يقول الحافظ ابن حجر: " هو عام، يُخَص منه من بدله فی الباطن ولم يثبت عليه ذلک فی الظاهر، فإنه تجری عليه أحكام الظاهر ...وإظهار الإيمان يحصن من القتل، وكلهم أجمعوا على أحكام الدنيا على الظاهر، والله يتولى السرائر (فتح الباری 274 - 273 /12)

وشاهد آخر على إجراء الأحكام فی الدنيا على الظاهر فی حديث أسامة لما خرج فی سرية، فأدرک رجلاً فقال: لا إله إلا الله، يقول أسامة: فطعنتُه، فوقع فی نفسی من ذلک فذكرته للنبی – صلى الله عليه وسلم – فقال – صلى الله عليه وسلم –: ((أقال: لا إله إلا الله وقتلتَه؟! قال: قلت: يا رسول الله إنما قالها خوفاً من السلاح .قال: أفلا شققت عن قلبه حتى تعلم أقالها أم لا؟)) فما زال يكررها علی، حتى تمنيت أنی أسلمت يومئذ (رواه مسلم ح 96)

قال النووی: " وقوله – صلى الله عليه وسلم –: ((أفلا شققت عن قلبه حتى تعلم أقالها أم لا؟)) الفاعل فی قوله: ((أقالها)) هو القلب، ومعناه: أنک إنما كُلفت بالعمل بالظاهر وما ينطق به اللسان، وأما القلب فليس لک طريق إلى معرفة ما فيه، فأنكر عليه امتناعه من العمل بما ظهر باللسان، وقال: ((أفلا شققت عن قلبه)) لتنظر، هل قالها القلب واعتقدها وكانت فيه، أم لم تكن فيه؟ بل جرت على اللسان فحسب، يعنی: وأنت لست بقادر على هذا، فاقتصر على اللسان فحسب، يعنی: ولا تطلب غيره (شرح النووی على صحيح مسلم 104 /2)

وقال: " وفيه دليل على القاعدة المعروفة فی الفقه والأصول: أن الأحكام فيها بالظاهر، والله يتولى السرائر (المصدر السابق 107 /2)

وعليه فإن أهل السنة والجماعة يقبلون دعوى الناس الإسلام عملاً بالظاهر، ويدعون الحكم على السرائر إلى عالم السر وأخفى، فلا يقال بتكفير مسلم بزعم فساد سريرته وخبث طويته، بل يقبل منه ما ادعى، ونوله ما تولى، والله يتولى حسابه فی الآخرة (التكفير وضوابطه ،ص ۵۳ الی ۵۸، الحكم بالظاهر والإعراض عن السرائر، الناشر: رابطة العالم الإسلامی)

لوگوں کی اس قاعدہ پر نظر نہیں ہوتی، وہ بھی تکفیری فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں"۔

انتھٰی۔ [1]

---

[1] لازم القول ليس بقول:

من أبواب غواية الشيطان في باب التكفير، تكفير الناس بما تؤول إليه أقوالهم وما تستلزمه من أقوال مستقبحة يكفر قائلها ومعتقدها.

وهذا باب لو فتح يكفر به كل أحد قال قولاً خاطئاً، فمثلاً لو ابتدع الإنسان بدعة، وزعم أن فيها خيراً، فإنه يلزم من قوله أن النبي – صلى الله عليه وسلم – خان الأمانة لعدم تبليغه بهذا الخير الذى ابتدعه المبتدع، وهذا القول ولا ريب من الكفر.

لكن هذه اللوازم، منها ما يلتزمه صاحب القول، فهو له مذهب، ومنها ما ينكره أو يجهله، فهو ليس بقول له، ولو كان مذهبه مستلزماً له حقيقة، وإضافة اللازم إليه في هذه الحال كذب، وغاية ما يمكننا القول أنه تناقض في قوله، ولا سبيل للقول بتكفيره في هذه الحال.

قال ابن حزم: " وأما من كفر الناس بما تؤول إليه أقوالهم فخطأ، لأنه كذب على الخصم وتقويل له ما لم يقل به، وإن لزمه فلم يحصل على غير التناقض فقط، والتناقض ليس كفراً، بل قد أحسن إذ فر من الكفر (الفصل 294 /3)

ويقول شيخ الإسلام: " فالصواب أن مذهب الإنسان ليس بمذهب له إذا لم يلتزمه، فإنه إذا كان قد أنكره ونفاه كانت إضافته إليه كذباً عليه، بل ذلك يدل على فساد قوله، وتناقضه في المقال غير التزامه اللوازم التي يظهر أنها من قبل الكفر والمحال، مما هو أكثر، فالذين قالوا بأقوال يلزمها أقوال يعلم أنه لا يلتزمها، لكن لم يعلم أنها تلزمه (مجموع الفتاوى 217 /20)

ويقول ابن حجر المكي:" الصواب عند الأكثرين من علماء السلف والخلف: أنا لا نكفّر أهل البدع والأهواء إلا إن أتوا بمكفر صريح، لا استلزامي، لأن الأصح أن لازم المذهب ليس بلازم (تحفة الأحوذي 302 /6)

والتكفير باللازم يؤدى إلى شناعة لا حد لها، إذ يستلزم تبادل التكفير بين المسلمين، حتى لا تبقى طائفة إلا وهي تكفر الأخرى المخالفة لها، بما تراه لازماً لقولها، وهذا باب لفساد عريض.

يقول ابن حزم:" وأيضاً فإنه ليس للناس قول إلا ومخالف ذلك القول ملزم خصمه الكفر في فساد قوله وطرقه (ذكر المحقق أنه جاء في بعض نسخ الكتاب: وطرده .ولعلها الأصوب)

فالمعتزلة تنسب إلينا تجوير الله عز وجل وتشبيهه بخلقه، ونحن ننسب إليهم مثل ذلك سواء بسواء، ونلزمهم أيضاً تعجيز الله عز وجل، وأنهم يزعمون أنهم يخلقون كخلقه، وأن له شركاء في الخلق، وأنهم يستغنون عن الله عز وجل.

ومن أثبت الصفات يسمى من نفاها نافية، لأنهم قالوا: تعبدون غير الله تعالى، لأن الله تعالى له صفات، وأنتم تعبدون من لا صفة له، ومن نفى الصفات يقول لمن أثبتها: أنتم تجعلون مع الله عز وجل أشياء لم تزل وتشركون به غيره وتعبدون غير الله، لأن الله تعالى لا أحد معه ولا شيء معه في الأزل، وأنتم تعبدون شيئاً من جملة أشياء لم تزل ....

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر اس کے بعد موصوف نے فرمایا کہ:

''تکفیر کا ایک عذر ''جہل'' ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت قائم کیے بغیر عذاب نہیں دیا جاتا، قرآن وسنت میں اس کے مختلف دلائل پائے جاتے ہیں۔

علماء وفقہاء نے اعمال کے علاوہ عقائد میں بھی جہالت کو من وجہٍ عذر قرار دیا ہے، تکفیر کے مسئلے میں جہالت بدرجۂ اولیٰ عذر ہے، کیونکہ تکفیر کے مسئلے میں بہت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكل فرقة فهي تنتفي بما تسميها به الأخرى، وتكفر من قال شيئاً من ذلك، فصح أنه لا يكفر أحد إلا بنفس قوله ونص معتقده، ولا ينتفع أحد بأن يعبر عن معتقده بلفظ يحسن به قبحه، لكن المحكوم به هو مقتضى قوله فقط (الفصل 294 /3)

ويقول شيخ الإسلام ابن تيمية: " ولو كان لازم المذهب مذهباً للزم تكفير كل من قال عن الاستواء أو غيره من الصفات أنه مجاز ليس بحقيقة، فإن لازم هذا القول يقتضي أن لا يكون شيء من أسمائه أو صفاته حقيقة، وكل من لم يثبت بين الاسمين قدراً مشتركاً لزم أن لا يكون شيء من الإيمان بالله ومعرفته والإقرار به إيماناً، فإنه ما من شيء يثبته القلب إلا ويقال فيه نظير ما يقال في الآخر، ولازم قول هؤلاء يستلزم قول غلاة الملاحدة المعطلين الذين هم أكفر من اليهود والنصارى (مجموع الفتاوى 217 /20)

ويقول: " ليس كل من تكلم بالكفر يكفر، حتى تقوم عليه الحجة المثبتة لكفره ...فلازم المذهب ليس بمذهب، إلا أن يستلزمه صاحب المذهب، فخلق كثير من الناس ينفون ألفاظاً أو يثبتونها، بل ينفون معاني أو يثبتونها، ويكون ذلك مستلزماً لأمور هي كفر، وهم لا يعلمون بالملازمة، بل يتناقضون، وما أكثر تناقض الناس لا سيما في هذا الباب، وليس التناقض كفراً (مجموع الفتاوى 5/306 - 307)

وهذا المزلق، أي: التكفير بلازم القول .وقع به أهل البدع الذين يكفر بعضهم بعضاً، يقول ابن رشد (الحفيد):" وأكثر أهل البدع إنما يكفرون بالمآل (بداية المجتهد 343 /2)

لذا استقبح العلماء التكفير باللازم، واعتبروه ضرباً من الجهل ورِقَّة الدين "وقد علم كل من كان من الأعلام أن التكفير بالإلزام من أعظم مزالق الأقدام، فمن أراد المخاطرة بدينه فعلى نفسه جنى(السيل الجرار 580 /4)

وأما من أراد السلامة في دينه والبرائة من الولوغ في ظلم الآخرين فإنه لا ينسب إلى الآخرين إلا صريح قولهم، ولا يحاسبهم بما تؤول إليه أقوالهم مما يستنكونه ولا يقرونه، فهذا فعل أهل البدع لا الحق والرشاد (التكفير وضوابطه ،ص ٥٩ الى ٦١، لازم القول ليس بقول ، الناشر: رابطة العالم الإسلامي)

احتیاط رکھی گئی ہے، بعض روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

البتہ جہالت کے عذر ہونے کے جزوی مسائل میں فقہاء کا اختلاف ہے، اسی وجہ سے بعض چیزوں کے تاویل کی طرح جہالت کی وجہ سے انکار کو بھی تکفیر کے لیے مانع قرار دیا گیا ہے۔

اور آج کل ہر طبقہ اور ہر مسلک کے سلسلے کے عام لوگوں میں بکثرت جہالت پائی جاتی ہے، اگر اس کا لحاظ نہ کیا جائے، تو شاید ہر مسلک کے لوگوں کی بکثرت تکفیر لازم آئے گی، اور اس کا کوئی بھی قائل نہ ہوگا۔

اس وجہ سے کسی کی تکفیر سے قبل اس عذر کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے، اور اسی وجہ سے ممکن ہے کہ ایک شخص کے حق میں ایک چیز، تکفیر کا باعث ہو، اور دوسرے جاہل شخص کے حق میں تکفیر کا باعث نہ ہو"۔ [1]

---

[1] العذر بالجهل:

أولاً: أدلة العذر بالجهل:

شاء الله عز وجل برحمته وعدله أن لا يعذب أحداً إلا وقد قامت عليه حجته تبارك وتعالى، بما أودعه فى عباده من العقل وما هداهم إليه من الفطرة.

ولأجل ذلك بعث الله المرسلين وآتاهم الآيات والبينات "رسلاً مبشّرين ومنذرين لئلاّ يكون للنّاس على الله حجّة بعد الرّسل وكان الله عزيزاً حكيماً "(النساء:165)، وأما أولئك الذين لم تقم عليهم حجة الله لعدم وصول الرسالة إليهم، فأولئك يرفع الله عنهم – بعدله – عذابه، فيقول: "وما كنّا معذّبين حتّى نبعث رسولاً"(الإسراء:15).

وقد رفع الله الإصر والعذاب عن أولئك الذين لا يقدرون على فهم حجته لعدم أهليتهم لتقبلها وفهمها، قال – صلى الله عليه وسلم –:أربعة يحتجون على الله يوم القيامة: رجل أصم لا يسمع شيئاً، ورجل أحمق، ورجل هرِم، ورجل مات فى فترة(رواه أحمد ح 15866، وصححه الألبانى فى صحيح الجامع ح 881)

وهذا بعض عدل الله ورحمته بعباده، ولكن ماذا عن الجاهل الذى أخطأ لجهله من غير أن يعمد إلى عصيان الله، هل تسعه رحمة الله التى وسعت أولئك؟

والجواب الذى لا يختلف عليه المسلمون: هو أن رحمة الله تسعه كما وسعت غيره، يقول ابن تيمية: " فأما العاجز عن العلم كالمجنون أو العاجز عن العمل فلا أمر عليه ولا نهى، وإذا انقطع العلم ببعض الدين أو حصل العجز عن بعضه كان ذلك فى حق العاجز عن العلم أو العمل بقوله كمن انقطع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

''علمائے کرام کے جہالت کے تکفیر کا عذر ہونے سے متعلق بہت سے اقوال ہیں، اوراسی وجہ سے بعض علمائے کرام نے مختلف فرقوں کے علماء اور جہلاء کے مابین

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن العلم بجميع الدين أو عجز عن جميعه، كالمجنون مثلاً (مجموع الفتاوى 60 - 59 /20)
وهذا مصداق قول الله: ''وما كان الله ليضلّ قوماً بعد إذ هداهم حتّى يبيّن لهم مّا يتّقون إنّ الله بكلّ شيءٍ عليم''(التوبة:115)، وقوله: ''ومن يشاقق الرّسول من بعد ما تبيّن له الهدى ويتّبع غير سبيل المؤمنين نولّه ما تولّى ونصله جهنّم وساء ت مصيراً''(النساء:115)فقد أخبرت الآيتان باستحقاق العبد العذاب بعد تبين الهدى له ومشاقته له، والجاهل إنما ضل عن الهدى، ولم يتبينه، لذا نال رحمة الله وعفوه.
وجائت سنة النبى – صلى الله عليه وسلم – توضح هذا المبدأ وتجليه فى مواطن كثيرة، تبين أن الله يعذر المؤمن بجهله، فلا يؤاخذه لسوء فهمه وخطئه، بل يعذره حتى تقام عليه حجة الله، وأما قبل ذلك فلا يعذب ولا يكفر.
فهذه أم المؤمنين عائشة رضى الله عنها جهلت أمراً لا يسع المؤمن جهله، فأبانه لها رسول الله – صلى الله عليه وسلم –، وما كفرها ولا عاقبها، لأن الجهل عذر يقبله الله، فقد سألت رسول الله فقالت: مهما يكتم الناس يعلمه الله؟ قال: نعم (رواه مسلم ح 974، النسائى ح 3962، واللفظ له)
قال ابن تيمية: " وهذا يدل على أنها لم تكن تعلم ذلك، ولم تكن قبل معرفتها بأن الله عالم بكل شيء يكتمه الناس كافرة، وإن كان الإقرار [بذلک] عند قيام الحجة من أصول الإيمان، وإنكار علمه بكل شيء كإنكار قدرته على كل شيء ...فقد تبين أن هذا القول كفر، ولكن تكفير قائله لا يحكم به حتى يكون قد بلغه من العلم ما تقوم به عليه الحجة التى يكفر تاركها، ودلائل فساد هذا القول كثيرة فى الكتاب والسنة (مجموع الفتاوى .(413 - 412 /11)
كما عذر اللهُ الرجلَ الإسرائيلى الذى جهل قدرة الله وبعُثه للخلائق، فغفر الله له جهله، يقول النبى – صلى الله عليه وسلم – حاكياً خبره: ((كان رجل يسرف على نفسه، فلما حضره الموت، قال لبنيه: إذا أنا متّ، فأحرقونى، ثم اطحنونى، ثم ذرونى فى الريح، فوالله لئن قدر على ربى ليعذبنى عذاباً ما عذبه أحداً .فلما مات فُعِل به ذلک، فأمر الله الأرض فقال: اجمعى ما فيک منه، ففعلت، فإذا هو قائم .فقال: ما حملک على ما صنعت؟ قال: يا رب خشيتک .فغفر له (رواه البخارى ح 3481، ومسلم ح 2756)
ويقول ابن قتيبة: " وهذا رجل مؤمن بالله، مقر به، خائف له، إلا أنه جهل صفة من صفاته، فظن أنه إذا أحرق وذرى فى الريح أنه يفوت الله تعالى، فغفر الله تعالى له بمعرفته ما بنيته، وبمخافته من عذابه جهلَه بهذه الصفة من صفاته (تأويل مختلف الحديث 119)
قال ابن حجر: " قال الخطابى: قد يستشكل هذا، فيقال: كيف يغفر له وهو منكر للبعث والقدرة على إحياء الموتى؟ والجواب أنّه لم ينكر البعث، وإنّما جهل فظنّ أنّه إذا فُعِل به ذلک لا يعاد فلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تکفیر کے اعتبار سے فرق کیا ہے، جبکہ بعض علمائے کرام نے اس کی جزئیات میں فرق کیا ہے، اورانہوں نے قریب زمانے میں اسلام لانے، یا دارُ الاسلام میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يعذّب , وقد ظهر إيمانه باعترافه بأنّه إنّما فعل ذلک من خشية الله (فتح البارى 523 /6)

يقول ابن تيمية: " فهـذا رجل شک فى قدرة الله، وفى إعادته إذا ذُرى، بل اعتقد أنه لا يعاد، وهذا كفر باتفاق المسلمين، لكن كان جاهلاً لا يعلم ذلک، وكان مؤمناً يخاف الله أن يعاقبه، فغفر له بذلک (مجموع الفتاوى 231 /3)

ويقول أيضاً: " فهـذا الرجل اعتقد أن الله لا يقدر على جمعه إذا فعل ذلک، أو شک، وأنه لا يبعثه، وكل هـذين الاعتقادين كفر، يكفر من قامت عليه الحجة، لكنه كان يجهل ذلک، ولم يبلغه العلم بما يرده عن جهله، وكان عنده إيمان بالله وبأمره ونهيه ووعده ووعيده، فخاف من عقابه، فغفر الله له بخشيته (المصدر السابق 231 /3)

وقد استنتج العلماء من فقه هذه القصة أن من "أخطأ فى بعض مسائل الاعتقاد، من أهل الإيمان بالله وبرسوله وباليوم الآخر والعمل الصالح، لم يكن أسوأ حالاً من هذا الرجل، فيغفر الله خطأه، أو يعذبه إن كان منه تفريط فى اتباع الحق على قدر دينه، وأما تكفير شخص عُلِم إيمانه بمجرد الغلط فى ذلک، فعظيم (الاستقامة 165)

وهذه الرحمة من الله ليست خاصة بذلک الرجل، بل "كثير من المؤمنين قد يجهل مثل ذلک، فلا يكون كافراً (مجموع الفتاوى 411 /11)

قال ابن القيم: " وأما من جحد ذلک جهلاً، أو تأويلاً يعذر فيه صاحبه: فلا يكفر صاحبه به، كحديث الذى جحد قدرة الله عليه، وأمر أهله أن يحرقوه ويذروه فى الريح، ومع هذا فقد غفر الله له، ورحمه لجهله، إذ كان ذلک الذى فعله مبلغ علمه ولم يجحد قدرة الله على إعادته عناداً أو تكذيباً (مدارج السالكين 339 - 338 /1)

ودليل آخر على عذر الجاهل فى قصة الليثيين الذين أكذبوا النبى – صلى الله عليه وسلم –، فعذرهم – صلى الله عليه وسلم – لفرط جهلهم وبداوتهم.

والقصة أن النبى – صلى الله عليه وسلم – بعث أبا جهم بن حذيفة مصدقاً فلاجّه رجل فى صدقته، فضربه أبو جهم فشجه، فأتوا النبى – صلى الله عليه وسلم – فقالوا: القود يا رسول الله .فقال النبى – صلى الله عليه وسلم –: ((لكم كذا وكذا، فلم يرضوا، فقال: لكم كذا وكذا، فلم يرضوا، فقال: لكم كذا وكذا)) .فرضوا.

فقال النبى – صلى الله عليه وسلم –: ((إنى خاطب العشية على الناس ومخبرهم برضاكم)) فقالوا: نعم .فخطب رسول الله فقال – صلى الله عليه وسلم –: ((إن هؤلاء الليثيين أتونى يريدون القود، فعرضت عليهم كذا وكذا، فرضوا، أرضيتم؟)) قالوا: لا.

فهمّ المهاجرون بهم، فأمرهم رسول الله – صلى الله عليه وسلم – أن يكفوا عنهم، فكفوا ثم دعاهم فزادهم فقال: ((أرضيتم)) فقالوا: نعم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہونے وغیرہ کے اعتبار سے جہالت وعدمِ جہالت میں فرق کیا ہے، اور اسی پر ان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال: ((إنی خاطب علی الناس ومخبرهم برضاكم)) قالوا: نعم.
فخطب النبی – صلی الله علیه وسلم – فقال: ((أرضيتم؟)) قالوا: نعم (رواه أبو داود ح 4534، ابن ماجه ح 2638، وصححه الألبانی فی صحيح أبی داود ح 3801)
قال ابن حزم: " وفی هذا الخبر عذر الجاهل، وأنه لا يخرج من الإسلام بما لو فعله العالم الذی قامت عليه الحجة لكان كافراً، لأن هؤلاء الليثيين كذّبوا النبی صلی الله عليه وسلم، وتكذيبه كفر مجرد بلا خلاف، لكنهم بجهلهم وأعرابيتهم عذروا بالجهالة، فلم يكفروا (المحلی 411 - 410 /10)
كما حكم رسول الله بإسلام قوم يأتون فی آخر الزمان، حين يندرس الإسلام، لا يعرفون من الدين إلا كلمة التوحيد، قال – صلی الله عليه وسلم –: ((يدرس الإسلام كما يدرس وشی الثوب، حتی لا يُدری ما صيام ولا صلاة ولا نسک ولا صدقة، وليسری علی كتاب الله عز وجل فی ليلة، فلا يبقی فی الأرض منه آية، وتبقی طوائف من الناس، الشيخ الكبير والعجوز، يقولون: أدركنا آبائنا علی هذه الكلمة: لا إله إلا الله .فنحن نقولها)).
فقال له صلة [أی لحذيفة راوی الحديث]: ما تغنی عنهم لا إله إلا الله، وهم لا يدرون ما صلاة ولا صيام ولا نسک ولا صدقة؟ فأعرض عنه حذيفة، ثم ردها عليه ثلاثاً، كل ذلک يعرض عنه حذيفة، ثم أقبل عليه فی الثالثة، فقال: يا صلة، تنجيهم من النار (رواه ابن ماجه ح 4049، وصححه الألبانی فی صحيح ابن ماجه 3273)
واستدلالاً بهذا الحديث يقول شيخ الإسلام بعذر الجاهل، ونقل اتفاق العلماء عليه، فقال:" وكثير من الناس قد ينشأ فی الأمكنة والأزمنة الذی يندرس فيها كثير من علوم النبوات، حتی لا يبقی من يبلّغ ما بعث الله به رسوله من الكتاب والحكمة، فلا يعلم كثيراً مما بعث الله به رسوله، ولا يكون هناک من يبلغه ذلک، ومثل هذا لا يكفر، ولهذا اتفق الأئمة علی أن من نشأ ببادية بعيدة عن أهل العلم والإيمان، وكان حديث العهد بالإسلام، فأنكر هذه الأحكام الظاهرة المتواترة، فإنه لا يحكم بكفره حتی يعرَّف ما جاء به الرسول (مجموع الفتاوی 407 /11)
وقد عذر رحمه الله بهذا الجهل بعض معاصريه، واعتذر لهم بشيوع الجهل فی عصره:" بل كل من كان من المتنسكة والمتفقهة والمتعبدة والمتفقرة والمتزهدة والمتكلمة والمتفلسفة ومن وافقهم من الملوک والأغنياء والكتاب والحساب والأطباء وأهل الديوان والعامة خارجاً عن الهدی ودين الحق الذی بعث الله به رسوله، لا يقر بجميع ما أخبر الله به علی لسان رسوله، ولا يحرم ما حرمه الله ورسوله، أو يدين بدين يخالف الدين الذی بعث الله به رسوله باطناً وظاهراً: مثل من يعتقد أن شيخه يرزقه أو ينصره أو يهديه أو يغيثه أو يعينه، أو كان يعبد شيخه أو يدعوه ويسجد له، أو كان يفضله علی النبی تفضيلاً مطلقاً أو مقيداً فی شیء من الفضل الذی يقرب إلی الله تعالی، أو كان يری أنه هو أو شيخه مستغن عن متابعة الرسول – صلی الله عليه وسلم –، فكل هؤلاء كفار إن أظهروا ذلک، ومنافقون إن لم يظهروه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علماء کا قول مبنی ہے، جواہلِ تشیّع روافض کے علماء وجہلاء میں فرق کرتے ہیں، اور جو علماء برائے نام ہوں، مگر حقیقتِ حال سے واقف نہ ہوں، وہ بھی اس سلسلے میں جہلاء کے ساتھ ملحق ہیں''۔انتہیٰ۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهؤلاء الأجناس وإن كانوا قد كثروا فى هذا الزمان، فلقلة دعاة العلم والإيمان، وفتور آثار الرسالة فى أكثر البلدان، وأكثر هؤلاء ليس عندهم من آثار الرسالة وميراث النبوة ما يعرفون به الهدى، وكثير منهم لم يبلغهم ذلك.

وفى أوقات الفترات، وأمكنة الفترات، يثاب الرجل على ما معه من الإيمان القليل، ويغفر الله فيه لمن لم تقم الحجة عليه ما لا يغفر به لمن قامت الحجة عليه (المصدر السابق 165 /35)

فماذا يقول رحمه الله لو رأى عصرنا وفشو الجهل فى مسائل الدين حتى بين من يُدعون بالمثقفين؟ وهؤلاء وأمثالهم قد يمتنع تكفير واحدهم لجهله، وهم آثمون بما قصروا فى البحث عن الحق مع قدرتهم عليه.

وبعد فتح مكة خرج رسول الله – صلى الله عليه وسلم – إلى حنين ومعه مسلمة الفتح، فمروا بشجرة للمشركين يقال لها: ذات أنواط، يعلقون عليها أسلحتهم .فقالوا: يا رسول الله، اجعل لنا ذات أنواط كما لهم ذات أنواط؟ فقال النبى – صلى الله عليه وسلم –: ((سبحان الله، هذا كما قال قوم موسى: اجعل لنا إلهاً كما لهم آلهة .والذى نفسى بيده لتركبن سُنة من كان قبلكم (رواه الترمذى ح 2180، وأحمد ح 21390، وصححه الألبانى فى صحيح الترمذى ح 1771)

وقال محمد بن عبد الوهاب: " وكذلك لا خلاف فى أن الذين نهاهم النبى – صلى الله عليه وسلم – لو لم يطيعوه، واتخذوا ذات أنواط بعد نهيه لكفروا ..ولكن القصة تفيد أن المسلم بل العالم قد يقع فى أنواع من الشرك وهو لا يدرى عنها،فتفيد لزوم التعلم والتحرز ...وتفيد أيضاً أن المسلم المجتهد إذا تكلم بكلام كفر وهو لا يدرى، فنُبِّه على ذلك فتاب من ساعته أنه لا يكفر" (كشف الشبهات .46 45)

وهكذا تبين أن العذر بالجهل دلت على وجوبه النصوص، وعدم اعتباره مؤد إلى تكفير أصحاب النبى – صلى الله عليه وسلم – فيما جهلوه، وإذا كان الجهل عذراً فى الصدر الأول فهو من باب أولى مما يعذر به الناس فى عصور طغت عليها الجهالة، وعزّ فيها العلماء (التكفير وضوابطه ،ص ٦٣ الٰی ٦٩ ،العذر بالجهل، الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

[1] ثانياً: أقوال أهل العلم فى العذر بالجهل:

يقول ابن حزم: " ولا خلاف فى أن امرئاً لو أسلم، ولم يعلم شرائع الإسلام، فاعتقد أن الخمر حلال، وأن ليس على الإنسان صلاة، وهو لم يبلغه حكم الله تعالى لم يكن كافراً بلا خلاف يعتد به، حتى إذا قامت عليه الحجة، فتمادى، حينئذ بإجماع الأمة فهو كافر (المحلى 206 /11)

ويقول الإمام ابن القيم:" وأما كفر الجهل مع عدم قيام الحجة، وعدم التمكن من معرفتها، فهذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے بعد موصوف نے فرمایا کہ:

’’سلامتِ قصد کے ہوتے ہوئے خطاء کا ارتکاب بھی تکفیر میں عذر اور تکفیر کے لیے مانع ہے، خطاء بعض اوقات تو فعل سے ہوتی ہے، اور بعض اوقات حق و صواب سمجھ کر اعتقاد میں ہوتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الذى نفى الله التعذيب عنه حتى تقوم حجة الرسل (طريق الهجرتين 611)

وقال الإمام الشافعى:" لله أسماء وصفات لا يسع أحداً ردها، ومن خالف بعد ثبوت الحجة عليه فقد كفر، وأما قبل قيام الحجة فإنه يعذر بالجهل، لأن علم ذلك لا يدرك بالعقل، ولا الرؤية والفكر (فتح البارى 407 /13)

ويقول ابن تيمية: " من دعا غير الله، وحج إلى غير الله هو أيضاً مشرك، والذى فعله كفر، لكن قد لا يكون عالماً بأن هذا شرك محرم، كما أن كثيراً من الناس دخلوا فى الإسلام من التتار وغيرهم، وعندهم أصنام لهم، صغار من لبد وغيره، وهم يتقربون إليها ويعظمونها، ولا يعلمون أن ذلك محرم فى دين الإسلام، ويتقربون إلى النار أيضاً، ولا يعلمون أن ذلك محرم، فكثير من أنواع الشرك قد يخفى على بعض من دخل فى الإسلام ولا يعلم أنه شرك، فهذا ضال، وعمله الذى أشرك فيه باطل، لكن لا يستحق العقوبة حتى تقوم عليه الحجة (الرد على الأخنائى 61)

ويقول ابن تيمية: " إن تكفير المعين وجواز قتله موقوف على أن تبلغه الحجة النبوية التى يكفر من خالفها، وإلا فليس كل من جهل شيئاً من الدين يكفر (الرد على البكرى 492 /2)

وفى هذا المقام يقول رحمه الله: " لكن من الناس من يكون جاهلاً ببعض هذه الأحكام جهلاً يعذر به، فلا يحكم بكفر أحد حتى تقوم عليه الحجة من جهة بلاغ الرسالة، كما قال تعالى: ”لئلاّ يكون للنّاس على الله حجّة بعد الرّسل “(النساء:165)، وقال تعالى: ”وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً“ (الإسراء:15)، ولهذا لو أسلم رجل، ولم يعلم أن الصلاة واجبة عليه، أو لم يعلم أن الخمر حرام، لم يكفر بعدم اعتقاد إيجاب هذا، وتحريم هذا، بل ولم يعاقب حتى تبلغه الحجة النبوية (مجموع الفتاوى 406 /11)

ويقول: " فإنا بعد معرفة ما جاء به الرسول نعلم بالضرورة أنه لم يشرع لأمته أن تدعو أحداً من الأموات، لا الأنبياء ولا الصالحين ولا غيرهم، لا بلفظ الاستغاثة ولا بغيرها، ولا بلفظ الاستعاذة ولا بغيرها، كما أنه لم يشرع لأمته السجود لميت ولا لغير ميت ونحو ذلك.

بل نعلم أنه نهى عن كل هذه الأمور، وأن ذلك من الشرك الذى حرمه الله تعالى ورسوله، لكن لغلبة الجهل وقلة العلم بآثار الرسالة فى كثير من المتأخرين لم يمكن تكفيرهم بذلك، حتى يتبين لهم ما جاء به الرسول – صلى الله عليه وسلم – مما يخالفه، ولهذا ما بينت هذه المسألة قط لمن يعرف أصل الإسلام إلا تفطن، وقال: هذا أصل دين الإسلام (الرد على البكرى 731 /2)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگر خطاء کو تکفیر میں عذر نہ مانا جائے، تو بہت سے اہلُ السنۃ والجماعۃ کے اکابر و بزرگانِ دین پر بھی کفر کا فتویٰ لگ جائے گا، اوراس کے نتیجے میں بڑی بڑی دینی شخصیات بھی زد میں آ جائیں گی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ویقول: " وأصل ذلک أن المقالة التی ھی کفر بالکتاب والسنة والإجماع یقال: ھی کفر قولاً یطلق، کما دل علی ذلک الدلائل الشرعیة، فإن الإیمان من الأحکام المتلقاة عن اللہ ورسوله، لیس ذلک مما یحکم فیه الناس بظنونھم وأھوائھم، ولا یجب أن یحکم فی کل شخص قال ذلک بأنه کافر، حتی یثبت فی حقه شروط التکفیر، وتنتفی موانعه (مجموع الفتاوی 166 /35)

ویقول الشیخ محمد بن عبد الوھاب رحمه اللہ فی عذر الجاھل الذی یرتکب الکفر: " وأما ما ذکر الأعداء عنی أنی أکفّر بالظن وبالموالاة، أو أکفر الجاھل الذی لم تقم علیه الحجة، فھذا بھتان عظیم، یریدون به تنفیر الناس عن دین اللہ ورسوله (مجموعة مؤلفات الشیخ محمد بن عبد الوھاب – قسم العقیدة 25)

قال ابن العربی: " الجاھل والمخطء من ھذہ الأمة، ولو عمل من الکفر والشرک ما یکون صاحبه مشرکاً أو کافراً، فإنّه یعذر بالجھل والخطأ حتی تتبیّن له الحجة التی یکفر تارکھا بیاناً واضحاً ما یلتبس علی مثله، وینکر ما ھو معلوم بالضرورة من دین الإسلام، مما أجمعوا علیه إجماعاً قطعیّاً یعرفه کلّ المسلمین من غیر نظرٍ وتأمّلٍ ..ولم یخالف فی ذلک إلا أھل البدع (محاسن التأویل 220 - 5/219)

یقول ابن تیمیة وھو یعدد صوراً من الجھل الذی عذر به السلف:" فإذا رأیت إماماً قد غلّظ علی قائل مقالته أو کفرہ فیھا، فلا یعتبر ھذا حکماً عاماً فی کل من قالھا، إلا إذا حصل فیه الشرط الذی یستحق به التغلیظ علیه والتکفیر له، فإن من جحد شیئاً من الشرائع الظاھرة، وکان حدیث العھد بالإسلام أو ناشئاً ببلد جھل لا یکفر حتی تبلغه الحجة النبویة.

وکذلک العکس، إذا رأیت المقالة المخطئة قد صدرت من إمام قدیم، فاغتُفرت لعدم بلوغ الحجة له، فلا یغتفر لمن بلغته الحجة ما اغتُفر للأول، فلھذا یبدّع من بلغته أحادیث عذاب القبر ونحوھا إذا أنکر ذلک، ولا تبدع عائشة ونحوھا ممن لم یعرف بأن الموتی یسمعون فی قبورھم، فھذا أصل عظیم فتدبرہ، فإنه نافع (مجموع الفتاوی 61 /6)

ویقول ابن حزم وھو یذکر صوراً أخری یفترض أنھا تقع من جاھل، فیعذر لجھله: " وأما ما لم تقم الحجة علی المخالف للحق فی أی شیء کان فلا یکون کافراً إلا أن یأتی نص بتکفیرہ فیوقف عندہ ...فإن قال قائل: فما تقولون فیمن قال: أنا أشھد أن محمداً رسول اللہ، ولا أدری أھو قرشی أم تمیمی أم فارسی، ولا ھل کان بالحجاز أو بخراسان، ولا أدری أحی ھو أو میت، ولا أدری لعله ھذا الرجل الحاضر أم غیرہ، قیل له: إن کان جاھلاً لا علم عندہ بشیء من الأخبار والسیر لم یضرہ ذلک شیئاً، ووجب تعلیمه، فإذا علم وصح عندہ الحق، فإن عاند فھو کافر حلال دمه وماله، محکوم علیه بحکم المرتد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

محققین اور اہلِ علم حضرات نے خطاء کے تکفیر میں مانع ہونے سے متعلق تفصیل سے کلام کیا ہے، اور اس مسئلہ پر متعدد شرعی دلائل اور احادیث و روایات سے استدلال فرمایا ہے، لہٰذا اگر کسی مسلم سے خطاء کے طور پر کفر کا ارتکاب ہوا ہو، تو اس کی تکفیر سے اجتناب کیا جائے گا'' ۔انتھٰی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد علمنا أن كثيراً ممن يتعاطى الفتيا فى دين الله عز وجل، نعم، وكثيراً من الصالحين لا يدرى كم لموت النبى – صلى الله عليه وسلم –، ولا أين كان، ولا فى أى بلد كان، ويكفيه من كل ذلك إقراره بقلبه ولسانه أن رجلاً اسمه محمد أرسله الله تعالى إلينا بهذا الدين (الفصل 293 /3)

ويعذر شيخ الإسلام بالجهل، فلا يوقع حكم الكفر على طوائف من الجهال المقلدين الذين أحسنوا الظن فى بعض رؤوس أهل البدع من الباطنية الكفار، وتبعوهم، فيقول: " وأما الجهال الذين يحسنون الظن بقول هؤلاء، ولا يفهمونه، ويعتقدون أنه من جنس كلام المشايخ العارفين الذين يتكلمون بكلام صحيح، لا يفهمه كثير من الناس، فهؤلاء تجد فيهم إسلاماً وإيماناً ومتابعة للكتاب والسنة بحسب إيمانهم التقليدى، وتجد فيهم إقراراً لهؤلاء وإحساناً للظن بهم وتسليماً لهم بحسب جهلهم وضلالهم، ولا يتصور أن يثنى على هؤلاء إلا كافر ملحد أو جاهل ضال، وهؤلاء من جنس الجهمية الذين يقولون: إن الله بذاته حال فى كل مكان، ولكن أهل وحدة الوجود حققوا هذا المذهب أعظم من تحقيق غيرهم من الجهمية (مجموع الفتاوى 367 /2)

وسبب عذر هؤلاء الجهال من المقلدة أن "الجاهل المقلد الذى لا بصيرة له، فهذا لا يكفر، ولا يفسق، ولا ترد شهادته إذا لم يكن قادراً على تعلم الهدى، وحكمه حكم المستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلاً فأولئك عسى الله أن يعفو عنهم وكان الله عفواً غفوراً (الطرق الحكمية 255)

وهكذا فإن ثبوت الحجة شرط فى استحقاق المعين التكفير، إذ الجهل عذر عند الله، يعذر به العالم الذى جهل مسألة فغمضت عليه، كما يعذر به من باب أولى عوام المسلمين المقلدين له.

وهذه المسألة أصل فى الحكم على عوام أهل الفرق المنتسبة للإسلام، والتى فى عقائدها ما يكفر به العالم المعاند دون الجاهل المقلد (التكفير وضوابطه ،ص ٦٩ الى ٧٣،العذر بالجهل، الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

[1] العذر بالخطأ مع سلامة القصد:

الخطأ هو فعل الخطأ أو اعتقاده مع إرادة الحق والصواب.

قال ابن حجر: المخطىء: من أراد الصواب فصار إلى غيره، ويفرق بينه وبين الخاطىء بأن الخاطىء من تعمد الخطأ، ومنه قوله تعالى:"إن قتلهم كان خِطئاً كبيراً"(الإسراء: 31).

وأما الخطأ المعفو عنه، فهو مثل قوله تعالى:"وليس عليكم جناح فيما أخطأتم به"(الأحزاب:5) (انظر فتح البارى 160 /5)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے بعد موصوف نے فرمایا کہ:

”تکفیر کا ایک عذر ”تاویل“ ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد جائت نصوص الشريعة بالوعيد لمن تعمد الخطأ دون من أراد الحق فأخطأه أو لم يتعمد الخطأ لكنه وقع فيه، فقد توعد الله قاتل النفس عمداً بغير حق بقوله تعالى: ”ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم خالداً فيها“(النساء:93)، فقيَّد تبارک وتعالى الوعيد على قاتل المؤمن بالتعمد، بينما غفر عز وجل الخطأ بقوله على لسان المؤمنين: ”ربنا لا تؤخذنا إن نسينا أو أخطأنا ربنا ولا تحمل علينا إصراً كما حملته على الذين من قبلنا“(البقرة:286)، وقد ثبت فی الحديث الصحيح أن الله سبحانه استجاب هذا الدعاء، فقال: فقد فعلت (رواه مسلم ح 126)

كما قال تعالى: ”وليس عليكم جناح فيما أخطأتم به ولكن ما تعمدت قلوبكم“(الأحزاب:5) ومثله قول النبی – صلى الله عليه وسلم –:إن الله تجاوز عن أمتی الخطأ والنسيان، وما استكرهوا عليه (رواه ابن ماجه ح 2043، وابن حبان ح 1498، وصححه الألبانی فی صحيح ابن ماجه ح 1662)

قال ابن رجب: " الخطأ هو أن يقصد بفعله شيئاً، فيصادف فعله غير ما قصده، مثل أن يقصد قتل كافر فصادف قتله مسلماً، والنسيان أن يكون ذاكراً الشیء فينساه عند الفعل، وكلاهما معفو عنه: يعنی لا إثم فيه ...والأظهر – والله أعلم – أن الناسی والمخطیء إنما عفی عنهما، بمعنى: رفع الإثم عنهما، لأن الإثم مرتب على المقاصد والنيات، والناسی والمخطیء لا قصد لهما، فلا إثم عليهما (جامع العلوم والحكم 375)

والخطأ المعفو عنه على ضروب، فمنه ما هو متعلق بالألفاظ التی لم يقصد قائلها ما أدت إليه من معان مستقبحة، تكفر صاحبها لو أرادها وقصدها.

وفی ذلک أمثلة أصّلت هذه القاعدة الشرعية، منه ما جاء فی حديث أنس بن مالک قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –:لله أشد فرحاً بتوبة عبده حين يتوب إليه من أحدكم كان على راحلته بأرض فلاة، فانفلتت منه، وعليها طعامه وشرابه، فأيس منها، فأتى شجرة، فاضطجع فی ظلها قد أيس من راحلته، فبينا هو كذلک إذا هو بها قائمة عنده، فأخذ بخطامها، ثم قال من شدة الفرح: اللهم أنت عبدی، وأنا ربک .أخطأ من شدة الفرح (رواه مسلم ح 2747)

قال القاضی عياض: " فيه أنّ ما قاله الإنسان من مثل هذا فی حال دهشته وذهوله لا يؤاخذ به - ويدل على ذلک حكاية النبیّ – صلى الله عليه وسلم – ذلک، ولو كان منكراً ما حكاه (فتح الباری 108 /11)

وقال ابن القيم: " وقد تقدَّم أن الذی قال لما وجد راحلته: اللهم أنت عبدی وأنا ربّک .أخطأ من شدّة الفرح، لم يكفر بذلک، وإن أتى بصريح الكفر، لكونه لم يرده (أعلام الموقعين 63 /3)

وقال ابن حجر فی سياق حديثه عن الذی أمر بحرق جسده بعد موته: " ولعلّ هذا الرجل قال ذلک من شدّة جزعه وخوفه كما غلط ذلک الآخر فقال: أنت عبدی وأنا ربّک ...وأظهر الأقوال أنّه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

تاویل کے مانعِ تکفیر ہونے کے بھی کئی شرعی دلائل ہیں، اگر تاویل کو تکفیر کے لیے مانع قرار نہ دیا جائے، تو اس کے نتیجے میں بھی بہت سے مسلمانوں اور ان کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال ذلک فی حال دهشته وغلبة الخوف عليه حتّى ذهب بعقله لما يقول, ولم يقله قاصداً لحقيقة معناه، بل فی حالة كان فيها كالغافل والذّاهل والنّاسی الذی لا يؤاخذ بما يصدر منه (فتح الباری 6/523)

وكذا كانت اليهود تؤذی رسول الله بقولهم له: (راعنا)، وقد قالها أصحاب النبی – صلى الله عليه وسلم – من غير أن يقصدوا مقصد اليهود، فلم يكفروا لسلامة مقصدهم، وناداهم القرآن باسم الإيمان، فقال: "يا أيّها الّذين آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللكافرين عذاب أليم" (البقرة:104).

قال ابن تيمية: " إن المسلم إذا عنى معنىً صحيحاً فی حق الله تعالی، أو الرسول – صلى الله عليه وسلم –، ولم يكن خبيراً بدلالة الألفاظ، فأطلق لفظاً يظنه دالاً على ذلک المعنی، وكان دالاً علی غيره أنه لا يكفر، ومن كفَّر مثل هذا كان أحق بالكفر، فإنه مخالف للكتاب والسنة وإجماع المسلمين، وقد قال تعالی: "لا تقولوا راعنا"(البقرة:104)، وهذه العبارة كانت مما يقصد به اليهود إيذاء النبی – صلى الله عليه وسلم –، والمسلمون لم يقصدوا ذلک، فنهاهم الله تعالی عنها، ولم يكفرهم بها (الرد على البكری 659 /2)

ويقول ابن القيم:" ومن تدبر مصادر الشرع وموارده تبين له أن الشارع ألغی الألفاظ التی لم يقصد المتكلم بها معانيها، بل جرت على غير قصد منه كالنائم والناسی والسكران والجاهل والمكره والمخطء من شدة الفرح أو الغضب أو المرض ونحوهم (أعلام الموقعين 124 /3)

قال ابن حزم:" ليس كل ضلال كفراً، ولا فسقاً إلا إذا كان عمداً، وأما إذا كان من غير قصد فالإثم مرفوع فيه كسائر الخطأ (الإحكام 652 /2)

ومثل هذا السوء فی القول يصدر يوم القيامة من آخر أهل الجنة دخولاً إليها، فيقول مخاطباً ربه جل وعلا: ((أتسخر بی أو أتضحک بی وأنت الملک؟ قال: لقد رأيت رسول الله – صلى الله عليه وسلم – ضحک حتی بدت نواجذه (رواه البخاری ح 6571ومسلم ح 186)

وهذا القول مستقبح لا يخاطَب به الله العظيم، لكنه عفی عن قائله لفرط ذهوله.

ونقل النووی عن القاضی عياض قوله فی معنی الحديث: " هذا الكلام صدر من هذا الرّجل وهو غير ضابط لما قاله، لما ناله من السّرور ببلوغ ما لم يخطر بباله, فلم يضبط لسانه دهشاً وفرحاً، فقاله وهو لا يعتقد حقيقة معناه , وجرى على عادته فی الدّنيا فی مخاطبة المخلوق (شرح النووی على صحيح مسلم .40 /3)

كما لم يكفر الذين خاضوا بالإفک، وآذوا النبی – صلى الله عليه وسلم – لعدم قصدهم إيذائه، ومثلهم حال أولئک الأصحاب رضوان الله عليهم الذين أطالوا الجلوس عنده – صلى الله عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علماء کی تکفیر کرنی پڑے گی، یہاں تک کہ اس کی زد میں کئی مجتہدینِ عظام بھی آجائیں گے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسلم – فی یوم زواجه، فآذوه بذلک "إنّ ذلكم كان يؤذى النّبىّ فيستحى منكم والله لا يستحى من الحقّ"(الأحزاب:53).

يقول السبكى: " لكن الأذى على قسمين أحدهما: يكون فاعله قاصداً لأذى النبى – صلى الله عليه وسلم –، ولاشک أن هذا يقتضى القتل، وهذا كأذى عبد الله بن أُبى فى قصة الأفک، والآخر أن لا يكون فاعله قاصداً لأذى النبى – صلى الله عليه وسلم – مثل كلام مسطح وحمنة فى الإفک، فهذا لا يقتضى قتلاً.

ومن الدليل على أن الأذى لابد أن يكون مقصوداً قول الله تعالى: "إنّ ذلكم كان يؤذى النّبىّ" (الأحزاب:53) .فهذه الآية فى ناس صالحين من الصحابة، لم يقتض ذلک الأذى كفراً، وكل معصية ففعلها مؤذى، ومع ذلک فليس بكفر، فالتفصيل فى الأذى الذى ذكرناه يتعين (فتاوى السبكى 591 /2)

وقياساً على هذه المسائل توقف العلماء فى تكفير أصحاب صور من الكفر لعدم إرادتهم هذا الكفر، ومثال ذلک يورده القاضى عياض بقوله: " وقد اختلف أئمتنا فى رجل أغضبه غريمه، فقال له: صل على النبى محمد – صلى الله عليه وسلم –، فقال له الطالب: لا صلى الله على من صلى عليه .فقيل لسحنون: هل هو كمن شتم النبى – صلى الله عليه وسلم –، أو شتم الملائكة الذين يصلون عليه؟ قال: لا، إذا كان على ما وصفت من الغضب، لأنه لم يكن مضمراً الشتم.

وقال أبو إسحاق البرقى وأصبغ بن الفرج: لا يقتل، لأنه إنما شتم الناس، وهذا نحو قول سحنون، لأنه لم يعذره بالغضب فى شتم النبى – صلى الله عليه وسلم –، ولكنه لما احتمل الكلام عنده، ولم تكن معه قرينة تدل على شتم النبى – صلى الله عليه وسلم –، أو شتم الملائكة صلوات الله عليهم، ولا مقدمة يحمل عليها كلامه، بل القرينة تدل على أن مراده الناس غير هؤلاء، لأجل قول الآخر له: صل على النبى، فحُمِل قوله وسبه لمن يصلى عليه الآن لأجل أمر الآخر له بهذا عند غضبه ... وذهب الحارث بن مسكين القاضى وغيره فى مثل هذا إلى القتل (الشفا بتعريف حقوق المصطفى 235 /2)

وصاحب المقالة يكفر اتفاقاً لو قصد شتم النبى – صلى الله عليه وسلم – أو الملائكة، ولكن عفى عنه لعدم إرادته هذا القصد السىء.

يقول ابن القيم: " ما يظهر بأن المتكلم لم يرد معناه، وقد ينتهى هذا الظهور إلى حد اليقين بحيث لا يشک السامع فيه ....كالمكره والنائم والمجنون ومن اشتد به الغضب والسكران (إعلام الموقعين 108 /3)

ويقول وهو يعدد بعض ما عفا الله عنه فى أمة الإسلام:" فرفع عنها المؤاخذة بذلک كله، حتى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اسی تاویل کے نتیجے میں اکابر صحابہ وتابعین، اور متعدد مجتہدین نے معتزلہ، خوارج اور روافض وغیرہ جیسے باطل فرقوں کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی‘‘۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الخطأ فی اللفظ من شدة الفرح والغضب والسكر ..وكذلك الخطأ والنسيان والإكراه والجهل بالمعنى وسبق اللسان بما لم يرده والتكلم فی الإغلاق (المصدر السابق 106 - 105 /3)

ونختم بتلخيص جامع لمذهب أهل السنة والجماعة فی هذه المسألة، لعالم عصره الشوكانی رحمه الله، إذ يقول: " لابد من شرح الصدر بالكفر، وطمأنينة القلب به، وسكون النفس إليه، فلا اعتبار بما يقع من طوارق عقائد الشرک لا سيما مع الجهل بمخالفتها لطريقة الإسلام، ولا اعتبار بصدور فعل كفری لم يرد به فاعله الخروج عن الإسلام إلى ملة الكفر، ولا اعتبار بلفظ تلفظ به المسلم يدل على الكفر وهو لا يعتقد معناه (السيل الجرار 578 /4) (التكفير وضوابطه ،ص ۷۵ الٰی ۷۹، العذر بالخطأ مع سلامة القصد، الناشر: رابطة العالم الإسلامی)

[1] العذر بالتأويل:

أولاً :أدلة العذر بالتأويل:

وقد يقع الواحد من المسلمين فی الكفر لتأول خاطء أو فهم مغلوط للنصوص، فيقع فی الخطأ، وهو لا يقصده، وهذا فی الحقيقة فرع عن العذر بالخطأ، لكنه لفرط أهميته وتميز بعض صوره عن الخطأ استحق أن يفرد بالذكر.

والمخطء فی فهم النصوص المتأول لبعضها على معان خاطئة مجتهد أخطأ فی فهم مراد الشارع، فإن كان تأوله مع بذله الجهد، واستفراغ الوسع، فهذا مجتهد أخطأ فی اجتهاده، وهو موعود بالأجر على لسان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -حيث قال) :(إذا حكم الحاكم فاجتهد ثم أصاب فله أجران، وإذا حكم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر(رواه البخاری ح 7353، ومسلم ح .1716)

قال ابن حجر " :ولا يؤاخذ بإعطاء الحقّ لغير مستحقه لأنّه لم يتعمّد ذلک، بل وزر المحكوم له قاصر عليه ,ولا يخفى أنّ محلّ ذلک أن يبذل وسعه فی الاجتهاد وهو من أهله ,وإلا فقد يلحق به الوزر إن أخلّ بذلک(فتح الباری .320 /13)

وكل مجتهد يبغی الحق، وقد يصيبه، وقد يخطئه، يقول ابن حزم" :لم يأمر الله قط بإصابة الحق، لأنه تكليف ما ليس بوسعه(الإحكام .652 /2)

قال الخطيب البغدادی " :فإن قيل :كيف يجوز أن يكون للمخطء فيما أخطأ فيه أجر، وهو إلى أن يكون عليه فی ذلک إثم لتوانيه وتفريطه فی الاجتهاد حتى أخطأ؟ فالجواب :إن هذا غلط، لأن النبی -صلى الله عليه وسلم -لم يجعل للمخطء أجراً على خطئه، وإنما جعل له أجراً على اجتهاده، وعفا عن خطئه، لأنه لم يقصده(الفقيه والمتفقه .191 /1)

وقال أبو حامد الغزالی" :ولم يثبت لنا أن الخطأ فی التأويل موجب للتكفير، فلا بد من دليل عليه،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

”تاویل کے تکفیر کے لیے مانع ہونے سے متعلق اہلِ علم حضرات کے بہت سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وثبت أن العصمة مستفادة من قول :لا إله إلاالله قطعاً، فلا يدفع ذلک إلا بقاطع .وهذا القدر كاف فى التنبيه على أن إسراف من بالغ فى التكفير ليس عن برهان(الاقتصاد فى الاعتقاد .224 - 223)
ولسبب الخطأ فى التأويل مع قصد الحق عذر المسلمون أصحاب النبى -صلى الله عليه وسلم - الذين شاركوا فى الفتنة، وترضوا عن سائرهم، ولم يوقعوا فيهم النصوص الذى ذمت قاتل النفس المؤمنة كقوله) :(لا ترجعوا بعدى كفاراً، يضرب بعضكم رقاب بعض(سبق تخريجه ص .29)
ولعل أهم أدلة عذر السلف لمن أخطأ فى التأويل عذرهم قدامة بن مظعون وأصحابه حين شربوا الخمر مستحلين شربها، لغلطهم فى فهم معنى قوله تعالى :”ليس على الذين آمنوا وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا إذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصالحات“(المائدة:93)، واعتقاد جواز شرب الخمر كفر، لكن بسبب التأول لم يكفرهم عمر رضى الله عنه ولا الصحابة، بل بينوا لهم معنى الآية، واستتابوهم من ستحلالها، وعاقبوهم على شربها.
يقول الطحاوى " :اتفق الصحابة على قتلهم إن لم يتوبوا من ذلک، فإن قدامة بن عبد الله شرب الخمر بعد تحريمها هو وطائفة، وتأولوا قوله تعالى :”ليس على الذين آمنوا وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا إذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصالحات“(المائدة:93)
فلما ذكروا ذلک لعمر بن الخطاب رضى الله عنه اتفق هو وعلى بن أبى طالب وسائر الصحابة على أنهم إن اعترفوا بالتحريم جلدوا، وإن أصروا على استحلالها قتلوا، وقال عمر لقدامة: (أخطأت إستک الحفرة، أما إنک لو اتقيت وآمنت وعملت الصالحات لم تشرب الخمر)."
وبعد أن نقل الطحاوى اتفاق الصحابة على عذر هؤلاء المتأولين قال " :وهذا الذى اتفق عليه الصحابة هو متفق عليه بين أئمة الإسلام."
كما أزال الطحاوى اللبس حين بيّن أن هذه الآية "نزلت بسبب أن الله سبحانه لما حرم الخمر، وكان تحريمها بعد وقعة أحد، قال بعض الصحابة :فكيف بأصحابنا الذين ماتوا وهم يشربون الخمر؟ فأنزل الله هذه الآية، بيّن فيها أن من طعم الشىء فى الحال التى لم يحرم فيها، فلا جناح عليه إذا كان من المؤمنين المتقين المصلحين (شرح العقيدة الطحاوية 324)
وإطلاق قول التكفير على المخطأ قبل بيان الحجة وقيام المحجة ليس بشىء ، يقول شيخ الإسلام : "وأمثال ذلک، فإنهم يستتابون، وتقام الحجة عليهم، فإن أصروا كفروا حينئذ، ولا يحكم بكفرهم قبل ذلک، كما لم يحكم الصحابة بكفر قدامة بن مظعون وأصحابه لما غلطوا فيما غلطوا فيه من التأويل(مجموع الفتاوى .110 /7)
ومثل هذا التأول الخاطء وقع فيه ابن عباس وأصحابه، فاستحلوا بيع الصاعين بالصاع، إذا كان يداً بيد، وتأولوا فى ذلک، وبيانه فى الخبر أن أبا سعيد الخدرى لقى ابن عباس فقال له :أرأيت قولک فى الصرف، أشيئاً سمعته من رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أم شيئاً وجدته فى كتاب الله عز وجل؟ فقال ابن عباس :كلا، لا أقول، أما رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فأنتم أعلم به، وأما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اقوال ہیں، جن میں ان حضراتِ گرامی نے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کتاب الله فلا أعلمه، ولكن حدثنى أسامة بن زيد أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال:(ألا إنما الربا فى النسيئة)(رواه مسلم ح 1596)

يقول ابن تيمية عن الأكابر من الصحابة والتابعين الذين قالوا بهذا القول الخاطء" :هم من صفوة الأمة علماً وعملاً، لا يحل لمسلم أن يعتقد أن أحداً منهم بعينه، أو من قلده بحيث يجوز تقليده، تبلغهم لعنة آكل الربا، لأنهم فعلوا ذلک متأولين تأويلاً سائغاً فى الجملة(مجموع الفتاوى 20/ 263)

ثم ذكر رحمه الله مثالاً آخر لتأول بعض السلف من أهل المدينة، الذين أباحوا إتيان محاش النساء ، مع ورود الوعيد الشديد فى ذلک:من أتى امرأة فى دبرها، فقد كفر بما أنزل على محمد(رواه الترمذى بلفظ مقارب ح 135، وصححه الألبانى فى صحيح الترمذى ح 116)

ويعقب رحمه الله فيقول " :أفيستحل مسلم أن يقول :إن فلاناً وفلاناً كانا كافرين بما أنزل على محمد؟" !(مجموع الفتاوى 264 /20)

كما ذكر رحمه الله أمثلة كثيرة للخطأ بالتأويل وعذر السلف فى ذلک، نكتفى منها بخبر استلحاق معاوية لزياد بن أبيه المولود على فراش الحارث بن كلدة، فقد ألحقه بأبى سفيان، لأنه كان يقول :إنه من نطفته.

ورسول الله قضى أن الولد للفراش، وتوعد من ادعى إلى غير أبيه باللعن والحرمان من الجنة، فقال : من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم، فالجنة عليه حرام(سبق تخريجه ص 31)

قال ابن تيمية " :نعلم أن من انتسب إلى غير الأب الذى هو صاحب الفراش فهو داخل فى كلام الرسول -صلى الله عليه وسلم -، مع أنه لا يجوز أن يعين أحد دون الصحابة، فضلاً عن الصحابة، فيقال :إن هذا الوعيد لاحق به، لإمكان أنه لم يبلغهم قضاء رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بأن الولد للفراش ...وهذا باب واسع، فإنه يدخل فيه جميع الأمور المحرمة بكتاب أو سنة إذا كان بعض الأمة لم يبلغهم أدلة التحريم، فاستحلوها، أو عارض تلک الأدلة عندهم أدلة أخرى " (مجموع الفتاوى 268 /20)

ومن أمثلة توقف السلف وامتناعهم عن تكفير المتأول توقف الصحابة فى تكفير الخوارج "وإذا كان هؤلاء الذين ثبت ضلالهم بالنص والإجماع لم يكفّروا مع أمر الله ورسوله بقتالهم، فكيف بالطوائف المختلفين الذين اشتبه عليهم الحق فى مسائل غلط فيها من هو أعلم منهم؟ فلا يحل لأحد من هذه طوائف أن تكفر الأخرى، ولا تستحل دمها ومالها، وإن كانت فيها بدعة محققة، فكيف إذا كانت المكفرة لها مبتدعة أيضاً، وقد تكون بدعة هؤلاء أغلظ، وقد تكون بدعة هؤلاء أغلظ، والغالب أنهم جميعاً جهال بحقائق ما يختلفون فيه"(مجموع الفتاوى 283 - 282 /3)

يقول ابن الوزير " :فإذا تورع الجمهور من تكفير من اقتضت النصوص كفره، فكيف لا يكون الورع أشد من تكفير من لم يرد فى كفره نص واحد، فاعتبر تورع الجمهور هنا، وتعلم الورع منهم فى ذلک"(إيثار الحق على الخلق 388)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہت سے مسائل میں تاویل کو تکفیر کے لیے عذر قرار دیا ہے“۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ویستشهد ابن القیم بقصة الرجل الذی أمر بإحراق نفسه علی عذر الله للمتأول، فیقول " :وأما من جحد ذلک جهلاً، أو تأویلاً یعذر فیه صاحبه، فلا یکفر صاحبه به، کحدیث الذی جحد قدرة الله علیه، وأمر أهله أن یحرقوه ویذروه فی الریح، ومع هذا فقد غفر الله له، ورحمه لجهله، إذ کان ذلک الذی فعله مبلغ علمه ولم یجحد قدرة الله علی إعادته عناداً أو تکذیباً "(مدارج السالکین /1 339 - 338)

یقول ابن الوزیر عن هذا الدلیل " :وهذا أرجی حدیث لأهل الخطأ فی التأویل "(إیثار الحق علی الخلق 394)

وهکذا فإن الخطأ الذی یسببه التأویل مما لا یکفَّر به المسلم، لأن الحکم بکفره مبنی علی الجزم بتعمده جحد ما جحد من الدین، وعدم خطئه، و "قد تکاثرت الآیات والأحادیث فی العفو عن الخطأ، والظاهر أن أهل التأویل أخطؤوا، ولا سبیل إلی العلم بتعمدهم، لأنه من علم الباطن الذی لا یعلمه إلا الله تعالی"(المصدر السابق 393)(التکفیر وضوابطه ،ص ۸۱ الی ۸۵، العذر بالتأویل، الناشر: رابطة العالم الإسلامی)

[1] ثانیاً :أقوال العلماء فی العذر بالتأویل:

ولما سبق فإن أهل العلم والبصیرة ما فتئوا یعذرون من وقع فی بعض المکفرات وهو متأول، وأطبق علی ذلک جمهورهم، ومنه:

قول الشافعی " :ذهب الناس فی تأویل القرآن والأحادیث أو من ذهب منهم إلی أمور اختلفوا فیها، فتباینوا فیها تبایناً شدیداً، واستحل فیها بعضهم من بعض ما تطول حکایته، وکان ذلک منهم متقادماً، منه ما کان فی عهد السلف وبعدهم إلی الیوم، فلم نعلم أحداً من سلف هذه الأمة یقتدی به ولا من التابعین بعدهم رد شهادة أحد بتأویل، وإن خطأه وضلله، ورآه استحل فیه ما حرم علیه، ولا رد شهادة أحد بشیء من التأویل کان له وجه یحتمله، وإن بلغ فیه استحلال الدم والمال أو المفرط من القول"(الأم 205 /6)

ویقول شیخ الإسلام " :فمن کان خطؤه لتفریطه فیما یجب علیه من اتباع القرآن والإیمان مثلاً، أو لتعدیه حدود الله بسلوک السبل التی نهی عنها، أو لاتباع هواه بغیر هدی من الله، فهو الظالم لنفسه، وهو من أهل الوعید، بخلاف المجتهد فی طاعة الله ورسوله باطناً وظاهراً الذی یطلب الحق باجتهاده کما أمره الله ورسوله، فهذا مغفور له خطأُه"(مجموع الفتاوی 317 /3)

ومثل هذا المجتهد لا یحکم علیه بالکفر إلا بعد قیام الحجة الرسالیة، فإن أصر بعد بیانها فهو معاند کافر، وأما قبل ذلک فلا، یقول ابن تیمیة " :وأما التکفیر فالصواب أنه من اجتهد من أمة محمد - صلی الله علیه وسلم -وقصد الحق، فأخطأ :لم یکفر، بل یغفر له خطؤه.

ومن تبین له ما جاء به الرسول، فشاق الرسول من بعد ما تبین له الهدی، واتبع غیر سبیل المؤمنین: فهو کافر.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’البتہ بعض امور میں تاویل، تکفیر کے لیے مانع نہیں، مثلاً جو بات نصِ متواتر کے خلاف ہو۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومن اتبع هواه، وقصر فى طلب الحق، وتكلم بلا علم :فهو عاص مذنب، ثم قد يكون فاسقاً، وقد تكون له حسنات ترجح على سيئاته، فالتكفير يختلف بحسب اختلاف حال الشخص "(المصدر السابق 180 /12)

ولما عدّد شيخ الإسلام الأعذار التى تمنع إطلاق الكفر على من وقع فى المكفرات، فذكر بينها الشبهة، وهى صورة قريبة من التأويل، إذ بسبب الشبهة التى تنقدح فى ذهنه يصرف المسلم النصوص عن معانيها الصحيحة إلى معانٍ غير مرادة شرعاً " :الأقوال التى يكفر قائلها، قد يكون الرجل لم تبلغه النصوص الموجبة لمعرفة الحق، وقد تكون عنده ولم تثبت عنده، أو لم يتمكن من فهمها، وقد يكون قد عرضت له شبهات يعذره الله بها، فمن كان من المؤمنين مجتهداً فى طلب الحق وأخطأ، فإن الله يغفر له خطؤه كائناً ما كان، سواء كان فى المسائل النظرية (العقدية) أو العملية (الفقهية)، هذا الذى عليه أصحاب النبى -صلى الله عليه وسلم -وجماهير أئمة الإسلام"(مجموع الفتاوى 346 /23)

قال مرعى الكرمى المقدسى " :ولا نكفر أحداً من أهل الفرق بما ذهب إليه واعتقده، خصوصاً مع قيام الشبهة والدليل عنده"(أقاويل الثقات 69 /1)

ويقول ابن تيمية " :التكفير هو من الوعيد، فإنه وإن كان القول تكذيباً لما قاله الرسول، لكن قد يكون الرجل حديث عهد بإسلام، أو نشأ ببادية بعيدة، ومثل هذا لا يكفر بجحد ما يجحده، حتى تقوم عليه الحجة، وقد يكون الرجل لم يسمع تلك النصوص، أو سمعها ولم تثبت عنده، أو عارضها عنده معارض آخر أوجب تأويلها، وإن كان مخطئاً"(مجموع الفتاوى 231 /3)

وقال ابن العربى" :الجاهل والمخطء من هذه الأمة، ولو عمل من الكفر والشرك ما يكون صاحبه مشركاً أو كافراً، فإنّه يعذر بالجهل والخطأ حتى تتبيّن له الحجة التى يكفر تاركها بياناً واضحاً ما يلتبس على مثله، وينكر ما هو معلوم بالضرورة من دين الإسلام، مما أجمعوا عليه إجماعاً قطعيّاً يعرفه كلّ المسلمين من غير نظرٍ وتأمّلٍ ..ولم يخالف فى ذلک إلا أهل البدع "(محاسن التأويل 220 - 219 /5)

ومثّل بعض أهل العلم بأمثال للمكفرات التى يعذر صاحبها بالتأويل، ومنه قول ابن حزم: "وكذلک من قال :إن ربه جسم من الأجسام، فإنه إن كان جاهلاً أو متأولاً فهو معذور لا شىء عليه، ويجب تعليمه، فإذا قامت عليه الحجة من القرآن والسنن، فخالف ما فيهما عناداً، فهو كافر، يحكم عليه بحكم المرتد.

وأما من قال :إن الله عز وجل هو فلان، لإنسان بعينه، أو أن الله تعالى يحل فى جسم من أجسام خلقه أو أن بعد محمد -صلى الله عليه وسلم -نبياً غير عيسى ابن مريم، فإنه لا يختلف اثنان فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض علماء نے فرمایا کہ اسلام کے وہ اصول کہ جن سے عام مسلمان بھی بداھتًا واقف ہوں، ان میں تاویل، تکفیر کے لیے مانع نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تكفيره لصحة قيام الحجة بكل هذا على كل أحد، ولو أمكن أن يوجد أحد يدين بهذا لم يبلغه قط خلافه لما وجب تكفيره حتى تقوم عليه الحجة "(الفصل 293 /3)

والحجة التى يتحدث عنها العلماء ليست دعوى يدعى إقامتها كل أحد، بل هى منوطة بالعلماء، كما قال الحافظ العراقى تعليقاً على تكفير من غلط فى حديث، فبُين له فلم يرجع، فقال" :قيد ذلك بعض المتأخرين بأن يكون الذى بيَّن له غلطه عالماً عند المبيَن له، أما إذا لم يكن عنده بهذه المثابة فلا حرج إذاً."

وأضاف أحمد شاكر " :وهذا القيد صحيح، لأن الراوى لا يُلزم بالرجوع عن روايته إن لم يثق بأن من زعم أنه أخطأ فيها أعرف منه بهذه الرواية التى يخطِّئه فيها، وهذا واضح ."(انظر :تحقيق أحمد شاكر للباعث الحثيث شرح اختصار علوم الحديث 103)

وقال ابن سحمان " :الذى يظهر لى -والله أعلم -أنها لا تقوم الحجة إلا بمن يحسن إقامتها، وأما من لا يحسن إقامتها كالجاهل الذى لا يعرف أحكام دينه ولا ما ذكره العلماء فى ذلك، فإنه لا تقوم به الحجة"(منهاج الحق والاتباع 68)

كما يجدر التنبيه هنا إلى أن قيام الحجة أمر نسبى، يختلف باختلاف فهوم الناس، قال ابن القيم ": إن قيام الحجة يختلف باختلاف الأزمنة والأمكنة والأشخاص، فقد تقوم حجة الله على الكفار فى زمان دون زمان، وفى بقعة وناحية دون أخرى، كما أنها تقوم على شخص دون آخر، إما لعدم عقله وتمييزه كالصغير والمجنون، وإما لعدم فهمه كالذى لا يفهم الخطاب، ولم يحضر ترجمان يترجم له"(طريق الهجرتين 414)

وقد عذر العلماء أتباع الفرق المنحرفة بسبب التأويل الخاطء، فلم يكفروهم، وإن ضللوهم وخطؤوهم، لكن لا سبيل إلى تكفير المتأول المخطء، الذى قصد الحق فأخطأه لشبهة أو دليل معارض، وهذا هو مذهب أئمة الإسلام وفحول العلم، يقول شيخ الإسلام فى سياق عرضه لما حكاه البعض عن الإمام أحمد من تكفيره أهل البدع " :وليس هذا مذهب أحمد ولا غيره من أئمة الإسلام، بل لا يختلف قوله :أنه لا يكفر المرجئة الذين يقولون: الإيمان قول بلا عمل، ولا يكفر من يفضل علياً على عثمان، بل نصوصه صريحة بالامتناع من تكفير الخوارج والقدرية وغيرهم، وإنما كان يكفر الجهمية المنكرين لأسماء الله وصفاته، لأن مناقضة أقوالهم لما جاء به الرسول -صلى الله عليه وسلم -ظاهرة بينة، ولأن حقيقة قولهم تعطيل الخالق، وكان قد ابتلى بهم حتى عرف حقيقة أمرهم، وأنه يدور على التعطيل، وتكفير الجهمية مشهور عن السلف والأئمة.

لكن ما كان يكفر أعيانهم، فإن الذى يدعو إلى القول أعظم من الذى يقول به، والذى يعاقب مخالفه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ کسی مسئلہ کے بدیہی ہونے میں حالات وافراد کے اعتبار سے فرق واقع ہوسکتا ہے، مثلاً کسی زمانے اور کسی علاقے میں ایک چیز بدیہی ہو، لیکن دوسرے زمانے، یا علاقے میں بدیہی نہ ہو، بعض اہلِ علم حضرات کی کتب میں اسلام کے بدیہی امور کی چند مثالیں مذکور ہوتی ہیں، بعد کے بعض حضرات ہر مقام اور ہر علاقہ کے لیے اور سب لوگوں کے حق میں ان کو بدیہی قرار دے کر تکفیر کا حکم لگا بیٹھتے ہیں، اور اس پر نظر نہیں کرتے کہ جس شخص نے اس طرح کے کسی امر میں تاویل کی، اس کی نوعیت کیا ہے، اور اس شخص کے سامنے اس مسئلہ کا بدیہی ہونا ہے کہ نہیں؟ اس طرزِ عمل کے نتیجے میں بعض ایسے لوگوں کی تکفیر کردی جاتی ہے، جن میں جہل وغیرہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أعظم من الذی یدعو فقط، والذی یکفر مخالفه أعظم من الذی یعاقبه، ومع هذا فالذین کانوا من ولاة الأمور یقولون بقول الجهمیة :إن القرآن مخلوق، وإن الله لا یری فی الآخرة وغیر ذلک، ویدعون الناس إلی ذلک، یمتحنونهم، ویعاقبونهم إذا لم یجیبوهم، ویکفرون من لم یجبهم ..ومع هذا فالإمام أحمد رحمه الله تعالی ترحم علیهم واستغفر لهم "(مجموع الفتاوی 349- 348 /23)

وإذا تبین براءة السلف من تکفیر المخالفین، فیحسن العلم أن هذا المذهب فی تکفیر المخالف من أقوال أهل البدع ومنهجهم، وتابعهم فیه من أخطأ من أهل السنة والحق، یقول ابن تیمیة ": فمنهم من یکفر أهل البدع مطلقاً، ثم یجعل کل من خرج عما هو علیه من أهل البدع، وهذا بعینه قول الخوارج والمعتزلة الجهمیة، وهذا القول أیضاً یوجد فی طائفة من أصحاب الأئمة الأربعة، ولیس هو قول الأئمة الأربعة ولا غیرهم، ولیس فیهم من کفر کل مبتدع، بل المنقولات الصریحة عنهم تناقض ذلک"(منهاج السنة 240 /5)

یقول محمد صدیق خان متحسراً علی تکفیر بعض الفقهاء للمتأولین " :وأما قول بعض أهل العلم : إن المتأول کالمرتد، فههنا تسکب العبرات، ویناح علی الإسلام وأهله بما جناه التعصب فی الدین علی غالب المسلمین من الترامی بالکفر، لا بسنة ولا قرآن، ولا ببیان من الله ولا برهان"(الروضة الندیة شرح الدرر البهیة 623 /2)

فالتأویل -کما رأیتَ -عذر ما زال العلماء یلوذون به من رمی مخالفیهم بالکفر والضلال، فلا کفر قبل قیام الحجة وزوال الشبهة، فهذا مذهب أهل السنة والحق فی الاعتذار لمخالفیهم، بینما یهدر هذا العذر الأغرار ممن فاتهم لبوس العلم ومعارف العلماء ، ومثله حال المبتدعة الذین مازال دیدنهم تکفیر مخالفیهم مع غیر إعذار ولا رویة(التکفیر وضوابطه ،ص ۸۵ الیٰ ۹۰، العذر بالتأویل، الناشر: رابطة العالم الإسلامی)

www.idaraghufran.org

کے اعتبار سے تاویل کی گنجائش ہوسکتی ہے"۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] ثالثاً: التأويل الذى لا عذر فيه:
وإذا كان التأويل عذراً يمنع من تكفير المتأول، فإنه لا يصلح جُنة وملاذاً يلوذ به كل متلاعب بالدين يبطن الكفر ويتقى بالتأويل.
وقد بين العلماء نماذج من التأويل الذى لا عذر لمن ادعاه، لأنه لا وجه له ولا احتمال، فتعلق أهل البدع فيه، لكنه فى حقيقته تكذيب، إذ ليس مرده شبهة عارضة أو سوء فهم، بل هو من باب المغالطة والجحود.
يقول ابن تيمية: " ولا بد من التنبيه لقاعدة أخرى، وهى أن المخالف قد يخالف نصاً متواتراً ويزعم أنه مؤول، ولكن ذكر تأويله لا انقداح له أصلاً عن اللسان، لا على قرب، ولا على بعد، فذلك كفر، وصاحبه مكذب وإن كان يزعم أنه مؤول.
مثاله ما رأيته فى كلام بعض الباطنية، أن الله تعالى واحد، بمعنى أنه يعطى الوحدة ويخلقها، وعالم بمعنى أنه يعطى العلم ويخلقه لغيره، وموجود بمعنى أنه يوجد غيره، فأما أن يكون فى نفسه واحداً أو موجوداً وعالماً بمعنى اتصافه به فلا.
وهذا كفر صراح، لأن حمل الوحدة على إيجاد الوحدة ليس من التأويل فى شىء، ولا تحتمله لغة العرب أصلاً، ولو كان خالق الوحدة يسمى واحداً لخلقِه الوحدة لسمى ثلاثاً أو أربعاً، لأنه خلق الأعداد أيضاً، فأمثلة هذه المقالات تكذيبات، وإن عبر عنها بالتأويلات"(بغية المرتاد 346 /1)
قال ابن الوزير عن متعمدى تكذيب الأنبياء:" لا خلاف فى كفر من جحد ذلك المعلوم بالضرورة للجميع، وتستر باسم التأويل فيما لا يمكن تأويله، كالملاحدة فى تأويل جميع الأسماء الحسنى، بل جميع القرآن والشرائع والمعاد الأخروى من البعث والقيامة والجنة والنار "(إيثار الحق على الخلق 376)
ومثله فإن أصول الإسلام التى لا تخفى، والتى يعرفها المسلم بداهة، فإن جحدها كفر، لا يدفعه ادعاء التأول، قال الشافعى رحمه الله: " العلم علمان: علم عامة لا يسع العاجز مغلوب على عقله جهله ...مثل أن الصلوات خمس، وأن لله على الناس صوم شهر رمضان، وحج البيت إذا استطاعوه، وزكاة فى أموالهم، وأنه حرم عليهم الزنا والقتل والسرقة والخمر وما كان فى معنى هذا مما كلف العباد أن يفعلوه ويعلموه ويعطوه من أنفسهم وأموالهم، وأن يكفوا عنه مما حرم عليهم منه، وهذا الصنف كله من العلم موجود نصاً فى كتاب الله عز وجل وموجود عاماً عند أهل الإسلام ينقله عوامهم عمن مضى من عوامهم، يحكونه عن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – ولا ينازعون فى حكايته ولا وجوبه عليهم، هذا العلم العام الذى لا يمكن فيه الغلط من الخبر ولا التأويل، ولا يجوز فيه التنازع"(الرسالة 357 - 356)
ويبين ابن حجر ضابطاً آخر للتأويل غير السائغ، وهو خروجه عن طريقة العرب وأساليبها فى الكلام، يقول رحمه الله عن التأويل السائغ: " قال العلماء: كل متأول معذور بتأويله ليس بآثم، إذا كان تأويله سائغاً فى لسان العرب، وكان له وجه فى العلم"(فتح البارى 304 /12)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے بعد موصوف نے فرمایا کہ:

’’تکفیر کے لیے جبر واکراہ بھی مانع ہے، پس جس شخص پر جبر واکراہ کر کے کفر کا ارتکاب کرایا گیا ہو، وہ اس کی وجہ سے کافر شمار نہ ہوگا، خواہ اس باعثِ کفر چیز کا تعلق قول سے ہو، یا فعل سے، بشرطیکہ اس نے دل سے کفریہ بات کو قبول وتسلیم نہ کیا ہو‘‘۔انتہٰی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومن التأويل المردود مخالفة قطعي الدلالة الذى لا يختلف المسلمون فى تأويله، يقول ابن حزم: "وأما من خالف الإسلام إلى دين آخر، وأقر بنبوة أحد بعد رسول الله، فإن كان بعد رسول الله ممن بلغته النذارة فهو كافر، لا يعذر بتأويل أصلاً، لأن النص ورد بأن من يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه، وبأنه لا نبى بعد محمد – صلى الله عليه وسلم – "(الدرة فما يجب اعتقاده 415 - 414)

قال القرنى: " إذا ظهر أن التأويل عذر فى المسألة التكفير، فإن هذا لا يعنى أن كل من ادعى التأول فهو معذور بإطلاق، بل يشترط فى ذلک التأويل أن لا يكون فى أصل الدين الذى هو عبادة الله وحده لا شريک له، وقبول شريعته، لأن هذا الأصل الشهادتين لا يمكن تحقيقه مع حصول الشبهة فيه، ولهذا أجمع العلماء على كفر الباطنية – مثلاً – وأنهم لا يعذرون بالتأويل، لأن حقيقة مذهبهم الكفر بالله تعالى، وعدم عبادة الله وحده، وإسقاط شرائع الإسلام"(ضوابط التكفير 369)

وهكذا فالتأويل عذر مادام القول فيه منضبطاً بقواعد الشريعة ملازماً لفهوم العرب فى دلالات الألفاظ والتراكيب، وهو بذلک ليس جُنة للمتلاعبين لألفاظ النصوص، المعطلين لها، والجاحدين لما شرعه الله فيها، المستترين من إعمالها والإذعان لها بالتأويل الفاسد، الذى هو فى حقيقته الجحود والتعطيل(التكفير وضوابطه ،ص ۹۰ الٰى ۹۲، العذر بالتأويل، الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

[1] العذر بالإكراه

ومن الموانع التى تمنع تكفير المسلم إذا ارتكب مكفراً الإكراه، إذ قد يكره المسلم على أمر هو من الكفر، لكن لا مخرج منه، فهذا مما يعذر الله به عباده، فإن التكاليف الشرعية منوطة بالاستطاعة، والإكراه أمر خارج عنها، لذا فإن الله لم يكلف به عباده رحمة منه وفضلاً.

ودليل هذه المسألة مقرر فى قول الله تعالى: ”من كفر بالله من بعد إيمانه إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان ولكن من شرح بالكفر صدراً فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم“(النحل:106).

قال الجصاص: " قال أبو بكر: هذا أصل فى جواز إظهار كلمة الكفر فى حال الإكراه "(أحكام القرآن 13 /5)

قال ابن حجر: " وأمّا من أكره على ذلک فهو معذور بالآية , لأنّ الاستثناء من الإثبات نفى، فيقتضى أن لا يدخل الذى أكره على الكفر تحت الوعيد " ..(فتح البارى 312 /2)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر موصوف نے فرمایا کہ:

’’حق بات یہ ہے کہ اعتقادی مسائل میں اختلاف کا حکم، مسائلِ فقہ میں اختلاف کی طرح ہے، دونوں میں اس حیثیت سے کوئی فرق نہیں کہ دونوں جگہ اجتہاد کی گنجائش ہونے، نہ ہونے، اور قطعیُ الدلالۃ ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے فرق کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومن أدلة قاعدة العذر بالإكراه أيضاً قوله تعالى: ”لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين ومن يفعل ذلک فليس من الله فی شیءٍ إلا أن تتقوا منهم تقاةً ويحذركم الله نفسه وإلى الله المصير“(آل عمران:28).

قال ابن حجر: " ومعنى الآية: لا يتّخذ المؤمن الكافر وليّاً فی الباطن ولا فی الظّاهر إلّا للتّقيّة فی الظّاهر، فيجوز أن يواليه إذا خافه، ويعاديه باطناً " ...(المصدر السابق 313 /2)

كما عذر الله فی التخلف عن الهجرة المستضعفين المكرهين على البقاء فی مكة، واستثناهم من أليم عذابه وشديد وعيده، حين قال متوعداً المتخلفين فی مكة:”فأولئک مأواهم جهنم وسائت مصيراً – إلا المستضعفين من الرجال والنساء والولدان لا يستطيعون حيلةً ولا يهتدون سبيلاً“ (النساء: 97 – 98).

قال البخاری:" فعذر الله المستضعفين الذين لا يمتنعون من ترک ما أمر الله به، والمكره لا يكون إلا ممتنعاً من فعل ما أمر به"(الجامع لأحكام القرآن 182 /10)

وجاء فی الحديث المشهور المروی عن النبی – صلى الله عليه وسلم – أنه قال: ((إن الله تجاوز عن أمتی الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه))(سبق تخريجه ص 65)

قال القاضی أبو بكر ابن العربی: " والخبر وإن لم يصح سنده، فإن معناه صحيح باتفاق من العلماء "(أحكام القرآن 138 /3)

وقال الشاطبی فی معنى الحديث: " هو معنى متفق عليه فی الجملة، لا خلاف فيه "(الموافقات 3/263)

وقال ابن حجر عن هذا الحديث: " وهو حديث جليل , قال بعض العلماء: ينبغی أن يعدّ نصف الإسلام , لأنّ الفعل إمّا عن قصد واختيار أو لا , الثّانی ما يقع عن خطأ أو نسيان أو إكراه، فهذا القسم معفوّ عنه باتّفاق"(فتح الباری 161 /5)

واختلف أهل العلم فی تحديد معنى الإكراه، كما اختلفوا فی مقدار ما يباح للمسلم حال الإكراه.

وفی تعريف الإكراه بقول ابن حجر: " هو إلزام الغير بما لا يريده"(المصدر السابق311 /12)

ويزيد ابن حزم التعريف شرحاً وبياناً، فيقول: " والإكراه هو كل ما سمی فی اللغة إكراهاً، وعرف بالحس أنه إكراه، كالوعيد بالقتل ممن لا يؤمن منه إنفاذ ما توعد به، والوعيد بالضرب كذلک، أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ فقہی واعتقادی مسائل میں فرق اصطلاحی ہے، لیکن اہلِ بدعت اصطلاحی فرق کے ساتھ بھی فرق کرتے ہیں۔

لیکن اہلُ السنۃ کے نزدیک جس طرح بعض فقہی مسائل، اجتہاد کے زمرہ میں آتے ہیں، اوران میں مجتہد کواجتہادی خطاء پراجروثواب حاصل ہوتا ہے، اور مجتہد قابلِ نکیر وملامت نہیں ہوتا، اسی طرح اعتقادی مسائل میں بھی مجتہد کواجتہادی خطاء پراجروثواب حاصل ہوتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾الوعيد بالسجن كذلك، أو الوعيد بإفساد المال كذلك، أو الوعيد فى مسلم غيره بقتل أو ضرب أو سجن أو إفساد مال "(المحلى 330 /8)

وقال القرطبى:" وقال النخعى: القيد إكراه، والسجن إكراه، وهذا قول مالك، إلا أنه قال: والوعيد المخوف إكراه، وإن لم يقع، إذا تحقق ظلم المعتدى وإنفاذه لما يتوعد به ....

وتناقض الكوفيون، فلم يجعلوا السجن والقيد إكراهاً على شرب الخمر وأكل الميتة، لأنه يخاف منهما التلف، وجعلوهما إكراهاً فى إقراره: لفلان عندى ألف درهم.

قال ابن سحنون: وفى إجماعهم على أن الألم والوجع الشديد إكراه ما يدل على أن الإكراه يكون تلف نفس، وذهب مالك إلى أن من أكره على يمين بوعيد أو سجن أو ضرب أنه يحلف ولا حنث عليه، وهو قول الشافعى وأحمد وأبى ثور "(الجامع لأحكام القرآن 190 /10)

واعتبار السجن والتعذيب والقيد من صور الإكراه منقول عن الصحابة رضى الله عنهم،، فقد "أخرج عبد بن حميد بسندٍ صحيح عن عمر قال: (ليس الرّجل بأمينٍ على نفسه إذا سجن أو أوثق أو عذّب)، ومن طريق شريح نحوه وزيادة، ولفظه: (أربع كلهنّ كره: السّجن والضّرب والوعيد والقيد)، وعن ابن مسعود قال: (ما كلام يدرأ عنّى سوطين إلا كنت متكلماً به)، وهو قول الجمهور "(فتح البارى 314 /12)

وعلى الرغم من اعتبار العلماء لهذه الصور المختلفة إكراهاً، فإنهم لم يجيزوا التلفظ بكلمة الكفر فى كل من هذه الصور، إذ لا يكفى أن يوضع القيد فى معصم مسلم ليتقيه بالكفر، بل الإكراه أمر نسبى، يختلف باختلاف المكره عليه، يقول ابن تيمية:" تأملت المذاهب، فوجدت الإكراه يختلف باختلاف المكره عليه، فليس الإكراه المعتبر فى كلمة الكفر كالإكراه المعتبر فى الهبة ونحوها، فإن أحمد قد نص فى غير موضع على أن الإكراه على الكفر لا يكون إلا بتعذيب من ضرب أو قيد، ولا يكون الكلام إكراهاً.

وقد نص على أن المرأة لو وهبت زوجها صداقها أو مسكنها، فلها أن ترجع بناء على أنها لا تهب له إلا إذا خافت أن يطلقها أو يسىء عشرتها،فجعل خوف الطلاق أو سوء العشرة إكراها فى الهبة ـ ومثل هذا لا يكون إكراهاً على الكفر، فإن الأسير إذا خشى من الكفار أن لا يزوجوه وأن يحولوا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

بعض حضرات جو اعتقادی اجتہادی مسائل میں مخطئ کی تکفیر کے قائل ہوگئے ہیں، یہ درست نہیں، بہت سے اہلِ بدعت، جیسا کہ خوارج، معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ، خود سے کسی بدعت کو ایجاد کرتے ہیں، اور وہ اس بدعت کی مخالفت کرنے والے کو کافر بھی قرار دیتے ہیں، تکفیری روش کا یہ اثر بہت سے ائمہ متبوعین کے بعض متبعین میں بھی چلا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بينه وبين امرأته لم يبح له التكلم بكلمة الكفر"(الفتاوى الكبرى568 - 567 /4)

قال ابن العربى: " والإكراه المبيح لذلك هو أن يخاف على نفسه أو بعض أعضائه التلف إن لم يفعل ما أمره به، فأبيح له فى هذه الحال أن يظهر كلمة الكفر"(أحكام القرآن 13 /5)

ونقل ابن بطّال الإجماع على جواز التقية من القتل بالكفر، فقال: " أجمعوا على أنّ من أكره على الكفر حتّى خشى على نفسه القتل فكفر وقلبه مطمئنّ بالإيمان أنّه لا يحكم عليه بالكفر ولا تبين منه زوجته " ..(فتح البارى 313 /2)

ولئن اتفق العلماء على جواز التقية فى الأقوال، فإنهم اختلفوا فى جوازها فى الأفعال، والراجح أن الإكراه يبيح تقية القول والفعل على السواء، إلا فى قتل النفس المعصومة، فإنه لا يجوز قتلها تقية بالإجماع.

قال ابن حجر: " ولا فرق بين الإكراه على القول والفعل عند الجمهور , ويستثنى من الفعل ما هو محرّم على التّأبيد كقتل النّفس بغير حقّ ...فقال الشيخ أبو إسحاق الشيرازى: انعقد الإجماع على أنّ المكره على القتل مأمور باجتناب القتل والدّفع عن نفسه، وأنّه يأثم إن قتل من أكره على قتله , وذلک يدلّ أنّه مكلّف حالة الإكراه "(المصدر السابق 312 /12)

ويوافق ابن حزم على اعتبار إتيان بعض الأفعال حال الإكراه مستوجباً العذر، لكنه يضيف أن ثمة " ما لا تبيحه الضرورة كالقتل والجراح والضرب وإفساد المال، فهذا لا يبيحه الإكراه، فمن أكره على شىء من ذلک لزمه القود والضمان، لأنه أتى محرماً عليه إتيانه"(المحلى 330 /8)

ويرد الشوكانى على من منع تقية الفعل(وهو قول مروى عن الحسن البصرى رحمه الله، وهو قول الشافعى والأوزاعى وسحنون (انظر الجامع لأحكام القرآن 182 /10)

متعلقاً بسبب ورود قوله تعالى:"إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان"(النحل:106)، فإنها نزلت فى عمار، وقد أباح له الرسول – صلى الله عليه وسلم – القول، فقالوا التقية تكون بالقول لا الفعل، لكن الشوكانى يرده، ويرى أنه قول مردود: " يدفعه ظاهر الآية، فإنّها عامّة فيمن أكره من غير فرق بين القول والفعل، ولا دليل لهؤلاء القاصرين للآية على القول، وخصوص السبب لا اعتبار به مع عموم اللفظ، كما تقرّر فى علم الأصول"(فتح القدير 197 /3)

وبعد هذا كله لن يفوتنا التذكير بأن الصبر على البلاء والامتناع عن هذه الرخصة من عزم الأمور وفضائل العبادات، وزهوق نفس المؤمن وفوات مصالحه الدنيوية فى هذا السبيل تجعله فى مصاف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حالانکہ سلف میں بھی بہت سے اعتقادی مسائل میں اختلاف رونما ہوا، لیکن انہوں نے ایک دوسرے کی تکفیر نہیں کی، بلکہ اپنے مخالفین کو فقہی مسائل میں اختلاف کی طرح معذور سمجھا، یہاں تک کہ سلف نے بعض مسائل میں اپنے مخالفین کو خطاوار بھی قرار دیا، لیکن اس کے باوجود، وہ اپنے مخالفین کی عدمِ تکفیر پر متفق رہے۔

چنانچہ بعض نے میت کے زندہ شخص کی آواز سننے کی نفی کی، بعض نے معراج کے بیداری کی حالت میں ہونے کا انکار کیا، بعض نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رؤیتِ باری تعالیٰ کا انکار کیا، بعض نے خلافت کے مسائل میں اختلاف کیا، بعض نے بعض کے ساتھ قتال کیا، یہاں تک کہ بعض افعال واقوال پر لعنت وکفر کا بھی قول کیا، لیکن ان سب باتوں کے باوجود انہوں نے ایک دوسرے کی تکفیر نہیں کی، مثلاً قاضی شریح سورہ صافات کی آیت ''بل عجبت'' اور اللہ کی طرف اس صفت کا انکار کرتے تھے، حالانکہ یہ قرائت ثابت ہے، اور اللہ کی یہ صفت قرآن وسنت سے ثابت ہے، لیکن امت نے ان کو اپنا امام تسلیم کیا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ سيد الشهداء حمزة رضی الله عنه، فقد قال – صلى الله عليه وسلم –: ((سيد الشهداء حمزة بن عبد المطلب، ورجل قام إلى إمام جائر فأمره ونهاه، فقتله))(رواه الحاكم فی مستدركه ح "4884"، والمنذری فی الترغيب والترهيب ح "3483"، وصححه الألبانی فی السلسلة الصحيحة ح 374)

قال ابن حجر: " قال ابن بطال: أجمعوا على أن من أكره على الكفر واختار القتل أنه أعظم أجراً عند الله ممن اختار الرخصة ."(فتح البارى 317 /12)

وأما قوله – صلى الله عليه وسلم – لعمار بن ياسر: ((إن عادوا فعد))(رواه الحاكم فی مستدركه ح "3362"، والبيهقی فی السنن الكبرى "208 /8"قال ابن حجر: " ورجاله ثقات مع إرساله، وهذه المراسيل يقوى بعضها بعضاً "فتح البارى 312 /12)

فهو رخصة، و "هو على وجه الإباحة، لا على وجهة الإيجاب، ولا على الندب "(أحكام القرآن 5/13)

وهكذا فإن إعذار المكره وترك عقوبته صورة من صور رحمة الله وأثر من آثار فضله وعدله، فإنه تبارك وتعالى لا يكلف نفساً إلا وسعها، ولا يؤاخذ واحداً بكسب غيره وعدم اختياره، فهذا مما تجاوز الله عنه لأمة محمد – صلى الله عليه وسلم – تكرماً منه وفضلاً(التكفير وضوابطه ،ص ۹۳ الیٰ ۹۷ ،العذر بالإكراه، الناشر: رابطة العالم الإسلامی)

www.idaraghufran.org

اسی طرح بعض سلف نے قرآن مجید کے بعض حروف کا انکار کیا، اور بعض نے معوذتین کے قرآن مجید کا حصہ نہ ہونے پر کلام کیا، اور بعض نے سورہ قنوت کو قرآن مجید کا حصہ سمجھا، جبکہ یہ امور بالا جماع خطاء پر مشتمل ہیں، اور نقلِ متواتر کے خلاف ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کی اس لیے تکفیر نہیں کی گئی کہ ان کے نزدیک نقلِ متواتر کا ثبوت نہیں تھا، تاہم جن پر نقلِ متواتر کی حجت پوری کردی جائے، اور پھر بھی وہ اس سے انکار کریں، اور کوئی دوسرا مانعِ تکفیر بھی نہ پایا جائے، تو پھر تکفیر میں کوئی مانع نہیں ہوگا۔

اسی طرح بعض حضرات نے مذہبِ حق کی کسی عقیدہ میں مخالفت کی، لیکن اس کی اہلُ السنۃ نے تکفیر نہیں کی، جیسا کہ کسی نے ''ذبیح'' حضرت اسحاق کو قرار دیا، یا اللہ تعالیٰ کی رؤیت ممکن نہ ہونے کا حکم لگایا، کیونکہ انہوں نے ان چیزوں کے لیے نصوص سے دلیل پکڑی تھی، اگرچہ ان کا استدلال درست نہ تھا، لیکن اس کے باوجود، ان کی تکفیر نہیں کی گئی، اسی طرح بعض سلف وخلف نے اللہ کے معاصی کا ارادہ کرنے کی نفی کی۔

اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرھما، اہلِ ہواء کی گواہی قبول ہونے کے قائل تھے، حالانکہ اہلِ ہواء کی طرف متعدد اس طرح کے عقائد منسوب ہیں، جو کفر کا باعث ہوسکتے تھے، اور نہ تو کافر کی گواہی قبول کی جاتی، اور نہ ہی اس کی اقتداء میں نماز درست ہوتی، سلفِ صحابہ وتابعین اور ائمہ متبوعین کا تکفیر کے سلسلے میں یہی طریقہ تھا، جیسا کہ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے تفصیل بیان فرمائی ہے''۔

انتھٰی۔ [1]

---

[1] التفريق بين مسائل العقيدة ومسائل الأحكام فى مسألة التكفير وموانعه:
لكن ما ذكرنا من الأعذار التى تصرف الكفر عن صاحب العمل المكفر يصطدم بأمر نراه كثيراً يتردد على ألسنة بعض طلاب العلم، وهو أن الإعذار والرحمة والتأنى فى التبديع والتكفير

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے بعد موصوف نے فرمایا کہ:

''تکفیر کے سلسلے میں ایک مسئلہ حکمرانوں کا حکمِ الٰہی کے علاوہ پر فیصلے کرنے کا ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

للمخالف إنما هو فى أبواب الفقه لا العقيدة، فالخلاف فى أبواب الفقه يقبل الاجتهاد والاعتذار، بينما مسائل الاعتقاد لا يسوغ فيها خلاف، ولا يصح فيه إعذار.

وقالوا: إذا عذرنا المسلم فى قضايا الاعتقاد، فما بالنا لا نعذر الكافر بمثل عذره، وهذا يؤدى إلى عذر كل أحد.

والحق أن اختلاف المسلمين فى مسائل الاعتقاد كالخلاف فى مسائل الفقه سواء بسواء، منه ما يسوغ، وهو ما يتعلق بفروع المسائل التى لم يرد دليل قطعى الدلالة على وجه من وجوهها.

ومنه ما لا يسوغ، وهو ما يتعلق بالمسائل الأصولية التى دلت عليها الأدلة القطعية الدلالة من الكتاب والسنة .فالخلاف فى بعض المسائل الفرعية – من أى نوع كانت – لا يجيز الحكم بهلكة الآخرين وبطلان أعمالهم.

والتفريق بين مسائل الاعتقاد والفقه تفريق اصطلاحى، لا أثر له فى أحكام الشريعة، وأهل البدع هم الذين فرقوا فى الأحكام بين النوعين.

يقول شيخ الإسلام: " قالوا: والفرق بين مسائل الأصول والفروع إنما هو من أقوال أهل البدع من أهل الكلام من المعتزلة والجهمية ومن سلك سبيلهم، وانتقل هذا القول إلى أقوام تكلموا بذلك فى أصول الفقه، ولم يعرفوا حقيقة هذا القول ولا غوره.

قالوا: والفرق فى ذلك بين مسائل الأصول والفروع كما أنه بدعة محدثة فى الإسلام، لم يدل عليها كتاب ولا سنة ولا إجماع، بل ولا قالها أحد من السلف والأئمة، فهى باطلة عقلاً، فإن المفرقين بين ما جعلوه مسائل أصول ومسائل فروع لم يفرقوا بينهما بفرق صحيح يميز بين النوعين، بل ذكروا ثلاثة فروق أو أربعة كلها باطلة " ..(منهاج السنة 88 /5)

ويقول رحمه الله: " المتأول الذى قصده متابعة الرسول لا يكفر، بل ولا يفسق إذا اجتهد فأخطأ، وهذا مشهور عند الناس فى المسائل العملية.

وأما مسائل العقائد فكثير من الناس كفر المخطئين فيها، وهذا القول لا يعرف عن أحد من الصحابة والتابعين لهم بإحسان ولا عن أحد من أئمة المسلمين، وإنما هو فى الأصل من أقوال أهل البدع الذين يبتدعون بدعة ويكفرون من خالفهم، كالخوارج والمعتزلة والجهمية، ووقع ذلك فى كثير من أتباع الأئمة كبعض أصحاب مالك والشافعى وأحمد وغيرهم"(منهاج السنة 240- 239 /5)

ثم ذكر رحمه الله بعض الأمثلة التى تثبت وقوع الاختلاف بين السلف فى مسائل الاعتقاد، ولم يكفر بعضهم بعضاً، بل عذروا مخالفيهم فيها كما عذروهم فى مسائل الأحكام فقال: " وأيضاً فإن السلف أخطأ كثير منهم فى كثير من هذه المسائل، واتفقوا على عدم التكفير بذلك مثل ما أنكر بعض الصحابة أن يكون الميت يسمع نداء الحى، وأنكر بعضهم أن يكون المعراج يقظة، وأنكر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اللہ کے حکم کے علاوہ پر فیصلہ کرنے والے کی تکفیر کے سلسلے میں بھی بہت سے لوگوں کے قدم لغزش کھا گئے ہیں، جس کی وجہ سے وہ مسلمان حکمرانوں اور قاضیوں کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعضهم رؤية محمد ربه، ولبعضهم فى الخلافة والتفضيل كلام معروف، وكذلک لبعضهم فى قتال بعض، ولعن بعض، وإطلاق تكفير بعض، أقوال معروفة."

ويكمل شيخ الإسلام بذكر مواضع أهم من الخلاف بين السلف فى مسائل الاعتقاد، فيقول: "وكان القاضى شريح ينكر قرائة من قرأ: "بل عجبتُ"(الصافات:12)، ويقول: إن الله لا يعجب ...فهذا قد أنكر قرائة ثابتة، وأنكر صفة دل عليها الكتاب والسنة، واتفقت الأمة على أنه إمام من الأئمة.

وكذلک بعض السلف أنكر بعضهم حروفاً من القرآن، مثل إنكار بعضهم قوله: "أفلم ييأس الذين آمنوا) {الرعد:31) وقال: إنما هى: أو لم يتبين الذين آمنوا، وإنكار الآخر قرائة قوله: } وقضى ربک ألا تعبدوا إلا إياه) {الإسراء:23).، قال: إنما هى: ووصى ربک.

وبعضهم كان حذف المعوذتين، وآخر يكتب سورة القنوت، وهذا خطأ معلوم بالإجماع والنقل المتواتر، ومع هذا فلما لم يكن قد تواتر النقل عندهم بذلک لم يكفروا، وإن كان يكفر بذلک من قامت عليه الحجة بالنقل المتواتر " ..(مجموع الفتاوى 493 - 492 /12)

ويقول وهو يذكر صوراً أخرى من الاختلاف فى مسائل العقيدة خالف فيها بعضهم مذهب الحق ولم يكفرهم أهل السنة، لأن "الخطأ المغفور فى الاجتهاد هو فى نوعى المسائل الخبرية والعلمية ..كمن اعتقد ثبوت شىء لدلالة آية أو حديث وكان لذلک ما يعارضه ويبين المراد ولم يعرفه، مثل من اعتقد أن الذبيح إسحاق لحديث اعتقد ثبوته، أو اعتقد أن الله لا يرى لقوله: "لا تدركه الأبصار "(الأنعام:103)، ولقوله: "وما كان لبشرٍ أن يكلّمه الله إلاّ وحياً أو من وراء حجابٍ" (الشورى:51) .نقل عن بعض التابعين أن الله لا يرى، وفسروا قوله ا"وجوه يومئذٍ نّاضرة – إلِى ربّها ناظرة"(القيامة: 22 – 23) .بأنها تنتظر ثواب ربها كما نقل عن مجاهد وأبى صالح ...

وكما أنكر طائفة من السلف والخلف أن الله يريد المعاصى لاعتقادهم أن معناه أن الله يحب ذلک ويرضاه ويأمر به ..وكالذى قال لأهله: ((إذا أنا مِتّ فأحرقونى، ثم ذرونى فى اليم، فوالله لئن قدر الله على ليعذبنى عذاباً لا يعذبه أحداً من العالمين)) .وكثير من الناس لا يعلم ذلک، إما لأنه لم تبلغه الأحاديث، وإما لأنه ظن أنه كذب وغلط"(المصدر السابق36 - 33 /20)

ونقل رحمه الله عن العلماء من السلف أنهم كانوا "لا يؤثمون مجتهداً مخطئاً، لا فى المسائل الأصولية ولا فى الفروعية، كما ذكر عنهم ابن حزم وغيره، ولهذا كان أبو حنيفة والشافعى وغيرهما يقبلون شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية، ويصححون الصلاة خلفهم، والكافر لا تقبل شهادته على المسلمين، ولا يصلى خلفه .وقالوا: هذا هو القول المعروف عن الصحابة والتابعين لهم بإحسان وأئمة الدين: إنهم لا يكفرون ولا يفسقون ولا يؤثمون أحداً من المجتهدين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تکفیر کے درپے ہوگئے، اور اس کی حقیقت پر غور نہ کیا، حالانکہ ہر حالت میں ایسا کرنا تکفیر کا باعث نہیں، اور مسلمان سے حسنِ ظن کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو گناہ و معصیت پر محمول کیا جائے، جب تک نا قابلِ تاویل طریقہ پر کفرِ بواح ثابت نہ ہو، اہلِ علم حضرات نے اس مسئلہ پر تفصیل سے کلام کیا''۔انتہٰی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المخطئين، لا فى مسألة عملية [فقهية] ولا علمية [اعتقادية]" (منهاج السنة 87 /5)
وقال شيخ الإسلام: " فمن كان من المؤمنين مجتهداً فى طلب الحق وأخطأ، فإن الله يغفر له خطأه كائناً ما كان، سواء كان فى المسائل النظرية أو العملية، هذا الذى عليه أصحاب النبى – صلى الله عليه وسلم – وجماهير أئمة الإسلام"(مجموع الفتاوى 346 /23)
وعليه نجمل فنقول بأن ما ذكرنا عن الإعذار بالجهل أو التأويل أو الإكراه وغيرها هو رحمة من الله يتفضل بها على عباده الذين ما قصدوا محادّته، ولا عمدوا إلى مخالفة أمره، وهى فضل يشمل قضايا المعتقد والفقه بلا تفريق، فالتفريق بينها عند أهل العلم: فى باب التعليم والتدريس، لا الأحكام، فإنّ من أخطأ – مع استفراغ الوسع والجهد – فى باب من أبواب المعتقد كان كمن أخطأ فى مسائل الفقه والأحكام سواء بسواء، فعفو الله ورحمته تنال الجميع (التكفير وضوابطه،ص ٩٩ الى ١٠٢،التفريق بين مسائل العقيدة ومسائل الأحكام فى مسألة التكفير وموانعه، الناشر: رابطة العالم الإسلامى)

[1] الحكم بغير ما أنزل الله:
لعل قضية الحكم بغير ما أنزل الله من أهم القضايا التى زلت بها الأقدام فى مسألة التكفير، إذ أدت بالبعض إلى تكفير كل حاكم بغير ما أنزل الله من غير تفريق بين صنوفه المختلفة، واستجرهم ذلك إلى تكفير ولاتهم ووزرائهم ثم شرطتهم، ثم سائر أفراد المجتمع الذين رضوا بحكمهم ولم يثوروا عليهم.
وفى البدء نؤكد أن الحكم بما أنزل الله حق لله تعالى، وأنه من أخص خصائص الألوهية التى هى حق لله بموجب ربوبيته "ألا له الخلق والأمر"(الأعراف:54).
يقول ابن تيمية: " ومعلوم باتفاق المسلمين أنه يجب تحكيم الرسول – صلى الله عليه وسلم – فى كل ما شجر بين الناس فى أمر دينهم ودنياهم فى أصول دينهم وفروعه، وعليهم كلهم إذا حكم بشىء أن لا يجدوا فى أنفسهم حرجاً مما حكم ويسلموا تسليماً"(مجموع الفتاوى 38 - 37 /7)
وقوله مصداق لقول الله تعالى:''فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فى أنفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً''(النساء:65).
أما النكول عن تحكيم شرع الله، إلى شرع غيره، فهو عبادة للطاغوت، وصورة من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ اصول کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے آج بہت سے مسلم ممالک میں عوام اپنے مسلم حکمرانوں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صور الشرک بالله العظيم ”ألم تر إلى الذين يزعمون أنهم آمنوا بما أنزل إليک وما أنزل من قبلک يريدون أن يتحاكموا إلى الطاغوت وقد أمروا أن يكفروا به ويريد الشيطان أن يضلهم ضلالاً بعيداً“(النساء:60).

وجعل الله التحاكم إلى شرعه والانقياد لأمره ميزاناً يستبين فيه الإيمان من النفاق، فحال المنافقين كما قال الله تعالى:”ويقولون آمنّا بالله وبالرّسول وأطعنا ثمّ يتولّى فريق مّنهم مّن بعد ذلک وما أولئک بالمؤمنين – وإذا دعوا إلى الله ورسوله ليحكم بينهم إذا فريق مّنهم مّعرضون – وإن يكن لّهم الحقّ يأتوا إليه مذعنين – أفي قلوبهم مرض أم ارتابوا أم يخافون أن يحيف الله عليهم ورسوله بل أولئک هم الظّالمون“(النور: 47 – 50).

وأما المؤمنون فإن حالهم مختلف ”إنّما كان قول المؤمنين إذا دعوا إلى الله ورسوله ليحكم بينهم أن يقولوا سمعنا وأطعنا وأولئک هم المفلحون“(النور51:).

يقول شيخ الإسلام: " ذم [الله عز وجل] المدعين الإيمان بالكتب كلها، وهم يتركون التحاكم إلى الكتاب والسنة، ويتحاكمون إلى بعض الطواغيت المعظمة من دون الله، كما يصيب ذلک كثيراً ممن يدعي الإسلام وينتحله فی تحاكمهم إلى مقالات الصابئة الفلاسفة أو غيرهم، أو إلى سياسة بعض الملوک الخارجين عن شريعة الإسلام من ملوک الترک وغيرهم "(مجموع الفتاوى 340 - 12/339)

قال ابن كثير: " فمن ترک الشرع المحكم المنزل على محمد بن عبد الله خاتم الأنبياء، وتحاكم إلى غيره من الشرائع المنسوخة كفر، فكيف بمن تحاكم إلى الياسا [قانون التتار] وقدمها عليه؟ من فعل ذلک كَفَر بإجماع المسلمين "(البداية والنهاية 13/ 119)

وإذا كان الحكم بشريعة الله من مقتضيات الإيمان ومن أُولى حقوق الرحمن، فإن من نازع الله هذا الحق، فقد جعل نفسه شريكاً لله فی ربوبيته وألوهيته على خلقه” أم لهم شركاء شرعوا لهم مّن الدّين ما لم يأذن به الله“(الشورى:21).

فقد عرّف محمد رشيد رضا الشرک ببعض مظاهره وصوره، فقال:" إسناد الخلق والتدبير إلى غير الله تعالى معه، أو أن تؤخذ أحكام الدين فی عبادة الله تعالى والتحليل والتحريم عن غيره، أی غير كتابه ووحيه الذی بلغه عنه رسله"(تفسير المنار ”55 /2“، وهذا التعريف وإن كان يبين بعض صور الشرک، فإنه لا يشمل صوراً أخرى تتعلق بعبادة غير الله مع الله أو دونه)

والذی يشرع يجعل من نفسه إلهاً مع الله، وهذا كافر باتفاق المسلمين، يقول ابن تيمية: " والإنسان متى حلّل الحرام المجمع عليه، أو حرّم الحلال المجمع عليه، أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

کے خلاف، علمِ بغاوت بلند کر کے باہم خونریزی کے مرتکب ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بدّل الشرع المجمع عليه كان كافراً مرتداً باتفاق الفقهاء"(مجموع الفتاوى 3/ 267)
وتقييده رحمه الله بالمجمع عليه يخرج من أخطأ فى الاجتهاد، بينما الذى يكفر هو المكذب لله ولرسوله الجاحد لحكمهما، لا المخطء الحريص على متابعتهما.
ويقول القاضى أبو يعلى مؤكداً ذات المعنى: " ومن اعتقد تحليل ما حرم الله ورسوله بالنص الصريح، أو أجمع المسلمون على تحريمه فهو كافر، كمن أباح شرب الخمر ومنع الصلاة والصيام والزكاة، وكذلك من اعتقد تحريم شىء حلله الله وأباحه بالنص الصريح، أو أباحه رسوله أو المسلمون مع العلم بذلك، فهو كافر كمن حرم النكاح والبيع والشراء على الوجه الذى أباحه الله عز وجل، والوجه فيه أن فى ذلك تكذيباً لله تعالى ولرسوله فى خبره، وتكذيباً للمسلمين فى خبرهم، ومن فعل ذلك فهو كافر بإجماع المسلمين"(المعتمد فى أصول الدين 272 - 271)
والتشريع كفر أيضاً من جهة أنه تقديم لرأى من شرعه على شرع الله وحكمه، وهذا ولا ريب من الكفر البيِّن، الذى يحكم بالكفر على قائله، ولو أذعن لحكم الله وانقاد له، يقول الشيخ محمد بن عبد الوهاب ضمن تعداده لنواقض الإسلام: " من اعتقد أن غير هدى النبى – صلى الله عليه وسلم – أكمل من هديه، أو أن حكم غيره أحسن من حكمه، كالذى يفضل حكم الطواغيت على حكمه فهو كافر"(مجموعة مؤلفات الشيخ محمد بن عبد الوهاب – قسم العقيدة 386)
يقول شيخ الإسلام: " ثم إن هذا الامتناع والإباء [أى عن الإذعان والانقياد للشرع]، إما لخلل فى اعتقاد حكمة الآمر وقدرته، فيعود هذا إلى عدم التصديق بصفة من صفاته، وقد يكون مع العلم بجميع ما يصدق به تمرداً أو اتباعاً لغرض النفس، وحقيقته كفر، هذا لأنه يعترف لله ورسوله بكل ما أخبر به ويصدق بكل ما يصدق به المؤمنون، لكنه يكره ذلك ويبغضه ويسخطه لعدم موافقته لمراده ومشتهاه، ويقول: أنا لا أقر بذلك، ولا ألتزمه، وأبغض هذا الحق، وأنفر منه، فهذا نوع غير النوع الأول، وتكفير هذا معلوم بالاضطرار من دين الإسلام، والقرآن مملوء من تكفير مثل هذا النوع"(الصارم المسلول 3/ 969 - 971)
فهذا الممتنع إباء، والمتشكك فى حكمة الخالق مكذب لصفات الله العليم الحكيم، وهو مستهين بالله وشرعه، فهو كافر بذلك، يقول ابن أبى العز شارح الطحاوية: " إن اعتقد أن الحكم بما أنزل الله غير واجب، وأنه مخير فيه، أو استهان به مع تيقنه أنه حكم الله، فهذا كفر أكبر"(شرح العقيدة الطحاوية 324 - 323)
ويمتد الكفر فى مسألة الحاكمية ليشمل كل من وافق الحكام بما استحلوه من استحلال الحرام، فهو يكفر أيضاً، وفعله من جنس فعل النصارى الذين اتبعوا أحبارهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے بعد موصوف نے اپنے مفصل مضمون کے خاتمہ میں فرمایا کہ:

”تکفیرِ مسلم کا معاملہ بہت نازک ہے، جس پر جلدی سے اقدام نہیں کرنا چاہئے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ورهبانهم، فكانوا لهم عابدين: ”اتّخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابًا من دون الله‘ ‘(التوبة: 31) .قال عدى رضى الله عنه: سمعت الرسول – صلى الله عليه وسلم – يقرؤها، فقال: ((أما إنهم لم يكونوا يعبدونهم، ولكنهم كانوا إذا أحلوا لهم شيئاً استحلوه، وإذا حرموا عليهم شيئاً حرموه))(رواه الترمذى ح ”3095“، وصححه الألبانى فى صحيح الترمذى ح 2471)

قال ابن تيمية مبيناً وجه كفر هؤلاء الأتباع: " أن يعلموا أنهم بدلوا دين الله، فيتبعونهم على التبديل، فيعتقدون تحليل ما حرم الله وتحريم ما أحل الله، اتباعاً لرؤسائهم، مع علمهم أنه خالفوا دين الرسول، فهذا كفر .وقد جعله الله ورسوله شركاً، وإن لم يكونوا يصلون لهم ويسجدون لهم .فكان من اتبع غيره فى خلاف الدين، مع علمه أنه خلاف الدين واعتقد ما قاله ذلک، دون ما قاله الله ورسوله مشركاً مثل هؤلاء"(مجموع الفتاوى 70 /7)

ومما يدل أيضاً على كفر الأتباع حيث رضوا بحكم الطاغوت واتبعوه قول الله تعالى:’ ’ولا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه وإنّه لفسق وإنّ الشياطين ليوحون إلى أوليآئهم ليجادلوكم وإن أطعتموهم إنّكم لمشركون‘ ‘(الأنعام: 121)يقول ابن كثير موضحاً صورة الشرک فى أكل ما لم يذكر عليه اسم الله: " أى حيث عدلتم عن أمر الله لكم وشرعه إلى قول غيره، فقدمتم ذلک، فهذا هو الشرک "(تفسير القرآن العظيم 172 /2)

قال القرطبى: " وإن أطعتموهم أى فى تحليل الميتة إنكم لمشركون، فدلت الآية على أن من استحل شيئاً مما حرم الله تعالى صار به مشركاً، وقد حرم الله سبحانه الميتة نصاً، فإذا قبِل تحليلها من غيره فقد أشرک"(الجامع لأحكام القرآن 77 /7)

ومن المعلوم أنه ليس كل من أكل ما لم يذكر اسم الله عليه يكون مشركاً .إنما المشرک من أكل المحرم مستحلاً ومتابعاً فى ذلک لمن بدل حكم الله وأحله، بل هو يكفر بالإقرار دون الفعل.

أما من أطاع الحاكم بفعل المعصية من غير اعتقاد استحلالها ولا موافقة الحاكم على إسقاط حكم الله فيها، كمن زنى فى بلد يبيح قانونه الزنا، فهذا وقع فى معصية لا يكفر بها، لأنه معتقد حرمتها، فحاله كحال سائر الذنوب التى يقع فيها المسلم ولا يستحلها، يقول شيخ الإسلام: " أن يكون اعتقادهم وإيمانهم بتحريم الحلال وتحليل الحرام ثابتاً، لكنهم أطاعوهم فى معصية الله، كما يفعل المسلم ما يفعله من المعاصى التى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور ممکنہ حد تک تاویل وتوجیہ کے راستہ کو تلاش کرنا چاہئے، پھر بھی متعین شخص کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يعتقد أنها معاص، فهؤلاء لهم حكم أمثالهم من أهل الذنوب" (مجموع الفتاوى 7/ 70)

قال ابن العربى:" إنما يكون المؤمن بطاعة المشرك مشركاً، إذا أطاعه فى اعتقاده الذى هو محل الكفر والإيمان، فإذا أطاعه فى الفعل، وعقده سليم مستمر على التوحيد والتصديق فهو عاص، فافهموه"(الجامع لأحكام القرآن 78 /7)

قال النسفى فى تفسيره لقول الله تعالى:''وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمرًا أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضلّ ضلالاً مّبينًا''(الأحزاب:36) " :فإن كان العصيان عصيان رد وامتناع عن القبول فهو ضلال كفر، وإن كان عصيان فعل مع قبول الأمر واعتقاد الوجوب فهو ضلال خطأ وفسق"(مدارك التنزيل وحقائق التأويل 346 - 345 /2)

ويكفى فى تبيان هذا المعنى فهم قول النبى – صلى الله عليه وسلم –: ((إنه يستعمل عليكم أمراء، فتعرفون وتنكرون، فمن كره فقد برء، ومن أنكر فقد سلم،ولكن من رضى وتابع))(رواه مسلم ح 1854)

قال النووى: " معناه: ولكن الإثم والعقوبة على من رضى وتابع، وفيه دليل على أن من عجز عن إزالة المنكر لا يأثم بمجرد السكوت، بل إنما يأثم بالرضا به أو بأن لا يكرهه بقلبه أو بالمتابعة عليه "(شرح النووى على صحيح مسلم 143 /12)

إذاً الحكم بما أنزل الله شرعة لازمة لا انفكاك للمجتمع المسلم عنها، والتولى عن شرع الله وتبديل أحكامه كفر مخرج من الملة، واتباع للهوى وعبادة للطاغوت من دون الله.

الكفر الأصغر:

لكن الحكم بغير ما أنزل الله قد يكون من الكفر الأصغر، بل قد لا يكون معصية أصلاً.

وقد عدد العلماء الحالات التى لا يخرج فيها الحاكم بغير شريعة الله من الإسلام.

وأولها: أن يترك الحكم بما أنزل الله فى بعض مسائله لهوى فى نفسه، مع اعتقاده أن شرع الله هو الخير المطلق الذى لا يعدله هدى غيره ولا يدانيه.

يقول القرطبى: " إن حكم به [بغير ما أنزل الله] هوى ومعصية، فهو ذنب تدركه المغفرة على أصل أهل السنة فى الغفران للمذنبين "(الجامع لأحكام القرآن 197 /6)

ويقول ابن تيمية: " أما من كان ملتزماً لحكم الله ورسوله باطناً وظاهراً، لكن عصى واتبع هواه، فهذا بمنزلة أمثاله من العصاة"(منهاج السنة 131 /5)

يقول ابن القيم: " إن اعتقد وجوب الحكم بما أنزل الله فى هذه الواقعة، وعدل عنه عصياناً، مع اعترافه بأنه مستحق للعقوبة، فهذا كفر أصغر"(مدارج السالكين 336 /1)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تکفیر سے پہلے حجت قائم ہونے نہ ہونے کو ملاحظہ کرنا چاہئے، اوراس سلسلے میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يقول الطحاوى: " الحكم بغير ما أنزل الله قد يكون كفراً ينقل عن الملة،وقد يكون معصية كبيرة أو صغيرة، ويكون كفراً إما مجازياً وإما كفراً أصغر ..وإن اعتقد وجوب الحكم بما أنزل الله، وعلمه فى هذه الواقعة وعدل عنه، مع اعترافه بأنه مستحق للعقوبة، فهذا عاص، ويسمى كافراً كفرا مجازياً أو كفراً أصغر "(شرح العقيدة الطحاوية 263)

وهذه الصورة هى التى عناها ابن عباس والتابعون من بعده، حين وصفوا الحكم بغير شرع الله أنه كفر دون الكفر الأكبر، قال ابن عباس: " إنه ليس بالكفر الذى يذهبون إليه، إنه ليس كفراً ينقل عن الملة }ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الكافرون {)المائدة:44) كفر دون كفر"(أخرجه الحاكم فى المستدرک "3219"قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه، وصحح إسناده الألبانى فى تخريجه لكتاب الإيمان لابن تيمية 309)

وقال عطاء:" كفر دون كفر، وفسق دون فسق، وظلم دون ظلم "(رواه ابن جرير فى تفسيره "6/256"، وذكره الترمذى معلقاً ح 2635)

وقال طاووس: " ليس بكفر ينقل عن الملة"(رواه ابن جرير فى تفسيره "6/ 256"، وذكر الترمذى نحوه معلقاً ح 2635)

وثانيها: أن يكون عاجزاً عن تطبيق الشريعة، فهذا لا يكفر، لأن الأوامر الشرعية مقرونة بالاستطاعة "فاتقوا الله ما استطعتم"(التغابن:16).

وقد ضرب العلماء أمثلة لذلک، أوضحها النجاشى رحمه الله، فقد كان ملكاً على قومه، فأسلم دونهم، وما قدر على تعلم الشريعة فضلاً عن تطبيقها، ومع ذلک فإن أحداً لا يشک فى صحة إسلامه رحمه الله.

يقول شيخ الإسلام: " النجاشى، هو وإن كان ملک النصارى، فلم يطعه قومه فى الدخول فى الإسلام، بل إنما دخل معه نفر منهم، ولهذا لما مات لم يكن هناک من يصلى عليه، فصلى عليه النبى – صلى الله عليه وسلم – بالمدينة، خرج بالمسلمين إلى المصلى، فصفهم صفوفاً، وصلى عليه، وأخبرهم بموته يوم مات وقال: ((إن أخاً لكم صالحاً من أهل الحبشة مات))(روى البخارى نحوه ح "1320"، ومسلم ح 953)

وكثير من شرائع الإسلام أو أكثرها لم يكن دخل فيها، لعجزه عن ذلک، فلم يهاجر ولم يجاهد، ولا حج البيت، بل قد روى أنه لم يكن يصلى الصلوات الخمس، ولا يصوم شهر رمضان، ولا يؤدى الزكاة الشرعية، لأن ذلک كان يظهر عند قومه، فينكرونه عليه، وهو لا يمكنه مخالفتهم، ونحن نعلم قطعاً أنه لم يكن يمكنه، أن يحكم بينهم بحكم القرآن ..فإن قومه لا يقرونه على ذلک ..النجاشىُّ وأمثاله سعداء فى الجنة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

سلف کی روش کو نہیں چھوڑنا چاہیے“۔انتہٰی۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإن كانوا لم يلتزموا مع شرائع الإسلام ما لا يقدرون على التزامه، بل كانوا يحكمون بالأحكام التي يمكنهم الحكم بها، ولهذا جعل الله هؤلاء من أهل الكتاب "(منهاج السنة 115 - 112 /5)

كما مثّل رحمه الله بالقضاة الذين ولوا القضاء زمن التتار، فحكموا بغير الشريعة، وما كانوا يقدرون على غير ذلك، يقول: " وكثيراً ما يتولى الرجل بين المسلمين والتتار قاضياً، بل وإماماً، وفي نفسه أمور من العدل يريد أن يعمل بها، فلا يمكنه ذلك، بل هناك من يمنعه ذلك، ولا يكلف الله نفساً إلا وسعها"(منهاج السنة 113 /5)

وبهذا تستبين هذه المسألة التي زلّت عندها الأقدام، ويستبين الحق، فما كل تارك لحكم الله كافر، بل الأمر – كما رأيتَ – فيه تفصيل، وفي الوقوف عند كلام العلماء وتحقيقهم للمناط فيها مندوحة عن الكثير من موارد الغلو والزلل والشطط(التكفير وضوابطه ،ص ۱۰۳ الیٰ ۱۱۰،الحكم بغير ما أنزل الله، الناشر: رابطة العالم الإسلامي)

؎ الخاتمة:

وبعد، فإن خطورة هذه الظاهرة وما تستتبعه من قتل وخروج على ولاة الأمر وتمزيق لصف المسلمين، برمي مخطئهم الجاهل والمقلد بالكفر، كل ذلك يدعو إلى وقفة جادة للبحث عن مخرج من هذا المرض قبل استفحاله.

وإن علاج ظاهرة التكفير يبدأ بإدراكنا لخطورتها ووقوفنا على أسبابها، والتي يكفل لنا تجفيفها القضاء على هذه الظاهرة الشاذة التي عادت تتسرب من جديد.

وأهم علاج وأنجعه هو صنيع النبي -صلى الله عليه وسلم -، وأصحابه الكرام، وهو نشر العلم الصحيح الموروث عن الله وعن رسوله -صلى الله عليه وسلم -في الكتاب والسنة، وفهمهما على هدى وفهم السلف الصالح من أصحاب القرون المفضلة.

وقد أمر الله تعالى المؤمنين حال تنازعهم بالعود إلى كتاب الله وسنة نبيه، ولأن أفهامهم مختلفة أرشدهم إلى سؤال العالمين الذين يستبطونه منهم ”ولو ردوه إلى الرسول وإلى أولى الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم“(النساء :83)

وأمر الله المؤمنين بسؤال العلماء والصدور عن قولهم، فقال تعالى :”وما أرسلنا قبلك إلا رجالاً نوحي إليهم فسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون“(الأنبياء:7)

قال الشيخ ابن سعدي رحمه الله في تفسيره" :وهذه الآية وإن كان سببها خاصاً بالسؤال عن حالة الرسل المتقدمين من أهل الذكر، وهم :أهل العلم، فإنها عامة في كل مسألة من مسائل الدين أصوله وفروعه، إذا لم يكن عند الإنسان علم منها، أن يسأل من يعلمها، ففيه الأمر بالتعلم والسؤال لأهل العلم ...وفي تخصيص السؤال بأهل الذكر والعلم نهيٌ عن سؤال المعروف بالجهل وعدم العلم،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

واللہ تعالیٰ أعلم.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ونهى له أن يتصدى لذلك(تيسير الكريم الرحمن .214 - 213 /5)

ولله در ابن مسعود فقيه الصحابة إذ يقول" :وستجدون أقواماً يزعمون أنهم يدعون إلى كتاب الله، وقد نبذوه وراء ظهورهم، عليكم بالعلم، وإياكم والبدع والتعمق، عليكم بالعتيق(الاعتصام 2/418)

كما ندعو إلى المزيد من اللجوء إلى الحوار بالتى هى أحسن، واعتماد اللين والحكمة وحسن البيان طريقاً فى معالجة النشوز الفكرى للشباب الذى تعاور عليه الجهل والتسرع.

فإن الشبهة والفهم المغلوط إذا غلبا على المؤمن التقى لا علاج لهما إلا بالحجة والدليل والبرهان، إذ بهما تزول الشبهة، وتقام الحجة، فتستبين المحجة، ويظهر الحق لمن أراده فأخطأه.

وعن طريق الحوار استطاع على رضى الله عنه إضعاف فتنة الخوارج، حين بعث إليهم حبر الأمة ابن عباس رضى الله عنه وعن أبيه، فناظرهم فرجع معه جمع غفير منهم، ليثبت أن الحوار خير وسيلة للقضاء على هذه الفتنة.

وهكذا تبين لنا أن التكفير مسألة خطيرة لا يجوز أن يصدر فيه المسلم عن رأى أو هوى، ولا يجوز شهره سيفاً على المخالفين واتخاذه وسيلة للانتقام منهم والتشفى بهم، إذ هو حكم شرعى، بل لعله أخطر الأحكام الشرعية، إذ هو حكم بالردة والخلود فى النار على مسلم، كما يستتبع التكفير عدداً من الأحكام الدنيوية كمنع التوارث والتفريق بين الزوجين، وأهم من ذلك استباحة الدماء والأعراض.

لذا تكاثرت النصوص الشرعية تحذر المسلمين من الوقوع فى ظلامته، ومن بعدها أطبق علماء الإسلام على أبلغ التحذير من هذه القاصمة، وبينوا أسبابها، وحذروا من دركاتها.

لقد أبانوا بما آتاهم الله من نور العلم والفقه فى الدين الموانع التى تدفع عن المسلم معرة التكفير، إذ الأصل فيه الإسلام، وقد ثبت له بيقين، فلا يرفع إلا بمثله، ولا اعتبار للحدس والتخمين فى هذا الباب، فقد أمرنا الله بتصديق المسلم وقبول علانيته، دون التقحم فى السرائر التى لا يطلع عليها إلا الله، ولا يحكم عليها إلا هو.

وتلمس العلماء بهدى النبوة ما يعتذر فيه للمسلم ويتقى به عرضه، فاعتبروا الجهل والخطأ والإكراه والتأويل أعذاراً معتبرة يفىء إليها المسلم الحريص على دينه إيثاراً للسلامة وصوناً لعرض إخوانه.

كما جلّى أهل العلم الحق الصراح فى مشكل المسائل ومتشابه النصوص التى اندفع المتسرعون فى فهمها إلى تكفير المسلمين، دون فقه أو فهم لدلالات النصوص الشرعية.

وأبان العلماء أيضاً غلط من عذر بالجهل أو الخطأ فى مسائل الأحكام، ومنع ذلك فى مسائل الاعتقاد، فالتفريق بين النوعين اصطلاحى علمى، لا أثر له فى الأحكام الشرعية.

واللهَ نسأل أن يجنبنا الزلل والشطط، وأن يرزقنا الإخلاص والقصد، إنه ولى ذلك، وصلى الله وسلم وبارك على نبيه محمد وعلى آله وصحبه أجمعين(التكفير وضوابطه،ص ١١١،الىٰ ص١١٣، الخاتمة، الناشر :رابطة العالم الإسلامى)

www.idaraghufran.org

(ضمیمہ)

مسلم سے حسنِ ظن اور اس کے کلام میں تاویل کا حکم

تکفیرِ مسلم میں احتیاط کا حکم، اُن نصوص کے مطابق ہے، جن میں مسلم سے حسنِ ظن اور وحدت کا حکم دیا گیا ہے، اور بدظنی وبدگمانی، اور تحاسد وتباغض سے منع کیا گیا ہے، اور مسلم کے قول وفعل میں حتی الامکان تاویل کو ملحوظ رکھنے کی تاکید واہمیت بیان کی گئی ہے۔

اس طرح کی چند نصوص وروایات ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

سورہ نساء کا حوالہ

قرآن مجید کی سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا، تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰہِ مَغَانِمُ کَثِیْرَۃٌ، کَذٰلِکَ کُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ (سورة النساء، رقم الآية ۹۴)

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے، جب چلو تم، اللہ کے راستے میں، تو تم تحقیق کرلیا کرو، اور نہ کہا کرو اس شخص کے لیے، جو تم پر سلام ڈالے کہ تو مومن نہیں، تلاش کرتے ہو تم، دنیاوی زندگی کے سامان کو، پس اللہ کے پاس بہت سامالِ غنیمت ہے، اسی طریقے سے تم پہلے تھے (سورہ نساء)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے ظاہری اسلام کو نظرانداز کرکے، اس پر کفروارتداد کا حکم لگانا درست نہیں۔

اس آیت کے ذیل میں مفسرین کی تصریحات ہم نے دوسری تالیف میں بعنوان ''ظاہرِ اسلام کو نظرانداز کرنے کی ممانعت پر نصوص'' میں ذکر کردی ہیں۔

سورہ نساء کا ایک اور حوالہ

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ (سورة النساء، رقم الآية ۱۵۷)

ترجمہ: نہیں ہے، ان کے پاس، اس کا کوئی علم، سوائے ظن (وگمان) کی پیروی کے (سورہ نساء)

اس سے معلوم ہوا کہ ظن، یعنی گمان کا اتباع، علم سے الگ چیز ہے، اور علم کو نظر انداز کر کے گمان کی پیروی، کافروں کا فعل ہے۔

اسی وجہ سے شریعت کی طرف سے جو علم آ گیا، جس میں مسلم کو کافر قرار دینے میں احتیاط کا حکم بھی داخل ہے، اس کو گمان کی بنیاد پر نظر انداز کرنا بھی جائز نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

سورہ انعام کا حوالہ

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ. اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (سورة الانعام، رقم الآية: ۱۱۶ و ۱۱۷)

ترجمہ: اور اگر اطاعت کریں آپ اکثر اُن لوگوں کی، جو زمین میں ہیں، تو وہ گمراہ کر دیں گے آپ کو، اللہ کے راستے سے، نہیں اتباع کرتے وہ مگر گمان کی، اور نہیں ہیں وہ، مگر اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں وہ، بے شک آپ کا رب ہی زیادہ جانتا ہے، اس شخص کو، جو گمراہ ہوا، اس (اللہ) کے راستے سے، اور وہ (اللہ ہی) زیادہ جانتا ہے، ہدایت پانے والوں کو (سورہ انعام)

اس سے معلوم ہوا کہ زمین میں بسنے والے اکثر لوگ، ظن کی اتباع کرتے ہیں، جن کی اطاعت

کرنا، دراصل اللہ کے راستے سے گمراہ ہونا ہے، اور کسی کے گمراہ اور ہدایت یافتہ ہونے کا صحیح علم ربّ العزت کے پاس ہے، لہٰذا اس سلسلے میں رب تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے۔
اور رب تعالیٰ کی طرف سے مسلم پر کفر وارتداد کا حکم لگانے سے ڈرایا گیا ہے، اس حکم میں بھی رب العزت کی پیروی کرنی چاہیے، اور اس کے مقابلے میں اپنے گمان کو اہمیت نہیں دینی چاہیے۔

سورہ انعام کا ایک اور حوالہ

سورہ انعام میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلُ هَلُ عِندَكُم مِّنُ عِلُمٍ فَتُخُرِجُوُهُ لَنَا اِنُ تَتَّبِعُوُنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنُ اَنُتُمُ اِلَّا تَخُرُصُوُنَ .قُلُ فَلِلّٰهِ الُحُجَّةُ الُبَالِغَةُ فَلَوُ شَاءَ لَهَداكُمُ اَجُمَعِيُنَ

(سورة الانعام، رقم الآيات ۱۴۸ و ۱۴۹)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے؟ تو نکالو تم اس (علم) کو ہمارے لیے، نہیں اتباع کرتے ہو تم، مگر گمان کی، اور نہیں ہو تم، مگر تم اٹکل پچو باتیں کرتے ہو، کہہ دیجیے آپ کہ پس اللہ ہی کے لیے ''حجةِ بالغة'' ہے، پس اگر چاہے وہ تو یقیناً ہدایت عطا فرمادے وہ، تم سب کو (سورہ انعام)

اس سے معلوم ہوا کہ علم کے مقابلے میں گمان کی پیروی کرنا، دراصل اٹکل پچو باتیں کرنے میں داخل ہے، اور پوری حجت اور دلیل اللہ کے پاس ہے، جس میں اللہ کی طرف سے کافر قرار دینے میں احتیاط کا حکم بھی داخل ہے۔

سورہ یونس کا حوالہ

سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا يَتَّبِعُ اَكُثَرُهُمُ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغُنِىُ مِنَ الُحَقِّ شَيُئًا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيُمٌ بِمَا يَفُعَلُوُنَ (سورة يونس، رقم الآية ۳۶)

ترجمہ: اور نہیں اتباع کرتے، ان میں سے اکثر، مگر گمان کی، بے شک گمان نہیں فائدہ دیتا حق کا کچھ بھی، بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے، ان کاموں کو جو کرتے ہیں وہ (سورہ یونس)

اس سے معلوم ہوا کہ گمان سے حق کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا، اس لیے گمان کی بنیاد پر کسی مسلم کو کافر ومرتد قرار دینا بھی حق پر مبنی نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

سورہ یونس کا ایک اور حوالہ

سورہ یونس میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (سورہ یونس، رقم الآیۃ ٦٦)

ترجمہ: اور کس چیز کی اتباع کرتے ہیں وہ لوگ، جو پکارتے ہیں، اللہ کے علاوہ شریکوں کو، نہیں اتباع کرتے وہ، مگر گمان کی، اور نہیں ہیں وہ، مگر اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں وہ (سورہ یونس)

مذکورہ آیات میں محض ''گمان'' کی پیروی کرنے کو کافروں کا فعل قرار دیا گیا ہے، اور ان کی باتوں کو اٹکل پر مبنی بتلایا گیا ہے، اسی بناء پر کسی مسلم کو گمان کی بنیاد پر کافر ومرتد قرار دینا بھی درست نہیں۔ [1]

سورہ حجرات کا حوالہ

سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا

---

[1] إن يتبعون إلا الظن، يريد أن دينهم الذى هم عليه ظن وهوى لم يأخذوه عن بصيرة، وإن هم إلا يخرصون، يكذبون(تفسير البغوى، ج۲، ص ۱۵۴، سورة الانعام)

تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا(سورة الحجرات،رقم الآية ١٢)

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے، بچو تم زیادہ گمان کرنے سے، بے شک بعض گمان گناہ ہیں، اور تم تجسس نہ کرو، اور غیبت نہ کریں، تم میں سے بعض، بعض کی (سورہ حجرات)

مذکورہ آیت میں پہلے تو زیادہ گمان کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور پھر اس کے بعد، بعض گمانوں کو گناہ قرار دیا گیا ہے، اور پھر اس کے ساتھ ہی تجسس کرنے سے منع کیا گیا ہے، جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات تجسس کرنے سے بدگمانی کا راستہ کھلتا ہے، اور پھر بعد میں ایک دوسرے کی غیبت کرنے سے منع کیا گیا ہے، غیبت میں دوسرے کے واقعی عیب کو بیان کیا جاتا ہے، اور کسی کے واقعی عیب پر مطلع ہونے کا ایک راستہ، تجسس ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل جو بعض مسلمانوں کی خفیہ باتوں کو چن چن کر اور ٹوہ لگا کر، ان پر کفر وارتداد، اور نفاق وغیرہ کا جو حکم لگایا جاتا ہے، اور ان کی تشہیر وتبلیغ کی جاتی ہے، اسلام میں اس کی اجازت نہیں۔ [1]

---

[1] وأراد أن يظن بأهل الخير شرا ، إن بعض الظن إثم، قال سفيان الثورى :الظن ظنان: أحدهما :إثم، وهو أن تظن وتتكلم به، والآخر :ليس بإثم وهو أن تظن ولا تتكلم .ولا تجسسوا، التجسس هو البحث عن عيوب الناس، نهى الله تعالى عن البحث عن المستور من أمور الناس وتتبع عوارتهم حتى لا يظهر على ما ستره الله منها(تفسير البغوى،ج۴،ص ٢٦٢،سورة الحجرات) نهى عن تتبع عورات المسلمين ومعايبهم والاستكشاف عما ستروه .وقيل لابن مسعود :هل لك فى فلان تقطر لحيته خمرا؟ فقال: إنا قد نهينا عن التجسس، فإن ظهر لنا شىء أخذنا به.

وفى الحديث :أن الأمير إذا ابتغى الريبة فى الناس أفسدهم .

وقد وقع عمر رضى الله تعالى عنه فى حراسته على من كان فى ظاهره ريبة، وكان دخل عليه هجما، فلما ذكر له نهى الله تعالى عن التجسس، انصرف عمر.

ولا يغتب بعضكم بعضا، يقال :غابه واغتابه، كغاله واغتاله والغيبة من الاغتياب، كالغيلة من الاغتيال، وهى ذكر الرجل بما يكره مما هو فيه.

وفى الحديث :سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم ما الغيبة فقال :أن تذكر من المرء ما يكره أن يسمع، فقال :يا رسول الله وإن كان حقا؟ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا قلت باطلا فذلك البهتان ، وفى الصحيحين فقد بهته(البحر المحيط فى التفسير،ج٩،ص ٥١٩،سورة الحجرات)

اسی وجہ سے بعض روایات میں گمان کو حقیقت سمجھنے، اور اس کے مطابق حکم لگانے سے منع کیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا محمد بن عبد الله القرمطى العدوى، ثنا بكر بن عبد الوهاب المدنى، ثنا إسماعيل بن قيس الأنصارى، حدثنى عبد الرحمن بن محمد بن أبى الرجال، عن أبيه، عن جده حارثة بن النعمان، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " ثلاث لازمات لأمتي: الطيرة، والحسد، وسوء الظن ."فقال رجل: ما يذهبهن يا رسول الله ممن هو فيه؟ قال: إذا حسدت فاستغفر الله، وإذا ظننت فلا تحقق، وإذا تطيرت فامض (المعجم الكبير،رقم الحديث٣٢٢٧، ج٣ص٢٢٨)

قال الهيثمي:رواه الطبراني، وفيه إسماعيل بن قيس الأنصارى وهو ضعيف(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث١٣٠٤٦ ،باب ما جاء فى الحسد والظن)

حدثنا محمد بن سعيد، حدثنا هشام بن عمار، حدثنا عبد الرحمن بن سعد بن عمار بن سعد، حدثنى عبد الله بن سعيد المقبرى، عن أبيه، عن أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى الله عليه وسلم قال: إذا حسدتم فلا تبغوا، وإذا ظننتم فلا تحققوا، وإذا تطيرتم فامضوا وعلى الله توكلوا .(الكامل فى ضعفاء الرجال، ج٥، ص٥٠٩، تحت الترجمة"عبد الرحمن بن سعد بن عمار بن سعد مؤذن رسول الله صلى الله عليه وسلم")

حدثنا عيسى بن عبد الله دلويه الطيالسى، ثنا إبراهيم بن المنذر، ثنا عبد الرحمن بن سعد قال: حدثنى عبد الله بن سعيد بن أبى سعيد، عن أبيه، عن أبى هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: إذا حسدتم فلا تبغوا، وإذا ظننتم فلا تحققوا وإذا تطيرتم فامضوا، وعلى الله فتوكلوا(الفوائد الشهير بالغيلانيات لابى بكر الشافعى،رقم الحديث ٤٢٦،ص٣٨٩)

قال الالبانى:ومع ذلک؛ فإنى أميل إلى ثبوت الحديث لشواهده(سلسلة الأحاديث الصحيحة،تحت رقم الحديث٣٩٤٢)

(ثلاث لازمات) أى ثابتات دائمات (لأمتى سوء الظن) بالناس بأن لا يظن بهم الخير (والحسد) لذوى النعم على ما منحهم الله تعالى (والطيرة) بكسر الطاء وفتح الياء وقد تسكن التشاؤم فقال ما يذهبهن يا رسول الله؟ فقال :(فإذا ظننت فلا تحقق) الظن وتعمل بمقتضاه بل توقف عن القطع به والعمل بموجبه (وإذا حسدت فاستغفر الله تعالى) أى تب إليه من اعتراضک عليه فى تصرفه وخلقه فإنه حكيم لا يفعل شيئا إلا لحكمة (وإذا نظرت) من شيء (فامض) لمقصدک ولا ترجع كما كانت الجاهلية تفعله فإن ذلک ليس له تأثير فى جلب نفع ولا دفع ضر > .تنبيه <أشار بهذا الحديث إلى أن هذه الثلاثة من أمراض القلب التى يجب التداوى منها وأن علاجها ما ذكر فمخرجه من سوء الظن أن لا يحققه بقلبه ولا بجارحته أما تحقيقه بالقلب فبأن يصمم عليه ولا يكرهه ومن علامته أن يتفوه به فبأن يعمل بموجبه فيها والشيطان يلقى للإنسان أن هذا من فطنتک وأن المؤمن ينظر بنور الله وهو إذا أساء الظن ناظر بنور الشيطان وظلمته أما إذا أخبرک به عدل فظننت صدقه فأنت مغرور(فيض القدير شرح الجامع الصغير،تحت رقم الحديث ٣٤٦٥)

سورہ نجم کا حوالہ

سورہ نجم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهۡوَى الۡاَنۡفُسُ ۚ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمُ الۡهُدٰىؕ (سورة النجم، رقم الآیة ۲۳)

ترجمہ: نہیں اتباع کرتے وہ، مگر گمان کی، اور ان چیزوں کی جو پسند کرتا ہے، ان کا نفس، اور یقیناً آ چکی ان کے پاس، ان کے رب کی طرف سے ہدایت (سورہ نجم)

اس سے معلوم ہوا کہ گمان اور نفس کی پسندیدہ چیز کی اتباع کرنا، اور رب تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کو نظر انداز کرنا، درست نہیں۔

اور رب کی ہدایت میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی مسلم کو کافر و مرتد قرار دینے میں احتیاط سے کام لیا جائے۔

سورہ نجم کا ایک اور حوالہ

سورہ نجم میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغۡنِىۡ مِنَ الۡحَقِّ شَيۡـًٔـا (سورة النجم، رقم الآیة ۲۸)

ترجمہ: اور نہیں ہے ان کے پاس اس کے متعلق کوئی علم، نہیں اتباع کرتے وہ مگر گمان کی، اور بے شک گمان نہیں فائدہ دیتا حق کا کچھ بھی (سورہ نجم)

مذکورہ آیت میں واضح کر دیا گیا کہ گمان، حق کا کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا۔

مطلب یہ ہے کہ گمان کی بنیاد پر حق کا ثبوت نہیں ہوتا، کیونکہ دوسری احادیث کے مطابق ''گمان'' سخت ترین جھوٹ ہے، اور جھوٹ سے حق کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔

اسی بناء پر شریعت کی ہدایات وتعلیمات کو نظر انداز کر کے گمان کی بنیاد پر کسی کو کافر و مرتد اور

منافق وغیرہ کا حکم لگانا بھی حق کا فائدہ نہیں دیتا، اوراس کی بناء پر کسی مسلم کے کفر کا حکم ثابت نہیں کیا جاسکتا، جب تک اللہ کے بتلائے ہوئے علم کی اتباع نہ کی جائے۔ [1]

ابوہریرہ اورابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ، وَلَا تَحَسَّسُوْا، وَلَا تَجَسَّسُوْا، وَلَا تَنَافَسُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا

(مسلم، رقم الحديث٢٥٦٣، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظن، والتجسس، والتنافس، والتناجش ونحوها)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ، کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے، اورتم ایک دوسرے کی باتیں نہ سنو، اورتم ایک دوسرے کا تجسس نہ کرو، اورتم (دنیا کے معاملات میں) ایک دوسرے سے آگے نہ بڑھو، اورتم ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اورتم ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، اورتم ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو (یعنی اعراض نہ کرو) اورتم اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہوجاؤ (مسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] إن يتبعون إلا الظن وإن الظن لا يغنى من الحق شيئا أى لا يجدى شيئا ولا يقوم أبدا مقام الحق، وقد ثبت فى الصحيح أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث (تفسير ابن كثير، ج٧، ص ٤٢٦، سورة النجم)

وإن الظن لا يغنى من الحق شيئا يعنى لا يقوم الظن مقام العلم الذى هو الحق وقيل معناه إنما يدرك الحق الذى هو حقيقة الشيء بالعلم واليقين لا بالظن والتوهم (تفسير الخازن، ج٤، ص ٢١٠، سورة النجم)

لَـمَّـا نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْكَعْبَةِ، قَالَ : مَرْحَبًا بِكِ مِـنْ بَيْـتٍ مَـا أَعْـظَـمَكِ وَأَعْـظَمَ حُرْمَتَكِ، وَلَلْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً عِـنْـدَ الـلّٰــهِ مِـنْكِ، إِنَّ الـلّٰـهَ حَرَّمَ مِنْكِ وَاحِدَةً وَحَرَّمَ مِنَ الْمُؤْمِنِ ثَلَاثًا : دَمَـهُ، وَمَالَهُ، وَأَنْ يُظَنَّ بِهِ ظَنَّ السَّوْءِ (شعب الایمان، رقم الحدیث ٦٢٨٠، فصل فیما ورد من الاخبار فی التشدید علی من اقترض من عرض اخیه المسلم شیئا بسب او غیره) [1]

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) کعبہ کی طرف دیکھا تو فرمایا کہ تجھ کو مرحبا ہو، کوئی گھر بھی تیرے سے زیادہ قابلِ عظمت، اور تیری عزت سے زیادہ عظیم نہیں ہے، اور مؤمن کی عزت، اللہ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ عظیم ہے، بے شک اللہ نے تیرے بارے میں ایک چیز کو حرام کیا ہے، اور مؤمن کی تین چیزوں کو حرام کیا ہے، اُس کے خون کو، اور اُس کے مال کو اور اُس کے ساتھ بُرا گمان کرنے کو (بیہقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِذَا دَخَـلَ أَحَـدُكُـمْ عَـلٰى أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ، فَأَطْعَمَهُ طَعَامًا، فَلْيَأْكُلْ مِنْ طَعَـامِهٖ، وَلَا يَسْـأَلْـهُ عَنْهُ، وَإِنْ سَقَاهُ شَرَابًا مِنْ شَرَابِهٖ، فَلْيَشْرَبْ مِنْ شَرَابِهٖ، وَلَا يَسْأَلْهُ عَنْهُ (مسند احمد، رقم الحدیث ٩١٨٤) [2]

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے یہاں جائے، اور وہ اس کو کوئی کھانا کھلائے، تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کا کھانا کھالے، اور اس سے اس

---

[1] قال الالبانی:
هـذا إسـنـاد حسـن، رجـالـه ثـقـات (سلسلة الاحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ٣٤٢٠)

[2] قال شعیب الارنؤوط: حدیث حسن (حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

کے (حلال وحرام کے) متعلق کھود کرید نہ کرے، اور اگر کوئی چیز پلائے تو اسے چاہئے کہ اُس چیز کو پی لے، اور اس کے متعلق (حلال وحرام ہونے کی) کھود کرید نہ کرے (مسند احمد)

مذکورہ اور اس جیسی احادیث میں مسلم سے بدگمانی کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور بدگمانی کو سخت ترین جھوٹ قرار دیا گیا ہے، اور مسلم سے تحاسد وتباغض، اور تجسس سے بھی منع کیا گیا ہے، اور مسلم کی عزت اور اس کے ساتھ وحدت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

اس قسم کی نصوص کے پیشِ نظر اسلام کے ترجمان محققین نے مسلم کے قول وفعل میں بدگمانی کے پہلو اختیار کرنے سے منع کیا ہے، اور حتی الامکان بہتر ومناسب تاویل کا حکم دیا ہے، جس میں مسلم کو کافر قرار دینے کا پہلو بھی داخل ہے۔ [1]

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت

سلیمان بن عبید سے روایت ہے کہ:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: لَا تَظُنَّنَ بِكَلِمَةٍ خَرَجَتْ مِنْ فِي امْرِءٍ مُسْلِمٍ

---

[1] (إياكم) كلمة تحذير (والظن فإن الظن أكذب الحديث ولا تحسسوا ولا تجسسوا) وقد فهم من الآية السابقة. وهذا الحديث الأمر بصون عرض المسلم غاية الصيانة لتقديم النهى عن الخوض فيه بالظن فإن قال: الظان: أبحث لأتحقق قيل له (ولا تجسسوا) فإن قال: تحققته من غير تجسس قيل (ولا يغتب بعضكم بعضا) (ولا تناجشوا) بالنون بعد الفوقية وبعد الألف جيم فشين معجمة مضمومة من النجش وهو أن يزيد فى السلعة وهو لا يريد شراء ها بل ليوقع غيره فيها (ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وكونوا عباد الله إخوانا(إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، ج۹، ص۴۹، باب: يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن إن بعض الظن إثم ولا تجسسوا)

وهذا زجر عن إطلاق الكفر على المسلم ومنه يعلم خطر التكفير باللازم وتكفير التأويل(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى، ج۴، ص۴۱۹، تحت رقم الحديث ۲۹۲۴، باب الهمزة مع اللام واللام مع الموحدة على مقتضى ترتيب الحروف)

سُوئًا وَانْتَ تَجِدُ لَهَا فِي الْخَيْرِ مَحْمَلًا (أمالی المحاملی – رواية ابن يحيى البيع، رقم الحديث ٤٦٠، ص٣٩٥، مجلس يوم الأحد لثلاث بقين من شهر ربيع الأول سنة ثلاثين وثلاثمائة) [1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کلمہ، مسلمان شخص سے نکلے، تو آپ اس کے بارے میں برا گمان نہ کرو، جب تک آپ اس کے لیے اچھا محمل پاتے ہوں (امالی المحاملی)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد، مزید تفصیل کے ساتھ مختلف سندوں سے مروی ہے۔

چنانچہ حضرت قبیصہ بن جابر سے روایت ہے کہ:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: مَنْ عَرَّضَ نَفْسَهُ لِلتُّهْمَةِ فَلَا يَلُوْمَنَّ مَنْ أَسَاءَ بِهِ الظَّنَّ، وَمَنْ كَتَمَ سِرَّهُ كَانَتِ الْخِيَرَةُ فِيْ يَدِهِ، وَضَعْ أَمْرَ أَخِيْكَ عَلٰى أَحْسَنِهِ حَتّٰى يَأْتِيَكَ مِنْهُ مَا يَغْلِبُكَ، وَمَا كَافَأْتَ مَنْ عَصَى اللّٰهَ فِيْكَ مِثْلَ أَنْ تُطِيْعَ اللّٰهَ فِيْهِ، وَعَلَيْكَ بِصَالِحِ الْإِخْوَانِ، أَكْثِرِ اكْتِسَابَهُمْ فَإِنَّهُمْ زَيْنٌ فِي الرَّخَاءِ، وَعِدَّةٌ عِنْدَ الْبَلَاءِ، وَلَا تَسَلْ عَمَّا لَمْ يَكُنْ حَتّٰى يَكُوْنَ، فَإِنَّ فِيْ مَا كَانَ شُغُلًا عَنْ مَا لَمْ يَكُنْ، وَلَا يَكُنْ كَلَامُكَ بَذْلَةً إِلَّا عِنْدَ مَنْ يَّشْتَهِيْهِ وَيَتَّخِذُهُ غَنِيْمَةً، وَلَا تَسْتَعِنْ عَلٰى حَاجَتِكَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ نَجَاحَهَا، وَلَا تَسْتَشِرْ إِلَّا الَّذِيْنَ

---

[1] قال الدكتور إبراهيم القيسي:
فی اسناده سليمان بن عبيد لم أتبينه، ولكنه توبع، وبقية رجال الإسناد ثقات.
وهو موقوف على عمر بن الخطاب رضی الله عنه ومن كلامه. وقد اخرجه الخطيب، وابن عساكر، وابن النجار عن سعيد بن المسيب، عن عمر في موعظة له طويلة وذكره، كذا فی الكنز: ٢٣٥/٨ (حاشية أمالی المحاملی – رواية ابن يحيى البيع، رقم الحديث ٤٦٠، ص٣٩٥، مجلس يوم الأحد لثلاث بقين من شهر ربيع الأول سنة ثلاثين وثلاثمائة .الناشر: المكتبة الإسلامية , دار ابن القيم – عمان – الأردن , الدمام)

www.idaraghufran.org

يَخَافُوْنَ اللّٰهَ، وَلَا تَصْحَبِ الْفَاجِرَ فَتَعَلَّمَ مِنْ فُجُوْرِهٖ، وَتَخَشَّعْ عِنْدَ الْقُبُوْرِ (الزهد لابی داؤد، ص۹۸، رقم الحديث ۸۳، من زهد عمر رضی الله عنه وأخباره) [1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے اپنے آپ کو تہمت کے لیے پیش کیا (یعنی خود اپنے اوپر تہمت لگوانے کا سبب بنا) تو وہ ہرگز اس کو ملامت نہ کرے، جس نے اس کے ساتھ بدگمانی کی، اور جس نے اپنے راز کو چھپا کر رکھا، تو خیر اور بھلائی اس کے قبضے میں رہے گی، اور تم اپنے بھائی کے معاملے کو اچھے پہلو پر محمول کرو، یہاں تک کہ آپ کے پاس کوئی ایسی دلیل آجائے، جو آپ کے اس حسنِ ظن پر غلبہ حاصل کرلے، اور جو آپ کے متعلق اللہ کی نافرمانی کرے (یعنی آپ پر ناجائز ظلم کرے) مگر آپ اس شخص کے ساتھ برابری کرو، تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے اس کے متعلق، اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی، اور نیک دوستوں کو لازم پکڑو، اُن سے خوب استفادہ کرو، کیونکہ نیک دوست، خوشحالی کی زینت ہیں، اور آزمائش کے وقت کام آنے والے ہیں، اور جو ضرورت موجود نہ ہو، اس کے متعلق سوال نہ کرو، جب تک وہ پیش نہ آجائے، کیونکہ آئندہ کی چیز میں مشغولی، پیش آمدہ چیز سے محرومی کا باعث ہے، اور تمہارا کلام، صرف اس شخص کے سامنے ہی خرچ ہونا چاہیے، جو اس کو پسند کرتا ہو، اور اس کو غنیمت جانتا ہو، اور تم اپنی ضرورت میں مدد صرف اسی سے طلب کرو، جو اس کے پورا ہونے کو پسند کرتا ہو، اور تم صرف ان ہی لوگوں سے مشورہ کرو، جو اللہ سے

---

[1] قلت :هذا إسناد رجاله كلهم ثقات غير المسعودى وهو عبد الرحمن بن عبد الله بن عتبة بن عبد الله بن مسعود ، قال الحافظ :(صدوق اختلط قبل موته ، و ضابطه أن من سمع منه ببغداد فبعد الاختلاط).

قلت :وعبدالله بن يزيد مدنى .

وجعفر بن مسافر ، قال الحافظ :(صدوق ربما أخطأ)........محمد رضوان.

www.idaraghufran.org

ڈرتے ہوں، اورتم بدکردار انسان کے ساتھ مت رہو، کیونکہ اس سے، آپ اس کی بدکرداری سے تعلیم حاصل کرو گے، اور قبروں کے پاس خشوع اختیار کرو

(الزہد لابی داؤد)

ابوطاہر محمد بن عبدالرحمٰن بغدادی المخلص (المتوفیٰ: 393ھ) نے بھی حضرت سعید بن مسیّب کی سند سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کو نقل کیا ہے، جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اٹھارہ کلماتِ حکمت مذکور ہیں۔

ان کلماتِ حکمت میں گزشتہ کلمات کے علاوہ یہ اضافہ بھی ہے کہ:

تم سچ کو لازم پکڑلو، اگرچہ آپ قتل ہوجاؤ، اورتم غیر ضروری چیز کے درپے نہ ہو، اورتم جھوٹی قسم کو ہلکی چیز نہ سمجھو، ورنہ تمہیں اللہ ہلکی چیز سمجھے گا، اورتم اپنے دشمن سے الگ رہو، اورتم اپنے دوست سے بھی بچ کر رہو، سوائے اس دوست کے، جو امین ہو، اور امین صرف وہ شخص ہوتا ہے، جو اللہ سے ڈرے، اور تم نیکی کے وقت عاجزی اختیار کرو، اور گناہ کے وقت مضبوطی اختیار کرو (یعنی نفس پر قابو رکھو) [1]

---

[1] حدثنا أبوطاهر محمد بن عبدالرحمن بن العباس المخلص من كتابه قال: حدثنا أبوأحمد / عبدالواحد بن المهتدى قال: حدثنى أبوالعباس أحمد بن بكر قال: حدثنى هشام بن عمار الدمشقى قال: حدثنا إبراهيم بن موسى المكى – وكان ثقة – عن يحيى بن سعيد، عن سعيد بن المسيب قال:

وضع عمر بن الخطاب رضى الله عنه للناس ثمانية عشر كلمة حكم كلها، قال:

ما عاقبت من عصى الله فيک بمثل أن تطيع الله فيه.

وضع أمر أخيک على أحسنه حتى يجيئک ما يغلبک.

ولا تظن بكلمة خرجت من مسلم شرا وأنت تجد لها فى الخير محملا.

ومن تعرض بالتهمة فلا يلومن من أساء به الظن.

ومن كتم سره كانت الخيرة فى يديه.

وعليک بإخوان الصدق فعش فى أكنافهم، فإنهم زينة فى الرخاء وعدة فى البلاء.

وعليک بالصدق وإن قتلک.

ولا تعرض فيما لا يعنيک.

ولا تسأل عما لم يكن، فإن فى [ما] كان شغل عما لم يكن.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ابنِ عدی نے بھی ''الکامل '' میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بیان کیاہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولا تطلبن حاجة إلى من لا يحب نجاحها.
ولا تهاون بالحلف الكاذب فيهينك الله.
ولا تصحب الفجار لتعلم من فجورهم.
واعتزل عدوك.
واحذر صديقك إلا الأمين، ولا أمين إلا من خشى الله.
وتخشع عند القبول – قال لنا أبوطاهر: وهو عندى فى موضع آخر: عند القبور –.
وذل عند الطاعة.
واعتصم عند المعصية.
واستشر فى أمرك الذين يخشون الله عز وجل فإن الله يقول: "إنما يخشى الله من عباده العلماء"(المخلصيات وأجزاء أخرى لأبى طاهر المخلص ،ج۴ص۸۳ الٰى ۸۵، رقم الرواية ۳۰۳۹ "۴۰" الجزء العاشر من المخلصيات بانتقاء ابن البقال)

قلت :هذا إسناد حسن بما قبله ، عبدُالواحدِ بنُ المُهتدى كان رجلا صالحا ورعا زاهدا. وأحمدُ بنُ بكرٍ وثقه أحمد بن الفرج بن منصور ، وضعفه الدارقطنى .
قلت :ولكن تابعه أَحْمَد بن محمد بن بكر النَّيْسَابُورى الوَرَّاق القصير وهو ثقة كما فى (المتفق والمفترق) للخطيب البغدادى (ص 304).
وهشام بن عمار قال الحافظ :(صدوق مقرىء كبر فصار يتلقن ، فحديثه القديم أصح).
إبراهيم ابن موسى المكى ، وثقه هشام كما رأيت ، ولكن قال الحافظ الذهبى والحافظ العسقلانى كمافى (اللسان) : (" إبراهيم "بن موسى الدمشقى مجهول لم يرو عنه إلا هشام بن عمار وفى ثقات بن حبان :إبراهيم بن موسى المكى يروى عن يحيى بن سعيد الأنصارى ، وعنه هشام بن عمار .فهو هذا بلا ريب .)..........محمد رضوان.

[1] **حدثنا ابن منير، حدثنا الحسن بن عرفة، حدثنا يعقوب بن إسحاق الرازى أبو عمارة الأنصارى، عن يحيى بن سعيد الأنصارى عن سعيد بن المسيب عن عمر أنه وضع للناس ثمانية عشر كلمة حكما كلها منها ضع أمر أخيك على أحسنه حتى يجيك منه ما يغنيك، ولا تظنن بكملة خرجت من مسلم شرا وأنت تجد لها فى الخير موضعا، ومن عرض نفسه للتهم فلا يلومن من أساء به الظن واستشر فى أمرك الذين يخشون ربهم بالغيب وهم من الساعة مشفقون وذكر الحديث.**
ويعقوب بن إسحاق هذا لم أجد له غير ما ذكرت(الكامل فى ضعفاء الرجال لابنِ عدى، ج۸ ص ۴۷۹، تحت ترجمة" يعقوب بن إسحاق الأنصارى الرازى، يكنى أبا عمارة"، رقم الترجمة ۲۰۶۲)

اور امام بیہقی نے حضرت سعید بن مسیّب کی سند سے اس طرح کی روایت کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے، جس میں کسی متعین صحابی کا نام مذکور نہیں۔ [1]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا حوالہ

امام قشیری نے ''تاریخُ الرقة'' میں ابو الملیح کی سند سے روایت کیا ہے کہ:

عن ميمون، قال: ما بلغني عن أخ لي مكروه قط، إلا كان إسقاط المكروه عنه أحب إلي من تحقيقه عليه؛ فإن قال: لم أفعل، كان قوله أحب إلي من بينة تشهد عليه [بقوله] ، وإن قال: قد قلت:

---

[1] أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، نا أبو زكريا يحيى بن محمد العنبرى، نا أبو عبد الرحمن محمد بن المنذر بن سعيد الهروى، نا أبو الزنباع روح بن الفرج بمصر، نا موسى بن ناصح، نا إبراهيم بن أبى طيبة، عن يحيى بن سعيد، عن سعيد بن المسيب، قال: كتب إلى بعض إخوانى من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أن ضع أمر أخيك على أحسنه ما لم يأتك ما يغلبك، ولا تظنن بكلمة خرجت من امرء مسلم شرا وأنت تجد له فى الخير محملا، ومن عرض نفسه للتهم فلا يلومن إلا نفسه، ومن كتم سره كانت الخيرة فى يديه، وما كافأت من عصى الله فيك بمثل أن تطيع الله فيه، وعليك بإخوان الصدق، فكثر فى اكتسابهم، فإنهم زينة فى الرخاء، وعدة عند عظيم البلاء، ولا تهاون بالحلف فيهينك الله، ولا تسألن عما لم يكن حتى يكون، ولا تضع حديثك إلا عند من يشتهيه، وعليك بالصدق وإن قتلك الصدق، واعتزل عدوك، واحذر صديقك إلا الأمين، ولا أمين إلا من خشى الله عز وجل، وشاور فى أمرك الذين يخشون ربهم بالغيب "وقد روينا بعض هذه الألفاظ عن أمير المؤمنين عمر رضى الله عنه (شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ٧٩٩٢، باب حسن الخلق، فصل فى ترك الغضب ، وفى كظم الغيظ ، والعفو عن القدرة)

وقد روينا بعض هذه الألفاظ عن أمير المؤمنين عمر رضى الله عنه .
قلت :إبراهيم بن أبى طيبة لم أجد له ترجمة فيما بين يدى من المصادر ...
وموسى بن ناصح ذكره ابن حبان فى (الثقات) وروى عنه جمع من الثقات الأثبات .
قلت :وللأثر طرق أخرى ولكنها ضعيف جدا ....
ولعل ما ذكرناه يكفى فى إثبات صحته والحمد لله أولاً وآخراً وظاهراً وباطناً ......محمد رضوان.

www.idaraghufran.org

ولم يعتذر؛ أبغضته من حيث أحببته .وقال: سمعت ابن عباس يقول: ما بلغني عن أخ لي مكروه قط، إلا أنزلته أحد ثلاث منازل، إن كان فوقي عرفت له قدره، وإن كان نظيري تفضلت عليه،وإن كان دوني لم أحفل به؛ هذه سيرتي في نفسي، فمن رغب عنها فأرض الله واسعة (تاريخ الرقة للقشيري، ص۴۸، ۴۹، رقم الرواية ۴۰، من نزل الرقة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم،ميمون بن مهران أبو أيوب نزل الرقة، وعقبه بها)

ترجمہ: حضرت میمون نے فرمایا کہ مجھے جب بھی میرے مسلمان بھائی کی طرف سے کوئی ناپسندیدہ بات پہنچی، تو مجھے اس کے خلاف، تحقیق کرنے کے مقابلے میں، اس سے ناپسندیدہ چیز کو ساقط کرنا، زیادہ پسند ہوا، پھر اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے یہ نہیں کیا، تو اس کا یہ کہنا مجھے اس کے خلاف گواہی کی دلیل سے زیادہ پسند ہوا، اور اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے یہ بات کہی ہے، اور اس نے کوئی عذر پیش نہیں کیا، تو میں نے اس کو اسی حیثیت سے ناپسند کیا، جس حیثیت سے میں نے اس کو پسند کیا تھا، اور فرمایا کہ میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے جب بھی ، میرے مسلمان بھائی کی طرف سے، کوئی ناپسندیدہ چیز پہنچی، تو میں نے اس کو تین درجوں میں سے ایک درجے میں رکھا، اگر وہ مجھ سے بلند مقام رکھتا ہے، تو میں نے اس کی قدر ومنزلت کو پہچانا، اور اگر وہ میری طرح کا تھا، تو میں نے اس کی فضیلت کو اختیار کیا، اور اگر وہ میرے سے کمتر تھا، تو میں نے اس کی پرواہ نہیں کی، یہ میرا اپنے بارے میں طرزِ عمل ہے، جو شخص اس کو پسند نہ کرے، تو اللہ کی زمین بہت وسیع ہے (وہ جس کو پسند کرے، وہاں چلا جائے) (تاریخ الرقۃ)

عمر بن عبدالعزیز کا حوالہ

ابونعیم اصبہانی نے اپنے سند کے ساتھ عبدالعزیز بن عمر سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ لِیْ أَبِیْ: یَا بُنَیَّ إِذَا سَمِعْتَ کَلِمَةً، مِنَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ فَلَا تَحْمِلْهَا عَلَی شَیْءٍ مِنَ الشَّرِّ مَا وَجَدْتَ لَهَا مَحْمَلًا مِنَ الْخَیْرِ (حلیة الاولیاء لابی نعیم الاصبهانی، ج۵ص۲۷۷، تحت ترجمة "عمر بن عبدالعزیز")

ترجمہ: مجھے میرے والد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! جب آپ کسی مسلمان شخص سے کوئی بات سنیں، تو آپ اس کو کسی شر والے پہلو پر محمول نہ کریں، جب تک کہ آپ خیر کا کوئی پہلو پائیں (حلیۃ الاولیاء)

جعفر بن محمد کا حوالہ

امام بیہقی نے ہشام بن کلبی کی سند سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ: إِذَا بَلَغَکَ عَنْ أَخِیْکَ الشَّیْءُ تُنْکِرُهُ فَالْتَمِسْ لَهُ عُذْرًا وَّاحِدًا إِلٰی سَبْعِیْنَ عُذْرًا، فَإِنْ أَصَبْتَهُ وَإِلَّا قُلْ: لَعَلَّ لَهُ عُذْرًا لَا أَعْرِفُهُ (شعب الایمان للبیهقی، رقم الروایة ۷۹۹۱، ج۱۰ ص۵۵۹، فصل فی ترک الغضب، وفی کظم الغیظ، والعفو عن القدرة)

ترجمہ: جعفر بن محمد نے فرمایا کہ جب آپ کو اپنے بھائی کی طرف سے کوئی ایسی بات پہنچے، جس کو آپ برا سمجھتے ہیں، تو اس کے لیے ایک سے ستر (70) تک بھی عذر تلاش کرنے پڑیں، تو تلاش کرو، اگر آپ کو کوئی عذر مل جائے، تو ٹھیک ہے، ورنہ آپ یہ کہیں کہ شاید اس کا کوئی ایسا عذر ہوگا، جو میں نہیں جانتا (شعب الایمان)

یحییٰ بن خالد کا حوالہ

علامہ ابنِ عبدالبر نے، یحییٰ بن خالد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے جعفر کو یہ وصیت کی کہ:

www.idaraghufran.org

لَا تُرَدَّ عَلٰی أَحَدٍ جَوَابًا حَتّٰی تَفْهَمَ كَلَامَهُ؛ فَإِنَّ ذٰلِكَ يَصْرِفُكَ عَنْ جَوَابِ كَلَامِهِ إِلٰی غَيْرِهِ وَيُؤَكِّدُ الْجَهْلَ عَلَيْكَ وَلٰكِنِ افْهَمْ عَنْهُ، فَإِذَا فَهِمْتَهُ فَأَجِبْهُ ، وَلَا تَتَعْجَلْ بِالْجَوَابِ قَبْلَ الْاِسْتِفْهَامِ، وَلَا تَسْتَحِ أَنْ تَسْتَفْهِمَ إِذَا لَمْ تَفْهَمْ فَإِنَّ الْجَوَابَ قَبْلَ الْفَهْمِ حُمْقٌ، وَإِذَا جَهِلْتَ قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَ فَاسْأَلْ، فَيَبْدُوْ لَكَ وَاسْتِفْهَامُكَ أَحْمَدُ بِكَ، وَخَيْرٌ لَكَ مِنَ السُّكُوْتِ عَلَى الْعِيِّ (جامع بيان العلم وفضله ، ج ١ ص ٥٨٣، رقم الرواية ١٠٠١، باب جامع فی آداب العالم والمتعلم)

ترجمہ: تم کسی پر جواب کا اس وقت تک رَد نہ کرو، جب تک اس کے کلام کو نہ سمجھو، کیونکہ اس کے بغیر، اس کے کلام کا جواب، کسی دوسری طرف پھر جائے گا، اور آپ پر جہالت مضبوط ہوجائے گی، بلکہ آپ کو چاہیے کہ اس کے کلام کو اچھی طرح سمجھیں، پھر جب اس کے کلام کو اچھی طرح سمجھ لیں، تو اس کا جواب دیں، اور اس کے کلام کو سمجھنے سے پہلے، جواب میں جلد بازی نہ کریں، اور جب تک آپ کو دوسرے کا کلام سمجھ میں نہ آئے، اس وقت تک، اس کے کلام کو سمجھنے میں شرم نہ کریں، کیونکہ سمجھنے سے پہلے، جواب دینا حماقت ہے، اور سوال کرنے سے پہلے، جب تک آپ کو علم نہ ہو، اس وقت تک سوال کریں، تا کہ آپ کے سامنے حقیقت ظاہر ہوجائے، اور آپ کا سوال کو سمجھنا آپ کے لیے قابلِ تعریف ہے، اور آپ کے لیے جاہل پر سکوت سے بہتر ہے (جامع بیان العلم)

حمدون القصار کا حوالہ

ابوعبدالرحمٰن سلمی نے ''آدابُ الصحبة'' میں منصور بن عبداللہ سے، انہوں نے ابوعلی ثقفی سے روایت کیا ہے کہ میں نے حمدون قصار کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

إِذَا زَلَّ أَخٌ مِنْ إِخْوَانِكُمْ فَاطْلُبُوْا لَهُ سَبْعِيْنَ عُذْرًا، فَإِنْ لَمْ تَقْبَلْهُ قُلُوْبُكُمْ فَاعْلَمُوْا أَنَّ الْمَعِيْبَ أَنْفُسُكُمْ (آداب الصحبة لابی عبدالرحمن السلمی، ص۴۵، رقم الرواية ۱۴، احذر صحبة الجهال)

ترجمہ: جب تمہارے مسلمان بھائی سے لغزش ہوجائے، تو اس کے لیے ستر(70) عذر تلاش کرو، پھر اگر تمہارے دل اس کے عذر کو قبول نہ کریں، تو تم یہ بات جان لو کہ اصل عیب تمہارے اندر ہے(آدابُ الصحبة)

حسن بصری کا حوالہ

ابونعیم اصبہانی نے اپنی سند کے ساتھ مبارک بن فضالہ سے، انہوں نے ربیع بن صبیح سے روایت کیا ہے کہ:

قُلْتُ لِلْحَسَنِ: إِنَّ هٰهُنَا قَوْمًا يَتَّبِعُوْنَ السِّقْطَ مِنْ كَلَامِكَ لِيَجِدُوْا إِلَى الْوَقِيْعَةِ فِيْكَ سَبِيْلًا فَقَالَ: لَا يَكْبُرُ ذٰلِكَ عَلَيْكَ فَلَقَدْ أَطْمَعْتُ نَفْسِيْ فِيْ خُلُوْدِ الْجِنَانِ فَطَمِعَتْ وَأَطْمَعْتُهَا فِيْ مُجَاوَرَةِ الرَّحْمٰنِ فَطَمِعَتْ، وَأَطْمَعْتُهَا فِي السَّلَامَةِ مِنَ النَّاسِ فَلَمْ أَجِدْ إِلٰى ذٰلِكَ سَبِيْلًا لِأَنِّيْ رَأَيْتُ النَّاسَ لَا يَرْضَوْنَ عَنْ خَالِقِهِمْ فَعَلِمْتُ أَنَّهُمْ لَا يَرْضَوْنَ عَنْ مَخْلُوْقٍ مِثْلَهُمْ (حلية الاولياء لابی نعيم الاصبهانی، ج۶ ص۳۰۵، تحت ترجمة ”الربيع بن صبيح ومنهم ذو العقل الرجيح والعمل النجيح الربيع بن صبيح رضی الله تعالی عنه“)

ترجمہ: میں نے حضرت حسن بصری سے عرض کیا کہ یہاں پر کچھ لوگ ہیں، جو آپ کے کلام میں عیب جوئی کرتے ہیں، تاکہ انہیں آپ کے متعلق کچھ لب کشائی کا موقع ملے؟ تو حضرت حسن بصری نے جواب میں فرمایا کہ آپ اس بات کو بڑا

نہ سمجھیں، میں نے اپنے نفس کو ہمیشہ کی جنتوں کی طمع دلائی، تو میرے نفس نے اس کو قبول کیا، اور میں نے اپنے نفس کو رحمان کی معیت کی طمع دلائی، تو اس نے اس کو قبول کیا، اور میں نے اپنے نفس کو لوگوں کی طرف سے سلامتی کی طمع دلائی، تو مجھے اس کا کوئی راستہ حاصل نہ ہوا، کیونکہ میں نے لوگوں کو اس حال میں دیکھا کہ وہ اپنے خالق سے راضی نہیں ہیں، جس سے میں نے یہ بات جان لی کہ وہ اپنی جیسی مخلوق سے کیسے راضی ہو سکتے ہیں (حلیۃ الاولیاء)

امام غزالی کا حوالہ

اور امام غزالی رحمہ اللہ نے ''**الاقتصاد فی الاعتقاد**'' میں فرمایا کہ:

''مسلمان سے حسنِ ظن میں خطاء کرنا، اس پر طعن کرنے کے صواب سے زیادہ سلامتی والی بات ہے، اسی وجہ سے اگر مثلاً کوئی انسان، ابلیس، پر لعنت کرنے سے یا ابو جہل، یا ابولہب پر لعنت کرنے سے، یا شریر ترین لوگوں میں سے کسی پر لعنت کرنے سے سکوت اختیار کرے، تو اس کے لیے سکوت مضر نہیں۔

اور اگر اس کے برعکس کسی مسلمان پر ایسی طعن و تشنیع کا ارتکاب کرے، جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری ہے، تو اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا، بلکہ بہت ساری ایسی چیزیں جو آپ کو لوگوں میں معلوم ہوں، ان کو زبان سے ظاہر کرنا بھی حلال نہیں ہوتا، جس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت نے غیبت سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، حالانکہ غیبت میں حقیقی اور واقعی بات کی خبر دی جاتی ہے۔

پس جو شخص اس فیصلہ کن چیز کو ملاحظہ کرے گا، اور اس کی طبیعت میں فضول چیز کی طرف میلان نہیں ہوگا، تو وہ تمام مسلمانوں کے ساتھ حسنِ ظن اختیار کرنے، اور

ان کی طرف سے سکوت، لازم پکڑنے کو ترجیح دے گا“۔انتھٰی۔ [1]

امام غزالی رحمہ اللہ نے ایک اور مقام پر فرمایا کہ:

وحسن الخلق مع الناس: ألا تحمل الناس على مراد نفسک، بل تحمل نفسک على مرادهم ما لم يخالفوا الشرع (رسالة ايها الولد للغزالی، ص ۱۳۱، الفوائد الثمانی التی حصلها حاتم الاصم،معنی الاستقامة وحسن الخلق، الناشر: شركة دارالبشائر الاسلامية، الطبعة الرابعة: ۱۴۳۱ھ، ۲۰۱۰م)

ترجمہ: اور لوگوں کے ساتھ حسنِ خلق یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اپنے نفس کی مراد پر محمول نہ کریں، بلکہ اپنے نفس کو لوگوں کی مراد پر محمول کریں، جب تک لوگ شریعت کی مخالفت نہ کریں (رسالۃ ایہا الولد)

علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ:

”کسی کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ لوگوں میں سے کسی کے کلام کو، اس کے علاوہ پر محمول کرے، جس کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی مراد وہی ہے، صرف اس کے کلام کے احتمال پر محمول نہ کرے“۔انتھٰی۔ [2]

---

[1] واعلم أنک فی هذا المقام بين أن تسیء الظن بمسلم وتطعن عليه وتكون كاذباً أو تحسن الظن به وتكف لسانک عن الطعن وأنت مخطء مثلاً، والخطأ فی حسن الظن بالمسلم أسلم من الصواب بالطعن فيهم، فلو سكت إنسان مثلاً عن لعن ابليس أو لعن أبی جهل أو أبی لهب أو من شئت من الأشرار طول عمره لم يضره السكوت، ولو هفا هفوة بالطعن فی مسلم بما هو بریء عند الله تعالى منه فقد تعرض للهلاک، بل أكثر ما يعلم فی الناس لا يحل النطق به لتعظيم الشرع الزجر عن الغيبة، مع أنه إخبار عما هو متحقق فی المغتاب .فمن يلاحظ هذه الفصول ولم يكن فی طبعه ميل إلى الفضول آثر ملازمته السكوت وحسن الظن بكافة المسلمين(الاقتصاد فی الاعتقاد، للغزالی، ص ۱۳۱،و۱۳۲،القطب الرابع:إثبات نبوة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم وإثبات ما أخبر هو عنه،الباب الثالث فی الامامة)

[2] والمقصود هنا أنه ينبغی للمسلم أن يقدر قدر كلام الله ورسوله؛ بل ليس لأحد أن يحمل كلام أحد من الناس إلا على ما عرف أنه أراده لا على ما يحتمله ذلک اللفظ فی كلام كل أحد فإن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ایک اور مقام پر فرمایا کہ:

ومعلوم أن مفسر كلام المتكلم يقضي على مجمله، وصريحه يقدم على كنايته، ومتى صدر لفظ صريح فى معنى ولفظ مجمل نقيض ذلك المعنى وغير نقيضه؛ لم يحمل على نقيضه جزماً حتى يترتب عليه الكفر؛ إلا من فرط الجهل والظلم (الاستغاثة فى الرد على البكرى لابنِ تيمية، ص ۳۴۶،۳۴۷، فصل ۵، اثبات المؤلف لشفاعة النبى صلى الله عليه وسلم والتوسل المشروع)

ترجمہ: متکلم کے کلام کی تفسیر وتوضیح، اس کے مجمل کلام کے لیے ''فیصل'' شمار ہوتی ہے، اور متکلم کا صریح کلام، اس کے کنائی کلام پر مقدم کیا جاتا ہے، اور جب کسی معنیٰ میں ایک صریح لفظ صادِر ہو، اور ایک مجمل لفظ اس معنیٰ کی نقیض اور غیر نقیض کا احتمال رکھتا ہو، تو اس کو یقینی طور پر نقیض پر محمول نہیں کیا جائے گا کہ اس پر کفر کا حکم مرتب کیا جائے، سوائے اس کے، جس نے جہل اور ظلم میں تفریط کا ارتکاب کیا ہو (الاستغاثة)

اس مضمون کا خلاصہ

اس مضمون کا خلاصہ یہ نکلا کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینا سخت گناہ ہے، اس میں بڑی احتیاط کا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

كثيرا من الناس يتأول النصوص المخالفة لقوله؛ يسلك مسلك من يجعل "التأويل" كأنه ذكر ما يحتمله اللفظ وقصده به دفع ذلك المحتج عليه بذلك النص وهذا خطأ؛ بل جميع ما قاله الله ورسوله يجب الإيمان به .فليس لنا أن نؤمن ببعض الكتاب ونكفر ببعض، وليس الاعتناء بمراده فى أحد النصين دون الآخر بأولى من العكس، فإذا كان النص الذى وافقه يعتقد أنه اتبع فيه مراد الرسول؛ فكذلك النص الآخر الذى تأوله فيكون أصل مقصوده معرفة ما أراده الرسول بكلامه (مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية، ج ۷ص ۳۶، ۳۷، كتاب الإيمان الكبير ، اقوال العلماء تابعة لقول الله ورسوله)

حکم ہے، اور جب تک کسی مسلمان کے قول وفعل میں دُور سے دُور تک کی بھی کوئی تاویل ممکن ہو، اس وقت تک تاویل کرنے کا حکم ہے، جس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینے میں شریعت نے سختی نہیں کی، بلکہ اس کے خلاف میں سختی کی ہے، اگرچہ آج کل مسلمانوں کا ایک طبقہ اس کے برعکس سختی پر تُلا ہوا ہے، اور اس سلسلے میں اتنا سخت ذہن بن گیا ہے کہ ٹس سے مَس ہونے کے لیے تیار نہیں، بلکہ الٹا، اصلاحِ احوال اور اعتدال کو اختیار کرنے کی کوشش کرنے والے کو ہی قصوروار ٹھہرانے کے لیے کوشاں ہے۔

اور اب تو بعض لوگوں کی طرف سے نوبت یہاں تک بھی پہنچ گئی ہے کہ وہ کسی دوسرے سے دنیا کی وجہ سے ہوجانے والے اختلاف کی بھڑاس نکالنے کے لیے، اس دوسرے کے خلاف کفر وارتداد کی کسی وجہ کو تلاش کرتے پھرتے ہیں، اور بعض اوقات، اس میں مبالغہ آمیزی اور کذب بیانی ودروغ گوئی کے ارتکاب سے بھی نہیں چوکتے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم.

اللہ تعالیٰ، افراط وتفریط سے بچ کر اعتدال کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَ تَعَالٰی اَعۡلَمُ وَ عِلۡمُہٗ أَتَمُّ وَ أَحۡکَمُ

محمد رضوان خان

1/ رجب المرجب/ 1440ہجری۔ بمطابق 8/ مارچ/ 2019ء بروز جمعہ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

2

(دوسرا مضمون)

منافقِ اعتقادی وعملی کا حکم

آج کل بعض لوگوں کا یہ طریقہ ہوگیا ہے کہ وہ ظاہری مسلمانوں کے کسی فرقے، یا گروہ، یا فرد پر منافقِ حقیقی کا حکم لگا دینے اور اس کے ساتھ دنیا میں مسلمانوں کے بجائے، کافر ومرتد، جیسا برتاؤ کرنے کی تلقین وتبلیغ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور جب کہا جاتا ہے کہ وہ فرقہ، یا فرد تو ''توحید ورسالت'' کا دعویٰ کرتا ہے، اور ہمارے قبلہ کو تسلیم کرتا ہے، اور ہماری طرح پانچ نمازوں کو فرض مانتا ہے، اور حج کو بھی فرض سمجھتا ہے، اور ہمارے ذبیحہ کو بھی کھاتا ہے، تو اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ وہ یہ چیزیں ظاہر میں مانتا ہے، دل سے نہیں مانتا، اور زبان سے جھوٹ بولتا ہے، یا ''تقیہ'' کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

لیکن ہمیں قرآن وسنت کی منصوص اور بابرکت تعلیمات کی روشنی میں ان لوگوں کے مذکورہ، یا اس جیسے طرزِ عمل سے اتفاق نہ ہوسکا، اور اس طرزِ عمل کے نتیجے میں کئی فتنے وفسادات اور نقصانات ظاہر ہوئے۔

منافقینِ حقیقی کا مسئلہ، کوئی موجودہ زمانے، یا ماضی قریب کی ایجاد نہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کئی منافق تھے، جن کے متعلق قرآن مجید میں بھی آیات نازل ہوتی رہتی تھیں، اور ان کے متعلق صاف فرما دیا گیا تھا کہ یہ لوگ زبان سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ مومن نہیں۔

قرآن وسنت میں جن منافقین کے بارے میں اس طرح کا ذکر آیا ہے، ان سے مراد حقیقی و

www.idaraghufran.org

اعتقادی منافق ہیں، اور احادیث میں بعض بداعمالیوں کے مرتکب کو بھی منافق کہا گیا ہے، مگر اس سے حقیقی منافق مراد نہیں۔

اسی وجہ سے اہلِ علم حضرات نے نفاق کی دو قسمیں بیان کی ہیں، ایک نفاقِ اکبر، جس کو نفاقِ اعتقادی بھی کہا جاتا ہے، دوسرے نفاقِ اصغر، جس کو نفاقِ عملی بھی کہا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] قال ابن رجب: النفاق فی الشرع ینقسم قسمین:
الأول: النفاق الأکبر، وهو أن یظهر الإنسان الإیمان بالله وملائکته وکتبه ورسله والیوم الآخر، ویبطن ما یناقض ذلک کله أو بعضه. وهذا هو النفاق الذی کان علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم، ونزل القرآن بذم أهله وتکفیرهم، وأخبر أنهم فی الدرک الأسفل من النار.
والثانی: النفاق الأصغر، أو نفاق العمل، وهو أن یظهر الإنسان علانیة صالحة، ویبطن ما یخالف ذلک.
ومن هنا فإن کل ما ذکر فی القرآن من وعید للکافرین یدخل فیه أهل النفاق الأکبر؛ لأن کفرهم اعتقادی حقیقی، لیس معه من الإیمان شیء. وحیث قرن الکفار بالمنافقین فی وعید، یراد بالکفار من کان کفرهم معلنا ظاهرا، وبالمنافقین أهل الکفر الباطن.
أما أهل النفاق العملی – الذی لیس معه نفاق اعتقاد – فلا یدخلون فی وعید الکافرین، وإنما هم من عصاة أهل الملة. وقد یطلق اسم النفاق من هذا النوع علی من یرتکب خصلة من خصال النفاق الآتی بیانها (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۴۱، ص ۱۸، ۱۹، مادة "نفاق")
استشکل جماعة من العلماء هذا الحدیث وقالوا: إن هذه قد توجد فی المسلم المصدق بقلبه ولسانه ولا یحکم بکفره بالإجماع، ولا بنفاق یجعله الله فی الدرک الأسفل من النار، ثم أجابوا عن الاستشکال بأوجه:
أحدها: أن المراد بالنفاق هنا النفاق العملی الإیمانی فإن النفاق علی قسمین:
أحدهما: أن یظهر صاحبه الإسلام ویبطن الکفر فیقال له: منافق نفاق الکفر، ویقال له: زندیق فهو وإن کان فی الظاهر مسلماً فهو فی الباطن کافر مخلد فی النار، والمنافقون الذین کانوا فی زمن النبی – صلی الله علیه وسلم – کان نفاقهم نفاق کفر، وکان رأسهم وکبیرهم عبد الله بن أبی سلول.وقد أنزل الله فی حقهم:إذا جاء ک المنافقون قالوا نشهد إنک لرسول الله والله یعلم إنک لرسوله والله یشهد إن المنافقین لکاذبون ،المنافقون: أی: فیما أضمروه ومن تکذیبک خلاف ما قالوه.
القسم الثانی: أن یترک الإنسان المحافظة علی أمور الدین سراً ویفعلها ویحافظ علیها علنا، کما إذا خلا الإنسان بنفسه لا یصلی ولا یعمل شیئاً من العبادة، وإن اجتمع الناس صلی وحافظ علی العبادة فیسمی مثل هذا منافق أیضاً، ولکن دون النفاق الأول فإن هذا نفاق فی العمل لا یخرجه عن الإسلام، والأول نفاق فی الاعتقاد وکثیر من الجهال الفساق علی هذا النفاق لا یعمل شیئاً من الطاعات إلا بین الناس، وإذا خلا بنفسه ترکها (شرح البخاری للسفیری الشافعی، ج ۲، ص ۵۷ و ۵۸، المجلس السابع والعشرون، باب علامات النفاق)

www.idaraghufran.org

حقیقی منافق، وہی کہلاتا ہے، جس کا نفاق ''اعتقادی'' ہو، اور جس کا نفاق ''عملی'' ہو، اس کو ''منافق'' مجازی طور پر کہا جاتا ہے۔ [1]

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو حقیقی، یا اعتقادی منافق تھے، ان کے ظاہری دعوے کے مطابق عام مسلمانوں کو ان کے ساتھ ظاہری طور پر مسلمانوں والا سلوک اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اور ظاہری طور پر ان کو حقیقی کافروں والا درجہ نہیں دیا گیا تھا، اس میں بہت سی حکمتیں تھیں، جن کی طرف بعض جذباتی اور شدت پسند مسلمانوں کی نظر کا پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

سب سے پہلے اس سلسلے میں علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی مفصل ومدلل تحقیق ملاحظہ فرمائیں، جو اس موضوع پر بے مثال ہے، جس کے ساتھ، بندہ محمد رضوان نے اس کا اردو زبان میں ترجمہ بھی کر دیا ہے، اور بعض جگہ حواشی بھی تحریر کر دیے ہیں۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

الإيمان الظاهر الذى تجرى عليه الأحكام فى الدنيا لا يستلزم الإيمان فى الباطن الذى يكون صاحبه من أهل السعادة فى الآخرة. فإن المنافقين الذين قالوا :(آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين) هم فى الظاهر مؤمنون يصلون مع الناس . ويصومون ويحجون ويغزون والمسلمون يناكحونهم ويوارثونهم كما كان المنافقون على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يحكم النبى صلى الله عليه وسلم فى المنافقين بحكم الكفار

---

[1] والمنافق إما حقيقى وهو النفاق الاعتقادى أو مجازى وهو المرائى وهو النفاق العملى (مرقاة المفاتيح، ج ۱، ۳۰۲، كتاب العلم)

www.idaraghufran.org

المظهرين للكفر لا في مناكحتهم ولا موارثتهم ولا نحو ذلك ؛ بل لما مات عبد الله بن أبي ابن سلول -وهو من أشهر الناس بالنفاق -ورثه ابنه عبد الله وهو من خيار المؤمنين. وكذلك سائر من كان يموت منهم يرثه ورثته المؤمنون ؛ وإذا مات لأحدهم .وارث ورثوه مع المسلمين .

وقد تنازع الفقهاء في المنافق الزنديق الذي يكتم زندقته، هل يرث ويورث ؟ على قولين .والصحيح أنه يرث ويورث وإن علم في الباطن أنه منافق كما كان الصحابة على عهد النبي صلى الله عليه وسلم لأن الميراث مبناه على الموالاة الظاهرة لا على المحبة التي في القلوب فإنه لو علق بذلك لم تمكن معرفته. والحكمة إذا كانت خفية أو منتشرة علق الحكم بمظنتها وهو ما أظهره من موالاة المسلمين ؛ فقول النبي صلى الله عليه وسلم ”لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم“ لم يدخل فيه المنافقون وإن كانوا في الآخرة في الدرك الأسفل من النار ؛ بل كانوا يورثون ويرثون ؛ وكذلك كانوا في الحقوق والحدود كسائر المسلمين وقد أخبر الله عنهم أنهم يصلون ويزكون ومع هذا لم يقبل ذلك منهم. فقال :”وما منعهم أن تقبل منهم نفقاتهم إلا أنهم كفروا بالله وبرسوله ولا يأتون الصلاة إلا وهم كسالى ولا ينفقون إلا وهم كارهون “ وقال ”إن المنافقين يخادعون الله وهو خادعهم وإذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالى يراء ون الناس ولا يذكرون الله إلا قليلا “ . وفي "صحيح مسلم "عن النبي

www.idaraghufran.org

صلى الله عليه وسلم قال: " تلك صلاة المنافق تلك صلاة المنافق تلك صلاة المنافق يرقب الشمس حتى إذا كانت بين قرنى شيطان قام فنقر أربعا لا يذكر الله فيها إلا قليلا "

وكانوا يخرجون مع النبى صلى الله عليه وسلم فى المغازى كما خرج ابن أبى فى غزوة بنى المصطلق وقال فيها :" لئن رجعنا إلى المدينة ليخرجن الأعز منها الأذل ". وفى الصحيحين "عن زيد بن أرقم قال :خرجنا مع النبى صلى الله عليه وسلم فى سفر أصاب الناس فيها شدة ؛ فقال عبد الله بن أبى لأصحابه :لا تنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا من حوله .وقال : (لئن رجعنا إلى المدينة ليخرجن الأعز منها الأذل " فأتيت النبى صلى الله عليه وسلم فأخبرته فأرسل إلى عبد الله بن أبى ؛ فسأله فاجتهد يمينه ما فعل وقالوا :كذب زيد يا رسول الله فوقع فى نفسى مما قالوا شدة حتى أنزل الله تصديقى فى " إذا جاءك المنافقون " فدعاهم النبى صلى الله عليه وسلم ليستغفر لهم فلووا رء وسهم.

وفى غزوة تبوك استنفرهم النبى صلى الله عليه وسلم كما استنفر غيرهم فخرج بعضهم معه وبعضهم تخلفوا وكان فى الذين خرجوا معه من هم بقتله فى الطريق هموا بحل حزام ناقته ليقع فى واد هناك فجاء ه الوحى فأسر إلى حذيفة أسماء هم ولذلك يقال :هو صاحب السر الذى لا يعلمه غيره ،كما ثبت ذلك فى

www.idaraghufran.org

"الصحيح "ومع هذا ففى الظاهر تجرى عليهم أحكام أهل الإيمان.

وبهذا يظهر الجواب عن شبهات كثيرة تورد فى هذا المقام ؛ فإن كثيرا من المتأخرين ما بقى فى المظهرين للإسلام عندهم إلا عدل أو فاسق .وأعرضوا عن حكم المنافقين والمنافقون ما زالوا ولا يزالون إلى يوم القيامة.

والنفاق شعب كثيرة وقد كان الصحابة يخافون النفاق على أنفسهم .ففى "الصحيحين "عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :" آية المنافق ثلاث إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا ائتمن خان" وفى لفظ مسلم :" وإن صام وصلى وزعم أنه مسلم" .وفى "الصحيحين "عن عبد الله بن عمرو عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال "أربع من كن فيه كان منافقا خالصا ومن كانت فيه شعبة منهن كانت فيه شعبة من النفاق حتى يدعها :إذا حدث كذب وإذا ائتمن خان وإذا عاهد غدر وإذا خاصم فجر "

وكان النبى صلى الله عليه وسلم أولا يصلى عليهم ويستغفر لهم حتى نهاه الله عن ذلك فقال :" ولا تصل على أحد منهم مات أبدا ولا تقم على قبره " وقال :"استغفر لهم أو لا تستغفر لهم إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم " فلم يكن يصلى عليهم ولا يستغفر لهم. ولكن دماؤهم وأموالهم معصومة لا يستحل منهم ما يستحله من الكفار الذين لا يظهرون أنهم مؤمنون بل يظهرون الكفر دون الإيمان ،فإنه صلى الله عليه وسلم قال :

www.idaraghufran.org

”أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأنى رسول الله فإذا قالوها عصموا منى دماء هم وأموالهم إلا بحقها وحسابهم على الله“،”ولما قال لأسامة بن زيد :أقتلته بعد ما قال :لا إله إلا الله ؟ قال :إنما قالها تعوذا .قال :هلا شققت عن قلبه ؟ وقال . إنى لم أومر أن أنقب عن قلوب الناس ولا أشق بطونهم “،”وكان إذا استؤذن فى قتل رجل يقول :أليس يصلى أليس يتشهد ؟ فإذا قيل له :إنه منافق .قال :ذاك “فكان حكمه صلى الله عليه وسلم فى دمائهم وأموالهم كحكمه فى دماء غيرهم لا يستحل منها شيئا إلا بأمر ظاهر. مع أنه كان يعلم نفاق كثير منهم ؛ وفيهم من لم يكن يعلم نفاقه .قال تعالى :” وممن حولكم من الأعراب منافقون ومن أهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ثم يردون إلى عذاب عظيم“

وكان من مات منهم صلى عليه المسلمون الذين لا يعلمون أنه منافق ومن علم أنه منافق لم يصل عليه .وكان عمر إذا مات ميت لم يصل عليه .حتى يصلى عليه حذيفة لأن حذيفة كان قد علم أعيانهم .وقد قال الله تعالى :”يا أيها الذين آمنوا إذا جاء كم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن. الله أعلم بإيمانهن فإن علمتموهن مؤمنات فلا ترجعوهن إلى الكفار“ فأمر بامتحانهن هنا وقال :” الله أعلم بإيمانهن“

والله تعالى لما أمر فى الكفارة بعتق رقبة مؤمنة لم يكن على الناس ألا يعتقوا إلا من يعلموا أن الإيمان فى قلبه ؛ فإن هذا كما لو قيل

Idara Ghufran

لهم :اقتلوا إلا من علمتم أن الإيمان فى قلبه .وهم لم يؤمروا أن ينقبوا عن قلوب الناس ولا يشقوا بطونهم ؛ فإذا رأوا رجلا يظهر الإيمان جاز لهم عتقه .وصاحب الجارية لما سأل النبى صلى الله عليه وسلم هل هى مؤمنة ؟ إنما أراد الإيمان الظاهر الذى يفرق به بين المسلم والكافر.

وكذلك من عليه نذر لم يلزمه أن يعتق إلا من علم أن الإيمان فى قلبه ؛ فإنه لا يعلم ذلك مطلقا ؛ بل ولا أحد من الخلق يعلم ذلك مطلقا .

وهذا رسول الله صلى الله عليه وسلم أعلم الخلق والله يقول له : " ومـمـن حولكم من الأعراب منافقون ومن أهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين " . فأولئك إنما كان النبى صلى الله عليه وسلم يحكم فيهم كحكمه فى سائر المؤمنين ؛ ولو حضرت جنازة أحدهم صلى عليها ولم يكن منهيا عن الصلاة إلا على من علم نفاقه ؛ وإلا لزم أن ينقب عن قلوب الناس. ويعلم سرائرهم وهذا لا يقدر عليه بشر.

ولهذا لما كشفهم الله بسورة براء ة بقوله :(ومنهم) (ومنهم) صار يعرف نفاق ناس منهم لم يكن يعرف نفاقهم قبل ذلك فإن الله وصفهم بصفات علمها الناس منهم ؛ وما كان الناس يجزمون بأنها مستلزمة لنفاقهم وإن كان بعضهم يظن ذلك وبعضهم يعلمه ؛ فلم يكن نفاقهم معلوما عند الجماعة ،بخلاف حالهم لما نزل القرآن ؛ ولهذا لما نزلت سورة براء ة كتموا النفاق وما بقى

www.idaraghufran.org

يـمـكـنهم من إظهاره أحيانا ما كان يمكنهم قبل ذلک وأنزل الله تـعـالى :" لـئـن لـم يـنتـه الـمـنـافـقون والذين فى قلوبهم مرض والـمرجفون فى المدينة لنغرينک بهم ثم لا يجاورونک فيها إلا قليلا. ملعونين أينما ثقفوا أخذوا وقتلوا تقتيلا. سنة الله فى الذين خـلـوا من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلا" فـلـما توعدوا بالقتل إذا أظهروا النفاق كتموه .

ولهـذا تـنـازع الـفـقـهـاء فى استتابة الزنديق .فقيل :يستتاب . واستـدل من قال ذلک بالمنافقين الذين كان النبى صلى الله عليه وسـلـم يـقبل علانيتهم ويكل أمرهم إلى الله ؛ فيقال له :هذا كان فـى أول الأمـر وبعد هذا أنزل الله :"مـلـعونين أينما ثقفوا أخذوا وقتلوا تقتيلا " فـعـلـموا أنهم إن أظهروه كما كانوا يظهرونه قتلوا فكتموه .والزنديق :هـو المنافق وإنما يقتله من يقتله إذا ظهر منه أنـه يكتم النفاق. قالوا :ولا تـعلم توبته لأن غاية ما عنده أنه يظهر مـا كان يظهر ؛ وقد كان يظهر الإيمان وهو منافق ؛ ولو قبلت توبة الزنادقة لم يكن سبيل إلى تقتيلهم والقرآن قد توعدهم بالتقتيل.

والـمـقـصـود أن الـنبـى صلى الله عليه وسلم إنما أخبر عن تلک الأمة بـالإيـمان الظاهر الذى علقت به الأحكام الظاهرة. وإلا فقد ثبـت عـنـه أن سـعدا لما شهد لرجل أنه مؤمن قال " :أو مسلم " وكان يظهر من الإيمان ما تظهره الأمة وزيادة.

فـيـجـب أن يـفـرق بيـن أحكام المؤمنين الظاهرة التى يحكم فيها الـنـاس فـى الـدنـيـا وبيـن حـكـمهم فى الآخرة بالثواب والعقاب ؛

www.idaraghufran.org

فالمؤمن المستحق للجنة لا بد أن يكون مؤمنا فى الباطن باتفاق جميع أهل القبلة حتى الكرامية الذين يسمون المنافق مؤمنا ويقولون :الإيمان هو الكلمة يقولون :إنه لا ينفع فى الآخرة إلا الإيمان الباطن .وقد حكى بعضهم عنهم أنهم يجعلون المنافقين من أهل الجنة وهو غلط عليهم ؛ إنما نازعوا فى الاسم لا فى الحكم بسبب شبهة المرجئة فى أن الإيمان لا يتبعض ولا يتفاضل؛ ولهذا أكثر ما اشترط الفقهاء فى الرقبة التى تجزء فى الكفارة العمل الظاهر. فتنازعوا هل يجزء الصغير ؟ على قولين معروفين للسلف. هما روايتان عن أحمد ؛ فقيل :لا يجزء عتقه لأن الإيمان قول وعمل والصغير لم يؤمن بنفسه .إنما إيمانه تبع لأبويه فى أحكام الدنيا، ولم يشترط أحد أن يعلم أنه مؤمن فى الباطن .

وقيل :بل يجزء عتقه لأن العتق من الأحكام الظاهرة وهو تبع لأبويه ؛ فكما أنه يرث منهما ويصلى عليه ولا يصلى إلا على مؤمن، فإنه يعتق.

وكذلك المنافقون الذين لم يظهروا نفاقهم يصلى عليهم إذا ماتوا ويدفنون فى مقابر المسلمين من عهد النبى صلى الله عليه وسلم والمقبرة التى كانت للمسلمين فى حياته وحياة خلفائه وأصحابه يدفن فيها كل من أظهر الإيمان وإن كان منافقا فى الباطن ولم يكن للمنافقين مقبرة يتميزون بها عن المسلمين فى شىء من ديار الإسلام كما تكون لليهود والنصارى مقبرة

يتميزون بها.

ومـن دفـن في مقابر المسلمين صلى عليه المسلمون والصلاة لا تجوز على من علم نفاقه بنص القرآن.

فعلم أن ذلک بناء على الإيمان الظاهر والله يتولى السرائر وقد كـان الـنبـي صلى الله عليه وسلم يصلى عليهم ويستغفر لهم حتى نهى عن ذلک .وعلل ذلک بالكفر .فكان ذلک دليلا على أن كـل مـن لـم يعلم أنه كافر بالباطن جازت الصلاة عليه والاستغفار له، وإن كانت فيه بدعة ،وإن كان له ذنوب.

وإذا تـرک الإمـام أو أهـل العلم والدين "الـصلاة "عـلى بعض الـمتـظـاهـريـن ببـدعة أو فجور زجرا عنها. لم يكن ذلک محرما لـلـصـلاـة عـليه والاستغفار له .بل قال النبى صلى الله عليه وسلم فيـمن كان يمتنع عن الصلاة عليه وهو الغال وقاتل نفسه والمدين الـذى لا وفاء له " صـلوا على صاحبكم "وروى أنـه كان يستغفر لـلـرجـل فى الباطن وإن كان فى الظاهر يدع ذلک زجرا عن مثل مذهبه ،كما روى فى حديث محلم بن جثامة .

ولـيـس فى الكتاب والسنة المظهرون للإسلام إلا قسمان :مؤمن أو منافق، فالمنافق فى الدرک الأسفل من النار، والآخر مؤمن، ثم قـد يـكـون نـاقص الإيمان فلا يتناوله الاسم المطلق وقد يكون تام الإيـمـان وهـذا يـأتـى الـكـلام عليه إن شاء الله فى مسألة الإسلام والإيمان ،وأسماء الفساق من أهل الملة.

لـكن المقصود هنا أنه لا يجعل أحد بمجرد ذنب يذنبه ولا ببدعة

ابتدعها -ولو دعا الناس إليها -كافرا فى الباطن إلا إذا كان منافقا .فأما من كان فى قلبه الإيمان بالرسول وما جاء به وقد غلط فى بعض ما تأوله من البدع فهذا ليس بكافر أصلا والخوارج كانوا من أظهر الناس بدعة وقتالا للأمة وتكفيرا لها ولم يكن فى الصحابة من يكفرهم لا على بن أبى طالب ولا غيره بل حكموا فيهم بحكمهم فى المسلمين الظالمين المعتدين كما ذكرت الآثار عنهم بذلك فى غير هذا الموضع .وكذلك سائر الثنتين والسبعين فرقة من كان منهم منافقا فهو كافر فى الباطن ومن لم يكن منافقا بل كان مؤمنا بالله ورسوله فى الباطن لم يكن كافرا فى الباطن ،وإن أخطأ فى التأويل كائنا ما كان خطؤه . وقد يكون فى بعضهم شعبة من شعب النفاق ولا يكون فيه النفاق الذى يكون صاحبه فى الدرك الأسفل من النار.

ومن قال :إن الثنتين والسبعين فرقة كل واحد منهم يكفر كفرا ينقل عن الملة فقد خالف الكتاب والسنة وإجماع الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين بل وإجماع الأئمة الأربعة وغير الأربعة فليس فيهم من كفر كل واحد من الثنتين وسبعين فرقة وإنما يكفر بعضهم بعضا ببعض المقالات كما قد بسط الكلام عليهم فى غير هذا الموضع (مجموع الفتاوى،لا بن تيمية، ج۷،ص ۲۱۰ ،الیٰ ص۲۱۸، كتاب الإيمان الكبير،الأحكام انما تكون على الاعمال الظاهرة)

ترجمہ: ایمانِ ظاہری، جس پر دنیا کے اندر احکام جاری ہوتے ہیں، وہ اس ایمانِ باطنی کو مستلزم نہیں، جس کا حامل آخرت میں اہلِ سعادت میں سے

Idara Ghufran

ہوتا ہے۔ [1]

کیونکہ وہ منافقین، جنہوں نے یہ کہا کہ'' **آمنا باللہِ وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين** '' وہ ظاہر میں مومن تھے، لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، اور روزے رکھتے تھے، اور حج کرتے تھے، اور جہاد کرتے تھے، اور مسلمان، ان سے نکاح کرتے تھے، اور ان کو میراث فراہم کرتے تھے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافقین تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین پر، ان کفار کا حکم نہیں لگایا، جو کفار، کفر کو ظاہر کرنے والے تھے، نہ تو ان سے نکاح کرنے کے متعلق، اور نہ ان کی وراثت کے متعلق، اور نہ ہی اس جیسی کسی اور چیز کے متعلق، بلکہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول مر گیا، جو کہ نفاق میں سب لوگوں سے زیادہ مشہور تھا، تو اس کے بیٹے عبداللہ، اس کے وارث ہوئے، جو کہ نیک مومنوں میں سے تھے، اور اسی طریقے سے منافقین میں سے وہ تمام لوگ جو فوت ہوتے تھے، ان کے مومن رشتہ دار، وارث ہوا کرتے تھے، اور جب ان منافقین کا کوئی (مومن) رشتہ دار فوت ہو جاتا تھا، تو وہ منافقین، مسلمانوں کے ساتھ میراث میں شریک ہوا کرتے تھے۔ [2]

اور فقہاء کا اس منافق زندیق کے بارے میں اختلاف ہے، جو اپنے'' زندقہ'' کو

---

[1] مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر دنیا کے اندر ظاہری ایمان کے احکام جاری کیے جائیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کو آخرت کے اعتبار سے اور باطن کے لحاظ سے مومن قرار دیا جا رہا ہے کہ وہ آخرت میں بھی نجات کا مستحق ہوگا، بلکہ عین ممکن ہے کہ جس کو دنیا کے ظاہری احکام کے اعتبار سے مومن قرار دیا گیا، وہ آخرت میں اور باطن کے اعتبار سے عنداللہ مومن نہ ہو، جس کی دلیل آگے عبارت میں بیان کی گئی ہے۔ محمد رضوان۔

[2] اس سے صاف ظاہر ہوا کہ منافقینِ حقیقی واعتقادی کے ساتھ دنیا میں ظاہری طور پر مومنوں جیسا سلوک و برتاؤ کیا گیا، اور ان کے ساتھ کفار جیسا برتاؤ اور سلوک نہیں کیا گیا، وہ الگ بات ہے کہ آخرت میں وہ عام کافروں سے بھی سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں۔

پس ظاہر کو نظر انداز کر کے، کسی خاص فرقے، یا جماعت، یا فرد پر منافقِ حقیقی کا حکم لگا کر اس کو مرتد، یا واجبُ القتل وغیرہ قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے، جیسا کہ آج بعض کم فہم وکم علم لوگوں نے سمجھ لیا ہے۔ محمد رضوان۔

چھپائے کہ کیا وہ میراث پائے گا، یا اس کی میراث جاری ہوگی؟ اس میں دونوں قول ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ وہ میراث بھی پائے گا، اور اس کی میراث بھی جاری ہوگی، اگرچہ اس کا باطن میں منافق ہونا، معلوم ہو، جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں معاملہ تھا، کیونکہ میراث کا دارومدار، ظاہری تعلق ورشتہ داری پر ہے، قلبی محبت وتعلق پر نہیں ہے، اگر اس کا دارومدار قلبی محبت و تعلق پر ہوتا، تو اس کی پہچان ممکن نہیں تھی، اور حکمت، جب خفیہ یا منتشر ہوتی ہے، تو حکم کو اس کے مظنہ پر متعلق کیا جاتا ہے، اور وہ مظنہ مسلمانوں سے تعلق کا اظہار ہے (اور وہ تعلق ظاہر میں مومن ہونے سے حاصل ہو جاتا ہے) پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ''لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم'' اس میں منافقین داخل نہیں ہیں، اگرچہ وہ آخرت میں جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے، بلکہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے زمانے میں) منافقین کی میراث بھی جاری ہوتی تھی، اور وہ میراث بھی پاتے تھے، اور اسی طریقے سے حقوق اور حدود میں بھی وہ تمام مسلمانوں کی طرح سمجھے جاتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق اس بات سے خبردار کر دیا تھا کہ وہ بے شک نماز بھی پڑھتے ہیں، اور زکاۃ بھی دیتے ہیں، لیکن اس کے باوجود اُن کے یہ اعمال (اللہ کی بارگاہ میں) قبول نہیں کیے جاتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''وما منعهم أن تقبل منهم نفقاتهم إلا أنهم كفروا بالله وبرسوله ولا يأتون الصلاة إلا وهم كسالىٰ ولا ينفقون إلا وهم كارهون'' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''إن المنافقين يخادعون الله وهو خادعهم وإذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالىٰ يراءون الناس ولا يذكرون الله إلا قليلا'' اور صحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ ''تلک صلاۃ المنافق، یجلس

یرقب الشمس حتی إذا کانت بین قرنی الشیطان، قام فنقرھا أربعا لایذکر اللّٰہ فیھا الا قلیلا ‘‘ [1]

اور وہ (منافق) لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں بھی نکلا کرتے تھے، جیسا کہ ابنِ اُبَی ’’غزوہ بنی مصطلق‘‘ میں نکلا، اور اس نے اس موقع پر یہ کہا کہ ’’لئن رجعنا إلی المدینۃ لیخرجن الأعز منھا الأذل ‘‘اور صحیحین میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ’’ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے، جس میں لوگوں کو شدید تکلیف پیش آئی، تو عبداللہ بن اُبَی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ’’لا تنفقوا علی من عند رسول اللّٰہ حتی ینفضوا ‘‘ اور یہ کہا ’’لئن رجعنا إلی المدینۃ لیخرجن الأعز منھا الأذل ‘‘تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور آپ کو اس کی خبر دی، تو آپ نے عبداللہ بن اُبَی کی طرف پیغام بھیج کر اس کے متعلق سوال کیا، تو اس نے زبردست قسم اٹھا کر کہا کہ اس نے ایسا نہیں کیا، اور انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! زید نے جھوٹ بولا ہے، ان کی اس بات سے میرے دل کو سخت ٹھیس پہنچی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق میں میرے متعلق یہ آیت نازل فرمائی کہ ’’إذا جاء ک المنافقون ‘‘ پھر ان (منافقین) کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، تاکہ آپ ان کے لیے استغفار کریں، تو انہوں نے اپنے منہ موڑ لیے۔ [2]

---

[1] پس جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے اعمال، عنداللہ قبول نہ ہونے، اور ان کے دھوکہ دینے وغیرہ کا بھی ذکر فرما دیا، لیکن اس کے باوجود، دنیا کے ظاہری احکام کے اعتبار سے ان کے ساتھ مسلمانوں والا برتاؤ کرنے کا حکم صادر فرما دیا، تو پھر اب جبکہ وحی کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا، جس سے کسی کے باطن کا پتہ چلے، تو اب کسی کی طرف سے کسی کو منافق قرار دے کر اس کے ساتھ دنیاوی احکام کے اعتبار سے کافروں و مرتدوں والا معاملہ کرنے کی کیسے اجازت ہوسکتی تھی، البتہ دوسرے کے شر سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنے کا معاملہ الگ ہے، دوسرے کے شر سے تو اپنے آپ کو غیر منافق سے بھی بچایا جاتا ہے۔ محمد رضوان۔

[2] لیکن اس کے باوجود بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین کے ساتھ، جن کے متعلق مندرجہ بالا آیات نازل ہو چکی تھیں، دنیا میں مسلمانوں سے الگ تھلگ، کافروں والے احکام جاری نہیں فرمائے۔ محمد رضوان۔

اور غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو دوسرے لوگوں کی طرح ساتھ لے جانا چاہا، جس پر بعض منافقین تو آپ کے ساتھ نکلے، اور بعض پیچھے رہ گئے، اور جو لوگ آپ کے ساتھ نکلے تھے، ان میں وہ لوگ بھی تھے، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راستے میں قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے کجاوے کو کھولنے کا ارادہ کیا، تاکہ آپ وہاں کسی وادی میں گر پڑیں، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آئی، تو آپ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اُن منافقین کے رازداری سے نام بتلادیے، اور اسی وجہ سے کہا جاتا تھا کہ حذیفہ ایسے رازدار ہیں، جس کا علم ان کے علاوہ کسی کو نہیں، جیسا کہ یہ بات صحیح حدیث میں ثابت ہے، لیکن اس سب کے باوجود، ظاہر میں ان (منافقین) پر اہلِ ایمان کے احکام جاری ہوئے۔ [1]

اور اس تفصیل سے بہت سے ان شبہات کا جواب ظاہر ہو جاتا ہے، جو اس مقام پر پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ بہت سے متاخرین کی طرف سے، باقی رہ جانے والوں اور اسلام کو ظاہر کرنے والوں کے متعلق یا تو عادل ہونا تھا، یا فاسق ہونا تھا، اور انہوں نے منافقین کے (مستقل) حکم سے اعراض کیا، حالانکہ منافقین برابر باقی رہے، اور قیامت تک باقی رہیں گے۔ [2]

---

[1] اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اِن منافقین کے نام معلوم ہو گئے تھے، لیکن پھر بھی ان کے ناموں کا اظہارِ عام نہیں فرمایا، تو اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہو سکتا تھا کہ شریعت کو ان منافقین کے ساتھ، دنیا میں مسلمانوں والے احکام جاری کرنا مقصود و مطلوب تھا، جس میں بے شمار حکمتیں و مصلحتیں تھی، جو آج کسی کو سمجھ آئیں، یا نہ آئیں، اور ان کی عقل اس حکم کو قبول کرے، یا نہ کرے، لیکن اس کی پابندی بہر حال ضروری ہے۔ محمد رضوان۔

[2] مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام وتابعین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہری عدل اور فسق کی بنیاد پر تقسیم کی، منافق کو کوئی مستقل حکم نہیں دیا، جبکہ منافقین اس وقت بھی موجود تھے، اور تا قیامت موجود رہیں گے، اور آج بھی ان کا وجود ہے، لیکن آج بعض مسلمان، ان کے ساتھ، دنیا کے اعتبار سے کافروں والا حکم جاری کرنے کے درپے ہیں، جبکہ اِن کی طرف سے کفر کا اظہار بھی نہیں۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

اور نفاق کے بہت سارے شعبے ہیں، اور صحابۂ کرام اپنے اوپر نفاق سے ڈرا کرتے تھے، صحیحین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب وہ بات کرے، تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے، تو خلاف ورزی کرے، اور جب اس کو امانت سپرد کی جائے، تو اس میں خیانت کرے'' اور ''مسلم'' میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ''اگرچہ وہ روزے رکھے اور نماز پڑھے، اور اپنے آپ کے مسلم ہونے کا گمان کرے'' اور صحیحین میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ ''چار چیزیں جس میں ہوں گی، وہ خالص منافق ہوگا، اور جس میں ان میں سے کوئی چیز ہوگی، تو اس میں نفاق کا شعبہ ہوگا، جب تک کہ اس کو چھوڑ نہ دے، جب وہ بات کرے، تو جھوٹ بولے، اور جب امانت سپرد کی جائے، تو خیانت کرے، اور جب عہد معاہدہ کرے، تو دھوکہ دے، اور جب کسی سے مخاصمت کرے، تو فسق وفجور اختیار کرے'' [1]

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، پہلے ان (منافقین) کی نمازِ جنازہ بھی پڑھتے تھے، اور ان کے لیے استغفار بھی کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا، اور یہ ارشاد فرمایا کہ:

''ولا تصل علی أحد منهم مات أبدا ولا تقم علی قبره''

---

[1] لیکن ان صریح احادیث کے ہوتے ہوئے بھی کوئی یہ نہیں کہتا کہ جس میں یہ سب نشانیاں ہوں، اور وہ احادیث کی رو سے خالص منافق ہو، مگر وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہو، تو اس کے ساتھ صریح کافروں اور مشرکوں والا برتاؤ کیا جائے۔ پھر کسی پر تقیہ، یا جھوٹ بولنے کا حکم لگا کر اس کو مرتد و کافر قرار دینے کی کیسے اجازت ہوسکتی ہے، جبکہ اللہ نے ''إِنَّ الْـمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ'' فرما کر، ان کے تقیہ اور جھوٹ کا پول کھول دیا تھا، اس سے بڑی شہادت اور کیا ہوسکتی ہے، خوب سمجھ لینا چاہیے، اور اللہ کے حکم کے سامنے تعصب پر مبنی طرزِ عمل اختیار نہیں کرنا چاہیے، اور امتثالِ امرِ الٰہی میں ہی سلامتی و عافیت کو مضمر سمجھنا چاہیے، جس کی خلاف ورزی سینکڑوں فتنوں کا باعث ہے، جس کا خمیازہ، آج بھی بہت سے مسلمان بھگت رہے ہیں، مسلمانوں کی حکومتیں و سلطنتیں بھی اس کے نتیجے میں ہاتھوں سے نکل رہی ہیں، اور کفار، ہر طرح کے اختلافات بھلا کر متحد ہو رہے ہیں۔ محمد رضوان۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ:

’’استغفر لهم أو لا تستغفر لهم إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم‘‘

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو ان کی نمازِ جنازہ پڑھتے تھے، اور نہ ان کے لیے استغفار کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود ان (منافقین) کے (دوسرے مسلمانوں کی طرح) خون اور مال محفوظ تھے، اور وہ ان (منافقین) کی کوئی ایسی چیز حلال نہیں سمجھتے تھے، جواُن کفار کی حلال سمجھتے تھے، جو اپنے آپ کا مومن ہونا ظاہر نہیں کرتے تھے، بلکہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو ظاہر کرتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمادیا تھا کہ ’’مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں، جب تک وہ **’’لا الٰه الا الله وانی رسول الله‘‘** کی گواہی نہ دے دیں، پس جب وہ یہ بات کہہ دیں گے، تو مجھ سے اپنے خونوں کو اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے، سوائے اس کے حق کے، اور (آخرت میں) ان کا حساب، اللہ کے ذمے ہوگا‘‘ [1]

اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا کہ ’’کیا تو نے اس شخص کو **’’لاالٰه الا الله‘‘** کہنے کے بعد بھی قتل کردیا، تو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ اس نے یہ کلمہ ڈر کی وجہ سے کہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نے اس کے دل کو پھاڑ کر دیکھا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دل پھاڑ کر دیکھنے اور ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا‘‘ [2]

---

[1] پس اللہ کے حساب کو اپنے ذمہ میں ٹھہرالینا، کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ محمد رضوان۔

[2] اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حکم نہیں دیا گیا، تو دوسرے کی کیا مجال ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کا مکلّف سمجھے، اور اگر وہ ایسا کر بھی لے، تب بھی وہ دل کے نفاقِ حقیقی پر مطلع نہیں ہوسکتا، جیسا کہ بعض احادیث میں وارد ہے، اور وہ احادیث آگے اپنے مقام پر آتی ہیں۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

اور نبی صلی علیہ وسلم سے جب کسی آدمی کے قتل کرنے کی اجازت طلب کی جاتی تھی، تو آپ یہ فرماتے تھے کہ کیا یہ نماز نہیں پڑھتا، کیا یہ کلمۂ شہادت کی گواہی نہیں دیتا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہا جاتا کہ یہ تو منافق ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہی بات فرماتے تھے (یعنی ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے، قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے، اور ظاہری طور پر ان کے ساتھ مسلمانوں والا برتاؤ کیا کرتے تھے) پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے خونوں اور مالوں کے بارے میں حکم اسی طرح کا تھا، جس طرح کا دوسرے مسلمانوں کے بارے میں تھا، جس کی کوئی چیز بھی حلال نہیں، مگر ظاہرِ امر کی وجہ سے، باوجودیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، منافقین میں سے اکثر کے نفاق کو جانتے تھے، البتہ ان منافقین میں ایسے لوگ بھی تھے، جن کا نفاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”ومـمـن حـولـكم من الأعراب منافقون ، ومن أهل المدينة مردوا عـلى النفاق، لاتعلمهم، نحن نعلمهم، سنعذبهم مرتين ، ثم يردون الى عذاب عظيم“ [1]

اور منافقین میں سے جب کوئی مرجاتا تھا، تو اس کی وہ مسلمان نمازِ جنازہ پڑھا کرتے تھے، جنہیں اس کے منافق ہونے کا علم نہیں ہوتا تھا، اور جس کو اس کے منافق ہونے کا علم ہوتا تھا، وہ اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھا کرتا تھا (لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے متعلق عام صحابۂ کرام کو متعین طور پر مطلع نہیں کیا تھا، اور جن کو مطلع کیا تھا، وہ بھی نہ تو ان منافقین پر کفر کا حکم لگاتے تھے، اور نہ ہی اس کا دوسروں کے سامنے اظہار واعلان کیا کرتے تھے، صرف نمازِ

---

[1] ملاحظہ فرمایئے کہ جب، اللہ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی نفاق کا بذریعہ وحی علم دے دیا گیا تھا، اور وحی سے زیادہ یقینی علم اور کوئی ہوسکتا نہیں، مگر پھر بھی ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے، اِن کے ساتھ دنیا میں کفار والا برتاؤ نہیں فرمایا، تو آپ کے بعد کسی دوسرے کو یہ حق کیونکر حاصل ہوسکتا ہے؟ محمد رضوان۔

جنازہ پڑھنے سے رکتے تھے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معاملہ یہ تھا کہ جب کوئی فوت ہوجاتا تھا، تو اس کی نمازِ جنازہ میں اس وقت تک شریک نہیں ہوتے تھے، جب تک حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک نہیں ہوتے تھے، کیونکہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کو منافقین کا متعین طور پر علم تھا۔[1]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"یاأیها الذین آمنوا إذا جاء کم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن اللّٰہ أعلم بإیمانهن فإن علمتموهن مؤمنات فلا

---

[1] لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نہ تو دوسروں کو ان کے نام بتلائے اور نہ ہی خلفائے راشدین وغیرہ نے، باوجود امیر المؤمنین ہونے کے، ان سے اس کا علم حاصل کرنے کی جدوجہد کی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا "صاحبُ السرّ" ہونا مشہور تھا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین کو اس بات کا علم تھا کہ معلوم ہوجانے کے باوجود بھی ان کے ساتھ ظاہری احکام کے اعتبار سے مسلمانوں والا ہی برتاؤ کرنے کا حکم ہوگا، ان کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ تھی، پھر اس فضول جدوجہد کا کیا فائدہ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی خاص جدوجہد نہ فرمائی، بلکہ بلا تکلف حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل سے جس کا پتہ چلا، اس کے نمازِ جنازہ میں شرکت سے اجتناب کیا، اور وہ بھی منافق کے مرنے پر، زندگی میں اس کی بھی ضرورت نہ سمجھی، اور بعض مؤرخین کے مطابق، جہاں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اپنے "عُمّال" کے متعلق، کسی کے منافق ہونے کی جستجو کی، تاکہ کوئی منافق کسی اہم منصب پر فائز نہ ہو، اور اس سے کسی کو نقصان نہ پہنچے، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے معلوم ہونے کے باوجود اس کا صریح ذکر کرنے سے انکار فرمادیا، اور جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دلالتاً کسی عامل کے منافق ہونے کا علم ہوا، وہاں اس کو معزول فرمادیا، لیکن باقی معاملات میں اس کے ساتھ غیر مسلموں والا معاملہ اور طرزِ عمل اختیار نہ فرمایا، اور نہ ہی اس کی تشہیر فرمائی۔

وحذیفة صاحب سر رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المنافقین، لم یعلمهم أحد إلا حذیفة، أعلمه بهم رسول الله صلی الله علیه وسلم، وسأله عمر: أفی عمالی أحد من المنافقین؟ قال: نعم، واحد، قال: من هو؟ قال: لا أذکره،قال حذیفة: فعزله، کأنما دل علیه، وکان عمر إذا مات میت یسأل عن حذیفة، فإن حضر الصلاة علیه صلی علیه عمر، وإن لم یحضر حذیفة الصلاة علیه لم یحضر عمر (اسد الغابة لابن الاثیر، ج ۱ ص ۴۶۸، باب الحاء والذال المعجمة، تحت رقم الترجمة ۱۱۱۳ "حذیفة بن الیمان)

پھر آج کسی کی زندگی میں اس کی جدوجہد کرکے اس پر، ظاہر میں غیر مسلم والا حکم لگانا "کھودا پہاڑ، نکلا چوہا" کی کہاوت سے زیادہ اہمیت کا حامل نہ ہوگا۔ محمد رضوان۔

ترجعوهن إلى الكفار‘‘

تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اُن عورتوں کے امتحان کا حکم فرمایا، اور یہ بھی فرمایا کہ:

’’الله أعلم بإيمانهن‘‘

اور اللہ تعالیٰ نے کفارہ ادا کرنے کے لیے جب مومن غلام کو آزاد کرنے کا حکم فرمایا، تو لوگوں پر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی کہ وہ اسی غلام کو آزاد کریں، جس کے بارے میں یہ جان لیں کہ اس کے دل میں ایمان ہے، اس لیے کہ یہ حکم تو اسی طرح کا ہوتا، جیسا کہ ان کو کہا جاتا کہ تم قتال کرو، سوائے اس شخص کے، جس کے بارے میں تم جان لو کہ اس کے دل میں ایمان ہے، لیکن لوگوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ دوسرے لوگوں کے دلوں کو پھاڑ کر دیکھیں، اور نہ یہ حکم دیا گیا کہ وہ ان کے پیٹوں کو چاک کر کے دیکھیں، پس جب کسی غلام کی طرف سے ایمان کا اظہار ہو، تو لوگوں کے لیے اس کو آزاد کرنا جائز ہے، اور باندی کے مالک سے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال کیا کہ کیا وہ مومن ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظاہری ایمان ہی کو مراد لیا، جس کے ذریعے سے مسلم اور کافر میں فرق ہوتا ہے۔

اور اسی طریقے سے وہ شخص جس پر کوئی نذر واجب ہو، تو اس کو یہ بات لازم نہیں کہ وہ ایسے غلام ہی کو آزاد کرے، جس کے دل میں ایمان ہونے کا علم ہو جائے، کیونکہ یہ بات تو مطلقاً معلوم نہیں ہوسکتی، بلکہ اس بات کو مطلقاً مخلوق میں سے کوئی بھی معلوم نہیں کرسکتا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جو کہ مخلوق میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ:

’’ومن حولكم من الأعراب منافقون ومن أهل المدينة مردوا

علی النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتین "۔ [۱]

پس ان منافقین کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہی حکم فرماتے تھے، جو حکم تمام مومنوں کے متعلق فرماتے تھے، اور جب منافقین میں سے کسی کا جنازہ حاضر ہوجاتا، تو اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھا کرتے، اور آپ کو نمازِ جنازہ کی ممانعت نہیں تھی، سوائے اس شخص کے، جس کے نفاق کا آپ کو علم دے دیا گیا تھا، ورنہ تو لازم آتا کہ آپ لوگوں کے دلوں کو پھاڑ کر دیکھیں، اور ان کے رازوں کا علم حاصل کریں، جس پر کوئی بشر، قادِر نہیں۔ [۲]

اور اسی وجہ سے جب اللہ تعالیٰ نے سورہ برائت میں ان (منافقین) کے راز کو "ومنهم ، ومنهم "فرما کر فاش کیا، تو ان میں سے بعض اُن لوگوں کے نفاق کی پہچان ہوگئی، جن کے نفاق کی اس سے پہلے پہچان نہیں ہوئی، پس اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی صفات کا ذکر فرمادیا، جن کے ذریعے سے بعض منافقین کا علم ہوگیا، لیکن لوگ اس بات کا یقین نہیں کرتے تھے کہ یہ صفات کسی کے (حقیقی) نفاق کو

---

[۱] یعنی بعض منافقین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم نہیں دیا گیا تھا، جبکہ اللہ کو ان کا بخوبی علم تھا، اور وحی کی آمد کا سلسلہ برابر جاری تھا، جس کے ذریعہ یقینی طور پر علم دیا جانا، ممکن وسہل تھا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے مطلع کرنے کی ضرورت نہ سمجھی، اور نہ ہی اس کی وجہ سے نبوت ورسالت میں کوئی خلل واقع ہوا، تو غیر نبی کو اور وہ بھی وحی کا سلسلہ منقطع ہونے کے بعد منافقین کا علم نہ ہونا، اور ان پر نفاقِ حقیقی کا حکم نہ لگانا، کیونکر نقصان دہ ہوسکتا ہے، بلکہ نقصان تو اس کے برعکس میں ہوسکتا ہے، اور علم ہوجانے کے بعد بھی ان پر ظاہری اعتبار سے مومنوں والے ہی احکام، دنیا میں جاری کرنے کا حکم تھا، البتہ خاص مصلحت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر میں صرف نمازِ جنازہ پڑھنے اور استغفار کرنے سے منع کیا گیا تھا، تو پھر دوسروں کو غیر قطعی وغیر حتمی طریقہ سے علم ہوجانے کی اتنی بھی حیثیت نہیں ہوگی۔

پس آج بعض حضرات کا یہ طرزِ عمل کہ وہ کچھ فرقوں، یا لوگوں کے ظاہرِ اسلام، کو رَد کرکے، اور ان کو جھوٹ وکذب بیانی کا مرتکب قرار دے کر، جو صریح کافروں والا برتاؤ کرنے کا حکم جاری کرتے ہیں، اور اس کی سعی بلیغ کرتے پھرتے ہیں، ان کو اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لینا چاہئے۔ محمد رضوان۔

[۲] اور جب اس پر کوئی بشر قادر نہیں، تو غیر مقدور چیز کے دَرپے ہونے اور اپنے آپ کو اس کا مکلّف سمجھنے، اور اس کے باوجود بھی ظاہر کا مکلّف ہی رہنے کی صورت میں اس سے کیا حاصل ہوگا۔ محمد رضوان۔

Idara Ghufran

مستلزم ہیں، اور بعض اس کا گمان کرتے تھے، اور بعض کو اس کا علم بھی تھا، پس منافقین کا نفاق صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت کو ان کی حالت کے خلاف معلوم نہیں تھا، جبکہ قرآن نازل ہوتا تھا، اسی وجہ سے جب سورہ برائت نازل ہوئی، تو منافقین نے اپنے نفاق کو چھپایا، اور ان کی طرف سے پھر ان باتوں کا اظہار نہ ہوا جن کا پہلے کبھی کبھار ہو جایا کرتا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ''لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینة لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا إلا قلیلا .ملعونین أینما ثقفوا أخذوا وقتلوا تقتیلا .سنة اللّٰہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنة اللّٰہ تبدیلا'' پس جب ان کو قتل سے ڈرایا گیا، جب انہوں نے نفاق کو ظاہر کیا تھا، تو پھر اس کے بعد انہوں نے اس نفاق کو چھپا لیا۔ [1]

اور اسی وجہ سے فقہاء کا ''زندیق'' کی توبہ قبول کرنے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی، اس قول کے قائلین نے ان منافقین سے استدلال کیا ہے، جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ظاہری چیزوں کو قبول کیا جاتا تھا، اور ان کے امرِ واقعی کو اللہ کے سپرد کیا جاتا تھا، اس پر کہا گیا کہ یہ حکم تو شروع میں تھا، اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی تھی کہ:

''ملعونین أینما ثقفوا أخذوا وقتلوا تقتیلا''

---

[1] پہلے جب وہ منافقین، کسی خاص موقع پر، نفاق کو ظاہر کرتے تھے، اس وقت بھی احکام، عام دنیا کے اعتبار سے وہی تھے، جو عام مسلمانوں کے تھے، پھر جب ان کو قتل سے ڈرایا گیا، تو انہوں نے اظہار سے بھی اجتناب کیا، اور اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔
پھر آج کسی کی خفیہ باتوں کی نشر واشاعت کرنا اور اس کے نتیجہ میں ظاہر کے احکام کو نظر انداز کرنا، اور کسی ایک مصنف یا مبلغ وغیرہ کے نفاقِ باطنی پر مطلع ہونے کی صورت میں کسی فرقے کے سب لوگوں پر یکساں حکم لگا دینا، جبکہ ان کی طرف سے بظاہر اس سے برائت بھی سامنے آتی ہے، اور اس کو کذب بیانی وغیرہ پر محمول کرنا، اس طرح کا طرزِ عمل، درحقیقت قرآن وسنت میں تدبّر نہ کرنے، اور مزاجِ نبوت ومزاجِ صحابہ کو صحیح نہ سمجھنے پر مبنی ہے، اگرچہ کسی کی طرف سے اس کو سمجھنے کا دعویٰ ہی کیوں نہ کیا جائے۔ محمد رضوان۔

جس پر منافقین کو یہ علم ہو گیا تھا کہ اگر وہ نفاق کو ظاہر کریں گے، جیسا کہ پہلے ظاہر کرتے تھے، تو وہ قتل کر دیے جائیں گے، اس لیے انہوں نے نفاق کو چھپا لیا، اور ''زندیق'' دراصل منافق ہوتا ہے، اور اس کو اسی وقت قتل کیا جاتا ہے، جب اس کی طرف سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ وہ نفاق کو چھپاتا ہے، اس پر لوگوں نے کہا کہ اس کی توبہ کا تو علم نہیں ہو سکتا، اس لیے زیادہ سے زیادہ یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ وہ جو کچھ ظاہر کر رہا ہے، وہی ظاہر ہے، اور وہ ایمان کو ظاہر کرتا ہے، حالانکہ وہ منافق ہے، اور اگر زنادقہ کی توبہ قبول کی جائے، تو ان کے قتل کرنے کا کوئی راستہ ہی نہیں ہوگا، حالانکہ قرآن نے ان کو قتل کرنے کی وعید سنائی ہے۔

اور اصل مقصود یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو صرف اس ایمانِ ظاہری پر خبردار کیا، جس کے ساتھ ظاہری احکام متعلق ہوتے ہیں، ورنہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ جب حضرت سعد نے ایک آدمی کے مومن ہونے کی گواہی دی، تو نبی صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''کیا مسلم ہے؟'' اور وہ اس ایمان کا اظہار کرتا تھا، جس کا امت اظہار کرتی ہے، اور کچھ زیادہ ہی اظہار کرتا تھا۔

پس یہ بات واجب ہے کہ مومنوں کے اس ظاہری احکام میں، جس کا لوگوں کو دنیا میں حکم دیا جاتا ہے، اور جو آخرت میں جزا اور سزا کا حکم دیا جائے گا، ان دونوں کے درمیان فرق کیا جائے، پس مومن، جو جنت کا مستحق ہوگا، اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ باطن میں بھی مومن ہو، اس پر تمام اہلِ قبلہ کا اتفاق ہے، یہاں تک کہ ان ''کـرامیة'' کا بھی، جو منافق کا مومن نام رکھتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ ایمان درحقیقت ''کلمہ'' کا نام ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ آخرت میں صرف ایمانِ باطنی ہی نفع دے گا، اور بعض نے ان ''کـرامیة'' کے بارے میں یہ قول روایت

کیا ہے کہ وہ منافقین کو اہلِ جنت میں سے قرار دیتے ہیں، لیکن یہ ''کرامیۃ'' کے متعلق غلط روایت ہے، ''کرامیۃ'' نے تو صرف نام میں اختلاف کیا ہے، حکم میں اختلاف نہیں کیا ''مرجئۃ'' کے اس شبہ کی وجہ سے کہ ایمان کی تبعیض نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس میں اضافہ ہوتا۔ [1]

اور اسی وجہ سے فقہاء نے کفارہ میں غلام آزاد کرنے کے متعلق زیادہ سے زیادہ عملِ ظاہر کی شرط لگائی ہے، پھر ان کا اس بارے میں اختلاف ہوا کہ کیا چھوٹا بچہ بھی کفارہ میں جائز ہے؟ اس میں سلف کے دونوں مشہور قول ہیں، امام احمد سے بھی اس سلسلے میں دونوں روایتیں مروی ہیں، ایک قول کے مطابق اس کو آزاد کرنا جائز نہیں، کیونکہ ایمان قول وعمل کا نام ہے، اور چھوٹا بچہ خود سے ایمان نہیں لاتا، اس کا ایمان تو دنیوی احکام میں اس کے والدین کے تابع ہے، لیکن کسی نے یہ شرط نہیں لگائی کہ اس کا باطن میں مومن ہونا معلوم ہو۔

اور ایک قول یہ ہے کہ چھوٹے بچے کو آزاد کرنا جائز ہے، کیونکہ آزادی کا تعلق احکامِ ظاہری سے ہے، اور وہ اپنے والدین کے تابع ہے، پس جس طرح وہ اپنے والدین کا وارث ہوتا ہے، اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے، دراں حالیکہ نمازِ جنازہ مومن کی ہی پڑھی جاتی ہے، تو اس کو آزاد کرنا جائز ہوا۔

اور اسی طریقے سے وہ منافقین جنھوں نے اپنے نفاق کو ظاہر نہیں کیا (یعنی کھلم کھلا کفر کا اظہار نہیں کیا) ان کی بھی مرنے کے بعد نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے، اور ان کو

---

[1] لیکن آج ایک طبقہ دنیا کے ظاہری احکام اور آخرت کے حکم میں فرق کرنے کے لیے تیار نہیں، وہ جس گروہ یا فرد کے متعلق، آخرت کے اعتبار سے کافر ہونے کا گمان کرتا ہے، لیکن دنیا کے اعتبار سے نصوص کے مطابق، اس کو مومن سمجھنے کا حکم ہے، اس فرق کو نظر انداز کرکے، دنیا ہی میں دوسرے کو کافر و مرتد وغیرہ قرار دینا شروع کر دیتا ہے، اور اللہ کے ذمہ میں خیانت کرکے طرح طرح کے فتنوں کا باعث بنتا ہے، اور اوپر سے اس کو دین کی بہت بڑی خدمت اور سعادت بھی سمجھتا ہے، اور ایک عرصہ سے اس مشغلہ میں مبتلا رہنے کی وجہ سے دل ودماغ میں یہ تصور اتنا مضبوط بیٹھ گیا ہے کہ حقیقت کو حقیقت، اور غیر حقیقت کو غیر حقیقت، تسلیم وقبول کرنا بھی دشوار محسوس ہونے لگا ہے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاتا ہے، اور یہ سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے چلا آرہا ہے، اور وہ قبرستان جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور آپ کے خلفائے کرام اور صحابۂ عظام کی حیات میں مسلمانوں کے لیے تھا، اس میں ہر اس شخص کو دفن کیا جاتا تھا، جو ایمان کا اظہار کرتا تھا، اگرچہ وہ باطن میں منافق ہی کیوں نہ ہو، اور منافقوں کے لیے کوئی قبرستان ایسا نہیں تھا، جس کے ذریعے وہ دیارِ اسلام میں کسی طرح کا امتیاز حاصل کریں، جیسا کہ یہود اور نصاریٰ کا قبرستان ہوتا ہے، جس کے ذریعے سے وہ (مسلمانوں سے) ممتاز ہوتے ہیں۔ [1]

اور جس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاتا ہے، اس پر مسلمان نمازِ جنازہ بھی پڑھتے ہیں، دراں حالیکہ قرآن مجید کی رُو سے اس شخص پر نمازِ جنازہ جائز نہیں، جس کا نفاق معلوم ہو۔ [2]

پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ ظاہرِ ایمان پر مبنی ہے، اور پوشیدہ رازوں کا اللہ ہی مالک ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، منافقین کی نمازِ جنازہ بھی پڑھا کرتے تھے، اور ان کے لیے استغفار بھی کرتے تھے، یہاں تک کہ (من جانب اللہ) اس سے منع کردیا گیا، جس کی علت کفر کا ہونا بیان کی گئی، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس

---

[1] مگر ان سب باتوں کے باوجود، بعض لوگوں کی طرف سے آج کسی فرقہ، یا فرد پر، ظاہرِ اسلام کو نظر انداز کرکے، نفاقِ حقیقی واعتقادی کا حکم لگا کر کافروں والا برتاؤ کیا جانے لگا، اور جو کوئی شریعت کی اصل تعلیمات کے مطابق عمل کرے، اسے شریعت کا مخالف سمجھا جانے لگا۔

خرد کا نام، جنوں رکھ دیا، جنوں کا نام خرد   جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

محمد رضوان۔

[2] لیکن جو لوگ آج کسی فرقے، یا فرد پر نفاقِ حقیقی یا اعتقادی کا حکم لگادیں، تو اس کا جنازہ پڑھنے کی اجازت تو کیا دیتے، اس کا جنازہ پڑھنے والوں کے ایمان اور نکاح تک کو باطل قرار دے کر، اس کو بھی کافر و مرتد قرار دینے کے درپے ہوجاتے ہیں، ان حضرات کو شریعت کی تعلیمات کی روشنی میں، اپنا جائزہ لینا چاہیے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

کے بارے میں یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ وہ باطن میں کافر ہے، اس کی نمازِ جنازہ بھی جائز ہے، اور اس کے لیے استغفار کرنا بھی جائز ہے، اگرچہ وہ بدعت کا ارتکاب کرتا ہو، اور اگرچہ وہ گناہ گار ہو۔ [1]

اور جب امامُ المسلمین، یا اہلِ علم اور دین دار لوگ، بعض ان لوگوں کی نمازِ جنازہ کو زجراً ترک کر دیں، جو بدعت یا فجور کا اظہار کرتے ہوں، تو ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا اور ان کے لیے استغفار کرنا حرام نہیں ہوگا (کیونکہ یہ تو زجراً اور تنبیہاً ہے، ان کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کی بناء پر نہیں ہے) بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں، جس کی نمازِ جنازہ سے آپ رک جایا کرتے تھے، اور وہ مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والا، اور اپنے آپ کو قتل کرنے والا، اور ایسا مقروض ہوتا تھا، جس کے قرض کی ادائیگی کا انتظام نہیں ہوتا تھا، یہ فرمادیا کرتے تھے کہ تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھو (یعنی دوسروں کو نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم فرمادیا کرتے تھے، خود زجراً نہیں پڑھا کرتے تھے) اور یہ بات مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کے لیے خفیہ طور پر استغفار کیا کرتے تھے، اگرچہ ظاہر میں اس کے مذہب سے زجر وتنبیہ کرنے کے طور پر استغفار نہیں کیا کرتے تھے، جیسا کہ ''محلم بن جثامة'' کی حدیث میں مروی ہے۔ [2]

اور کتابُ اللہ اور سنتِ رسولُ اللہ میں اسلام کو ظاہر کرنے والوں کی دو ہی قسمیں ہیں، مومن، یا منافق، پس منافق تو جہنم کے نچلے طبقے میں ہوگا، اور دوسرا مومن

---

[1] اور جب ایسا ہے، تو اگر کوئی شخص کسی ایسے مسلمان کا نمازِ جنازہ پڑھ لے، جس کے باطن میں کافر ہونے کا یقین نہ ہو، اگرچہ شک ہو، تو اس کو ناجائز وحرام قرار دینے اور اس کے ایمان ونکاح تک کو ضائع ہوجانے کے فتوے جاری کرنے کا کیا مطلب؟ محمد رضوان۔

[2] معلوم ہوا کہ کسی وارثُ النبی یعنی عالمِ دین یا مقتداء کا کسی بدعتی وغیرہ کے جنازہ میں عدمِ شرکت، اس کے کفر کو مستلزم نہیں، کیونکہ یہ تبلیغ کی ایک قسم ہے۔

لہٰذا کسی فاسق کی نمازِ جنازہ میں عالم ومقتداء کی عدمِ شرکت کی بناء، اس کے کفر وارتداد پر رکھنا درست نہیں۔ محمد رضوان۔

ہے، جس کا بعض اوقات، ایمان ناقص ہوتا ہے، تو اس کو مطلق نام شامل نہیں ہوگا، اور کبھی اس کا ایمان کامل ہوتا ہے، جس پر ان شاء اللہ تعالیٰ کلام، اسلام اور ایمان کے مسئلے میں آئے گا، اور فسّاق کے نام، ملتِ اسلام والوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ [1]

لیکن یہاں پر مقصود یہ ہے کہ کسی کو صرف اس کے گناہ کرنے، یا اس کے بدعت کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے، اگرچہ وہ شخص، اس (گناہ یا بدعت) کی طرف دعوت دے، باطن میں کافر قرار نہیں دیا جائے گا، مگر اسی صورت میں، جب کہ وہ منافق ہو (جس کا حال، یقینی بہرحال، اللہ ہی بہتر جانتا ہے، ہم تو ظاہر کے مکلّف ہیں) لیکن جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ کی لائی ہوئی باتوں پر ایمان ہو، مگر اس نے بدعت کی بعض تاویلات میں غلطی کی ہو، تو وہ بالکل بھی کافر نہیں۔ [2]

اور خوارج، بدعت کے اظہار کرنے میں اور امت کو قتل کرنے میں، اور امت کی تکفیر کرنے میں (دوسرے فرقوں کی بہ نسبت) بہت زیادہ ظاہر ہیں، لیکن صحابۂ کرام میں سے کسی نے ان کی تکفیر نہیں کی، نہ تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے، اور نہ ہی آپ کے علاوہ کسی اور نے، بلکہ ان کے متعلق وہی حکم لگایا، جو ظالم اور حد سے تجاوز کرنے والے مسلمانوں پر حکم لگاتے تھے، جیسا کہ ان کے متعلق دوسرے

---

[1] لہٰذا فساق وفجار، لوگوں کو مومن ہی قرار دیا جائے گا، خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ محمد رضوان۔

[2] یعنی اس کی تاویل قرآن وسنت کی رُو سے غلط ہو، خواہ اس کا باطنی مقصد جان بوجھ کر غلطی کرنا ہی کیوں نہ ہو، مگر وہ تاویل ایسی ہو کہ اس کے استلزامِ کفر میں شبہ پیدا کرتی ہو، تو بہرحال اس کو دنیا کے احکامِ ظاہری کے اعتبار سے مومن ہی قرار دیا جائے گا، اور باطنی معاملہ اللہ کے سپرد کیا جائے گا۔

اور اللہ کے ذمہ میں خیانت نہیں کی جائے گی، یعنی اللہ کے ذمہ کو خود اپنی ذمہ داری نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ جو اپنی ذمہ داری ہے، اور وہ ظاہرِ اسلام کے مطابق معاملہ کرنا ہے، اسی پر دیانت دارانہ طریقہ پر عمل کیا جائے گا، جیسا کہ بار بار ذکر کیا گیا، اور آگے احادیث وغیرہ میں بھی آتا ہے۔ محمد رضوان۔

مقام پر آثار، ذکر کیے جاچکے ہیں۔ [1]

اور اسی طریقے سے تمام بہتّر (72) فرقوں کا بھی حال ہے، ان میں جو منافق ہو، وہ باطن میں کافر ہوگا (ظاہر میں اگرچہ مومن شمار ہوگا) اور جو منافق نہیں ہوگا، بلکہ باطن میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والا ہوگا، تو وہ باطن میں بھی کافر نہیں ہوگا، اگرچہ وہ تاویل کرنے میں خطا کرے، اس کی خطا جس طرح کی بھی ہو (جب تک تاویل ممکن ہو، اگرچہ دور دراز کی ہی ہو) اور ان فرقوں میں سے بعض میں نفاق کے شعبوں میں سے کوئی شعبہ ہوتا ہے، لیکن وہ ایسا نفاق نہیں ہوتا، جس کا مرتکب، جہنم کے نچلے طبقے میں جاتا ہے۔

اور جس نے یہ بات کہی کہ بہتّر (72) فرقوں میں سے ہر ایک کو ایسا کافر قرار دیا جائے گا، جو مذہبِ اسلام سے منتقل ہوجاتا ہے، تو اس نے کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع کی مخالفت کی، بلکہ ائمۂ اربعہ اور غیر ائمۂ اربعہ کے اجماع کی مخالفت کی، کیونکہ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں، جس نے ان بہتّر (72) فرقوں کی تکفیر کی ہو، البتہ ان بہتّر (72) فرقوں میں سے بعض نے، بعض کی کچھ باتوں کی وجہ سے تکفیر کی، جیسا کہ ان کے متعلق دوسری جگہ تفصیل سے کلام کردیا گیا ہے (مجموعُ الفتاوی)

لیکن آج ایک طبقہ، ان ہی فرقوں کی تکفیر پر کمر بستہ ہے، جن کی عدمِ تکفیر پر اجماعِ صحابہ و مجتہدینِ سلف منعقد ہوچکا ہے، اور جنہوں نے تکفیر کی، ان کا درجہ یا تو مجتہدین سے کم ہے، جن کا مجتہدین کے مقابلہ میں اعتبار نہیں، یا مجتہدین کی مراد، لزومِ کفر کو بیان کرنا ہے، نہ کہ التزامِ کفر کو، جیسا کہ باحوالہ اپنے مقام پر ذکر کیا جاچکا۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے اس مفصل ومدلل کلام کو ملاحظہ کرنے سے منافق اور منافقین کے

---

[1] اور علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے حوالے سے ہم نے بھی اپنے بعض مضامین میں ذکر کردیا ہے، الحمد للہ تعالیٰ ان کی عبارت کا بزبانِ اردو ترجمہ بھی کردیا ہے۔ محمد رضوان۔

احکام سے متعلق تقریباً تمام پہلو واضح ہو جاتے ہیں، بشرطیکہ بنظرِ انصاف غور وفکر اور تدبر سے کام لیا جائے، اور بے جا تعصب وتخالف سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا حوالہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ، نے بھی اس موضوع پر بے نظیر روشنی ڈالی ہے، چنانچہ وہ اپنے مواعظ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے بعض کا منافق ہونا معلوم ہو جاتا تھا، مگر یہ حکم تھا کہ ان کے ساتھ بھی اہلِ اسلام ہی کا سا معاملہ کیا جاوے، اسی بناء پر اس وقت تین درجے مقرر تھے:

مومن، منافق، وکافر

اور اب کسی کو کسی کے قلب (یعنی دل) کا قطعی طور پر حال معلوم نہیں ہو سکتا، اس لیے اب یہ درجہ نہ رہا، گو کہ دل سے کسی کا کافر ہونا معلوم ہو جاوے، مگر اس کے ساتھ معاملہ کافر جیسا نہ کیا جاوے (تا آنکہ وہ اپنی زبان، یا عمل سے ناقابلِ تاویل طریقہ پر اس کا اظہار نہ کرے) کیونکہ وحی نہ ہونے کے سبب اب کسی کا دل سے کافر ہونا معلوم ہو ہی نہیں سکتا، اس لیے اب تین درجے نہیں رہے، صرف دو درجے رہ گئے، مسلم، یا کافر (مرتد بھی کافر کے مفہوم میں داخل ہے) اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں جو تین درجے تھے، وہ بھی محض ظاہری احکام کے لحاظ سے تھے کہ ظاہر میں منافقین کے احکام، مثل مسلمانوں کے تھے، باقی حقیقت کے اعتبار سے تو ان منافقین کا کوئی تیسرا درجہ نہیں، درجے درحقیقت دو ہی ہیں، کفار اور مومنین۔

اور منافقین دراصل (عند اللہ) کفار ہی ہیں، یہ (حقیقی منافقین کا) گروہ اَب

(بظاہر) نہیں ہے، صرف اسی زمانہ میں تھا (کیونکہ وحی سے ان کے اندرونی عقائد کا علم ہوجاتا تھا) اور ان کے واسطے یہ حکم تھا کہ ان کے ساتھ معاملہ اہلِ اسلام کا سا کرو، نماز میں شریک ہوں، تو ہونے دو، مساجد میں آئیں، تو آنے دو، غرض سب طرح ظاہری برتاؤ مسلمانوں کا سا رکھو۔

لیکن حق تعالیٰ نے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمادیا تھا، **مبھماً** تو اس آیت سے ''**وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ**'' یعنی یہ لوگ زبان سے کہتے ہیں کہ ہم بھی مومن ہیں، مگر یہ مومن نہیں ہیں، اس آیت میں تو ابہام کے ساتھ (ان کے حقیقی منافق ہونے کی) اطلاع دی گئی ہے۔

اور (اللہ تعالیٰ نے) تعیین کے ساتھ بھی اطلاع کردی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی ایک ایک کا نام بتلادیا گیا تھا، مگر (اللہ تعالیٰ نے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس راز کے اعلانِ عام کی اجازت نہیں دی تھی۔

کیونکہ اس میں بعض مصلحتیں تھیں، مثلاً یہ کہ اگر ان کے کفر کو تعیین کے ساتھ ظاہر کردیا جاتا، تو شاید کوئی ان کو قتل کردیتا، اور ان کے ساتھ معاملہ کفار کا سا کیا جاتا، اور قتل وقتال کیا جاتا، تو خبریں دور دور بھی پہنچتی ہی ہیں، تو سب جگہ یہ شہرت ہوجاتی کہ وہاں تو مسلمانوں کو بھی قتل کیا جاتا ہے، تو پھر کوئی مسلمان ہونے کیوں آتا۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر دھبّہ آتا کہ اپنوں کو بھی قتل کرتے ہیں، اس وجہ سے ان کے ساتھ معاملہ، کفار کا سا نہیں کیا گیا۔

یہی وجہ ہے کہ بعض وقت کسی منافق کے منہ سے کوئی بات ایسی بھی نکل گئی، جس سے اس کا مافی الضمیر (یعنی دل میں چھپا ہوا کفر) ظاہر ہوگیا، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ ''دَعْنِیْ

اَضْرِبُ عُنَقَهٗ ''یعنی اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن ماردوں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہیں دی۔

وہ مصلحت یہی ہے کہ اگر اجازت دی جاتی، تو خبر یہی مشہور ہوجاتی کہ ایک مسلمان کو ماردیا گیا (اور بھی فتنے لازم آتے) اس وجہ سے منافقین کے ساتھ کفار کا سا برتاؤ نہیں کیا گیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اطلاعِ عام کی اجازت نہ تھی۔

یوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خاص لوگوں کو مطلع فرما بھی دیا تھا، اور نام بنام بتلادیا تھا، چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کے نام بتلائے تھے، یہ صاحبِ سِرّ یعنی حضور کے رازدار کہلاتے تھے، ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلادیا تھا کہ فلاں فلاں شخص کا خاتمہ کفر پر ہونے والا ہے، گو یہ زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر دل میں ان کے اسلام نہیں ہے۔

اور جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور سے اس کو ظاہر نہیں کیا تھا، اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو راز میں رکھا، اور کسی پر ظاہر نہیں کیا (خطباتِ حکیم الامت، ج ۱۲ ''محاسنِ اسلام'' صفحہ ۴۴۷، ۴۴۸، وعظ ''الاسلام الحقیقی'' مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: رمضان 1413 ہجری) [1]

---

[1] حدثنا إبراهيم بن سعيد الجوهري، قال: أخبرنا أبو أسامة، عن مجالد، عن الشعبي، عن صلة، عن حذيفة رضي الله عنه قال: قلت: " كيف عرفت المنافقين؟، قال: كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم، ذات ليلة فسماهم (مسند البزار، رقم الحديث ٢٩٢٢)

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي، ثنا مصرف بن عمرو اليامي، ثنا أبو أسامة، ثنا مجالد، عن عامر، عن صلة بن زفر، قال: قلنا لحذيفة: كيف عرفت أمر المنافقين، ولم يعرفه أحد من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أبو بكر ولا عمر رضي الله عنهم؟ قال: إني كنت أسير خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم، فنام على راحلته، فسمعت ناسا منهم يقولون: لو طرحناه عن راحلته فاندقت عنقه، فاسترحنا منه .فسرت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ آگے چل کر اس سلسلہ میں مزید فرماتے ہیں کہ:

الحاصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم تھا، مگران کو رسوانہ کیا گیا، اوران کے ساتھ ظاہری برتاؤ، اہلِ اسلام کا سا ہی کیا گیا، ان مصالح کی وجہ سے جن کو میں نے بیان کیا (خطباتِ حکیم الامت، ج ۱۲ ''محاسنِ اسلام'' صفحہ ۴۵۲، وعظ ''الاسلام الحقیقی'' مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: رمضان 1413ہجری)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں جو کچھ فرمایا، قرآن وسنت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں منافقین کا ذکر

چنانچہ قرآن مجید کی مختلف آیات میں ان حقیقی واعتقادی منافقین کے طرزِ عمل کا ذکر آیا ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پائے جاتے تھے۔

سورہ بقرہ کے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے منافقین کا حال بیان فرمایا ہے کہ:

''وہ اللہ اور آخرت پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن وہ حقیقت میں مومن نہیں ہیں''

اور اللہ تعالیٰ نے منافقین کی یہ حالت بھی بیان فرمائی کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بینهم وبینه، وجعلت أقرأ وأرفع صوتی، فانتبه النبی صلی الله علیه وسلم، فقال: من هذا؟ فقلت: حذیفة .قال: من هؤلاء؟ قلت: فلان وفلان، حتی عددتهم .قال: أوسمعت ما قالوا؟ قلت: نعم؛ ولذلک سرت بینک وبینهم .قال: فإن هؤلاء فلانا وفلانا – حتی عد أسمائهم – منافقون، لا تخبرن أحدا (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۳۰۱۵، ج۳ص ۱۶۵)

قال الهیثمی: رواه الطبرانی فی الکبیر، وفیه مجالد بن سعید، وقد اختلط وضعفه جماعة (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۴۲۱، باب منه فی المنافقین)

www.idaraghufran.org

”جب وہ مومنین سے ملتے ہیں، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، اور جب اپنے شیاطین سے تنہائی میں ملاقات کرتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو صرف استہزاء کرنے کے لیے مومنین کے ساتھ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں“۔ [1]

سورہ نساء میں بھی اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مخصوص حالت کا ذکر فرمایا ہے۔ [2]

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں ہی منافقین کے نماز میں سستی کے ساتھ کھڑے ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ [3]

اس کے علاوہ سورہ انفال میں بھی منافقین کی مخصوص حالت کا ذکر آیا ہے۔ [4]

نیز سورہ توبہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اور ان کی طرف سے مومن ہونے کی جھوٹی قسمیں کھانے اور صرف مسلمانوں کو راضی کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں اٹھانے کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور بتلایا گیا ہے کہ یہ لوگ حقیقت میں

---

[1] ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين .يخادعون الله والذين آمنوا وما يخدعون إلا أنفسهم وما يشعرون .فى قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا ولهم عذاب أليم بما كانوا يكذبون.وإذا قيل لهم لا تفسدوا فى الأرض قالوا إنما نحن مصلحون .ألا إنهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون .وإذا قيل لهم آمنوا كما آمن الناس قالوا أنؤمن كما آمن السفهاء ألا إنهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون. وإذا لقوا الذين آمنوا قالوا آمنا وإذا خلوا إلى شياطينهم قالوا إنا معكم إنما نحن مستهزئون .الله يستهزء بهم ويمدهم فى طغيانهم يعمهون(سورة البقرة ، رقم الآيات : ٨ الیٰ ١٥)

[2] وإذا قيل لهم تعالوا إلى ما أنزل الله وإلى الرسول رأيت المنافقين يصدون عنك صدودا(سورة النساء، رقم الآية ٦١)

[3] إن المنافقين يخادعون الله وهو خادعهم وإذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالى يرائون الناس ولا يذكرون الله إلا قليلا.مذبذبين بين ذلك لا إلى هؤلاء ولا إلى هؤلاء ومن يضلل الله فلن تجد له سبيلا.ياأيها الذين آمنوا لا تتخذوا الكافرين أولياء من دون المؤمنين أتريدون أن تجعلوا لله عليكم سلطانا مبينا.إن المنافقين فى الدرك الأسفل من النار ولن تجد لهم نصيرا (سورة النساء، رقم الآيات ١٤٢ الیٰ ١٤٥)

[4] إذ يقول المنافقون والذين فى قلوبهم مرض غر هؤلاء دينهم ومن يتوكل على الله فإن الله عزيز حكيم(سورة الانفال، رقم الآية ٤٩)

مسلمان نہیں۔ ۱؎

۱؎ وما منعهم أن تقبل منهم نفقاتهم إلا أنهم كفروا بالله وبرسوله ولا يأتون الصلاة إلا وهم كسالى ولا ينفقون إلا وهم كارهون .فلا تعجبك أموالهم ولا أولادهم إنما يريد الله ليعذبهم بها في الحياة الدنيا وتزهق أنفسهم وهم كافرون.ويحلفون بالله إنهم لمنكم وما هم منكم ولكنهم قوم يفرقون .لو يجدون ملجأ أو مغارات أو مدخلا لولوا إليه وهم يجمحون.ومنهم من يلمزك في الصدقات فإن أعطوا منها رضوا وإن لم يعطوا منها إذا هم يسخطون .ولو أنهم رضوا ما آتاهم الله ورسوله وقالوا حسبنا الله سيؤتينا الله من فضله ورسوله إنا إلى الله راغبون .إنما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل فريضة من الله والله عليم حكيم.ومنهم الذين يؤذون النبي ويقولون هو أذن قل أذن خير لكم يؤمن بالله ويؤمن للمؤمنين ورحمة للذين آمنوا منكم والذين يؤذون رسول الله لهم عذاب أليم .يحلفون بالله لكم ليرضوكم والله ورسوله أحق أن يرضوه إن كانوا مؤمنين. ألم يعلموا أنه من يحادد الله ورسوله فأن له نار جهنم خالدا فيها ذلك الخزي العظيم.يحذر المنافقون أن تنزل عليهم سورة تنبئهم بما في قلوبهم قل استهزئوا إن الله مخرج ما تحذرون.ولئن سألتهم ليقولن إنما كنا نخوض ونلعب قل أبالله وآياته ورسوله كنتم تستهزئون.لا تعتذروا قد كفرتم بعد إيمانكم إن نعف عن طائفة منكم نعذب طائفة بأنهم كانوا مجرمين.المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض يأمرون بالمنكر وينهون عن المعروف ويقبضون أيديهم نسوا الله فنسيهم إن المنافقين هم الفاسقون .وعد الله المنافقين والمنافقات والكفار نار جهنم خالدين فيها هي حسبهم ولعنهم الله ولهم عذاب مقيم (سورة التوبة، رقم الآيات ۵۴ الٰی ۶۸)

يأيها النبي جاهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم ومأواهم جهنم وبئس المصير . يحلفون بالله ما قالوا ولقد قالوا كلمة الكفر وكفروا بعد إسلامهم وهموا بما لم ينالوا وما نقموا إلا أن أغناهم الله ورسوله من فضله فإن يتوبوا يك خيرا لهم وإن يتولوا يعذبهم الله عذابا أليما في الدنيا والآخرة وما لهم في الأرض من ولي ولا نصير .ومنهم من عاهد الله لئن آتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحين .فلما آتاهم من فضله بخلوا به وتولوا وهم معرضون .فأعقبهم نفاقا في قلوبهم إلى يوم يلقونه بما أخلفوا الله ما وعدوه وبما كانوا يكذبون .ألم يعلموا أن الله يعلم سرهم ونجواهم وأن الله علام الغيوب .الذين يلمزون المطوعين من المؤمنين في الصدقات والذين لا يجدون إلا جهدهم فيسخرون منهم سخر الله منهم ولهم عذاب أليم .استغفر لهم أو لا تستغفر لهم إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم ذلك بأنهم كفروا بالله ورسوله والله لا يهدي القوم الفاسقين.فرح المخلفون بمقعدهم خلاف رسول الله وكرهوا أن يجاهدوا بأموالهم وأنفسهم في سبيل الله وقالوا لا تنفروا في الحر قل نار جهنم أشد حرا لو كانوا يفقهون.فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا جزاء بما كانوا يكسبون.فإن رجعك الله إلى طائفة منهم فاستأذنوك للخروج فقل لن تخرجوا معي أبدا ولن تقاتلوا معي عدوا إنكم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورسورہ احزاب میں بھی منافقین کی ایک خاص حالت کا ذکر کیا گیا ہے۔ [1]

اورسورہ احزاب میں ہی منافقوں کے آخرت میں سخت عذاب کا ذکر آیا ہے۔ [2]

سورہ مجادلہ میں بھی منافقین کے جھوٹی قسمیں کھانے، اوران کے مومن نہ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ رضيتم بالقعود أول مرة فاقعدوا مع الخالفين .ولا تصل على أحد منهم مات أبدا ولا تقم على قبره إنهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون.ولا تعجبک أموالهم وأولادهم إنما يريد الله أن يعذبهم بها فی الدنيا وتزهق أنفسهم وهم كافرون .وإذا أنزلت سورة أن آمنوا بالله وجاهدوا مع رسوله استأذنک أولو الطول منهم وقالوا ذرنا نكن مع القاعدين .رضوا بأن يكونوا مع الخوالف وطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون (سورة التوبة، رقم الآيات ۸۳ الٰی ۸۷)

يعتذرون إليكم إذا رجعتم إليهم قل لا تعتذروا لن نؤمن لكم قد نبأنا الله من أخباركم وسيرى الله عملكم ورسوله ثم تردون إلى عالم الغيب والشهادة فينبئكم بما كنتم تعملون .سيحلفون بالله لكم إذا انقلبتم إليهم لتعرضوا عنهم فأعرضوا عنهم إنهم رجس ومأواهم جهنم جزاء بما كانوا يكسبون .يحلفون لكم لترضوا عنهم فإن ترضوا عنهم فإن الله لا يرضى عن القوم الفاسقين (سورة التوبة، رقم الآيات ۹۴ الٰی ۹۶)

وأما الذين فی قلوبهم مرض فزادتهم رجسا إلى رجسهم وماتوا وهم كافرون .أولا يرون أنهم يفتنون فی كل عام مرة أو مرتين ثم لا يتوبون ولا هم يذكرون .وإذا ما أنزلت سورة نظر بعضهم إلى بعض هل يراكم من أحد ثم انصرفوا صرف الله قلوبهم بأنهم قوم لا يفقهون (سورة التوبة، رقم الآيات ۱۲۵ الٰی ۱۲۷)

[1] وإذ يقول المنافقون والذين فی قلوبهم مرض ما وعدنا الله ورسوله إلا غرورا (سورة الاحزاب، رقم الآية ۱۲)

[2] يوم يقول المنافقون والمنافقات للذين آمنوا انظرونا نقتبس من نوركم قيل ارجعوا ورائكم فالتمسوا نورا فضرب بينهم بسور له باب باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب .ينادونهم ألم نكن معكم قالوا بلى ولكنكم فتنتم أنفسكم وتربصتم وارتبتم وغرتكم الأمانی حتى جاء أمر الله وغركم بالله الغرور.فاليوم لا يؤخذ منكم فدية ولا من الذين كفروا مأواكم النار هی مولاكم وبئس المصير (سورة الحديد، رقم الآيات ۱۳ الٰی ۱۵)

[3] ألم تر إلى الذين تولوا قوما غضب الله عليهم ما هم منكم ولا منهم ويحلفون على الكذب وهم يعلمون .أعد الله لهم عذابا شديدا إنهم ساء ما كانوا يعملون .اتخذوا أيمانهم جنة فصدوا عن سبيل الله فلهم عذاب مهين .لن تغنی عنهم أموالهم ولا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورہ منافقون میں بھی اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی اس حالت کا ذکر فرمایا ہے کہ:

''وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کا رسول ہونے کی گواہی دیتے ہیں، لیکن اللہ یہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں''۔ [1]

اورسورہ منافقون ہی میں منافقین کی دوسری حالت کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ [2]

غرضیکہ قرآن مجید کی مختلف آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کئی حقیقی واعتقادی منافقین پائے جاتے تھے، جن کے مختلف حالات واوصاف کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمادیا تھا، لیکن اس کے باوجود ان کے ساتھ صریح کافروں والا معاملہ اختیار نہیں کیا گیا۔

احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أولادهم من الله شيئا أولئک أصحاب النار هم فيها خالدون .يوم يبعثهم الله جميعا فيحلفون له كما يحلفون لكم ويحسبون أنهم على شيء ألا إنهم هم الكاذبون. استحوذ عليهم الشيطان فأنساهم ذكر الله أولئک حزب الشيطان ألا إن حزب الشيطان هم الخاسرون (سورة المجادلة، رقم الآيات ۱۴ الیٰ ۱۹)

[1] إذا جاءک المنافقون قالوا نشهد إنک لرسول الله والله يعلم إنک لرسوله والله يشهد إن المنافقين لكاذبون .اتخذوا أيمانهم جنة فصدوا عن سبيل الله إنهم ساء ما كانوا يعملون .ذلک بأنهم آمنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون .وإذا رأيتهم تعجبک أجسامهم وإن يقولوا تسمع لقولهم كأنهم خشب مسندة يحسبون كل صيحة عليهم هم العدو فاحذرهم قاتلهم الله أنى يؤفكون(سورة المنافقون، رقم الآيات ۱ الیٰ ۴)

[2] هم الذين يقولون لا تنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا ولله خزائن السماوات والأرض ولكن المنافقين لا يفقهون .يقولون لئن رجعنا إلى المدينة ليخرجن الأعز منها الأذل ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون(سورة المنافقون، رقم الآيات ۷ و ۸)

[3] عن قيس قال: قلت لعمار أرأيتم صنيعكم هذا الذى صنعتم فيما كان من أمر على رأيا رأيتموه، أم شيئا عهد إليكم رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: لم يعهد إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا لم يعهده إلى الناس كافة، ولكن حذيفة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے جو حقیقی منافقین کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہونے کی بات فرمائی ہے، اس کی تائید حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ:

إِنَّمَا كَانَ النِّفَاقُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَإِنَّمَا هُوَ الْكُفْرُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ (صحيح البخارى، رقم الحديث: ٧١١٤، كتاب الفتن، باب إذا قال عند قوم شيئا، ثم خرج فقال بخلافه)

ترجمہ: بس نفاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا، لیکن آج کے زمانے میں ایمان کے بعد صرف کفر ہی ہے (بخاری)

لہٰذا حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا مذکورہ قول حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق ہوا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أخبرني، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " في أصحابي اثنا عشر منافقا، منهم ثمانية لا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٣١٩)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي نضرة —وهو المنذر بن مالك العبدى— فمن رجال مسلم(حاشية مسند احمد)

عن جابر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قدم من سفر، فلما كان قرب المدينة هاجت ريح شديدة تكاد أن تدفن الراكب فزعم، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: بعثت هذه الريح لموت منافق فلما قدم المدينة، فإذا منافق عظيم من المنافقين قد مات(مسلم،رقم الحديث ٢٧٨٢"١٥")

[1] (وعن حذيفة): رضي الله عنه موقوفا .هو حذيفة بن اليمان، واسم اليمان حسيل بالتصغير، واليمان لقبه، وكنية حذيفة أبو عبد الله العبسي – بفتح العين، وسكون الباء –، هو صاحب سر رسول الله – صلى الله عليه وسلم – روى عنه عمر، وعلي، وأبو الدرداء، وغيرهم من الصحابة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منافق کو قتل کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کی حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

كُنَّا فِي غَزَاةٍ – قَالَ سُفْيَانُ:مَرَّةً فِي جَيْشٍ – فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ، رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ:يَا لَلْأَنْصَارِ، وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ:يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ، فَسَمِعَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:مَا بَالُ دَعْوَى الجَاهِلِيَّةِ قَالُوْا:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ:دَعُوْهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ، فَقَالَ:فَعَلُوْهَا، أَمَا وَاللّٰهِ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى المَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والتابعين، ومات بالمدائن، وبها قبره سنة خمس وثلاثين بعد قتل عثمان بأربعين ليلة .(قال: إنما النفاق كان على عهد رسول الله – صلى الله عليه وسلم –) : يعنى أن حكم المنافقين من إبقاء أرواحهم، وإجراء أحكام المسلمين عليهم إنما كان على عهد رسول الله – صلى الله عليه وسلم – بناء على مصالح منها: أن المؤمنين إذا ستروا على المنافقين أحوالهم خفى على المخالفين حالهم، وحسبوا أنهم من جملة المسلمين فيجتنبوا عن مخاشنتهم لكثرتهم، بل أدى ذلك إلى أن يخافوا، وتقل شوكتهم، ولذا قال – عليه الصلاة والسلام –: " إن الله ليؤيد هذا الدين بأقوام لا خلاق لهم ."ومنها: أن الكفار إذا جمعوا مخاشنة المسلمين مع من يصحبهم كان ذلك سببا لنفرتهم منه. ومنها أن من شاهد حسن خلقه – عليه الصلاة والسلام – مع مخالفه رغب فى صحبته، ووافق معه سرا، وعلانية، ودخل فى دين الله بوفور، ونشاط .(فأما اليوم) أى: بعد وفاة النبى – صلى الله عليه وسلم – (فإنما هو) أى: الأمر والحكم يدل عليه سياق الكلام أى: الشأن الذى استقر عليه الشرع (الكفر أو الإيمان) : والضمير مبهم يفسره ما بعده أى: ليس الكائن اليوم إلا الكفر أو الإيمان، ولا ثالث لهما يعنى الكفر الصريح، والقتل، أو الإيمان سرا وعلانية، وأو للتنويع كما فى قوله تعالى (تقاتلونهم أو يسلمون(رواه البخارى) : فى كتاب الفتن . (مرقاة المفاتيح ، ج : ۱ ص : ۱۳۴ ، كتاب الايمان ، باب الكبائر وعلامات النفاق)

وَسَلَّمَ فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ: دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْهُ، لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ (صحيح البخارى، رقم الحديث: ۴۹۰۵، كتاب تفسير القرآن، باب قوله: سواء عليهم أستغفرت لهم أم لم تستغفر لهم)

ترجمہ: ہم ایک غزوہ میں تھے اور سفیان راوی کہتے ہیں کہ ایک لشکر میں تھے، تو مہاجرین میں سے ایک نے ایک انصاری کو مارا، تو اس انصاری نے پکار کر کہا کہ اے انصار! اور مہاجر نے پکار کر کہا کہ اے مہاجرین! اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا، تو فرمایا کہ یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟ (جس میں مہاجرین اور انصار کو پکارنے سے تعصب ظاہر ہو رہا ہے) لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایک مہاجر نے ایک انصاری کو مارا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاہلیت کی اس پکار کو چھوڑ دو، یہ برا کلمہ ہے، اس بات کو عبداللہ بن ابی (منافق) نے سنا، تو اس نے (آپس میں لڑانے کے لیے) کہا کہ تم اس بات کا انتقام لو، اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ دوبارہ لوٹ کر جائیں گے، تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی، تو حضرت عمر کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو، کہیں لوگ یہ بات نہ کریں کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتا ہے (بخاری)

اور امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ:

أَتٰى رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ مُنْصَرَفَهُ مِنْ حُنَيْنٍ، وَفِي ثَوْبِ بِلَالٍ فِضَّةٌ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ مِنْهَا، يُعْطِي النَّاسَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، اِعْدِلْ، قَالَ: وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ؟ لَقَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَكُنْ

أَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: دَعْنِي، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَقْتُلَ هٰذَا الْمُنَافِقَ، فَقَالَ: مَعَاذَ اللّٰهِ، أَنْ يَتَحَدَّثَ النَّاسُ أَنِّي أَقْتُلُ أَصْحَابِي، إِنَّ هٰذَا وَأَصْحَابَهُ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنْهُ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٠٦٣ "١٤٢" كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم)

ترجمہ: مقامِ جعرانہ پر ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غزوۂ حنین سے لوٹے تھے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چاندی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مٹھی بھر بھر کر (مستحق) لوگوں کو دے رہے تھے، اس آنے والے آدمی نے کہا کہ اے محمد! انصاف کیجئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے لئے ویل (وہلاکت) ہو، کون ہے، جو انصاف کرے، جب میں انصاف نہ کروں، اور اگر میں عدل وانصاف نہ کروں، تو خائب وخاسر (یعنی نقصان وخسارہ اٹھانے والا) ہوں گا، تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجئے، تاکہ میں اس منافق کو قتل کردوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ! لوگ باتیں کریں گے کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں، یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھتے ہیں، لیکن وہ ان کے گلوں سے تجاوز نہیں کرتا (یعنی حلق سے آگے نہیں بڑھتا) اور یہ لوگ قرآن سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر، اپنے شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے (مسلم)

اس حدیث کو اور محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

---

[1] عن جابر بن عبد الله، قال: لما قسم رسول الله صلى الله عليه وسلم غنائم هوازن بين الناس بالجعرانة، قام رجل من بني تميم، فقال: اعدل يا محمد، فقال: " ويلك، ومن يعدل إذا لم أعدل، لقد خبت وخسرت إن لم أعدل "قال: فقال عمر: يا رسول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

بعض دوسری سندوں سے بھی اس طرح کے واقعات مروی ہیں، جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ [1]

اوراس کی تائید بعض دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله، ألا أقوم فأقتل هذا المنافق، قال: " معاذ الله أن تتسامع الأمم أن محمدا يقتل أصحابه "، ثم قال النبى صلى الله عليه وسلم: " إن هذا وأصحابا له يقرئون القرآن لا يجاوز تراقيهم، يمرقون من الدين، كما يمرق المرماة من الرمية (مسند احمد، رقم الحديث ١٤٨٢٠)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

[1] حدثنا موسى بن هارون، ثنا إسحاق بن راهويه، نا يحيى بن آدم، ثنا أبو بكر بن عياش، عن الأعمش، عن عمرو بن مرة، عن عبد الله بن سلمة، عن حذيفة بن اليمان قال: إنى لآخذ بزمام ناقة رسول الله صلى الله عليه وسلم أقوده، وعمار يسوق به، أو عمار يقوده، وأنا أسوق به، إذ استقبلنا اثنا عشر رجلا متلثمين قال: هؤلاء المنافقون إلى يوم القيامة .قلنا: يا رسول الله، ألا تبعث إلى كل رجل منهم فتقتله، فقال: أكره أن يتحدث الناس أن محمدا يقتل أصحابه، وعسى الله أن يكفينهم بالدبيلة ، قلنا: وما الدبيلة؟ قال: شهاب من نار يوضع على نياط قلب أحدهم فيقتله (المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ٨١٠٠، ج٨ص١٠٢)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الأوسط، وفيه عبد الله بن سلمة، وثقه جماعة، وقال البخارى: لا يتابع على حديثه (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٤٢٢)

حدثنا محمود بن بكر، حدثنى أبى، عن عيسى بن المختار، عن ابن أبى ليلى، عن أبى الزبير، عن جابر، قال :جاء رجل إلى النبى صلى الله عليه وسلم، فقال :إن لى جارا منافقا يصنع كذا وكذا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :أيقول :لا إله إلا الله؟ قال :نعم، قال :أولئك نهيت عنهم "(كشف الأستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ٣٣٤٥، باب ما يحرم دم العبد)

قال الهيثمى:رواه البزار، وفى إسناده مساتير، ومحمد بن أبى ليلى سيء الحفظ(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٤٤،باب فى ما يحرم دم المرء وماله)

www.idaraghufran.org

الْيَمَنِ، بِذَهَبَةٍ فِيْ أَدِيمٍ مَقْرُوْظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا، قَالَ: فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ: بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ حِصْنٍ، وَالْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ، وَزَيْدِ الْخَيْلِ، وَالرَّابِعُ إِمَّا عَلْقَمَةُ بْنُ عُلَاثَةَ، وَإِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: كُنَّا نَحْنُ أَحَقَّ بِهٰذَا مِنْ هٰؤُلَاءِ، قَالَ: فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَلَا تَأْمَنُوْنِيْ؟ وَأَنَا أَمِيْنُ مَنْ فِي السَّمَاءِ، يَأْتِيْنِيْ خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً قَالَ: فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، نَاشِزُ الْجَبْهَةِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، مَحْلُوْقُ الرَّأْسِ، مُشَمَّرُ الْإِزَارِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِتَّقِ اللّٰهَ، فَقَالَ: وَيْلَكَ أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَّتَّقِيَ اللّٰهَ قَالَ: ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ، فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلَّا أَضْرِبُ عُنُقَهٗ؟ فَقَالَ: لَا، لَعَلَّهٗ أَنْ يَكُوْنَ يُصَلِّيْ قَالَ خَالِدٌ: وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُوْلُ بِلِسَانِهٖ مَا لَيْسَ فِيْ قَلْبِهٖ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّيْ لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ، وَلَا أَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ (مسلم، رقم الحدیث ۱۰۶۴ "۱۴۴" کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتھم)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچھ سونا سرخ رنگے ہوئے کپڑے میں بند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا، جس کو مٹی سے الگ نہیں کیا گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار آدمیوں عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید خیل اور چوتھے علقمہ بن علاثہ یا عامر بن طفیل کے درمیان تقسیم کر دیا، تو آپ کے پاس موجود لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ ہم اس کے (ملنے کے) زیادہ حقدار تھے، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے امانتدار نہیں سمجھتے؟ حالانکہ میں آسمانوں کا امین ہوں،

میرے پاس آسمان کی خبریں صبح شام آتی ہیں، تو ایک آدمی دھنسی ہوئی آنکھوں والا، بھرے ہوئے گالوں والا، ابھری ہوئی پیشانی والا، گھنی داڑھی والا، مونڈے ہوئے سر والا، اونچے ازار والا (یعنی جس کی لنگی ٹخنوں سے خوب اوپر تھی) کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈرو (اور عدل وانصاف سے کام لو) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری خرابی ہو، کیا میں زمین والوں سے زیادہ حقدار نہیں ہوں کہ اللہ سے ڈروں، پھر وہ آدمی لوٹ گیا، تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں اس کی گردن نہ مارڈالوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں شاید کہ یہ نماز پڑھتا ہو، حضرت خالد بن ولید نے عرض کیا کہ نماز پڑھنے والے کتنے ایسے ہیں، جو زبان سے اقرار (اور ایمان کا اظہار) کرتے ہیں، لیکن دل سے نہیں مانتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دلوں کو چیرنے اور ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا (مسلم)

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث

صحیح بخاری میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ فِيْ غَزَاةٍ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيّ، يَقُوْلُ: لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِهِ، وَلَئِنْ رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِهِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّي أَوْ لِعُمَرَ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَعَانِيْ فَحَدَّثْتُهُ، فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ، فَحَلَفُوْا مَا قَالُوْا، فَكَذَّبَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَهُ، فَأَصَابَنِيْ هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِيْ مِثْلُهُ قَطُّ، فَجَلَسْتُ فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ لِيْ عَمِّيْ: مَا

أَرَدْتَ إِلٰى أَنْ كَذَّبَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَقَتَكَ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى:(إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ)فَبَعَثَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ فَقَالَ:إِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ يَا زَيْدُ(صحيح البخاری، رقم الحديث ۴۹۰۰، كتاب تفسير القرآن، باب قوله:إذا جائك المنافقون قالوا: نشهد إنك لرسول الله، الخ)

ترجمہ: میں ایک غزوہ میں تھا، تو میں نے عبداللہ بن ابی (منافق) کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجودلوگوں پرخرچ نہ کرو، یہاں تک کہ وہ رسول اللہ سے الگ ہوجائیں، اوراگرہم ان کے پاس سے لوٹ گئے، تو ضرور بالضرورعزت والے لوگ، ذلت والوں کونکال دیں گے، میں نے اس بات کا اپنے چچایاعمررضی اللہ عنہ سے ذکرکیا، انہوں نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکرکیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، میں نے آپ کو یہ واقعہ بیان کیا، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اوراس کے ساتھیوں کی طرف اس بات کی تحقیق کے لیے پیغام بھیجا، توانہوں نے اس بات پرقسم اٹھالی کہ انہوں نے یہ بات نہیں کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری تکذیب فرمادی، اورعبداللہ بن ابی کی تصدیق فرمادی، جس کے بعد مجھے اتناغم ہواکہ اس جیساغم کبھی نہیں ہوا، میں اپنے گھرمیں بیٹھ گیا، تو مجھے میرے چچانے کہاکہ کیاتُو یہ سمجھتاہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری تکذیب کی، اورتجھ پرغصہ کیا؟ اس پراللہ تعالیٰ نے (سورہ منافقون کی) یہ آیات نازل فرمائیں کہ ’’إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ‘‘ پھرمیری طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا، پھران آیات کی قرائت فرمائی، پھرفرمایاکہ اے زید! اللہ نے آپ کی تصدیق فرمادی ہے (بخاری)

اورصحیح مسلم میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ أَصَابَ النَّاسَ فِيْهِ شِدَّةٌ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ لِأَصْحَابِهِ: لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِهِ، قَالَ زُهَيْرٌ: وَهِيَ قِرَائَةُ مَنْ خَفَضَ حَوْلَهُ، وَقَالَ: (لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ) قَالَ: فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ فَأَرْسَلَ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ فَسَأَلَهُ فَاجْتَهَدَ يَمِيْنَهُ مَا فَعَلَ، فَقَالَ: كَذَبَ زَيْدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ مِمَّا قَالُوْهُ شِدَّةٌ حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقِيْ (إِذَا جَائَكَ الْمُنَافِقُوْنَ) قَالَ: ثُمَّ دَعَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ، قَالَ: فَلَوَّوْا رُئُوْسَهُمْ، وقَوْلُهُ (كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ) وَقَالَ: كَانُوْا رِجَالًا أَجْمَلَ شَيْءٍ (مسلم، رقم الحديث ٢٧٧٢ " ١ " كتاب صفات المنافقين وأحكامهم)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے، جس میں لوگوں کو کافی تکلیف پہنچی، تو عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم ان لوگوں پر خرچ نہ کرو، جو رسول اللہ کے پاس ہیں، یہاں تک کہ وہ آپ کے اردگرد سے ہٹ جائیں، اور یہ بھی کہا کہ اگر ہم مدینے کی طرف لوٹ کر آئے، تو اس میں سے باعزت لوگ، ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس بات کی خبر دی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کی طرف قاصد بھیجا، جس سے اس بات کے بارے میں سوال کیا، اس نے اہتمام کے ساتھ یہ قسم اٹھائی کہ اس نے ایسا نہیں کہا، اور اس نے یہ کہا کہ زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے، میرے دل میں ان لوگوں کی باتوں سے تکلیف پہنچی، یہاں تک کہ اللہ نے میری تصدیق کے لیے (سورہ منافقون کی) یہ آیت نازل فرمائی ''إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ'' پھر ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے بلایا، تاکہ ان کے لیے استغفار کریں، اورانہوں نے اپنے سروں کو جھکا لیا، اس کے بارے میں اللہ کا یہ قول ہے کہ ''كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ '' اور وہ بظاہر خوب صورت لوگ تھے (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عبداللہ بن ابی کی اس لیے تصدیق فرمادی تھی کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ مدعی تھے، اوران کی طرف سے اس واقعہ پر شرعی گواہ موجود نہیں تھے، اور عبداللہ بن ابی، مدعیٰ علیہ یا منکِر تھا، اور ایسی صورت مدعیٰ علیہ یا منکر کی قسم پر اعتبار کر کے فیصلے کا حکم ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا، تو پھر اسی کے مطابق عمل ہوا۔

ملاحظہ فرمایے کہ عبداللہ بن ابی کا منافقِ حقیقی ہونا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تھا، اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے سامنے نفاق کی بعض صورتوں کا اظہار ہوا، تب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کی اجازت نہ دی، اوراس کی ایک اہم حکمت بھی بیان فرمادی، اسی کی تفصیل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے پہلے بھی گزر چکی ہے۔

امام زہری کی روایت

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت زہری سے روایت کیا ہے کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ بتلا دیا تھا کہ مجھے فلاں فلاں منافقین کے گروہ کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع کر دیا گیا ہے، اورتم یہ بات کسی سے بیان مت کرنا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا، تو جب کوئی ایسا شخص فوت ہو جاتا، جس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ گمان ہوتا کہ اس کا تعلق منافقین کے گروہ سے ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر لے جاتے، اگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے چلے

جاتے ،تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھتے تھے، ورنہ نہیں پڑھتے تھے۔ [1]

حضرت عمر اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کے اس طرح کے واقعات کو دیگر محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی قربت تھی، اور آپ خلیفۂ راشد تھے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی منافقین کے نام نہیں بتلائے تھے، اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منافقین کے نام بتلا دیے جاتے ،تو آپ خود سے ان تمام منافقین کو منافق سمجھتے، اور ان کے ساتھ مسلمانوں والا برتاؤ نہ فرماتے۔

اس طرح کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین کے ساتھ ظاہر میں عام مسلمانوں والا برتاؤ کرنے کا حکم ہے، جس میں بہت سے حکمتیں و مصلحتیں ہیں۔

اور بعض روایات میں جو اس بات کا ذکر آیا ہے کہ:

---

[1] أخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهری قال سمعته یقول إن حذیفة بن الیمان كان أحد بنی عبس وكان أنصاریا وإنه قاتل مع أبیه الیمان یوم أحد مع رسول الله صلى الله علیه و سلم قتالا شدیدا وإن المسلمین أحاطوا بالیمان یضربونه بأسیافهم فقال حذیفة یغفر الله لكم وهو أرحم الراحمین فبلغ ذلک النبی صلى الله علیه و سلم فزادته عند رسول الله صلى الله علیه و سلم خیرا النبی صلى الله علیه و سلم الیمان قال فبینا النبی صلى الله علیه و سلم سائر إلى تبوک نزل عن راحلته لیوحی إلیه وأناخها النبی صلى الله علیه و سلم فنهضت الناقة تجر زمامها مطلقة فتلقاها حذیفة فأخذ بزمامها یقودها حتى أناخها وقعد عندها ثم أن النبی صلى الله علیه و سلم قام فأقبل یرید ناقته فقال من هذا فقال حذیفة بن الیمان فقال النبی صلى الله علیه و سلم فإنی أسر إلیک سرا لا تحدث به أحدا أبدا إنی نهیت أن أصلی على فلان وفلان رهط ذوی عدد من المنافقین قال فلما توفی رسول الله صلى الله علیه و سلم واستخلف عمر فكان إذا مات الرجل من أصحاب النبی صلى الله علیه و سلم ممن یظن عمر أنه من اولئک الرهط أخذ بید حذیفة فقاده فإن مشى معه صلى علیه وإن انتزع منه لم یصل علیه وأمر من یصلی علیه (مصنف عبد الرزاق ، رقم الحدیث : ۲۰۴۲۴، کتاب الجامع ، باب أصحاب النبی صلى الله علیه و سلم)

[2] حدثنا أبو معاویة ، عن الأعمش ، عن زید بن وهب ، قال : مات رجل من المنافقین فلم یصل علیه حذیفة ، فقال له عمر : أمن القوم هو ؟ قال : نعم ، فقال له عمر : بالله منهم أنا ؟ قال : لا ، ولن أخبر به أحدا بعدک (مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۸۵۴۵)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ کے دوران، ایک ایک منافق کا نام لے کران کو وہاں سے اٹھ جانے کا حکم فرمایا تھا''۔انتہٰی۔

توان کی اسناد میں ضعف پایا جاتا ہے اور بعض نے ان کے متن کو ''منکر'' قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا وكيع، حدثنا سفيان، عن سلمة، عن عياض بن عياض، عن أبيه، عن أبى مسعود قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبة فحمد الله، وأثنى عليه ثم قال: " إن فيكم منافقين فمن سميت فليقم ."ثم قال: " قم يا فلان .قم يا فلان .قم يا فلان ."حتى سمى ستة وثلاثين رجلا ثم قال: " إن فيكم، أو منكم، فاتقوا الله "قال: فمر عمر على رجل ممن سمى مقنع قد كان يعرفه قال: ما لک؟ قال: فحدثه بما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: بعدا لک سائر اليوم (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۳۴۸)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف لجهالة عياض الراوى عن أبى مسعود، ومتنه منكر (حاشية مسند احمد)

حدثنا أحمد بن يحيى الحلوانى قال :نا الحسين بن عمرو بن محمد العنقزى قال :نا أبى قال :نا أسباط بن نصر، عن السدى، عن أبى مالک، عن ابن عباس فى قوله :(وممن حولكم من الأعراب منافقون ومن أهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ثم يردون إلى عذاب عظيم)قال :قام رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم جمعة خطيبا، فقال :قم يا فلان فاخرج، فإنک منافق، اخرج يا فلان، فإنک منافق ، فأخرجهم بأسمائهم، ففضحهم، ولم يكن عمر بن الخطاب شهد تلک الجمعة لحاجة كانت له، فلقيهم عمر وهم يخرجون من المسجد فاختبأ منهم استحياء أنه لم يشهد الجمعة، وظن أن الناس قد انصرفوا، واختبئوا هم من عمر، وظنوا أنه قد علم بأمرهم، فدخل عمر المسجد، فإذا الناس لم ينصرفوا .فقال له رجل :أبشر يا عمر، فقد فضح الله المنافقين اليوم، فهذا العذاب الأول، والعذاب الثانى عذاب القبر لم يرو هذا الحديث عن السدى إلا أسباط بن نصر(المعجم الأوسط للطبرانى، رقم الحديث ۷۹۲، ج ۱ ص ۲۴۱، من اسمه محمد)

قال الهيثمى :رواه الطبرانى فى الأوسط، وفيه الحسين بن عمرو بن محمد العنقزى وهو ضعيف(مجمع الزوائد، ج۷،ص ۳۴، تحت رقم الحديث ۱۱۰۵۳ ، كتاب التفسير،قوله تعالى : وممن حولكم من الأعراب منافقون)

وقال ابن أبى حاتم:الحسين بن عمرو بن محمد العنقزى روى عن أبيه عمرو بن محمد وعثام بن على وإبراهيم بن يوسف بن إسحاق بن أبى إسحاق السبيعى ويونس بن بكير وعيسى بن حنيفة سمع منه أبى بالكوفة سمعت ابى يقول ذلک.

حدثنا عبد الرحمن قال سئل أبى عن الحسين بن عمرو العنقزى قال :لين يتكلمون فيه.

حدثنا عبد الرحمن قال سمعت أبا زرعة يقول.الحسين بن عمرو العنقزى كان لا يصدق(الجرح والتعديل ،ج۳،ص ۶۱،۶۲، تحت رقم الترجمة ۲۷۸) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر ان روایات کو بالفرض معتبر بھی مانا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت ان سے مومنین کو احتیاط اختیار کرنے کے لیے ایسا فرمادیا ہو، لیکن ان کے ساتھ برتاؤ بظاہر مسلمانوں والا ہی کرنے کا حکم فرمایا ہو، جیسا کہ عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقین کے ساتھ قرآن وسنت کی دوسری نصوص سے ظاہر ومعلوم ہوتا ہے۔

عمار بن یاسر وحذیفہ رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت قیس سے روایت ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

حُذَيْفَةُ أَخْبَرَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا، فِيهِمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ، ثَمَانِيَةٌ مِّنْهُمْ تَكْفِيْكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ ،وَأَرْبَعَةٌ لَمْ أَحْفَظْ مَا قَالَ شُعْبَةُ فِيهِمْ (صحيح مسلم، رقم الحديث، ٢٧٧٩ "٩" كتاب صفات المنافقين وأحكامهم)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کی طرف منسوب لوگوں میں سے بارہ آدمی منافق ہیں، ان میں سے آٹھ آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے، آگ کا شعلہ ان میں سے آٹھ کے لئے کافی ہوگا، اور چار کے بارے میں مجھے یاد نہیں رہا کہ شعبہ (راوی) نے ان کے بارے میں کیا کہا (مسلم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال ابن حجر: (ز): الحسين بن عمرو بن محمد العنقزي.
قال أبو زرعة: كان لا يصدق روى، عن أبيه .انتهى.وقال أبو حاتم: لين يتكلمون فيه.
وقال أبو كريب: حدث عن إبراهيم بن يوسف بن أبي إسحاق وقد مات إبراهيم قبل أن يولد.
وقال أبو داود: كتبت عنه، ولا أحدث عنه (لسان الميزان، ج٣ص٢٠٠، تحت رقم الترجمة ٢٥٩٠)

www.idaraghufran.org

اور صحیح مسلم ہی کی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ فِيْ أُمَّتِيْ قَالَ شُعْبَةُ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: حَدَّثَنِيْ حُذَيْفَةُ، وَقَالَ غُنْدَرٌ: أُرَاهُ قَالَ: فِيْ أُمَّتِيْ اِثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدُوْنَ رِيْحَهَا، حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِّنْهُمْ تَكْفِيْكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ، سِرَاجٌ مِّنَ النَّارِ يَظْهَرُ فِيْ أَكْتَافِهِمْ، حَتّٰى يَنْجُمَ مِنْ صُدُوْرِهِمْ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٧٧٩ "١٠" كتاب صفات المنافقين وأحكامهم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میری امت میں، شعبہ (راوی) نے کہا کہ راوی نے کہا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، اور غندر نے کہا کہ میں بھی یہی خیال کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں بارہ منافق ایسے ہیں، جو جنت میں داخل نہ ہوں گے، اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے، ان میں سے آٹھ کے لئے دبیلہ (آگ کا شعلہ) کافی ہوگا، جو اِن کے کندھوں سے ظاہر ہوگا، یہاں تک کہ ان کے سینے توڑ کر نکل جائے گا (مسلم)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا أسود بن عامر، حدثنا شعبة، عن قتادة، عن أبى نضرة، عن قيس قال: قلت لعمار أرأيتم صنيعكم هذا الذى صنعتم فيما كان من أمر على رأيا رأيتموه، أم شيئا عهد إليكم رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: لم يعهد إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا لم يعهده إلى الناس كافة، ولكن حذيفة أخبرنى، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: " فى أصحابى اثنا عشر منافقا، منهم ثمانية لا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل فى سم الخياط "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٣١٩)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبى نضرة -وهو المنذر بن مالک العبدی -فمن رجال مسلم .قيس :هو ابن عُبَاد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض راویوں نے ''فِیْ اُمَّتِیْ'' کے الفاظ روایت کیے، اور بعض نے ''فِیْ اَصْحَابِیْ'' کے الفاظ روایت کیے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾وأخرجه مسلم (2779) (9) ، وابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني "(1270) ، وأبو عوانة في المنافقين كما في "إتحاف المهرة " 4/260-261، والبيهقي في "السنن8/198 "، وفي "الدلائل 5/261 "من طريق أسود بن عامر، بهذا الإسناد .زاد مسلم وابن أبي عاصم والبيهقي في "السنن "عقبه: منهم أربعة تكفيهم الدُّبيلة، وأربعة لم أحفظ ما قال شعبة فيهم.

وسلف الحديث في مسند عمار عن محمد بن جعفر وحجاج عن شعبة، بهذا الإسناد برقم (18885).

قلنا :وأما استشهاد عمار بن ياسر بما سمعه من حذيفة في قصة المنافقين، فإنه يريد بذلك -والله أعلم -أنه ينأى بنفسه عن النفاق، وكأنه سمع من النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الحديث المشهور "من كنت مولاه فعلي مولاه "سلف برقم (18479) ، فلذلك كان من أشد الموالين له(حاشية مسند احمد)

حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة، وحجاج، قال: حدثني شعبة، قال: سمعت قتادة يحدث، عن أبي نضرة، قال حجاج: سمعت أبا نضرة، عن قيس بن عباد قال: قلت لعمار: أرأيت قتالكم رأيا رأيتموه .قال حجاج: أرأيت هذا الأمر، يعني قتالهم، رأيا رأيتموه؟ فإن الرأي يخطء ويصيب، أو عهدا عهده إليكم رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال ما عهدإلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، شيئا لم يعهده إلى الناس كافة، وقال إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " إن في أمتي "قال شعبة: وأحسبه قال: حدثني حذيفة: " إن في أمتي اثني عشر منافقا ."فقال: " لا يدخلون الجنة، ولا يجدون ريحها حتى يلج الجمل في سم الخياط، ثمانية منهم تكفيكهم الدبيلة، سراج من نار يظهر في أكتافهم حتى ينجم في صدورهم "(مسند احمد، رقم الحديث ١٨٨٨٥)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين، غير أبي نضرة -وهو المنذر بن مالك العبدي -فمن رجال مسلم .حجَّاج :هو ابن محمد المِصيصيّ، وقتادة :هو ابن دِعامة السَّدوسي.

وأخرجه مسلم (2779) (10) ، والبزار في مسنده (2788) ، وأبو يعلى (1616) ، والبيهقي في "دلائل النبوة5/262 "، من طريق محمد بن جعفر، بهذا الإسناد .قال البزار :هذا الحديث لا نعلمه يُروى عن حذيفة، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إلا بهذا الإسناد، وقال ابن أبي حاتم عن أبيه في "العلل :410-2/409 "هذا يقوله قيس بن عباد عن حذيفة، وليس كل إنسان يقوله.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

''امت'' سے مراد، عام ہے، جس میں امتِ غیر اجابت بھی داخل ہے، ان الفاظ سے ان منافقین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام میں داخل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

اور جن روایات میں ''فِیْ اَصْحَابِیْ'' کے الفاظ ہیں، ان کا مطلب بھی یہی ہے کہ وہ منافقین اپنے آپ کو میری صحبت کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اس لیے ان منافقین کی طرف ''اصحاب'' کی نسبت مجازی ہے، جس کا قرینہ یہ ہے کہ ان روایات میں ''فِیْ اَصْحَابِیْ'' کے الفاظ ہیں ''مِنْ اَصْحَابِیْ'' کے الفاظ نہیں، اور ''فِیْ اَصْحَابِیْ'' کے الفاظ ایسے ہی ہیں، جیسا کہ کہا جائے کہ ''اِبْلِیْسُ کَانَ فِی الْمَلَائِکَۃِ'' یعنی ''ابلیس بظاہر فرشتوں کے زمرے میں تھا'' یہ نہیں کہا جاتا کہ ''کَانَ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''کَانَ مِنَ الْجِنِّ'' نیز اس کی تائید ''فِیْ اُمَّتِیْ'' کے الفاظ والی روایات سے بھی ہوتی ہے، جیسا کہ گزرا۔

اس لیے مذکورہ حدیث سے حقیقی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف، منافق ہونے کی نسبت کرنا، درست نہیں، اور بے شمار نصوص سے یہ بات ثابت ہے کہ مذکورہ حدیث میں بیان کی ہوئی وعید سے حقیقی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، پوری طرح محفوظ ہیں۔

لہٰذا کسی محتمل ومجمل الفاظ پر مشتمل روایت سے ان نصوص کے خلاف، غلط مطلب نکالنا سراسر غلط ہے، خاص طور پر جبکہ خود اُن الفاظ سے بھی صحیح مطلب کی تائید ہوتی ہو۔[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقد سلف مختصراً برقم (18313) وسيرد 5/390. وانظر حديث حذيفة الآتى 5/390.

قال السندى: قوله: الدُّبَيْلة، ضبط بضم دال وفتح موحدة. وقوله: سراج، بيان لها. حتى ينجم، أى: ينفذ، ويخرج من صدورهم (حاشية مسند احمد)

[1] قوله صلى الله عليه وسلم (فى أصحابى اثنا عشر منافقا فيهم ثمانية لايدخلون الجنة حتى يلج الجمل فى سم الخياط ثمانية منهم تكفيكهم الدبيلة سراج من النار يظهر فى أكتافهم حتى ينجم من صدورهم) أما قوله صلى الله عليه وسلم فى أصحابى فمعناه الذين ينسبون إلى صحبتى كما قال فى الرواية الثانية فى أمتى وسم الخياط بفتح السين وضمها وكسرها الفتح أشهر وبه قرأ القراء السبعة وهو ثقب الإبرة ومعناه لايدخلون الجنة أبدا كما لايدخل الجمل فى ثقب الإبرة أبدا وأما الدبيلة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور مذکورہ حدیث میں جو 12 منافقین کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے مراد منافقین کی مخصوص

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فبدال مهملة ثم الجيم وروى تكفيهم الدبيلة بحذف الكاف الثانية وروى تكفتهم بتاء مثناة فوق بعد الفاء من الكفت وهو الجمع والستر أى تجمعهم فى قبورهم وتسترهم قوله (كان بين رجل من أهل العقبة وبين حذيفة بعض ما يكون بين الناس فقال أنشدك بالله كم كان أصحاب العقبة فقال له القوم أخبره اذا سألك قال كنا نخبر أنهم أربعة عشر فإن كنت منهم فقد كان القوم خمسة عشر وأشهد بالله أن اثنى عشر منهم حرب لله ولرسوله فى الحياة الدنيا ويوم يقوم الأشهاد) وهذه العقبة ليست العقبة المشهورة بمنى التى كانت بها بيعة الأنصار رضى الله عنهم وإنما هذه عقبة على طريق تبوك اجتمع المنافقون فيها للغدر برسول الله صلى الله عليه وسلم فى غزوة تبوك فعصمه الله منهم(شرح النووى علىٰ مسلم، ج۱۷،ص۱۲۶، كتاب صفات المنافقين وأحكامهم)

عن حذيفة -رضى الله عنه -، عن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال" :فى أصحابى -وفى رواية: فى أمتى -اثنا عشر منافقا، لا يدخلون الجنة ولا يجدون ريحها حتى يلج الجمل فى سم الخياط، ثمانية منهم تكفيهم الدبيلة :سراج من النار تظهر فى أكتافهم حتى تنجم فى صدورهم."

"عن حذيفة -رضى الله عنه -، عن النبى -صلى الله عليه وسلم -أنه قال :فى أصحابى :"الصحابة: لا تطلق إلا على من صدق فى إيمانه، وإطلاقها على من يستر النفاق إنما هو بطريق المجاز؛ لتشبههم بالصحابة، وإدخالهم أنفسهم فى زمرتهم، ولذا قال :فى أصحابى، ولم يقل :من أصحابى.

"وفى رواية :فى أمتى اثنا عشر منافقا، لا يدخلون الجنة، ولا يجدون ريحها حتى يلج الجمل"؛ أى: يدخل.

"فى سم الخياط :"بكسر الخاء :الإبرة؛ أى :فى ثقبها؛ يعنى :لا يدخلون الجنة أبدا؛ لأن دخول الجمل فى ثقبة الإبرة محال، والمعلق بالمحال محال.

"ثمانية منهم تكفيهم"؛ أى :تمنعهم وتطردهم.

"الدبيلة :"بالموت، وهى -بضم الدال المهملة وفتح الباء الموحدة ثم السكون -فى الأصل : الداهية، وتستعمل فى القرحة، فسرها -صلى الله عليه وسلم -بقوله" :سراج من نار، يظهر فى أكتافهم حتى ينجم :"بضم الجيم؛ أى :يظهر.

"فى صدورهم :"لعله أراد بها :ورما حارا يحدث فى أكتافهم بحيث يظهر أثر تلك الحرارة وشدة لهبها فى صدورهم.

قصد -صلى الله عليه وسلم -بهذا القول تنبيه أصحابه الصديقين؛ لئلا يأمنوا من مكرهم، وهم الذين كانوا قد قصدوا أن يمكروا به -صلى الله عليه وسلم -ليلة العقبة مرجعه من غزوة تبوك متلثمين، وكان الرسول -صلى الله عليه وسلم -منقطعا فى تلك الليلة عن جماعة المسلمين مع حذيفة وعمار آخذا فى طريق الثنية، وهم فى بطن الوادى، فسمع -صلى الله عليه وسلم -خشفة القوم من ورائه، فأمر حذيفة أن يزجرهم، فاستقبل حذيفة وجوه رواحلهم بمحجن كان معه ضربا، فرعبهم الله حين أبصروا حذيفة، فانقلبوا مسرعين على أعقابهم، فأدرك حذيفة النبى -صلى الله عليه وسلم -فقال له" :هل عرفت واحدا منهم؟ "قال :لا، فإنهم كانوا متلثمين، ولكن أعرف رواحلهم، فقال -صلى الله عليه وسلم " :-إن الله أخبرنى أسماء هم، وأسماء آبائهم، وسأخبرك

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جماعت ہے، جس نے غزوۂ تبوک سے لوٹتے وقت ''لیلۃُ العقبۃ'' میں نبی صلی اللہ علیہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بهم إن شاء الله تعالى عند الصباح "، فمن ثمة كانوا يراجعون حذيفة فى أمر المنافقين، قيل :أسر النبى -صلى الله عليه وسلم -أمر هذه الفئة المشؤومة؛ لئلا تهيج الفتنة من تشهيرهم(شرح مصابيح السنة للإمام البغوى، ج٦،ص ٣٥١،كتاب الفتن،فصل فى المعجزات)

(وعن حذيفة عن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال :(فى أصحابى -وفى رواية قال :فى أمتى -اثنا عشر منافقا لا يدخلون الجنة، ولا يجدون ريحها) : مع أنه يشم من مسافة خمسمائة عام (حتى يلج الجمل فى سم الخياط) ، أى :حتى يدخل البعير فى ثقب الإبرة، وهو من باب التعليق بالمحال كقوله تعالى :(إن الذين كذبوا بآياتنا واستكبروا عنها لا تفتح لهم أبواب السماء ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل)قال الشيخ التوربشتى :صحبة النبى -صلى الله عليه وسلم -المعتد بها هى المقترنة بالإيمان، ولا يصح أن يطلق الصحابى إلا على من صدق فى إيمانه، وظهرت منه أمارته دون أن أغمض عليهم بالنفاق، فإضافتها إليهم لا تجوز إلا على المجاز لتشبههم بالصحابة، وتسترهم بالكلمة، وإدخالهم أنفسهم فى غمارهم، ولهذا قال :فى أصحابى ولم يقل من أصحابى، وذلك مثل قولنا إبليس كان فى الملائكة أى :فى زمرتهم، ولا يصح أن يقال :كان من الملائكة، فإن الله سبحانه وتعالى يقول :(كان من الجن)وقد أسر بهذا القول إلى خاصته وذوى المنزلة من أصحابه أمر هذه الفئة المسمومة المتلبسة، لئلا يقبلوا منهم الإيمان، ولا يقبلوا من قبلهم المكر والخداع، ولم يكن يخفى على المحفوظين شأنهم لاشتهارهم بذلك فى الصحابة إلا أنهم كانوا يواجهونهم بصريح المقال أسوة برسول الله -صلى الله عليه وسلم -وكان حذيفة أعلمهم بأسمائهم، وذلك لأنه كان ليلة العقبة مع النبى -صلى الله عليه وسلم -مرجعه من غزوة تبوك حين هموا بقتله، ولم يكن على العقبة إلا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وعمار يقود به وحذيفة يسوق به، وكان منادى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قد نادى :أن خذوا بطن الوادى فهو أوسع لكم، فإن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قد أخذ الثنية فلما سمعه المنافقون طمعوا فى المكر به، فاتبعوه متلثمين وهم اثنا عشر رجلا، فسمع رسول الله -صلى الله عليه وسلم -خشفة القوم من ورائه، فأمر حذيفة أن يردهم، فاستقبل حذيفة وجوه رواحلهم بمحجن كان معه، فضربها ضربا فرعبهم الله حين أبصروا حذيفة، فانقلبوا مسرعين على أعقابهم حتى خالطوا الناس، فأدرك حذيفة رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فقال لحذيفة :(هل عرفت أحدا منهم؟) قال: لا، فإنهم كانوا متلثمين، ولكن أعرف رواحلهم فقال .(إن الله تعالى أخبرنى بأسمائهم وأسماء آبائهم، وسأخبرك بهم إن شاء الله عند الصباح) فمن ثم كان الناس يرجعون حذيفة فى أمر المنافقين، وقد ذكر عن حذيفة أنهم كانوا أربعة عشر، فتاب اثنان وبقى اثنا عشر على النفاق على ما أخبر به الصادق المصدوق، وقد اطلعت على أسمائهم فى كتب حفاظ الحديث مروية عن حذيفة غير أنى وجدت فى بعضها اختلافا، فلم أر أن أخاطر بدينى فيما لا ضرورة لى (ثمانية منهم) ، أى: من الاثنى عشر منافقا (تكفيهم) ، أى :تدفع شرهم (الدبيلة) : قال القاضى :الدبيلة فى الأصل تصغير الدبل، وهى الداهية، فأطلقت قرحة على رديه تحدث فى باطن الإنسان ويقال لها الدبلة بالفتح والضم، (سراج من نار) : تفسير للدبيلة، والظاهر أنه من كلام حذيفة (يظهر) ، أى :يخرج

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وسلم کو قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا تھا، ورنہ منافقین کی تعداد 12 سے زیادہ تھی۔ [1]

مذکورہ حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی منافقین سے آگاہ فرمادیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جیسے مخصوص صحابۂ کرام کو ان کی اطلاع دے دی تھی، لیکن ان کے ناموں کی عام تشہیر نہیں فرمائی تھی، اور نہ ہی عامۃ المسلمین کو ان منافقین کے ساتھ، صریح کافروں والا برتاؤ کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ السراج (فی أكتافهم حتى تنجم) : بضم الجيم أى :تظهر وتطلع النار (فى صدورهم) . أى :فى بطونهم، وفى كلام القاضى إيماء إلى أن قوله :تظهر بصيغة التأنيث حيث قال: وفسرها فى الحديث بنار تخرج فى أكتافهم، حتى تنجم أى :تظهر من نجم ينجم بالضم إذا ظهر وطلع، ثم قال :ولعله أراد بها ورما حارا يحدث فى أكتافهم بحيث يظهر أثر ترك الحرارة وشدة لهبها فى صدورهم ممثلة بسراج من نار، وهو شعلة المصباح، وقد روى عن حذيفة أنه -صلى الله عليه وسلم -عرفه إياهم وأنهم هلكوا، كما أخبره الرسول صلوات الله وسلامه عليه (رواه مسلم).

(وسنذكر حديث سهل بن سعد :لأعطين هذه الراية كذا) أى :رجلا يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله (فى باب مناقب على) أى :فإنه أولى.

(وحديث جابر) ، أى :وسنذكر حديث جابر (من يصعد الثنية) : بكسر الدال لالتقاء الساكنين على أن من شرطية، وروى يصعد بالرفع على أن من استفهامية، وتمامه :(فإنه يحط عنه ما حط عن بنى إسرائيل) . (فى باب جامع المناقب) . أى :فإنه المناسب (إن شاء الله تعالى) : متعلق بسنذكر(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ۹، ص۳۸۱۷، كتاب الفضائل،باب فى المعجزات)

[1] "فى أصحابى اثنا عشر منافقا :منهم ثمانية لا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل فى سم الخياط ."(حم م) عن حذيفة "(صح).

(فى أصحابى) أى الذين ينسبون إلى صحبتى .(اثنا عشر منافقا) كأن المراد جماعة مخصوصون، وإلا فالظاهر أن المنافقين أكثر، قيل :هم الذين جاء وا مسلمين وقد قصدوا قتله -صلى الله عليه وسلم -ليلة العقبة مرجعه من تبوك حين أخذ مع عمار وحذيفة طريق الثنية والقوم ببطن الوادى، والقوم ببطن الوادى واعلمه الله بما أرادوا وبما هموا به حيث، قال :(وهموا بما لم ينالوا)(منهم ثمانية لا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل فى سم الخياط) ولا يلج أصلا وكأن أربعة يتوبون فيتوب الله عليهم(التنوير شرح الجامع الصغير،للصنعانى، تحت رقم الحديث ۵۹۲۶، ج۷،ص ۵۴۱،حرف الفاء)

[2] قوله :(فى أمتى اثنا عشر منافقا) لا يخفى أن إطلاق الصحابة على المنافقين إنما هو لتشبههم بالصحابة وإدخال أنفسهم فيهم بالتستر بالكلمة، ولذا قال :(فى أصحابى)، ولم يقل من أصحابى، قال التوربشتى :وقد أسر رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بهذا القول إلى خاصته وذوى المنزلة من أصحابه أمر هذه الفئة المشؤومة المتلبسة لئلا يقبلوا منهم الإيمان، ولا يأمنوا من قبلهم المكر والخداع، وكان أعلمهم بأسمائهم، وكان ذلك ليلة العقبة مرجعه من غزوة تبوك، وله قصة ذكرها التوربشتى، ونقلها منه الطيبى فلينظر هناك(لمعات التنقيح فى شرح مشكاة المصابيح،لعبد الحق الدّهلوى، ج ۹ ،ص ۴۸۵، كتاب الفضائل،باب فى المعجزات)

ابنِ عمر وجابر رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ لَمَّا تُوُفِّيَ، جَاءَ اِبْنُهٗ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَعْطِنِيْ قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيْهِ، وَصَلِّ عَلَيْهِ، وَاسْتَغْفِرْ لَهٗ، فَأَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَهٗ

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۲۶۹، کتاب الجنائز، باب الکفن فی القمیص الذی یکف أو لا یکف، ومن کفن بغیر قمیص)

ترجمہ: جب عبداللہ ابن اُبی (منافق) فوت ہوا، تو اس کا بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اپنا کرتہ عنایت کیجئے کہ میں اس میں اس (یعنی عبداللہ بن ابی) کا کفن بناؤں، اور آپ اس پر (جنازہ کی) نماز بھی پڑھیں، اور اس کے لئے مغفرت کی دعاء بھی کریں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنا کرتہ عنایت فرمادیا (بخاری)

اور صحیح مسلم میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ جَاءَ اِبْنُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهٗ أَنْ يُّعْطِيَهٗ قَمِيصَهٗ يُكَفِّنُ فِيهِ أَبَاهُ، فَأَعْطَاهُ ثُمَّ سَأَلَهٗ أَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيْهِ؟ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَقَامَ عُمَرُ فَأَخَذَ بِثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتُصَلِّي عَلَيْهِ وَقَدْ نَهَاكَ اللّٰهُ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا خَيَّرَنِيَ اللّٰهُ فَقَالَ: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ، إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً، وَسَأَزِيْدُهٗ عَلٰى سَبْعِيْنَ، قَالَ: إِنَّهٗ مُنَافِقٌ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ: (وَلَا تُصَلِّ عَلٰی أَحَدٍ مِّنْھُمْ مَاتَ أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ) (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۷۷۴"۳"کتاب صفات المنافقین وأحکامھم)

ترجمہ: جب عبداللہ بن ابی ابن سلول فوت ہوا، تو اس کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور آپ کی قمیص مانگی، تاکہ اس میں اپنے باپ کو کفن پہنائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی قمیص عنایت فرمادی، پھر اس نے اپنے باپ کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا بھی سوال کیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے، حالانکہ اللہ نے آپ کو، اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع فرمادیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے اختیار دے دیا ہے، اور یہ فرمادیا ہے کہ آپ ان کے لیے استغفار کریں، یا ان کے لیے استغفار نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے 70 مرتبہ بھی استغفار کریں گے، تو بھی اللہ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا، اور میں 70 سے زیادہ مرتبہ اس کے لیے استغفار کروں گا (جس کی مجھے ممانعت نہیں) حضرت عمر نے عرض کیا کہ یہ منافق ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھادی، پھر اللہ عزوجل نے (سورہ توبہ کی) یہ آیت نازل فرمائی کہ "وَلَا تُصَلِّ عَلٰی أَحَدٍ مِّنْھُمْ مَاتَ أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ" (جس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع فرمادیا گیا) (مسلم)

اور صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْرَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ أُبَیٍّ، فَأَخْرَجَہٗ مِنْ

www.idaraghufran.org

قَبْرِهِ فَوَضَعَهُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيقِهِ، وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ فَاللّٰهُ أَعْلَمُ (مسلم، رقم الحديث ۲۷۷۳ "۲" كتاب صفات المنافقين وأحكامهم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم، عبداللہ بن ابی کی قبر پر تشریف لائے (جبکہ اس کو قبر میں داخل کیا جاچکا تھا) پھر اس کو قبر سے نکال کر، اپنے گھٹنوں پر رکھا، اور اس پر اپنا تھوک پھینکا، اور اس کو اپنی قمیص پہنائی، پس اللہ ہی (اس کی حکمت کو) زیادہ جانتا ہے (مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ بن ابی کے منافق ہونے کا علم تھا، لیکن اس کے باوجود، اس کے بیٹے کے مطالبہ کرنے پر آپ نے اس کو کفن کے لیے اپنا کرتہ مبارک فراہم کردیا، اس وقت تک منافق کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں سے امتیازی سلوک کا حکم نہ ہوا تھا۔

یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ بھی پڑھا دی تھی، جس میں کئی حکمتیں تھیں، اس کے بعد آپ کو منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے منع کردیا گیا تھا۔ [1]

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، اگر کسی حکمت سے دنیا میں کسی

---

[1] (أتى رسول الله، -صلى الله عليه وسلم-، عبد الله بن أبى) بضم الهمزة وفتح الموحدة وتشديد المثناة التحتية (بعدما أدخل حفرته) أى: قبره، وكان رسول الله، -صلى الله عليه وسلم-، قد عاده فى مرضه، فقال له: يا رسول الله، إن مت فاحضر غسلى وأعطنى قميصك الذى يلى جسدك، فكفنى فيه، وصل على واستغفر لى) .فأمر به) رسول الله، -صلى الله عليه وسلم-، (فأخرج) من قبره (فوضعه) عليه الصلاة والسلام (على ركبتيه) بالتثنية (ونفث عليه) وللحموى والمستملى: ونفث فيه (من ريقه) .والنفث، بالمثلثة شبيه بالنفخ .وهو أقل من التفل، قاله فى الصحاح، والمحكم، زاد ابن الأثير فى نهايته: لأن التفل لا يكون إلا ومعه شىء من الريق، وقيل: هما سواء أى: يكون معهما ريق) .وألبسه قميصه، فالله أعلم) .وفى نسخة: والله أعلم، بالواو، جملة معترضة: أى فالله أعلم بسبب إلباس رسول الله، -صلى الله عليه وسلم-، إياه قميصه، لأن مثل هذا لا يفعل إلا مع مسلم .وقد كان يظهر من عبد الله هذا ما يقتضى خلاف ذلك، لكنه عليه الصلاة والسلام، اعتمد ما كان يظهر منه من الإسلام، وأعرض عما كان يتعاطاه، مما يقتضى خلاف ذلك .حتى نزل قوله تعالى:(ولا تصل على أحد منهم مات أبدا) كما سبق.
(وكان) عبد الله (كسا عباسا) عم النبى، -صلى الله عليه وسلم- (قميصا) وللكشميهنى: قميصه لما أسر فى بدر، ولم يجدوا له قميصا يصلح له، لأنه كان طويلا، إلا قميص ابن أبى(ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج۲ص ۴۴۳، ۴۴۴، كتاب الجنائز، باب هل يخرج الميت من القبر واللحد لعلة؟)

www.idaraghufran.org

کے ساتھ حسّی طور پر حسنِ معاشرت والا برتاؤ اختیار کیا، تو وہ ایمان کے بغیر، آخرت کے دائمی عذاب سے نجات کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔ [1]

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ، يَقُوْلُ: لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ دُعِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلَاةِ عَلَيْهِ، فَقَامَ إِلَيْهِ، فَلَمَّا وَقَفَ عَلَيْهِ يُرِيْدُ الصَّلَاةَ تَحَوَّلْتُ حَتّٰى قُمْتُ فِيْ صَدْرِهٖ. فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَعَلٰى عَدُوِّ اللّٰهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ القَائِلِ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا؟ - يَعُدُّ أَيَّامَهُ - قَالَ: وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ، حَتّٰى إِذَا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ: أَخِّرْ عَنِّيْ يَا عُمَرُ إِنِّيْ قَدْ خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ، قَدْ قِيْلَ لِيْ: (اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ) لَوْ أَعْلَمُ أَنِّيْ لَوْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِيْنَ غُفِرَ لَهٗ لَزِدْتُ، قَالَ: ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهِ وَمَشٰى مَعَهٗ، فَقَامَ عَلٰى قَبْرِهٖ حَتّٰى فُرِغَ مِنْهُ، قَالَ: فَعُجِبَ لِيْ وَجُرْأَتِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ، فَوَاللّٰهِ مَا كَانَ إِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى

---

[1] (وعن جابر قال: أتى) رسول الله صلى الله عليه وسلم أى: جاء .(عبد الله بن أبى) : رئيس المنافقين باستدعاء ولده المؤمن، أو بناء على وصية والده .(بعد ما أدخل حفرته) أى: قبره .فأمر به، فأخرج) أى: من قبره .(فوضعه على ركبتيه، فنفث فيه) أى: فى وجهه أو فى فيه .(من ريقه، وألبسه قميصه) : وكل هذا مداراة وملاطفة، وحسن معاشرة ومؤالفة، وإشارة خفية إلى أن هذه الأمور الحسية لا تنفع منفعة كلية مع العقائد الدينية، العارفين أبى يزيد البسطامى قدس الله سره السامى أن يعطيه فروته ليجعلها للكفن كسوته، فقال) له أبو يزيد: لو دخلت فى جلدى، وأحاط بك جسدى، ما نفعك وعذبك الله إن شاء من حيث لا أدرى، ولو دريت لا أملك نفسى فضلا عن غيرى، وإنما ينفع الاعتقاد والاجتهاد، والله رؤوف بالعباد(مرقاة المفاتيح، ج٣ص ١١٩١، كتاب الجنائز، باب غسل الميت وتكفينه)

نَزَلَتْ هَاتَانِ الآيَتَانِ: (وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ) إِلٰى آخِرِ الآيَةِ، قَالَ: فَمَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُ عَلٰى مُنَافِقٍ وَلَا قَامَ عَلٰى قَبْرِهٖ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۰۹۷، ابواب تفسیر القرآن، باب: ومن سورۃ التوبۃ) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب عبداللہ بن ابی (منافق) فوت ہوگیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے بلایا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوگئے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھانے کا ارادہ کیا، تو میں الگ ہوگیا، یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوگیا، اور میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھاتے ہیں، جو اللہ کا دشمن ہے، اور اس نے فلاں فلاں دن ایسا اور ایسا کہا تھا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مختلف دنوں کے واقعات شمار کیے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے رہے، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ نے بار بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات کہی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! آپ پیچھے ہٹ جایئے، مجھے اس سلسلے میں اختیار دیا گیا تھا، تو میں نے اپنا اختیار استعمال کیا ہے، مجھے یہ کہا گیا تھا کہ آپ ان کے لیے استغفار کریں، یا ان کے لیے استغفار نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستّر (70) مرتبہ بھی استغفار کرلیں، تو بھی اللہ ہرگز ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا، مجھے اگر یہ بات معلوم ہوجائے کہ اگر میں ستّر (70) سے زیادہ مرتبہ استغفار کروں، تو اس کی مغفرت ہوجائے گی، تو میں ستّر (70) سے زیادہ مرتبہ استغفار کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح غریب.

عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھادی، اوراس کے جنازے کے ساتھ (تدفین کے لیے) تشریف لے گئے، پھراس کی قبر پر جاکر (اس کے استغفار کے لیے) کھڑے ہوئے، پھراس سے فارغ ہوگئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی جرأت کرنے پر تعجب ہوا، اوراللہ اوراس کا رسول زیادہ جانتا ہے، پس اللہ کی قسم! تھوڑا سا وقت گزرنے کے بعد ہی (سورہ توبہ کی) یہ دوآیتیں نازل ہوئیں کہ ''وَلَا تُصَلِّ عَلٰی أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ'' آخر تک، یعنی آپ ان (منافقین) میں سے کسی فوت ہونے والے پر کبھی بھی نماز نہ پڑھیں، اور نہ ہی ان کی قبر پر (دعاء واستغفار کے لیے) کھڑے ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منافق کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی، اور نہ ہی کسی منافق کی قبر پر (دعا وغیرہ کے لیے) کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا (ترمذی)

محدثین نے فرمایا کہ عبداللہ بن ابی منافق کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطورِ خاص منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع کردیا گیا تھا، لیکن دیگر صحابۂ کرام کو منع نہیں کیا گیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی صرف حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو منافقین کے نام بتلائے تھے، دیگر حضرات کو نہیں بتلائے تھے، اس لیے دوسرے صحابۂ کرام اس کے مکلّف نہ تھے کہ وہ منافقین کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں، بلکہ ان کو نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم تھا۔

اوراس کی وجہ وہی تھی کہ منافقین کے ساتھ ظاہری برتاؤ، مسلمانوں والا ہی کرنے کا حکم تھا، اور اس میں مسلمانوں کے لیے بہت سی حکمتیں ومصلحتیں تھیں۔ [1]

---

[1] ذکر ما یستفاد منه :قال الداودی :هذه الآیات فی قوم بأعیانهم یدل علیه قوله تعالی :(وممن حولکم من الأعراب) . الآیة، فلم ینه عما لم یعلم، وکذلک إخباره لحذیفة بسبعة عشر من المنافقین، وقد کانوا یناکحون المسلمین ویوارثونهم ویجری علیهم حکم الإسلام لاستتارهم بکفرهم، ولم ینه الناس عن الصلاة علیهم، إنما نهی النبی صلی الله علیه وسلم عنه وحده، وکان عمر، رضی الله تعالی عنه، ینظر إلی حذیفة، رضی الله تعالی عنهما، فإن شهد جنازة ممن یظن به شهد، وإلا لم یشهده، ولو کان أمرا ظاهرا لم یسره الشارع إلی حذیفة(عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج۸،ص۱۹۳، کتاب الجنائز،باب ما یکره من الصلاة علی المنافقین والاستغفار للمشرکین)

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلٰى حِمَارٍ عَلٰى قَطِيْفَةٍ فَدَكِيَّةٍ، وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَرَائَهُ يَعُوْدُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِيْ بَنِي الحَارِثِ بْنِ الخَزْرَجِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ، قَالَ: حَتّٰى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ، فَإِذَا فِي المَجْلِسِ أَخْلاَطٌ مِّنَ المُسْلِمِيْنَ وَالمُشْرِكِيْنَ عَبَدَةِ الأَوْثَانِ وَاليَهُوْدِ وَالمُسْلِمِيْنَ، وَفِي المَجْلِسِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَلَمَّا غَشِيَتِ المَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ، خَمَّرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ، ثُمَّ قَالَ: لاَ تُغَبِّرُوْا عَلَيْنَا، فَسَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللّٰهِ، وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ القُرْآنَ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ: أَيُّهَا المَرْءُ إِنَّهُ لاَ أَحْسَنَ مِمَّا تَقُوْلُ، إِنْ كَانَ حَقًّا فَلاَ تُؤْذِنَا بِهٖ فِيْ مَجْلِسِنَا، ارْجِعْ إِلٰى رَحْلِكَ فَمَنْ جَائَكَ فَاقْصُصْ عَلَيْهِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاغْشَنَا بِهٖ فِيْ مَجَالِسِنَا، فَإِنَّا نُحِبُّ ذٰلِكَ، فَاسْتَبَّ المُسْلِمُوْنَ وَالمُشْرِكُوْنَ وَاليَهُوْدُ، حَتّٰى كَادُوْا يَتَثَاوَرُوْنَ، فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتّٰى سَكَنُوْا، ثُمَّ رَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَابَّتَهُ فَسَارَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا سَعْدُ أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُوْ حُبَابٍ؟ يُرِيْدُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ - قَالَ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ: يَا

www.idaraghufran.org

رَسُوْلَ اللّٰهِ، اعْفُ عَنْهُ وَاصْفَحْ عَنْهُ، فَوَالَّذِیْ أَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ لَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ بِالْحَقِّ الَّذِیْ أَنْزَلَ عَلَیْکَ، لَقَدِ اصْطَلَحَ أَهْلُ هٰذِهِ الْبُحَیْرَةِ عَلٰی أَنْ یُتَوِّجُوْهُ فَیُعَصِّبُوْهُ بِالْعِصَابَةِ، فَلَمَّا أَبَی اللّٰهُ ذٰلِکَ بِالْحَقِّ الَّذِیْ أَعْطَاکَ اللّٰهُ شَرِقَ بِذٰلِکَ، فَذٰلِکَ فَعَلَ بِهٖ مَا رَأَیْتَ، فَعَفَا عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهٗ یَعْفُوْنَ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ، وَأَهْلِ الْکِتَابِ، کَمَا أَمَرَهُمُ اللّٰهُ، وَیَصْبِرُوْنَ عَلَی الْأَذٰی، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: (وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ أُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ أَشْرَکُوْا أَذًی کَثِیْرًا) الآیَةَ، وَقَالَ اللّٰهُ: (وَدَّ کَثِیْرٌ مِنْ أَهْلِ الْکِتَابِ لَوْ یَرُدُّوْنَکُمْ مِنْ بَعْدِ إِیْمَانِکُمْ کُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ) إِلٰی آخِرِ الآیَةِ، وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَأَوَّلُ الْعَفْوَ مَا أَمَرَهُ اللّٰهُ بِهٖ، حَتّٰی أَذِنَ اللّٰهُ فِیْهِمْ، فَلَمَّا غَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَدْرًا، فَقَتَلَ اللّٰهُ بِهٖ صَنَادِیْدَ کُفَّارِ قُرَیْشٍ، قَالَ ابْنُ أُبَیِّ ابْنُ سَلُوْلَ وَمَنْ مَعَهٗ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَعَبَدَةِ الْأَوْثَانِ: هٰذَا أَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ، فَبَایَعُوا الرَّسُوْلَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الإِسْلَامِ فَأَسْلَمُوْا (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۵۶۶، کتاب تفسیر القرآن، باب: ولتسمعن من الذین أوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین أشرکوا أذی کثیرا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گدھے پر سوار تھے، جس پر شہر فدکیہ کی بنی ہوئی چادر پڑی تھی، اور اسامہ بن زید بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اور یہ جنگِ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے، راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے، ان میں عبداللہ بن ابی بن سلول (منافق) بھی بیٹھا ہوا تھا، اور عبداللہ بن ابی اس وقت تک ظاہری طور پر بھی مسلمان نہیں ہوا تھا، اس مجلس میں مسلمان، مشرک اور یہودی بھی بیٹھے تھے، اور ان میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے، جو مسلمان اور صحابی تھے، چنانچہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے) گدھے کے چلنے سے دھول اڑی، جو اِن پر پڑی، تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک کو چادر سے چھپالیا، اور کہا کہ دھول مت اڑاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا، پھر سواری سے اترے، اور قرآن کی تلاوت فرمائی، اور ان سب کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت دی، عبداللہ بن ابی نے کہا کہ اگرچہ تم سچے ہو اور تمہاری بات بھی بہت عمدہ ہے، مگر ہماری مجلس میں اس سے اذیت نہ پہنچاؤ، اپنے گھر میں جاؤ، اور جو وہاں تمہارے پاس جائے، اس کو سناؤ، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! اے اللہ کے رسول! آپ ہمارے گھر میں تشریف لایا کیجئے اور ہم کو سنایا کیجئے، کیونکہ ہم کو یہ باتیں بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں، اس کے بعد مسلمانوں اور کافروں میں کچھ ناگوار، تلخ گفتگو شروع ہوگئی، یہاں تک کہ ہاتھا پائی تک نوبت پہنچ گئی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر ان سب کو خاموش کرواتے رہے، یہاں تک کہ وہ سب پُرسکون ہو گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہو گئے، اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لے گئے اور حضرت سعد سے فرمایا کہ اے سعد! کیا تم نے ابوحباب کی بات نہیں سنی ہے؟ یعنی عبداللہ بن ابی نے اس قسم کی باتیں کی ہیں، حضرت سعد بن عبادہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ اس کو معاف کر دیں، اور درگزر فرمائیں، میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس نے آپ پر قرآن اتارا ہے، اور اللہ اس حق کو لا چکا ہے، جو اس نے آپ پر اتارا ہے، بات یہ ہے کہ مدینہ کے

www.idaraghufran.org

لوگوں نے یہ طے کرلیا تھا کہ ہم عبداللہ بن ابی کو اپنا سردار بنائیں گے، اور اس کو تاج پہنائیں گے، لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے اس حق کے ذریعہ جو آپ پر اتارا ہے، اس کا انکار کردیا، اور اس کو یہ بات ناگوار گزری، اس لئے وہ آپ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کردیا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی یہ عادت تھی کہ وہ مشرکوں اور اہلِ کتاب کی گستاخیوں کو معاف کردیا کرتے تھے، اور تکلیفوں پر صبر کیا کرتے تھے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا (سورہ آلِ عمران میں) ارشاد ہے کہ ’’وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا أَذًى كَثِيْرًا‘‘ یعنی ’’تم ضرور بالضرور ان لوگوں سے، جن کو کتاب دی گئی، تم سے پہلے اور مشرکین سے بہت اذیت کی باتوں کو سنو گے‘‘ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا (سورہ بقرہ میں) ارشاد ہے کہ ’’وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ‘‘ آخر تک، یعنی ’’اکثر اہل کتاب تو اپنے حسد سے حق ظاہر ہونے کے بعد بھی یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح سے تمہیں ایمان لانے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹا کرلے جائیں، سو معاف کرو اور درگزر کرو، جب تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے‘‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کافروں کی تکلیف کے بارے میں وہی کیا کرتے تھے، جو اللہ فرماتا تھا، یہاں تک کہ اللہ نے کافروں سے جہاد کا حکم نازل فرمایا، اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی جنگ کی، اور مکہ کے بڑے بڑے کفار مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل کئے گئے، اس وقت عبداللہ بن ابی اپنے ساتھیوں سے کہتا تھا کہ اب یہ دین غالب ہوگیا ہے، اور اس میں شریک ہونے کا وقت آ گیا ہے، لہٰذا مسلمان ہو جاؤ، اور ظاہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرکے خود کو مسلمان ظاہر کرتے رہو، گویا کہ منافق بنے رہو (بخاری)

www.idaraghufran.org

اس سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن ابی، شروع سے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا، اور وہ ابتداء سے منافق تھا، بلکہ منافقوں کا سردار تھا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ آخر تک بظاہر مسلمانوں والا سلوک اختیار کیا اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اعتقادی منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھنے اور دعا و استغفار کرنے سے منع کر دیا گیا، لیکن دیگر عام مسلمانوں کے لیے یہ حکم بھی برقرار رہا۔

اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ احادیث میں بعض خصلتوں کو نفاق کی خصلتیں بتایا گیا ہے، اور تمام خصلتیں ہونے پر خالص منافق ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، لیکن اس کے باوجود ان تمام خصلتوں کے پائے جانے والے کے ساتھ کافروں والا برتاؤ اختیار کرنے کا حکم نہیں، اور نہ ہی آج ان کے ساتھ کافروں والا برتاؤ اختیار کیا جاتا۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (صحيح البخاري، رقم الحديث ۳۴، كتاب الايمان، باب علامة المنافق)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار خصلتیں (وعادتیں) جس میں ہوں گی، وہ خالص منافق ہوگا، اور جس میں اُن چار میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی، تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، جب تک کہ اُسے چھوڑ نہ دے، ایک تو جب اس کو (مال، دولت، یا کسی عہدے ومنصب وغیرہ کی) امانت سپرد کی جائے، تو وہ اس میں خیانت کرے، اور دوسری یہ کہ جب وہ بات کرے، تو جھوٹ بولے، اور

تیسری یہ کہ جب وہ عہد کرے، تو دھوکہ دے، اور چوتھی یہ کہ جب کسی سے اختلاف ہو، تو بدزبانی (وگالی گلوچ) کرے (بخاری)

اس حدیث کو امام احمد وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

بہرحال مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ اعتقادی یا حقیقی منافقین کے ساتھ جو مسلمانوں والے برتاؤ کا حکم دیا گیا تھا، اس میں بہت سی مصلحتیں تھیں، ان مصلحتوں کو ملحوظ رکھنا، اسلام میں بہت اہمیت رکھتا ہے، اور آج کل جو بعض متشدد مسلمان، کسی پر بھی نفاقِ حقیقی کا حکم لگا کر اس کے قتل کے درپے ہوجاتے ہیں، یہ طرزِ عمل اسلامی تعلیمات اور سنتِ نبویہ سے میل نہیں کھاتا، اور اس کی وجہ سے اسلام کی کئی مصلحتیں فوت ہوجاتی ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر پیچھے بھی گزر چکا۔

چند مزید حوالہ جات

بہت سے محققین نے بھی منافقین کے متعلق یہی بات فرمائی ہے، جیسا کہ علامہ ابنِ تیمیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمہما اللہ کے حوالے سے گزرا۔

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے بخاری کی شرح میں فرمایا کہ:

''تمام اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ دنیا کے احکام ظاہر پر مبنی ہوتے ہیں، اور رازداریوں کا اللہ ذمہ دار ہوتا ہے، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا، اس طرح کی

---

[1] عن عبد الله بن عمرو، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :ثلاث إذا كن في الرجل فهو المنافق الخالص :إن حدث كذب، وإن وعد أخلف، وإن اؤتمن خان، ومن كانت فيه خصلة منهن، لم يزل -يعني -، فيه خصلة من النفاق، حتى يدعها (مسند احمد، رقم الحديث ٦٨٧٩)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن، وروى مرفوعا وموقوفا، والمرفوع أصح (حاشية مسند احمد)

احادیث کثرت سے پائی جاتی ہیں"۔انتھٰی۔ [1]

اور علامہ بدرُ الدین عینی حنفی رحمہ اللہ نے بخاری کی شرح میں فرمایا کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ بس میں بشر ہوں، میں نہ تو غیب کو جانتا، اور نہ چیزوں کے بواطن اور خفیہ امور کو جانتا، جو کہ بشریت کا تقاضا ہے، بلکہ ظاہر پر حکم لگاتا ہوں، اور رازداریوں کا ذمہ دار، اللہ ہے۔

اگر اللہ چاہتا، تو چیزوں کے چھپے ہوئے پہلوؤں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمادیتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، اور امت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کا حکم فرمایا، اور احکام کو ظاہر پر جاری فرمایا"۔انتھٰی۔ [2]

اور امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی شرح میں فرمایا کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا، اس میں فقہ اور اصول کے ایک مشہور قاعدہ کی دلیل پائی جاتی ہے کہ احکام میں ظاہر پر عمل کیا جاتا ہے، اور رازداریوں کا ذمہ دار، اللہ ہوتا ہے"۔انتھٰی۔ [3]

---

[1] وكلهم أجمعوا على أن أحكام الدنيا على الظاهر والله يتولى السرائر وقد قال صلى الله عليه وسلم لأسامة هلا شققت عن قلبه وقال للذى ساره فى قتل رجل أليس يصلى قال نعم قال أولئك الذين نهيت عن قتلهم وسيأتى قريبا أن فى بعض طرق حديث أبى سعيد أن خالد بن الوليد لما استأذن فى قتل الذى أنكر القسمة وقال كم من مصل يقول بلسانه ما ليس فى قلبه فقال صلى الله عليه وسلم إنى لم أومر أن أنقب عن قلوب الناس أخرجه مسلم والأحاديث فى ذلك كثيرة(فتح البارى شرح صحيح البخارى،لابن حجر العسقلانى،ج١٢،ص٢٧٣، كتاب الديات،قوله باب حكم المرتد والمرتدة)

[2] قوله :(إنما أنا بشر) أى :لا أعلم الغيب وبواطن الأمور، كما هو مقتضى حال البشرية، وأنه إنما يحكم بالظاهر والله يتولى السرائر، ولو شاء الله لأطلعه على باطن الأمور حتى يحكم باليقين، لكن أمر الله أمته بالإقتداء به، فأجرى أحكامه على الظاهر(عمدة القارى شرح صحيح البخارى،لبدر الدين العينى،ج١٣،ص٥،كتاب المظالم والغضب،باب إثم من خاصم فى باطل وهو يعلمه)

[3] وقوله صلى الله عليه وسلم أفلا شققت عن قلبه فيه دليل للقاعدة المعروفة فى الفقه والأصول أن الأحكام يعمل فيها بالظواهر والله يتولى السرائر(شرح صحيح مسلم ،للنووى، ج٢، ص١٠٧، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله لا إله إلا الله)

نیز امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی شرح میں ہی فرمایا کہ:

’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دل پھاڑنے کا حکم نہیں دیا گیا، اور نہ ہی ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم دیا گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے ظاہر پر حکم لگانے کا امر ہوا ہے، اور راز داریوں کا ذمہ دار، اللہ ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب وہ کلمہ پڑھ لیں گے، تو مجھ سے اپنے خون اور مال کو محفوظ کرلیں گے، اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا، نیز ایک حدیث میں ہے کہ کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھا تھا‘‘۔ انتھیٰ۔ [1]

اور امام مناوی رحمہ اللہ نے ’’فیضُ القدیر‘‘ میں فرمایا کہ:

’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دل پھاڑنے کا حکم نہیں دیا گیا، اور نہ ہی ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم دیا گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے لوگوں کے دل میں چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ مجھے ظاہر کو لینے کا حکم دیا گیا ہے، اور راز داریوں کا ذمہ دار، اللہ ہے‘‘۔ انتھیٰ۔ [2]

اور ’’مشکاۃُ المصابیح‘‘ کی شرح ’’مرقاۃُ المفاتیح‘‘ میں ہے کہ:

’’اس حدیث میں فقہ اور اصول کے اس مشہور قاعدہ کی دلیل پائی جاتی ہے کہ احکام

---

[1] قوله صلى الله عليه وسلم (إنى لم أومر أن أنقب عن قلوب الناس ولا أشق بطونهم) معناه إنى أمرت بالحكم بالظاهر والله يتولى السرائر كما قال صلى الله عليه وسلم فإذا قالوا ذلک فقد عصموا منى دماء هم وأموالهم إلا بحقها وحسابهم على الله وفى الحديث هلا شققت عن قلبه(شرح صحيح مسلم ،للنووى، ج۷،ص ۱۶۳ ، كتاب الزكاة ،باب اعطاء المؤلفة ومن يخاف على ايمانه ان لم يعط)

[2] (إنى لم أؤمر أن أنقب) بشد القاف أفتش (عن قلوب الناس) لأعلم ما فيها (ولا أشق بطونهم) يعنى لم أؤمر أن أستكشف ما فى ضمائرهم بل أمرت بالأخذ بالظاهر والله يتولى السرائر(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۲۶۳۷)

میں ظاہر پر حکم لگایا جاتا ہے، اور رازداریوں کا ذمہ دار، اللہ ہے“۔ انتہیٰ۔ [1]

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، اس سلسلے میں مزید فرماتے ہیں:

یہ جو بعض لوگ تشدد کرتے ہیں کہ مسلمان کو کافر اور منافق کہہ دیتے ہیں، یہ بڑی غلطی اور جرأت ہے، جب وہ زبان سے اسلام ظاہر کرتا ہے، اور آج کل کوئی وجہ اس بات کی رہی نہیں کہ نفاق کا وتیرہ اختیار کیا جائے، تو پھر کسی کو کافر اور منافق کہنے کے کیا معنیٰ؟

کافر بڑا سخت لفظ ہے، بڑی احتیاط چاہیے، کافر کسی کو اس وقت کہہ سکتے ہیں، جب کہ وہ کوئی فعل ایسا کرتا ہو، جو محتمل تاویل کو بھی نہ ہو، مثلاً کوئی شخص بت پرستی بلا اکراہ کھلم کھلا کرتا ہو، تو اس وقت اس کو کافر کہہ سکتے ہیں، اور جب ایک شخص بت پرستی سے نفرت رکھتا ہے، زبان سے کلمہ پڑھتا ہے، تو اس کی تکذیب کرنا اور کافر کہنا کیا معنیٰ (خطباتِ حکیم الامت، ج ۱۲ ”محاسنِ اسلام“ صفحہ ۴۵۲، ۴۵۳، وعظ ”الاسلام الحقیقی“

مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: رمضان 1413 ہجری)

اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ:

ہم ظاہر کے مکلّف ہیں، کسی کے دل میں کیا ہے، اس کے مکلّف نہیں ہیں، یعنی دنیا کے اعتبار سے اگر ایک شخص کسی بات کا اقرار کرتا ہے، تو ہم اس کا دل چیر کر دیکھنے کے مکلّف نہیں ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں عقیدۂ کفر کا حامل نہیں ہوں، اور ہم کہہ دیں کہ نہیں تو ضرور عقیدۂ کفر کا حامل ہے، اس لیے کہ تیرے دل میں ہے، تو اب تک ایسی کوئی مشین ایجاد نہیں ہوئی، جو دل میں پیدا ہونے والے خیالات کو دیکھ سکے۔

---

[1] وفيه دليل للقاعدة المعروفة فى الفقه والأصول أن الأحكام يحكم فيها بالظواهر، والله تعالى يتولى السرائر(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٨، ص ٢٤٥٦، كتاب القصاص)

وفيه دليل للقاعدة المعروفة فى الفقه والأصول أن الأحكام يحكم فيها بالظواهر، والله تعالى يتولى السرائر(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٦، ص ٢٢٦٠، كتاب القصاص)

لہٰذا محض اس شبہ کی بناء پر کہ اس کے دل میں کفر ہے، اس کے اوپر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، لیکن جب کوئی شخص ان چیزوں کو عبور کر جائے، اور ''**قطعی الثبوت وقطعی الدلالة**'' اور ''**ماثبت من الدین ضرورة**'' کا صریح لفظوں میں انکار کرنے لگ جائے، اور پھر اس کا التزام بھی کھلم کھلا کرنے لگے، تو پھر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اس کو کافر کہا جائے (انعام الباری، ج ا ص ۳۲۵، کتاب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء، کراچی) [1]

مولانا زاہد الراشدی صاحب اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

عبداللہ بن اُبی اور اس کے منافق ساتھیوں کو، جن کی تعداد غزوۂ احد کے موقع پر تین سو کے لگ بھگ بیان کی جاتی تھی، قرآنِ کریم کی نصِ قطعی میں کافر قرار دیا گیا ہے، اور یہ اعلان کیا گیا ہے کہ ''**وماھم بمؤمنین**'' وہ مسلمان نہیں ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عبادات میں شریک ہوتے رہے ہیں، غزوات میں اپنی تمام تر غلط حرکات کے باوجود شامل ہوتے رہے ہیں، ان کے بارے میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ انہیں قتل نہ کر دیا جائے؟ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ نے جواب دیا کہ نہیں، اس سے یہ تاثر پھیلے گا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیتے ہیں، اس لیے کہ دنیا کو وہ مسلمانوں کا حصہ ہی نظر آتے ہیں، حتیٰ کہ منافقین نے ایک موقع پر الگ مسجد بنا کر خود کو عمومی معاشرے سے الگ کرنا چاہا، تو قرآنِ کریم نے اسے مسجدِ ضرار قرار دیا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں جانے سے منع کر دیا، وہ

---

[1] **یجری علی المنافقین أحکام الإسلام الظاهرة، ما دام کفرهم مخفیا غیر معلن، وکانوا یظهرون الإسلام؛ لأن کفرهم مظنون غیر معلوم، ویبعثون یوم القیامة علی نیاتهم.**
أما من یعلم نفاقه بإقراره أو ببینة فتجری علیه أحکام الکافر المرتد (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۴۱، ص ۲۰، مادة "نفاق")

www.idaraghufran.org

مسجد گرادی گئی۔

اور مصلحت اسی میں سمجھی گئی کہ منافقین کو ان کے کفر کے باوجود معاشرتی طور پر الگ ہونے سے روکا جائے کہ اس کے نقصانات زیادہ ہیں (ماہنامہ ’’الشریعہ‘‘ گوجرانوالہ، صفحہ ۴۵، مارچ 2011ء، جلد 22، شمارہ 3، بعنوان ’’قومی وملی تحریکات میں اہلِ تشیع کی شمولیت‘‘)

مولانا زاہد الراشدی صاحب اپنے ایک اور مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

منافقین کے مومن نہ ہونے کے باوجود معاشرتی معاملات میں یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلسل شریک رہے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں نہ صرف معاشرتی امور، بلکہ مذہبی معاملات میں بھی اپنے ساتھ شریک رکھنے میں ہی مصلحت سمجھی ہے اور یہ سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں آخر تک رہا ہے ’’اخرج فانک منافق ‘‘قسم کا کوئی واقعہ اگر ہوا بھی ہے، تو وہ شخصی واقعہ ہے، جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمومی رویے اور پالیسی کا آئینہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ طرزِ استدلال اہلِ حدیث حضرات کا ہے کہ کسی جزوی واقعہ، یا ایک آدھ روایت کو بنیاد بنا کر پورے موقف کی عمارت کھڑی کر دیتے ہیں۔ احناف کا طرزِ استدلال اس سے بالکل مختلف ہے۔ ان کے ہاں مجموعی صورتِ حال کو سامنے رکھا جاتا ہے، صحابۂ کرام کے اجماعی تعامل کو دیکھا جاتا ہے اور تمام متعلقہ روایات، جو میسر ہوں، ان کا جائزہ لے کر موقف طے کیا جاتا ہے۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل ان منافقین کے بارے میں یہ تھا کہ چند معروف منافقین کے علاوہ صحابۂ کرام کی صفوں میں موجود ان منافقین کی نشان دہی تک نہیں کی گئی۔ انھیں الگ کرنے اور معاشرتی طور پر انھیں علیحدہ قرار دینا، تو بعد کی بات ہے۔ اس سے قبل ان کی جو نشان دہی ضروری قرار پاتی ہے، اس کا

مرحلہ بھی نہیں آیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف چودہ منافقین کے نام بتائے اور وہ بھی صرف حضرت حذیفہ بن الیمان کو، اس شرط کے ساتھ کہ وہ ان میں سے کسی کا نام اور کسی کو نہیں بتائیں گے، حتیٰ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے انھیں کئی بار کرید کر پوچھنا چاہا مگر حضرت حذیفہ نے امیر المومنین حضرت عمر کو بھی ان میں سے کسی منافق کا نام بتانے سے انکار کر دیا، جس پر حضرت عمر نے یہ طرزِ عمل اختیار کیا کہ کسی عام شخص کے جنازے پر اگر حضرت حذیفہ موجود ہوتے، تو حضرت عمر جنازہ پڑھتے تھے، ورنہ یہ سوچ کر جنازہ پڑھنے سے گریز کرتے تھے کہ یہ میت کہیں ان چودہ منافقین میں سے کسی کی نہ ہو۔ جہاں منافقین کے ناموں تک کو خفیہ رکھنے کا اس قدر اہتمام موجود تھا، وہاں معاشرتی طور پر انھیں الگ کر دینے اور ان کا بائیکاٹ کر دینے کی بات عملی طور پر کس طرح ممکن ہے؟............

میری طالب علمانہ رائے کے مطابق وہ منافقین جنھیں قرآن کریم نے صراحتاً ’’وما هم بمومنين ‘‘قرار دیا ہے اور وہ متذبذب اعرابی مسلمان، جن کا قرآن کریم نے’’لم تومنوا ولكن قولوا اسلمنا‘‘ کے عنوان سے ذکر کیا ہے، ان کے بارے میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی پالیسی یہ رہی ہے کہ انھیں الگ تشخص قائم نہ کرنے دیا جائے، بلکہ انھیں اپنے ساتھ رکھ کر ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے، اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی سرگرمیوں پر پوری نظر رکھتے ہوئے، ان کے شر سے بچنے کی تدابیر اختیار کی جائیں۔

یہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی حکیمانہ پالیسی کا نتیجہ تھا کہ وہ منافقین جن کی تعداد غزوۂ احد کے موقع پر ایک ہزار میں سے تین سو بتائی جاتی ہے، اپنا الگ تشخص اور مورچہ قائم نہ کر سکنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ مسلم سوسائٹی میں تحلیل

ہوتے چلے گئے، اور جنگِ یمامہ اور مرتدین کے خلاف جہاد کے بعد ان کا کوئی اکا دکا نشان بھی تاریخ کے تذکرے میں موجود نہیں ملتا (ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ، صفحہ ۴۲ و ۴۳، مئی 2011ء، جلد22، شمارہ5، بعنوان ''قومی وملی تحریکات میں اہلِ تشیع کی شمولیت'')

اور پیچھے گزر چکا ہے کہ کسی مسلمان کو منافق، یا کافر کہنے پر اسلامی قانون میں سزا مقرر کی گئی ہے، اور قرآن مجید میں برے القاب کے ساتھ پکارنے کی ممانعت میں، مسلمان کو منافق، یا کافر کے نام سے پکارنے کی ممانعت بھی داخل ہے۔ [1]

---

[1] حضرت ابنِ جریج سے روایت ہے کہ:

بلغني عن عمرو بن العاص – وهو أمير مصر –، قال لرجل من تجيب يقال له قنبرة: يا منافق قال: فأتى عمر بن الخطاب، فكتب عمر إلى عمرو: إن أقام البينة عليك جلدتك تسعين، فنشد الناس، فاعترف عمرو حين شهد عليه زعموا أن عمر قال لعمرو: أكذب نفسك على المنبر، ففعل، فأمكن عمرو قنبرة من نفسه، فعفا عنه لله عز وجل (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۱۳۷۴۳)

ترجمہ: مجھے یہ روایت پہنچی کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، جب مصر کے امیر تھے، تو انہوں نے ایک آدمی کو، جس کا نام ''قنبرۃ'' تھا، کہا کہ اے منافق! تو انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس کی شکایت کی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اگر تمہارے بارے میں گواہوں سے یہ بات ثابت ہوگئی (کہ آپ نے قنبرۃ کو منافق کہا ہے) تو میں آپ کو (مومن کو یہ الفاظ کہنے پر) نوے (90) کوڑے لگاؤں گا، اور لوگوں کو اس کا پتہ چل گیا، پھر جب اس بات پر گواہی قائم ہوگئی، تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس بات کے کہنے کا اعتراف فرمالیا، تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص سے فرمایا کہ منبر پر بیٹھ کر اپنے آپ کی تکذیب کرو (یعنی اپنی اس بات سے رجوع کرو) حضرت عمرو بن عاص نے اسی طرح کیا، اس کے بعد حضرت عمرو بن عاص نے ''قنبرۃ'' کو (کوڑے لگانے کی) قدرت دے دی، تو ''قنبرۃ'' نے ان کو اللہ عزوجل کے لیے معاف کردیا (عبدالرزاق)

حصین سے روایت ہے کہ:

سألت عكرمة عن قوله: (ولا تنابزوا بالألقاب) "هو قول الرجل للرجل: يا كافر يا منافق (شعب الإيمان، للبيهقي، رقم الحديث ۶۳۲۳)

ترجمہ: میں نے (حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور تابعی) حضرت عکرمہ سے قرآن مجید کی (سورہ حجرات کی) آیت ''ولا تنابزوا بالالقاب'' کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کوئی آدمی، دوسرے آدمی کو کہے کہ ''اے کافر، اے منافق'' (بیہقی)

Idara Ghufran

اس مضمون کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ کسی مسلمان پر حقیقی واعتقادی نفاق کا حکم لگا دینا اور اس کے لیے کفر والے احکام ثابت کر دینا، بہت خطرناک بات ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وحی کے ذریعہ علم ہو جانے کے باوجود ایسا نہیں کیا، تو کسی دوسرے کی کیا مجال ہے کہ وہ ایسا کرے۔

آج سنتِ نبوی کے اس عظیم مصلحت پر مبنی حکم کو نظر انداز کر دینے سے مسلمانوں میں کئی قسم کے فتنے اور فسادات رونما ہو رہے اور پھیل رہے ہیں، اور غیر مسلموں کو بھی غلط پیغام پہنچ رہا ہے کہ مسلمان اپنوں کو بھی نہیں بخشتے۔

نیز مسلمانوں کے درمیان مختلف قسم کے فتنے پھوٹ رہے ہیں، اور جگہ جگہ مسلمانوں میں خانہ جنگی اور فرقہ واریت کی فضا قائم ہے۔

یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جس دین وسیاست کی تعلیم دی، وہی دنیا وآخرت میں صلاح وفلاح کا ذریعہ ہے، اس کو پسِ پشت ڈال کر اپنی عقل اور جذبات کے استعمال کرنے کو دین سمجھ لینا درست نہیں۔

مسلمانوں کو قرآن وسنت میں بیان کردہ مذکورہ ہدایات کی روشنی میں اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کرنے اور اس کے مقابلے میں، محض اپنے جذبات کو دین سمجھ لینے سے بچنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَ تَعَالٰی اَعۡلَمُ وَ عِلۡمُہٗ أَتَمُّ وَ أَحۡکَمُ

محمد رضوان خان

15 / رجب المرجب / 1440 ہجری۔ بمطابق 22 / مارچ / 2019ء بروز جمعہ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

3

(تیسرا مضمون)

اہلِ بدعت کا حکم

موجودہ دور کے اہلِ بدعت کے مسلک سے تعلق رکھنے والے لوگ، جو مختلف بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں، اورعقائد میں غلو کرتے ہیں، ان کے متعلق محققین فقہاء وعلماء کی رائے یہ ہے کہ وہ بدعات کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اہلِ بدعت میں تو شامل ہیں، لیکن ان کو علی الاطلاق صریح کافر قرار نہ دیا جائے، اوران کی طرف سے شرک کے متعلق جو بعض ایسی باتیں سامنے آتی ہیں کہ جن میں تاویل ہوسکتی ہے، ان میں تاویل کی جائے، اوران کے پیشِ نظر ان پر صریح شرک کا حکم لگانے سے اجتناب کیا جائے، لیکن ساتھ ہی کفروشرک کے خطرات سے آگاہی کی تبلیغ بھی جاری رکھی جائے، ان مسائل میں غیرُ اللہ کے لیے علمِ غیب کا مسئلہ بھی ہے۔

کیونکہ کسی مسلمان پر کفر کا حکم لگانے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، فقہائے کرام نے کسی مسلمان کی تکفیر کے سلسلہ میں جو اصول وقواعد قرآن وسنت کی روشنی میں ذکر فرمائے ہیں، معتدل ومستند اہلِ علم اوراکابر حضرات نے اہلِ بدعت کے متعلق بھی ان کو ملحوظ رکھا ہے۔

اورخیرُ القرون کے دور سے ہی جو اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مقابلہ میں اہلُ البدعۃ کے مختلف فرقے رونما ہونے شروع ہوئے، ان پر اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج ہونے کا تو حکم لگایا جاتا رہا، لیکن مجتہدین اور جمہور فقہائے کرام کی طرف سے ان کی تکفیر سے حتی الامکان اجتناب کیا جاتا رہا۔

متقدمین اور سلف کی یہ میراثِ علم ان کے متاخرین کو پہنچتی رہی، یہاں تک کہ ہندوستان میں ایک فرقہ وجود میں آیا، جس کو اہلِ بریلوی، یا بریلوی مسلک کہا جاتا ہے، محققین مشائخ نے ان کے متعلق بھی یہی موقف اختیار فرمایا، اور ان کی تکفیر میں احتیاط سے کام لیا، لیکن بعض حضرات نے اس کے برعکس ان کی تکفیر کا بیڑہ اٹھایا، جس کے نتیجے میں کئی قسم کی پیچیدگیاں وجود میں آئیں، اور مختلف فتنے وفسادات کا ایک باب شروع ہوا۔

اہلِ بدعت کے متعلق مختلف عبارات وحوالہ جات کی روشنی میں کچھ تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

سنت کو اختیار کرنے اور بدعت سے بچنے کا حکم

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ، فَيَخْطُبُ، فَيَحْمَدُ اللّٰهَ، وَيُثْنِىْ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهٗ، وَيَقُوْلُ: مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِىَ لَهٗ، إِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۹۸۴، مسلم، رقم الحديث ۸۶۷"۴۳")[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر خطبہ دیتے تھے، پھر اللہ کی شایانِ شان حمد وثناء بیان کیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جس کو اللہ ہدایت دے، اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جس کو اللہ گمراہ کرے، اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں، بلاشبہ سب سے اچھا کلام، کتاب اللہ (قرآن مجید) ہے، اور سب سے بہترین طریقہ (وسیرت) محمد کا طریقہ (وسیرت) ہے، اور تمام کاموں میں شریر

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترین کام، نوایجاد کام ہیں، اور ہر نوایجاد کام بدعت ہے (مسند احمد، مسلم)

ایک روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ:

''ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے''۔ [1]

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَیْنَا، فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِیْغَةً، ذَرَفَتْ لَھَا الْأَعْیُنُ، وَوَجِلَتْ مِنْھَا الْقُلُوْبُ، قُلْنَا أَوْ قَالُوْا :یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، کَأَنَّ ھٰذِہٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَأَوْصِنَا .قَالَ أُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ کَانَ عَبْدًا حَبَشِیًّا،فَإِنَّہٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ یَرٰی بَعْدِیْ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا، فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ، وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ ، وَإِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ کُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَإِنَّ کُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

(مسند احمد، رقم الحدیث ۱۷۱۴۴) [2]

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر انتہائی مؤثر وعظ فرمایا، جس سے آنکھیں نمدار ہوگئیں، اور دل ڈر گئے، ہم نے، یا صحابۂ کرام نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! گویا کہ یہ تو رخصت ہونے

---

[1] عن جابر بن عبد الله، قال: کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فى خطبته: يحمد الله ويثنى عليه بما هو أهله، ثم يقول: من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلله فلا هادى له، إن أصدق الحديث كتاب الله، وأحسن الهدى هدى محمد، وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة فى النار(سنن النسائى، رقم الحديث ۱۵۷۸)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح، سلف الكلام عليه برقم (۱۷۱۴۲)ورجاله ثقات(حاشية مسند احمد)
وقال الالبانى:
قلت :وهذا إسناد صحيح رجاله كلهم ثقات كما بينته فى "ظلال الجنة(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۷۳۵)

www.idaraghufran.org

والے کا وعظ ہے، لہٰذا آپ ہمیں وصیت فرمائیے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور (امیر کی بات) سننے اور فرمانبرداری کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، پس بلاشبہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا، تو وہ بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم پر (ایسے وقت) میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے، جو ہدایت یافتہ ہیں، اس سنت کو تم مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور اس کو اپنی ڈاڑھوں کے نیچے خوب دبا لینا، اور تم (دین میں) نئی نئی باتوں کے (پیدا کرنے) سے بچنا، کیونکہ (دین میں) جو بھی نئی چیز نکالی جائے، وہ بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وطریقہ کے ساتھ صحابۂ کرام اور بالخصوص خلفائے راشدین کا عمل بھی گمراہی سے بچنے اور ہدایت کو پانے کا ذریعہ ہے۔

حدیث میں ''اہلِ اہواء'' کا ذکر

حضرت ابو عامر عبداللہ بن لحی سے روایت ہے کہ:

حَجَجْنَا مَعَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَامَ حِيْنَ صَلّٰى صَلَاةَ الظُّهْرِ، فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابَيْنِ افْتَرَقُوْا فِيْ دِيْنِهِمْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً يَعْنِيْ: الْأَهْوَاءَ، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ، وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِيْ أُمَّتِيْ أَقْوَامٌ تَجَارٰى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ، لَا يَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ، وَاللّٰهِ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَئِنْ لَّمْ تَقُوْمُوْا بِمَا جَاءَ بِهِ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَغَيْرُكُمْ مِنَ النَّاسِ أَحْرٰى أَنْ لَّا يَقُوْمَ بِهِ

(مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۹۳۷، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۴۴۳،

ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۵۹۷) [1]

ترجمہ: ہم نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے، تو وہ ظہر کی نماز پڑھ کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ اپنے دین میں بہتّر (72) فرقوں میں تقسیم ہوگئے، جبکہ یہ امت تہتّر (73) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی، وہ سب جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک کے اور وہ ایک فرقہ جماعت (کے نقشِ قدم پر) ہوگا اور میری امت میں کچھ ایسی اقوام بھی آئیں گی، جن پر یہ فرقے (اور خواہشات) اس طرح غالب آجائیں گی، جیسے "کُتّا" کسی پر چڑھ دوڑتا ہے اور اس شخص کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ ایسا نہیں رہتا، جس میں زہر سرایت نہ کرجائے، اللہ کی قسم! اے گروہِ عرب! اگر تم اپنے نبی کی لائی ہوئی شریعت پر قائم نہ رہے، تو دوسرے لوگ تو زیادہ ہی اس پر قائم نہ رہیں گے (مسند احمد، وحاکم)

اکثر محدثین نے مذکورہ حدیث میں "اہلِ اھواء" سے "مبتدعین" کو مراد لیا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن، وحديثُ افتراق الأمة منه صحيح بشواهده (حاشية مسند احمد)

وقال الحاكم: هذه أسانيد تقام بها الحجة فى تصحيح هذا الحديث، وقد روى هذا الحديث عن عبد الله بن عمرو بن العاص وعمرو بن عوف المزنى بإسنادين تفرد بأحدهما عبد الرحمن بن زياد الأفريقى، والآخر كثير بن عبد الله المزنى، ولا تقوم بهما الحجة.

وقال الذهبى فى التلخيص: هذه أسانيد تقوم بها الحجة.

[2] قوله" :وفى رواية معاوية "؛ يعنى :روى هذا الحديث معاوية بن أبى سفيان كما رواه عبد الله، إلا أن معاوية يقول" :كلهم فى النار وواحدة فى الجنة "وباقى حديثه كحديث عبد الله، وزاد معاوية" :وإنه سيخرج فى أمتى قوم تتجارى بهم"؛ أى :تدخل فيهم وتجرى فيهم "تلك الأهواء "؛ أى :تلك البدع.

(الأهواء) :جمع الهوى، وهى ما تشتهيه النفس، والمراد منه ها هنا :البدعة، سميت البدعة بـ (الهوى)؛ لأنه موضوع بهوى نفس الرجل ومراده، وليس موضوعا من جهة الشرع، وإنما قال :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ملا علی قاری اور علامہ ابنِ حجر کا حوالہ

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''مشکاۃ المصابیح'' کی شرح ''مرقاۃ المفاتیح'' میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

(الأهواء) : جمع هوى وهو ميل النفس إلى ما تشتهيه، والمراد هنا البدعة، فوضعها موضعها وضعا للسبب موضع المسبب لأن هوى الرجل هو الذى يحمله على إبداع الرأى الفاسد أو العمل به، وذكر الأهواء بصيغة الجمع تنبيها على اختلاف أنواع الهوى وأصناف البدع (مرقاة المفاتيح، ج ا ص ٢٦٠، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ترجمہ: ''الاھواء'' جمع ہے ''ھوی'' کی، جو نفس کے اپنی خواہش کی طرف مائل ہونے کا نام ہے، اور یہاں پر ''الاھواء'' سے مراد ''بدعت'' ہے، جس کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا ہے ''مسبب'' کی جگہ ''سبب'' رکھنے کے طور پر، کیونکہ آدمی کی خواہش، اس کو فاسد رائے، یا فاسد عمل کے ایجاد کرنے پر ابھارتی ہے، اور ''الاھواء'' جمع کے صیغے کے ساتھ ''الاھواء'' کی مختلف انواع اور بدعت کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(تلك الأهواء) بلفظ الجمع؛ لأن لكل قوم من المبتدعين ملة موضوعة توافق هواهم.
قوله:" كما يتجارى الكلب :"أى: كما يجرى الكلب "بصاحبه"؛ أى: بمن به الكلب.
و (الكلب)؛ بفتح اللام: قرحة تكون فى الإنسان من عض الكلب المجنون، وإذا عض الكلب المجنون إنسانا، يحصل به شبه الجنون، ويتفرق أثره إلى جميع أجزائه، من كلب – بكسر العين فى الماضى وفتحها فى الغابر – كلابا: إذا صار الكلب مجنونا.
قوله:" لا يبقى منه عرق ولا مفصل إلا دخله"؛ يعنى: كما يدخل الكلب فى جميع أعضاء الرجل، فكذلك البدعة تدخل وتؤثر فى جميع أعضاء المبتدع، بحيث لا يقدر أحد أن يزيلها عنه(المفاتيح فى شرح المصابيح ، لحسين بن محمود الحنفى المظهرى، ج ا ص ٢٨٠، ٢٨١، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

مختلف اصناف پر تنبیہ کرنے کے لیے ذکر کیا گیا (مرقاۃ)

نیز ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''مشکاۃُ المصابیح'' کی شرح ''مرقاۃُ المفاتیح'' میں ہی، علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

الصواب عند الأكثرين من علماء السلف والخلف أنا لا نكفر أهل البدع والأهواء إلا إن أتوا بمكفر صريح لا استلزامي؛ لأن الأصح أن لازم المذهب ليس بلازم (مرقاة المفاتيح، ج ا، ص ١٨٠، كتاب الايمان، باب الإيمان بالقدر)

ترجمہ: اکثر علمائے سلف وخلف کے نزدیک درست بات یہ ہے کہ ہم اہلِ بدعت اور اہلِ ہواء کو کافر قرار نہیں دیتے، اِلاَّ یہ کہ وہ کفرِ صریح کا ارتکاب کریں، نہ کہ کفرِ استلزامی کا، کیونکہ اصح یہ ہے کہ مذہب کا لازم، لازم نہیں ہوتا (مرقاۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ ھواء سے، اہلِ بدعت مراد ہوتے ہیں، جو اپنی خواہشِ نفس کی بناء پر فاسد رائے، یا عمل کو اختیار کرتے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اکثر سلف وخلف کے نزدیک درست بات یہ ہے کہ **''کفرِ استلزامی''** کی وجہ سے کسی پر **''کفرِ صریح''** کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اہلِ بدعت کے سلسلے میں اس اصول کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ [1]

---

[1] يطلق الهوى على ميل النفس وانحرافها نحو الشىء، ثم غلب استعماله فى الميل المذموم والانحراف السىء .

ونسبت البدع إلى الأهواء، وسمى أصحابها بأهل الأهواء؛ لأنهم اتبعوا أهوائهم فلم يأخذوا الأدلة مأخذ الافتقار إليها والتعويل عليها، بل قدموا أهوائهم واعتمدوا على آرائهم، ثم جعلوا الأدلة الشرعية منظورا فيها من وراء ذلك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨ص ٢١، مادة " بدعة ")

والهوى اصطلاحا: قال عبد العزيز البخارى: الهوى ميلان النفس إلى ما تستلذ به من الشهوات من غير داعية الشرع .

ويسمى أهل البدع بأهل الأهواء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٢ص ١١ ٣، مادة " هوى ")

Idara Ghufran

”لمعاتُ التنقیح“ کا حوالہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ”مشکاةُ المصابیح“ کی شرح ”لمعاتُ التنقیح“ میں فرماتے ہیں کہ:

الصواب أن لا نتسارع إلى تكفير أهل الأهواء المتأولين؛ لأنهم لا يقصدون بذلك اختيار الكفر ولا يرضون به، وقد تمسكوا بالكتاب والسنة وبذلوا جهدهم فى إصابة الحق فأخطؤوا، والتكفير لا يطلق إلا بعد البيان الجلى، والفرق ما بين لزوم الكفر والتزامه، وهذا القول هو مذهب المحققين من علماء الأمة نظرا واحتياطا، وقد نهينا عن تكفير أهل القبلة، وكل ما وقع فى شأنهم مما يدل على التكفير، فهو من باب الزجر والتشديد والمبالغة فى التضليل والمجاز والتمثيل (لمعات التنقيح فى شرح مشكاة المصابيح، للشيخ عبدالحق الدهلوى، ج ا ص ۳۹۵، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، الفصل الثانى)

ترجمہ: درست بات یہ ہے کہ ہم تاویل کرنے والے ”اھلِ ھواء“ کی تکفیر میں جلد بازی نہ کریں، کیونکہ وہ اس سے کفر کو اختیار کرنے کا قصد نہیں کرتے، اور نہ کفر پر راضی ہوتے، بلکہ وہ کتاب وسنت سے دلیل پکڑتے ہیں، اور اپنی جدوجہد کو حق کی جستجو میں خرچ کرتے ہیں، پھر وہ خطا کرتے ہیں، اور ”تکفیر“ کا اطلاق، واضح بیان کے بعد ہی کیا جاتا ہے، اور ”لزومِ کفر“ و ”التزامِ کفر“ کے مابین فرق ہے، اور یہی قول علمائے امت کے محققین کا مذہب ہے، جو دلائل میں غور وفکر اور احتیاط کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے، اور ہمیں اہلِ قبلہ کی تکفیر سے منع کیا گیا ہے،

اور وہ تمام چیزیں، جو اہلِ ھواء کی شان میں تکفیر کے متعلق واقع ہوئی ہیں، تو وہ زجر وتشدید اور گمراہی میں مبالغہ اور مجاز وتمثیل کے باب سے تعلق رکھتی ہیں (لمعات التنقیح)

ابنِ عبدالبر کا حوالہ

ابنِ عبدالبر قرطبی ''موطأ امام مالک'' کی شرح ''التمهيد'' میں فرماتے ہیں کہ:

والذی علیه جماعة العلماء وجمهور الفقهاء من الحجازیین والعراقیین أنه یصلی علی ما قال لا إله إلا الله مذنبین وغیر مذنبین مصرین وقاتلی أنفسهم وکل من قال لا إله إلا الله إلا أن مالکا خالف فی الصلاة علی أهل البدع فکرهها للأئمة ولم یمنع منها العامة وخالف أبو حنیفة فی الصلاة علی البغاة وسائر العلماء غیر مالک یصلون علی أهل الأهواء والبدع والکبائر والخوارج وغیرهم (التمهید لما فی الموطأ من المعانی والأسانیدلعبد البر بن عاصم النمری القرطبی، ج۲۴، ص ۱۳۲، تحت الترجمة: یعقوب بن زید بن طلحة)

ترجمہ: جمہور علماء اور حجازیین اور عراقیین کے جمہور فقہاء کا قول یہ ہے کہ جو لوگ ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کا قائل ہوں، گناہ گار اور غیر گناہ گار، گناہوں پر اصرار کرنے والے، خودکشی کرنے والے، اور ہر وہ شخص جو ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کا قائل ہو، اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، مگر امام مالک نے اہلِ بدعت کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی مخالفت کی ہے، اور انہوں نے ائمہ حضرات کے لیے اہلِ بدعت کی نمازِ جنازہ پڑھنے کو، مکروہ قرار دیا ہے، لیکن عامۃُ الناس کے لیے اہلِ بدعت کی نمازِ جنازہ پڑھنے کو، مکروہ قرار نہیں دیا، اور امام ابوحنیفہ نے باغیوں کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی

مخالفت کی ہے، اور امام مالک کے علاوہ تمام علماء، اہلِ اھواء اور اہلِ بدعت اور کبیرہ گناہوں کے مرتکب اور خوارج وغیرہ کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے قائل ہیں (التمہید)

علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ''منهاجُ السنة'' میں فرماتے ہیں کہ:

وهذا حال أهل البدع المخالفة للكتاب والسنة، فإنهم إن يتبعون إلا الظن، وما تهوى الأنفس، ففيهم جهل، وظلم، لا سيما الرافضة، فإنهم أعظم ذوى الأهواء جهلا وظلما (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج ا ،ص ٢٠، مقدمة المؤلف،تحريم كتمان العلم)

ترجمہ: اور یہ اُن اہلِ بدعت کا حال ہے، جو کتاب وسنت کی مخالفت کرتے ہیں، پس بے شک وہ صرف اپنے گمان اور اپنی خواہشِ نفس کی اتباع کرتے ہیں، پس ان میں جہالت اور ظلم پایا جاتا ہے، خاص طور سے رافضیوں میں، پس بے شک وہ اہلِ ھواء میں جہل اور ظلم کے اعتبار سے زیادہ عظیم ہیں (منهاجُ السنة)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اہلِ بدعت سے اہلِ ھواء مراد ہوتے ہیں، جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

علامہ ابنِ تیمیہ کا ایک اور حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ، ہی اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

قالوا :من قال كذا فهو كافر اعتقد المستمع أن هذا اللفظ شامل لكل من قاله ولم يتدبروا أن التكفير له شروط وموانع قد تنتفى فى حق المعين وأن تكفير المطلق لا يستلزم تكفير المعين إلا إذا

وجدت الشروط وانتفت الموانع يبين هذا أن الإمام أحمد وعامة الأئمة :الذين أطلقوا هذه العمومات لم يكفروا أكثر من تكلم بهذا الكلام بعينه (مجموع الفتاوى، ج۱۲، ص۴۸۷، ۴۸۸، فصل فى تكفير أهل البدع والأهواء بناء على ما قاولوه، عدم تكفير من يفضلون عليا)

ترجمہ: فقہاء نے جب یہ کہا کہ جو ایسا قول کرے، تو وہ کافر ہے، اس کو سننے والے نے یہ سمجھ لیا کہ یہ لفظ ہر کہنے والے کو شامل ہے، اور یہ غور نہیں کیا کہ اس کو کافر قرار دینے کے لیے کچھ شروط اور موانع ہیں، جن کی بعض اوقات متعین شخص کے حق میں نفی ہوتی ہے، اور مطلق کافر قرار دینا معین شخص کو کافر قرار دینے کو مستلزم نہیں، مگر اسی صورت میں جبکہ شرائط پائی جائیں، اور موانع کی نفی ہو، جس کی اس بات سے وضاحت ہوتی ہے کہ امام احمد اور عام ائمہ، جنہوں نے ان عموماتِ کفر کا اطلاق کیا ہے، خود ان ہی ائمہ نے بعینہٖ اس کلام کرنے والے اکثر متکلمین کی تکفیر نہیں کی (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ کے اس کلام سے بھی وہی بات معلوم ہوئی، جو علامہ ابنِ حجر کے حوالے سے پہلے گزری کہ ''کفرِ استلزامی'' کی وجہ سے کسی پر ''کفرِ صریح'' کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور کسی قول کے ''باعثِ کفر'' ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی متعین قائل پر بھی کفر کا حکم لگایا جائے، کیونکہ اس کے لیے کچھ شرائط اور موانع ہیں، اسی کی تعبیر بعض حضرات نے ''لزومِ کفر'' اور ''التزامِ کفر'' سے کی ہے۔

علامہ ابنِ قیم کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ کے شاگرد، علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے ''الطرقُ الحکمية'' میں اہلِ بدعت کی تین قسمیں اور ان کی گواہی قبول ہونے نہ ہونے پر کلام کیا ہے، اور روافض کو اہلِ

بدعت میں شمار کیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ:

فأما أهل البدع الموافقون لأهل الإسلام، ولكنهم مخالفون فى بعض الأصول -كالرافضة والقدرية والجهمية وغلاة المرجئة ونحوهم.

فهؤلاء أقسام:

أحدها :الجاهل المقلد الذى لا بصيرة له، فهذا لا يكفر ولا يفسق، ولا ترد شهادته، إذا لم يكن قادرا على تعلم الهدى، وحكمه حكم المستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلا، فأولئك عسى الله أن يعفو عنهم، وكان الله عفوا غفورا.

القسم الثانى :المتمكن من السؤال وطلب الهداية، ومعرفة الحق، ولكن يترك ذلك اشتغالا بدنياه ورياسته، ولذته ومعاشه وغير ذلك، فهذا مفرط مستحق للوعيد، آثم بترك ما وجب عليه من تقوى الله بحسب استطاعته، فهذا حكمه حكم أمثاله من تاركى بعض الواجبات، فإن غلب ما فيه من البدعة والهوى على ما فيه من السنة والهدى :ردت شهادته، وإن غلب ما فيه من السنة والهدى :قبلت شهادته.

القسم الثالث :أن يسأل ويطلب، ويتبين له الهدى، ويتركه تقليدا وتعصبا، أو بغضا أو معاداة لأصحابه، فهذا أقل درجاته :أن يكون فاسقا، وتكفيره محل اجتهاد وتفصيل، فإن كان معلنا داعية :

ردت شهادته وفتاويه وأحكامه، مع القدرة على ذلک، ولم تقبل له شهادة، ولا فتوى ولا حكم، إلا عند الضرورة، كحال غلبة هؤلاء واستيلائهم، وكون القضاة والمفتين والشهود منهم، ففى رد شهادتهم وأحكامهم إذ ذاک فساد كثير، ولا يمكن ذلک، فتقبل للضرورة.

وقد نص مالک -رحمه الله -على أن شهادة أهل البدع - كالقدرية والرافضة ونحوهم -لا تقبل، وإن صلوا صلاتنا، واستقبلوا قبلتنا.

قال اللخمى :وذلک لفسقهم، قال :ولو كان ذلک عن تأويل غلطوا فيه .فإذا كان هذا ردهم لشهادة القدرية -وغلطهم إنما هو من تأويل القرآن كالخوارج -فما الظن بالجهمية الذين أخرجهم كثير من السلف من الثنتين والسبعين فرقة؟ وعلى هذا، فإذا كان الناس فساقا كلهم إلا القليل النادر :قبلت شهادة بعضهم على بعض، ويحكم بشهادة الأمثل من الفساق فالأمثل، هذا هو الصواب الذى عليه العمل، وإن أنكره كثير من الفقهاء بألسنتهم، كما أن العمل على صحة ولاية الفاسق، ونفوذ أحكامه، وإن أنكروه بألسنتهم (الطرق الحكمية،ص۱۴۶، ۱۴۷،فصل فى الطرق التى يحكم بها الحاكم،فصل الطريق السادس عشر فى الحكم بشهادة الفساق وذلک فى صور)

ترجمہ: جہاں تک اہلِ بدعت کا تعلق ہے، جو مسلمانوں کے موافق ہیں، لیکن بعض اصول میں مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہیں، جیسا کہ رافضہ، قدریہ اور جہمیہ، اور غالی مرجئہ وغیرہ۔

Idara Ghufran

تو ان کی چند قسمیں ہیں:

پہلی قسم اس جاہل مقلد کی ہے، جس کو بصیرت حاصل نہ ہو، تو اس کو نہ کافر قرار دیا جائے گا، اور نہ فاسق قرار دیا جائے گا، اور نہ اس کی گواہی کو رَد کیا جائے گا، بشرطیکہ وہ ہدایت کی تعلیم حاصل کرنے پر قادر نہ ہو۔

اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا مصداق ہیں ''**المستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین لا یستطیعون حیلة ولا یھتدون سبیلا، فأولئک عسی اللہ أن یعفو عنھم، وکان اللہ عفوا غفورا**''۔

اور دوسری قسم اس شخص کی ہے، جو سوال اور ہدایت کو طلب کرنے، اور حق کی معرفت پر قادر ہو، لیکن وہ اپنی دنیا اور اپنے عہدے اور اس کی لذت، اور معاش وغیرہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے، اس کو ترک کردے، تو یہ زیادتی کرنے والا ہے، وعید کا مستحق ہے، جو اس کی حسبِ استطاعت اللہ کا تقویٰ واجب ہے، وہ اس کو ترک کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہے۔

پس اس کا حکم اس جیسے لوگوں کا حکم ہے، جو بعض واجبات کو ترک کرنے والے ہوتے ہیں، اگر اس میں بدعت اور ھویٰ کا غلبہ ہو، اور سنت وہدایت سے دوری ہو، تو اس کی شہادت کو رَد کردیا جائے گا، اور اگر اس میں سنت وہدایت کا غلبہ ہو، تو اس کی شہادت کو قبول کرلیا جائے گا۔

تیسری قسم اس شخص کی ہے، جو سوال کرے، اور طلب رکھے، اور اس کے لیے ہدایت واضح ہوجائے، لیکن وہ اس ہدایت والے لوگوں سے تقلید اور تعصب یا بغض وعداوت کی وجہ سے اس کو ترک کردے، پس یہ کم از کم درجہ میں فاسق ہے، اور اس کو کافر قرار دینا، اجتہاد اور تفصیل کا محتاج ہے، پس اگر یہ واضح طور پر دعوت دینے والا ہو، تو اس کی شہادت کو رَد کردیا جائے گا، اور اس کے فتاویٰ اور فیصلوں کو

قادر ہونے کی وجہ سے رَد کر دیا جائے گا، اور اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اور نہ ہی کوئی فتویٰ اور فیصلہ قبول کیا جائے گا، سوائے ضرورت کے، جیسا کہ ان لوگوں کے غلبے اور تسلط حاصل کرنے کی حالت میں، اور قاضی اور مفتی اور گواہ ان میں سے ہونے کی حالت میں، کیونکہ ایسی صورت میں ان کی گواہی اور ان کے فیصلے رَد کرنے میں بہت بڑا فساد لازم آتا ہے، لیکن خود سے اس کی قدرت نہیں دی جائے گی، لہٰذا ضرورت کے وقت اس کے مذکورہ امور کو قبول کرلیا جائے گا۔

اور امام مالک رحمہ اللہ نے اہلِ بدعت مثلاً قدریہ اور رافضہ وغیرہ کی شہادت کے قبول نہ ہونے کی تصریح کی ہے، اگرچہ وہ ہماری طرح نماز پڑھیں، اور ہمارے قبلے کا استقبال کریں۔

لخمی نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ان کے فسق کی بنا پر ہے، اگرچہ وہ غلط تاویل کی وجہ سے ہو، پس جب یہ صورتِ حال ہے، تو امام مالک نے قدریہ کی شہادت کو رَد کر دیا ہے، اور خوارج کی طرح قرآن کی تاویل کی وجہ سے ان کی تغلیط کی ہے، تو وہ جہمیہ جن کو بہت سے سلف نے بہتر فرقوں سے خارج قرار دے دیا ہے، ان کے بارے میں کیا گمان کیا جا سکتا ہے؟

اور اس بنا پر جب لوگ تمام کے تمام، یا اقلِ قلیل کے علاوہ اکثر، فاسق ہوں، تو ان کی گواہی ایک دوسرے کے لیے قبول کرلی جائے گی، اور ایک دوسرے جیسے فساق کی شہادت پر فیصلہ کر دیا جائے گا، یہی درست بات ہے، جس پر عمل جاری ہے، اگرچہ اکثر فقہاء نے اپنی زبان سے اس کا انکار کیا ہے، جیسا کہ فاسق کی ولایت اور اس کے احکام نافذ ہونے کی صحت پر عمل جاری ہے، اگرچہ فقہاء نے اپنی زبان سے اس کا انکار کیا ہے (الطرق الحکمیة)

امام ابو حنیفہ کا حوالہ

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد، امام محمد رحمہ اللہ نے ’’کتابُ الاصل‘‘ میں فرمایا کہ:

’’امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ اہلِ اھواء کی گواہی جائز ہے، جبکہ وہ گواہی میں تہمت زدہ نہ ہوں، یہی قول امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے۔

اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ میں نے ابنِ ابی لیلی سے سنا کہ اہلِ اھواء کی گواہی جائز ہے، سوائے ’’خطابیہ‘‘ کے، جو رافضیوں کی ایک جماعت ہے، کیونکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے دعویٰ کی تصدیق کرتے ہیں، اور ان کے لیے گواہی دیتے ہیں‘‘۔ انتھٰی۔ [1]

شمس الائمہ سرخسی کا حوالہ

شمس الائمہ سرخسی نے مذکورہ مسئلہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

’’اہلِ اھواء کی گواہی جائز ہے، ہمارے تمام اصحاب کا یہی مذہب ہے۔

---

[1] وقال أبو حنيفة؛ شهادة أصحاب الأهواء جائزة إذا كانوا غير متهمين فى الشهادة .وكذلك قال أبو يوسف ومحمد .

وقال أبو يوسف ومحمد :إنما الأهواء فتيا أفتى بها رجل، فلا ينبغى أن تبطل شهادته إن أخطأ فى فتياه إنما عظم قوم الذنوب حتى جعلوها كفرا فأخطأوا .وهذا منهم فتيا .فلا تبطل شهادتهم بذلك .وشك قوم فى الدين فقالوا :لا نقر أنا مؤمنين، فلا تبطل شهادتهم لضعف رأيهم هذا .ألا ترى أن أعظم الذنوب بعد الكفر القتل .ثم دماء أصحاب محمد -صلى الله عليه وسلم -أعظم الدماء .فقد قتل بعضهم بعضا .أرأيت لو شهدت عائشة عند على بن أبى طالب أو شهد عنده سعد بن أبى وقاص وعبد الله بن عمر وقد تخلفوا عنه أما كان يجيز شهادتهم .فأى اختلاف أعظم مما كان بين هؤلاء .

وقال أبو يوسف :سمعت ابن أبى ليلى يقول :شهادة أهل الأهواء جائزة، إنما دخلوا فى الأهواء لشدة المبالغة فى الدين، إلا الخطابية، وهم صنف من الرافضة، فإنه بلغنى أن بعضهم يصدق بعضا بما يدعى ويشهد له به(كتاب الأَصْل،ج١٠،ص٤٧٧،٤٧٨، كتاب الحوالة والكفالة ،باب الشهادة فى الدين)

اور امام شافعی نے فرمایا کہ اہلِ اھواء کی گواہی جائز نہیں، اور بعض فقہاء نے کفریہ بدعت والوں کی گواہی، اور غیر کفریہ بدعت والوں کی گواہی میں فرق کیا ہے، اس لیے کہ وہ فاسق ہیں، اور فاسق کی گواہی معتبر نہیں، اور عقیدے کا فسق، عملی فسق سے زیادہ سخت ہے۔

البتہ رافضیہ کے فرقہ ''خطابیہ'' کی گواہی اس لیے قبول نہیں کی جائے گی کہ وہ ایک دوسرے کے لیے جھوٹی گواہی کے قائل ہیں، لہٰذا ان کی گواہی میں جھوٹ کی تہمت پائی جاتی ہے'' ۔انتھٰی۔ [1]

علامہ ابنِ ہمام کا حوالہ

علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے ''الهداية'' کی شرح ''فتحُ القدير'' میں فرمایا کہ:

---

[1] وقال أبو حنيفة وابن أبى ليلى رحمهما الله شهادة أصحاب الأهواء جائزة وهو مذهب جميع أصحابنا -رحمهم الله -.

وقال الشافعي -رحمه الله -لا تقبل شهادة أهل الأهواء ومنهم من يفصل بين من يكفر فى هواه وبين من لا يكفر فى هواه؛ لأنهم فسقة ولا شهادة للفاسق والفسق من حيث الاعتقاد أغلظ من الفسق من حيث التعاطى.

(ألا ترى) أن أخبار أهل الأهواء فى الديانات لا يقبل وهو أوسع من الشهادة فلأن لا تقبل شهادتهم أولى، وفى الكتاب استدل بما كان من الفتنة بين الصحابة -رضى الله عنهم -فإنهم اختلفوا واقتتلوا وقتل بعضهم بعضا ولا شك أن شهادة بعضهم على بعض كانت جائزة مقبولة، وليس بين أصحاب الأهواء من الاختلاف أشد مما كان بينهم من القتال، وفى موضع آخر علل فقال إنهم لتعمق فى الذين ضلوا عن سواء السبيل ووقعوا فى الهوى، وذلك لا يلحق تهمة الكذب بهم فى الشهادة فمن أهل الأهواء من يعظم الذنب حتى يجعله كفرا فلا يتهم باعتبار هذه الاعتقاد أن يشهد بالكذب ومنهم من يقول بالفسق يخرج من الإيمان فاعتقاده هذا يحمله على التحرز عن الكذب الموجب لفسقه، وقد بينا أن شهادة الفاسق إنما لا تقبل لتهمة الكذب والفسق من حيث الاعتقاد لا يدل على ذلك فهو نظير شرب المثلث معتقدا إباحته أو يتناول متروك التسمية عمدا معتقدا إباحة ذلك فإنه لا يصير به مردود الشهادة إلا الخطابية من أهل الأهواء وهم صنف من الروافض يستجبرون أن يشهدوا للمدعى إذا حلف عندهم أنه محق ويقولون المسلم لا يحلف كاذبا فاعتقاده هذا يمكن تهمة الكذب فى شهادته(المبسوط،لشمس الأئمة السرخسى،ج١٦،ص١٣٢،١٣٣، كتاب الشهادات،باب من لا تجوز شهادته)

ابنِ منذر نے فرمایا کہ اہلِ بدعت وخوارج کی تکفیر کا صرف بعض اہلِ حدیث نے حکم لگایا ہے، اوران سے کسی کی موافقت ہمارے علم میں نہیں۔
جس سے معلوم ہوا کہ فقہائے کرام کا اہلِ بدعت کی عدمِ تکفیر پر اجماع ہے۔
پھر علامہ ابنِ ہمام نے محیط کے حوالہ سے ایک قول تکفیر کا نقل کر کے ابنِ منذر کے قول کو ترجیح دی ہے، پھر فرمایا کہ اہلِ بدعت وخوارج کی تکفیر صرف بعض اہلِ مذاہب کے اصحاب سے مروی ہے، مجتہدینِ فقہاء سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، اور غیر فقہاء کے قول کا اعتبار نہیں۔ [1]

علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے ''الهداية'' کی شرح ''فتح القدير'' میں فرمایا کہ:

واعلم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء مع ما ثبت عن أبى حنيفة والشافعى -رحمهم الله -من عدم تكفير أهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله أن ذلك المعتقد نفسه كفر، فالقائل به قائل بما هو كفر، وإن لم يكفر بناء على كون قوله ذلك عن استفراغ وسعه مجتهدا فى طلب الحق لكن جزمهم ببطلان الصلاة خلفه لا يصحح هذا الجمع، اللهم إلا أن يراد بعدم الجواز خلفهم عدم الحل :أى عدم حل أن يفعل، وهو لا ينافى الصحة وإلا فهو مشكل، والله سبحانه أعلم (فتح القدير، ج ١، ص ٣٥١، كتاب الصلاة، باب الإمامة)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہئے کہ ہم نے جو اہل بدعت کے کفر کا حکم ذکر کیا،

---

[1] قال ابن المنذر: ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء .وذكر فى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع، وبعضهم يكفرون بعض أهل البدع وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت، نعم يقع فى كلام أهل المذاهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا، وابن المنذر أعرف بنقل مذاهب المجتهدين، وما ذكره محمد بن الحسن فى أول الباب من حديث كثير الحضرمى يدل على عدم تكفير الخوارج(فتح القدير، ج٦ ص ١٠٠، كتاب السير، باب البغاة)

www.idaraghufran.org

باوجود یکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ سے اہلِ قبلہ، تمام مبتدعین کی عدمِ تکفیر کا ثبوت پایا جاتا ہے، اس کا محمل یہ ہے کہ یہ عقیدہ فی نفسہٖ کفر ہے، پس اس عقیدے کا قائل دراصل کفریہ بات کا قائل ہے، اگرچہ اس کو کافر قرار نہ دیا جائے گا، جو اس بات پر مبنی ہے کہ اس نے اپنی حسبِ وسعت طلبِ حق میں اجتہاد کیا ہے، لیکن اس کے پیچھے نماز کے بطلان کا یقینی حکم لگانا، صحیح نہیں ہے، البتہ اگر ان کی اقتداء کے عدمِ جواز سے حلال نہ ہونا، یعنی اس فعل کے کرنے کو حلال نہ ہونا مراد لیا جائے، تو پھر بات صحیح ہے، اور یہ نماز صحیح ہونے کے منافی نہیں ہے، ورنہ تو یہ بات مشکل ہے، واللہ سبحانہ اعلم (فتح القدیر)

علامہ ابنِ ہمام نے ''فتحُ القدیر'' میں ایک اور مقام پر تمام اہلِ ھویٰ کو، اہلِ اسلام کا حکم دیا ہے، اور ان کی گواہی قبول ہونے کا حکم دیا ہے، سوائے رافضیوں کے خطابیہ فرقے کے، اور اس فرقہ کی گواہی قبول نہ ہونے کی وجہ بھی مخصوص فسق بیان کی ہے، نہ کہ کفر۔ [1]

اس کے علاوہ علامہ ابنِ ہمام نے ''فتح القدیر'' میں ایک اور مقام پر صحابہ اور تابعین اور دیگر سلف پر سب وشتم کا اظہار کرنے والے کی گواہی قبول نہ ہونے اور اس عمل کے فسق ہونے پر کلام کیا ہے۔ اور روافض کے خطابیہ فرقہ کی گواہی کے قبول نہ ہونے کی وجہ تہمتِ کذب کی بیان کی ہے۔ [2]

---

[1] وجميع أهل الأهواء بعد كونهم من أهل القبلة، حكم وقفهم ووصاياهم حكم أهل الإسلام؛ ألا ترى إلى قبول شهاداتهم على المسلمين فهذا حكم بإسلامهم.
وأما الخطابية فإنما لم يقبلوا؛ لأنه قيل إنهم يشهد بعضهم لبعض بالزور على من خالفهم .وقيل لأنهم يتدينون صدق المدعى إذا حلف أنه محق(فتح القدير، ج٦،ص ٢٠١، كتاب الوقف)

[2] (قوله ولا من يظهر سب السلف) كالصحابة والتابعين، ومنهم أبو حنيفة -رحمه الله -، وكذا العلماء .ونص أبو يوسف على عدم قبوله، قال :لأنه إذا أظهر سب واحد من المسلمين تسقط عدالته، فإذا أظهر في واحد من الصحابة كيف يكون مقبولا، وقيد بالإظهار لأنه لو اعتقده ولم يظهر فهو على عدالته تقبل شهادته، ولذا قال أبو يوسف من رواية ابن سماعة :لا أقبل شهادة من يشتم أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -، وأقبل شهادة من يتبرأ منهم، لأن إظهار الشتيمة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے ''الهداية'' کی شرح ''فتحُ القدير'' میں فرمایا کہ:

ابنِ منذر نے فرمایا کہ اہلِ بدعت وخوارج کی تکفیر کا صرف بعض اہلِ حدیث نے حکم لگایا ہے، اوران سے کسی کی موافقت ہمارے علم میں نہیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ فقہائے کرام کا اہلِ بدعت کی عدمِ تکفیر پر اجماع ہے۔

پھر علامہ ابنِ ہمام نے محیط کے حوالہ سے ایک قول تکفیر کا نقل کر کے ابنِ منذر کے قول کو ترجیح دی ہے، پھر فرمایا کہ اہلِ بدعت وخوارج کی تکفیر صرف بعض اہلِ مذاہب کے اصحاب سے مروی ہے، مجتہدینِ فقہاء سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، اور غیر فقہاء کے قول کا اعتبار نہیں۔ [1]

امیر بادشاہ حنفی کا حوالہ

امیر بادشاہ حنفی نے علامہ ابنِ ہمام کی ''التحرير'' کی شرح ''تيسير التحرير'' میں فرمایا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مجونة وسفه ولا يأتى به إلا الأوضاع والأسقاط، وشهادة السخيف لا تقبل، ولا كذلك المتبرء لأنه يعتقده دينا مرضيا عند الله وإن كان على باطل فالحاصل أنه من أهل الأهواء وشهادة أهل الأهواء جائزة.

(قوله وتقبل شهادة أهل الأهواء) كلهم من المعتزلة والقدرية والخوارج.

وسائرهم تقبل شهادتهم على مثلهم وعلى أهل السنة، إلا الخطابية وهم طائفة من الروافض لا لخصوص بدعتهم وهواهم بل لتهمة الكذب، لما نقل عنهم أنهم يشهدون لمن حلف لهم أنه محق أو يرون وجوب الشهادة لمن كان على رأيهم، وهو الذى ذكره المصنف، فمنع قبول شهادتهم لشيعتهم لذلك ولغير شيعتهم للأمر الأول .وما نقله المصنف عن الشافعى هو قول مالك وأبى حامد من الشافعية .وأما قول الشافعى فكقولنا بلا اختلاف(فتح القدير، ج٧، ص٤١٥، ٤١٦، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل)

[1] قال ابن المنذر: ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء .وذكر فى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع، وبعضهم يكفرون بعض أهل البدع وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت، نعم يقع فى كلام أهل المذاهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا، وابن المنذر أعرف بنقل مذاهب المجتهدين، وما ذكره محمد بن الحسن فى أول الباب من حديث كثير الحضرمى يدل على عدم تكفير الخوارج(فتح القدير، ج٦ ص١٠٠، كتاب السير، باب البغاة)

www.idaraghufran.org

’’رافضیوں کے خطابیہ فرقہ کی گواہی قبول نہ ہونے کی وجہ، ان کا کافر ہونا نہیں ہے، بلکہ کذب ہے‘‘ انتہٰی۔ [1]

فقہ حنفی میں اس طرح کی عبارات کی کمی نہیں، جن میں خوارج اور روافض وغیرہ کو اہلِ بدعت میں شمار کیا گیا ہے، اور ان کی گواہی قبول ہونے نہ ہونے پر کلام کیا گیا ہے، اور ان پر واضح طور پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا۔

---

[1] (وعدمه) أى عدم قبول الشهادة (فى الخطابية) من الرافضة (ليس له) أى لكفرهم بل لتدينهم الكذب فيها لمن كان على رأيهم أو حلف أنه محق (وإذ كانوا) أى المبتدعة (كذلك) أى غير كفار (وجب علينا مناظرتهم) لإزالة الشبهة التى أوقعتهم فى تلك البدعة وإظهارا للصواب) .وأورد) على نفى تكفيرهم بطريق المعارضة: يعنى إن كان لكم دليل يدل على عدم تكفيرهم فعندنا دليل يدل على كفرهم، وهو قولنا (استباحة المعصية كفر) فنائب الفاعل فى أورد هذه الجملة بتأويل هذا القول) .وأجيب) عن الإيراد بأن استباحة المعصية كفر (إذا كان ذلك عن مكابرة وعدم دليل، بخلاف ما) إذا كان (عن دليل شرعى) أى مأخوذ من الشرع احترازا عما إذا لم يكن شرعيا كالأدلة الشرعية الحكمية فإنه إذا كان لهم دليل شرعى يدل بزعمهم على أن ما ذهبوا إليه حق يجب اتباعه لا يقال حينئذ أنهم استباحوا معصية فإن قلت فينبغى حينئذ أن يفسقوا بذلك أيضا لأنهم اجتهدوا فآل اجتهادهم إلى ذلك قلت شبهتهم تصلح لدرء الكفر، لا لدرء الفسق، لأن الشارع أمرنا بعدم تكفير أهل القبلة، لا بعدم تفسيقهم إذا كان ما يدل على خلافهم من الكتاب والسنة واضح الدلالة (والمبتدع مخطء فى تمسكه) بما كان يزعم أنه دليل له من الكتاب والسنة لعدم إصابته حكم الله تعالى فى اجتهاده، فإن حكم الله فيما يتعلق بالاعتقاد واحد باتفاق المخطئة والمصوبة (لا مكابر) ومعاند، لأن المكابرة إنما تكون عند العلم بخلاف ما يدعيه (والله تعالى أعلم بسرائر عباده) فيجازيهم بموجبها .قال المصنف فى المسايرة: لا خلاف فى تكفير المخالف فى ضروريات الإسلام من حدوث العالم وحشر الأجساد ونفى العلم بالجزئيات وإن كان من أهل القبلة المواظب طول العمر على الطاعات انتهى .

وقال الشيخ عز الدين بن عبد السلام رجع الأشعرى عند موته عن تكفير أهل القبلة، لأن الجهل بالصفات ليس جهلا بالموصوفات انتهى .

وذهب الإمام الرازى والشيخ المذكور أن من يلزمه الكفر ولم يقل به فليس بكافر، فعلى هذا لا تكفر المجسمة، وإن لزم عليهم إثبات النقص، تعالى شأنه عما يقولون لأنهم لم يقولوا به(تيسير التحرير ،لمحمد أمين المعروف بأمير بادشاه، ج۴ص۲۱۸، ۲۱۹، المقالة الثالثة فى الاجتهاد وما يتبعه من التقليد والإفتاء، تتمة)

Idara Ghufran

’’الھدایۃ‘‘ کی شرح ’’البنایۃ‘‘ کا حوالہ

’’الھدایۃ‘‘ کی شرح ’’البنایۃ‘‘ میں ہے کہ:

’’اہلِ ہواء، یعنی اہلِ بدعت کی گواہی قبول کی جائے گی، جیسا کہ خارجی اور رافضی وغیرہ کی، اور ’’اہلِ بدعت‘‘ کا ’’اھلِ ھواء‘‘ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ بغیر دلیلِ شرعی یا عقلی کے اپنے نفس کی محبوب ومرغوب چیزوں کی طرف مائل ہوتے ہیں، اور نفس کو خواہش محبوب ومرغوب ہے۔

پھر ذخیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’اھلِ ھواء‘‘ کی گواہی اس صورت میں قبول کی جائے گی، جب کوئی صاحبِ بدعت، کافر نہ ہو، اور وہ اپنے قول میں عادل ہو‘‘۔ [1]

’’حاشیۃُ الشلبی‘‘ کا حوالہ

’’تبیینُ الحقائق‘‘ کے ’’حاشیۃُ الشلبی‘‘ میں بھی اسی کو اختیار کیا گیا ہے، جو ’’الھدایۃ‘‘ کی شرح ’’البنایۃ‘‘ وغیرہ کے حوالہ سے گزرا کہ ’’اھلِ ھواء‘‘ سے مراد، اہلِ بدعت ہیں۔ [2]

---

[1] م: (وتقبل شهادة أهل الأهواء) ش: أى أصحاب البدع كالخارجى والرافضى، والجبرى والقدرى، والمشبه، والمعطل وسمى أهل البدع أهل الأهواء لميلانهم إلى محبوب نفوسهم بلا دليل شرعى، أو عقلى، والهوى محبوب النفس من هوى الشىء إذا أحبه، وفى "الذخيرة" "تقبل شهادته إذا كان هوى لا يكفر به صاحبه، ولا يكون شاحنا، ويكون عدلا فى تعاطيه، وهو الصحيح، وأصول أهل الأهواء ستة الجبر والقدر والرفض والخروج والشيعة، والتعطيل، وكل واحد يصير اثنى عشر فرقة، فتبلغ إلى اثنين وسبعين فرقة(البناية شرح الهداية، ج٩ ص ١٥١، كتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل شهادته، شهادة اهل الهواء)

[2] (قوله: فى المتن وأهل الأهواء) قال الأتقانى أراد بأهل الأهواء أصحاب البدع كالخارجى والرافضى الجبرى والقدرى والمشبه والمعطل ويسمى أهل البدع أهل الأهواء لميلهم إلى محبوب أنفسهم بلا دليل شرعى أو عقلى فالهوى محبوب النفس من هوى الشىء إذا أحبه وقد مر فى التبيين فى باب أقسام السنة اهـ (حاشية الشلبى علىٰ تبيين الحقائق، ج٤ص ٢٢٣، كتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل)

www.idaraghufran.org

’’ردُّ المحتار ‘‘ کا حوالہ

’’ردُّ المحتار ‘‘میں اہلِ بدعت کے گمراہ ہونے پر ائمہ کے اجماع کو نقل کر کے اسی کو راجح قرار دیا گیا ہے، جو علامہ ابنِ ہمام کے حوالے سے گزرا۔ [1]

علامہ ابنِ عابدین شامی نے ’’ردُّ المحتار ‘‘میں فرمایا کہ:

دعوى علم الغيب معارضة لنص القرآن فيكفر بها، إلا إذا أسند ذلك صريحا أو دلالة إلى سبب من الله تعالى كوحي أو إلهام، وكذا لو أسنده إلى أمارة عادية يجعل الله تعالى(رد المحتار على الدر المختار، ج۴،ص ۲۴۳، كتاب الجهاد،باب المرتد)

---

[1] اتفق الأئمة على تضليل أهل البدع أجمع وتخطئتهم وسب أحد من الصحابة وبغضه لا يكون كفرا، لكن يضلل إلخ .وذكر فى فتح القدير أن الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويكفرون الصحابة حكمهم عند جمهور الفقهاء وأهل الحديث حكم البغاة .وذهب بعض أهل الحديث إلى أنهم مرتدون .قال ابن المنذر :ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء .وذكر فى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع. وبعضهم يكفرون البعض، وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل كلام المجتهدين، نعم يقع فى كلام أهل المذهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا اهـ ومما يزيد ذلك وضوحا ما صرحوا به فى كتبهم متونا وشروحا من قولهم :ولا تقبل شهادة من يظهر سب السلف وتقبل شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية(رد المحتار على الدر المختار، ج۴،ص۲۳۷، كتاب الجهاد،باب المرتد)

وحكم الخوارج عند جمهور الفقهاء والمحدثين حكم البغاة .وذهب بعض المحدثين إلى كفرهم . قال ابن المنذر :ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء .مطلب فى عدم تكفير الخوارج وأهل البدع.

وقد ذكر فى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع .وبعضهم يكفر من خالف منهم ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة والنقل الأول أثبت نعم يقع فى كلام أهل مذهب تكفير كثير، لكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم .

مطلب لا عبرة بغير الفقهاء يعنى المجتهدين.ولا عبرة بغير الفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا وابن المنذر أعرف بنقل مذاهب المجتهدين(رد المحتار على الدر المختار، ج۴،ص ۲۶۲، ۲۶۳ ، كتاب الجهاد،باب المرتد)

Idara Ghufran

ترجمہ: علمِ غیب کا دعویٰ نصِ قرآن کے مخالف ہے، جس کی وجہ سے کافر قرار دیا جائے گا، لیکن جب صراحتاً، یا دلالتاً اس کی نسبت، اللہ تعالیٰ کی جانب سے، کسی سبب کی طرف کرے، جیسا کہ وحی، یا الہام کے سبب سے، اور اسی طریقے سے اگر اُس کی نسبت ایسی عادی علامت کی طرف کرے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا ہو (ردُّ المحتار)

اس سے معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کے لیے علمِ غیب کا دعویٰ، کفر ہے، لیکن جو اہلِ بدعت، کسی نبی یا ولی کی طرف وحی، یا الہام، یا کسی اور اللہ کی اختیار کردہ علامت کے سبب سے، اس کے لیے علمِ غیب کا دعویٰ کرتے ہیں، تو پھر اس کو نصِ قرآن کے مخالف قرار دے کر، کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، کیونکہ یہاں دلیلِ شرعی کا شبہ واقع ہوا ہے، البتہ اس میں اُن کو خطاء کار قرار دیا جائے گا۔

’’منحةُ الخالق‘‘ کا حوالہ

اور علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ’’البحر الرائق‘‘ کی شرح ’’منحةُ الخالق‘‘ میں اس مسئلے کی عمدہ تحقیق فرمائی ہے، جس کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں:

قال العلامة إبراهيم الحلبي في باب الإمامة من شرح المنية والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئا على خلاف ما يعتقده أهل السنة والجماعة وإنما يجوز الاقتداء به مع الكراهة إذا لم يكن ما يعتقده يؤدي إلى الكفر عند أهل السنة أما لو كان مؤديا إلى الكفر فلا يجوز أصلا كالغلاة من الروافض الذين يدعون الألوهية لعلي أو أن النبوة له فغلط جبريل ونحو ذلك مما هو كفر وكذا من

يقذف الصديقة أو ينكر صحبة الصديق أو خلافته أو يسب الشيخين وكالجهمية والقدرية والمشبهة القائلين بأنه تعالى جسم كالأجسام ومن ينكر الشفاعة أو الرؤية أو عذاب القبر أو الكرام الكاتبين.

أما من يفضل عليا فحسب فهو مبتدع من المبتدعة الذين يجوز الاقتداء بهم مع الكراهة وكذا من يقول أنه تعالى جسم لا كالأجسام ومن قال أنه تعالى لا يرى لجلاله وعظمته.

واعلم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء ونحوهم مع ما ثبت عن أبى حنيفة والشافعى من عمد تكفير أهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله أن ذلك المعتقد نفسه كفر فالقائل به قائل بما هو كفر وإن لم يكفر بناء على كون قوله ذلك عن استفراغ وسعه مجتهدا فى طلب الحق.

لكن جزمهم ببطلان الصلاة خلفهم لا يصحح هذا الجمع. اللهم إلا أن يراد بعدم الجواز عدم الحل مع الصحة وإلا فهو مشكل هكذا ذكره الشيخ كمال الدين بن الهمام .

وعلى هذا يجب أن يحمل المنقول على ما عدا غلاة الروافض ومن ضاهاهم فإن أمثالهم لم يحصل منهم بذل وسع فى الاجتهاد فإن من يقول بأن عليا هو الإله أو بأن جبريل غلط ونحو ذلك من السخف إنما هو متبع محض الهوى وهو أسوأ حالا ممن قال (ما نعبدهم إلا ليقربونا إلى الله زلفى)فلا يتأتى من مثل الإمامين العظيمين أن لا يحكما بأنهم من أكفر الكفرة.

Idara Ghufran

وإنـمـا كـلامهـمـا فى مثل من له شبهة فيما ذهب إليه وإن كان ما ذهـب إليـه عند التحقيق فى حد ذاته كفرا كمنكر الرؤية وعذاب القبر نـحو ذلك فإن فيـه إنكـار حـكـم النصوص المشهورة والإجماع .

إلا أن لهـم شبهة قيـاس الغائب على الشاهد ونحو ذلك مما علم فـى الـكـلام وكمنكر خلافة الشيخين والساب لهما فإن فيه إنكار حـكم الإجماع القطعى إلا أنهم ينكرون حجية الإجماع بإتهامهم الـصـحـابة فـكان لهم شبهة فى الجملة وإن كانت ظاهرة البطلان بـالنظر إلى الدليل فبسبب تلك الشبهة التى أدى إليها اجتهادهم لـم يـحـكم بكفرهم مع أن معتقدهم كفر احتياطا بخلاف مثل من ذكـرنا من الغلاة فتأمل (مـنـحةُ الـخالق على هامش البحر الرائق، ج۵ص ۱۵۱، كتاب السير، باب البغاة)

ترجمہ: علامہ ابراہیم حلبی نے ''شـرحُ المنية'' کے ''بـابُ الامامة'' میں فرمایا کہ اور مبتـدع (کی اقتداء میں نماز کے مکروہ ہونے) سے مراد، وہ شخص ہے، جو اہلُ السنۃ والجماعۃ کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو، اور اس کی اقتداء میں کراہت کے ساتھ نماز اسی صورت میں جائز ہے، جبکہ وہ ایسا عقیدہ نہ رکھے، جو اہلُ السنۃ کے نزدیک کفر تک پہنچاتا ہو، لیکن اگر وہ عقیدہ کفر تک پہنچانے والا ہو، تو پھر نماز بالکل بھی جائز نہیں، جیسا کہ ان غالی رافضیوں کا معاملہ ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے الوہیت کا دعویٰ کرتے ہیں، یا یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نبوت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے تھی، پس جبریل سے اس میں غلطی ہوگئی، اور اس جیسا کوئی اور کفریہ عقیدہ رکھتے ہیں، اور اسی طریقے سے جو شخص صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر

زنا کی تہمت لگاتا ہو، یا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت، یا خلافت کا منکر ہو، یا شیخین کو سب وشتم کرتا ہو، اور جیسا کہ ''جھمیة'' اور ''قدریة'' اور ''مشبھة''، جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ، دوسرے اجسام کی طرح کا جسم ہے، اور جو شخص شفاعت، یا رؤیت باری تعالیٰ، یا عذابِ قبر، یا کرامِ کاتبین کا انکار کرتا ہو۔

لیکن جو شخص صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا قائل ہو، تو وہ دوسرے بدعتیوں کی طرح کا ایک ایسا بدعتی ہے، جن کی اقتداء میں کراہت کے ساتھ نماز جائز ہے، اور اسی طریقے سے اس شخص کی اقتداء میں بھی نماز مکروہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے لیے جسم کا تو قائل ہے، لیکن دوسرے اجسام کی طرح کے جسم کا قائل نہیں، اور اسی طریقے سے جو شخص اس بات کا قائل ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے جلال اور عظمت کی وجہ سے دیکھا نہیں جاسکتا۔

(علامہ حلبی کی مذکورہ عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ شامی فرماتے ہیں کہ) اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ جن اہلِ ہواء وغیرہ کے کفر کا ذکر کیا گیا، باوجودیکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ سے، جن اہلِ قبلہ مبتدعین کی تکفیر کا حکم مروی ہے، ان سب کا محمل یہ ہے کہ اس طرح کا عقیدہ رکھنا بذاتِ خود کفر ہے، لہٰذا اس کا قائل اس چیز کا قائل ہے، جو کہ کفر ہے، اگرچہ اس کو اس وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا کہ اس کا یہ قول طلبِ حق میں بقدرِ وسعت اجتہاد و کوشش کرنے کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے۔

لیکن ان کی اقتداء میں نماز کو باطل قرار دینا، اس جمع و تطبیق کو صحیح قرار نہیں دیتا، مگر اس صورت میں کہ یہ کہا جائے کہ عدمِ جواز سے مراد صحیح ہونے کے ساتھ حلال نہ ہونا ہے، ورنہ تو اس کا جمع کرنا مشکل ہے، اسی طرح سے شیخ کمالُ الدین ابنِ ہمام نے ذکر کیا ہے۔

www.idaraghufran.org

اور مذکورہ تفصیل کی بنا پر اجتہاد میں کوشش کو صَرف کرنے کی جو بات منقول ہے، وہ غالی رافضیوں اور ان جیسے لوگوں کے علاوہ پر محمول ہوگی، کیونکہ جو شخص یہ بات کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ''اللہ'' ہیں، یا جبریل سے وحی میں غلطی ہوئی، اور اس کے مثل دوسری بے ہودہ بات کہتا ہے، تو وہ محض خواہش کی اتباع کرنے والا ہے، اور یہ اس سے بھی زیادہ بری حالت والا ہے، جس نے یہ کہا کہ ''**ما نعبدهم إلا ليقربونا إلى الله زلفٰى** ''تو اس جیسے شخص کے بارے میں دو عظیم اماموں (امام ابو حنیفہ اور امام شافعی) کی یہ بات ثابت نہیں ہوسکتی کہ وہ یہ حکم نہ لگائیں کہ یہ کفر میں عظیم تر کفر ہے۔

اور ان دونوں (امام ابو حنیفہ اور امام شافعی) کا کلام تو اس جیسے شخص کے بارے میں ہے، جس کے قول میں شبہ ہو، اگرچہ تحقیق کے نتیجے میں بذاتِ خود اس کا قول کفر ہو، جیسا کہ رؤیتِ باری تعالیٰ اور عذابِ قبر وغیرہ کا منکر، کہ اس میں مشہور نصوص اور اجماع کے حکم کا انکار ہے۔

لیکن اس میں غائب کے شاہد پر قیاس کرنے، اور اسی طرح کا شبہ ہے، جیسا کہ علمِ کلام میں یہ بات معلوم ہے، اور جیسا کہ شیخین کی خلافت کا منکر اور ان کو سب وشتم کرنے والا، کیونکہ اس میں اجماعِ قطعی کے حکم کا انکار ہے، لیکن یہ لوگ چونکہ اجماع کی حجیت کا انکار کرتے ہیں، صحابہ کو تہمت لگانے کی وجہ سے، تو ان کے لیے فی الجملہ شبہ پیدا ہوگیا، اگرچہ وہ دلیل میں غور کرنے سے ظاہری طور پر باطل ہے، پس اس شبہے کی وجہ سے، جس کی طرف ان کے اجتہاد نے پہنچایا، ان کے کفر کا احتیاطاً حکم نہیں لگایا گیا، باوجودیکہ ان کا عقیدہ کفر ہے، بخلاف اُن لوگوں کے مثل، جن کا ہم نے ذکر کیا، مثلاً غالی لوگوں کے، پس اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں (منحۃُ الخالق)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ علامہ ابراہیم حلبی کے نزدیک سابِّ شیخین کافر ہے، لیکن علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ، اور دیگر محققین نے ''سابِّ شیخین '' وغیرہ کو کافر قرار دینے کی تردید کی ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنے دوسرے مضمون میں بیان کر دی ہے۔

بہرحال علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جو لوگ ایسا صریح کفریہ وشرکیہ عقیدہ رکھتے ہوں، جس میں شبہ نہ پایا جاتا ہو، اوراس میں کوئی تاویل ممکن نہ ہو، جیسا کہ ''الوہیتِ علی'' اور ''غلطی وحی جبریل'' اور ''قذفِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا'' وغیرہ، اس کے باعثِ کفر ہونے میں تو شبہ نہیں، اور جو عقیدہ اس نوعیت کا نہ ہو، اس پر احتیاطاً کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اوراس کی اقتداء میں نماز کو ناجائز ومکروہ تحریمی، لیکن صحیح قرار دیا جائے گا، موجودہ دور کے اہلِ بدعت اور بریلویوں کا بھی یہی حکم ہے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

''شرح مسلمُ الثبوت'' کا حوالہ

''شرح مسلمُ الثبوت'' میں بھی اہلِ بدعت کی عدمِ تکفیر کو ترجیح دی ہے اور فرمایا کہ:

کفریہ قول وفعل سے التزامِ کفر لازم نہیں آتا، نیز اہلِ قبلہ کی تکفیر کی ممانعت احادیث میں وارد ہوئی ہے۔

اور اہل السنۃ والجماعۃ کے علاوہ دیگر فرقوں کو بدعتی ہونے کی وجہ سے عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے، لیکن عذابِ مخلد کا مستحق قرار نہیں دیا گیا۔

اور عدمِ تکفیر کا یہی قول جمہور فقہاء ومتکلمین کا ہے اور یہی حق وصواب ہے، اوراس میں صرف چند حضرات ہی کا اختلاف ہے۔

اور خوارج وغیرہ سے قتال، ان کے کفر کو مستلزم نہیں، بلکہ وہ ان کے بغاوت

کرنے پر مبنی ہے۔ [1]

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ جمہور متقدمین محققین نے ''اہلِ ھواء'' کو بدعتی قرار دیا ہے، اوران کی صریح تکفیر کا قول بعض متاخرین کا ہے، جو کہ راجح نہیں۔

اسی جمہور کے موقف کا تسلسل محققین مشائخِ دیوبند نے بھی جاری رکھا، اوراس کی بنا پر انہوں

---

[1] (وكجهل المبتدع مثل التنزيه بنفى الصفات) كما عن المعتزلة (و) التنزيه بنفى (الرؤية) كما عليه المعتزلة والروافض خذلهم الله تعالى (والتشبيه بالجسم) كما عليه بعض المجسمة (ونحو ذلک) كإنكار الشفاعة لأهل الكبائر وعليه الروافض والمعتزلة وتضلل أكثر أجلة الصحابة وعليه الروافض والخوارج (فان الكتاب والسنة الصحيحة) المتوارت المعنى (دالان دلالة واضحة قاطعة بحيث لا مساغ للامتراء فيه (على بطلانهما) بل بطلان كل عقائد اهل البدع لا شک فيه (لكن لا نكفره لتمسكه) أى المبتدع (بالقرآن أو الحديث أو العقل فى الجملة) فهم ملتزمون حقية كلام الله ورسوله وما أتى به اجمالا وهو الايمان وإنما وقعوا فيما وقعوا لتدينهم وتوهم الفاسد أنه الدين المحمدى وأما لزومهم تكذيب ما ثبت قطعا أنه دين محمدى فليس كفرا وإنما الكفر التزام ذلک (وللنهى عن تكفير أهل القبلة) بقوله صلى الله عليه وآله وأصحابه وسلم من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا وأكل ذبيحتنا فذلک المسلم الذى له ذمة الله ورسوله فلا تخفر واله فى ذمته رواه البخارى (وان دخلوا) أى كل الفرق (فى النار إلا واحدا) وهم المتبعون للصحابة بالنص فالروافض والخوارج أبعد من هذا وذلک لان هذا الجهل لما لم يكن عذر الزم التعذيب للاثم (لان عاقبتهم إلى الجنة) بعد المكث الطويل فى النار إن ماتوا على ملة الإسلام وان كان شائبة بغض أولياء الله من أكابر الصحابة أزالت عن الاعتقاد بالله ورسوله عند الموت وليس ببعيد فهم مخلدون أبدا فى النار (وعليه) أى على عدم التكفير (جمهور الفقهاء والمتكلمين وهو الحق) وفيه لم يوجد الخلاف بين أهل السنة إلا عن الإمام مالک فى تكفير الروافض وعن متأخرى مشايخنا (إلا من أنكر ضروريا) من الدين وكان بحيث لا مساغ للشبهة فى كون انكاره خروجا عن الدين كالأركان الأربعة وحقيقة القرآن،اعلم انى رأيت فى مجمع البيان تفسير بعض اشيعة انه ذهب بعض أصحابهم إلى أن القرآن العياذ بالله كان زائدا على هذا المكتوب المقروء قد ذهب بتقصير من الصحابة الجامعين العياذ بالله ولم يختر صاحب ذل التفسير هذا القول فمن قال بهذا القول فهو كافر لانكاره الضرورى فافهم (وكجهل الباغى وهو الخارج على الإمام الحق بتأويل فاسد) وهذا الجهل أيضاً لا يكون عذرا فيعذب فى الآخرة ويقتل فى الدنيا (ولم يكفره أحد من أهل الحق) منهم (قال) أمير المؤمنين (على) كرم الله وجهه ووجوه آله الكرام فيهم (اخوانا بغوا علينا) وقد قال الله تعالى وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا بينهما فان بغت احداهما على الأخرى فقاتلوا التى تبغى فسمى الله تعالى البغاة مؤمنين(فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، لابن نظام الدين الأنصارى، ج٢ص ٤٢١، ٤٢٢، خاتمة :الاجتهاد بذل الطاقة من الفقهيه، مسألة كل مجتهد فى المسئلة الاجتهادية مصيب عند القاضى، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الاولىٰ:2002ء)

نے اپنے زمانے کے اہلِ بریلوی کو "مبتدع" قرار دیا، لیکن ان کی تکفیر سے اجتناب کیا۔

اس سلسلے میں چند حوالہ جات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کا حوالہ

مشائخِ دیو بند کی اہم علمی وفقہی شخصیت، مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

افعالِ شرکیہ بعض ایسے ہیں کہ شرکِ محض ہیں، اور بعض ایسے ہیں کہ مشرک لوگ ان کو کرتے ہیں، اور تاویل ان میں ہوسکتی ہے، پس پہلی قسم کا فعل، جیسا سجدہ بت کو کرنا، زنار ڈالنا، ان امور سے تو مشرک ہوگیا، اور سب معاملات مشرکین کے اس کے ساتھ کرنا ہے، اور دوسری قسم کے افعال سے گناہِ کبیرہ ہوتا ہے، اس سے خروج عن الاسلام نہیں ہوتا، کیونکہ شرک بعض اصل شرک اور اعلیٰ درجہ کا ہے، اور بعض کم اسی واسطے "شرک دون شرک" کہتے ہیں، تو دوسرے درجے کے شرک حقیقتاً شرک نہیں، جیسا کہ قسم بغیر اللہ کو شرک فرمایا، اور ریا کو شرک فرمایا، لہٰذا یہ سب افعال چونکہ صورت میں شرک کے ہیں، ان کو شرک فرما دیا ہے، ان کے کرنے سے فاعل حقیقی مشرک نہیں ہوجاتا، فقہاء نے لکھا ہے کہ مسلم کے فعل میں اگر ننانوے (99) احتمال، کفر کے ہوں، اور ایک احتمال ایمان کا ہو، تو اس کو ایمان پر حمل کرنا اور مومن ہی کہنا چاہیے (فتاویٰ رشیدیہ مبوب بطرزِ جدید، ص۱۷۸، کتاب الایمان: ایمان اور کفر کے مسائل، مطبوعہ: عالمی مجلس تحفظِ اسلام، کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے بعض افعالِ شرک، جن میں تاویل ہوسکتی ہے، ان کو حقیقی شرک قرار نہیں دیا جائے گا، البتہ صورتاً شرک قرار دیا جائے گا، جیسا کہ غیر اللہ کی قسم کھانے کو احادیث میں شرک کہا گیا ہے، لیکن اس کو ظاہر پر رکھ کر حکم بیان نہیں کیا جاتا، اور اسی وجہ سے

اگر غیرُ اللہ کی قسم بنیتِ عبادت نہ ہو، تو اس کو شرکِ اکبر قرار نہیں دیا جاتا اور اسی واسطے فقہاء نے ''شرک دون شرک'' کی تقسیم کی ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کا دوسرا حوالہ

فتاویٰ رشیدیہ میں ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا وظیفہ'' کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

اس کا ورد کرنا بندہ جائز نہیں جانتا، اگرچہ شرک نہیں، لیکن مشابہ شرک ہے، اور بعض فعل، مشابہ بشرک ہوتے ہیں، اور صغیرہ ہوتے ہیں کہ شرک کلی مشکک ہے کہ اس کے افراد قلت و کثرتِ معصیت میں متفاوت ہیں، مثلاً قسم بغیراللہ تعالیٰ کو حدیث میں شرک فرمایا ہے، معہٰذا وہ گناہِ صغیرہ ہے، پس ورد اس کا مشابہ بشرک ہے کہ غیرُ اللہ تعالیٰ سے طلبِ حاجت ہے، مگر جو محض ان کلمات میں اثر جان کر پڑھتا ہے، وہ کافر و مشرک نہ ہوگا، اگرچہ معصیت سے خالی بھی نہ ہوگا، اور جو شیخ قدس سرہٗ کو متصرف بالذات اور عالمِ غیب بذاتِ خود جان کر پڑھے گا، وہ مشرک ہے، اور اس عقیدہ سے پڑھنا کہ شیخ کو حق تعالیٰ اطلاع کر دیتا ہے، اور باذنہٖ تعالیٰ شیخ حاجت براری کر دیتے ہیں، یہ بھی مشرک نہ ہوگا (باقی مومن کی نسبت بدظن ہونا بھی معصیت ہے) اور جلدی سے کسی کو کافر مشرک بتا دینا بھی غیر مناسب ہے، اور ایسے موہوم الفاظ کا پڑھنا بھی بے جا و معصیت ہے (فتاویٰ رشیدیہ مبوب بطرزِ جدید، ص ۲۰۹، کتاب الایمان: ایمان اور کفر کے مسائل، مطبوعہ: عالمی مجلس تحفظِ اسلام، کراچی)

مذکورہ عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ بعض اعمال وافعال کو شرک، اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ شرک کے مشابہ ہوتے ہیں، لہٰذا کسی مسلمان کی طرف سے ان کے ارتکاب پر صریح شرک وکفر کا حکم لگانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

Idara Ghufran

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا حوالہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ”ننانوے احتمالات کفر کے، اور ایک احتمال ایمان کا“ ہونے کے متعلق مذکور ہے کہ:

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر ننانوے باتیں کفر کی موجب پائی جاویں، تب بھی (کفر کا) فتویٰ نہ دیں گے، ننانوے تو بہت ہوتی ہیں، اگر ایک امر بھی موجبِ کفر یقینی پایا جاوے، تب بھی (کفر کا) فتویٰ دے دیں گے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ خود اس امر میں بہت سے احتمال ہیں، بعض احتمالات پر تو وہ موجبِ کفر ہے، اور وہ احتمالات ننانوے ہیں، اور بعض احتمال پر وہ موجبِ کفر نہیں، اور وہ ایک ہے، تو اس صورت میں اس امر کو محمول اسی احتمال پر کریں گے، جو موجبِ کفر نہیں، اور تکفیر سے احتیاط کریں گے (امداد الفتاویٰ مبوب، ج۴، ص۳۹۳، مسائلِ شتی، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع جدید: جولائی 2010ء)

مذکورہ عبارات سے احتمالِ کفر کی وجوہ کی حقیقت واضح ہوگئی۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا دوسرا حوالہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

جس شخص میں کفر کی کوئی وجہ قطعی ہوگی، کافر کہا جاوے گا، اور حدیثیں (جن میں ہماری طرح نماز پڑھنے، اور ہمارے قبلے کا استقبال کرنے، اور ہمارا ذبیحہ کھانے والے کو مسلمان کہا گیا ہے، وہ) اس شخص کے بارے میں ہیں، جس میں کوئی وجہ قطعی نہ ہو، اور اس مسئلہ کے یہ معنیٰ ہیں کہ اگر کوئی امرِ قولی، یا فعلی ایسا ہو کہ محتمل کفر وعدمِ کفر دونوں کو ہو، گو احتمالِ کفر غالب واکثر ہو، تب بھی تکفیر نہ کریں گے، نہ یہ

کہ تکفیرِ قطعی پر بھی تکفیر نہ کریں گے، کیونکہ کافر کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ اس میں تمام وجوہ، کفر کی جمع ہوں، ورنہ جن کا کفر منصوص ہے، وہ بھی کافر نہ ہوں گے (امداد الفتاویٰ مبوب، ج۵ص۳۹۱، کتاب العقائد والکلام، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: جولائی 2010ء)

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا تیسرا حوالہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ایک مقام پر ہے کہ:

(غیرُ اللہ کے لیے) ایسے خطابات میں تین مرتبے ہیں، اوّل ان کو متصرف بالاستقلال سمجھنا۔ یہ تو صریح شرک ہے۔

دوؔم متصرف بالاذن اوران خطابات پر مطلع بالمشیۃ سمجھنا۔ یہ شرک تو کسی حال میں نہیں، لیکن یہ کہ اس کا وقوع ہوتا ہے یا نہیں؟ اس میں اکابرِ امت مختلف ہیں ''**فمنھم المثبت ومنھم النافی**'' لیکن جو مثبت بھی ہیں، وہ یہ اجازت نہیں دیتے کہ بعید سے ندا کرو، اور نہ بعید سے دواماً سننے کی کوئی دلیل ہے، اور بلا دلیلِ شرعی ایسا اعتقاد رکھنا گو حقیقتاً شرک نہ ہو، مگر معصیت اور کذب حقیقتاً اور شرک صورتاً ہے۔

معصیت ہونے کی یہ دلیل ہے''**ولا تقف مالیس لک بہ علم**'' اور کذب ہونا، اس کی تعریف صادق آنے سے ظاہر ہے۔

اور شرک صورتاً اس لیے کہ اول اعتقاد والوں کے ساتھ عادت میں تشبہ ہے، اور اگر کسی بزرگ کی حکایت میں بطورِ کرامت کے ایسا امر منقول ہو، تو خرقِ عادت سے دوامِ عادت ثابت نہیں ہوتا، البتہ قبر پر جا کر مجاز کے مرتبہ سے ان سے

www.idaraghufran.org

استمداد، مثبتین کے نزدیک جائز ہے، جب کہ اور کوئی مفسدہ عارض نہ ہو جائے، والا فلا۔

سوم نہ تصرف کا اعتقاد ہے، نہ سماع کا، محض ذوق شوق میں مثل خطاب بادِصبا کے خطاب کرتا ہے، یہ نہ شرک ہے، نہ معصیت ہے، فی نفسہٖ جائز ہے، جب کہ الفاظ، خطاب کے حدِ شرعی کے اندر ہوں، اور کسی عامی کا اعتقاد فاسد نہ ہو جاوے، کیونکہ جس طرح خود معصیت سے بچنا فرض ہے، اسی طرح دوسرے مسلمانوں کو خصوصاً عوام کو بچانا فرض ہے، پس جہاں عوام کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہو، وہاں اجازت نہ ہوگی۔

جب یہ تفصیل سمجھ میں آ گئی، تو اس سے اکابر کے اقوال کے معنیٰ بھی متعین ہو گئے، اور قائل کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔

اور جو شخص شرک کہتا ہے، اگر وہ مرتبۂ جائز کو کہتا ہے، تو غلطی ہے، توبہ واجب ہے۔ اور اگر ناجائز مرتبہ کو کہتا ہے، تو تاویل سے جائز ہے، جیسا حدیثوں میں بعض معاصی کو شرک فرمایا ہے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم** (امداد الفتاویٰ مبوب، ج۵، ص۳۸۳، ۳۸۴، کتاب العقائد و الکلام، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع جدید: جولائی 2010ء)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ کسی عقیدہ، یا فعل میں تاویلات کو نظر انداز کر کے صریح شرک وکفر کا حکم لگا دینا درست نہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا چوتھا حوالہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

’’حاصل اس اعتقادِ تاثیر وعدمِ اعتقادِ تاثیر کے معیار کا فرق یہ ہے کہ بعض کا تو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص مخلوق کو جو اُس کا مقرب ہے، کچھ قدرتِ

مستقلہ نفع وضرر کی اس طرح سے عطا فرمادی ہے کہ اُس کا اپنے معتقد ومخالف کو نفع وضرر پہنچانا مشیتِ جزئیہ پر موقوف نہیں، گو اگر روکنا چاہے، پھر قدرتِ حق ہی غالب ہے، جیسے سلاطین، اپنے نائبین وحکام کو خاص اختیارات اس طرح دے دیتے ہیں کہ اُن کا اجرا، اُس وقت سلطانِ اعظم کی منظوری پر موقوف نہیں ہوتا، گو روکنا چاہے، تو سلطان ہی کا حکم غالب رہے گا، سو یہ عقیدہ تو اعتقادِ تاثیر ہے، اور مشرکینِ عرب کا اپنے اٰلہۂ باطلہ کے ساتھ یہی اعتقاد تھا، اور بعض کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ ایسی قدرتِ مستقلہ تو کسی مخلوق میں نہیں، مگر بعض مخلوقات کو قرب وقبول کا ایسا درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ اپنے متوسلین کے لئے سفارش کرتے ہیں، پھر اُس سفارش کے بعد قبول میں تخلف کبھی نہیں ہوتا، اور اس سفارش کی تحصیل کے لئے اس کے ساتھ بلاواسطہ، یا بواسطہ معاملہ مشابہِ عبادت کرتے ہیں، یہ عقیدہ اعتقادِ تاثیر نہیں ہے، لیکن بلا دلیلِ شرعی بلکہ خلافِ دلیلِ شرعی ایسا عقیدہ رکھنا معصیتِ اعتقادیہ ہے، اور مشابہِ عبادت، معاملہ کرنا معصیتِ عملیہ ہے، اور اسی مشابہت کے سبب اطلاقاتِ شرعیہ میں اس کو مشرک کہہ دیا جاتا ہے۔ هٰذا ما سنح لی، واللہ اعلم" (حاشیہ بوادرُ النوادر صفحہ ۷۰۷، درذیل رسالہ "الادراک والتوسل الیٰ حقیقۃ الاشراک والتوسل" مطبوعہ: ادارہ اسلامیات، لاہور، اگست 1985ء)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض عقیدے صورتاً وظاہراً شرک ہوتے ہیں، اور اسی حیثیت سے ان پر شرک کا اطلاق کر دیا جاتا ہے، لہٰذا ان کی وجہ سے کسی مسلم پر صریح شرک کا حکم لگانے میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا پانچواں حوالہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

’’شرک کی دو قسمیں ہیں، ایک شرکِ اصغر، دوسری شرکِ اکبر، ان دونوں میں فرق ہے، بس یہ سمجھ لیجئے کہ شرکِ اصغر، مزیلِ ایمان نہیں، البتہ مزیلِ واجباتِ ایمان ہے ، ہمارے اورنجدیوں کے درمیان یہی تو فرق ہے، وہ یہ دو درجے نہیں نکالتے، ان کے یہاں شرک، بس ایک ہی حقیقت ہے، یعنی شرکِ اصغر کوئی نہیں ......شرک کے ان دونوں درجوں میں ایک باریک فرق ہے......(بزرگوں کو معین ومددگار سمجھنے میں) استقلال کے اعتقاد کو جو شرک کہا گیا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو ایسا متصرف مانا جاوے کہ گو قوت، تصرف کی حق تعالیٰ ہی سے عطا ہوئی ہو، مگر بعد عطا پھر صرف اس کا ارادہ اس تصرف کے لئے کافی ہو جاوے، حق تعالیٰ کے ارادۂ جزئیہ کی حاجت نہ ہو، گو اس قوت کا سلب کر لینا بھی حق تعالیٰ کے اختیار میں ہو، مگر جب تک سلب نہ فرماویں، اس وقت تک صرف اس کا ارادہ کافی سمجھا جاوے، حق تعالیٰ کے ارادہ پر موقوف نہ مانا جاوے......

اگر بزرگوں کے متعلق بھی کسی کا یہی عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو ایسا اختیار دے دیا ہے کہ جب یہ چاہیں ، اس اختیار سے تصرف کر سکتے ہیں ، حق تعالیٰ کی مشیتِ جزئیہ کی حاجت نہیں رہتی ، بلکہ بلامشیتِ جزئیہ کے بھی ان کا چاہنا پورا ہوسکتا ہے ، تو بلاشک ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے اور یہ شرکِ اکبر ہے......اور شریعت میں کافر ومشرک ایسے ہی مشرک کو کہتے ہیں، اور اگر ان بزرگ کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ وہ مشیتِ ایزدی کے محتاج تو ہیں ، اور اذنِ جزئی کی بھی ان کو ضرورت تو ہوتی ہے ، مگر ان کے چاہنے کے وقت مشیتِ ایزدی ہو ہی جاتی ہے، تو گو یہ شرک وکفر نہیں ، مگر کذب فی الاعتقاد، ومعصیت وشرکِ اصغر ہے، اور پہلا درجہ شرکِ اکبر ہے ......واعظ لوگ سب کو ایک لکڑی ہانکتے ہیں ...... ہمارے اور نجدیوں کے درمیان یہی فرق ہے کہ ہم شرکِ اصغر کے مرتکب کو مشرک

اور کافرنہیں سمجھتے، بلکہ فاسق وبدعتی سمجھتے ہیں اورنجدی ایسے شخص کوبھی کافرومشرک سمجھتے ہیں'' (القول الجلیل ،ملفوظات حضرت تھانوی، حصہ اوّل، صفحہ ۸تا۱۱ملخصاً، ملفوظ نمبر۱۲، جمع وترتیب: مولانا جلیل احمد علیگڑھی صاحب، مطبوعہ: اشرف المطابع، تھانہ بھون، انڈیا)

اس کی توضیح پہلے گزر چکی ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا چھٹا حوالہ

امدادُالفتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

مُردوں کا زندہ ہونا، حضراتِ اولیاءِ کاملین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی دعا وکرامت سے بے شک ممکن ہے، مگر خداوندقادرِ مطلق کے فعلِ احیاء کا، کسی بزرگ کو ہمیشہ کے لئے مل جانے کا اعتقاد، اس طرح سے کہ وہ فعل اس بزرگ کی ایسی صفتِ مستقلہ بن جائے کہ جب چاہیں، بدون شرط ارادۂ خداوندی اس سے کام لے سکیں، بروئے قواعدِ شریعت نادرست، بلکہ کفر ہے اور خدا کی کسی صفتِ خاص کے کسی مخلوق میں ہونے کا عقیدہ رکھنے کا مفہوم یہی ہے کہ غیرِ خدا کو خدا سمجھ لیا گیا، لہٰذا اس کے شرک میں شبہ نہیں ہوسکتا۔ مشرکینِ عرب اپنے بتوں کو خدا اور بذاتہا حاجت روانہیں کہتے تھے؛ بلکہ یوں کہتے تھے کہ خدا نے ان کو یہ صفاتِ حاجت روائی وغیرہ دیدی ہیں، تاہم قرآن شریف میں ان کو مشرک قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے بدون دلیلِ شرعی، جولوگ خدا کی صفتِ احیاء حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کو دیئے جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں، وہ بھی ویسے ہی مشرک اور کافر ہیں۔ جیسے کہ کفارِ عرب تھے (امدادالفتاوی، ج۶،ص۸۲، کتاب العقائد والکلام، بعنوان: توضیح احکامِ شرعیہ بہ نسبت عقائد مبتدعین متعلقہ حضرت غوث الاعظم، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع، جولائی 2010ء)

مذکورہ عبارت میں ''صفتِ مستقلہ'' کی قید قابلِ لحاظ ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا ساتواں حوالہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ، کے ملفوظات میں ایک مقام پر ہے:

ایک شخص نے پوچھا کہ ہم بریلی والوں کے پیچھے نماز پڑھیں، تو نماز ہو جائے گی، یا نہیں؟

فرمایا، ہاں ہم ان کو کافر نہیں کہتے، اگرچہ وہ ہمیں کہتے ہیں، ہمارا تو مسلک یہ ہے کہ کسی کو کافر کہنے میں بڑی احتیاط چاہئے، اگر کوئی حقیقت میں کافر ہے، اور ہم نے نہ کہا، تو کیا حرج ہوا۔

اور اگر ہم نے کافر کہا، اور حقیقتِ حال اس کے خلاف ہے، تو یہ بہت خطرناک بات ہے، ہم تو ابتداءً قادیانیوں کو بھی کافر نہ کہتے تھے، اور وہ ہمیں کہتے تھے، ہاں اب جب کہ ثابت ہوگیا کہ وہ مرزا صاحب کی رسالت کے قائل ہیں، تب ہم نے کفر کا فتویٰ دیا ہے، کیوں کہ یہ تو کفرِ صریح ہے، اس کے سوا ان کی تمام باتوں کی تاویل کرلیا کرتے تھے، گو وہ تاویلیں بعید ہی ہوتی تھیں۔

ہم بریلی والوں کو اہلِ ہویٰ کہتے ہیں، اور اہلِ ہویٰ کافر نہیں۔

حضرت والا کا یہ طرزِ عمل سلف کے موافق ہے کہ انہوں نے معتزلہ تک کو کافر کہنے میں احتیاط کی ہے، اگرچہ ان کے عقائد صریح کفر کے ہیں، لیکن سلف نے احتیاطاً یہ اصول رکھا ہے ’’**لانکفّر اھل القبلۃ** ‘‘(ہم اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے) اور ان کے معاملہ کو حق تعالیٰ کے سپرد رکھا، اور ان کے اقوال کے لئے ایک کلی تاویل کرلی کہ ’’**متمسک**‘‘ اپنا وہ بھی قرآن وحدیث ہی کو کہتے ہیں، گو ’’**تمسک**‘‘ میں غلطی کرتے ہیں، تو ان کا کفر، لزومی ہوا، نہ کہ کفرِ صریح۔

ایک مرتبہ حضرت والا سے ایک مولوی صاحب نے یہی گفتگو کی کہ ہم بریلی والوں کو کافر کیوں نہ کہیں؟

فرمایا کہ کافر کہنے کے واسطے وجہ کی ضرورت ہے، نہ کہ کافر نہ کہنے کے لئے، تو وجہ آپ بتلائیے کہ کیوں کہیں؟ مولوی صاحب نے بہت سی وجوہات پیش کیں اور حضرت والا نے سب کی تاویل کی، گو بعید تاویلیں تھیں، مولوی صاحب نے کہا کہ اگر کچھ وجہ نہ ہو، تو کیا یہ کافی نہیں کہ وہ ہم کو کافر کہتے ہیں، اور یہ ثابت ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہے، پس اگر ہم اپنے آپ کو مسلمان جانتے ہیں، اور وہ ہم کو کافر کہتے ہیں، تو ہم کو یہ بات ماننی چاہئے کہ کفر لوٹ کر ان ہی پر پڑتا ہے، ورنہ لازم آتا ہے کہ ہمیں اپنے اسلام میں شک ہے۔

فرمایا کہ غایت سے غایت، تمام دلیلوں کا نتیجہ یہ ہے کہ کفر، لزومی ہے، کفرِ صریح تو نہ ہوا، پس اگر واقع میں کافر ہوں اور ہم نہ کہیں، تو ہم سے کیا قیامت کے دن باز پرس ہوگی؟ اور اگر ہم کافر کہیں، تو کتنی رکعات کا ثواب ملے گا؟ سوائے اس کے کچھ بھی نہیں کہ تضییعِ وقت ہے، اور بھی بہت کام ہیں۔ [1]

رہا یہ کہ کافر نہ کہنا بغرضِ احتیاط ہے، مگر سوال نماز کے متعلق ہے، اور اس کے لئے شبہ تکفیرِ مسلم کافی علت ہے، عدمِ جوازِ اقتداء کی، تو ''الیقین لایزول بالشک'' اس کا جواب ہے (ملفوظاتِ حکیم الامت، ج ۲۳، ملفوظات کمالات اشرفیہ ص ۴۵۲، باب دوم، ملفوظ نمبر ۱۲۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، اشاعت: ۱۴۲۲ھ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے جو بات گزری، وہ جمہور فقہاء ومجتہدین کے مطابق ہے، خوارج کی طرف سے بھی دوسروں کی تکفیر کی جاتی رہی، اور ان کی طرف سے سخت ترین اختلافات سامنے آئے، لیکن محققین اہلُ السنۃ والجماعۃ

[1] البتہ جس کا کفر، صریح ہو، اور اس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو، اس کا معاملہ الگ ہے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

نے ان کی تکفیر نہیں کی۔ [1]

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا آٹھواں حوالہ

مذکورہ کتاب ہی میں ایک اور مقام پر ہے کہ:

بہتر تو یہ ہے کہ اہلِ بدعت کی مسجد ہی میں نہ جائے، لیکن اگر اتفاقاً پہنچ جائے، تو پھر ان کے ساتھ ہی پڑھ لے، کیونکہ جماعت کو ترک نہ کرنا چاہیے (ملفوظاتِ حکیم الامت، ج ۲۳، ملفوظات کمالات اشرفیہ ص ۲۰۰، ملفوظ نمبر ۵۹۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، اشاعت: ۱۴۲۲ھ)

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا نواں حوالہ

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ ہم بریلی والوں کے پیچھے نماز پڑھیں، تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

فرمایا کہ ہاں، ہم ان کو کافر نہیں کہتے، اگرچہ وہ ہمیں کہتے ہیں، ہمارا مسلک تو یہ

---

[1] مطلب ما يشک فی أنه ردة لا يحكم بها (قوله قال فی البحر إلخ) سبب ذلک ما ذكره قبله بقوله وفی جامع الفصولين، روى الطحاوی عن أصحابنا لا يخرج الرجل من الإيمان إلا جحود ما أدخله فيه ثم ما تيقن أنه ردة يحكم بها وما يشک أنه ردة لا يحكم بها إذ الإسلام الثابت لا يزول بالشک مع أن الإسلام يعلو وينبغی للعالم إذا رفع إليه هذا أن لا يبادر بتكفير أهل الإسلام مع أنه يقضی بصحة إسلام المكره .أقول :قدمت هذا ليصير ميزانا فيما نقلته فی هذا الفصل من المسائل، فإنه قد ذكر فی بعضها إنه كفر مع أنه لا يكفر على قياس هذه المقدمة فليتأمل اهـ ما فی جامع الفصولين وفی الفتاوى الصغرى :الكفر شیء عظيم فلا أجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية أنه لا يكفر اهـ وفی الخلاصة وغيرها :إذا كان فی المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتی أن يميل إلى الوجه الذی يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم زاد فی البزازية إلا إذا صرح بإرادة موجب الكفر فلا ينفعه التأويل ح وفی التتارخانية :لا يكفر بالمحتمل، لأن الكفر نهاية فی العقوبة فيستدعی نهاية فی الجناية ومع الاحتمال لا نهاية اهـ والذی تحرر أنه لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان فی كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة فعلى هذا فأكثر ألفاظ التكفير المذكورة لا يفتى بالتكفير فيها ولقد ألزمت نفسی أن لا أفتی بشیء منها اهـ كلام البحر باختصار (رد المحتار على الدر المختار، ج۴، ص ۲۲۳، ۲۲۴، كتاب الجهاد، باب المرتد)

ہے کہ کسی کو کافر کہنے میں بڑی احتیاط چاہئے۔

فرمایا کہ:

ہم بریلی والوں کو اہلِ ہویٰ کہتے ہیں، اہلِ ہویٰ کافر نہیں۔

ہاں ایک مسئلہ ''علمِ غیب'' ہمارے اور ان کے درمیان ایسا متنازعہ فیہ ہے کہ اس میں اثباتِ صفتِ باری تعالیٰ غیر کے لیے لازم آتی ہے، مگر اس کی تاویل ......

......زیادہ دشوار نہیں، اور اب تو سنا ہے کہ وہ علمِ غیب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت تو کرتے ہیں، مگر علمِ باری تعالیٰ کی طرح علمِ محیط نہیں ثابت کرتے، بلکہ اس کی حد مانتے ہیں۔

الیٰ ان یدخل اهلُ الجنةِ الجنةَ و اهلُ النارِ النارَ.

اگر یہ صحیح ہے، تو شرک ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ صفتِ خاص باری تعالیٰ، علمِ محیط ہے، علمِ محدود نہیں، تو اب ہم میں اور ان میں خلاف، ایک امرِ ممکن میں رہا کہ وہ واقع ہوا یا نہیں، یعنی یہ علم کہ:

الیٰ ان یدخل اهلُ الجنةِ الجنةَ و اهلُ النارِ النارَ.

حضور کو دیا گیا یا نہیں، ہم کہتے ہیں دیا جانا فی نفسہٖ ممکن ہے، مگر وقوع اس کا شریعت سے کہیں ثابت نہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ ثابت بھی ہے، ہمارے نزدیک وہ تمام دلیلیں اس وقوعہ کی جو وہ پیش کرتے ہیں ناتمام ہیں، اور ان کے مدعا کو ثابت نہیں کرتیں، تو زائد سے زائد الزام ان پر یہ رہا کہ انہوں نے ایسی بات کو مان لیا، جو شرعی دلیل سے ثابت نہیں، اور یہ شان مبتدع کی ہے نہ کافر کی (ملفوظاتِ حکیم الامت، ج۲۹، مجالس الحکمۃ، ص ۲۲۵ و ۲۲۶، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1425ہجری)

بریلوی مسلک کے اعلیٰ حضرت جناب رضا احمد خان بریلوی صاحب نے بھی اپنی تحریرات میں اللہ اور نبی کے علم میں کئی جہات سے فرق کیا ہے، اور یہ فرق کسی مسلمان کے مؤول اور

تاویل کرنے والا ہونے کے لیے کفر کا حکم نہ لگنے میں مؤثر ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے بریلویوں کے متعلق جو حکم بیان فرمایا، وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، ایک محقق اور کامل ہی اس طرح کی تحقیق بیان کرسکتا ہے، جس میں بے جا انتقام اور جذبۂ مخالفت کی آمیزش نہ ہو۔

پھر یہ امر ملحوظ رہنا بھی ضروری ہے کہ اس طرح کی تاویلات، عموماً ان کے اصحابِ علم کی طرف سے ہی ظاہر ہوتی ہیں، عوام الناس کو اس طرح کی تاویلات اور باریکیوں کا علم نہیں ہوتا۔

اور جب ان کے اہلِ علم حضرات کی تاویلات کو بھی عدمِ تکفیر میں مؤثر سمجھا گیا، تو ان کے عوام الناس کے حق میں بھی ضمناً اس طرح کی تاویلات کو بدرجۂ اولیٰ گوارا کیا جائے گا، اور عام پیشہ ور، اہلِ علم بھی، عوام کا حکم رکھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج، مختلف فرقِ باطلہ کے لوگوں کے حق میں جو متقدمین وسلف سے تاویلات کا سلسلہ چلا آتا ہے، اس میں بھی ان کے علماء وعوام میں تکفیر وعدمِ تکفیر کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔

لہٰذا آج کل جو بعض حضرات نے اہلِ بدعت کے عوام اور علماء کی تکفیر وعدمِ تکفیر کی تقسیم نکالی ہے، یہ ہمیں اصولوں کے موافق معلوم نہ ہوئی، نیز جمہور کی طرف سے اہلِ بدعت کی اقتداء میں نماز کا جو حکم بیان کیا گیا ہے، وہ بھی ان کے مقتداؤں کے حق میں ہے، اس سے بھی عوام الناس سمیت اہلِ علم کی عدمِ تکفیر کی تائید ہوتی ہے۔

مولانا مفتی شفیع صاحب کا حوالہ

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ایک سوال وجواب درج ذیل طریقہ پر ہے:

سوال: مولانا عبدالجبار صاحب مقرر ریڈیو پاکستان نے پچھلے جمعہ 15 ستمبر 1967ء اپنے خطاب میں فرمایا تھا کہ:

”اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو بھی غیب کا علم ہے“

یہ عقیدہ رکھنے والے حضرات کافر ہیں، ان حضرات کے پیچھے نماز نہیں ہوتی؟

جواب: ایسے لوگوں کو کافر کہنا تو احتیاط کے خلاف ہے، گمراہ اور بدعتی ہونے میں شبہ نہیں، جن کے متعلق یقین ہو کہ وہ اللہ کے سوا کسی کے لیے قرآنی اصطلاح کے مطابق علمِ غیب کو ثابت مانتے ہیں، وہ بلاشبہ مشرک ہیں، نماز ان کے پیچھے درست نہیں۔

لیکن اکثر عوام اور بہت سے لکھے پڑھے بھی غیب کی خبریں، جو اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے کسی رسول یا ولی کو معلوم ہو جائیں، اس کو بھی علمِ غیب کہتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ ایسا علم، تمام انبیاء علیہم السلام کو، خصوصاً خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ حاصل تھا، قرآن کریم میں کئی جگہ فرمایا ”**ذالک من انبآء الغیب نوحیه الیک**“ یہ لوگ انباءُ الغیب اور علمِ غیب میں بوجہ جہالت کے فرق نہیں کرتے، یہ جہالت تو ہے، مگر شرک نہیں، اس لیے علی الاطلاق سب لوگوں کو کافر کہہ دینا صحیح نہیں، تکفیرِ مسلم کے معاملے میں بڑی احتیاط لازم ہے، جو لوگ صراحتاً یہ کہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرّہ ذرّہ کا علم ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرح ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، وہ بلاشبہ مشرک ہیں۔

بندہ محمد شفیع عفی عنہ۔ دارالعلوم کراچی۔ ۱۵/۶/۱۳۸۷ھ (فتوی نمبر ۱۱۶۶/۱۸، الف)

(امداد المفتیین جامع، جلد ۱، ص ۳۹۷و۳۹۸، کتاب الایمان والعقائد، باب العقائد، فصل فیما یتعلق بالعلم الغیب والحاضر والناظر والنور والبشر، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، طبع جدید: اگست 2018)

اور جب اللہ کے علم اور مخلوق کے علم میں فرق کر دیا، تو ان کے صریح مشرک ہونے میں شبہ ہو گیا، اور شبہ کی وجہ سے کسی مسلمان کی تکفیر صحیح نہیں۔

مولانا مفتی شفیع صاحب کا دوسرا حوالہ

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے سامنے ندائے غیرُ اللہ اور غیرُ اللہ کے متعلق علمِ غیب، اور حاضر ناظر ہونے کے بارے میں چند فتاویٰ میں کفر وعدمِ کفر کا تعارض پیش کیا گیا، جس کے جواب میں مفتی صاحب موصوف نے تحریر فرمایا کہ:

اصل یہ ہے کہ غیرُ اللہ کو حاضر، ناظر، سمیع وبصیر اور ہر قول وفعل کا جاننے والا، مثل حق تعالیٰ کے سمجھنا باتفاق کفر ہے، لیکن ابنائے زمانہ، جو علمِ غیب وغیرہ کے قائل ہیں، ان سب کا ایسا ہی عقیدہ ہونا لازم ومتعین نہیں، بلکہ ان کی تصریحات سے اور کہیں اشارات سے، اس کے خلاف مستفاد ہوتا ہے، اور معاملہ تکفیرِ مسلم کا نہایت سخت ہے، اس لیے حسبِ ہدایاتِ فقہاء، جس کے کلام میں کچھ بھی تاویل ہو سکے، اس کو کافر نہیں کہا جا سکتا، یہی عقیدہ ہمارے سب اسلاف کا ہے، اور یہی فتویٰ اس وقت دیا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو مبتدع کہتے ہیں، کافر نہیں کہتے۔

حضرت گنگوہی نے کہیں ان لوگوں پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا، کسی عقیدے، یا کلمے کو کفر کہنا اور چیز ہے "صرح به فی البحر الرائق، وغیرہ" اور متکلم کو کافر کہنا اور چیز (چنانچہ) حضرت گنگوہی نے ان کلمات وعقائد کو کفریہ فرمایا ہے، کہنے والوں کو علی الاطلاق کافر نہیں کہا (امداد المفتیین جامع، جلد۱، ص۳۹۳، کتاب الایمان والعقائد، باب العقائد، فصل فیما یتعلق بعلم الغیب والحاضر والناظر والنور والبشر، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، طبع جدید: اگست 2018)

کسی عقیدے، یا کلمے کو، کفر کہنے اور اس عقیدے کے حامل، یا کلمے کے قائل پر، حکمِ کفر لگانے میں فرق کا ذکر پہلے بھی گزر چکا ہے۔

اس فرق کے ملحوظ نہ رہنے سے بعض اصحابِ علم بھی غلط فہمی کا شکار ہوئے، لہٰذا اس فرق کو ملحوظ

رکھنا بہت ضروری ہے۔

علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب کا حوالہ

علامہ ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''**نهاية الادراک فی اقسام الاشراک**''میں غیرُ اللہ کے مختار ہونے کے عقیدہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

قبر پرستوں اورتعزیہ پرستوں میں جولوگ اہلِ قبور یا تعزیہ کی نسبت تاثیرِ غیبی کے معتقد ہیں، وہ مشرک ہیں، اور جو محض ظاہری تعظیم کے طور پر ان کو سجدہ وغیرہ کرتے ہیں، اوران کی تاثیر کے معتقدنہیں، وہ شرکِ عملی کی وجہ سے فاسق ہیں، کافرنہیں، اورحضرت شیخ نے اعتقادِتاثیروعدمِ اعتقادتاثیر کے معیار کا یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ بعض کا تو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص مخلوق کو، جواُس کی مقرب ہے، کچھ قدرتِ مستقلہ نفع وضرر کی اس طرح سے عطا فرمادی ہے کہ اُس کا اپنے معتقد ومخالف کو نفع، یا ضرر پہنچانا مشیتِ جزئیۂ حق پر موقوف نہیں، گو اگر روکنا چاہے، پھر قدرتِ حق ہی غالب ہے، جیسے سلاطین اپنے نائبینِ حکام کو خاص اختیارات اس طرح دے دیتے ہیں کہ اُن کا اجراء، اُس وقت سلطانِ اعظم کی منظوری پر موقوف نہیں ہوتا، گو روکنا چاہے تو سلطان ہی کا حکم غالب رہے گا، سو یہ عقیدہ تو اعتقادِ تاثیر ہے، اور مشرکینِ عرب کا اپنے الٰہۂ باطلہ کے ساتھ یہی اعتقاد تھا، اور بعض کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ ایسی قدرتِ مستقلہ تو کسی مخلوق میں نہیں، مگر بعض مخلوق کو قرب وقبول کا ایسا درجہ عطا ہوتا ہے کہ یہ اپنے متوسلین کے لئے سفارش کرتے ہیں، پھر اُس سفارش کے بعد بھی ان کو نفع وضرر کا اختیار نہیں دیا جاتا، بلکہ حق تعالیٰ ہی نفع وضرر پہنچاتے ہیں، لیکن اس سفارش کے قبول میں تخلف

کبھی نہیں ہوتا اوراس سفارش کی تحصیل کے لئے اس کے ساتھ بلاواسطہ یا بالواسطہ معاملہ، مشابہِ عبادت کرتے ہیں، یہ عقیدہ ،اعتقادِ تاثیر نہیں ہے، لیکن بلا دلیلِ شرعی ، بلکہ خلافِ دلیل شرعی ایسا عقیدہ رکھنا معصیتِ اعتقادیہ ہے، اور مشابہ عبادت ،معاملہ کرنا معصیتِ عملیہ ہے (کفرِ حقیقی وشرکِ اکبر نہیں) اوراسی مشابہت کے سبب اطلاقاتِ شرعیہ میں اس کو مشرک کہہ دیا جاتا ہے۔

’’قال الشیخ اشرف علی : هٰذاماسنح لی. واللہ اعلم.

ومن ههنا لم یکفر مشائخنا واکابرنا عابدی القبور والساجدین لها وامثالهم لحملهم حالتهم علی الصورة الثانیة دون الاولیٰ، وقرینتهٗ دعویٰ هؤلاء الاسلام والتوحید والتبری من الشرک بخلاف مشرکی العرب والهند ، فانهم یتوحشون من التوحید ومن نفی القدرة المستقلة عن الهتهم وقالوا اجعل الالهة الها واحد‘‘ (امدادُالاحکام، ج1، ص،122، 123، رسالہ: نہایۃ الادراک فی اقسام الاشراک، کتاب الایمان والعقائد، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع 2009ء) [1]

---

[1] یعنی مذکورہ تفصیل کی بناء پر ہمارے مشائخ واکابر نے قبور کی عبادت (مثلاً ان کے لیے نذرونیاز وغیرہ دینے) اور قبور کو سجدہ کرنے والے اوران کے مثل دوسرے افعال اختیار کرنے والوں کی تکفیر نہیں کی، کیونکہ ان کی حالت کو دوسری صورت (یعنی مشابہ عبادت ومعصیتِ اعتقادیہ وعملیہ) پر محمول کیا ہے، پہلی صورت (یعنی اعتقادِ تاثیر وشرکِ اکبر) پر محمول نہیں کیا، جس کا قرینہ یہ ہے کہ یہ لوگ اسلام اور توحید کا دعویٰ اور شرک سے برائت ظاہر کرتے ہیں، بخلاف، مشرکینِ عرب ومشرکینِ ہند کے کہ وہ اسلام وتوحید کا دعویٰ نہیں کرتے، اورتوحید اور ساتھ ہی اپنے معبودانِ باطلہ سے قدرتِ مستقلہ کی نفی سے بھی متوحش ہیں، اوراِلہِ واحد کے عقیدہ پر تعجب کا اظہار بھی کرتے ہیں۔انتہیٰ۔

بندہ محمد رضوان عرض کرتا ہے کہ مذکورہ تاویل جس طرح مسلمانوں کے مذکورہ بالا فرقے کے عوام کے لیے موثر ہے، اسی طرح قضاءً ان کے اہلِ علم کے لیے بھی موثر ہے، اور باطنی فیصلہ آخرت میں ہوگا۔

لہٰذا بعض اہلِ علم کا مذکورہ فرقے کے عوام وخواص، یا اصحابِ علم وغیر اصحابِ علم کے اعتبار سے فرق کرکے تکفیر میں فرق کے حکم سے ہمیں اتفاق نہیں ہوسکا۔محمد رضوان۔

پھر اپنے مذکورہ رسالہ کے تتمہ میں علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

مشرکین اس تصرف غیر مقید بالاذن کے قائل تھے، اور (اس کے برعکس) تصرف بالاذن کا قائل ہونا، شرکِ اکبر نہیں ہے (امدادُالاحکام، ج1، ص123، تتمہ رسالہ: نہایۃ الادراک فی اقسام الاشراک، کتاب الایمان والعقائد، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع ۲۰۰۹ء)

مزید فرماتے ہیں کہ:

وہ (یعنی حقیقی مشرکین) ایسے ہی اختیارات وتصرفات کے قائل تھے، جو کہ مقید بالاذن نہ ہوں (امدادُالاحکام، ج1، ص132، تتمہ رسالہ: نہایۃ الادراک فی اقسام الاشراک، کتاب الایمان والعقائد، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع 2009ء)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ اہلِ بدعت اور بریلوی مسلک کے جو حضرات غیر اللہ کے مختار ہونے میں تاویل کرتے ہیں، ان پر حقیقی کفر اور شرکِ اکبر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

فتاویٰ دارُالعلوم دیوبند کا حوالہ

فتاویٰ دارُالعلوم دیوبند میں ''کتابُ النکاح'' میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل ہے:

(سوال) احمد رضا خان بریلوی کے معتقد سے کسی اہلِ سنت حنفی کو اپنی لڑکی کا نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(الجواب) نکاح تو ہو جاوے گا کہ آخر وہ بھی مسلمان ہے، اگرچہ مبتدع ہے، مگر ایسے لوگوں سے رشتۂ موانست ومناکحت درست نہیں (یعنی مناسب نہیں ہے۔ ظفیر)

(فتاوی دار العلوم دیوبند جلد ۷، ص ۱۲۴ و ۱۲۵، کتاب النکاح، دوسرا باب، مسائلِ متعلقاتِ نکاح، بعنوان، بدعتی سے نکاح کرنا درست ہے مگر مناسب نہیں، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، طباعت: 2002ء)

فتاویٰ دارُالعلوم دیوبند کا دوسرا حوالہ

فتاویٰ دارُالعلوم دیوبند میں ہی ایک سوال وجواب درجِ ذیل ہے:

(سوال 1) ایک عورت کا یہ عقیدہ ہے کہ پیرانِ پیر و دیگر بندگانِ دین و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کوئی شخص پکارے، ہر جگہ سے دور ونزدیک، وہ سب سن لیتے ہیں، ایسے عقیدہ سے اگر عورت توبہ کرے، تو پہلا نکاح جائز رہا، یا مکرر نکاح کرنا چاہئے؟

(سوال 2) اگر خاوند کا بھی یہی عقیدہ ہو، تو کیا نکاح فسخ ہوگیا، اور عورت دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟

(الجواب 1) مکرر نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(2) پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا، دوسرے مرد سے اس عورت کا نکاح درست نہیں ہے

(فتاوی دار العلوم دیوبند جلد ۷، ص ۱۶۴، کتاب النکاح، تیسرا باب، وہ عورتیں جن سے نکاح درست ہے، بعنوان، بدعتی عقیدہ کی عورت کا نکاح درست ہے یا نہیں، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، طباعت: 2002ء)

سوال میں مذکورہ عقیدے میں تاویل کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

فتاویٰ دارُالعلوم دیوبند کا تیسرا حوالہ

فتاویٰ دارُالعلوم دیوبند میں ہی ’’**بابُ الامامة والجماعة**‘‘ میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل ہے:

(سوال) ایک شخص بدعتی ہے، اور تعزیہ دار ہے، اور یہ شخص اس بکری کا گوشت، جو قبر پر چڑھایا جاتا ہے، بے تکلف کھاتا ہے، ایسے شخص کو امام مسجد بنائیں یا نہیں، اور اس کے پیچھے نماز ہوگی، یا نہیں؟

(الجواب) ایسے شخص، بدعتی تعزیہ پرست کو امام بنانا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اور شامی میں ہے کہ فاسق کے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے، اور تعظیم، فاسق کی حرام ہے، اور ظاہر ہے کہ بدعتی فاسق

Idara Ghufran

ہے (فتاوی دار العلوم دیوبند جلد۳،ص۱۶۴، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ والجماعۃ، بعنوان، تعزیہ دار بدعتی کی امامت درست ہے یا نہیں؟ مطبوعہ: دار الاشاعت کراچی، طباعت: 2002ء)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند کا چوتھا حوالہ

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہی ایک اور سوال وجواب درجِ ذیل ہے:

(سوال) مشرک تعزیہ پرست، جھنڈا پرست وغیرہ کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں، اور ذبیحہ ان کا حلال ہے، یا نہیں، جب کہ بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر کہہ کر ذبح کریں؟

(الجواب) حدیث شریف میں ہے:

صلّوا خَلف کلّ برٍ و فاجرٍ (الحدیث)

لہٰذا تعزیہ پرست چونکہ کلیۃً حقیقۃً مشرک نہیں ہیں، اس لیے اگر نماز ان کے پیچھے پڑھی گئی، تو ہوگئی، اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ اس نماز کا اعادہ کرلیا جاوے، اور حتی الوسع ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جاوے، یہی حکم ان کے ذبیحہ کا ہے کہ حلال ہے، مگر احتیاط اس میں ہے کہ ان سے ذبح نہ کرایا جاوے (فتاوی دار العلوم دیوبند جلد۳،ص۱۵۳، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ والجماعۃ، بعنوان، مشرک تعزیہ پرست کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، مطبوعہ: دار الاشاعت کراچی، طباعت: 2002ء)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند کا پانچواں حوالہ

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہی ”بدعتی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے“ متعلق ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

بدعتی کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے، بلکہ تنہا نماز پڑھنے سے اولیٰ ہے۔

باقی چونکہ بدعتی، بدعتی میں فرق ہوتا ہے، بعض بدعات، حدِّ کفر وشرک تک پہنچی

ہوئی ہوتی ہیں۔ اگر ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھے، تو اس کو اعادہ کرنا ضروری ہے، یہی صورت تطبیق کی ہوسکتی ہے، یا جس نے اعادہ کا حکم دیا، احتیاط ہو، یا اختلافِ روایات اور بدعت فی العقیدہ میں بھی تفاوتِ درجات ہے۔

جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ عقیدہ اس کا، حدِّ کفر کو پہنچا ہوا ہے، اس وقت تک اس کے پیچھے فسادِ نماز کا حکم نہ کیا جاوے گا (فتاوی دار العلوم دیو بند جلد۳،ص ۱۶۸، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ والجماعۃ، بعنوان، بدعتی کی امامت میں جو نماز پڑھی اس کا اعادہ کیا ضروری ہے، مطبوعہ: دار الاشاعت کراچی، طباعت: 2002ء)

فتاویٰ دارُ العلوم دیو بند کا چھٹا حوالہ

فتاویٰ دارُ العلوم دیو بند میں ہی نمازِ جنازہ کے متعلق فارسی زبان میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل ہے:

(سوال) مسلمان جہال ایں دیار کہ در رسومِ کفار مبتلا اندو عادات ورسومِ کفار دارند، مگر کلمہ گو ہستند وخود را مسلمان می گویند، کافراند، یا نہ؟ ونمازِ جنازہ شاں ادا کردہ شود، یا نہ؟

(الجواب) مسلمانانِ جہال را کہ در رسومِ کفار مبتلا اندو عادات ورسومِ کفار دارند، مگر کلمہ گو ہستند وخود را مسلمان می گویند، کافر نباید گفت ونمازِ جنازہ شاں ادا باید کرد وا صلاحِ ایشاں باید کرد (فتاوی دار العلوم دیو بند جلد ۵،ص ۲۴۲، کتاب الجنائز، فصلِ خامس، نماز جنازہ، بعنوان، بدعتیوں کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے، مطبوعہ: دار الاشاعت کراچی، طباعت: 2002ء)

ترجمہ: سوال:...... جاہل مسلمان جو اس علاقہ میں کفار کی رسوم اور کفار کی عادت میں مبتلا ہیں، مگر کلمہ گو ہیں، اور خود کو مسلمان کہتے ہیں، وہ کافر ہیں، یا نہیں؟ اور ان

Idara Ghufran

کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے، یا نہیں؟

جواب:...... جاہل مسلمان جو کہ کفار کی رسوم میں مبتلا ہیں، اور کفار کی رسوم و عادات کو اختیار کیے ہوئے ہیں، مگر کلمہ گو ہیں، اور خود کو مسلمان کہتے ہیں، ان کو کافر نہیں کہا جائے گا، اور ان کی نمازِ جنازہ ادا کرنی چاہئے، اور ان کی اصلاح کرنی چاہئے۔ (ترجمہ ختم ہوا)

دارُالعلوم دیوبند کے مذکورہ فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ موجودہ زمانے کے اہلِ بدعت واہلِ بریلویوں کو صریح کافر ومشرک قرار نہیں دیا جائے گا، اوران سے نکاح کرنا اوران کی نمازِ جنازہ پڑھنا، اوران کا ذبیحہ کھانا درست، اگرچہ خلافِ احتیاط ہوسکتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کی اقتداء میں نماز ادا ہوجاتی ہے، اور مکروہ ہونا اس کے خلاف نہیں، لہٰذا اگر کوئی حتی الامکان ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے اجتناب کرے، اوراس کے بجائے کسی صحیح العقیدہ متبعِ سنت کی اقتداء میں نماز ادا کرے، تو بہت بہتر ہے، لیکن ان کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کرنا ضروری نہیں، البتہ اگر اعادہ کرنے میں کوئی مشکل نہ ہو، تو زیادہ احتیاط اعادہ کرنے میں ہی ہے، بالخصوص جبکہ کسی کی بدعت، حدِّ شرک وکفر تک پہنچی ہوئی ہو، تو اس صورت میں اعادہ کے حکم میں جو احتیاط ہے، وہ مخفی نہیں، اسی وجہ سے اس طرح کی بدعات کے مرتکبین کی اقتداء میں نماز کے متعلق بعض حضرات نے مکروہ تحریمی ہونے کا بھی حکم لگایا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

تاہم اس کے باوجود کسی مسلمان پر صریح شرک وکفر کا حکم لگانا، خلافِ احتیاط ہے۔ [1]

---

[1] (قوله وكره إمامة العبد والأعرابى والفاسق والمبتدع والأعمى وولد الزنا) بيان للشيئين الصحة والكراهة أما الصحة فمبنية على وجود الأهلية للصلاة مع أداء الأركان وهما موجودان من غير نقص فى الشرائط والأركان ومن السنة حديث صلوا خلف كل بر وفاجر ......والفاسق لا يهتم لأمر دينه......وفى السراج الوهاج، فإن قلت: فما الأفضلية أن يصلى خلف هؤلاء أو الانفراد؟ قيل أما فى حق الفاسق فالصلاة خلفه أولى لما ذكر فى الفتاوى كما قدمناه، وأما الآخرون فيمكن أن يكون الانفراد أولى لجهلهم بشروط الصلاة ويمكن أن يكون على قياس الصلاة خلف الفاسق والأفضل أن يصلى خلف غيرهم اهـ.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب کا حوالہ

’’فتاویٰ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی‘‘ میں ایک سوال اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی طرف سے، اس کا جواب درجِ ذیل ہے:

سوال: مولانا حسین علی صاحب علیہ الرحمۃ نے قرب وجوار کے جاہل پیروں، اوران کے متبعین کوغلو فی الدرجات کی وجہ سے ’’مشرکِ حقیقی‘‘ کہاہے، اس بارے میں کیاارشاد ہے؟

جواب: ہم ان جہلاء (جن کو کافر کہا گیا ہے) کے کلام میں تاویل کرتے ہیں، اور حسنِ ظن کو ضروری سمجھتے ہیں، اور تکفیر کو حتی الوسع غیر ضروری قرار دیتے ہیں، یہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فالحاصل أنه يكره لهؤلاء التقدم ويكره الاقتداء بهم كراهة تنزيه، فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد وينبغي أن يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم وإلا فلا كراهة كما لا يخفى .

وأشار المصنف إلى أنه لو اجتمع معتق وحر أصلى فالحر الأصلى أولى بعد الاستواء فى العلم والقرائة كما فى الخلاصة.

وأما المبتدع فهو صاحب البدعة وهى كما فى المغرب اسم من ابتدع الأمر إذا ابتدأه وأحدثه كالرفقة من الارتفاق والخلفة من الاختلاف ثم غلبت على ما هو زيادة فى الدين أو نقصان منه اهـ.

وعرفها الشمنى بأنها ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما اهـ.

وأطلق المصنف فى المبتدع فشمل كل مبتدع هو من أهل قبلتنا وقيده فى المحيط والخلاصة والمجتبى وغيرها بأن لا تكون بدعته تكفره، فإن كانت تكفره فالصلاة خلفه لا تجوز وعبارة الخلاصة هكذا وفى الأصل الاقتداء بأهل الأهواء جائز إلا الجهمية والقدرية والروافض الغالى ومن يقول بخلق القرآن والخطابية والمشبهة وجملته أن من كان من أهل قبلتنا ولم يغل فى هواه حتى يحكم بكفره تجوز الصلاة خلفه وتكره(البحرالرائق، ج ١ ص ٣٦٩، ٣٧٠، كتاب الصلاة، باب الامامة، إمامة العبد والأعرابى والفاسق والمبتدع والأعمى وولد الزنا)

(قوله فالحاصل أنه يكره إلخ) قال الرملى ذكر الحلبى فى شرح منية المصلى أن كراهة تقديم الفاسق والمبتدع كراهة التحريم(منحةُ الخالق على البحرالرائق، ج ١ ص ٣٧٠، كتاب الصلاة، باب الامامة، إمامة العبد والأعرابى والفاسق والمبتدع والأعمى وولد الزنا)

www.idaraghufran.org

ایسا ہی ہے، جیسا کہ فقہائے متاخرین اور قدمائے اہلِ کلام کا اختلاف ہے۔

فقہائے متاخرین بہت سی جزئیات پر تکفیر کا فتویٰ صادر فرمادیتے ہیں، اور اہلِ کلام کا مقالہ ہے ''لانکفر احدا من اھل البدعۃ ،ببدعۃ'' اور ان کا اصول ہے کہ اگر کسی کے کلام میں سو(100) احتمالات ہیں، ننانوے(99) احتمالات، کفر کے نکلتے ہوں، اور ایک احتمال ایسا ہے، جس سے اس کا ایمان معلوم ہوتا ہے، تو اس کی تکفیر نہ کرنی چاہیے، اور احتمالِ ایمان کو ترجیح دینی چاہیے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز اپنے مکتوب ''انوارُ القلوب'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''متقدمین اہلِ کلام کا ننانوے(99) احتمالات کو ذکر کرنا تحدیداً نہیں ہے، بلکہ تقریباً ہے، اگر ہزار احتمالات میں سے نوسوننانوے(999) احتمالات کفر کے ہوں، اور ایک احتمال ایمان کا ہو، تو اس کی بھی تکفیر نہ کرنی چاہیے، اس لیے وہ احتمالِ بلیغ، عمل میں لاتے تھے''۔

میں نے خود حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''جب سے میں نے مکتوب ''انوارُ القلوب'' لکھا ہے، اس وقت سے روافض کی تکفیر پر جرأت نہیں ہوتی، اس پر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ان کے ایمان پر بھی تو جرأت نہیں ہوتی، تو (حضرت گنگوہی نے) فرمایا کہ نہ ہو، مگر تکفیر نہ ہونی چاہیے (مخطوطاتِ مبارکہ، ص۱۰۹) (فتاویٰ شیخ الاسلام، صفحہ۱۱۰و۱۱۱، بعنوان ''تکفیر میں احتیاط لازم ہے'' جمعیۃ پبلیکیشنز، لاہور، اشاعتِ دوم: جولائی 2015ء)

نظامُ الفتاویٰ کا حوالہ

دارُالعلوم دیوبند کے دارُالافتاء کے سابق صدر، مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ہے کہ:

سارے بریلوی، علمِ غیب کا عقیدہ نہیں رکھتے اور نہ تکفیرِ مومن کرتے ہیں اور نہ شرکِ صریح میں مبتلا ہوتے ہیں، بلکہ ان کی بدعت کا ارتکاب مخفی رہتا ہے، پس اگر کسی مسجد کا امام ایسا ہو، تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لینا تنہا پڑھنے سے بہتر ہوگا، ورنہ تنہا ہی پڑھ لیا کریں۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ۔

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ۔

(نظام الفتاویٰ، ج۵، ص۱۶۰، امامت کا بیان، بعنوان: بریلوی امام کے پیچھے نماز کا حکم)

مذکورہ فتوے میں جس طرح بدعتی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی گنجائش دی گئی ہے، اسی طرح تنہا نماز پڑھنے کی بھی اجازت دی گئی ہے، جس کی وجہ آگے آتی ہے۔

نظامُ الفتاویٰ کا ایک اور حوالہ

مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمہ اللہ کے ہی فتاویٰ میں ایک تفصیلی عربی فتوے کے اندر ہے کہ:

ومَعَ هٰذَا ما افتٰی اَحدٌ من اکابر نا علیهِ الکفرَ حَزمًا إحتیاطًا من إکفارِ اهلِ القبلةِ وخَشْیَةَمن النصوصِ المُهَدِّدَةِ الوارِدَةِ فیه، حتی وجدُوا صرَاحَةً إنکارًا النصوص القطعیةِ او إنکارَ الدلائلِ الشرعیة القطیعةِ، من غیرتاویلٍ صحیحٍ، بل اشغَلُوا اَنْفُسَهُمْ باتباع سُنَّةِ سیدِ المرسَلِینَ ظَاهرًا وباطناً بالقلبِ واللِّسَانِ والجوارحِ والحالاتِ وفوَّضُوا امورَهم إلی اللہ لتحصیلِ الرَضاء عنه والفوزِ (نظام الفتاوی جلد۱، ص۱۴۳، حصہ اول، اہل سنت والجماعت، بعنوان: احمد رضا خاں بریلوی کے عقائد اور اسکی فریب کاریوں کی تحقیق)

ترجمہ: اور اس کے باوجود ہمارے اکابر میں سے کسی نے ان (احمد رضا خان

بریلوی) پر یقینی کفر کا فتویٰ نہیں دیا، اہلِ قبلہ کو کافر قرار دینے میں احتیاط کی وجہ سے، اور اس سلسلے میں وارد شدہ ڈرانے والی نصوص کے خوف کی وجہ سے، یہاں تک کہ وہ صراحتاً نصوصِ قطعیہ کے انکار کو، یا شریعتِ قطعیہ کے دلائل کے انکار کو تاویلِ صحیح کے بغیر پائیں، بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو سیدُ المرسلین کی سنت کی اتباع میں دل اور زبان اور جوارح اور حالات کے ذریعے ظاہری وباطنی طور پر مشغول رکھا، اور ان اہلِ بدعت کے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیا، تا کہ اللہ کی رضا اور کامیابی کو حاصل کر سکیں (نظام الفتاویٰ)

کتابُ النوازل کا حوالہ

مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری (جامعہ قاسمیہ ، مدرسہ شاہی مرادآباد، ہندوستان) کے فتاویٰ میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جس شخص کی داڑھی نہیں ہے، تو اُس کا ذبیحہ کیسا ہے؟ نیز بدعتی، بریلویوں کا ذبیحہ کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ: الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص مسلمان ہو، اُس کا ذبیحہ حلال ہے، خواہ اُس کے داڑھی ہو یا نہ ہو، اِسی طرح بدعتی مسلمان کا ذبیحہ بھی حلال ہے (کتابُ النوازل، منتخب فتاویٰ، جلد ۱۴، ص ۱۷۱، ۱۷۴، اَحکامِ مدارس، ومقابر، صید وذبائح وغیرہ، بعنوان: مقطوع اللحیۃ ، بدعتی اور بریلوی کا ذبیحہ، ناشر: المرکز العلمی للنشر والتحقیق، لال باغ مرادآباد)

کتابُ النوازل کا ایک اور حوالہ

مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری (جامعہ قاسمیہ ، مدرسہ شاہی مرادآباد،

ہندوستان) کے فتاویٰ میں ایک اور سوال وجواب درجِ ذیل ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے یہاں دو مسجدیں ہیں، جن میں ایک مسجد میرے گھر کے بالکل قریب ہے، اس مسجد میں جو امام صاحب ہیں، وہ رضاخانی ہیں، اور وہ دیوبندی حضرات کی ہر طرح برائی کرتے ہیں، یہ دیوبندی حضور کے پکے دشمن ہیں، اور یزید کی طرح ہیں، کیوں کہ یزید بھی تو مسلمان تھا، جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا، اس طرح کی باتیں وہ کرتے رہتے ہیں، اور میں بہت مدت سے اس مسجد میں نماز پڑھتا ہوں، میں نے اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے، اور بغیر جماعت نماز پڑھ کر اپنے گھر آجاتا ہوں، مجھے مشورہ دیں کہ اب ایسے ماحول میں مجھے کیا کرنا چاہئے، میں اس کے پیچھے نماز پڑھوں، یا نہ پڑھوں؟

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ: الجواب وباللّٰہ التوفیق: دیوبندی حضرات کو نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن کہنا، اور انہیں یزید جیسا بتانا، یہ ان حضرات کے اوپر صریح بہتان اور سراسر الزام تراشی ہے، اور کسی مسلمان پر الزام تراشی اور بہتان باندھنا کبیرہ گناہ ہے، ایسا شخص امامت کے لائق نہیں، اس لئے اہل محلّہ مل کر کسی صحیح العقیدہ صالح دین دار متقی امام کا انتظام کریں، یا دوسری کوئی مسجد ہو، تو وہاں نماز پڑھ لیں، اور جب تک کوئی صحیحُ العقیدہ امام دستیاب نہ ہو، یا کوئی متبادل مسجد نہ ہو، تو پھر مجبوری میں اسی امام کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھتے رہیں، تنہا پڑھنے کے بجائے جماعت سے پڑھنا افضل ہے، بشرطیکہ اور کسی بڑے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو (کتاب النوازل، منتخب فتاویٰ، جلد۴، ص۱۶۰، کتاب الصلوٰۃ، متعلقاتِ اِمامت، بعنوان: دیوبندی لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن اور یزید کی طرح کہنے والے بریلوی امام کی امامت، ناشر: المرکز العلمی للنشر والتحقیق، لال باغ، مرادآباد)

Idara Ghufran

فتاویٰ قاسمیہ کا حوالہ

مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی (جامعہ قاسمیہ، مدرسہ شاہی مرادآباد، ہندوستان) ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ:

ہمارے مسلکِ دیو بند کے اساطینِ علماء اور اکابر اہلِ فتویٰ، ان کے پیچھے پڑھی گئی نماز کے اعادہ کے قائل نہیں ہیں، کراہتِ تحریمی کے ساتھ نماز درست ہوجاتی ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں، اسی لئے ہم بھی یہی سمجھتے اور یہی لکھتے ہیں کہ فرقۂ بریلوی کے پیچھے پڑھی گئی نماز مکروہ تحریمی ہوگی، اعادہ کی ضرورت نہیں (فتاویٰ قاسمیہ، منتخب فتاویٰ، ج۶،ص۵۹۶، کتاب الصلاۃ، بقیۃ الصلاۃ، السترۃ الجماعۃ،المساجد، الامامۃ، بعنوان: بریلوی شخص کی امامت، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ، دیو بند، ہندوستان)

فتاویٰ قاسمیہ کا ایک اور حوالہ

مفتی صاحب موصوف ایک اور فتوے میں لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں، زید کی نسبت جن عقائد کا ذکر کیا گیا ہے، وہ ظاہراً اگرچہ کفر تک پہونچانے والے ہیں، لیکن بدعتی لوگ، یہ عقائد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تاویلاً رکھتے ہیں، اس لئے کافر تو نہیں قرار دیا جائے گا، البتہ فاسق اور بدعتی قرار دیا جائے گا، اور فاسق وبدعتی کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا زید کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی، بکر کا یہ کہنا کہ ان عقائد کی وجہ سے زید کے پیچھے نماز درست نہیں ہے، ان کے ظاہری عقیدہ کے اعتبار سے صحیح ہے، لیکن یہ لوگ تاویل کر کے اس قسم کے عقائد رکھتے ہیں، اس لئے ان کو کافر نہیں کہا جائے گا، فاسق کہا جاسکتا ہے، لہٰذا وہاں کے لوگوں کو چاہئے کہ صحیح العقیدہ امام مقرر کرلیں، اور جب تک دوسرا صحیح العقیدہ امام نہ ملے، مجبوری کے

تحت اس کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے گی، اور وہ نماز واجبُ الاعادہ نہ ہوگی، اور تنہا پڑھنے کے مقابلہ میں فاسق کے پیچھے جماعت میں شریک ہوجانا، زیادہ افضل ہے

(فتاویٰ قاسمیہ، منتخب فتاویٰ، ج۶،ص۵۹۷، کتاب الصلاۃ، بقية الصلوۃ، السترة الجماعة، المساجد، الامامة، بعنوان: بریلوی خیالات والے شخص کے پیچھے نماز کا حکم، مطبوعہ: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، ہندوستان)

مذکورہ فتاویٰ میں جو حکم بیان کیا گیا ہے، وہ جمہور فقہائے کرام کے قول کے مطابق ہے، جنہوں نے بدعتی کی اقتداء میں نماز کو درست، مگر مکروہ قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] الصلاة خلف المبتدع:

اختلف العلماء فى حكم الصلاة خلف المبتدع .فذهب الحنفية، والشافعية، وهو رأى للمالكية إلى جواز الصلاة خلف المبتدع مع الكراهة ما لم يكفر ببدعته، فإن كفر ببدعته فلا تجوز الصلاة خلفه .

واستدلوا لذلک بأدلة منها :قوله صلى الله عليه وسلم صلوا خلف من قال لا إله إلا الله وقوله: صلوا خلف كل بر وفاجر

وما روى من أن ابن عمر رضى الله عنهما كان يصلى مع الخوارج وغيرهم زمن عبد الله بن الزبير وهم يقتتلون، فقيل له :أتصلى مع هؤلاء ومع هؤلاء ، وبعضهم يقتل بعضا؟ فقال :من قال حى على الصلاة أجبته، ومن قال :حى على الفلاح أجبته .ومن قال :حى على قتل أخيک المسلم وأخذ ماله قلت :لا.

ولأن المبتدع المذكور تصح صلاته، فصح الائتمام به كغيره.

وذهب المالكية والحنابلة إلى أن من صلى خلف المبتدع الذى يعلن بدعته ويدعو إليها أعاد صلاته ندبا، وأما من صلى خلف مبتدع يستتر ببدعته فلا إعادة عليه واستدلوا بقوله صلى الله عليه وسلم : لا تؤمن امرأة رجلا، ولا فاجر مؤمنا إلا أن يقهره بسلطان، أو يخاف سوطه أو سيفه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۸، ص ۳۶،۳۷، مادة" بدعة ")

قال بعض مشايخنا :إن الصلاة خلف المبتدع لا تجوز، وذكر فى المنتقى رواية عن أبى حنيفة أنه كان لا يرى الصلاة خلف المبتدع، والصحيح أنه إن كان هوى يكفره لا تجوز، وإن كان لا يكفره تجوز مع الكراهة(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج ۱، ص۱۵۷ ، كتاب الصلاة ،فصل بيان من هو أحق بالإمامة وأولى بها)

تصح خلف المبتدع المختلف فى تكفيره ببدعته كالحرورى والقدرى على المعتمد، وما فى خليل من بطلانها بفاسق الجارحة فهو خلاف المعتمد إذ كيف تصح إمامة من اختلف فى تكفيره؟ وتبطل إمامة من لم يقل أحد بكفره(الفواكه الدوانى على رسالة ابن أبى زيد القيروانى، ج ۱، ص۲۰۵، باب فى الامامة ،شروط صحة الإمامة)

www.idaraghufran.org

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس مسئلے پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، اور اہلِ بدعت کی اقتداء میں نماز کے درست ہونے کو راجح قرار دیا ہے، بالخصوص جبکہ، جمعہ وعیدین وغیرہ کی نماز ہو، جس کا کسی اور کی اقتداء میں پڑھا جانا مشکل ہو، اوراس کو امام کے عزل ونصب کا اختیار بھی نہ ہو، اور زجر وتنبیہ کے مقصد سے اس کی اقتدا کو ترک کرنا، الگ نوعیت کا معاملہ ہے۔ [1]

---

[1] ولو علم المأموم أن الإمام مبتدع يدعو إلى بدعته، أو فاسق ظاهر الفسق، وهو الإمام الراتب الذى لا تمكن الصلاة إلا خلفه، كإمام الجمعة والعيدين، والإمام فى صلاة الحج بعرفة، ونحو ذلك.

فإن المأموم يصلى خلفه عند عامة السلف والخلف، وهو مذهب أحمد والشافعى وأبى حنيفة وغيرهم.

ولهذا قالوا فى العقائد :إنه يصلى الجمعة والعيد خلف كل إمام برا كان أو فاجرا، وكذلك إذا لم يكن فى القرية إلا إمام واحد، فإنها تصلى خلفه الجماعات، فإن الصلاة فى جماعة خير من صلاة الرجل وحده، وإن كان الإمام فاسقا .هذا مذهب جماهير العلماء :أحمد بن حنبل، والشافعى، وغيرهما، بل الجماعة واجبة على الأعيان فى ظاهر مذهب أحمد.

ومن ترك الجمعة والجماعة خلف الإمام الفاجر فهو مبتدع عند الإمام أحمد .وغيره، من أئمة السنة .كما ذكره فى رسالة؟ عبدوس .وابن مالك، والعطار.

والصحيح أنه يصليها، ولا يعيدها، فإن الصحابة كانوا يصلون الجمعة والجماعة خلف الأئمة الفجار، ولا يعيدون كما كان ابن عمر يصلى خلف الحجاج، وابن مسعود وغيره يصلون خلف الوليد بن عقبة، وكان يشرب الخمر حتى إنه صلى بهم مرة الصبح أربعا ثم قال :أزيدكم؟ فقال ابن مسعود :ما زلنا معك منذ اليوم فى زيادة؟ ولهذا رفعوه إلى عثمان.

وفى صحيح البخارى أن عثمان -رضى الله عنه -لما حصر صلى بالناس شخص، فسأل سائل عثمان .فقال :إنك إمام عامة، وهذا الذى يصلى بالناس إمام فتنة .فقال :يا بن أخى، إن الصلاة من أحسن ما يعمل الناس، فإذا أحسنوا فأحسن معهم، وإذا أساء وا فاجتنب إساء تهم.

ومثل هذا كثير.

والفاسق والمبتدع صلاته فى نفسه صحيحة، فإذا صلى المأموم خلفه لم تبطل صلاته، لكن إنما كره من كره الصلاة خلفه لأن الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر واجب، ومن ذلك أن من أظهر بدعة أو فجورا لا يرتب إماما للمسلمين، فإنه يستحق التعزير حتى يتوب، فإذا أمكن هجره حتى يتوب كان حسنا، وإذا كان بعض الناس إذا ترك الصلاة خلفه وصلى خلف غيره أثر ذلك حتى يتوب، أو يعزل، أو ينتهى الناس عن مثل ذنبه.

فمثل هذا إذا ترك الصلاة خلفه كان فى مصلحة، ولم يفت المأموم جمعة ولا جماعة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

البتہ بعض حضراتِ فقہاء نے اہلِ بدعت وخوارج وغیرہ کی اقتداء میں نماز کو نا جائز قرار دیا ہے، اور بعض نے ان کی اقتداء میں پڑھی گئی نماز کے اعادہ کا حکم فرمایا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما إذا كان ترك الصلاة يفوت المأموم الجمعة والجماعة، فهنا لا يترك الصلاة خلفهم إلا مبتدع مخالف للصحابة -رضي الله عنهم-.

وكذلك إذا كان الإمام قد رتبه ولاة الأمور، ولم يكن في ترك الصلاة خلفه مصلحة، فهنا ليس عليه ترك الصلاة خلفه، بل الصلاة خلف الإمام الأفضل أفضل، وهذا كله يكون فيمن ظهر منه فسق، أو بدعة، تظهر مخالفتها للكتاب والسنة، كبدعة الرافضة، والجهمية، ونحوهم.

ومن أنكر مذهب الروافض وهو لا يصلي الجمعة والجماعة، بل يكفر المسلمين، فقد وقع في مثل مذهب الروافض، فإن من أعظم ما أنكره أهل السنة عليهم تركهم الجمعة والجماعة، وتكفير الجمهور(الفتاوى الكبرى لابن تيمية، ج۲،ص۳۰۷، ۳۰۸، كتاب الصلاة، مسألة الاولىٰ بالامامة، الصلاة خلف المرازقة)

فصل وأما "الصلاة خلف المبتدع "فهذه المسألة فيها نزاع؛ وتفصيل .فإذا لم تجد إماما غيره كالجمعة التي لا تقام إلا بمكان واحد، وكالعيدين وكصلوات الحج، خلف إمام الموسم فهذه تفعل خلف كل بر وفاجر باتفاق أهل السنة، والجماعة، وإنما تدع مثل هذه الصلوات خلف الأئمة أهل البدع كالرافضة ونحوهم، ممن لا يرى الجمعة والجماعة إذا لم يكن في القرية إلا مسجد واحد، فصلاته في الجماعة خلف الفاجر خير من صلاته في بيته منفردا؛ لئلا يفضي إلى ترك الجماعة مطلقا.

وأما إذا أمكنه أن يصلي خلف غير المبتدع فهو أحسن، وأفضل بلا ريب .

لكن إن صلى خلفه ففي صلاته نزاع بين العلماء .

ومذهب الشافعي، وأبي حنيفة تصح صلاته .وأما مالك وأحمد، ففي مذهبهما نزاع وتفصيل.

وهذا إنما هو في البدعة التي يعلم أنها تخالف الكتاب والسنة، مثل بدع الرافضة والجهمية، ونحوهم.

فأما مسائل الدين التي يتنازع فيها كثير من الناس في هذه البلاد، مثل مسألة الحرف، والصوت ونحوها، فقد يكون كل من المتنازعين مبتدعا، وكلاهما جاهل متأول، فليس امتناع هذا من الصلاة خلف هذا بأولى من العكس، فأما إذا ظهرت السنة وعلمت فخالفها واحد، فهذا هو الذي فيه النزاع، والله أعلم .والحمد لله رب العالمين .وصلى الله على محمد وآله وصحبه وسلم(مجموع الفتاوىٰ، ج۲۳ص۳۵۵، ۳۵۶، كتاب الصلاة، باب الامامة ،فصل الصلاة خلف المبتدع)

[1] وأما الصلاة خلف الخوارج وأهل البدع فاختلف العلماء فيه فأجازت طائفة منهم ابن عمر إذا صلى خلف الحجاج وكذلك ابن أبي ليلى وسعيد بن جبير ثم خرجا عليه وقال النخعي كانوا يصلون وراء الأمراء ما كانوا وكان أبو وائل يجمع مع المختارين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لیے اگر کوئی اپنے نماز جیسے فریضے کی ادائیگی میں احتیاط کی خاطر ایسے اہلِ بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے حتی الامکان اجتناب کرے، جن کی بدعات میں شرک وکفر کا شبہ پایا جاتا ہے، اور اگر کبھی ان کی اقتداء میں نماز پڑھنی پڑ جائے، تو اس کا بنا بر احتیاط، اعادہ کرلے، لیکن ساتھ ہی ان کو صریح مشرک وکافر قرار دینے سے بھی اجتناب کرے، تو اس میں بھی حرج نہیں، بلکہ احتیاط کے زیادہ لائق اور بعض حضراتِ فقہاء کے قول کے موافق ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عبيد وسئل ميمون بن مهران عن الصلاة خلف رجل يذكر أنه من الخوارج فقال أنت لا تصلي له إنما تصلي لله عز وجل وقد كنا نصلي خلف الحجاج وكان حروريا أزرقيا وروى أشهب عن مالك لا أحب الصلاة خلف الأباضية والواصلية ولا السكنى معهم في بلد وقال ابن القاسم أرى الإعادة في الوقت على من صلى خلف أهل البدع وقال أصبغ يعيد أبدا وقال الثوري في القدري لا تقدموه وقال أحمد بن حنبل لا يصلي خلف أحد من أهل الأهواء إذا كان داعيا إلى هواه ومن صلى خلف الجهمية والرافضية والقدرية يعيد وقال أصحابنا تكره الصلاة خلف صاحب هوى وبدعة ولا تجوز خلف الرافضي والجهمي والقدري لأنهم يعتقدون أن الله لا يعلم الشيء قبل حدوثه وهو كفر والمشبهة ومن يقول بخلق القرآن وكان أبو حنيفة لا يرى الصلاة خلف المبتدع ومثله عن أبي يوسف وأما الفاسق بجوارحه كالزاني وشارب الخمر فزعم ابن حبيب أن من صلى خلف من شرب الخمر يعيد أبدا إلا أن يكون واليا وقيل في رواية يصح وفي المحيط لو صلى خلف فاسق أو مبتدع يكون محرز لثواب الجماعة ولا ينال ثواب من صلى خلف المتقي وفي المبسوط يكره الاقتداء بصاحب البدعة(عمدة القاري للعيني، ج۵ص ۲۳۲، كتاب مواقيت الصلاة، باب إمامة المفتون والمبتدع)

[1] حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، اپنے ایک فتویٰ میں فرماتے ہیں کہ:

اگر کسی خاص شخص کے متعلق یا کسی خاص جماعت کے متعلق حکم بالکفر میں تردد ہو، خواہ تردد کے اسباب، علماء کا اختلاف ہو، خواہ قرائن کا تعارض ہو، یا اصول کا غموض ہو، تو اَسلم یہ ہے کہ نہ کفر کا حکم کیا جاوے، نہ اسلام کا، حکمِ اول میں تو خود اس کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، اور حکمِ ثانی میں دوسرے مسلمانوں کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، پس احکام میں دونوں احتیاطوں کو جمع کیا جائے گا، یعنی نہ اس سے عقدِ مناکحت کی اجازت دیں گے، نہ اس کی اقتداء کریں گے، نہ اس کا ذبیحہ کھائیں گے، اور نہ اس پر سیاستِ کافرانہ جاری کریں گے، اگر تحقیق کی قدرت ہو، اس کے عقائد کی تفتیش کریں گے، اور اس تفتیش کے بعد جو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جب اس سلسلہ میں دونوں قول پائے جاتے ہیں، تو جس طرح اعادہ کر لینے والے کا عمل قابلِ ملامت نہیں، اسی طرح اعادہ نہ کرنے والے کا عمل بھی قابلِ ملامت نہیں۔

لہٰذا اس کو باہمی معرکۂ جنگ وجدل کا ذریعہ بنانا بھی درست نہیں۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا حوالہ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے درسِ بخاری میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل ہے:

سوال: اگر کسی کا عقیدہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ کلی عطاء کیا گیا، تو اس کو مشرک کہا جائے گا، یا نہیں؟

جواب: اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا، اس لیے کہ وہ تاویل کرتے ہیں، اور تاویل بھی فی الجملہ یعنی غلط سہی، لیکن وہ حضرات جو کچھ کہتے ہیں، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ جل جلالہٗ کے علم میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں زمین وآسمان کا فرق ہے، اللہ جل جلالہٗ کا علم ازلی ہے، وہ کسی بھی لمحہ اللہ تعالیٰ سے نفی نہیں ہوا، اور باری تعالیٰ کی صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بغیر کسی واسطہ کے ہے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس بات کے قائل ہیں کہ ان کا علم ازلی نہیں ہے، جیسا کہ احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر عمر میں عطاء ہوا ہے، یعنی یہ کہ وہ علم عطاء کردہ ہے، احمد رضا خان صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ جل جلالہٗ کے علم کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو وہ نسبت بھی نہیں ہے، جو ایک قطرے کو سمندر کے ساتھ ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ثابت ہو، ویسے احکام جاری کریں گے، اور اگر تحقیق کی قدرت نہ ہو، تو سکوت کریں گے، اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں گے (امداد الفتاوی، ج۴، ص، ۵۸۸ و ۵۸۹، مسائلِ شتی، بعد کتاب الفرائض، بعنوان: رفع شبہات بر تکفیر شیعہ، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2010ء)

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مقصود اشتراک نہیں ہے، اس واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ کلی عطاء ہونے کا عقیدہ رکھنے والوں کو مشرک کہنا درست نہیں ہے، اور کفر کا فتویٰ لگا کر کافر نہیں کہا جائے گا، لیکن بہرحال یہ عقیدہ غلط اور گمراہی کی بات ہے (انعام الباری، ج ۱ ص ۵۷۰، ۵۷۱، کتاب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء، کراچی)

پیچھے جو جناب احمد رضا خان بریلوی صاحب، اور ان کے متبعین کی طرف سے اللہ تعالیٰ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں فرق کا ذکر کیا گیا، تو جناب احمد رضا خان بریلوی صاحب نے اپنے رسالہ ''اِنباء المصطفٰی بحال سِرّ واخفٰی'' میں اللہ کے علم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں مختلف جہات سے فرق ذکر کرکے تاویل کی ہے۔ [1]

---

[1] جناب احمد رضا خان بریلوی صاحب کے اس رسالہ کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:
علمِ الٰہی ذاتی ہے، اور علمِ خلق عطائی۔ وہ واجب، یہ ممکن۔ وہ قدیم، یہ حادث۔ وہ نامخلوق، یہ مخلوق۔ وہ نامقدور، یہ مقدور۔ وہ ضروری البقاء، یہ جائز الفناء۔ وہ ممتنع التغیر، یہ ممکن التبدل۔
ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا، مگر کسی مجنون کو، بصیرت کے اندھے، اس علم ما کان وما یکون بمعنیٰ مذکور ثابت جاننے کو معاذ اللہ علمِ الٰہی سے مساوات مان لینا سمجھتے ہیں، حالانکہ العظمۃ للہ، علمِ الٰہی تو علمِ الٰہی، جس میں غیر متناہی علوم تفصیلی فراوانی بالفعل کے غیر متناہی سلسلے غیر متناہی یا وہ جسے گویا مصطلح حساب کے طور پر غیر متناہی کا مکعب کہیے بالفعل وبالدوام ازلاً ابداً موجود ہیں، یہ شرق تا غرب، وسماوات وارض، وعرش تا فرش، وما کان وما یکون من اول یوم الیٰ آخر الایام سب کے ذرے ذرے کا حال تفصیل سے جاننا وہ بالجملہ جملہ مکتوبات لوح ومکنوناتِ قلم کو تفصیلاً محیط ہونا، علومِ محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹ ص ۵۰۱، ۵۰۲، رسالہ ''اِنباء المصطفٰی بحال سِرّ واخفٰی'' مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور، اشاعت: جمادی الاخریٰ 1423 ہجری، اگست 2002 عیسوی)
منکرین کو صدمہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے روزِ اول سے قیامت تک کے تمام ما کان وما یکون کا علم تفصیلی مانا جاتا ہے، لیکن بحمد للہ تعالیٰ وہ جمیع علم ما کان وما یکون علومِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم سمندروں سے ایک نہر بلکہ بے پایاں موجوں سے ایک لہر قرار پاتا ہے.........
جن آیات واحادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ علمِ غیب خاصہ خدا تعالیٰ ہے، مولیٰ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا، قطعاً حق اور بحمد اللہ تعالیٰ مسلمان کے ایمان ہیں.......... علم بہ اعتبار منشا دو قسم ہے: ذاتی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو، اور عطائی کہ اللہ عزوجل کا عطیہ ہو، اور بہ اعتبارِ متعلق بھی دو قسم ہے، علم مطلق یعنی محیطِ حقیقی، تفصیلی فعلی فراوانی کہ جمیع معلوماتِ الٰہیہ عزوعلا کو، جن میں غیر متناہی معلومات کے سلاسل وہ بھی غیر متناہیہ وہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگرچہ غیرُ اللہ کے لیے علمِ غیب وغیرہ کے متعلق جناب احمد رضا خان بریلوی صاحب وغیرہ کی طرف سے بیان کردہ مذکورہ، یا اس جیسی تاویلات، عدمِ کفرِ صریح کے سلسلہ میں تو مؤثر ہیں، لیکن قرآن وسنت کی رُو سے درست اور راجح نہیں، کیونکہ قرآن وسنت کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ ''غیب کی تمام باتوں کا علم'' اور ''عالمُ الغیب'' ہونا اللہ کی صفت ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بھی غیر متناہی بار داخل اور خود کنہ ذاتِ الٰہی واحاطہ تامِ صفاتِ الٰہیہ نامتناہی سب کو شامل فرداً فرداً تفصیلاً مستغرق ہو، اور مطلق علم یعنی جاننا، اگر محیط باحاطہ حقیقیہ نہ ہو، ان تقسیمات میں علمِ ذاتی وعلمِ مطلق یعنی مذکور بلاشبہ اللہ عزوجل کے لیے خاص ہیں، اور ہرگز کسی غیرِ خدا کے لیے ان کے حصول کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

ہم ابھی بیان کر آئے کہ علم ما کان وما یکون بمعنیٰ مسطور اگرچہ کیسا ہی تفصیل بروجہ اتم واکمل ہو، علومِ محمدیہ کی وسعتِ عظیمہ کو نہیں پہنچتا، پھر علومِ محمدیہ تو علومِ الٰہیہ ہیں، جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مطلق علم ہرگز حضرتِ حق عزوعلا سے خاص نہیں، بلکہ قسمِ عطائی تو مخلوق ہی کے ساتھ خاص ہے۔

مولیٰ عزوجل کا علم عطائی ہونے سے پاک ہے، تو نصوصِ حصر میں یقیناً قطعاً وہی قسمِ اول مراد ہوسکتی ہے، نہ کہ قسمِ اخیر (فتاویٰ رضویہ، ج۲۹، ص۵۰۳ تا۵۰۴ ملخصاً، رسالہ ''اِنباء المصطفٰی بحال سِرّ واخفٰی'' مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور، اشاعت: جمادی الاخریٰ 1423 ہجری، اگست 2002 عیسوی)

[1] وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها إلا هو ويعلم ما فى البر والبحر وما تسقط من ورقة إلا يعلمها ولا حبة فى ظلمات الأرض ولا رطب ولا يابس إلا فى كتاب مبين (سورة الانعام، رقم الآية ۵۹)

وهو الذى خلق السماوات والأرض بالحق ويوم يقول كن فيكون قوله الحق وله الملك يوم ينفخ فى الصور عالم الغيب والشهادة وهو الحكيم الخبير (سورة الانعام، رقم الآية ۷۳)

عالم الغيب والشهادة الكبير المتعال (سورة الرعد، رقم الآية ۹)

عالم الغيب والشهادة فتعالى عما يشركون (سورة المؤمنون، رقم الآية ۹۲)

قل لا يعلم من فى السماوات والأرض الغيب إلا الله وما يشعرون أيان يبعثون (سورة النمل، رقم الآية ۶۵)

ذلک عالم الغيب والشهادة العزيز الرحيم (سورة السجدة، رقم الآية ۶)

قل اللهم فاطر السماوات والأرض عالم الغيب والشهادة(سورة الزمر، رقم الآية ۴۶)

هو الله الذى لا إله إلا هو عالم الغيب والشهادة هو الرحمن الرحيم(سورة الحشر، رقم الآية ۲۲)

قل إن الموت الذى تفرون منه فإنه ملاقيكم ثم تردون إلى عالم الغيب والشهادة فينبئكم بما كنتم تعملون(سورة الجمعة ، رقم الآية ۸)

عالم الغيب والشهادة العزيز الحكيم(سورة التغابن، رقم الآية ۱۸)

اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام صلی اللہ علیہم وسلم کو بہت سی چیزوں کا علم عطاء نہیں کیا گیا تھا۔ [1]

---

[1] قل لا أقول لكم عندى خزائن الله ولا أعلم الغيب ولا أقول لكم إنى ملك إن أتبع إلا ما يوحى إلى(سورة الانعام، رقم الآية ٥٠)

قل لا أملك لنفسى نفعا ولا ضرا إلا ما شاء الله ولو كنت أعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مسنى السوء إن أنا إلا نذير وبشير لقوم يؤمنون(سورة الاعراف، رقم الآية ١٨٨)

ويقولون لولا أنزل عليه آية من ربه فقل إنما الغيب لِلّٰه فانتظروا إنى معكم من المنتظرين (سورة يونس، رقم الآية ٢٠)

ولا أقول لكم عندى خزائن الله ولا أعلم الغيب ولا أقول إنى ملك ولا أقول للذين تزدرى أعينكم لن يؤتيهم الله خيرا الله أعلم بما فى أنفسهم إنى إذا لمن الظالمين (سورة هود، رقم الآيه ٣١)

تلك من أنباء الغيب نوحيها إليك ما كنت تعلمها أنت ولا قومك من قبل هذا فاصبر إن العاقبة للمتقين(سورة هود، رقم الآية ٤٩)

وكذلك أوحينا إليك روحا من أمرنا ما كنت تدرى ما الكتاب ولا الإيمان ولكن جعلناه نورا نهدى به من نشاء من عبادنا وإنك لتهدى إلى صراط مستقيم(سورة الشورى،رقم الآية ٥٢)

قل ما كنت بدعا من الرسل وما أدرى ما يفعل بى ولا بكم إن أتبع إلا ما يوحى إلى وما أنا إلا نذير مبين(سورة الأحقاف،رقم الآية ٩)

يا أيها النبى إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن وأحصوا العدة واتقوا الله ربكم لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن إلا أن يأتين بفاحشة مبينة وتلك حدود الله ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك أمرا(سورة الطلاق،رقم الآية ١)

قل إن أدرى أقريب ما توعدون أم يجعل له ربى أمدا.عالم الغيب فلا يظهر على غيبه أحدا .إلا من ارتضى من رسول فإنه يسلك من بين يديه ومن خلفه رصدا (سورة الجن، رقم الآيات ٢٥ الىٰ ٢٧)

درى: درى الشىء دريا ودريا؛ عن اللحيانى، ودرية ودريانا ودراية: علمه .قال سيبويه: الدرية كالدرية لا يذهب به إلى المرة الواحدة ولكنه على معنى الحال .ويقال: أتى هذا الأمر من غير درية [درية] أى من غير علم .ويقال: دريت الشىء أدريه عرفته، وأدريته غيرى إذا أعلمته .الجوهرى: دريته ودريت به دريا ودرية ودرية ودراية أى علمت به(لسان العرب ،ج١٤ ص٢٥٤، فصل الدال المهملة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

علمِ غیبِ کلی کے، خاصۂ الٰہی ہونے سے متعلق، چند نصوص ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

علمِ غیب سے متعلق سورہ لقمان کا حوالہ

سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ اللّٰـهَ عِـنْـدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَـدْرِيْ نَـفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ . إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (سورة لقمان، رقم الآية ۳۴)

ترجمہ: بے شک اللہ، اسی کے پاس ہے علم، قیامت کا، اور نازل کرتا ہے وہ بارش کو اور جانتا ہے وہ ان چیزوں کو جو رحموں میں ہیں، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ کیا کمائے گا وہ کل، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ کون سی زمین میں مرے گا وہ، بے شک اللہ "علیم" ہے "خبیر" ہے (سورہ لقمان)

اللہ کے "علیم" اور "خبیر" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ازل سے ابد تک ہر ہر چیز کا پورا پورا اور صحیح صحیح علم اور خبر رکھنے والا ہے۔

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا حوالہ

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

د ر ی: دری/ دری بـ یدری، ادر، درایة ودریا ودریانا، فهو دار، والمفعول مدری.
دری فلان الشیء/ دری فلان بالشیء: علمه وخبره "أهل مكة أدرى بشعابها– من قال: لا أدرى فقد أفتى– إن كنت لا تدرى فتلك مصيبة ...أو كنت تدرى فالمصيبة أعظم– (وما تدرى نفس ماذا تكسب غدا وما تدرى نفس بأى أرض تموت)(معجم اللغة المعاصرة ج ١ ص ٧٤٢، حرف الدال، مادة "درى")

لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ: لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي غَدٍ، وَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي الْأَرْحَامِ، وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ، وَمَا يَدْرِي أَحَدٌ مَتٰى يَجِيءُ الْمَطَرُ (صحيح البخاری، رقم الحديث ١٠٣٩، ابواب الاستسقاء، باب: لا يدری متی يجیء المطر إلا الله)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیب کی کنجیاں پانچ ہیں کہ انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے، اور نہ یہ جانتا ہے کہ رحموں میں کیا چیز ہے، اور نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ وہ کل کیا کرے گا، اور نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ وہ کس ملک میں مرے گا، اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ بارش کب ہوگی (بخاری)

کل کیا ہونے والا ہے، اس میں قیامت کا علم بھی داخل ہے، مزید تفصیل آگے آتی ہے۔ [1]

ابو بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا حوالہ

حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ: (إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ، وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ، وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ. إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ) (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٢٩٨٦) [2]

---

[1] (لا يعلم أحد) غيره تعالى (ما يكون فی غد)، شامل لعلم وقت قيام الساعة وغيره، وفی رواية سالم عن أبيه، فی سورة الأنعام، قال: مفاتيح الغيب خمس (إن الله عنده علم الساعة) ...إلی آخر سورة لقمان(إرشاد الساری لشرح صحيح البخاری،للقسطلانی،ج٢،ص٢٥٩،أبواب الاستسقاء ،باب لا يدری متی يجیء المطر إلا الله)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد قوی من أجل حسين بن واقد المروزی، فهو صدوق لا بأس به، وباقی رجاله ثقات رجال الصحيح(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں، جنہیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، بے شک اللہ، اسی کے پاس ہے علم قیامت کا، اور نازل کرتا ہے وہ بارش کو اور جانتا ہے وہ ان چیزوں کو جو رحموں میں ہیں، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ کیا کمائے گا وہ کل، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ کون سی زمین میں مرے گا وہ، بے شک اللہ ''علیم'' ہے ''خبیر'' ہے (مسند احمد)

اللہ کے ''علیم'' اور ''خبیر'' ہونے کا مطلب پیچھے گزر چکا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا حوالہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا: إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّهَا، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا كَانَتِ الْعُرَاةُ الْحُفَاةُ رُءُوسَ النَّاسِ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا تَطَاوَلَ رِعَاءُ الْبَهْمِ فِي الْبُنْيَانِ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِيْ خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ، ثُمَّ تَلَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ) قَالَ: ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رُدُّوْا عَلَيَّ الرَّجُلَ، فَأَخَذُوْا لِيَرُدُّوْهُ، فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا جِبْرِيْلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِيْنَهُمْ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٩ ”٥“ كتاب الإيمان، باب: الإيمان ما هو وبيان خصاله)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اس آنے والے شخص نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) سوال کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے سوال کیا گیا ہے، وہ سوال کرنے والے سے اس بات کا زیادہ جاننے والا نہیں ہے، لیکن میں تمہیں اس کی علامات بتاتا ہوں، جب باندی اپنی مالکہ کو جنے گی، یہ قیامت کی علامات میں سے ہے، جب ننگے بدن اور ننگے پاؤں رہنے والے لوگوں کے سردار ہوجائیں گے، تو یہ قیامت کی علامات میں سے ہے، جب اونٹوں کے چرواہے اونچی اونچی عمارتیں بنا کر فخر کریں گے، تو یہ قیامت کی علامات میں سے ہے، قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے، جنہیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے (سورہ لقمان کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

’’إِنَّ اللّٰـهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ. إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ‘‘

’’بے شک اللہ، اسی کے پاس ہے علم قیامت کا، اور نازل کرتا ہے وہ بارش کو اور جانتا ہے وہ ان چیزوں کو جو رحموں میں ہیں، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ کیا کمائے گا وہ کل، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ کون سی زمین میں مرے گا وہ، بے شک اللہ ’’علیم‘‘ ہے ’’خبیر‘‘ ہے‘‘

پھر وہ (سوال کرنے والا) شخص، پشت پھیر کر چلا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو واپس بلاؤ، لوگوں نے اس کو تلاش کیا، مگر وہ نہ ملا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبریل تھے، جو اس لیے آئے تھے، تا کہ لوگوں کو ان کا دین سکھائیں (مسلم)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا حوالہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَحَدِّثْنِيْ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ فِيْ خَمْسٍ مِنَ الغَيْبِ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلا هُوَ: (إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ)وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ. إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ)وَلٰكِنْ إِنْ شِئْتَ حَدَّثْتُكَ بِمَعَالِمَ لَهَا دُوْنَ ذٰلِكَ، قَالَ: أَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَحَدِّثْنِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَأَيْتَ الْأَمَةَ وَلَدَتْ رَبَّتَهَا أَوْ رَبَّهَا، وَرَأَيْتَ أَصْحَابَ الشَّاءِ تَطَاوَلُوْا بِالْبُنْيَانِ، وَرَأَيْتَ الْحُفَاةَ الْجِيَاعَ الْعَالَةَ كَانُوْا رُؤُوْسَ النَّاسِ، فَذٰلِكَ مِنْ مَعَالِمِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَنْ أَصْحَابُ الشَّاءِ وَالْحُفَاةُ الْجِيَاعُ الْعَالَةُ؟ قَالَ: الْعَرَبُ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۹۲۴) [1]

ترجمہ: اس آنے والے شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ بتایئے کہ قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سبحان اللہ! یہ غیب کی ان پانچ چیزوں میں سے ہے، جنہیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

”إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ. إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ“

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن، وإسناده كسابقه(حاشية مسندا حمد)

’’بے شک اللہ، اسی کے پاس ہے علم قیامت کا، اور نازل کرتا ہے وہ بارش کو اور جانتا ہے وہ ان چیزوں کو جو رحموں میں ہیں، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ کیا کمائے گا وہ کل، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ کون سی زمین میں مرے گا وہ، بے شک اللہ جاننے والا ہے، خبر رکھنے والا ہے‘‘

البتہ اگر تم چاہو، تو میں تمہیں اس (قیامت) کی کچھ نشانیاں بتا دیتا ہوں، جو اس سے پہلے ظاہر ہوں گی؟ اس شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ضرور بتائیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ باندی اپنی مالکن کو جنم دے رہی ہے اور بکریاں چرانے والے بڑی بڑی عمارتوں پر ایک دوسرے سے فخر کرنے لگے ہیں، ننگے بھوکے اور محتاج لوگ سردار بن چکے ہیں، تو یہ قیامت کی علامات اور نشانیوں میں سے ہے، اس شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ بکریاں چرانے والے، ننگے، بھوکے اور محتاج لوگ کون ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ عرب (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے واقع ہونے کے وقت کا متعین علم صرف اللہ کے پاس ہے، لیکن اس کی بہت سی علامات، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دی گئی ہیں، جن میں سے چند علامات کا مذکورہ احادیث میں ذکر کیا گیا ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا حوالہ

حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: يَا أُمَّتَاهُ هَلْ رَأٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ؟ فَقَالَتْ: لَقَدْ قَفَّ شَعَرِىْ مِمَّا قُلْتَ، أَيْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلَاثٍ، مَنْ حَدَّثَكَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ رَأٰی رَبَّہٗ فَقَدْ کَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ :(لَا تُدْرِکُہُ الْأَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْأَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیفُ الْخَبِیرُ)(وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ أَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ إِلَّا وَحْیًا أَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ)وَمَنْ حَدَّثَکَ أَنَّہٗ یَعْلَمُ مَا فِی غَدٍ فَقَدْ کَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ :(وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَاذَا تَکْسِبُ غَدًا)وَمَنْ حَدَّثَکَ أَنَّہٗ کَتَمَ فَقَدْ کَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ :(یَا أَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ)الآیَۃَ وَلَکِنَّہٗ رَأٰی جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی صُورَتِہٖ مَرَّتَیْنِ (صحیح البخاری،رقم الحدیث ۴۸۵۵، کتاب تفسیر القرآن،باب قولہ :وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب)

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اے اماں جان! کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تیری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، کیا تجھے ان تین باتوں کی خبر نہیں ہے؟ کہ جو بھی شخص ان میں سے کوئی بات تجھ سے کہے گا، تو وہ جھوٹا ہوگا، ایک تو اگر کوئی شخص تجھ سے کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، تو وہ جھوٹا ہے، پھر انہوں نے (سورہ انعام کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

”لَا تُدْرِکُہُ الْأَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْأَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیفُ الْخَبِیرُ“

”نہیں پاسکتیں اس کو نگاہیں، اور وہ پالیتا ہے نگاہوں کو، اور وہ انتہائی لطیف ہے، خبیر ہے“ اور (سورہ شوریٰ کی یہ آیت بھی تلاوت فرمائی کہ)”وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ أَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ إِلَّا وَحْیًا أَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ “ ”اور نہیں ہے کسی بشر کو قدرت، اس بات کی کہ وہ اللہ سے کلام کرے، مگر وحی کے طور پر یا حجاب کے پیچھے سے“ دوسرے جو شخص تجھ سے یہ بات بیان کرے کہ وہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) جانتے تھے کہ کل کیا ہونے والا ہے ،تو وہ جھوٹا ہے، پھر (سورہ لقمان کی) یہ آیت

تلاوت فرمائی کہ ” وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَاذَا تَکْسِبُ غَدًا “”اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کل کیا کرے گا وہ“ تیسرے جو شخص تجھ سے یہ بات بیان کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات چھپائی ہے، تو وہ جھوٹا ہے پھر (سورہ مائدہ کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ” یَا أَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ“ ”اے رسول! تبلیغ کیجئے ان چیزوں کی، جو نازل کی گئیں آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے“ آخر آیت تک (اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے (بخاری)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی حدیث کا حوالہ

بنی عامر کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

فَقُلْتُ لَهُ هَلْ مِنَ الْعِلْمِ شَیْءٌ لَا تَعْلَمُهُ؟ قَالَ: لَقَدْ عَلَّمَ اللّٰهُ خَیْرًا وَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَا یَعْلَمُهُ إِلَّا اللّٰهُ، الْخَمْسُ لَا یَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ (إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَاذَا تَکْسِبُ غَداً وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِأَیِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ) (الادب المفرد للبخاری، رقم الحدیث ۱۰۸۴، باب إذا قال أدخل ولم یسلم) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں، جن کا آپ کو علم نہیں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے خیر کی باتوں کا علم دیا ہے (یعنی اللہ نے جن چیزوں کا مجھے علم دیا ہے، وہ علم خیر والا ہے، اور جن

---

[1] قال الالبانی: قلت: وھذا إسناد صحیح علی شرط الشیخین غیر الرجل العامری، وھو صحابی فلا یضر الجھل باسمه، فإن الصحابة عدول کما ھو مذھب أھل الحق (سلسلة الاحادیث الصحیحة، رقم الحدیث ۲۷۱۲)

www.idaraghufran.org

چیزوں کا مجھے علم نہیں دیا گیا، ان کا مجھے علم دیئے جانے میں خیر نہیں تھی) اور علم میں سے وہ چیزیں، جو اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہیں، ان میں پانچ چیزیں بھی داخل ہیں، جن کو اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا، بے شک اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے، اور وہ بارش نازل کرتا ہے، اور جانتا ہے ان چیزوں کو جو رحموں میں ہیں، اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ وہ کل کیا کمائے گا (اور کیا کرے گا) اور نہیں جانتا کوئی جاندار کہ وہ کس زمین میں مرے گا (الادبُ المفرد)

خلاصہ یہ نکلا کہ بہت سی اشیاء، بالخصوص مذکورہ پانچ اشیاء کا یقینی علم، اللہ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا درست نہیں کہ آپ کو تمام غیب کی باتوں کا علم تھا، بلکہ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں سب سے زیادہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء فرمایا تھا، لیکن اس کے باوجود وہ علم، اللہ کے علم کے مقابلہ میں بہت کم تھا، کیونکہ اللہ نے بہت سی غیب کی باتوں کا علم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء نہیں فرمایا تھا، جس میں بہت سی حکمتیں تھیں۔

اور مذکورہ پانچ چیزوں کا علم اللہ کے علاوہ کس کے پاس نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کا قطعی اور یقینی علم کسی غیرُ اللہ کے پاس نہیں، اسی لیے ان کی باتیں خلافِ واقعہ بھی ہوتی ہیں، اور اگر کسی کو ہوتا بھی ہے، تو ایک تو وہ یقینی نہیں ہوتا، دوسرے وہ آثار وقرائن اور ذرائع سے پتہ لگا کر ہوتا ہے، جبکہ اللہ کو ان چیزوں کا یقینی علم ہر وقت ہے۔ [1]

---

[1] (خمس لا يعلمهن إلا الله) على وجه الإحاطة والشمول كليا وجزئيا فلا ينافيه اطلاع الله بعض خواصه على كثير من المغيبات حتى من هذه الخمس لأنها جزئيات معدودة وإنكار المعتزلة لذلك مكابرة (إن الله عنده علم الساعة) أى تعيين وقت قيامها (وينزل) بالتخفيف والتشديد (الغيث) أى يعلم نزوله فى زمانه (ويعلم ما فى الأرحام) من ذكر وأنثى وشقى وسعيد (وما تدرى نفس ماذا تكسب غدا) من خير وشر جعل لنا الدراية التى فيها معنى الجبلة ولجنابه تقدس العلم تفرقه بين العلمين وأفاد أن ما هو بجبلتنا لا نعرف عاقبته فكيف بغيره (وما تدرى نفس بأى أرض تموت) خص المكان ليعرف الزمان من باب أولى لأن الأول فى وسعنا بخلاف الثانى وتخصيص الخمسة لسؤالهم عنها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ صحیح اور مستند احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد مواقع پر مختلف اشیاء

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(حم والرويانى) فى مسنده عن (بريدة) قال الهيثمى :رجال أحمد رجال الصحيح اه وظاهر صنيع المصنف أن ذا مما لم يخرج فى أحد الصحيحين مع أن البخارى خرجه فى الاستسقاء بلفظ مفاتيح الغيب خمس (إن الله عنده علم الساعة) إلخ(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث٣٩٦٣)
(ولا يعلم أحد ما يكون فى الأرحام) أذكر أم أنثى، شقى أم سعيد إلا حين أمره الملك بذاك.
(ولا تعلم نفس ماذا تكسب غدا) من خير أو شر، وربما تعزم على شىء وتفعل خلافه.
(وما تدرى نفس بأى أرض تموت) كما لا تدرى فى أى وقت تموت..........(وما يدرى أحد متى يجىء المطر) زاد الإسماعيلى :إلا الله، أى :إلا عند أمر الله به، فإنه يعلم حينئذ، وهو يرد على القائل :إن لنزول المطر وقتا معينا لا يتخلف عنه(إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، للقسطلانى، ج٢،ص ٢٥٩ ،أبواب الاستسقاء ،باب لا يدرى متى يجىء المطر إلا الله)
وقوله تعالى :وينزل الغيث أى فى إبانه من غير تقديم ولا تأخير فى بلد لا يتجاوزه به وبمقدار تقتضيه الحكمة، الظاهر أنه عطف على الجملة الظرفية المبنية على الاسم الجليل على عكس قوله تعالى :نسقيكم مما فى بطونها ولكم فيها منافع فيكون خبرا مبنيا على الاسم الجليل مثل المعطوف عليه فيفيد الكلام الاختصاص أيضا والمقصود تقييدات التنزيل الراجعة إلى العلم لا محض القدرة على التنزيل إذ لا شبهة فيه فيرجع الاختصاص إلى العلم بزمانه ومكانه ومقداره كما يشير إلى ذلك كلام الكشف، وقال العلامة الطيبى فى شرح الكشاف :دلالة هذه الجملة على علم الغيب من حيث دلالة المقدور المحكم المتقن على العلم الشامل وقوله تعالى ويعلم ما فى الأرحام أى أذكر أم أنثى أتام أم ناقص وكذلك ما سوى ذلك من الأحوال عطف على الجملة الظرفية أيضا نظير ما قبله، وخولف بين عنده علم الساعة وبين هذا ليدل فى الأول على مزيد الاختصاص اعتناء بأمر الساعة ودلالة على شدة خفائها، وفى هذا على استمرار تجدد التعلقات بحسب تجدد المتعلقات مع الاختصاص، ولم يراع هذا الأسلوب فيما قبله بأن يقال :ويعلم الغيث مثلا إشارة بإسناد التنزيل الى الاسم الجليل صريحا إلى عظم شأنه لما فيه من كثرة المنافع لأجناس الخلائق وشيوع الاستدلال بما يترتب عليه من إحياء الأرض على صحة البعث المشار إليه بالساعة فى الكتاب العظيم قال تعالى :وإن كانوا من قبل أن ينزل عليهم من قبله لمبلسين فانظر إلى آثار رحمت الله كيف يحى الأرض بعد موتها إن ذلك لمحى الموتى وقال سبحانه :ويحى الأرض بعد موتها وكذلك تخرجون إلى غير ذلك، وربما يقال :إن لتنزيل الغيث وإن لم يكن الغيث المعهود دخلا فى المبعث بناء على ما ورد من حديث مطر السماء بعد النفخة الأولى مطرا كمنى الرجال ، وقيل:الاختصاص راجع إلى التنزيل وما ترجع إليه تقييداته التى يقتضيها المقام من العلم، وفى ذلك رد على القائلين مطرنا بنوء كذا وللاعتناء برد ذلك لما فيه من الشرك فى الربوبية عدل عن يعلم إلى ينزل وهو كما ترى(روح المعانى للآلوسى، ج ١١ ص١٠٦، ١٠٧، سورة لقمان)

کے بارے میں ''لا ادری'' فرمانا ثابت ہے۔ [1]

---

[1] حدثنی عروة بن الزبیر، أن مروان بن الحکم، والمسور بن مخرمة، أخبراه أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال حین أذن لھم المسلمون فی عتق سبی ھوازن :إنی لا أدری من أذن منکم ممن لم یأذن، فارجعوا حتی یرفع إلینا عرفاؤکم أمرکم، فرجع الناس فکلمھم عرفاؤھم، فرجعوا إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فأخبروہ أن الناس قد طیبوا وأذنوا(صحیح البخاری ،رقم الحدیث ۷۱۷۶)

عن أبی ھریرة رضی اللہ عنہ، قال :استب رجلان رجل من المسلمین ورجل من الیھود، قال المسلم :والذی اصطفی محمدا علی العالمین، فقال الیھودی :والذی اصطفی موسی علی العالمین، فرفع المسلم یدہ عند ذلک، فلطم وجہ الیھودی، فذھب الیھودی إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فأخبرہ بما کان من أمرہ،وأمر المسلم، فدعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلم، فسألہ عن ذلک، فأخبرہ، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :لا تخیرونی علی موسی، فإن الناس یصعقون یوم القیامة، فأصعق معھم، فأکون أول من یفیق، فإذا موسی باطش جانب العرش، فلا أدری أکان فیمن صعق، فأفاق قبلی أو کان ممن استثنی اللہ(صحیح البخاری ،رقم الحدیث ۲۴۱۱)

عن أبی سعید رضی اللہ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال :الناس یصعقون یوم القیامة، فأکون أول من یفیق، فإذا أنا بموسی آخذ بقائمة من قوائم العرش، فلا أدری أفاق قبلی أم جوزی بصعقة الطور(صحیح البخاری ،رقم الحدیث ۳۳۹۸)

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما، قال :خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال :یا أیھا الناس، إنکم محشورون إلی اللہ حفاة عراة غرلا، ثم قال :(کما بدأنا أول خلق نعیدہ، وعدا علینا إنا کنا فاعلین) إلی آخر الآیة، ثم قال " :ألا وإن أول الخلائق یکسی یوم القیامة إبراھیم، ألا وإنہ یجاء برجال من أمتی فیؤخذ بھم ذات الشمال، فأقول :یا رب أصیحابی، فیقال :إنک لا تدری ما أحدثوا بعدک، فأقول کما قال العبد الصالح : (وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم، فلما توفیتنی کنت أنت الرقیب علیھم وأنت علی کل شیء شھید) فیقال :إن ھؤلاء لم یزالوا مرتدین علی أعقابھم منذ فارقتھم (صحیح البخاری ،رقم الحدیث ۴۶۲۵)

حدثنا إسحاق بن إبراھیم، وعلی بن خشرم، جمیعا عن عیسی بن یونس، قال ابن خشرم :أخبرنا عیسی، عن ابن جریج، أخبرنی أبو الزبیر، أنہ سمع جابرا، یقول ": رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرمی علی راحلتہ یوم النحر، ویقول :لتأخذوا مناسککم، فإنی لا أدری لعلی لا أحج بعد حجتی ھذہ(مسلم ،رقم الحدیث ۱۲۹۷"۳۱۰")

حدثنا إسحاق بن إبراھیم، وعبد بن حمید، قالا :أخبرنا عبد الرزاق، عن ابن جریج، أخبرنی أبو الزبیر، أنہ سمع جابر بن عبد اللہ، یقول :أتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لہٰذا کسی بھی غیرُ اللہ، بالخصوص کسی ولی یا نبی کے لیے، تمام علمِ غیب کی باتوں کا علم ہونے کا دعویٰ کرنا درست نہیں۔ لیکن یہاں اصل کلام اس میں ہے کہ اس طرح کی تاویلات کی وجہ سے حقیقی کفر اور شرکِ اکبر کا حکم لگانے میں احتیاط حائل ہوجاتی ہے، یا نہیں؟

اس سلسلہ میں ہمارا جواب اثبات میں ہے، اور ہم اس طرح کے دعوے، تاویل کے ساتھ کرنے والوں کے متعلق، حقیقی کفروشرک کا حکم لگانا خلافِ احتیاط سمجھتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ محققینِ مشائخِ دیوبند، جو مختلف شرک وبدعات پر مشتمل اقوال وافعال کا ارتکاب کرنے والے مسلمانوں کی تکفیر میں تاویل واحتیاط کے قائل ہیں، اس کی اصولی طور پر جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے اس قول سے تائید ہوتی ہے، جس میں انہوں نے مختلف اہلِ بدعت کے فرقوں کو صریح کافرومشرک قرار دینے کے بجائے، اہلِ بدعت واہلِ ہویٰ وغیرہ قرار دیا۔

لہٰذا تکفیر کے مسئلہ میں تاویل واحتیاط کے پہلو کو بے بنیاد قرار نہیں دیا جاسکتا۔

جس کی تائید متعدد احادیث سے بھی ہوتی ہے، جن میں چند بنیادی چیزوں پر اسلام وایمان کا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وسلم بضب، فأبى أن يأكل منه، وقال :لا أدرى لعله من القرون التى مسخت(مسلم، رقم الحديث ١٩٤٩"٤٨")

حدثنا عبيد الله بن معاذ العنبرى، حدثنا أبى، حدثنا شعبة، عن النعمان بن سالم، قال: سمعت يعقوب بن عاصم بن عروة بن مسعود الثقفى، يقول: سمعت عبد الله بن عمرو، وجائه رجل، فقال: ما هذا الحديث الذى تحدث به؟ تقول: إن الساعة تقوم إلى كذا وكذا، فقال: سبحان الله أو لا إله إلا الله – أو كلمة نحوهما – لقد هممت أن لا أحدث أحدا شيئا أبدا، إنما قلت: إنكم سترون بعد قليل أمرا عظيما، يحرق البيت، ويكون ويكون، ثم قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " يخرج الدجال فى أمتى فيمكث أربعين – لا أدرى: أربعين يوما، أو أربعين شهرا، أو أربعين عاما فيبعث الله عيسى ابن مريم (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٩٤٠"١١٦")

عن حذيفة، قال :كنا جلوسا عند النبى صلى الله عليه وسلم، فقال :إنى لا أدرى ما قدر بقائى فيكم فاقتدوا باللذين من بعدى -وأشار إلى أبى بكر وعمر -واهتدوا بهدى عمار، وما حدثكم ابن مسعود فصدقوه هذا حديث حسن(سنن الترمذى،رقم الحديث ٣٧٩٩)

www.idaraghufran.org

حکم لگایا گیا ہے، اوران چیزوں کی موجودگی میں کفر کا حکم لگانے سے منع کیا گیا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کا حوالہ

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مِنْ أَصْلِ الْإِيْمَانِ: الْكَفُّ عَمَّنْ، قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نُكَفِّرُهُ بِذَنْبٍ، وَلَا نُخْرِجُهُ مِنَ الْإِسْلَامِ بِعَمَلٍ، وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ إِلٰى أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَّالَ لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ، وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ، وَالْإِيْمَانُ بِالْأَقْدَارِ (سنن أبی داود، رقم الحديث ٢٥٣٢، كتاب الجهاد، باب فی الغزو مع أئمة الجور) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایمان کی جڑ سے تعلق رکھتی ہیں، ایک تو یہ کہ جو ''لا الٰہ الا اللہ'' کہے، اس سے رُکا جائے، اور ہم ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے والے کی کسی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ کریں، اور ہم اس کو کسی عمل کی بنا پر اسلام سے خارج قرار نہ دیں، دوسرے یہ کہ جہاد، میری بعثت سے شروع ہوکر اس وقت تک جاری رہے گا، جب تک میری امت کا آخری فرد، دجال سے قتال نہ کرلے، جس کو کسی ظلم کرنے والے کا ظلم، باطل نہیں کرے گا، اور نہ انصاف کرنے والے کا انصاف، اس کو باطل کرے گا، تیسرے یہ کہ تقدیروں پر ایمان لانا (ابوداؤد)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة يزيد بن أبی نشبة، بضم النون وسكون الشين المعجمة، وبعدها باء بواحدة مفتوحة وتاء تأنيث .ضبطه المنذری.
وهو فی "سنن سعيد بن منصور.(2367) "
وأخرجه أبو يعلى (4311) و (4312)، والبيهقی فی "السنن156 /9 "، وفی "الاعتقاد "ص 188، والضياء المقدسی فی "المختارة "(2741) و (2742)، والمزی فی ترجمة يزيد بن أبی نشبة من "تهذيب الكمال "من طريق جعفر بن برقان، به(حاشية سنن ابی داوٗد)

www.idaraghufran.org

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک موحد و مومن کے قول وفعل میں ایسی تاویل ممکن ہو، جس کی وجہ سے صریح کفر کا حکم نہ لگتا ہو، تو ایسی تاویل کی بنا پر صریح کفر کا حکم لگانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ [1]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث کا حوالہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِىْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ، فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِىْ ذِمَّتِهٖ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۳۹۱، كتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہماری (یعنی مسلمانوں جیسی) نماز پڑھے اور ہمارے (یعنی مسلمانوں کے) قبلہ کی طرف (عبادت کے

---

[1] (ثلاث من أصل الإيمان) أصل الشىء قاعدته التى لو توهمت مرتفعة لارتفع بارتفاعها وفسرها بقوله: (الكف عمن قال "لا إله إلا الله") أى الكف عن دمه وماله وعرضه(ولا نكفره بذنب)أى لا يجعل كافرا بذنب ارتكبه وزيادة قوله: (ولا نخرجه من الإسلام بعمل) للتأكيد أو لإفادة أنه لا يكفر بالذنب ولا يقال إنه ليس بمسلم ولا يقال لا يصفه بكفر ولا إسلام أو يكون كالإعلام بأنه يأتى من يخرج المسلم بالعمل القبيح كالخوارج، وفيه رد على من يكفر بالتأويل أشد رد، (والجهاد) أى للكفار والبغاة أى اعتقاد هذا هو الخصلة الثالثة .(ماض) ماض أى ثابت مستمر. (منذ بعثنى الله) أى أمرنى به وذلك بعد هجرته – صلى الله عليه وسلم – لأنه لم يأمر به من أول بعثته فهذه مدة ابتداء شرعيته ومدة انتهائها .(إلى أن يقاتل آخر أمتى الدجال) وليس بعده جهاد لأنه لا يكون بعده إلا خروج يأجوج ومأجوج ولا يطاق قتالهم بل يهلكهم الله بالنغف كما تقدم .(لا يبطله) أى يسقط وجوبه .(جور جائر) أى جور إمام المسلمين وخليفتهم الذى إليه أمر الجهاد وبيده عقد لواء الأجياد فإن كان جائرا وجب الجهاد معه لأعداء الإسلام .(ولا عدل عادل) استطراد وإلا فهو معلوم أنه لا يسقط بعدل عادل إنما الذى يتوهم سقوطه مع الجائرين وإرشاد إلى أنه لا فرق فى وجوبه بين الأمرين وأنه كما يجب على العادل يجب مع الجائر وتقدم الكلام. (والإيمان بالأقدار) .(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى، ج۵ص۱۴۸، ۱۴۹، تحت رقم الحديث ۳۴۱۹، حرف الثاء المثلثة)

www.idaraghufran.org

لئے) رُخ کرے، اور ہمارا ذبیحہ کھائے، تو وہ مسلمان ہے، جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے، تو تم اللہ کی ذمہ داری میں خیانت نہ کرو (بخاری)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث کا حوالہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالُوْهَا، وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا، وَذَبَحُوْا ذَبِيْحَتَنَا، فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۹۲، کتاب الصلاۃ، باب فضل استقبال القبلۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں، جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں، پس جب وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لیں، اور ہماری (یعنی مسلمانوں کی) طرح نماز پڑھنے لگیں، اور ہمارے قبلہ (یعنی بیت اللہ) کی طرف رخ کرنے لگیں، اور ہماری طرح (اللہ کا نام لے کر) ذبح کرنے لگیں، تو ہمارے اوپر ان کا خون اور ان کا مال حرام ہو جاتا ہے، سوائے کلمۂ اسلام کے حق کے (یعنی ان پر اسلام کے قانون لاگو ہوں گے، مثلاً قتل کے بدلہ میں قصاص وغیرہ) اور ان (کے باطن اور نیک وبُرے اعمال کی جزا وسزا) کا حساب، اللہ کے ذمہ ہے (بخاری)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی چوتھی حدیث کا حوالہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى

يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰـــهَ إِلَّا اللّٰـهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ، وَأَنْ يَسْتَقْبِلُوْا قِبْلَتَنَا، وَأَنْ يَأْكُلُوْا ذَبِيْحَتَنَا، وَأَنْ يُصَلُّوْا صَلَاتَنَا، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِيْنَ، وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۲۶۴۱، کتاب الجهاد، باب على ما يقاتل المشركون) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں، جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی نہ دیں، اور اس کی گواہی نہ دیں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور ہمارے قبلہ (یعنی بیت اللہ) کی طرف رخ نہ کرنے لگیں، اور ہماری طرح (اللہ کا نام لے کر) ذبح نہ کرنے لگیں، اور ہماری (یعنی مسلمانوں کی) طرح نماز نہ پڑھنے لگیں، جب وہ ایسا کرلیں، تو ہمارے اوپر ان کا خون اور ان کا مال حرام ہوجاتا ہے، سوائے اسلام کے حق کے (یعنی ان پر اسلام کے قانون لاگو ہوں گے، مثلاً قتل کے بدلہ میں قصاص وغیرہ) اور ان (کے باطن اور نیک وبُرے اعمال کی جزاوسزا) کا حساب اللہ کے ذمہ ہے (ابوداؤد)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ جو شخص اسلام کی بڑی ظاہری نشانیوں پر عمل کرے، تو جب تک اس کے خلاف کوئی ایسا عقیدہ وعمل ظاہر نہ ہو، جس میں کوئی بھی تاویل نہ ہوسکتی ہو، اس وقت تک اس پر صریح حکمِ کفروشرک جاری کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ موجودہ دور کے اہلِ بدعت وبریلویوں میں، مذکورہ احادیث وروایات میں ذکر شدہ اسلام کی اہم نشانیاں پائی جاتی ہیں۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

اس مضمون کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ محققینِ مشائخِ دیوبند نے تکفیرِ مسلم کے معاملہ میں حتی الامکان احتیاط کے پہلو کو ملحوظ رکھا ہے، اور جب تک کسی مسلم کے قول وفعل میں صریح کفر وشرک کا حکم لگانے میں تاویل ممکن ہوئی، اس وقت تک شرکِ صوری اور گناہ وغیرہ تو قرار دیا، اوراس سے بچنے اور اجتناب کرنے کی بھی تعلیم وتلقین اور تبلیغ کی، اور کہیں متعین شخص کی تکفیر کے بغیر عام حکم بیان کرتے ہوئے، تہدیداً شرک بھی کہا، جیسا کہ کئی نصوص میں بھی اس طرح کا ذکر ہے۔

موجودہ دور کے اہلِ بدعت وبریلویوں کے متعلق بھی محققین نے یہی طرزِ عمل ملحوظ رکھا، اوران کا یہ طرزِ عمل، صحابۂ کرام وتابعینِ عظام اور سلفِ صالحین اور جمہور فقہائے کرام کے موافق ہے، اوراس کے برعکس، بعض لوگوں نے، جو اہلِ بدعت کی تکفیر کی روِش نکالی ہے، اوراس کو مہمِ خاص کے طور پر جاری کیا ہے، ہمیں اس طرزِ عمل سے موافقت وموانست محسوس نہ ہوئی، کسی دوسرے کو ہو، تو ہوتی رہے۔

پس آج کل جو اہلِ بدعت اور بریلویوں کو مسلمان یا کافر قرار دینے کے سلسلہ میں بعض لوگوں کی طرف سے افراط وتفریط دیکھنے میں آتی ہے کہ ایک فریق اہلِ بدعت اور بریلویوں کے اختلاف کو لفظی اختلاف قرار دیتا ہے، جبکہ ایک فریق اس کو حنفی وشافعی کی طرح کا فقہی و اجتہادی اختلاف قرار دیتا ہے۔

جبکہ اس کے مقابلہ میں ایک فریق اہلِ بدعت اور بریلویوں کو علی الاطلاق دائرہ اسلام سے خارج کرنے پر رات ودن کوشاں ہے۔

اس سے اتفاق مشکل ہے۔

اور ہم اس سلسلہ میں ماقبل میں مذکور تحقیق کو راجح اور اعتدال پر مبنی، نیز شرعی وفقہی قواعد کے

موافق سمجھتے ہیں، اگرچہ کوئی اس کے مقابلہ میں کسی دوسری تحقیق کو راجح سمجھے، وہ اس کا اپنا معاملہ ہے۔

اللہ تعالیٰ افراط وتفریط سے بچ کر اعتدال کو اختیار کرنے اور بے جا تشدد اور باہمی تشتُّت وتفرُّق سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَ تَعَالٰی اَعُلَمُ وَ عِلُمُہٗ أَتَمُّ وَ أَحُكَمُ

محمد رضوان خان

29/شوال المکرّم/1440ہجری۔ بمطابق 03/ جولائی/2019ء بروز بدھ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

4

(چوتھا مضمون)

قبروں کو سجدہ کرنے کا حکم

غیرُ اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے، لیکن اگر کوئی مسلمان غیرُ اللہ کو عبادت سمجھے بغیر سجدہ کرے، تو محققین کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس کو حقیقی مشرک نہیں کہا جائے گا، کیونکہ اس صورت میں تاویل پائی جاتی ہے، خاص طور پر جبکہ وہ ایسی چیز کو سجدہ کرے، جس کی عبادت کفار میں رائج نہیں، جیسا کہ قبر کو سجدہ کرنا۔

البتہ بعض اہلِ علم حضرات، غیرُ اللہ کو علی الاطلاق سجدہ کرنے پر کفر کا حکم لگاتے ہیں، مگر یہ قول بظاہر راجح معلوم نہیں ہوتا، اسی لیے متعدد فقہائے کرام نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔

کیونکہ ان کے نزدیک مذکورہ صورت میں ''التزامِ کفر'' ثابت نہیں ہوتا، اور ''لزومِ کفر'' اس سے الگ چیز ہے۔

''لزومِ کفر'' کو نظر انداز کر کے ''التزامِ کفر'' کا حکم لگا دینا راجح نہیں، نیز جس کے کفر اور عدمِ کفر میں اختلاف ہو، اس میں احتیاط، کفر کا حکم نہ لگانے میں ہے، جس کی کچھ تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی تالیف ''اقتضاءُ الصراط المستقیم'' میں فرمایا کہ:

نهى عن الصلاة إلى ما عبد من دون الله فى الجملة وإن لم يكن العابد يقصد ذلک ولهذا ينهى عن السجود لله بين يدى الرجل

وإن لم يقصد الساجد ذلک لما فيه من مشابهة السجود لغير الله ....أما السجود لغير الله وعبادته فهو محرم فی الدين الذی اتفقت عليه رسل الله كما قال سبحانه وتعالى واسأل من أرسلنا من قبلک من رسلنا أجعلنا من دون الرحمن آلهة يعبدون (اقتضاء الصراط المستقيم، ج ا ص ٢٢٠ و ٢٢١، القسم الثانی، فصل فی ذکر الأدلة على الأمر بمخالفة الكفار عموما وفی أعيادهم خصوصا،وجوه الأمر بمخالفة الكفار)

ترجمہ: اللہ کے علاوہ کسی بندہ کی طرف نماز پڑھنے سے فی الجملہ منع کیا جائے گا، اگرچہ عبادت کرنے والے کا یہ قصد نہ ہو، اوراسی وجہ سے اللہ کے لیے سجدہ کو کسی آدمی کے سامنے سجدہ کرنے سے منع کیا جاتا ہے، اگرچہ سجدہ کرنے والے کا قصد اس آدمی کا نہ ہو، کیونکہ اس میں سجودلغیر اللہ کی مشابہت پائی جاتی ہے............

اورغیر اللہ کو سجدہ کرنا اور غیر اللہ کی عبادت کرنا، یہ ہر دین میں حرام ہے، جس پر اللہ کے تمام رسولوں کا اتفاق ہے، جیسا کہ (سورہ زخرف میں) اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ آلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ“

(اقتضاء الصراط المستقيم)

مذکورہ عبارت میں علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے غیرُ اللہ کو سجدہ کرنے کو اس صورت میں بھی ممنوع قرار دیا ہے، جبکہ غیرُ اللہ کو سجدہ کرنے، یعنی اس کو معبود سمجھنے کا قصد نہ ہو، کیونکہ اس میں سجودلغیر اللہ کی مشابہت پائی جاتی ہے، اوراس کی تمام شریعتوں میں ممانعت ہے، اورآگے خود علامہ ابنِ تیمیہ کے حوالہ سے آتا ہے کہ سجودلغیر اللہ کا بطورِ تحیۃ کے جواز ہماری شریعت کے علاوہ میں تھا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ تمام شریعتوں میں عدمِ جواز، غیر تحیۃ والے سجدہ کا تھا، اگرچہ سجدۂ تحیۃ لغیر اللہ، ہماری شریعت میں جائز نہیں، مگر یہ شرکِ اکبر اس لیے نہیں کہ

شرکِ اکبر کسی شریعت میں بھی جائز نہیں رکھا گیا، یہی تفصیل علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے حوالہ سے آگے آتی ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ کا دوسرا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرمایا کہ رکوع اور سجود، اللہ عز وجل ہی کے لیے جائز ہے، اگرچہ ہماری شریعت کے علاوہ میں تحیہ کے طریقہ پر اس کا جواز تھا، لیکن ہماری شریعت میں یہ بھی جائز نہیں۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ کا تیسرا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

ولا يجوز السجود لغير الله من الأحياء والأموات ولا تقبيل القبور ويعزر فاعله (مجموع الفتاوى، لا بن تيمية، ج۴، ص۱۶۱، مفصل اعتقاد السلف، تعزير من لعن احدا من المسلمين أو الاشعرية)

ترجمہ: اور غیر اللہ کے لیے سجدہ کرنا جائز نہیں، خواہ زندہ کے لیے سجدہ کیا جائے، یا مردہ کے لیے، اور نہ ہی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے، اور اس فعل کے مرتکب کی تعزیر کی جائے گی (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں غیرُ اللہ کے لیے سجدہ کونا جائز اور اس کے فاعل

---

[1] وأما الانحناء عند التحية :فينهى عنه كما في الترمذي (عن النبي صلى الله عليه وسلم أنهم سألوه عن الرجل يلقى أخاه ينحني له ؟ قال :لا) ولأن الركوع والسجود لا يجوز فعله إلا لله عز وجل ؛ وإن كان هذا على وجه التحية في غير شريعتنا كما في قصة يوسف :(وخروا له سجدا وقال يا أبت هذا تأويل رؤياي من قبل) وفي شريعتنا لا يصلح السجود إلا لله بل قد تقدم نهيه عن القيام كما يفعله الأعاجم بعضها لبعض فكيف بالركوع والسجود ؟ وكذلك ما هو ركوع ناقص يدخل في النهي عنه (مجموع الفتاوى، لا بن تيمية، ج ۱، ص۳۷۷، توحيد الألوهية ، التوسل والوسيلة، فصل في الانحناء عند التحية)

کو قابلِ تعزیر قرار دیا، صراحتاً کفر یا شرکِ اکبر قرار نہیں دیا، ورنہ تو تعزیر کے بجائے کفر اور مستحقِ قتل کا حکم لگاتے، اور ظاہر ہے کہ یہ سجدہ وہی ہوسکتا ہے، جو شرکِ اکبر، یعنی غیر اللہ کو معبود سمجھ کر نہ ہو، بلکہ تحیہ واکرام وغیرہ کے طور پر ہو، جیسا کہ پہلے گزرا۔

فتاویٰ ہندیہ، ردُّ المحتار، البحر الرائق اور فتاویٰ کاملیہ کا حوالہ

''الفتاویٰ الهندية'' میں ہے کہ:

''امام ابو منصورؒ نے فرمایا کہ جو آدمی دوسرے کے سامنے سجدہ کرے، تو اس کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ وہ اس کی تعظیم کا ارادہ کرتا ہے، عبادت کا ارادہ نہیں کرتا، اور ابو منصور کے علاوہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ غیرُ اللہ کے لیے بطورِ تعظیم کے سجدہ کرنا، کبیرہ ترین گناہ ہے، بعض حضرات اس پر مطلقاً تکفیر کے قائل ہیں، لیکن اکثر حضرات کا قول یہ ہے کہ اگر عبادت کی نیت سے کرے، تو کفر ہے، اور اگر تحیّہ کی نیت سے کرے، تو کفر نہیں، لیکن حرام ہے، اور اگر کوئی ارادہ نہ ہو، تو اکثر اہلِ علم کے نزدیک کفر ہے''۔ [1]

اور ''ردُّ المحتار'' میں ہے کہ:

''صدرُ الشہید نے فرمایا کہ غیرُ اللہ کو سجدہ کرنے پر کافر قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اس سے تحیّہ کا ارادہ کیا جاتا ہے، اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اگر غیرُ اللہ کے لیے سجدہ کرنا، تعظیم کے طریقہ پر ہو، تو کفر ہے، اور ظہیریہ میں ہے کہ غیرُ اللہ کو سجدہ

---

[1] قال الإمام أبو منصور -رحمه الله تعالى -إذا قبل أحد بين يدى أحد الأرض، أو انحنى له، أو طأطأ رأسه لا يكفر؛ لأنه يريد تعظيمه لا عبادته، وقال غيره :من مشايخنا رحمهم الله تعالى إذا سجد واحد لهؤلاء الجبابرة، فهو كبيرة من الكبائر، وهل يكفر؟ قال بعضهم :يكفر مطلقا، وقال أكثرهم :هذا على وجوه إن أراد به العبادة يكفر، وإن أراد به التحية لم يكفر، ويحرم عليه ذلك، وإن لم تكن له إرادة كفر عند أكثر أهل العلم(الفتاوى الهندية، ج٢، ص ٢٨١، كتاب السير، الباب التاسع فى احكام المرتدين، مطلب فى موجبات الكفر أنواع منها ما يتعلق بالإيمان والإسلام)

www.idaraghufran.org

کرنا، مطلقاً کفر ہے"۔ [۱]

اور "البحرُ الرائق" کے "تکملة" میں ہے کہ:

"بعض لوگ جو بادشاہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں، تو یہ حرام ہے، کیونکہ اس میں بت پرستوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے، اور صدرُ الشہید نے اس سجدہ کو باعثِ کفر قرار نہیں دیا، کیونکہ اس سے تحیّہ کا ارادہ کیا جاتا ہے، اور شمس الائمہ سرخسی نے غیرُ اللہ کے لیے بطور تعظیم کے سجدہ کرنے کو کفر قرار دیا ہے"۔ [۲]

شیخ محمد کامل بن مصطفیٰ طرابلسی حنفی (المتوفیٰ: 1315ہجری) کے "الفتاویٰ الکاملیة" میں ہے کہ:

"فرشتوں کے حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے سجدہ کرنے کی حیثیت میں اختلاف ہے، پھر انہوں نے "تبیینُ المحارم" وغیرہ کے حوالے سے اس سجدہ کے بطورِ تحیۃ واکرام کے ہونے کو ترجیح دی ہے"۔ [۳]

---

[۱] (قوله إن على وجه العبادة أو التعظيم كفر إلخ) تلفيق لقولين قال الزيلعي :وذكر الصدر الشهيد أنه لا يكفر بهذا السجود، لأنه يريد به التحية وقال شمس الأئمة السرخسي :إن كان لغير الله تعالى على وجه التعظيم كفر اهـ قال القهستاني :وفي الظهيرية يكفر بالسجدة مطلقا(رد المحتار على الدر المختار، ج٦،ص٣٨٣، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره)

[۲] وما يفعله من السجود بين يدى السلطان فحرام والفاعل والراضى به آثمان لأنه أشبه بعبدة الأوثان وذكر الصدر الشهيد أنه لا يكفر بهذا السجود؛ لأنه يريد به التحية وقال شمس الأئمة السرخسي :لغير الله على وجه التعظيم كفر(تكملة البحر الرائق، ج٨،ص٢٢٦، كتاب الكراهية،فروع تتعلق بالنساء)

[۳] سئلت: عن سجود الملائكة لآدم عليه السلام،هل كان تحية لآدم عليه السلام، او كان عبادة الله تعالىٰ، وآدم كالكعبة؟

فالجواب :والله تعالىٰ الموفق للصواب:ان العلماء اختلفوا فى ذلك ، قيل كان لله تعالىٰ ، والتوجه الى آدم للتشريف، كاستقبال الكعبة ، وقيل بل لآدم عليه السلام على وجه التحية والاكرام، ثم نسخ بقوله عليه السلام :لوامرت احدا ان يسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها، تتارخانية.

قال فى تبيين المحارم: والصحيح الثانى، ولم يكن عبادة له ، بل تحية واكراما، ولذا امتنع منه ابليس، وكان جائزا فيما مضى ، كما فى قصة يوسف عليه السلام، قال ابومنصور الماتريدى ، وفيه دليل على نسخ الكتاب بالسنة افاده ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ(الفتاوىٰ الكاملية، صفحة٢٦٦، كتاب الحظر والاباحة ، مطبوعة: المكتبة الحقانية، بشاور، الباكستان)

www.idaraghufran.org

معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کو سجدہ کرنے کے شرکِ اکبر، یا شرکِ جلی ہونے میں اختلاف ہے، لیکن بہت سے حضرات کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اگر بطورِ عبادت نہ ہو، بلکہ بطورِ تحیۃ ہو، تو حرام وکبیرہ گناہ ہے۔

علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب کا حوالہ

علامہ ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''**نہایۃ الادراک فی اقسام الاشراک**'' میں فرماتے ہیں کہ:

مشرکینِ عرب جو اصنام کی عبادت کرتے تھے، اور قبر پرست مسلمان، جو قبروں اور تعزیوں کو سجدہ کرتے ہیں، دونوں میں فرق ہے، مشرکینِ عرب ان کو شریک فی الالوہیت کرتے تھے، اور زبان سے بھی ان کو شریکِ خدائی کہتے تھے ''**دل علیہ قولہ تعالیٰ: وجعلوا لِلّٰہ مما ذرأ من الحرث والأنعام نصیبا فقالوا ہذا لِلّٰہ بزعمہم وہذا لشرکائنا . وجعلوا لِلّٰہ شرکاء الجن . وقال تعالیٰ: ویجعلون لہ اندادا** ''**وغیر ذلک من الایات**، اور گو وہ لوگ اس میں تاویلیں کرتے تھے، مگر اسی کے ساتھ کلمۂ توحید سے متوحش بھی ہوتے تھے، اور کہتے تھے کہ'' **أجعل الآلہۃ إلہا واحدا إن ہذا لشیء عجاب** '' اور طواف میں کہتے تھے ''**لبیک لا شریک لک، إلا شریکا ہو لک، تملکہ وما ملک**(صحیح مسلم)''

اور قبر پرست یا تعزیہ پرست ایسے نہیں ہیں، نہ وہ کلمۂ توحید کے منکر ہیں، اور نہ وہ اس سے متوحش ہیں، بلکہ بلا استثناء خدا تعالیٰ کو معبودِ واحد کہتے اور اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔

اور ہنود (اس کے برعکس) اپنے دیوتاؤں کو شریکِ الوہیت مانتے ہیں، اور کلمۂ

توحید سے منکر ومتوحش ہیں، جیسا کہ مشرکینِ عرب کی حالت اوپر معلوم ہوئی ہے، پس دونوں میں فرق یہ ہے کہ قبر پرستوں اور تعزیہ پرستوں کا شرک عملی ہے، جب تک کہ وہ اپنے کو مسلم وموحد کہتے رہیں، اور ہنود کا شرک، اعتقادی وعملی دونوں سے مرکب ہے۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ سجدہ غیرُ اللہ کو کرنا مطلقاً شرک نہیں، بلکہ بعض صورتوں میں امارتِ شرک (یعنی شرک کی علامت، نہ کہ حقیقت) ہے، باقی حقیقتِ شرک وہی ہے، جو اوپر مذکور ہوئی...... باقی قبروں اور تعزیوں کو سجدہ کرنا یہ علامت تکذیبِ شرع نہیں، کیونکہ کفار میں ان کی عبادت رائج نہیں، ہاں جس چیز کی عبادت کفار میں رائج ہے، اس کو سجدہ کرنا قضاءً حکمِ کفر کو مستلزم ہوگا (امداد الاحکام، ج1 ص120، کتاب الایمان والعقائد، رسالہ ''نہایۃ الادراک فی اقسام الاشراک'' مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع دوم)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا حوالہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

غیرُ اللہ کو سجدہ کرنا اگر بنیتِ عبادت ہو، تو کفرِ صریح اور ارتدادِ محض ہے (نعوذ باللہ منہ) اور اگر بنیتِ عبادت نہ ہو، بلکہ قصدِ تعظیمِ معروف ہو، تو ارتداد وکفر تو نہیں، لیکن سخت تر گناہ اور قریب شرک ہے (جواہر الفقہ، جلد اول، صفحہ ۵۰۶، کتاب السنۃ والبدعۃ، رسالہ ''بدع الناس عن محدثات الاعراس'' طبع جدید: نومبر 2010ء، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم، کراچی)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا دوسرا حوالہ

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

غیر اللہ کو سجدہ کرنا، تو بعض علماء کے نزدیک مطلقاً کفر ہے، بعض نے فرمایا کہ اگر

بنیتِ عبادت کرے، تو کفر، ورنہ گناہِ کبیرہ اور حرام ہے، الغرض حرام ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں (امداد المفتیین جامع، جلد ا، ص ۶۴۹، کتاب الایمان والعقائد، باب احکام الکفر، فصل فی البدعات التی تتعلق بالجنازۃ والدفن والقبور، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، طبع جدید: اگست 2018)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا تیسرا حوالہ

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی رحمہ اللہ، غیرُ اللہ کو سجدہ کرنے کے متعلق اپنے ایک رسالے ’’المقالۃ المرضیۃ فی حکم سجدۃ التحیۃ ‘‘ کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

خلاصہ تمام رسالے کا یہ ہے کہ غیرُ اللہ کو سجدہ کرنا، اگر بقصدِ عبادت ہو، یا بصورتِ عبادت، خواہ نیت، عبادت کی نہ ہو، یہ دونوں صورتیں باجماع، کفر وشرک میں داخل ہیں، اس کے علاوہ جتنی صورتیں ہیں، بعض علماء تو ان کو بھی کفر وشرک قرار دیتے ہیں، اور بعض اس میں احتیاط کرتے ہیں، مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حرام وناجائز اور قریب بکفر ہے (امداد المفتیین، ص ۱۷۸، کتاب السنۃ والبدعۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، مئی 2001ء)

علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کا حوالہ

علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ ’’غیرُ اللہ کو سجدہ کرنے‘‘ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

مسئلۂ سجود میں یمن اور نجد وغیرہ کے بعض علماء سے کچھ غلطی اور غلو ہوگیا ہے، خود میں جب ہندوستانی وفد میں ملکُ الحجاز سلطان ابنِ سعود کی دعوت پر گیا تھا، تو ایک روز علمائے نجد وقاہرہ وغیرہ اطراف کے علماء ایک مجمع میں جمع تھے، سلطان

بھی شریک تھے، متعدد مسائل پر بحث ہوئی، اس وقت میں نے اس مجلس میں اس مسئلۂ سجود لغیر اللہ پر بھی بحث کی، اور یہ بہت ہی اہم ترین بحث تھی، اس لیے اس کی کچھ تشریح کی جاتی ہے۔

کچھ لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ سجود لغیر اللہ، احیاء، یا اموات کے لیے مطلقاً شرکِ جلی ہے، خواہ تعظیماً ہو، یا تعبداً ہو۔

ان کے نزدیک تعظیماً غیر اللہ کو سجدہ کرنے والا بھی ویسا ہی کافر ومشرک ہے، جیسا کہ بت کے سامنے سجدہ کرنے والا اور اس کا حکم دنیا میں واجبُ القتل اور آخرت میں دائمی عذاب کا مستحق ہے، اور یہ وہی حکم ہے، جو ایک کافر ومشرک اور بت پرست کا ہے۔

الغرض سجود لغیر اللہ، خواہ بنیتِ تعظیم ہو، اس میں اور سجود بنیتِ تعبد میں کوئی فرق نہیں، دونوں شرکِ جلی ہیں، اور بت پرستی کے حکم میں ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ عبادتِ غیرُ اللہ، شرکِ جلی ہے، اور بت پرستی ہی کے حکم میں ہے، اب دیکھنا چاہیے کہ عبادت کے معنیٰ کیا ہیں؟

عبادت کے معنیٰ ہیں ''**غایۃُ التذلل** '' یا ''**التذلل الاقصٰی** ''، یعنی کسی کے سامنے انتہائی اور غایت درجہ کی ذلت اختیار کرنا، اور سجدہ سب سے بڑھ کر ''**غایۃُ التذلل و التذلل الاقصٰی** '' پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اس سے زیادہ اور کیا تذلل ہوسکتا ہے کہ اپنی پیشانی اس کے سامنے زمین پر رکھ دے، اس لیے یہ لوگ کہتے ہیں کہ سجدہ میں تعبد و تعظیم کی تقسیم ہی صحیح نہیں، خود سجدہ بھیئتہٖ تعبد ہے، عبادت کے معنیٰ علیٰ حد الکمال اس میں موجود ہیں، اس میں شک نہیں کہ بہت سے مسلمان فسادِ عقیدہ کی وجہ سے سجود لغیر اللہ کے مرتکب ہوتے ہیں، اور اسلام کے بنیادی عقیدۂ توحید کے تقاضوں سے تغافل برتتے ہیں، بعض علماء نے سجدۂ

www.idaraghufran.org

تعبد اور سجدۂ تعظیم میں فرق نہیں کیا، چنانچہ علامہ شوکانی نے اس میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے ''الدر النضید فی اخلاص کلمة التوحید''

مگر علمائے محققین سجود لغیر اللہ تعبداً وتعظیماً میں فرق کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ سجود لغیر اللہ تعبداً تو یقیناً شرکِ جلی ہے، بت پرستی ہی کے حکم میں ہے، اس کا مرتکب مؤبد ومخلد فی النار ہے، اور سجدہ لغیر اللہ خواہ احیاء کے لیے ہو، یا اموات کے لیے تعظیماً یعنی بنیتِ تعظیم شرکِ جلی نہیں، اس کا حکم بت پرستی کا حکم نہیں ہے، اس کا مرتکب مستوجب القتل اور مؤبد فی النار نہیں ہوگا، ہاں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ بھی شریعتِ محمدیہ میں بالکل حرام وشرک کا شعبہ اور گناہِ کبیرہ ہے، اس کا مرتکب مبتدع وفاسق ہے، مستحقِ تعزیر وعذاب، جہنم ہے۔

محققین دونوں کے حکم میں فرق کرتے ہیں، محققین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سجدۂ لغیر اللہ کو مطلقاً اور علی العموم شرکِ جلی نہیں کہہ سکتے، کیونکہ یہ تو ہوا ہے کہ مختلف شریعتوں میں حلال وحرام اور دوسرے احکام میں نسخ وتبدیلی ہوئی، یعنی بعض چیزیں جو اس امت پر حرام ہیں، پہلے کسی امت پر حلال تھیں، یا بالعکس، بلکہ اس قسم کا نسخ وتبدل تو ایک ہی شریعت میں بھی مختلف زمانوں میں ہوا ہے، چنانچہ شراب وغیرہ کے حکم میں یہ ظاہر ہے، مگر یہ متفق علیہ اور یقینی بات ہے کہ دنیا کی ابتداء سے آج تک آدم علیہ السلام سے لے کر سید ولدِ آدم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی نبی کی شریعت میں ایک لمحہ کے لیے بھی شرکِ جلی کو جائز نہیں رکھا گیا، اور نہ کسی امت میں ایک سیکنڈ کے لیے عبادتِ غیر اللہ کو گوارا کیا گیا۔

وما امروا الا لیعبدوا اللّٰہ مخلصین له الدین ، حنفآء (البینة ، آیت نمبر ۵)

اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں، ایک رخ ہو کر خالص اسی کی اطاعت کی نیت سے۔

www.idaraghufran.org

انبیاء کی شریعتوں میں فروعات کے اعتبار سے کچھ اختلاف تھا، مگر اصلُ الاصول یعنی توحید میں اور شرکِ جلی وغیرُ اللہ کی عبادت سے منع کرنے میں ایک رائی برابر بھی اختلاف نہیں تھا۔

جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی، تو اب دیکھیے کہ خود قرآن ہی میں دوجگہ سجدۂ غیر اللہ کا ذکر ہے، ایک تو حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے ان کے بھائیوں کا سجدہ کرنا، کیا یہ سجدہ شرک جلی تھا؟ اگر شرکِ جلی ہوتا، تو یوسف علیہ السلام جو کہ نبی ہیں، ان کے سامنے خود انہیں کے لیے کس طرح کیا گیا، حالانکہ اس سے پہلے خود ہی سجن (جیل خانہ) میں اس سے برائت ظاہر کی ہے ''ما کان لنا ان نشرک باللہ من شیئ ''یعنی ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو کسی چیز میں شریک کریں، اور عبادتِ غیر اللہ سے منع کیا ''الا تعبدوا الا ایاہ ''کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو۔

مزید براں یہ کہ ان ساجدین (یعنی سجدہ کرنے والوں) میں خود حضرت یعقوب علیہ السلام بھی تھے، تو کیا یعقوب علیہ السلام نے نبی ہو کر شرکِ جلی عبادتِ غیر اللہ کا ارتکاب کیا؟

اور اس سجدہ کو شرکِ جلی وعبادتِ غیر اللہ کہہ کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یوسف علیہ السلام کی شریعت میں جائز تھا، کیونکہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ شرکِ جلی ایک لمحہ کے لیے کسی شریعت میں جائز نہ تھا، اور اگر لفظِ سجدہ میں محض انحناء یعنی صرف جھکنا وغیرہ تاویل کرنا چاہیں، تو ''خروا لہ سجدا ''قرآن کے ان الفاظ میں اس تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔

دوسرا حضرت آدم علیہ السلام کے لیے فرشتوں کا سجدہ کرنا، یہ خود اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا، جس کو بجا نہ لانے پر ابلیس ملعون ہوا، تو کیا اللہ تعالیٰ نے شرکِ جلی

www.idaraghufran.org

وعبادتِ غیرُ اللہ کا حکم کیا، یہاں بھی ’’فقعوا لہ ساجدین ‘‘قرآن کا لفظ ’’قعوا ‘‘اس پر دلالت کرتا ہے کہ سجدہ کے حقیقی معنیٰ مراد ہیں، تاویلِ انحناء صحیح نہیں ہے۔

لامحالہ ان دونوں جگہ آپ کو اقرار کرنا ہوگا کہ سجدہ تعظیماً تھا، تعبداً نہ تھا، اور ان دونوں میں فرق کرنا ہوگا کہ سجدۂ تعظیمی، شرکِ جلی و بت پرستی کے حکم میں نہیں، ہاں شریعتِ محمدیہ میں یہ حرام ہے، معصیتِ کبیرہ ہے، فسق ہے، یوسف علیہ السلام کی شریعت میں جائز تھا، بقول حافظ عماد الدین ابنِ کثیر رحمہ اللہ ’’فافہم ‘‘اور انصاف سے دیکھا جائے، تو مطلق سجدہ کو ہرگز شرکِ جلی نہیں کہہ سکتے (فضل الباری شرح اردو صحیح البخاری، ج ا ص ۲۱۶ تا ۲۱۸، از مولانا شبیر احمد عثمانی، شارحِ بخاری کا سفرِ حجاز اور تحقیق مسئلہ سجود، ناشر: مکتبہ مدنیہ، لاہور، تاریخ طبع: شوال ۱۳۹۳ ہجری، نومبر 1973 عیسوی)

علامہ احمد رضا خان بریلوی صاحب کا حوالہ

جناب احمد رضا خان بریلوی صاحب نے اپنے رسالہ ’’الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ ‘‘میں بھی یہی تفصیل بیان کی ہے کہ غیر اللہ کے لیے سجدۂ عبادت تو یقینی طور پر شرکِ جلی اور واضح کفر ہے، لیکن سجدۂ تحیۃ یقینی طور پر حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اور اس کے کفر ہونے میں اختلاف ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ وہ شرکِ جلی اور واضح کفر کے بجائے، کفرِ صوری میں داخل ہے۔ [1]

---

[1] اس رسالہ کا ایک اقتباس درجِ ذیل ہے:

سجدہ حضرت عزت جلالہ، کے سوا کسی کے لیے نہیں، اس کے غیر کو سجدۂ عبادت یقیناً اجماعاً شرکِ مبین وکفر مبین، اور سجدۂ تحیۃ حرام وگناہ کبیرہ بالیقین، اور اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین، ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول اور عند التحقیق وہ کفرِ صوری پر محمول ’’کما سیأتی بتوفیق المولیٰ سبحانہٗ وتعالیٰ‘‘ ہاں مثلِ صنم وصلیب وشمس وقمر کے لیے سجدے پر مطلقاً کفار‘ کما فی شرح المواقف وغیرہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس مضمون کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ غیرُ اللہ کو سجدہ کرنا، اگر بنیتِ عبادت نہ ہو، اور نہ ہی اس طرح غیرُ اللہ کو سجدہ کرنا، صریح شرک وکفر کی واضح علامت ہو، جیسا کہ قبروں کو سجدہ کرنا، تو بہت سے محققین کے نزدیک یہ عمل محتمل التاویل ہے، اس لیے مسلمان سے اس فعل کے صادر ہونے پر صریح شرک وکفر کا حکم لگانا، خلافِ احتیاط ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک غیر اللہ کو سجدہ کرنا مطلقاً کفر ہے، اس لیے مذکورہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے، جو اہلِ علم حضرات، جیسا کہ اہلِ نجد غیر اللہ کو سجدہ کرنے پر مطلقاً حقیقی کفر وشرک کا حکم لگاتے ہیں، ان کا قول اگرچہ دوسرے اہلِ علم حضرات کے نزدیک ہمارے رجحان کے مطابق مرجوح ہے، لیکن اس کے باوجود وہ قول، باطل نہیں، اس لیے اس قول کے حامل پر بھی بے جا نکیر کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، تاہم اس طرح کا سخت حکم لگانے کے نتائج وعواقب سے سنجیدہ طریقے پر آگاہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ اس کی اپنی جگہ ضرورت ہے۔

فقط

وَاللہُ سُبۡحَانَہٗ وَ تَعَالٰی اَعۡلَمُ وَ عِلۡمُہٗ أَتَمُّ وَ أَحۡکَمُ

محمد رضوان خان

29/شعبان المعظم/1440 ہجری۔ بمطابق 05/مئی/2019ء بروز اتوار

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من الاسفار ''ان کے سوا مثل پیر ومزار کے لیے ہرگز ہرگز نہ جائز ومباح، جیسا کہ زید کا ادعائے باطل، نہ شرکِ حقیقی نامغفور جیسا کہ وہابیہ کا زعمِ باطل، بلکہ حرام ہے، اور کبیرہ وفحشاء ''فیغفر لمن یشآء ویعذب من یشآء'' (فتاویٰ رضویہ، ج۲۲، ص۴۲۹، ۴۳۰، رسالہ ''الزبدة الزکیة لتحریم سجود التحیة'' مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور، اشاعت: جمادی الاخریٰ 1423 ہجری، اگست 2002 عیسوی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی و تحقیقی سلسلہ

تکفیرِ شیعہ

اور چند شبہات پر کلام

تکفیرِ شیعہ کے حکم پر ادارہ غفران سے جاری شدہ فتویٰ
مذکورہ فتوے پر چند شبہات اور ان کے تحقیقی جوابات

مؤلف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان
www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

فہرست

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مؤلف)

بندہ نے ''تکفیرِ مسلمین ومبتدعین'' کے عنوان سے چند مضامین تحریر کیے تھے، جن میں ایک مضمون ''تکفیرِ شیعہ وروافض'' سے متعلق بھی شامل تھا، اور خیال تھا کہ ان تمام مضامین کو ایک جلد میں جمع کر کے شائع کر دیا جائے، اسی دوران ملک میں ''اہلِ تشیع کی تکفیر'' پر گرم بازاری شروع ہوگئی، مختلف مجلّات ورسائل میں اس مسئلہ کو ہر اہل ونااہل نے تختۂ مشق بنانا شروع کر دیا، جبکہ اس سے پہلے بھی اس مسئلے کی گرم بازاری میں کوئی کمی نہیں تھی۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے ''تکفیرِ شیعہ وروافض'' کے حکم پر مزید تحقیق کی ضرورت محسوس ہوئی، تحقیق کے نتیجے میں یہ مضمون مفصل ومدلل ہونے کی وجہ سے مستقل جلد میں شائع ہونے کے قابل ہوگیا، ابھی اس کی تکمیل ہوئی ہی تھی، اور اس کی اشاعت میں کچھ وقت باقی تھا، بحث بحثی کی گرم بازاری کے ماحول میں تقاضا ہوا کہ اس مسئلہ کو قدرے اختصار واعتدال کے ساتھ ماہنامہ ''التبلیغ'' راولپنڈی میں شائع کر دیا جائے۔

چنانچہ اکتوبر 2020ء کے شمارہ میں ایک سوال کے جواب میں ''تکفیرِ شیعہ کا حکم'' کے عنوان سے مختصر فتویٰ شائع کر دیا گیا۔

اس فتوے کی اشاعت کے بعد بعض متشددین کے حلقہ میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی، اور اس دوران بندہ کو مذکورہ بالا فتوے کے ردِعمل میں ایک مولوی صاحب کی تحریر موصول ہوئی، اس تحریر کا انداز جارحانہ اور الزامی تھا۔

اس طرح کی تحریرات کے جواب کی اگرچہ زیادہ اہمیت نہیں ہوتی، جب بغیر کسی مستند حوالہ کے دوسرے پر الزامات کی بارش کر دی جائے، اور مستند حوالہ جات پر علم وتحقیق کے تناظر میں کلام

نہ کیا جائے۔

لیکن ایک عرصے سے علم وتحقیق کے میدان میں یہ بات دیکھنے میں آتی رہی ہے کہ جن امور کی علم وتحقیق کے میدان میں کوئی اہمیت نہیں تھی، آج ایک بڑے علمی حلقے کی طرف سے ان ہی امور کو علم وتحقیق کا اصل ہتھیار، بلکہ علمی شاہکار سمجھ لیا گیا ہے، جس کا رات دن، منبر ومحراب اور رسائل وجرائد میں بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے علمی وتحقیقی امور، محض دَب کر رہ گئے ہیں، اور ظاہری علم ودانش کے شہسواروں کے ساتھ ساتھ عوامی حلقے کے بڑے طبقے کی نظروں سے بھی وہ اوجھل ہوگئے ہیں۔

اس لیے مذکورہ بالا تحریر پر مستند ومعتبر حوالہ جات وعبارات کی روشنی میں کلام کرنے اور اس تحریر میں مذکورہ امور کا علمی وتحقیقی جائزہ لینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

اس تحریر کا جواب بھی ایک مستقل رسالہ کی حیثیت اختیار کرگیا، اس کو اب ''تکفیرِ شیعہ اور چند شبہات پر کلام'' کے عنوان سے شائع کیا جارہا ہے، جس کے شروع میں بندہ کا وہ مختصر فتویٰ درج کیا گیا ہے، جس پر ایک مولوی صاحب کی تحریر موصول ہوئی، پھر مولوی صاحب کی وہ تحریر نقل کی گئی ہے، اور آخر میں اس تحریر کے جواب میں بندہ کا قدرے تفصیلی جواب شامل ہے، جبکہ اس موضوع پر بندہ کی ایک دوسری مفصل تالیف بھی طباعت کے مراحل میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اعتدال کو اختیار کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، اور تشدد وبے اعتدالی سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَ تَعَالٰی اَعۡلَمُ وَ عِلۡمُہٗ أَتَمُّ وَ أَحۡکَمُ

محمد رضوان خان

08 / جمادی الاولیٰ / 1442 ہجری۔ بمطابق 24 / دسمبر / 2020ء بروز جمعرات

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تکفیرِ شیعہ کا حکم

سوال:

کیا تمام اہلِ تشیع، کافر ہیں، یا نہیں؟

اور ''شیعہ اثنا عشری'' کی تکفیر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ سنا ہے کہ یہ لوگ قرآن مجید میں تحریف کے قائل ہیں۔

باحوالہ جواب درکار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:

صورتِ مسئولہ میں ہمارے نزدیک، وہی موقف راجح ہے، جو مندرجہ ذیل عبارات میں مذکور ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

شیعوں میں اس قدر مختلف فرقے ہوئے ہیں اور ہیں کہ ہر ایک کے عقائد و خیالات کا احاطہ دشوار ہے، پھر ہر فرقے کی کتابیں مختلف خیالات واستدلالات سے پُر ہیں، اس لیے ہمارے اکابر نے بنظرِ احتیاط موجودہ شیعوں پر کوئی مستقل حکم کرنے سے اس وقت تک احتراز کیا ہے، جب تک اس کا خاص عقیدہ معلوم نہ ہو جاوے، خواہ تفصیلاً، یا یہ کہ ''میں ان تمام عقائد کا پابند ہوں، جو فلاں فرقے کی فلاں کتاب میں مذکور ہیں''۔

بغیر اس کے ہر شیعہ پر پچھلے شیعوں کی خرافات کو لازم کر دینا، یقیناً احتیاط کے خلاف ہے۔

www.idaraghufran.org

شیعوں کی کتابوں میں تحریفِ قرآن کا عقیدہ بے شک مذکور ہے، مگر موجودہ ہر شیعہ پر بر بناءِ مذکور، یہ از خود لازم نہیں کیا جا سکتا، جب تک وہ اس کی تصریح نہ کرے۔

اور اگر وہ انکار کرتا ہے، خواہ تقیہ ہی سے سہی، تو ہمارے لیے چارہ نہیں کہ ہم اس کے قول وفعل کا اعتبار کریں، تقیہ ونفاق کا تعلق قلب سے ہے، اس کے ہم ذمہ دار نہیں۔

بناءً علیہ ہم تمام شیعوں پر حکم، کفر کا نہیں کر سکتے، ہاں جس کے متعلق تحقیق ہو جاوے کہ وہ تحریفِ قرآن کا قائل ہے، یا اور کسی امر کا ضروریاتِ دین اور قطعیات میں سے منکر ہے، تو اس کو کافر کہنے میں تامل نہیں۔

اب جو فرقہ ضروریاتِ دین کا منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہے، وہ فرقِ اسلامیہ سے خارج ہے، اور جو ایسا نہیں، وہ ان بہتّر (72) فرقوں میں داخل ہے، جس کا ذکر حدیث میں ہے۔ واللہ اعلم۔

بندہ محمد شفیع عفی عنہ۔ دارالعلوم دیوبند۔ ۱۶/۲/۱۳۶۱ھ۔ (فتوی نمبر ۷۰/۳)

(امداد المفتیین جامع، جلد۱، ص۵۶۳ و۵۶۴، کتاب الایمان والعقائد، باب احکام الکفر، فصل فی الفرق الباطلۃ، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، طبع جدید: اگست 2018ء)

مذکورہ فتوے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اہلِ تشیع کے متعلق تفصیل و تقسیم بیان فرمادی، اور یہ بھی واضح فرمادیا کہ اہلِ تشیع میں بہت زیادہ فرقے ہوئے ہیں، اور اب بھی موجود ہیں، جن کے عقائد وخیالات کا احاطہ دشوار ہے۔

اور جب ایسا ہے، تو ظاہر ہے کہ سب پر یکساں حکم لگانا بھی درست نہیں۔

بعض اگر کفر تک پہنچے ہوئے ہیں، تو بعض کفر تک نہیں پہنچے ہوئے، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری اور بعض دوسرے محدثین نے بعض احادیث وروایات ایسے اہلِ تشیع راویوں سے بھی لی ہیں،

جو مسلمان اور سچے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے جو یہ فرمایا کہ:

''شیعوں کی کتابوں میں تحریفِ قرآن کا عقیدہ بے شک مذکور ہے، مگر موجودہ ہر شیعہ پر بر بناءِ مذکور، یہ از خود لازم نہیں کیا جا سکتا، جب تک وہ اس کی تصریح نہ کرے''۔

ہم اس بات سے اتفاق کرتے ہیں۔

شیعوں کی طرف ''تحریفِ قرآن'' کا جو عقیدہ منسوب کیا جاتا ہے، اس کا بے شک بعض اہلِ تشیع کی کتابوں میں ذکر موجود ہے، جس کے بعض بزرگوں نے اپنی کتابوں میں حوالہ جات وعبارات بھی درج کی ہیں، لیکن بہت سے محققینِ شیعہ نے اس عقیدے کی سخت تردید کی ہے۔

اور متعدد محققینِ اہل السنۃ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی ''تفسیر الکبیر'' میں فرماتے ہیں کہ:

احتج القاضی بقوله :إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون على فساد قول بعض الإمامية فی أن القرآن قد دخله التغيير والزيادة والنقصان(التفسیر الکبیر،لفخر الدین الرازی، ج۱۹،ص۱۲۴،سورۃ الحجر)

ترجمہ: قاضی نے اللہ تعالیٰ کے قول ''**انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون**'' کے ذریعے سے بعض ''امامیہ'' کے اس قول کے فاسد ہونے کی دلیل پکڑی ہے کہ قرآن میں ''تغییر'' اور ''کمی وزیادتی'' داخل ہوگئی ہے (تفسیر الکبیر)

یہی بات صاحبِ ''روح المعانی'' نے بھی اپنی تفسیر میں ذکر فرمائی ہے۔ [1]

---

[1] واحتج القاضی بالآية على فساد قول بعض من الإمامية لا يعبأ بهم إن القرآن قد دخله الزيادة والنقصان(روح المعانی فی تفسیر القرآن، ج۷،ص۲۶۳،سورۃ الحجر)

www.idaraghufran.org

اس سے معلوم ہوا کہ ''تحریفِ قرآن'' کا عقیدہ، بعض شیعہ ''امامیہ'' کا ہے، نہ تو تمام شیعوں کا ہے، اور نہ ہی تمام ''شیعہ اثنا عشریہ'' کا یہ عقیدہ ہے۔ [1]

نعمان بن محمد آلوسی بغدادی (المتوفی: 1317 ہجری) نے اپنی تالیف ''الجوابُ الفسیح لما لفقۂ عبدالمسیح'' میں، قرآن مجید کے اندر تحریف وغیرہ ہونے کے قول کو بعض ''امامیہ'' کی طرف منسوب کیا ہے، اور ''جمہور علمائے شیعہ امامیہ اثنا عشریہ'' کے بارے میں فرمایا کہ ان کے نزدیک قرآن مجید ''تغییر اور تبدیل'' وغیرہ سے محفوظ ہے، اس سلسلے میں انہوں نے متعدد مستند علمائے شیعہ کے حوالہ جات اور عبارات بھی نقل فرمائی ہیں، جن میں تفسیر ''روح المعانی'' کی ایک عبارت بھی شامل ہے۔ [2]

---

[1] ''امامیہ'' کے مختلف فرقے ہیں، جن میں ایک مشہور فرقہ ''شیعہ اثنا عشری'' ہے۔
الاثنا عشرية :أى الإمامية(رد المحتار على الدر المختار، ج ۱، ص۵۴۸، كتاب الزكاة)

[2] وأما ما عليه جمهور علماء الشيعة الإمامية الاثنى عشرية أن القرآن المجيدة محفوظ عن التغيير والتبديل، والموجود الآن هو الذى انزل على سيد ولد عدنان من غير زيادة ولا نقصان، واما من زعم منه غير هذا فقولهٔ مردود، غير مقبول عندهم ايضاً.
قال الشيخ الصدوق أبو جعفر محمد بن على بن بابويه الذى هو من أعظم علماء الإمامية الاثنى عشرية فى رسالته الاعتقادية ما عبارتهٔ: (اعتقادنا فى القرآن أن القرآن الذى أنزل الله تعالى على نبيه عليه الصلاة والسلام هو ما بين الدفتين وهو ما فى أيدى الناس ليس بأكثر من ذلك ومبلغ سوره عند الناس مائة وأربعة عشر سورة وعندنا والضحى وألم نشرح سورة واحدة ولإيلاف وألم تر سورة واحدة ومن نسب إلينا أنا نقول أنه أكثر من ذلك فهو كاذب) انتهى.
وفى تفسير مجمع البيان الذى هو تفسير معتبر عند الشيعة:ذكر السيد الأجل المرتضى علم الهدى ذو المجد أبو القاسم على بن الحسين الموسوى أن القرآن كان على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مجموعاً مؤلفاً على ما هو الآن واستدل على ذلك بأن القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه فى ذلك الزمان حتى عين على جماعة من الصحابة فى حفظهم وأنه كان يعرض على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ويتلى عليه وأن جماعة من الصحابة كعبد الله بن مسعود وأبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عدة ختمات، وكل ذلك بأدنى تأمل يدل على أنه كان مجموعاً مرتباً غير منشور ولا مبثوث، وذكر أن من خالف من الإمامية والحشوية لا يعتد بخلافهم فإن الخلاف مضاف إلى قوم من أصحاب الحديث نقلوا أخباراً ضعيفة ظنوا صحتها لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع على صحته. انتهى.
وقال السيد المرتضى أيضاً: إن العلم بصحة القرآن كالعلم بالبلدان والحوادث والوقائع العظام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

برِ صغیر کی معروف علمی شخصیت مولانا رحمتُ اللہ کیرانوی (المتوفیٰ: 1308ھ) نے بھی اسی بات کی مدلل ومفصل وضاحت فرمائی ہے، جو اِن کی مشہورِ زمانہ تالیف ''اظھارُ الحق'' میں موجود ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المشهورة وأشعار العرب المسطورة، فإن العناية اشتدت والدواعى توفرت على نقله وبلغت الى حدٍ لم تبلغ إليه فيما ذكرناه، لأن القرآن معجزة النبوة ومأخذ العلوم الشرعية والأحكام الدينية، وعلماء المسلمين قد بلغوا فى حفظه وعنايته الغاية حتى عرفوا كل شىء فيه من إعرابه وقرائته وحروفه وآياته فكيف يجوز أن يكون مغيراً أو منقوصاً مع العناية الصادقة والضبط الشديد. انتهى.

وقال القاضى نور الله الشوسترى الذى هو من علمائهم المشهورين فى كتابه المسمى بمصائب النواصب، ما عبارتهٗ: ما نسب إلى الشيعة الإمامية بوقوع التغير فى القرآن ليس مما قال به جمهور الإمامية إنما قال به شرذمة قليلة منهم لا اعتداد بهم فيما بينهم. انتهى.

وقال الملا صادق فى شرح الكلينى ما لفظهٗ: يظهر القرآن بهذا الترتيب عند ظهور الإمام الثانى عشر ويشهر به. انتهى.

وقال محمد بن الحسن الحر العاملى الذى هو من كبار المحدثين فى الفرقة الإمامية فى رسالة كتبها فى رد بعض معاصريه ما عبارتهٗ بالفارسية: هر كسيكه تتبع أخبار وتفحص تواريخ وآثار نموده بعلم يقينى ميداندكه قرآن درغايه وأعلى درجة تواتر بوده، وآلاف صحابة حفظ ونقل ميكردندآن را ودر عهد رسول خدا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مجموع ومؤلف بود. انتهى.

فظهر أن المذهب المرضىٰ المحقق عند علماء الفرقة الإمامية أن القرآن الذى انزل على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم هو ما بين الدفتين وهو ما فى أيدى الناس ليس بأكثر من ذلک، وأنه كان مجموعاً مؤلفاً فى عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وحفظه ونقله ألوف من الصحابة وجماعة من الصحابة كعبد الله بن مسعود وأبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبى عليه الصلاة والسلام عدة ختمات وأنهٗ يظهر القرآن ويشتهر بهذا الترتيب عند ظهور الإمام الثانى عشر رضى الله تعالىٰ عنه والشرذمة الندرة قالت بوقوع التغيير لا اعتداد بها، و قد رد العلماء اقوالها و الأخبار الضعيفة لا يرجع عليها عن المعلوم المقطوع بصحته و هذا حق لأن خبر الواحد إذا اقتضى علماً ولم يوجد فى الأدلة القاطعة ما يدل عليه وجب رده، على ما صرح به ابن المطهر الحلى فى كتابه المسمى "بمبادء الوصول إلى علم الأصول"، وقد قال الله تعالى: إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون. وفى تفسير الصراط المستقيم الذى هو تفسير معتبر عند علماء الشيعة "أى إنا لحافظون له من التحريف والتبديل والزيادة والنقصان". انتهى .

و قال الوالد عليه الرحمة "وزعم بعض الشيعة أن عثمان بل ابا بكر و عمر ايضاً اسقطوا بعضا من آياته و لما تفطن به علمائهم ردوه و منهم الطبرسى فى مجمع البيان حيث قال أما الزيادة فى القرآن فجمع على بطلانها، وأما النقصان فقد روى عن قوم من أصحابنا وقوم من حشوية العامة والصحيح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

چنانچہ وہ مذکورہ کتاب میں فرماتے ہیں کہ:

''تحقیقی جواب یہ ہے کہ قرآن مجید، تمام اثنا عشری علماء کے نزدیک تغیر وتبدل سے محفوظ ہے، اور اگر کوئی شخص قرآن میں کسی کمی اور نقصان کا دعویٰ کرتا ہے، تو اس کا قول ان علماء اثنا عشری کے نزدیک مردود اور نا قابلِ قبول ہے۔

(1)......محمد بن علی بابویہ کی شہادت:

چنانچہ شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابویہ، جو علمائے امامیہ اثنا عشریہ میں بڑے پایہ کے علماء میں سے ہیں، اپنے رسالہ ''الاعتقادیة'' میں کہتے ہیں:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

خلافه وهو الذى نصره المرتضى واستوفى الكلام فيه غاية الاستيفاء فى جواب المسائل الطرابلسيان، وذكر فى مواضع أن العلم بصحة نقل القرآن كالعلم بالبلدان والحوادث الكبار والكتب المشهورة، وأشعار العرب المسطورة، فإن الغاية اشتدت والدواعى توفرت على نقله وحراسته وبلغت إلى حد لم تبلغه فيما ذكرناه لأن القرآن معجزة النبوة ومأخذ العلوم الشرعية والأحكام الدينية، وعلماء المسلمين قد بلغوا فى حفظه وحمايته الغاية حتى عرفوا كل شىء اختلف فيه من إعرابه وقرائته وحروفه وآياته فكيف يجوز أن يكون مغيرا أو منقوصا الى العناية الصادقة والضبط الشديد، وقال أيضا: إن العلم بتفصيل القرآن وأبعاضه فى صحة نقله كالعلم بجملته وجرى ذلك مجرى ما علم ضرورة من الكتب المصنفة ككتاب سيبويه والمزنى فإن أهل العناية بهذا الشأن يعلمون من تفصيلها ما يعلمونه من جملتها حتى لو أن مدخلا أدخل فى كتاب سيبويه بابا من النحو ليس من الكتاب لعرف وميزانه ملحق وأنه ليس من أصل الكتاب وكذا القول فى كتاب المزنى ومعلوم أن العناية بنقل القرآن وضبطه أصدق من العناية بضبط كتاب سيبويه ودواوين الشعراء .

وذكر أيضا أن القرآن كان على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مجموعا مؤلفا على ما هو عليه الآن .واستدل على ذلك بأن القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه فى ذلك الزمان وأنه كان يعرض على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ويتلى عليه وأن جماعة من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود وأبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم عدة ختمات وكل ذلك يدل بأدنى تأمل على أنه كان مجموعا مرتبا غير مبثور ولا مبثوث، وذكر أن من خالف ذلك من الإمامية والحشوية لا يعتد بخلافهم فإن الخلاف فى ذلك مضاف إلى قوم من أصحاب الحديث نقلوا أخبارا ضعيفة ظنوا صحتها لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع بصحته انتهى (الجوابُ الفسيح لما لفقهٔ عبدالمسيح، المجلد الثانى، ص ۱۳۴ الیٰ ۱۳۷، کلام النصرانی فی کتابة القران بعد موت النبی، الفصل الثانی، مطبوعة: دار البیان العربی بالقاهرة، تاریخِ طبع: 1978ء)

www.idaraghufran.org

ہمارا عقیدہ قرآن کی نسبت یہ ہے کہ وہ قرآن، جس کو اللہ نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا، وہ یہی موجودہ قرآن ہے، جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے، البتہ اس کی سورتوں کی تعداد، لوگوں کے نزدیک **114** ہے، مگر ہمارے نزدیک سورۃ ''والضحی'' اور ''الم نشرح'' مجموعی طور پر ایک سورۃ ہیں، اسی طرح ''لایلاف'' اور ''الم تر کیف'' دونوں مل کر ایک سورۃ ہیں، اور جو شخص ہماری جانب یہ قول منسوب کرتا ہے کہ قرآن اس سے زائد ہے، وہ جھوٹا ہے''۔

(2)......سید مرتضٰی کی شہادت:

تفسیر مجمع البیان جو شیعوں کی نہایت معتبر تفسیر ہے، اس میں سید مرتضٰی **ذو المجدد علم الھدیٰ** ابوالقاسم علی بن حسین موسوی نے ذکر کیا ہے کہ:

''قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں بالکل اسی طرح، جیسا کہ آج ہے، مجموعے کی صورت میں موجود تھا''۔

اپنے اس دعوے پر علامہ موصوف نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن اس زمانے میں پڑھا اور پڑھایا جاتا تھا، اور پورا زبانی یاد کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک پوری جماعت کی نشان دہی کی ہے، نیز یہ کہ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دُہرایا جاتا تھا، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت نے، جن میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وغیرہ ہیں، متعدد مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کافی قرآن ختم کیے، یہ سب چیزیں اس امر کی شاہد ہیں کہ قرآنِ کریم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں باقاعدہ طور پر مجموعے کی شکل میں موجود اور مرتب تھا، متفرق اور منتشر ہرگز نہیں تھا۔

www.idaraghufran.org

یہ بھی کہتے ہیں کہ فرقۂ امامیہ، یا حشویہ، جو اس کے خلاف کہتا ہے، وہ قطعی قابلِ اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس خلاف کا منشاء بعض محدثین کی ضعیف روایتیں ہیں، جن کو انہوں نے صحیح سمجھ کر نقل کر دیا ہے، اس قسم کی روایتوں کی ان روایتوں کے مقابلے میں کوئی بھی حیثیت نہیں ہے، جن کی صحت قطعی اور یقینی ہے۔

(3)......سید مرتضٰی ہی کی دوسری شہادت:

سید صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ:

''قرآن کی صحت کا علم و یقین اس درجے کا ہے، جس طرح دنیا کے بڑے بڑے شہروں، یا عظیم الشان حوادث اور مشہور واقعات، یا اہلِ عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا یقین، کیونکہ قرآن کی نقل و روایت کی جانب شدید توجہ کی گئی ہے، اور اس کی حفاظت کے بکثرت اسباب موجود تھے، کیونکہ قرآن، نبوت کا معجزہ اور علومِ شرعیہ، احکامِ دینیہ کا ماخذ ہے، اور مسلمان علماء نے اس کے حفظ کرنے میں اور اس کی جانب توجہ کرنے میں انتہاء کر دی ہے۔

یہاں تک کہ قرآن کی ہر ہر چیز، مثلاً اس کے اعراب اور قرائتوں، حروف و آیتوں تک کی پوری پوری معرفت حاصل کی، پھر اس قدر شدید اہتمام و توجہِ تام کے بعد، کیونکر یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ اس میں تغیر و تبدل ہو، یا کمی بیشی ہو''۔

(4)......قاضی نور اللہ شوستری کی شہادت:

قاضی نور اللہ شوستری، جو شیعہ علماء میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''مصائبُ النواصب'' میں یوں کہا ہے کہ:

''فرقۂ شیعہ امامیہ کی طرف جو یہ نسبت کی جاتی ہے کہ وہ قرآن کے محرف ہونے کے قائل ہیں، سو جمہور شیعہ کی طرف اس کی نسبت ہرگز درست نہیں ہے، یہ بات ایسے قلیل التعداد، نا قابلِ اعتبار لوگوں کی ہے، جن کی کوئی قیمت و پوزیشن شیعوں

میں نہیں ہے‘‘۔

(5)......ملا صادق کی شہادت:

(شیعہ کے مشہور عالم اور ’’الکافی‘‘ کے مصنف) ملا صادق نے ’’کلینی‘‘ کی شرح میں لکھا ہے کہ:

’’قرآن اُسی موجودہ ترتیب کے ساتھ بارہویں امام کے ظہور کے وقت، ظاہر اور مشہور ہوگا‘‘۔

(6)......عاملی کی شہادت:

محمد بن حسن حر عاملی نے، جو فرقۂ امامیہ کے جلیل القدر محدث ہیں، اپنے ایک رسالے میں بعض معاصرین کا رَد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

’’جو شخص واقعات اور تواریخ کی چھان بین کرے گا، وہ یقینی طور پر جان لے گا کہ قرآن تواتر کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچا ہوا ہے، ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو حفظ کرتے اور نقل کرتے تھے، اور عہدِ رسالت میں وہ جمع اور مدون ہو چکا تھا‘‘۔

ان گزشتہ شہادتوں سے پورے طور پر یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ محققین علمائے شیعہ کا صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ قرآن، جس کو اللہ نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا، وہ بالکل وہی ہے، جو اس زمانے میں مجموعے کے طور پر لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، اس سے زائد بالکل نہیں ہے، اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں جمع اور مدون ہو گیا تھا، اور ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو یاد اور نقل کیا، صحابہ رضی اللہ عنہم کی بڑی جماعت نے، جن میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن سنایا، اور بارہویں امام کے ظہور کے وقت بھی قرآن اسی ترتیب کے ساتھ ظاہر اور مشہور ہوگا۔

اور جو قدرے قلیل شیعہ حضرات اس میں تغیر و تبدل و تحریف کے قائل ہیں، ان کا قول باطل اور مردود ہے، خود شیعوں میں وہ لائقِ اعتبار نہیں ہیں۔

اور جو بعض ضعیف روایتیں، تحریف کی نسبت ملتی ہیں، وہ ان قطعی اور یقینی روایات کے مقابلے میں قطعی اور کوئی اعتبار نہیں رکھتیں، جو قرآن کے محفوظ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

اور یہ بات ہے بھی درست، اس لیے کہ خبرِ واحد اگر کسی علم کی موجب ہو، لیکن یقینی دلائل میں کوئی چیز اس پر دلالت کرنے والی نہ ہو، تو اس کا رَد کرنا واجب ہے، چنانچہ اس کی تصریح ابنِ مطہر الحلی نے اپنی کتاب ''**مبادئُ الوصول الی علم الاصول**'' میں خوب اچھی طرح کی ہے، اور خود قرآنی شہادت'' **إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ** '' کی تفسیر میں علماءِ شیعہ کی سب سے معتبر''صراطِ مستقیم'' میں کہا گیا ہے کہ:

''یعنی ہم قرآن کی حفاظت کریں گے، تحریف اور تبدیل سے، کمی اور بیشی سے''۔

(بائبل سے قرآن تک ''اظہار الحق'' کا اردو ترجمہ، ج۳ص۹ تا ۱۴، ترجمہ: مولانا اکبر علی صاحب، شرح وتحقیق: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع جدید: 1998ء)

''تحریفِ قرآن'' کے عقیدے کو تمام اہلِ تشیع کی طرف منسوب کرنے کی نفی حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ (فاضلِ دارُ العلوم یوبند، اور سابق شیخ الحدیث دارُ العلوم دیوبند) نے بھی فرمائی ہے۔

چنانچہ وہ اپنی مایہ ناز تالیف ''علومُ القرآن'' میں ''شیعہ اور تحریفِ قرآن'' کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مستشرقین جب ہر طرح قرآن کی تحریف ثابت کرنے سے عاجز آ گئے، تو بڑے زور شور سے یہ لکھ دیا کہ مسلمانوں کا بڑا فرقہ تحریفِ قرآن کا قائل ہے، اور

وہ شیعہ ہے، اور اس انداز سے لکھا کہ گویا تحریفِ قرآن شیعوں کا مسلم عقیدہ ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے، شیعوں کا مذہب وہی ہے، جو سنیوں کا ہے کہ قرآن مکمل طور پر محفوظ ہے، اور اس میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں ہوئی، جس کے لیے شیعوں کی متعدد کتابوں کے حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔

(1)......شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابویہ رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں:

''ما بین الدفتین لیس بأکثر من ذٰلک و من نسب الینا انه اکثر فهو کاذب''.

''جو کچھ قرآن کی ان دو جلدوں میں ہے، قرآن اس سے زیادہ نہیں، اور جس نے ہم کو یہ منسوب کیا کہ وہ زیادہ ہے، وہ جھوٹا ہے''۔

(2)......تفسیر مجمع البیان ابو القاسم علی بن الحسین الموسوی میں ہے:

''ان القرآن علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم مجموعا مولفا علی ما هو الآن، و ذکر أن من خالف من الامامیة والحشویة لا یعتبر بخلافهم لأنهم قبلوا الاخبار الضعیفة''.

''قرآن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جمع ہو چکا تھا، جیسا کہ اب ہے، جو امامیہ اور حشویہ اس کے خلاف ہیں، ان کا اعتبار نہیں کیا جاتا، کیونکہ انہوں نے ضعیف خبروں کو قبول کیا ہے۔

(3)......سید مرتضیٰ شیعی لکھتے ہیں:

''ان العلم بصحة القرآن کالعلم باالبلدان و الوقائع الکبار''.

''موجودہ قرآن کی صحت کا علم ایسا یقینی ہے، جیسے مشہور شہروں کی موجودگی کا علم اور بڑے بڑے واقعاتِ تاریخیہ کا علم''۔

(4)......قاضی نور اللہ الشوستری الشیعی ''**مصائبُ النواصب**'' میں لکھتے ہیں:

Idara Ghufran

”ما نُسب الی الشیعة الامامیة بوقوع التغیر فی القرآن لیس مما قال به جمهور الامامیة وانما قال به شرذمة قلیلة منهم لا اعتداد بهم و قال الملا صادق فی شرح الکلینی مظهر القرآن بهٰذا الترتیب عند ظهور الامام الثانی عشر“.

”جو بات امامیہ شیعوں کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ وہ قرآن میں تغیر مانتے ہیں، یہ جمہور امامیہ کا قول نہیں، بلکہ جھوٹے گروہ کا قول ہے، جن کا اعتبار نہیں، ملا صادق شرح کلینی میں لکھتے ہیں کہ قرآن کو اسی ترتیب کے ساتھ بارہویں امام ظاہر فرمادیں گے۔

(5)......محمد بن الحسن الحر العاملی جو شیعہ امامیہ کے بڑے محدثین میں سے ہیں، اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں، جو انہوں نے کسی ہم عصر عالم کے رَد میں لکھا ہے کہ:

”ہر کسے تتبع اخبار تفحص تواریخ وآثار نمودہ بعلم یقینی میداند کہ قرآن درغایت درجہ تواتر وہ بودہ وآلافِ صحابہ ضبط ونقل کردہ وآں درعہدِ رسول اللہ مجموع ومولف بودہ“۔

(ترجمہ) جس نے بھی اخبار وآثارِ تواریخ کی جستجو کی، وہ یقیناً جانتا ہے کہ قرآن موجودہ انتہائی تواتر کے ساتھ ثابت ہے، اور ہزار ہا صحابہ نے اس کو نقل وضبط کیا ہے، اور وہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں جمع ہو چکا تھا۔

(6)......فروع کافی کتاب الروضۃ ص ۸۵ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”هو کتاب کریم فضلهٔ و وفصلهٔ و بینهٔ وأوضحهٔ و أعزهٔ و حفظهٔ من أن یاتیه الباطل بین یدیه“.

”قرآن معزز کتاب ہے، جس کو اللہ نے فضیلت اور بزرگی بخشی ہے، اور اس کو

باطل کی آمیزش سے محفوظ کیا ہے۔

(7)......شیخ صدوق رسالہ عقائد میں لکھتے ہیں:

”القرآن المنزل وما بایدی الناس واحد لا زیادة فیه ولا نقصان“.

”نازل شدہ قرآن اور جو قرآن لوگوں کے ہاتھ میں ہے، ایک ہے، جس میں کمی بیشی نہیں“۔

ان مستند حوالہ جاتِ شیعہ کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ شیعہ میں چند ناقابلِ اعتبار افراد کے سوا کوئی بھی تحریف، یا قرآن میں کمی بیشی ہونے کا قائل نہیں۔

مزید تفصیل نعمان (بن محمد) آلوسی کی کتاب ”**الجواب الفسیح لما لفقه عبدالمسیح**“ میں ملاحظہ کی جائے، قرآنِ حکیم تحریری اور دماغی دونوں طرح محفوظ ہے، اور الفاظِ قرآن اور مطالبِ قرآن دونوں معجزہ ہیں“ (علوم القرآن، ص۱۳۴ الیٰ ۱۳۶، شائع کردہ: المکتبۃ الاشرفیہ، جامعہ اشرفیہ، لاہور)

مذکورہ حوالہ جات وعبارات سے معلوم ہوا کہ اہلِ تشیّع کا مضبوط مذہب یہی ہے کہ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوئی۔

دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے بھی شیعہ اور اس کے بھی اثنا عشری فرقہ کی علی الاطلاق، تکفیر سے برملا اختلاف کا اظہار فرمایا ہے، اور تمام اساتذۂ دیوبند وجماعتِ دیوبند کا یہی موقف ہونے کی تصریح بھی فرمائی ہے۔

چنانچہ موصوف اپنے ایک مکتوب میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کو جواب تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

تکفیرِ شیعہ کے بارے میں، جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے، تمام جماعت (دیوبند) کا مسلک یہی ہے کہ علی الاطلاق فرقۂ شیعہ کی تکفیر یہاں سے کبھی نہیں

کی گئی، بلکہ صرف انہی شیعوں کی تکفیر کی گئی ہے، جو قطعیات اور ضروریاتِ دین کے منکر ہیں۔

میں نے آپ کے تحریر فرمانے پر دارُالافتاء میں جاکر فتویٰ تلاش کیا، تو 19 صفر 1348ھ میں مولانا ریاض الدین صاحب کا فتویٰ رجسٹر میں درج نکلا، مگر اس میں پورے فرقہ کی تکفیر نہیں ہے، بلکہ منکرِ صحابیت وصدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، قاذفِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، قائلِ تحریفِ قرآن کی تکفیر کی گئی ہے، اسی فتویٰ پر آپ کے اور تمام اساتذۂ دارالعلوم کے دستخط ہیں۔

لکھنؤ جاتے ہوئے میں نے قصد کیا کہ دارالمبلغین میں بھی تحقیق کروں، چنانچہ کی گئی، وہاں کوئی مخطوط فتویٰ تو ملا نہیں، مطبوعہ فتویٰ ملا، اس میں مولانا ریاض الدین صاحب کے دستخط سے بعینہٖ وہی عبارت مطبوعہ ہے، جو یہاں دارالافتاء میں 19 صفر 1348ھ والے فتویٰ میں درج ہے، جس سے واضح ہے کہ یہاں کے اکابر نے جماعتی حیثیت سے فرقۂ شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی، صرف منکرینِ ضروریاتِ دین کی تکفیر کی ہے، ممکن ہے کہ عدالت میں یہی مطبوعہ فتویٰ آپ کو دکھلایا گیا ہو۔............ والسلام۔ محمد طیب، از دیوبند، 19 / 01 / 1373ھ

فتویٰ جو یہاں دارالافتاء سے گیا ہے، ارسال ہے، جس میں صرف منکرِ قطعیات کی تکفیر کی گئی ہے، اگر کسی جگہ علی الاطلاق تکفیرِ شیعہ کی گئی ہو، تو وہ کوئی شخصی فتویٰ ہوگا، جماعتِ دیوبند کی ترجمانی نہ ہوگی، اور ضرور ہے کہ جماعت کے کسی بڑے عالم نے اس پر استدراک کیا ہوگا، اور اس کی تصحیح کر دی ہوگی۔

محمد طیب۔

نقل مطابق اصل نمبر ۲۴۶، مورخہ ۱۹ صفر ۱۳۴۸ھ، آمدہ بنام مولوی عبدالسلام، ساکن لکھنؤ، متعلم دارالعلوم دیوبند۔

www.idaraghufran.org

سوال:

شیعہ اثنا عشری مسلمان ہیں، یا کافر، اور ان کے ساتھ مناکحت جائز، اور ان کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں، ان کا چندہ مسجد میں لینا، اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب:

شیعوں کا فرقہ جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قذف کریں، تہمت نعوذ باللہ لگائیں، کافر ہے۔

قال العلامة الشامی :أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة.

جو کلامُ اللہ کی تحریف کا قائل ہو، وہ مرتد ہے، کافر ہے، اہلِ کتاب بھی نہیں، ان سے مناکحت اور تعلقات رکھنا حرام ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا آبائهم أو أبنائهم أو إخوانهم أو عشيرتهم.“

شادی اور غمی کی شرکت ہرگز نہ کی جائے، ایسے عقیدے کے شیعہ کافر ہی نہیں، بلکہ اکفر ہیں۔ فقط۔

نوٹ: یہ فتویٰ حضرت مفتی ریاض الدین صاحب کے زمانے کا ہے، رجسٹر نقل فتاویٰ پر کسی مفتی کے دستخط نہیں، نقل مطابق اصل ہے۔

یہ وہی فتویٰ ہے، جس پر مولانا ریاض الدین صاحب مرحوم، مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مرحوم، مولانا اعزاز علی صاحب، مولانا مفتی مہدی حسن صاحب، قاضی

مسعود احمد صاحب، مولانا محمد شفیع صاحب، مولانا رسول خان صاحب، مولانا عبدالسمیع صاحب، مولانا حسین احمد صاحب، مولانا شبیر احمد صاحب، مولانا سید اصغر حسین صاحب، احقر خاکسار محمد طیب، مولانا محمد ابراہیم صاحب وغیرہ حضرات کے دستخط ثبت ہیں۔

محمد طیب، ۱۸/۱/۳/۱۳۷ھ

(ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، ص ۱۲۰۱ تا ۱۲۰۳، ملخصاً ''مفتیِ اعظم نمبر'' اشاعتِ خصوصی: جمادی الاخریٰ تا شعبان ۱۳۹۹ھ، مرتبہ: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، بعنوان ''معاصر علماء کے مکاتیب'' مکاتیب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ)

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے اس جواب کو جماعتِ دیوبند کی ترجمانی قرار دیا، اور سوال، خاص ''شیعہ اثنا عشری'' کے متعلق ہے۔

''فتاویٰ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی'' میں ایک سوال اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی طرف سے، اس کا جواب درجِ ذیل ہے:

سوال: مولانا حسین علی صاحب علیہ الرحمۃ نے قرب وجوار کے جاہل پیروں، اوران کے متبعین کوغلوفی الدرجات کی وجہ سے ''مشرکِ حقیقی'' کہا ہے، اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟

جواب: ہم ان جہلاء (جن کو کافر کہا گیا ہے) کے کلام میں تاویل کرتے ہیں، اور حسنِ ظن کو ضروری سمجھتے ہیں، اور تکفیر کو حتی الوسع غیر ضروری قرار دیتے ہیں، یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ فقہائے متاخرین اور قدمائے اہلِ کلام کا اختلاف ہے۔
فقہائے متاخرین بہت سی جزئیات پر تکفیر کا فتویٰ صادر فرمادیتے ہیں، اور اہلِ کلام کا مقالہ ہے ''**لانکفر احدا من اهل البدعة ،ببدعة** '' اوران کا اصول ہے کہ اگر کسی کے کلام میں سو (100) احتمالات ہیں، ننانوے (99) احتمالات،

کفر کے نکلتے ہوں، اور ایک احتمال ایسا ہے، جس سے اس کا ایمان معلوم ہوتا ہے، تو اس کی تکفیر نہ کرنی چاہیے، اور احتمالِ ایمان کو ترجیح دینی چاہیے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز اپنے مکتوب ''انوارُ القلوب'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''متقدمین اہلِ کلام کا ننانوے (99) احتمالات کو ذکر کرنا تحدیداً نہیں ہے، بلکہ تقریباً ہے، اگر ہزار احتمالات میں سے نوسوننانوے (999) احتمالات کفر کے ہوں، اور ایک احتمال ایمان کا ہو، تو اس کی بھی تکفیر نہ کرنی چاہیے، اس لیے وہ احتمالِ بلیغ، عمل میں لاتے تھے''۔

میں نے خود حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''جب سے میں نے مکتوب ''انوارُ القلوب'' لکھا ہے، اس وقت سے روافض کی تکفیر پر جرأت نہیں ہوتی، اس پر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ان کے ایمان پر بھی تو جرأت نہیں ہوتی، تو (حضرت گنگوہی نے) فرمایا کہ نہ ہو، مگر تکفیر نہ ہونی چاہیے (فتاویٰ شیخ الاسلام، صفحہ ۱۱۰ و ۱۱۱، بعنوان ''تکفیر میں احتیاط لازم ہے''، جمعیۃ پبلیکیشنز، لاہور، اشاعتِ دوم: جولائی 2015ء)

اس سے معلوم ہوا کہ متقدمین مجتہدین نے کسی پر کفر کا حکم لگانے میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے، جو بعض متاخرین کے کلام میں نہیں پائی جاتی، اسی وجہ سے متاخرین کے کلام سے بعض اصول ٹوٹ جاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''مجتہدین میں ایک مخصوص بات یہ ہوتی ہے کہ وہ نصوص سے ایسے اصول کو مستنبط کرتے ہیں کہ وہ اصول ٹوٹتے نہیں، اور جو اصول متاخرین نے مجتہدین کی تفریعات سے استنباط کیے ہیں، وہ ٹوٹ جاتے ہیں'' (الکلام الحسن، صفحہ ۴۶، فقہ حنفی کے اصول وضوابط، ص ۴۶، مشمولہ ''تحفۃُ العلماء، ج ۲، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ طبع: ۱۴۱۵ھ)

www.idaraghufran.org

علامہ ابنِ عابدین شامی وغیرہ نے یہ تصریح کی ہے کہ اصل مجتہدین نے اہلِ اھواء، واہلِ بدعت میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی، اور تکفیر کا قول اُن فقہائے کرام کے کلام میں پایا جاتا ہے، جو مجتہدین کے درجے پر فائز نہیں، اور مجتہدین کے مقابلے میں اُن کے قول کا اعتبار نہیں۔[1]

حضرت مدنی کی شہادت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت گنگوہی، نے ''انوارُ القلوب'' تحریر کرنے کے بعد روافض کی تکفیر سے احتیاط فرمائی تھی، جس سے حضرت گنگوہی کے، روافض کے بارے میں مختلف فتاویٰ میں عدمِ تکفیر کے فتوے کا، بعد کے زمانے سے متعلق ہونا راجح معلوم ہوتا ہے۔

اور مذکورہ مکتوب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی کی طرف سے روافض کے ایمان پر جرأت نہ ہو، تو تکفیر پر بدرجۂ اولیٰ جرأت نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ نصوص میں تکفیر نہ کرنے پر زیادہ زور دیا گیا ہے، اور سو میں سے ننانوے، یا ہزار میں نوسوننانوے احتمالات، کفر کے، اور ایک احتمال، ایمان کا ہونے کی صورت میں تکفیر نہ کرنے کا تقاضا بھی یہی ہے، جیسا کہ خود حضرت مدنی نے مذکورہ مکتوب میں واضح فرمادیا۔

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''شیعوں کے مختلف فرقے ہیں، ان کے بعض فرقوں میں کسی سنی مرد، یا عورت کا نکاح منعقد نہیں ہوسکتا، بعض فرقوں میں نکاح منعقد ہوسکتا ہے، لیکن ایسا نکاح، سنی

---

[1] اتفق الأئمة على تضليل أهل البدع أجمع وتخطئتهم وسب أحد من الصحابة وبغضه لا يكون كفرا، لكن يضلل إلخ .وذكر في فتح القدير أن الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويكفرون الصحابة حكمهم عند جمهور الفقهاء وأهل الحديث حكم البغاة .وذهب بعض أهل الحديث إلى أنهم مرتدون .قال ابن المنذر :ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضي نقل إجماع الفقهاء .وذكر في المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع. وبعضهم يكفرون البعض، وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل كلام المجتهدين، نعم يقع في كلام أهل المذهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا(رد المحتار على الدر المختار، ج۴،ص۲۳۷، كتاب الجهاد،باب المرتد)

مسلمان اور اس کی اولاد کے لیے دینی اعتبار سے سخت خطرناک ہے، حتی الامکان ایسے نکاح سے پورا اجتناب کریں۔

اگر سخت مجبوری کی صورت بالفرض پیش آئے، تو شیعہ لڑکی کے عقائد حضرت ابو بکر وعمر اور حضرت عائشہ وحضرت علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں تحریر کر کے، مسئلہ دوبارہ پوچھ لیا جائے۔ واللہ اعلم"۔

۲۶-۹-۱۳۹۴ھجری (فتویٰ نمبر: ۲۰۰۷/۲۵ د)

(فتاویٰ دارالعلوم کراچی، ج۳، ص۲۰۶، کتاب النکاح، فصل فی انکحۃ الفساق والکفار، بعنوان: سنی لڑکے کا شیعہ لڑکی سے نکاح، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، سنِ طباعت: جنوری 2016ء)

مذکورہ بالا تفصیل کے پیشِ نظر ہمارے نزدیک، احتیاط اس میں ہے کہ تمام اہلِ تشیع، یا "اثنا عشری" فرقے کے تمام لوگوں کی تکفیر نہ کی جائے، اور اس سلسلے میں یہی تفصیل وتقسیم کی جائے کہ جو کفریہ عقائد رکھتے ہوں، وہ کافر ہیں، اور جو کفریہ عقائدہ نہ رکھیں، وہ کافر نہیں۔

اب یہ بات کہ دنیا بھر کے تمام شیعہ، کفریہ عقائد رکھتے ہیں، یا نہیں؟

ظاہر ہے کہ اس کا علم، اللہ کے علاوہ کسی اور کو ہونا مشکل ہے، اس لیے ہم دنیا بھر کے تمام اہلِ تشیع کی طرف کفر کی نسبت کرنے کی ذمہ داری اور ایسا بوجھ اپنے سر لادنے کی جرأت نہیں کر سکتے کہ احادیث کی رو سے اس کا سخت ترین وبال اپنے ہی سر آ جائے۔ [1]

---

[1] عن أبی هريرة رضی الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا قال الرجل لأخيه يا كافر، فقد باء به أحدهما(بخاری، رقم الحديث ٦١٠٣، كتاب الادب، باب من كفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال)

عن عبد الله بن دينار أنه سمع ابن عمر، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أيما امرء قال لأخيه: يا كافر، فقد باء بها أحدهما، إن كان كما قال، وإلا رجعت عليه " (مسلم، رقم الحديث ٦٠، كتاب الايمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم: يا كافر)

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: " إن اللعنة إذا وجهت إلى من وجهت إليه، فإن أصابت عليه سبيلا، أو وجدت فيه مسلكا ، وإلا قالت: يا رب، وجهت إلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اگر کوئی دوسرا اپنے سر یہ ذمہ داری لیتا ہے، تو وہ اس کا اپنا فعل ہے۔

اگر اس مسئلے کی مزید تفصیل درکار ہو، تو ہماری مفصل ومدلل تالیف ''تکفیرِ مسلمین ومبتدعین کا حکم'' ملاحظہ فرمائیں۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَ عِلْمُہٗ أَتَمُّ وَ أَحُکَمُ

محمد رضوان خان

03/صفر المظفر/1442ہجری۔

بمطابق 21/ستمبر/2020ء بروز پیر

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

(ماخوذاز: ماہنامہ: التبلیغ راولپنڈی، جلد 18 شمارہ 02، اکتوبر 2020ء - صفر المظفر 1442ھ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فلان، فلم أجد عليه سبيلا، ولم أجد فيه مسلكا، فيقال لها: ارجعي من حيث جئت "، فخشيت أن تكون الخادم معذورة، فترجع اللعنة، فأكون سببها(مسند احمد، رقم الحديث ٣٨٧٦، عن عبدالله بن مسعود)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده محتمل للتحسين(حاشية مسند احمد)

Idara Ghufran

مذکورہ فتوے پر موصول شدہ تحریر

ماہنامہ ''التبلیغ'' اکتوبر 2020ء، صفرالمظفر ۱۴۴۲ھ، میں ''تکفیرِ شیعہ کا حکم'' کے عنوان سے ایک استفتاء کے جواب میں، بندہ محمد رضوان کا تحریر کردہ، مذکورہ مختصر مضمون شائع ہوا تھا۔

اس جواب کے شائع ہونے کے بعد ایک مولوی صاحب کی لکھی ہوئی بندہ کے نام ایک تحریر موصول ہوئی، جس کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا قدرے تفصیلی و تحقیقی جواب بھی تحریر کیا جائے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت مولانا محمد رضوان صاحب، مدیر ماہنامہ ''التبلیغ''

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج گرامی!

ماہنامہ ''التبلیغ'' بابت ماہ صفرالمظفر 1442ھ (اکتوبر 2020ء) کا شمارہ نظر سے گزرا، جس میں آنجناب نے تکفیرِ شیعہ کے ضمن میں اپنی رائے بیان کی ہے۔ آپ کے مضمون کے لفظ لفظ سے قوتِ نافذہ کی کمی اور تحقیقی شعور کے نہج کا شدید فقدان محسوس ہوا۔

آنجناب نے اثنا عشریوں کو تحریفِ قرآنِ مجید کے قائلین میں سے خارج کر کے ''مدعی سست گواہ چست'' ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

یعنی خود اثنا عشریہ تو آج تک اس عقیدہ سے اپنی کلائی نہ چھڑا سکے، مگر آپ جیسے بعض اہلِ سنت انہیں اس جرم سے مبرا قرار دینے کی لاحاصل کاوشوں میں شریک و مصروف ہیں۔

آنجناب نے اپنے مضمون میں جن بزرگانِ دین کی عبارات سے اپنے موقف کو تقویت دینے کی کوشش فرمائی ہے، اس کوشش کا کوئی فائدہ آپ کو اس لیے نہیں پہنچ سکتا کہ انہی بزرگوں کی تصریحات میں متضاد و متبادل موقف بھی موجود ہے۔

ان میں سے بعض عبارات مرجوح، بعض محتاجِ تاویل اور بعض محتاجِ تحقیق ہیں۔ فلہٰذا ان کے

مقابلہ میں وہ علمائے امت جن کی پوری پوری زندگی رافضیت کی تردید و اصلاح میں گزری ہے، اور ان کی مخلصانہ جدوجہد سے آج تک علم وعمل کو آب اور رُشد وہدایت کو تاب ملتی آ رہی ہے، ان کا فیصلہ یہی ہے کہ بالخصوص شیعہ اثنا عشریہ تحریفِ قرآنِ مجید کے قائل ہی ہیں۔

علاوہ ازیں ان پر جو حکمِ تکفیر لگتا ہے، وہ محض اس ایک عقیدہ کی بناء پر نہیں (اگرچہ ایک علامتِ کفر ہی کسی کے مکمل کافر ہونے کے لیے کافی ہوتی ہے، اور فقہاء کے ہاں جو ''اہلِ قبلہ'' کی اصطلاح رائج ہے، اس سے مراد بھی وہ لوگ لیے جاتے ہیں، جن کا کوئی عقیدہ اصولِ اسلام کے منافی نہ ہو) ان کا عقیدۂ امامت، اضافہ در کلمہ اسلام اور عقیدۂ رجعت وغیرہ وغیرہ مستقل وجوہاتِ کفر ہیں۔

آنجناب نے بیک بینی و دو گوش ان تمام اسلافِ امت کی تحقیقات سے ناآشنائے محض ہو کر جو فتوے کی آڑ میں ایک شخصی رائے کا گولہ داغا ہے، کیا اس سے عوام اہلِ سنت کا اپنے بزرگوں سے رشتۂ اعتماد متاثر نہیں ہوگا؟

آپ نے اپنے مضمون میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع علیہ الرحمۃ، مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ، امام فخر الدین الرازی رحمہ اللہ، یا دیگر جن حضرات کے حوالہ جات کشید کر کے مضمون ترتیب دیا ہے، بندہ ان شاء اللہ ایک ایک حوالہ سے متعلق آپ کی تشفی کروانے کو تیار ہے۔ اور اگر آپ کے موقف میں کسی قدر وزن ہوگا، تو خود شفاء لینے میں بھی عار محسوس نہیں کرے گا۔ مگر اس کا نمبر بعد میں آئے گا۔

سرِ دست آنجناب کی خدمت میں چند سوالات ارسال ہیں، آپ سے گزارش ہے کہ اس کے جواب سے آگاہ فرمائیں۔

امید ہے کہ آپ اپنی ضروری مصروفیات میں سے قدرے فرصت نکال کر مندرجہ ذیل اشکالات کے حوالہ سے اپنی رائے ظاہر فرمائیں گے۔

(1)...... اثنا عشریہ کے جن چار بزرگوں نے تحریف کا انکار کیا ہے، کیا انہوں نے اپنے ہی

مذہب کے قائلینِ تحریف کی تکفیر کی ہے؟ مثلاً بڑے بڑے محدثین امامیہ، جن میں علامہ محمد بن یعقوب کلینی، علامہ ابنِ ابی طالب طبرسی اور علی بن ابراہیم قمی جیسے لوگ شامل ہیں، یہ کھلم کھلا تحریف کے قائل تھے، کیا اہلِ تشیع میں منکرینِ تحریف نے قائلینِ تحریف پر کوئی فتویٰ لگایا ہے؟ اس کا جواب کتبِ شیعہ سے پیش فرمائیے (اگرچہ فی نفسہٖ یہ سوال اہلِ تشیع پر بنتا ہے، مگر چونکہ آپ ان کی وکالت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، اس لیے اس کا جواب آپ کے ذمہ بھی ہے)

(2)......ایک ہزار سالہ شیعہ تاریخ میں ہزاروں علمائے امامیہ نے قرآنِ مجید میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر تحریف کرنے کا الزام عائد کیا ہے، جن میں عربی و فارسی کے علاوہ اس دور کی اردو کتابیں بھی موجود ہیں۔

کیا آج کے علماءِ شیعہ نے کوئی ایسی بات کہی ہے کہ ہم میں قائلِ تحریف کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے؟ جب کل کے کل اہلِ تشیع تحریفِ قرآنِ مجید کے قائلین کو اپنا مقتداء و پیشوا بدستور تسلیم کرتے ہیں، تو ایسے میں عوام کے اندر ان کے قول و عمل کے تضادات میں آپ کس تطبیق کے تحت انہیں پروانۂ اسلام فراہم کرتے ہیں؟

(3)......قرآنِ مجید کو جمع کرنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، اور اہلِ تشیع، بالخصوص اثنا عشریہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابل ''اہلِ بیت'' کا کیمپ لگا کر واضح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کی ہے، آج بھی کرتے ہیں، اور اس پر ''تبرا و تولا'' کے عنوانات سے ان کی سینکڑوں کتب موجود ہیں، تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر حکمِ تکفیر لگانے والوں کا کیا قرآنِ مجید پر ایمان کسی درجہ میں ممکن ہے؟ جیسا کہ امام اہلِ سنت علامہ عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ بارہا مرتبہ اپنی حیات مبارکہ میں اعلان کرتے تھے کہ روافض کا نہ قرآن مجید پر ایمان ہے، اور نہ ہی ہوسکتا ہے، کیونکہ وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین و تنقیص اور تکفیر کرتے ہیں۔

(4)......جس طرح قادیانیوں کے باقی عقائد تقریباً درست ہیں، اور ان کے اعمال بھی کم

وبیش اہلِ سنت احناف سے ملتے جلتے ہیں، مگر ایک عقیدہ ''ختمِ نبوت'' کے انکار کی وجہ سے ان کے باقی عقائد کی اہمیت خود بخود ختم ہو جاتی ہے، اور وہ علی الاطلاق کافر قرار پاتے ہیں، ایسے ہی بالفرض بقول آپ کے کہ اثنا عشریہ تحریفِ قرآنِ مجید کے قائل نہیں، یہ تسلیم کرلیا جائے، تو ان کے دوسرے عقائد جو واضح کفریہ ہیں (عقیدۂ امامت وغیرہ) تو کیا ان کی بناء پر بھی تکفیر نہ کی جائے گی؟ اس لیے کہ عقیدۂ امامت وعصمت اجراءِ نبوت کا وہ چور دروازہ ہے، جو اِس امت میں صرف روافض نے کھولا ہے، اور در حقیقت عقیدۂ تحریفِ قرآنِ مجید، سبِّ صحابۂ کرام، اور تبدیلیٔ کلمۂ اسلام وغیرہ وغیرہ، سب اسی عقیدۂ امامت ہی کا شاخسانہ ہے، یعنی ان تمام عقائد کی جڑ مسئلۂ امامت ہے (جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے)

(5)......حکمِ تکفیر کے لیے فقط اجمال کافی ہے، یا تفصیلات بھی ضروری ہیں؟ مثلاً قادیانیوں کے لاہوری فرقہ کا عقیدہ ہے کہ ہم مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے، بلکہ مصلح، ولی، یا مذہبی پیشوا مانتے ہیں، باوجود اس کے ان کو بھی ''ربوی قادیانیوں'' کی طرح کافر ہی سمجھا جاتا ہے۔

ایسے ہی کوئی شیعہ عالم اپنے دعویٰ سے، تو قرآن مجید کو صحیح مانتا ہے، مگر اسے صحیح نہ ماننے والوں کو اپنا مقتداء بھی تسلیم کرتا ہے، تو ایسے میں آنجناب کا جُداگانہ ذوقِ پرواز کون سا فتویٰ دے گا؟

(6)......جن علمائے اہلِ سنت نے صدیوں سے اب تک اہلِ تشیع کو اپنی تحقیق کے مطابق ''محرفِ قرآنِ مجید'' قرار دیا ہے، آنجناب کے نزدیک ان کا یہ عمل کس حیثیت کا حامل ہے؟

کیا:

(۱) انہوں نے فتویٰ دینے میں عجلت کی؟

(۲) یا تحقیقات میں کمی رہ گئی، اور انہوں نے بلا تحقیق ہی ایک اسلامی طبقہ کو منکرِ قرآنِ مجید کہہ دیا؟

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ سے خاندانِ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ تک، سینکڑوں اور خاندانِ

شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ سے لے کر اب تک سینکڑوں علمائے دیوبند اہلِ سنت نے بھی اس فتویٰ کو باقی رکھا۔

لہٰذا ان حضرات کی تمام تر علمی خدمات کو آپ برف کی ڈلی کی طرح اپنی ہتھیلی کی معمولی سی گرمی سے پگھلا دیں گے، یا ان کو کوئی وقعت دیں گے؟ مطلع فرمائیں۔

(7)...... آنجناب نے یہ فتویٰ دینے سے قبل اہلِ تشیع کی مسلّمہ کتب اور اہلِ سنت کے وہ اسلاف، جنھوں نے متواتر اس فتنہ کا تعاقب جاری رکھا، کی تصریحات وتحقیقات کو پڑھا ہے؟

یا صرف حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی دامت برکاتہم سے شاباش لینے کے لیے امت کے اجتماعی شعور کو اپنے رسالۂ تبلیغ کی بھینٹ چڑھا دیا ہے؟

(8)...... اگر آپ جیسے گنتی کے چند حضرات کی رائے سے اتفاق کرلیا جائے، تو متقدمین محدثین اہلِ سنت سے لے کر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ، علامہ عبدالستار تونسوی، مولانا محمد نافع رحمہ اللہ، علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمہ اللہ اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، نیز دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث مکاتبِ فکر کے ہزاروں اہلِ علم کی تعبیرات کو کون سا نام دیا جائے گا؟ اس کی وضاحت فرمادیں۔

(9)...... اکابر، اسلاف، جمہور، یا اکثریت کو آنجناب کس نقطۂ نظر سے تسلیم کرتے ہیں۔

مثلاً علم وفضل کے نیر تاباں ایک ہزار اہلِ علم کے مقابلہ میں اگر گنتی کے دس عدد اُن اہلِ علم کی آراء میں تضاد نظر آئے، جنہیں خدماتِ دینیہ کے دیگر اشغال نے تردیدِ رفض کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ دیا ہو، اور انہوں نے اپنی کریمانہ طبیعت کے موافق کوئی غیر تحقیقی بات کہہ دی ہو، تو ہم کس طبقہ کی اتباع کے مکلّف ومقید ہیں؟ وضاحت فرمایئے!

(10)...... آنجناب کے مضمون میں مشروط تکفیر کی جو وجوہات درج ہیں، کیا وہ کل کی کل اثنا عشریوں میں موجود نہیں؟

اگر جواب نفی میں ہے، تو اس کا مطلب ہے، آپ کو ابھی تک کتبِ شیعہ، یا مذہبِ شیعہ کے مطالعہ کے مواقع نہیں ملے۔

اور اگر جواب اثبات میں ہے، تو پھر مشروط، مشروط کی گردان کیسی؟

صدیوں سے یہ عقائد شیعوں ہی کے چلے آرہے ہیں، اور آج دورِ جدید کی برقی رفتار نے شیعیت کو پردۂ تقیہ سے عیاں کردیا ہے۔

اور آخری بات یہ کہ اگر آپ کے نزدیک اہلِ تشیع تحریفِ قرآن کے قائل نہیں ہیں، اور ان پر فتویٰ کفر عائد نہیں ہوتا، تو پھر اس امر کا فتویٰ بھی دیجیے کہ اہلِ سنت کا اہلِ تشیع سے، اور اسی طرح اس کے برعکس نکاح بھی جائز ہے۔

نیز اہلِ تشیع، اہلِ سنت کی مساجد میں، اور اہلِ سنت، اہلِ تشیع کی امام بارگاہوں میں جا کر عبادت کرسکتے ہیں۔

کیونکہ فقط عدمِ تکفیر کی بات کہہ کر آپ اہلِ تشیع کی مکمل خوشنودی حاصل نہیں کرسکتے، جب تک کہ خاندانی، سماجی، معاشرتی، اور مکمل مذہبی ہم آہنگی کا جواز فراہم نہ کردیا جائے، جیسا کہ دیوبندی، بریلوی اور اہلِ حدیث میں تینوں مکاتبِ فکر کے فروعی اختلافات کے باوجود، یہ تمام تر روابط وضوابط چلے آرہے ہیں۔

اگر آپ اہلِ تشیع کو بھی اسی صف میں لا کھڑا کرنے کے خواہش مند ہیں، تو کاغذی کشتیاں، بحرِ تحقیق میں نہ ڈالیے۔

بلکہ علم وآثار اور تعاملِ امت کی روشنی میں کوئی ایسا موقف پیش کیجیے، جو کم از کم لائقِ مطالعہ تو ہو۔

امید ہے کہ آنجناب اس دردِ دل پر غور فرمائیں گے۔

..................لاہور

مورخہ: ۲/نومبر/۲۰۲۰ء

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مذکورہ تحریر پر کلام

بخدمت مولانا............صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

مذکورہ تحریر موصول ہوئی، جس میں بندہ کے تحریر ونقل کردہ مضمون پر بعض شبہات واعتراضات اورالزامات عائد کیے گئے ہیں، ساتھ ہی ضمن میں بعض سوالات کے جوابات طلب کیے گئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ مولانا موصوف کی طرف سے یہ سوالات، محض مستفتی کی حیثیت سے تو تحریر نہیں کیے گئے، جس طرح بندہ سے وہ استفتاء کیا گیا تھا، جس کا جواب بندہ نے تحریر کیا تھا، اوراس جواب کے متعلق موصوف کی مذکورہ تحریر موصول ہوئی، کیونکہ موصوف نے پہلے سے خود ہی بندہ کے اس مضمون پر کئی سخت فیصلے صادِراورالزامات عائدفرمادیئے ہیں، جن سے ظاہر ہے کہ موصوف اس مسئلے پر پورے شرح صدر کے ساتھ، دوسرا موقف رکھتے ہیں، اور بندہ کے نقل کردہ موقف سے، شدید اختلاف رکھتے ہیں، اوران کے نزدیک بندہ کی طرف سے نقل کردہ موقف کسی طرح بھی درست نہیں، بلکہ شدید نکیر کا مستحق ہے، اور موصوف اس مسئلہ سے لاعلم و ناواقف ہوکر سوال و استفسار نہیں فرما رہے، جس کے بعدان کے تحریر کردہ یہ سوالات، معترضانہ والزامانہ نوعیت سے زیادہ کے حامل نہیں رہے۔

مذکورہ تحریر میں الزامانہ ومعترضانہ الفاظ وکلمات

چنانچہ موصوف کی طرف سے کہیں بندہ کے مضمون کے لفظ لفظ سے قوتِ نافذہ کی کمی اور تحقیقی شعور کے نہج کے شدید فقدان محسوس ہونے کا ذکر کیا گیا۔

کہیں ''مدعی سست، گواہ چست'' کا الزام عائد کیا گیا۔

کہیں بندہ کی طرف سے نقل کردہ بعض عبارات کو مرجوح، بعض کو محتاجِ تاویل، اور بعض کو محتاجِ تحقیق قرار دیا گیا، اور ان کے مقابلے میں دیگر حضرات کے فیصلے کو راجح قرار دیا گیا۔

کہیں ''بیک بینی دو گوش'' کی نسبت کی گئی۔

کہیں تمام اسلافِ امت کی تحقیقات سے ناآشنائے محض ہونے کا فیصلہ صادر کیا گیا۔

کہیں فتوے کی آڑ میں شخصی رائے کا گولہ داغنے اور عوام اہلِ سنت کے اپنے بزرگوں سے رشتۂ اعتماد متاثر کرنے کا الزام لگایا گیا۔

کہیں جداگانہ ذوقِ پرواز کے فتوے کا پروانہ فراہم کیا گیا۔

کہیں اکابر کے حوالہ سے مضمون کشید کرنے کو منسوب کیا گیا۔

کہیں علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ سے خاندانِ حضرت شاہ ولی اللہ تک اور ان سے لے کر اب تک کے سینکڑوں علمائے دیوبند اہلِ سنت کے فتوے اور تمام تر علمی خدمات کو برف کی ڈلی کی طرح ہتھیلی کی معمولی سی گرمی سے پگھلانے، یا وقعت نہ دینے، جیسی باتوں کی ملمع سازی کی گئی۔

کہیں صرف حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی دامت برکاتہم سے شاباش کے لیے امت کے اجتماعی شعور کو رسالہ ''التبلیغ'' کی بھینٹ چڑھانے سے متہم کیا گیا۔

کہیں مشروط، مشروط کی گردان کرنے اور کہیں اہلِ تشیع کی وکالت کرنے، یا ان کی مکمل خوشنودی حاصل نہ کرسکنے اور کہیں کاغذی کشتیاں بحرِ تحقیق میں ڈالنے کا حکم دیا گیا۔

تکفیرِ مسلم، انتہائی اقدام

حالانکہ اولاً تو زیرِ بحث مسئلہ ''مسلم'' کہلائے جانے والے ان لاکھوں انسانوں سے متعلق ہے، جو عرب وعجم کے مختلف ملکوں اور علاقوں میں بستے ہیں، اور مسلم معاشرے کا حصہ سمجھے جاتے ہیں، اور صدیوں سے نسل در نسل اِن کا سلسلہ چلا آرہا ہے، جبکہ امتِ مسلمہ کا مجموعی

مزاج بھی اہلِ تشیع کو علی العموم مسلمان سمجھنے کا رہا ہے، اور اکثر وجمہور فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام نے بھی اہلُ السنۃ سے خارج دیگر اہلِ اھواء، خوارج، معتزلہ، جہمیہ، قدریہ، مشبہہ، معطلہ جیسے فرقوں کی طرح اہلِ تشیع وروافض کی علی الاطلاق اور علی العین تکفیر نہیں کی۔

دوسرے کسی مسلم کہلائے جانے والے کسی ایک انسان پر بھی کفر کا حکم لگانا، بہت نازک، تحقیق طلب، اور جان جوکھوں میں ڈالنے والا کام ہے، جس پر دنیا وآخرت کے اعتبار سے انتہائی خطرناک آثار ونتائج مرتب ہوتے ہیں، چہ جائیکہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ایسے لاکھوں لوگوں پر قطعی تکفیر کا حکم لگایا جائے، جن کے مختلف فرقے ہیں، اور ان کے مابین شدید نوعیت کے اختلافات بھی ہیں۔

قرآن وسنت اور فقہ وفتاویٰ کی رُو سے، کسی پر کفر کا حکم لگانا، انتہائی سخت اقدام ہے، جو ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہو کر کفر کی تمام شرائط پائی جانے اور موانعات منتفی ہونے پر ہی لگایا جاتا ہے۔

جب کسی مسلمان پر کفر کا حکم لگایا جاتا ہے، تو اس کی بیوی، یا شوہر کو اس کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہوتا۔

اور اس کی اولاد کو اس کی سرپرستی میں رکھنا جائز نہیں ہوتا۔

اور اسلام کے اجتماعی معاملات سے اس کی ولایت اور نصرت ختم ہو جاتی ہے۔

اور مسلمان حاکمِ وقت کے ذمہ، توبہ طلب کرنے، اور اس کے شبہات زائل کرنے، اور اس پر حجت قائم کرنے کے بعد، اس پر مرتد کا حکم نافذ کرنا واجب ہو جاتا ہے، جس کی سزا مرد ہونے کی صورت میں قتل اور عورت ہونے کی صورت میں حنفیہ کے نزدیک تائب ہونے اور دوبارہ اسلام قبول کرنے تک حبس وقید ہوتی ہے۔

اور اس کے فوت ہونے کے بعد، اس پر مسلمانوں والے احکام جاری نہیں ہوتے کہ اس کو مسنون طریقے پر غسل نہیں دیا جاتا، اور نہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جاتی، اور نہ اس کو مسلمانوں

کے قبرستان میں دفن کیا جاتا، اور نہ اس کا مسلمان کے ساتھ وراثت سے تعلق ہوتا۔

اور جب وہ کفر کی حالت میں فوت ہوجائے، تو وہ اللہ کی لعنت کا مستحق ہوتا ہے، اور اس کی رحمت سے محروم ہوجاتا ہے، اور وہ ہمیشہ اور ابدُ الآباد کے لیے جنت سے محروم اور جہنم کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

اور اس کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعاء نہیں کی جاسکتی۔

اور اگر ابتداء ہی سے کسی کو غیر مسلم قرار دیا جائے، تو اس کے احکام ''اسلام'' سے بالکل جدا ہوتے ہیں۔ [1]

---

[1] الفصل الخامس :خطورة التكفير

والذى ينبغى أن نؤصله هنا :أن الحكم بالكفر على إنسان ما :حكم خطير؛ لما يترتب عليه من آثار، هى غاية فى الخطر، منها الأخطار الآتية:

١ ـ أنه لا يحل لزوجته البقاء معه، ويجب أن يفرق بينها وبينه؛ لأن المسلمة لا يصح أن تكون زوجة لكافر بالإجماع المتيقن.

٢ ـ أن أولاده لا يجوز أن يبقوا تحت سلطانه؛ لأنه لا يؤتمن عليهم، ويخشى أن يؤثر عليهم بكفره، وبخاصة أن عودهم طرى، وهم أمانة فى عنق المجتمع الإسلامى كله.

٣ ـ أنه فقد حق الولاية والنصرة من المجتمع الإسلامى بعد أن مرق منه وخرج عليه بالكفر الصريح، والردة البواح .ولهذا يجب أن يقاطع، ويفرض عليه حصار أدبى من المجتمع، حتى يفيق لنفسه، ويثوب إلى رشده.

٤ ـ أنه يجب أن يحاكم أمام القضاء الإسلامى، لينفذ فيه حكم المرتد، بعد أن يستتاب وتزال من ذهنه الشبهات وتقام عليه الحجة.

٥ ـ أنه إذا مات لا تجرى عليه أحكام المسلمين، فلا يغسل، ولا يصلى عليه، ولا يدفن فى مقابر المسلمين، ولا يورث، كما أنه لا يرث إذا مات مورث له.

٦ ـ أنه إذا مات على حاله من الكفر يستوجب لعنة الله وطرده من رحمته، والخلود الأبدى فى نار جهنم.

وهذه الأحكام الخطيرة توجب على من يتصدى للحكم بتكفير خلق الله أن يتريث مرات ومرات قبل أن يقول ما يقول .

٧ ـ أنه لا يدعى له بالرحمة، ولا يستغفر له؛ لقوله تعالى:"ما كان للنبى والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولى قربى من بعد ما تبين لهم أنهم أصحاب الجحيم"قال الشيخ عبد الرحمن بن ناصر السعدى رحمه الله" الكفر حق الله ورسوله، فلا كافر إلا من كفره الله ورسوله" (قضية التكفير بين أهل السنة وفرق الضلال فى ضوء الكتاب والسُّنَّة، ص٣٨، ٣٩،الباب الأول: أصول وضوابط وموانع فى التكفير،الفصل الخامس :خطورة التكفير)

اور ایک اہم اور نہایت اہم بات یہ ہے کہ کسی پر کفر کا حکم لگانے سے، اس پر دنیا میں فرائض وعبادات کا ساقط کرنا، لازم آتا ہے، مثلاً نماز، روزہ، زکاۃ، حج وغیرہ، پس ان فرائض وارکان کا کسی سے ساقط کرنا، بہت جرأت کا کام ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی پر ''کفر'' کا حکم لگانا، انتہائی سخت اقدام ہے، اسی بناء پر محققین نے اس کے لیے سخت اور کڑی شرائط عائد کرنے کا اہتمام فرمایا ہے، اور عدمِ تکفیر میں خطاء کرنے کو، تکفیر میں خطاء کرنے سے بہتر قرار دیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فعلى المفتى أن يحتاط فى خلاص نفسه فى ساعة القيام فإن قتل المسلم من أعظم الآثام ولو ثبت أن قتله منقول عن الإمام فمع نقل خلافه يجب الإعراض عنه والإحجام لما صرحوا به من درء الحدود بالشبهات والتباعد عن قتل أهل الإسلام لقوله عليه أفضل الصلاة وأتم السلام ادرء وا الحدود عن المسلمين ما استطعتم فإن وجدتم للمسلم مخرجا فخلوا سبيله فإن الإمام لأن يخطء فى العفو خير من أن يخطء فى العقوبة رواه السيوطى عن عدة كتب فخام والانتصار للرسول مقبول فيما به أمر لا فيما عنه نهى وزجر فهذا ما تحرر مما تقرر فاحفظه والسلام (العقود الدرية فى تنقيح الفتاوى الحامدية، ج ۱، ص ۱۰۵، باب الردة والتعزير)

ترجمہ: پس مفتی پر قیامت کے دن اپنے آپ کو خلاصی دینے کے لیے احتیاط کرنا واجب ہے، کیونکہ مسلمان کو قتل کرنا، عظیم ترین گناہوں سے تعلق رکھتا ہے، اور اگر اس کا قتل کرنا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول بھی ہوتا، تب بھی اس کے خلاف منقول قول کے پائے جانے کی صورت میں، اس سے اعراض کرنا واجب ہوتا،

کیونکہ فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حدود کو شبہات کی وجہ سے ساقط کردیا جاتا ہے، اور اہلِ اسلام کو قتل کرنے سے دور رکھا جاتا ہے، نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے اس قول کی وجہ سے کہ ''تم مسلمانوں سے حدود کو دور کرو، جتنی تمہیں استطاعت ہو، پس اگر تم مسلمان کے لیے بچنے کا کوئی راستہ پاؤ، تو اس کے راستے کو خالی چھوڑ دو، کیونکہ امام کا معاف کرنے میں خطاء کرنا بہتر ہے، اس سے کہ وہ سزا دینے میں خطاء کرے'' اس کو علامہ سیوطی نے اپنی کئی کتابوں میں ذکر کیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اسی چیز میں مقبول ہے، جس کا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہو، نہ کہ اس چیز میں، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو، اور تنبیہ فرمائی ہو، پس یہ جو کچھ ثابت ہوا، اس کی تحریر ہے، اس کو یاد رکھیے، والسلام (تنقیح فتاویٰ الحامدية)

اور کئی محققین نے بھی اس بات کا ذکر فرمایا ہے۔ [1]

---

[1] المعتزلة والمشبهة والفرق كلها سوى الفلاسفة، وهم الذين يصدقون ولا يجوزون الكذب لمصلحة وغير مصلحة، ولا يشتغلون بالتعليل لمصلحة الكذب بل بالتأويل ولكنهم مخطئون فى التأويل، فهؤلاء أمرهم فى محل الاجتهاد .والذى ينبغى أن يميل المحصل إليه الاحتراز من التكفير ما وجد إليه سبيلاً .فإن استباحة الدماء والأموال من المصلين إلى القبلة المصرحين بقول لا إله إلا الله محمد رسول الله خطأ، والخطأ فى ترك ألف كافر فى الحياة أهون من الخطأ فى سفک محجمة من دم مسلم .وقد قال صلى الله عليه وسلم :أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله محمد رسول الله، فإذا قالوها فقد عصموا منى دماء هم وأموالهم إلا بحقها .وهذه الفرق منقسمون إلى مسرفين وغلاة، وإلى مقتصدين بالإضافة إليهم، ثم المجتهد يرى تكفيرهم وقد يكون ظنه فى بعض المسائل وعلى بعض الفرق أظهر.
وتفصيل آحاد تلک المسائل يطول ثم يثير الفتن والأحقاد، فإن أكثر الخائضين فى هذا إنما يحركهم التعصب واتباع تكفير المكذب للرسول، وهؤلاء ليسوا مكذبين أصلاً ولم يثبت لنا أن الخطأ فى التأويل موجب للتكفير، فلا بد من دليل عليه، وثبت أن العصمة مستفادة من قول لا إله إلا الله قطعاً، فلا يدفع ذلک إلا بقاطع .وهذا القدر كاف فى التنبيه على أن إسراف من بالغ فى التكفير ليس عن برهان فإن البرهان إما أصل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اہلِ اھواء واہلِ بدعت کی تکفیر پر فقہاء ومجتہدین کا موقف

یہی وجہ ہے کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں سے ہی خوارج، روافض، معتزلہ، قدریہ، جہمیہ وغیرہ، جیسے بیسیوں فرقے اپنی مختلف شاخوں سمیت ظاہر ہوئے، جن کو اہلِ بدعت اور اہلِ اھواء قرار دیا گیا، اور ان کی طرف سے بہت سی کفریہ باتوں کا بھی ظہور ہوتا رہا، جو آج تک اِن سے متعلق کتابوں میں درج ہیں، اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کی طرف سے ان کے کفر وضلالت پر مشتمل عقائد وافکار اور اقوال وافعال کی شرعی دلائل کے ذریعہ تردید بھی کی جاتی رہی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أو قياس على أصل، والأصل هو التكذيب الصريح ومن ليس بمكذب فليس فى معنى الكذب أصلاً فيبقى تحت عموم العصمة بكلمة الشهادة(الاقتصاد فى الاعتقاد،للغزالى،ص ۱۳۵،القطب الرابع:إثبات نبوة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم وإثبات ما أخبر هو عنه،الباب الرابع،بيان من يجب تكفيره من الفرق)

الخطأ فى العفو خير الخطأ فى العقوبة نعوذ بالله من الخطأ فى الجميع ونسأله الاصابة والسلامة والتوفيق والهداية لكنا وجدنا الله تعالى لم يذم من أخطأ فى نحو ذلك(إيثار الحق على الخلق فى رد الخلافات إلى المذهب الحق من أصول التوحيد،لابن الوزير،ص ۴۰۵،فصل فى ذكر من يقول بالرجاء ومن يقول بالارجاء والفرق بينهما)

[1] البدع إنما يظهر منها أولا فأولا الأخف فالأخف كما حدث فى آخر عصر الخلفاء الراشدين بدعة الخوارج والشيعة ثم فى آخر عصر الصحابة بدعة المرجئة والقدرية ثم فى آخر عصر التابعين بدعة الجهمية معطلة الصفات(مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج۸،ص ۴۵۸، كتاب القدر،قول الفلاسفة القائلين بقدم العالم اعظم كفرا من مشركى العرب)

كان الناس أمة واحدة، ودينهم قائما فى خلافة أبى بكر وعمر.

فلما استشهد قفل باب الفتنة؛ عمر -رضى الله عنه -وانكسر الباب، قام رؤوس الشر على الشهيد عثمان حتى ذبح صبرا، وتفرقت الكلمة، وتمت وقعة الجمل، ثم وقعة صفين.

فظهرت الخوارج، وكفرت سادة الصحابة، ثم ظهرت الروافض والنواصب.

وفى آخر زمن الصحابة ظهرت القدرية، ثم ظهرت المعتزلة بالبصرة، والجهمية والمجسمة بخراسان فى أثناء عصر التابعين مع ظهور السنة وأهلها إلى بعد المائتين، فظهر المأمون الخليفة -وكان ذكيا متكلما، له نظر فى المعقول -فاستجلب كتب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

چنانچہ بہت سے محققین نے اہلِ بدعت، یا اہلِ اھواء کو اصولی و بنیادی طور پر چھ قسموں میں تقسیم فرمایا ہے، ایک خوارج، دوسرے شیعہ، تیسرے معتزلہ، چوتھے جبریہ، پانچویں مرجئہ، چھٹے مشبہہ۔

پھر ان پانچوں قسموں کے مختلف ذیلی فرقے بیان فرمائے ہیں، اور سب سے زیادہ فرقے شیعہ و روافض کے بیان فرمائے ہیں۔

اور تقریباً ان سب فرقوں کی طرف کم و بیش مختلف کفریہ عقائد و افکار، اور اقوال و افعال، منسوب ہیں۔

علامہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی (المتوفیٰ: 548ھ) نے ''الملل والنحل'' میں ان فرقوں کی تفصیل بیان فرمائی ہے، اور بھی دیگر اہلِ علم حضرات نے ان فرقوں کی تفصیلات کا ذکر فرمایا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأوائل، وعرب حكمة اليونان، وقام فى ذلك وقعد، وخب ووضع، ورفعت الجهمية والمعتزلة رؤوسها، بل والشيعة، فإنه كان كذلك.

وآل به الحال أن حمل الأمة على القول بخلق القرآن، وامتحن العلماء ، فلم يمهل(سير أعلام النبلاء، ج ١١، ص ٢٣٦، تحت ترجمة"أحمد بن حنبل أبو عبد الله" رقم الترجمة ٧٨)

قال الشيخ الإمام صدر الإسلام أبو اليسر نظرت فى الكتب التى صنفها المتقدمون فى علم التوحيد فوجدت بعضها للفلاسفة مثل إسحاق الكندى والاستقرارى وأمثالهما وذلك كله خارج عن الدين المستقيم زائغ عن الطريق القويم فلا يجوز النظر فى تلك الكتب ولا يجوز إمساكها فإنها مشحونة من الشرك والضلال قال ووجدت أيضا تصانيف كثيرة فى هذا الفن للمعتزلة مثل عبد الجبار الرازى والجبائى والكعبى والنظام وغيرهم فلا يجوز إمساك تلك الكتب والنظر فيها كى لا تحدث الشكوك ولا يتمكن الوهن فى العقائد وكذلك المجسمة صنفوا كتبا فى هذا الفن مثل محمد بن هيصم وأمثاله فلا يحل النظر فى تلك الكتب ولا إمساكها فإنهم شر أهل البدع(الفتاوى الهندية، ج٥، ص٣٧٧، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون فى المتفرقات)

[1] اعلم أن أصولهم ستة :الخوارج، والشيعة، والمعتزلة، والجبرية، والمرجئة، والمشبهة.
فالخوارج خمسة عشر فرقا :النجدات، والأزارقة، والأباضية، والعجاردة، والميمونية، والصفرية، والفضلية، والعطوية، والقدلية، والبيهسية، والبدعية، والشمراخية، والأخنسية، والحازمية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس قسم کے تمام فرقوں کو جمہور فقہاء ومجتہدین کے بڑے طبقہ نے اس امت کے بہتّر (72) فرقوں میں داخل مانا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والصلتية، والخوارج كلهم مجتمعة على تكفير على -رضى الله عنه -وتكفير من أذنب كبيرة إلا النجدات فإنهم لا يكفرونه وقالوا :الإصرار على الذنب أى ذنب كان كفر.

وأما الشيعة :فاثنان وثلاثون فرقة :الكيسانية، والمختارية، والهاشمية، والبيانية، والرزامية، والزيدية، والجارودية، والسليمانية، والصالحية، والإمامية، والباقرية، والناووسية، والشميطية، والأفطحية، والواقفية، والموسوية، والاثنا عشرية، والسبائية، والكاملية، والغيلانية، والمغيرية، والمنصورية، والخطابية، والليالية، والهشامية، والنعمانية، والنصيرية، والإسحاقية، والإسماعيلية، والمعمورية، والفضيلية، والمتناسخية.

وأما المعتزلة :فاثنا عشرة فرقة :الواصلية والهذلية، والنظامية، والحديثية، والبشرية، والمردارية، والثمامية، والجاحظية، والكعبية، والجبائية، والحايطية، والخياطية، والمعتزلة يقولون :العباد يخلقون أفعالهم.

وأما الجبرية يقولون :لا كسب للعباد بل كل أفعالهم مخلوقة الله تعالى، وهم ثلاث فرق :الجهمية والنجارية والضرارية.

وأما المرجئة فهم الذين يقولون :الإيمان قول بلا عمل؛ يعنى :يقولون :لا يضر مع الإيمان المعصية كما لا ينفع مع الكفر طاعة، وهم خمس فرق :اليونسية والغسانية والصالحية والتومنية والثوبانية.

وأما المشبهة :فهم الذين يشبهون الله تعالى بالمخلوقين فى الجسم والحلول بالمكان وهم خمس فرق :الكرامية والمقاتلية والاسمية والهشامية والكلابية.

فهذه أسماء الفرق الاثنين وسبعين وكل واحد من هذه الأسماء منسوب إلى شخص واضع لذلك المذهب، أو إلى قوله، ولكل فرقة منها مذهب منفرد تركن ذكره؛ لأن جميعها مذكور فى "كتاب الملل والنحل "تأليف الشهرستانى رحمة الله عليه.

واعلم أن المشهورين من أهل البدعة هؤلاء ، لكن لا حصر للأقوال الفاسدة وقائليها، وطريق معرفتك الحق من الباطل أن تقابل ما سمعت من الأقوال بأقوال علماء السنة، فمن كان موافقا لأقوالهم فهو حق، وما لم يكن موافقا لأقوالهم فهو باطل(المفاتيح فى شرح المصابيح،للمظهرى الحنفى،ج ١،ص ٢٧٩،٢٨٠،كتاب الإيمان،باب الاعتصام بالكتاب والسنة،بيان فرق المبتدعة)

وقال بن حزم فى كتاب الملل والنحل (اى"الفصل فى الملل والأهواء والنحل" ناقل):فرق المقرين بملة الإسلام خمس أهل السنة ثم المعتزلة ومنهم القدرية ثم المرجئة ومنهم الجهمية والكرامية ثم الرافضة ومنهم الشيعة ثم الخوارج ومنهم الأزارقة والإباضية ثم افترقوا فرقا كثيرة فأكثر افتراق أهل السنة فى الفروع وأما فى الاعتقاد ففى نبذ يسيرة وأما الباقون ففى مقالاتهم ما يخالف أهل السنة الخلاف البعيد والقريب فأقرب فرق المرجئة من قال الإيمان التصديق بالقلب واللسان فقط

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگرچہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے علاوہ دیگر فرقے گمراہ شمار ہوتے ہیں، جن کے متعلق احادیث و روایات میں مختلف وعیدیں بھی آئی ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وليست العبادة من الإيمان وأبعدهم الجهمية القائلون بأن الإيمان عقد بالقلب فقط وإن أظهر الكفر والتثليث بلسانه وعبد الوثن من غير تقية والكرامية القائلون بأن الإيمان قول باللسان فقط وإن اعتقد الكفر بقلبه وساق الكلام على بقية الفرق ثم قال فأما المرجئة فعمدتهم الكلام فى الإيمان والكفر فمن قال إن العبادة من الإيمان وإنه يزيد وينقص ولا يكفر مؤمنا بذنب ولا يقول إنه يخلد فى النار فليس مرجئا ولو وافقهم فى بقية مقالاتهم وأما المعتزلة فعمدتهم الكلام فى الوعد والوعيد والقدر فمن قال القرآن ليس بمخلوق وأثبت القدر ورؤية الله تعالى فى القيامة وأثبت صفاته الواردة فى الكتاب والسنة وأن صاحب الكبائر لا يخرج بذلك عن الإيمان فليس بمعتزلى وان وافقهن فى سائر مقالاتهم وساق بقية ذلك إلى أن قال وأما الكلام فيما يوصف الله به فمشترك بين الفرق الخمسة من مثبت لها وناف فرأس النفاة المعتزلة والجهمية فقد بالغوا فى ذلك حتى كادوا يعطلون ورأس المثبتة مقاتل بن سليمان ومن تبعه من الرافضة والكرامية فإنهم بالغوا فى ذلك حتى شبهوا الله تعالى بخلقه تعالى الله سبحانه عن أقوالهم علوا كبيرا ونظير هذا التباين قول الجهمية إن العبد لا قدرة له أصلا وقول القدرية إنه يخلق فعل نفسه(فتح البارى لابنِ حجر، ج١٣ ص ٣٤٦، ٣٤٧، كتاب التوحيد)

[1] قوله :(وتعطيل) هم القائلون بخلو الذات عن الصفات.

قوله :(فصاروا اثنتين وسبعين) فرقة كلهم فى النار، والفرقة الزائدة على هذا العدد هى الناجية، وهى ما كانت على ما كان عليه النبى صلى الله عليه وسلم وأصحابه الكرام، ففى الحديث الشريف :وستفترق أمتى على ثلاث وسبعين فرقة كلها فى النار إلا واحدة، قلنا :من هى يا رسول الله، قال :من كان على ما أنا عليه وأصحابى وإضافة الفرقة الناجية من النار وهم أهل السنة والجماعة فى الحديث الشريف إلى ما ذكر تكملة إلى الثلاث والسبعين فرقة.

ولنذكرها على طريق الاجمال فنقول :أصناف الخوارج اثنا عشر :الازرقية والاباحية والخازمية والتغلية والخلقية والكوزية والمكتوية والمعتزلة والميمونية والمجلية والاخنسية والمشراقية.

وأصناف الروافضة اثنا عشر أيضا :العلوية والاموية والشعيبية والاسحاقية والزيدية والعباسية والاسماعيلية والامامية والمتناسخة والاعينية والراجعية والمرشية.

وأصناف القدرية اثنا عشرة أيضا الخمرية والشعرية والكيسانية والشيطانية والشركية والوهمية والعروندسية والمناسية والمتبرية والباسطية والنظامية والمعتزلة.

وأصناف الجبرية اثنا عشر أيضا :المطرية والافعالية والمتربية والباسطية والنظامية والمعتزلة.

وأصناف الجبرية اثنا عشر أيضا :المطرية والافعالية والمركوعية والصنجارية والمباينة والصبية والسابقية والحرفية والكرفية والخشية والحشرية والمعينية.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org
Idara Ghufran

چنانچہ خوارج کے متعلق بہت سی احادیث وروایات آئی ہیں، جن میں ان کے دین سے نکلنے، اور بدترین مخلوق ہونے تک کی وعیدوں کا ذکر آیا ہے، یہاں تک کہ ان کو قتل کرنے کا بھی حکم آیا ہے۔ [1]

''خوارج'' وہ گروہ کہلاتا ہے، جس نے خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف قتال کیا، اور خلیفۂ راشد حضرت علی اور بہت سے دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، اور مسلّمہ مسلمانوں کو اسلام سے خارج قرار دیا، مسلمانوں سے قتال کو واجب سمجھا، اہلِ عدل کے خون، اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو قید کرنا حلال سمجھا۔

ان سب باتوں کے باوجود، اکثر اور جمہور فقہاء نے اگرچہ ان کے بعض اقوال وافعال پر کفر کا اطلاق کیا ہے، مگر ان کو علی العین کافر قرار نہیں دیا، اور ان کی علی العموم تکفیر سے اجتناب کیا، اور کفر کا قول، بعض غیر مجتہد اہلُ الحدیث حضرات ہی نے کیا، جس کی تفصیل بندہ نے اپنے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وأصناف الجهمية :أى التعطيل اثنا عشر أيضا :المعطلة واللازقية والموارديه والخرقية والمملوقية والقهرية والغائية والزنادقة والراهفية والقطية والمرسية والعبرية.

وأصناف المرجئة اثنا عشر أيضا :التاركية والسبيئة والراجية والشاكية والبهشية والعملية والمشبهة والاقربة والبدعية والمنبسية والحشوية والبعوضية كما فى فتاوى الشيخ أمين الدين بن عبد العال(قره عين الأخيار لتكملة رد المحتار، ج٧،ص ٥٢٢، كتاب الشهادات،باب القبول وعدمه)

[1] حدثنا موسى بن إسماعيل، حدثنا عبد الواحد، حدثنا الشيبانى، حدثنا يسير بن عمرو، قال :قلت لسهل بن حنيف، هل سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول :فى الخوارج شيئا؟ قال :سمعته يقول، وأهوى بيده قبل العراق :يخرج منه قوم يقرء ون القرآن، لا يجاوز تراقيهم، يمرقون من الإسلام مروق السهم من الرمية(صحيح البخارى،رقم الحديث ٦٩٣٤)

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :سيخرج فى آخر الزمان قوم أحداث الأسنان، سفهاء الأحلام، يقولون من خير قول البرية، يقرء ون القرآن لا يجاوز حناجرهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية، فإذا لقيتموهم فاقتلوهم، فإن فى قتلهم أجرا، لمن قتلهم عند الله يوم القيامة(صحيح مسلم،رقم الحديث ١٠٦٦ "١٥٤")

دوسرے مستقل مضمون میں بیان کردی ہے۔ [1]

''خوارج'' کے علاوہ، اہلِ بدعت، یا اہلِ اھواء کا ایک فرقہ ''جبریة'' کہلاتا ہے، جس کو ''مرجئة'' بھی کہا جاتا ہے، یہ فرقہ بندوں کے افعال اور اقوال میں اختیار کا قائل ہے، اور بندوں کے اقوال وافعال میں بالفعل، اللہ کی قدرت کا قائل نہیں۔

اور اس فرقے کے مقابلے میں دوسرا فرقہ ''قدرية'' کہلاتا ہے، جو ''جبرية'' کے مقابلے میں تمام اقوال وافعال میں بندوں کی قدرت واختیار کا قائل ہے، بعض روایات میں ان دونوں فرقوں کے اسلام میں کوئی حصہ نہ ہونے تک کا ذکر بھی آیا ہے، جس کے پیشِ نظر بعض حضرات اِن کی تکفیر کے قائل ہوگئے ہیں۔

لیکن جمہور مجتہدینِ عظام اور فقہائے کرام نے ان کی تکفیر میں بھی احتیاط سے کام لیا، اور اِن کے بعض اقوال وافکار پر کفر کا اطلاق کرنے کے باوجود ان کو علی الاطلاق اور علی العین صریح کافر قرار نہیں دیا۔ [2]

---

[1] الخوارج: يقول الجرجانى :هم الذين يأخذون العشر من غير إذن السلطان وهم فى الأصل كانوا فى صف الإمام على رضى الله عنه فى القتال، وخرجوا عليه لما قبل التحكيم .قالوا :لم تحكم وأنت على حق.

ويقول ابن عابدين :إنهم يرون على بن أبى طالب رضى الله عنه على باطل بقبوله التحكيم، ويوجبون قتاله، ويستحلون دماء أهل العدل، ويسبون نساء هم وذراريهم؛ لأنهم فى نظرهم كفار .

وأكثر الفقهاء يرون أنهم بغاة، ولا يرون تكفيرهم، وذهبت طائفة من أهل الحديث إلى أنهم كفار مرتدون .وقال ابن المنذر :لا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وذكر ابن عبد البر أن الإمام عليا رضى الله عنه سئل عنهم :أكفار هم؟ قال :من الكفر فروا .قيل :فمنافقون؟ قال :إن المنافقين لا يذكرون الله إلا قليلا .قيل فما هم؟ قال :هم قوم أصابتهم فتنة، فعموا وصموا، وبغوا علينا، وقاتلوا فقاتلناهم .وقال لهم :لكم علينا ثلاث :لا نمنعكم مساجد الله أن تذكروا فيها اسم الله، ولا نبدؤكم بقتال، ولا نمنعكم الفىء ما دامت أيديكم معنا.

ويقول الماوردى :إن تظاهر الخوارج باعتقادهم، وهم على اختلاط بأهل العدل، جاز للإمام أن يعزرهم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨،ص ١٣٠، ١٣١ ،مادة"بغاة")

[2] وقيل :المرجئة هم الجبرية، وهم الذين يقولون :الأفعال والأقوال كلها بتقدير الله تعالى، وليس للعباد فيها اختيار؛ والأصح أن المرجئة هم الجبرية، وذكر بحث الجبرية والقدرية فى بحث شرح الحديث الخامس من أول هذا الباب.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''معتزلہ'' فرقے کے عقائد بھی نہایت ضلالانہ و زائغانہ ہیں، اور معتزلہ میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں، جن کی طرف کفر و زندقہ پر مشتمل اقوال منسوب ہیں۔

مثلاً ''ابواسحاق بصری ابراہیم بن سیار بن ھانی النظام'' کو معتزلہ کے رؤس میں شمار کیا گیا ہے، جس نے حضرت ابوبکر و عمر اور حضرت علی و ابنِ مسعود رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابۂ کرام پر عیب لگایا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والقدر والتقدير واحد، نسبت هذه الطائفة إلى القدر؛ لأنهم يقولون :الأشياء بتقدير الله تعالى، بل لأنهم يبحثون في القدر كثيرا، ويقولون :كل شخص خالق أفعاله، ويجوز (جبرية) بسكون الباء وفتحها، و (القدرية) بسكون الدال وفتحها.

قوله" :وليس لهما في الإسلام نصيب :"ولم يقل النبي -عليه السلام -هذا لنفي أصل الإيمان عنهم؛ لأنه -عليه السلام -أضافهم إلى نفسه وقال :(صنفان من أمتي)، وإنما قال :(ليس لهما في الإسلام نصيب) لقلة نصيبهم في الإسلام، كما يقال :ليس للبخيل حظ من ماله؛ أي :ليس له حظ كامل.

واختلف أهل السنة في الحكم بكفر أهل البدعة؛ فبعضهم يقول :جميع المبتدعين كفار، وبعضهم يقول :جميع المبتدعين مسلمون، وبعضهم يقول :إن ظهر منهم قول يكون كفرا يحكم بكفرهم، وإن لم يكن منهم كفر لم يحكم بكفرهم، بل نقول :إنهم مبتدعون لا كفار؛ وهذا القول هو المختار(المفاتيح في شرح المصابيح،للمظهري الحنفي،ج ا،ص ا ا ٢،كتاب الإيمان،باب الإيمان بالقدر)

[1] ز :إبراهيم بن سيار بن هانء النظام أبو إسحاق البصري مولى بني بحير بن الحارث بن عباد الضبعي.

من رؤوس المعتزلة متهم بالزندقة وكان شاعرا أديبا بليغا وله كتب كثيرة في الاعتزال والفلسفة ذكرها النديم.

قال ابن قتيبة في "اختلاف الحديث "له :كان شاطرا من الشطار مشهورا بالفسق.

ثم ذكر من مفرداته :أنه كان يزعم أن الله يحدث الدنيا وما فيها في كل حين من غير أن يفنيها , وجوز أن يجتمع المسلمون على الخطأ ,وأن النبي صلى الله عليه وسلم لم يختص بأنه بعث إلى الناس كافة بل كل نبي قبله بعثته كانت إلى جميع الخلق لأن معجزة النبي صلى الله عليه وسلم تبلغ آفاق الأرض فيجب على كل من سمعها تصديقه واتباعه.

وأن جميع كنايات الطلاق لا يقع بها طلاق سواء نوى، أو لم ينو وأن النوم لا ينقض الوضوء وأن السبب في إطباق الناس على وجوب الوضوء على النائم :أن العادة جرت أن نائم الليل إذا قام بادر إلى التخلي وربما كان بعينيه رمص فلما رأوا أوائلهم إذا انتبهوا توضؤوا ظنوا أن ذلك لأجل النوم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اسی طرح ''واصل بن عطاء غزال'' کو بھی معتزلہ کے رؤس اور معلمِ اول میں شمار کیا گیا ہے۔ یہ شخص حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی طرف ''فسق'' کی نسبت کرتا تھا، اور ''فاسق'' کو ''مخلد فی النار'' قرار دیتا تھا، اور قرآن مجید کی قرائت بالمعنیٰ کا قائل تھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وعاب على أبى بكر وعمر وعلى، وابن مسعود :الفتوى بالرأى مع ثبوت النقل عنهم فى ذم القول بالرأى.

وقال عبد الجبار المعتزلى فى "طبقات المعتزلة :"كان أميا لا يكتب.

وقال أبو العباس بن القاص فى كتاب "الانتصار :"كان أشد الناس إزراء على أهل الحديث وهو القائل:

زوامل الأسفار لا علم عندهم ...بما تحتوى إلا كعلم الأباعر.

مات فى خلافة المعتصم سنة بضع وعشرين ومئتين وهو سكران(لسان الميزان،لا بن حجر العسقلانى،ج ا ،ص٢٩٥، تحت رقم الترجمة ١٦٠ ،حرف الألف،من اسمه إبراهيم)

[1] واصل بن عطاء ، أبو حذيفة البصرى الغزال.

مولى بنى مخزوم، وقيل مولى بنى ضبة

ولد سنة ثمانين بالمدينة .وكان أحد البلغاء المفوهين، لكنه يلثغ بالراء يبدلها غينا، فكان لاقتداره على العربيه وتوسعه فى الكلام يتجنب الراء فى خطابه حتى قيل فيه:

ويجعل البر قمحا فى تصرفه ...وخالف الراء حتى احتال للشعر.

وهو من رؤوس المعتزلة بل معلمهم الأول، والخوارج لما كفرت بالكبائر، قال واصل :بل الفاسق لا مؤمن ولا كافر بل هو منزلة بين المنزلتين، فطرده لذلک الحسن، فمن ثم قيل لهم المعتزلة لذلک.

وما أملح ما قال بعض الشعراء

وجعلت وصلى الراء لم تنطق به ...وقطعتنى حتى كأنک واصل.

وبلغنا أن لواصل تصانيف منها :تأليف فى أصناف المرجئة، وكتاب التوبة، وكتاب معانى القرآن، وغير ذلک.

وقيل :إنما عرف بالغزال لأنه كان يدور فى سوق الغزل فيتصدق على النساء .

ومن مقالاته أنه كان يشک فى عدالة من حضر وقعة الجمل، فقال :إحدى الفئتين مخطئة فى نفس الأمر، فلو شهد عندى على، وطلحة، وعائشة على باقة بقل لم أحكم بشهادتهم، لأن أحدهم فاسق لا بعينه.

قلت :والفاسق إذا لم يتب فهو عنده مخلد فى النار -نسأل الله العافية .-

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اسی طرح ''ثمامہ بن اشرس نمیری'' کو مشہور معتزلہ کے رؤوس میں شمار کیا گیا ہے۔

یہ شخص قرآن مجید کے مخلوق ہونے کا قائل تھا، اور یہود ونصاریٰ اور بت پرست مقلدین کے جہنم میں داخل ہونے کا قائل نہ تھا، اور بھی اس طرح کے زائغانہ عقائد وخیالات رکھتا تھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويحكى أنه كان يمتحن بأشياء في الراء ويتحيل لها حتى قيل له :اقرأ أول سورة براء ة فقال على البدية " :عهد من الله ونبيه إلى الذين عاهدتم من الفاسقين فسيحوا فى البسيطة هلالين وهلالين "، وكان يجيز القراء ة بالمعنى، وهذه جراء ة على كتاب الله العزيز.

ويقال :توفى سنة إحدى وثلاثين ومائة(تاريخ الإسلام،للذهبى، ج٣،ص ٧٤٩، تحت رقم الترجمة ٣٠٦، ذكر طبقة العشر على المعجم،حرف الواو)

[1] ثمامة بن أشرس، أبو معن النميرى البصرى المتكلم .

أحد رؤوس المعتزلة المشهورين .اتصل بالرشيد، ثم من بعده بالمأمون، وكان أحد من يقول بخلق القرآن .حكى عنه تلميذه الجاحظ نوادر وملحا، وكان هو وبشر المريسى آفة على السنة وأهلها.

قال ابن حزم :ذكر عنه أنه كان يقول :إن العالم فعل الله بطباعه، وإن المقلدين من اليهود والنصارى وعباد الأوثان لا يدخلون النار بل يصيرون ترابا، وإن من مات من المؤمنين مصرا على كبيرة مخلد فى النار، وإن جميع أطفال المؤمنين يصيرون ترابا ولا يدخلون الجنة.

قال المبرد :قال ثمامة :خرجت من البصرة أريد المأمون، فرأيت مجنونا شد، فقال لى :ما اسمك؟ قلت :ثمامة .قال :المتكلم؟ قلت :نعم .قال :جلست على هذه الآجرة، ولم يأذن لك أهلها .قلت :رأيتها مبذولة .قال :لعل لهم تدبيرا غير البذل، أخبرنى متى يجد النائم لذة النوم؟ إن قلت قبل أن ينام أحلت لأنه يقظان، وإن قلت فى حال النوم أبطلت لأنه لا يعقل، وإن قلت بعده فقد خرج عنه، ولا يوجد الشىء بعد فقده .فما كان عندى فيها جواب.

وعنه قال :عدت رجلا وتركت حمارى على بابه، ثم خرجت فإذا عليه صبى، فقلت :لم ركبته بغير إذنى؟ قال :خفت أن يذهب فحفظته لك .قلت :لو ذهب كان أهون على .قال :فهبه لى وعد أنه ذهب، واربح شكرى .فلم أدر ما أقول!

وقال الخطيب فى تاريخه :أخبرنا الحسين بن عبد الله بن أبى علانة قال :أخبرنا أحمد بن جعفر بن سلم قال :أخبرنا أبو دلف هاشم بن محمد الخزاعى قال :حدثنا الجاحظ سنة ثلاث وخمسين ومائتين قال :حدثنى ثمامة بن أشرس قال :شهدت رجلا وقد قدم خصمه إلى وال فقال :أصلحك الله، هذا ناصبى رافضى جهمى مشبه، يشتم الحجاج بن الزبير الذى هدم الكعبة على على بن أبى سفيان، ويلعن معاوية بن أبى طالب.

وقال الخطيب :أخبرنا الصيمرى قال :أخبرنا المرزبانى قال :أخبرنى محمد بن يحيى قال :أخبرنا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اسی طرح ''ابوعیسیٰ'' کو بھی بصرہ میں معتزلہ کے رؤوس میں شمار کیا گیا ہے۔
اس شخص کی طرف بھی گمراہ کن نظریات منسوب ہیں۔ [1]
اور اسی طرح ''عبدالسلام بن محمد جبائی'' اور ان کے والد کو معتزلہ کے رؤوس میں شمار کیا گیا ہے، جن کے مذہب سے کتبِ کلام بھری پڑی ہیں۔
یہ شخص کراماتِ اولیاء کا منکر تھا، اور بھی گمراہ کن نظریات رکھتا تھا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یموت بن المزرع قال :حدثنی الجاحظ قال :دخل أبو العتاهية على المأمون فطعن على المبتدعة ولعن القدرية، فقال المأمون :أنت صاحب شعر ولغة، وللكلام قوم .قال :نعم، ولكن اسأل ثمامة عن مسألة، فقل له يجبنی .ثم أخرج يده فحركها وقال :يا ثمامة، من حرک يدی؟ قال :من أمه زانية .فقال :شتمنی والله .قال ثمامة :ناقض والله.

قال أبو روق الهزانی :حدثنا الفضل بن يعقوب قال :اجتمع ثمامة ويحيى بن أكثم عند المأمون، فقال المأمون ليحيى :ما العشق؟ قال :سوانح تسنح للعشاق يؤثرها ويهتم بها .قال ثمامة :أنت بالفقه أبصر منک بهذا، ونحن أحذق منک .قال المأمون :فقل .قال :إذا امتزجت جواهر النفوس بوصل المشاكلة نتجت لمح نور ساطع تستضیء به بواصر العقل، وتهتز لإشراقه طبائع الحياة، يتصور من ذلک اللمح نور خاص بالنفس، متصل بجوهرها يسمى عشقا .فقال المأمون : هذا وأبيک الجواب!!

هارون بن عبد الله الحمال :حدثنا محمد بن أبی كبشة قال :كنت فی سفينة، فسمعت هاتفا يقول : لا إله إلا الله، كذب المريسی على الله .ثم عاد الصوت يقول :لا إله إلا الله، على ثمامة والمريسی لعنه الله .قال :ومعنا رجل من أصحاب المريسی فی المركب فخر ميتا(تاريخ الإسلام، للذهبی، ج۵، ص ۲۸۶ الیٰ ۲۸۸ ،تحت رقم الترجمة ۶۳ ،الطبقة الثانية والعشرون،حرف الثاء)

[1] أبو عيسى الملقب بالمردار .
أحد رؤوس المعتزلة بالبصرة.
أخذ عن بشر بن المعتمر .وتزهد وتعبد وانفرد بمسائل ملعونة؛ زعم أن الرب -تعالى -يقدر على الكذب والظلم، وكفر من قال بقدم القرآن، وكفر من قال :أفعالنا مخلوقة، أو قال برؤية الله حتى أنه كفر كل من خالفه، حتى أنه قال له رجل :فالجنة التی عرضها السماوات والأرض لا يدخلها إلا أنت وثلاثة .فسكت.
ذكر قاضی حماة شهاب الدين إبراهيم فی كتاب "الفرق "أنه توفی سنة ست وعشرين ومائتين(تاريخ الإسلام،للذهبی، ج۵،ص ۷۳۶،۷۳۷، تحت رقم الترجمة ۲۹۲ ،الكنى)

[2] عبد السلام بن محمد بن عبد الوهاب، أبو هاشم بن أبی علی البصری الجبائی.
نسبة إلى قرية من قرى البصرة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور اسی طرح ''ناصر بن عبدالسید بن علی مطرزی'' کو معتزلہ کے رؤوس میں شمار کیا گیا ہے، اور اس کے ساتھ ہی ان کو حنفی بھی کہا گیا ہے۔ [1]

مذکورہ افراد کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے افراد کا تاریخِ اسلام میں ذکر ملتا ہے، جن کے کفریہ افکار کا ذکر کیا گیا، لیکن ان پر التزامِ کفر کی نسبت سے یا تو احتیاط کی گئی، یا ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هو وأبوه من رؤوس المعتزلة .وكتب الكلام مشحونة بمذاهبهما.
توفى هذا فى شعبان ببغداد.
قال ابن درستويه النحوى :اجتمعت مع أبى هاشم، فألقى على ثمانين مسألة من غريب النحو ما كنت أحفظ لها جوابا.
ولأبى هاشم تصانيف وتلامذة .وكان يصرح بخلق القرآن كأبيه، ويقول بخلود الناس فى النار .وأن التوبة لا تصح مع الإصرار عليها، وكذا لا تصح مع العجز عن الفعل .فقال :من كذب ثم خرس، أو من زنا ثم جب ذكره ثم تابا لم تصح توبتهما .وأنكر كرامات الأولياء .
توفى فى ثامن عشر شعبان هو وابن دريد فى يوم واحد، ودفنا بمقبرة الخيزران(تاريخ الإسلام،للذهبى، ج۷،ص ۴۴۴،۴۴۵،سنة إحدى وعشرين وثلاثمائة ومن توفى فيها،حرف العين)

[1] ناصر بن عبد السيد بن على، أبو الفتح الخوارزمى الحنفى المطرزى النحوى الأديب .
ولد بخوارزم سنة ثمان وثلاثين وخمسمائة .وكان من رؤوس المعتزلة، وله معرفة تامة بالعربية، واللغة، والشعر .له تصانيف فى الأدب، وشعر كثير .وكان حنفى المذهب.
توفى فى الحادى والعشرين من جمادى الأولى بخوارزم .وكان أبوه أبو المكارم من كبار الفضلاء .
ولناصر كتاب "شرح المقامات "، وكتاب "المغرب "تكلم فيه على الألفاظ التى يستعملها الفقهاء من الغريب، فهو للحنفية ككتاب الأزهرى للشافعية .وله "الإقناع فى اللغة "، "مختصر إصلاح المنطق "، و "مقدمة "لطيفة فى النحو مشهورة .ذكر ذلك ابن خلكان، وأنه قدم بغداد حاجا سنة إحدى وستمائة، وأخذ عنه بها بعض الفضلاء .وكان يقال :هو خليفة الزمخشرى؛ فإنه ولد فى العام الذى مات فيه الزمخشرى .ولما مات المطرزى رثوه بأكثر من ثلاثمائة قصيدة بالعربى وبالعجمى.
والمطرزى :نسبة إلى تطريز الثياب.
كذا قيل :إن هذا مؤلف "المقدمه "المطرزية وليس بصحيح؛ بل مؤلفها دمشقى قديم، وهو أبو عبد الله محمد بن على السلمى المطرز المتوفى سنة ست وخمسين وأربعمائة، فلعل هذا الخوارزمى له "مقدمة "أخرى؟ نعم؛ له، وتسمى "المصباح "شهيرة ينتفع بها(تاريخ الإسلام،للذهبى،ج۱۳،ص۲۵۳،۲۵۴، تحت رقم الترجمة ۵۴۸، تحت رقم الترجمة ،سنة عشر وستمائة)

علاوہ ازیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ''الفقہ الاکبر'' نامی کتاب کے مصنف اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد ''ابو مطیع بلخی'' کو بعض لوگوں کی طرف سے ''مرجئة'' اور ''جھمیة'' تک کہا گیا ہے، بعض نے ان کو ''مرجئة'' کے رؤوس میں بھی شمار کیا ہے، لیکن ان سب باتوں کے باوجود ان کی تکفیر نہیں کی گئی، اور ان کی سند کو فی الجملہ حیثیت دی گئی۔ [1]

---

[1] أبو مطيع البلخي، هو الحكم بن عبد الله الفقيه.
صاحب كتاب "الفقه الأكبر."
تفقه بأبي حنيفة وروى عنه، وعن :ابن عون، وهشام بن حسان، وعبيد الله بن عمر، وعبد الرحمن بن حرملة، وأبي الأشهب جعفر العطاردي، وإبراهيم بن طهمان، والحسن بن دينار، وطبقتهم.
وتفقه به أهل خراسان، وولي قضاء بلخ، وكان بصيرا بالرأي، حافظا للمسائل، كان ابن المبارك يعظمه ويجله.
روى عنه :أحمد بن منيع، وأيوب بن الحسن الفقيه، وعتيق بن محمد، وعلي بن الحسين الذهلي، ونصر بن زياد، والخراسانيون.
وقدم بغداد مرات.
قال محمد بن الفضيل البلخي :سمعت حاتما السقطي قال :سمعت ابن المبارك يقول :أبو مطيع له المنة على جميع أهل الدنيا.
قلت :حاتم لا يعرف، وما اعتقد في ابن المبارك أنه يطلق مثل هذه العبارة.
قال محمد بن فضيل البلخي :وقال حاتم :قال مالك بن أنس لرجل :من أين أنت؟ قال :من بلخ.
قال :قاضيكم أبو مطيع إنه قام مقام الأنبياء .
قال محمد بن الفضيل :سمعت عبد الله بن محمد العابد يقول :جاء كتاب؛ يعني من الخلافة، وفيه لولي العهد :(وآتيناه الحكم صبيا) ليقرأ على الناس .فسمع أبو مطيع فدخل على الوالي، فقال :بلغ من خطر الدنيا أنا نكفر بسببها .وكرر هذا مرارا حتى أبكى الأمير وقال له :إني معك، ولكن لا أجترء بالكلام، فتكلم وكن مني آمنا .وكان أبو مطيع قاضيا، فذهب وذهب أبو معاذ متقلدا سيفا، وآخر يوم الجمعة، فارتقى أبو مطيع المنبر فحمد الله وأثنى عليه، ثم أخذ لحيته وبكى، وقال :يا معشر المسلمين، بلغ من خطر الدنيا أن نجر إلى الكفر؟ من قال (وآتيناه الحكم صبيا) لغير يحيى بن زكريا فهو كافر .قال :فرج أهل المسجد بالبكاء ، وهرب اللذان أتيا بالكتاب.
وعن النضر بن شميل، قال أبو مطيع :نزل الإيمان والإسلام في القرآن على وجهين، وهو عندي على وجه واحد .فقلت له :فممن ترى الغلط؛ منك، أو من الرسول عليه السلام، أو من جبريل، أو من الله؟ فبقي باهتا.
وقد كان أبو مطيع فيما نقل الخطيب من رؤوس المرجئة.
قال عبد الله بن أحمد :سألت أبي عن أبي مطيع، فقال :لا ينبغي أن يروى عنه، ذكروا عنه أنه كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''مشبهة'' میں ایک فرقہ ''کرامیة'' کا شمار ہوتا ہے، جس کے عقائد بھی نہایت زائغانہ ہیں، یہاں تک کہ یہ فرقہ ''ولی'' کو ''نبی'' کے درجے میں، بلکہ ''نبی'' سے اونچے درجے میں ہونے کا قائل ہے۔

لیکن اس قسم کے فرقوں کو بھی جمہور فقہائے کرام کی طرف سے، اہلِ بدعت واھلِ اھواء میں شمار کیا گیا، اور ان کی علی الاطلاق، یا بحیثیتِ فرقہ کے علی العین تکفیر کا حکم نہیں لگایا گیا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يقول :الجنة والنار خلقتا وستفنيان، وهذا كلام جهم.
وقال ابن معين :هو ضعيف.
وقال أبو داود :تركوا حديثه، كان جهميا.
قلت :وممن روى عنه محمد بن القاسم البلخي، وخلاد بن أسلم الصفار، ومحمد بن يزيد السلمي.
ومات سنة تسع وتسعين ومائة، وله أربع وثمانون سنة(تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام،للذهبي، ج۴،ص۱۰۹۷ الی ۱۰۹۹، تحت رقم الترجمة ۷۶،الطبقة العشرون،حرف الحاء ، رقم الترجمة ۷۶)

أبو مطيع البلخي:
الحكم بن عبد الله أبو مطيع البلخي الفقيه صاحب كتاب الفقه الأكبر تفقه بأبي حنيفة وولي قضاء بلخ وكان بصيرا بالرأي وكان ابن المبارك يعظمه عن النضر بن شميل قال أبو مطيع نزل الإيمان والإسلام في القرآن على وجهين وهو عندي على وجه واحد قلت ممن ترى الغلط منك أو من الرسول عليه السلام أو من جبريل أو من الله تعالى فبقي باهتا.
وقيل كان من رؤوس المرجئة قال ابن معين هو ضعيف وقال أبو داود تركوا حديثة لأنه كان جهميا وتوفي سنة تسع وتسعين ومائة(الوافي بالوفيات،للصفدي، ج۱۳،ص۷۰، ۷۱،تحت ترجمة :أبو مطيع البلخي)

[1] وصرّح الإمام النووي بأسماء كثير من الطوائف المبتدعة والملل المنحرفة، مثل: الشيعة والرافضة والمعتزلة والخوارج والجهمية والمرجئة والكرّامية وغيرهم(شرح صحيح مسلم ، لحسن ابي الاشبال، ج۳ص۱۰، المقدمة، اشتغال النووي بعلم الحديث ودفاعه عن عقيدة السلف)

اتفق سلف الأمة وخلفها من أهل السنة والجماعة على أن الأنبياء أفضل من الأولياء الذين ليسوا بأنبياء، وأنه لا يجوز تفضيل أحد من الأولياء على أحد من الأنبياء .قال القشيري: رتبة الأولياء لا تبلغ رتبة الأنبياء عليهم الصلاة والسلام للإجماع المنعقد على ذلك .
أما ما نقل عن بعض الكرامية وغلاة المتصوفة من جواز كون الولي أفضل من النبي فهو باطل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵ص۱۷۸، مادة "ولاية")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شیعہ وروافض کے متعلق بھی جمہور فقہائے کرام نے حسبِ معمول اسی روِش کو اختیار فرمایا، ان کی طرف مختلف کفریہ اقوال کو منسوب فرمایا، لیکن بایں ہمہ ان کی بھی علی الاطلاق، یا بحیثیت ''شیعہ فرقہ'' ہونے کے تکفیر نہیں فرمائی۔

امام نووی رحمہ اللہ نے ''صحیح مسلم'' کی شرح میں فرمایا کہ:

ومذهب الشافعی وجماهير أصحابه العلماء أن الخوارج لا يكفرون وكذلک القدرية وجماهير المعتزلة وسائر أهل الأهواء قال الشافعی رحمه الله تعالى أقبل شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية وهم طائفة من الرافضة يشهدون لموافقيهم فی المذهب بمجرد قولهم فرد شهادتهم لهذا لا لبدعتهم والله أعلم(شرح النووی علٰی مسلم، ج۷، ص۱۶۰، کتاب الزکاة، باب اعطاء المؤلفة ومن يخاف على ايمانه ان لم يعط)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد ضل الكرامية فی هذا المقام فزعموا أن الولی قد يبلغ درجة النبی بل أعلى .ورده ظاهر(روح المعانی، للألوسی، ج۸، ص۳۱۳، سورة الكهف)

وقوله من غير تشبيه نفی لقول الكرامية فإنهم يقولون إنه تعالى يصير متكلما بخلق الحروف والأصوات فی ذاته وهذا يؤدی إلى تشبيه كلامه بكلام المخلوقين وتشبيه ذاته بذواتهم أيضا إذ يلزم منه أن يكون ذاته محل الحوادث كذوات المخلوقين تعالى عن ذلک علوا كبيرا، وقوله ولا تعطيل نفی لقول المعتزلة فإنهم أنكروا كلام النفس وقالوا إنه تعالى لم يكن متكلما فی الأزل؛ وإنما صار متكلما بخلق هذه الحروف والأصوات فی محالها وهذا يؤدی إلى التعطيل وقد مر شرحه (كشف الاسرار شرح أصول البزدوی، ج۱ ص۱۱۳، باب الامر، باب موجب الامر)

قوله وجهل صاحب الهوى : أی بصفات الله تعالى مثل جهل المجسمة والكرامية فإنهم قالوا بحدوث صفات الله تعالى مثل جهل الفلاسفة بالصفات حيث لا يثبتونها ويمتنون من إطلاق مثل العالم والقادر والسميع والبصير على البارء تعالى تفاوتا عن التشبيه فإنهم لا يثبتون صفات الله تعالى حقيقية قائمة بذاته تعالى ويقولون عالم بلا علم وقادر بلا قدرة ومثل جهل صاحب الهوى فی أحكام الآخرة مثل جهل بعض المعتزلة بعذاب القبر وسؤال منكر ونكير والميزان والصراط والحوض والشفاعة وهذا الجهل دون الأول لكون هذا الجاهل متأولا بالقرآن(غمز عيون البصائر، ج۳ص۲۹۸، الفن الثالث من الأشباه والنظائر وهو فن الجمع والفرق، أحكام الناسی والجاهل والمكره)

ترجمہ: امام شافعی اور آپ کے جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ خوارج کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اسی طرح ''قدریہ'' اور ''جمہور معتزلہ'' کی بھی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اسی طرح تمام اہلِ بدعت اور اہلِ اھواء کی تکفیر بھی نہیں کی جائے گی، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اہلِ اھواء کی گواہی قبول کرتا ہوں، سوائے ''خطابیہ'' کے، جو کہ رافضیوں کی ایک جماعت ہے، کیونکہ وہ اپنے مذہب کے موافق لوگوں کے لیے محض اُن کا قول ہونے کی وجہ سے گواہی دے دیتے ہیں، لہٰذا اس وجہ سے، ان کی شہادت کو رَد کر دیا جائے گا، ان کی بدعت کی وجہ سے رَد نہیں کیا جائے گا، واللہ أعلم (شرح النووی)

مذکورہ عبارت میں تمام اہلِ اھواء کی گواہی قبول ہونے کا ذکر ہے، سوائے رافضیوں کے ایک فرقہ ''خطابیہ'' کے، اور اس فرقہ کی گواہی قبول نہ ہونے کی وجہ بھی ساتھ ہی مذکور ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک اہلِ اھواء اور خوارج وروافض کا کافر ہونا تو درکنار، ان کی گواہی بھی قبول ہے، اور یہ فرقے شافعیہ کے نزدیک اہلِ بدعت میں داخل ہیں، کافر نہیں ہیں۔

شافعیہ کے علاوہ حنفیہ کا بھی راجح قول اسی کے مطابق ہے۔

تاہم شافعیہ اور کئی دیگر فقہاء ومحدثین نے اہلِ بدعت کی ''بدعت'' کا داعی نہ ہونے کی صورت میں ہی گواہی قبول ہونے کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔

اور بعض فقہاء، بدعت کی وجہ سے گواہی قبول ہونے کے قائل نہیں، لیکن تکفیر وہ بھی نہیں فرماتے، تکفیر کا قول، جمہور کے مقابلے میں بعض محدثین حضرات ہی کی طرف منسوب ہے، جس کو ہم جمہور کے مقابلے میں راجح نہیں سمجھتے۔ [1]

---

[1] الخوارج الذين يكفرون بالذنب ويكفرون علياً وعثمان وطلحة والزبير وكثيراً من الصحابة ويستحلون دماء المسلمين وأموالهم ألا من خرج معهم فظاهر قول الفقهاء المتأخرين من أصحابنا أنهم بغاة لهم حكمهم وهذا قول أبى حنيفة والشافعى وجمهور الفقهاء وكثير من أهل الحديث وأما مالك فيرى استتابتهم فان تابوا وإلا قتلوا على افسادهم لاعلى كفرهم، وذهبت طائفة من أهل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور مجتہدینِ عظام میں سے جن کی طرف کفر کا قول منسوب ہے، اس سے بھی ''لزومِ کفر'' مراد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحديث إلى أنهم كفار مرتدون حكمهم حكم المرتدين(الشرح الكبير على متن المقنع،لعبد الرحمن بن محمد بن أحمد بن قدامة المقدسى الحنبلى، ج١٠،ص٥٠، كتاب الديات،باب قتال اهل البغى، مسألة:وهم القوم الذين يخرجون على الامام بتأويل سائغ ولهم منعة وشوكة)

وقال مالک لا يصلى عليهم ولا يسلم على أهل القدر ولا على أهل الأهواء كلهم ولا يصلى خلفهم ولا تقبل شهادتهم.

قال أبو عمر أما قوله لا يصلى خلفهم فإن الإمامة يتخير لها أهل الكمال فى الدين من أهل التلاوة والفقه هذا فى الإمام الراتب.

وأما قوله لا يصلى عليهم فإنه يريد لا يصلى عليهم أئمة الدين وأهل العلم لأن ذلک زجر لهم وخزى لهم لابتداعهم رجاء أن ينتهوا عن مذهبهم وكذلک ترک ابتداء السلام عليهم.

وأما أن تترک الصلاة عليهم جملة إذا ماتوا فلا بل السنة المجتمع عليها أن يصلى على كل من قال لا إله إلا الله محمد رسول الله،مبتدعا كان أو مرتكبا للكبائرح

ولا أعلم أحدا من فقهاء الأمصار أئمة الفتوى يقول فى ذلک بقول مالک.

وقد ذكرنا أقاويل العلماء فى قبول شهادتهم فى كتاب الشهادات وأن مالكا شذ عنهم فى ذلک إلا أن أحمد بن حنبل قال ما تعجبنى شهادة الجهمية ولا الرافضة ولا القدرية قال إسحاق وكذلک كل صاحب بدعة.

قال أبو عمر اتفق بن أبى ليلى وبن شبرمة وأبو حنيفة والشافعى وأصحابهما والثورى والحسن بن حى وعثمان التبى وداود والطبرى وسائر من تكلم فى الفقه إلا مالكا وطائفة من أصحابه على قبول شهادة أهل البدع القدرية وغيرهم إذا كانوا عدولا ولا يستحلون الزور ولا يشهد بعضهم على تصديق بعض فى خبره ويمينه كما تصنع الخطابية.

قال الشافعى وشهادة من يرى إنفاذ الوعيد فى دخول النار على الذنب إن لم يتب منه أولى بالقبول من شهادة من يستخف بالذنوب.

قال أبو عمر كل من يجيز شهادتهم لا يرى استتابتهم ولا عرضهم على السيف.والله أعلم (الاستذكار لابن عبدالبر القرطبى ،ج٨،ص٢٦٨،كتاب القدر،باب النهى عن القول بالقدر)

والرازى ممن يعترف بهذا، فإنه قال فى نهاية العقول فى مسألة التفكير فى: المسألة الثالثة: فى أن مخالف الحق من أهل الصلاة هل يكفر أم لا؟ .

قال الشيخ أبو الحسن الأشعرى فى أول كتاب مقالات الإسلاميين: اختلف المسلمون ـ بعد نبيهم ـ فى أشياء ضلل فيها بعضهم بعضاً، وتبرأ بعضهم من بعض، فصاروا فرقاً متباينين، إلا أن الإسلام يجمعهم فيعمهم، فهذا مذهبه، وعليه أكثر الأصحاب، ومن الأصحاب من كفر المخالفين .

وأما الفقهاء فقد نقل عن الشافعى رضى الله تعالى عنه قال: لا أرد شهادة أهل الأهواء، إلا الخطابية فإنهم يعتقدون حل الكذب.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ہے ''التزامِ کفر'' مراد نہیں، اور وہ حکم عام نہیں کہ جو بھی اس قول کو کرے، اس پر ہی کفر کا حکم لگا دیا جائے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما أبو حنيفة رضي الله تعالى عنه: فقد حكى الحاكم صاحب المختصر فى كتاب المنتقى عن أبى حنيفة أنه لم يكفر أحداً من أهل القبلة.
وحكى أبو بكر الرازى عن الكرخى وغيره مثل ذلك.
وأما المعتزلة: فالذين كانوا قبل أبى الحسين تحامقوا وكفروا أصحابنا فى إثبات الصفات وخلق الأعمال.
وأما المشبهة: فقد كفرهم مخالفوهم من أصحابنا ومن المعتزلة.
وكان الأستاذ أبو إسحاق يقول: أكفر من يكفرنى، وكل مخالف يكفرنا فنحن نكفره، وإلا فلا.
والذى نختاره أن لا نكفر أحداً من أهل القبلة.
والدليل عليه أن نقول: المسائل التى اختلف أهل القبلة فيها، مثل أن الله تعالى هل هو عالم بالعلم أو بالذات؟ وأنه تعالى هل هو موجد لأفعال العباد أم لا؟ وأنه هل هو متحيز وهل هو فى مكان وجهة؟ وهل هو مرئى أم لا؟ لا يخلو إما أن تتوقف صحة الدين معرفة الحق فيها أو لا تتوقف، والأول باطل، إذ لو كانت معرفة هذه الأصول من الدين لكان الواجب على النبى صلى الله عليه وسلم أن يطالبهم بهذه المسائل، ويبحث عن كيفية اعتقادهم فيها، فلما لم يطالبهم بهذه المسائل، بل ما جرى حديث فى هذه المسائل فى زمانه عليه السلام، ولا فى زمان الصحابة والتابعين رضى الله عنهم، علمنا أنه لا تتوقف صحة الإسلام على معرفة هذه الأصول.
وإذا كان كذلك لم يكن الخطأ فى هذه المسائل قدحاً فى حقيقة الإسلام، وذلك يقتضى الامتناع من تكفير أهل القبلة (درء تعارض العقل والنقل لابنِ تيمية الحنبلى، ج ا ص ٩٣ الىٰ ٩٦، الرد على المسألة السادسة، اعتراض: نحن نقدم على السمع المعقولات التى علمنا بها صحة السمع .الرد عليهم من وجوه)

[1] فإذا رأيت إماما قد غلظ على قائل مقالته أو كفره فيها فلا يعتبر هذا حكما عاما فى كل من قالها إلا إذا حصل فيه الشرط الذى يستحق به التغليظ عليه والتكفير له؛ فإن من جحد شيئا من الشرائع الظاهرة وكان حديث العهد بالإسلام أو ناشئا ببلد جهل لا يكفر حتى تبلغه الحجة النبوية . وكذلك العكس إذا رأيت المقالة المخطئة قد صدرت من إمام قديم فاغتفرت؛ لعدم بلوغ الحجة له؛ فلا يغتفر لمن بلغته الحجة ما اغتفر للأول فلهذا يبدع من بلغته أحاديث عذاب القبر ونحوها إذا أنكر ذلك ولا تبدع عائشة ونحوها ممن لم يعرف بأن الموتى يسمعون فى قبورهم؛ فهذا أصل عظيم فتدبره فإنه نافع .وهو أن ينظر فى "شيئين فى المقالة "هل هى حق؟ أم باطل؟ أم تقبل التقسيم فتكون حقا باعتبار باطلا باعتبار؟ وهو كثير وغالب؟ .ثم النظر الثانى فى حكمه إثباتا أو نفيا أو تفصيلا واختلاف أحوال الناس فيه فمن سلك هذا المسلك أصاب الحق قولا وعملا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جبکہ بعض حضرات کی عبارات میں، جن مخصوص ''اہلِ اھواء'' پر کافر ہونے کا اطلاق کیا گیا ہے، اس سے اخروی، یا باطنی اعتبار سے کافر ہونا مراد ہے، مگران پر دنیا کے اعتبار سے مسلمانوں والے احکام جاری ہوتے ہیں، سوائے اس کے کہ اس پر حجت پوری ہوجائے، اور اس کی طرف سے کفر، دنیا ہی میں پوری طرح ظاہر ہوجائے۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ:

كان أبو حنيفة والشافعي وغيرهما يقبلون شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية ويصححون الصلاة خلفهم .والكافر لا تقبل شهادته على المسلمين ولا يصلى خلفه (مجموع الفتاوى،لا بن تيمية، ج۱۹،ص۲۰۷، كتاب اصول الفقه،هل يمكن كل واحد ان يعرف باجتهاده الحق فى مسئلة فيها نزاع)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہ، اہلِ اھواء کی گواہی کو قبول فرماتے ہیں، سوائے ''خطابیہ'' کے، اور ان کے پیچھے نماز کو صحیح قرار دیتے ہیں، جبکہ کافر کی نہ تو مسلمانوں کے خلاف گواہی قبول کی جاتی، اور نہ اس کے پیچھے نماز ادا کرنا درست ہوتا (مجموع الفتاویٰ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وعرف إبطال القول وإحقاقه وحمده فهذا هذا والله يهدينا ويرشدنا إنه ولى ذلك والقادر عليه(مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج٦،ص ٦١، كتاب الأسماء والصفات،جمهور العلماء والصوفية يرون العمل اهم من التنازع فى الاقوال)

وكذلك فى أهل الأهواء من المسلمين القسمان .فإن الناس كما أنهم فى باب الفتوى والحديث يخطئون تارة ويتعمدون الكذب أخرى فكذلك هم فى أحوال الديانات وكذلك فى الأفعال قد يفعلون ما يعلمون أنه ظلم وقد يعتقدون أنه ليس بظلم هو ظلم(مجموع الفتاوى،لابن تيمية،ج ١١،ص ٣٤٥،٣٤٦، كتاب التصوف، القول الجامع فى المصالح)

واختلف قول مالك فى التكفير بالمآل، ومعنى التكفير بالمآل أنهم لا يصرحون بقول هو كفر، ولكن يصرحون بأقوال يلزم عنها الكفر، وهم لا يعتقدون ذلك اللزوم(بداية المجتهد ونهاية المقتصد، ج٤،ص ٢٤٢، كتاب الحرابة،الباب الخامس بماذا تثبت الحرابة،فصل :فى حكم المحاربين على التأويل)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے یہی بات اہلِ تشیع کے رَد میں لکھی جانے والی کتاب ''منھاجُ السنۃ'' میں بھی فرمائی ہے۔[1]

اور علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ''منھاجُ السنۃ'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

''امام شافعی اور امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب نے، یہ بات ذکر فرمائی ہے کہ جو لوگ جھوٹ کے ساتھ مشہور ومعروف ہوں، جیسا کہ ''خطابیہ'' اُن کی گواہی رَد کردی جائے گی، اور تمام اہلِ اھواء کی گواہی کے متعلق فقہاء وعلماء کا اختلاف ہے کہ کیا اُن کی گواہی مطلقاً قبول کرلی جائے گی، یا مطلقاً رَد کردی جائے گی، یا صرف بدعت کی طرف دعوت دینے والے کی گواہی رَد کردی جائے گی؟ محدثین کے یہاں یہ آخری اور تیسرا قول ہی زیادہ تر پایا جاتا ہے، اسی وجہ سے امہاتِ کتبِ حدیث، جیسا کہ صحاح اور سُنن اور مسانید میں بدعت کی طرف دعوت دینے والے، مشہور لوگوں کی روایت نہیں پائی جاتی، اگرچہ ان کتب میں ان حضرات کی روایات پائی جاتی ہیں، جن میں کسی بھی نوعیت کی بدعت ہو، جیسا کہ خوارج اور شیعہ اور مرجئۃ اور قدریۃ کی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ محدثین حضرات، ان اہلِ بدعت سے فسق کی وجہ سے روایت کو ترک نہیں فرماتے، جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے، بلکہ جو شخص اپنی بدعت کا اظہار کرے، اس پر نکیر واجب ہے، اس لیے ''ہجران وتنبیہ'' کے طور پر رَد فرماتے ہیں۔

اور یہ طرزِ عمل، دراصل بدعت پر نکیر کے قبیل سے تعلق رکھتا ہے، اور اسی طریقے سے ان اہلِ اھواء اور اہلِ فجور کی اقتداء میں، نماز کے متعلق بھی فقہاء کا اختلاف

---

[1] کان أبو حنیفة والشافعی وغیرهما یقبلون شهادة أهل الأهواء، إلا الخطابیة ، ویصححون الصلاة خلفهم .والکافر لا تقبل شهادته علی المسلمین، ولا یصلی خلفه (منهاجُ السنة النبویة، ج۵ ص۸۷، الفصل العاشر کلام الرافضی عن فضائل علی و کلام أخطب خوارزم والرد علیه، قاعدة جامعة "لا بد أن یکون مع الإنسان أصول کلیة یرد إلیها الجزئیات لیتکلم بعلم وعدل، الکلام فی تصویب المجتهدین وتخطئتهم وتأثیمهم فی مسائل الفروع والأصول)

ہے، بعض نے مطلقاً جائز قرار دیا، اور بعض نے مطلقاً منع کیا، لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ ان کی اقتداء میں نماز سے اس بناء پر منع نہیں کیا جائے گا کہ ان کی نماز فی نفسہٖ باطل ہے، بلکہ اس وجہ سے منع کیا جائے گا کہ جب وہ منکر کا اظہار کرے، تو وہ ''ہجران'' اور مسلمانوں سے نماز میں مقدم نہ ہونے کا مستحق ہوجاتا ہے، اور اسی باب سے ان کی عیادت اور ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کا مسئلہ بھی تعلق رکھتا ہے، یہ تمام چیزیں منکر پر نکیر کرنے میں ہجرانِ شرعی سے تعلق رکھتی ہیں۔

اور جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ شرعی عقوبات اور تنبیہات کے قبیل سے ہے، تو ایسی صورت میں حکم بھی بدعت کی قلت اور اس کی کثرت اور سنت کے ظہور اور اس کے خفاء کے احوال، مختلف ہونے سے، مختلف ہوجائے گا، بعض اوقات ''ھجران'' کے مقابلے میں ''تالیف'' مشروع ہوتی ہے۔

اور جس نے اس بات کو پہچان لیا، تو اس کے سامنے یہ بات ظاہر ہوجائے گی کہ تاویل کرنے والے اہلِ بدعت کی گواہی اور روایت مطلقاً رَد کرنے کا قول ضعیف ہے، کیونکہ سلف کا بہت ساری انواع میں تاویل کو دخل ہے، ورنہ تو بہت سے سلف کی گواہی کا بھی رد کرنا لازم آئے گا، **والـلازم بـاطـل ، فـالملزوم ایضاً**''۔

انتھٰی۔ [1]

---

[1] ذكر الشافعي ما ذكره أبو حنيفة، وأصحابه أنه يرد شهادة من عرف بالكذب كالخطابية ورد شهادة من عرف بالكذب متفق عليه بين الفقهاء، وتنازعوا فى شهادة سائر أهل الأهواء هل تقبل مطلقا؟ أو ترد مطلقا؟ أو ترد شهادة الداعية إلى البدع؟ وهذا القول الثالث هو الغالب على أهل الحديث لا يرون الرواية عن الداعية إلى البدع، ولا شهادته، ولهذا لم يكن فى كتبهم الأمهات كالصحاح، والسنن، والمسانيد الرواية عن المشهورين بالدعاء إلى البدع، وإن كان فيها الرواية عمن فيه نوع من بدعة كالخوارج، والشيعة، والمرجئة ، والقدرية، وذلك .لأنهم لم يدعوا الرواية عن هؤلاء للفسق كما يظنه بعضهم، ولكن من أظهر بدعته .وجب الإنكار عليه بخلاف من أخفاها، وكتمها، وإذا وجب الإنكار عليه كان من ذلك أن يهجر حتى ينتهي عن إظهار بدعته، ومن هجره أن لا يؤخذ عنه العلم، ولا يستشهد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

علامہ ابنِ تیمیہ کے شاگرد، علامہ ابنِ قیم نے بھی اہلِ اھواء کی گواہی قبول کیے جانے کے مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے، اور اس میں مزید توسع کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكذلك تنازع الفقهاء فى الصلاة خلف أهل الأهواء، والفجور منهم من أطلق الإذن، ومنهم من أطلق المنع، والتحقيق أن الصلاة خلفهم لا ينهى عنها لبطلان صلاتهم فى نفسها لكن لأنهم إذا أظهروا المنكر استحقوا أن يهجروا، وأن لا يقدموا فى الصلاة على المسلمين، ومن هذا الباب ترك عيادتهم، وتشييع جنائزهم كل هذا من باب الهجر المشروع فى إنكار المنكر للنهى عنه .

وإذا عرف أن هذا هو من باب العقوبات الشرعية علم أنه يختلف باختلاف الأحوال من قلة البدعة، وكثرتها، وظهور السنة، وخفائها، وأن المشروع قد يكون هو التأليف تارة، والهجران أخرى (......وبعد اسطر......)

ومن عرف هذا تبين له أن من رد الشهادة والرواية مطلقا من أهل البدع المتأولين، فقوله ضعيف، فإن السلف قد دخلوا بالتأويل فى أنواع عظيمة(منهاج السنة النبوية لابنِ تيمية، ج ۱ ص ۶۲ الیٰ ۶۵ ملخصاً، كلام عام عن الرافضة، الرافضة هم أكذب الطوائف)

[1] (فصل)الطريق السادس عشر الحكم بشهادة الفساق – وذلك فى صور:

إحداها: الفاسق باعتقاده، إذا كان متحفظا فى دينه، فإن شهادته مقبولة وإن حكمنا بفسقه، كأهل البدع والأهواء الذين لا نكفرهم، كالرافضة والخوارج والمعتزلة، ونحوهم، هذا منصوص الأئمة.

قال الشافعي: أقبل شهادة أهل الأهواء بعضهم على بعض، إلا الخطابية فإنهم يتدينون بالشهادة لموافقيهم على مخالفيهم.

ولا ريب أن شهادة من يكفر بالذنب ويعد الكذب ذنبا أولى بالقبول ممن ليس كذلك، ولم يزل السلف والخلف على قبول شهادة هؤلاء وروايتهم.

وإنما منع الأئمة – كالإمام أحمد بن حنبل وأمثاله – قبول رواية الداعى المعلن ببدعته وشهادته، والصلاة خلفه: هجرا له، وزجرا لينكف ضرر بدعته عن المسلمين، ففى قبول شهادته وروايته، والصلاة خلفه، واستقضائه وتنفيذ أحكامه: رضى ببدعته، وإقرار له عليها، وتعريض لقبولها منه.

قال حرب: قال أحمد: لا تجوز شهادة القدرية والرافضة وكل من دعا إلى بدعة ويخاصم عليها.

قال الميمونى: قال أبو عبد الله فى الرافضة – لعنهم الله –: لا تقبل شهادتهم ولا كرامة لهم.

وقال إسحاق بن منصور، قلت لأحمد: كان ابن أبى ليلى يجيز شهادة كل صاحب بدعة إذا كان فيهم عدلا، لا يستحل شهادة الزور.

قال أحمد: ما تعجبنى شهادة الجهمية والرافضة والقدرية والمعلنة.

وقال الميمونى: سمعت أبا عبد الله يقول: من أخاف عليه الكفر – مثل الروافض والجهمية – لا تقبل شهادتهم ولا كرامة لهم.

وقال فى رواية يعقوب بن بختان: إذا كان القاضى جهميا لا نشهد عنده.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اسی بناء پر علامہ ابنِ تیمیہ نے ''اہلِ اھواء، خوارج، روافض اور معتزلہ وغیرہ'' کو متعدد مقامات

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال أحمد بن الحسن الترمذی: قدمت علی أبی عبد الله، فقال: ما حال قاضیکم؟ لقد مد له فی عمره، فقلت له: إن للناس عندی شهادات، فإذا صرت إلی البلاد لا آمن إذ أشهد عنده أن یفضحنی، قال: لا تشهد عنده، قلت: یسألنی من له عندی شهادة، قال: لک ألا تشهد عنده .
قلت: من کفر بمذهبه – کمن ینکر حدوث العالم، وحشر الأجساد، وعلم الرب تعالی بجمیع الکائنات، وأنه فاعل بمشیئته وإرادته – فلا تقبل شهادته، لأنه علی غیر الإسلام، فأما أهل البدع الموافقون لأهل الإسلام، ولکنهم مخالفون فی بعض الأصول – کالرافضة والقدریة والجهمیة وغلاة المرجئة ونحوهم.
فهؤلاء أقسام:
أحدها: الجاهل المقلد الذی لا بصیرة له، فهذا لا یکفر ولا یفسق، ولا ترد شهادته، إذا لم یکن قادرا علی تعلم الهدی، وحکمه حکم المستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین لا یستطیعون حیلة ولا یهتدون سبیلا، فأولئک عسی الله أن یعفو عنهم، وکان الله عفوا غفورا .
القسم الثانی: المتمکن من السؤال وطلب الهدایة، ومعرفة الحق، ولکن یترک ذلک اشتغالا بدنیاه وریاسته، ولذته ومعاشه وغیر ذلک، فهذا مفرط مستحق للوعید، آثم بترک ما وجب علیه من تقوی الله بحسب استطاعته، فهذا حکمه حکم أمثاله من تارکی بعض الواجبات، فإن غلب ما فیه من البدعة والهوی علی ما فیه من السنة والهدی: ردت شهادته، وإن غلب ما فیه من السنة والهدی: قبلت شهادته.
القسم الثالث: أن یسأل ویطلب، ویتبین له الهدی، ویترکه تقلیدا وتعصبا، أو بغضا أو معاداة لأصحابه، فهذا أقل درجاته: أن یکون فاسقا، وتکفیره محل اجتهاد وتفصیل، فإن کان معلنا داعیة: ردت شهادته وفتاویه وأحکامه، مع القدرة علی ذلک، ولم تقبل له شهادة، ولا فتوی ولا حکم، إلا عند الضرورة، کحال غلبة هؤلاء واستیلائهم، وکون القضاة والمفتین والشهود منهم، ففی رد شهادتهم وأحکامهم إذ ذاک فساد کثیر، ولا یمکن ذلک، فتقبل للضرورة.
وقد نص مالک – رحمه الله – علی أن شهادة أهل البدع – کالقدریة والرافضة ونحوهم – لا تقبل، وإن صلوا صلاتنا، واستقبلوا قبلتنا.
قال اللخمی: وذلک لفسقهم، قال: ولو کان ذلک عن تأویل غلطوا فیه .فإذا کان هذا ردهم لشهادة القدریة – وغلطهم إنما هو من تأویل القرآن کالخوارج – فما الظن بالجهمیة الذین أخرجهم کثیر من السلف من الثنتین والسبعین فرقة؟ وعلی هذا، فإذا کان الناس فساقا کلهم إلا القلیل النادر: قبلت شهادة بعضهم علی بعض، ویحکم بشهادة الأمثل من الفساق فالأمثل، هذا هو الصواب الذی علیه العمل، وإن أنکره کثیر من الفقهاء بألسنتهم، کما أن العمل علی صحة ولایة الفاسق، ونفوذ أحکامه، وإن أنکروه بألسنتهم، وکذلک العمل علی صحة کون الفاسق ولیا فی النکاح ووصیا فی المال.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پر صراحت کے ساتھ اسلام سے خارج ہونے کے بجائے ''اہل السنۃ والجماعۃ'' سے خارج قرار دیا ہے۔ [1]

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ، اپنی معرکۃ الآراء تالیف ''منهاجُ السنة'' میں فرماتے ہیں کہ:

وأما مسائل العقائد فكثير من الناس كفر المخطئين فيها.

وهذا القول لا يعرف عن أحد من الصحابة والتابعين لهم بإحسان،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والعجب ممن يسلبه ذلک ويرد الولاية إلى فاسق مثله، أو أفسق منه.
فإن العدل الذى تنتقل إليه الولاية قد تعذر وجوده، وامتاز الفاسق القريب بشفقة القرابة، والوصى باختيار الموصى له وإيثاره على غيره، ففاسق عينه الموصى، أو امتاز بالقرابة: أولى من فاسق ليس كذلک، على أنه إذا غلب على الظن صدق الفاسق قبلت شهادته وحكم بها، والله سبحانه لم يأمر برد خبر الفاسق، فلا يجوز رده مطلقا، بل يتثبت فيه حتى يتبين، هل هو صادق أو كاذب؟ فإن كان صادقا قبل قوله وعمل به، وفسقه عليه، وإن كان كاذبا رد خبره ولم يلتفت إليه.
ولرد خبر الفاسق وشهادته مأخذان:
أحدهما: عدم الوثوق به، إذ تحمله قلة مبالاته بدينه، ونقصان وقار الله فى قلبه – على تعمد الكذب.
الثانى: هجره على إعلانه بفسقه ومجاهرته به فقبول – شهادته إبطال لهذا الغرض المطلوب شرعا.
فإذا علم صدق لهجة الفاسق، وأنه من أصدق الناس – وإن كان فسقه بغير الكذب – فلا وجه لرد شهادته، وقد استأجر النبى – صلى الله عليه وسلم – هاديا يدله على طريق المدينة، وهو مشرک على دين قومه، ولكن لما وثق بقوله أمنه، ودفع إليه راحلته، وقبل دلالته .
وقد قال أصبغ بن الفرج: إذا شهد الفاسق عند الحاكم وجب عليه التوقف فى القضية، وقد يحتج له بقوله تعالى:"إن جائكم فاسق بنبإ فتبينوا"وحرف المسألة: أن مدار قبول الشهادة، وردها، على غلبة ظن الصدق وعدمه .والصواب المقطوع به أن العدالة تتبعض، فيكون الرجل عدلا فى شیء، فاسقا فى شیء، فإذا تبين للحاكم أنه عدل فيما شهد به: قبل شهادته ولم يضره فسقه فى غيره .ومن عرف شروط العدالة، وعرف ما عليه الناس تبين له الصواب فى هذه المسألة، والله أعلم(الطرق الحكمية، ص١٤٥ الىٰ ١٤٨، الحكم بالقرائن، فصل الطريق الخامس عشر فى الحكم بشهادة الصبيان المميزين)

[1] الثالث "اتباع الظن وما تهوى الأنفس حتى يصير كثير منهم مدينا باتباع الأهواء فى هذه الأمور المشروعة .وحتى يصير فى كثير من المتفقهة والمتعبدة من الأهواء من جنس ما فى أهل الأهواء الخارجين عن السنة والجماعة :كالخوارج والروافض والمعتزلة ونحوهم(مجموع الفتاوى،لا بن تيمية، ج٢٢،ص ٣٥٦، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، "قاعدة "فى صفات العبادات الظاهرة التى حصل فيها تنازع بين الأمة فى الرواية والرأى)

ولا عن أحد من أئمة المسلمين، وإنما هو فى الأصل من أقوال أهل البدع، الذين يبتدعون بدعة ويكفرون من خالفهم، كالخوارج والمعتزلة والجهمية، ووقع ذلك فى كثير من أتباع الأئمة، كبعض أصحاب مالك والشافعى وأحمد وغيرهم.

وقد يسلكون فى التكفير ذلك ;فمنهم من يكفر أهل البدع مطلقا، ثم يجعل كل من خرج عما هو عليه من أهل البدع .وهذا بعينه قول الخوارج والمعتزلة الجهمية .وهذا القول أيضا يوجد فى طائفة من أصحاب الأئمة الأربعة، وليس هو قول الأئمة الأربعة ولا غيرهم ، وليس فيهم من كفر كل مبتدع، بل المنقولات الصريحة عنهم تناقض ذلك، ولكن قد ينقل عن أحدهم أنه كفر من قال بعض الأقوال، ويكون مقصوده أن هذا القول كفر ليحذر، ولا يلزم إذا كان القول كفرا أن يكفر كل من قاله مع الجهل والتأويل ;فإن ثبوت الكفر فى حق الشخص المعين، كثبوت الوعيد فى الآخرة فى حقه، وذلك له شروط وموانع، كما بسطناه فى موضعه.

وإذا لم يكونوا فى نفس الأمر كفارا لم يكونوا منافقين، فيكونون من المؤمنين، فيستغفر لهم ويترحم عليهم .وإذا قال المؤمن : (ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان)يقصد كل من سبقه من قرون الأمة بالإيمان، وإن كان قد أخطأ فى تأويل تأوله فخالف السنة، أو أذنب ذنبا، فإنه من إخوانه الذين سبقوه بالإيمان، فيدخل فى العموم، وإن كان من الثنتين والسبعين فرقة، فإنه ما من فرقة إلا وفيها خلق كثير ليسوا كفارا، بل مؤمنين فيهم

www.idaraghufran.org

ضلال وذنب يستحقون به الوعيد، كما يستحقه عصاة المؤمنين. والنبى -صلى الله عليه وسلم -لم يخرجهم من الإسلام، بل جعلهم من أمته، ولم يقل :إنهم يخلدون فى النار .فهذا أصل عظيم ينبغى مراعاته ;فإن كثيرا من المنتسبين إلى السنة فيهم بدعة، من جنس بدع الرافضة والخوارج .وأصحاب الرسول -صلى الله عليه وسلم -على بن أبى طالب وغيره لم يكفروا الخوارج الذين قاتلوهم، بل أول ما خرجوا عليه وتحيزوا بحروراء ، وخرجوا عن الطاعة والجماعة، قال لهم على بن أبى طالب رضى الله عنه :إن لكم علينا أن لا نمنعكم مساجدنا ولا حقكم من الفىء .ثم أرسل إليهم ابن عباس فناظرهم فرجع نحو نصفهم، ثم قاتل الباقى وغلبهم، ومع هذا لم يسب لهم ذرية، ولا غنم لهم مالا، ولا سار فيهم سيرة الصحابة فى المرتدين، كمسيلمة الكذاب وأمثاله، بل كانت سيرة على والصحابة فى الخوارج مخالفة لسيرة الصحابة فى أهل الردة، ولم ينكر أحد على على ذلك، فعلم اتفاق الصحابة على أنهم لم يكونوا مرتدين عن دين الإسلام (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية،لا بن تيمية، ج٥،ص ٢٣٩ الىٰ ٢٤١،قاعدة جامعة "لا بد أن يكون مع الإنسان أصول كلية يرد إليها الجزئيات ليتكلم بعلم وعدل،فصل الله أمر بالاستغفار لأصحاب محمد فسبهم الرافضة،فصل الله أمر بالاستغفار لأصحاب محمد فسبهم الرافضة)

ترجمہ: جہاں تک عقائد کے مسائل کا تعلق ہے، تو بہت سے لوگ، عقائد کے مسائل میں خطاء کار مجتہدین کو کافر قرار دیتے ہیں، لیکن یہ قول نہ تو صحابۂ کرام سے

www.idaraghufran.org

معروف ہے، اور نہ ہی ان کی نیک عمل میں اتباع کرنے والے تابعین سے معروف ہے، اور نہ ہی ائمۂ مسلمین میں سے کسی سے معروف ہے، بلکہ یہ بنیادی طور پر ان اہلِ بدعت کے اقوال میں سے ہے، جو بدعت کو ایجاد کرتے ہیں، اور پھر وہ اپنی مخالفت کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں، جیسا کہ خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ، اور یہی بات، ائمہ کرام کے بہت سے متبعین کی طرف سے کی گئی ہے، جیسا کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کے بعض اصحاب کی طرف سے، جو اس سلسلہ میں تکفیر کے قائل ہیں، پس ان میں سے بعض تو مطلقاً اہلِ بدعت کی تکفیر کے قائل ہیں، پھر ان اہلِ بدعت میں سے، جو اس باعثِ کفر بدعت سے خارج ہو جائے، اس کو اہلِ بدعت میں شمار کرتے ہیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ بعینہٖ خوارج اور معتزلۂ جہمیہ کا قول ہے، جو کہ ائمہ اربعہ کے اصحاب کی ایک جماعت میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن یہ نہ تو ائمہ اربعہ کا قول ہے، اور نہ ان کے علاوہ دیگر ائمہ کا قول ہے، کیونکہ ان میں سے کسی نے ہر بدعتی کو کافر قرار نہیں دیا، بلکہ ان ائمہ کرام کی تصریحات اس کے برخلاف منقول ہیں، تاہم بعض اوقات ان کی طرف سے بعض اس طرح کے اقوال کو نقل کیا جاتا ہے، جن کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ قول کفر ہے، تاکہ اس سے بچا جائے، اور کسی قول کے کفر ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ جس نے جہالت اور تاویل کے ساتھ یہ قول کیا ہو، تو اس کو کافر قرار دیا جائے، کیونکہ کسی متعین شخص کے حق میں کفر کا ثبوت ایسا ہی ہے، جیسا کہ اس کے حق میں آخرت کی وعید کو ثابت کیا جائے، جس کے لیے کچھ شرائط اور موانع ہیں، جن کی ہم نے اپنے مقام پر تفصیل ذکر کر دی ہے۔

اور جب یہ اہلِ بدعت حقیقت میں کافر نہیں ہیں، تو یہ منافق بھی نہیں ہوں گے، بلکہ مومنین میں شمار ہوں گے، جن کے لیے استغفار بھی کیا جائے گا، اور ان کے

لیے رحم کی دعاء بھی کی جائے گی، اور جب مومن یہ دعاء کرتا ہے کہ:

”رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ “

تو وہ ہر زمانہ میں گزرے ہوئے مومن امتی کا ارادہ کرتا ہے، اگر چہ اس مومن نے کسی تاویل میں خطاء کی ہو، اور سنت کی مخالفت کی ہو، یا کوئی گناہ کیا ہو، کیونکہ وہ سب لوگ اس کے ان بھائیوں میں شامل ہوتے ہیں، جو ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں، اس لیے وہ اس عموم میں داخل ہوتے ہیں، اگر چہ وہ (غیر ناجی) بہتّر 72 فرقوں سے تعلق رکھتے ہوں، اس لیے کہ ان فرقوں میں سے کوئی بھی فرقہ ایسا نہیں ہے، جس میں خلقِ کثیر نہ ہو، اور وہ کفار نہیں ہیں، بلکہ مومن ہیں، جن میں گمراہ لوگ بھی ہیں، اور گناہ گار بھی ہیں، جو اسی طرح کی وعید کے مستحق ہیں، جس طرح کی وعید کے گناہ گار مومنین مستحق ہوتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام سے خارج قرار نہیں دیا، بلکہ ان کو اپنے امتیوں میں شمار کیا، اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، پس یہ شریعت کا بہت بڑا قاعدہ ہے، جس کی رعایت ضروری ہے، کیونکہ بہت سے سنت کی طرف نسبت کرنے والے لوگوں میں ایسی بدعت کا وجود پایا جاتا ہے، جو کہ رافضیہ اور خوارج کی بدعت کی جنس سے تعلق رکھتی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام، مثلاً حضرت علی بن ابی طالب اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان خوارج کو کافر قرار نہیں دیا، جنہوں نے ان سے قتال کیا، بلکہ شروع میں جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا، اور حروراء میں قبضہ کیا اور وہ (خلیفۂ راشد کی) اطاعت اور جماعت سے خارج ہو گئے، تو ان کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے اوپر تمہارا یہ حق ہے کہ ہم تمہیں اپنی مساجد سے منع نہ کریں، اور نہ تمہارے مالِ فیء کے حق سے منع کریں، پھر ان کی

طرف ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا، جنہوں نے ان سے مناظرہ کیا، جس کی بناء پر ان کے آدھے کے قریب لوگوں نے رجوع کرلیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باقی لوگوں سے قتال کیا، اوران پر غلبہ حاصل کیا، لیکن اس کے باوجود ان کی اولاد کو قید نہیں کیا، اور نہ ان کے مال کو مالِ غنیمت بنایا، اور نہ ہی ان کے متعلق صحابہ کے اس طریقہ کو اختیار کیا، جو صحابۂ کرام نے مرتدین کے بارے میں اختیار کیا، جیسا کہ مسیلمہ کذّاب اوران کے مثل، بلکہ حضرت علی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ، خوارج کے متعلق، صحابۂ کرام کے اس طریقہ کے خلاف ہے، جو انہوں نے مرتدین کے بارے میں اختیار کیا تھا، اورکسی نے اس پر نکیر نہیں کی، جس سے صحابۂ کرام کا اس بات پر اتفاق ثابت ہوگیا کہ وہ لوگ دینِ اسلام سے مرتد (اور خارج) نہیں (منهاجُ السنة)

علامہ ابنِ تیمیہ کے مذکورہ کلام سے معلوم ہوا کہ ائمہ مجتہدین سے کسی فرقہ کے متعلق من حیث ''التزامِ کفر'' تکفیر کا ثبوت نہیں ملتا، اوران کے بعض متبعین کو ''لزومِ کفر'' کے الفاظ سے ''التزامِ کفر'' کی غلطی لگی۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے دیگر مقامات پر بھی اس کی توضیح کی ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

قالوا :من قال كذا فهو كافر اعتقد المستمع أن هذا اللفظ شامل لكل من قاله ولم يتدبروا أن التكفير له شروط وموانع قد تنتفى فى حق المعين وأن تكفير المطلق لا يستلزم تكفير المعين إلا إذا وجدت الشروط وانتفت الموانع يبين هذا أن الإمام أحمد وعامة الأئمة :الذين أطلقوا هذه العمومات لم يكفروا أكثر من تكلم بهذا الكلام بعينه (مجموع الفتاوى، ج۱۲، ص۴۸۷، ۴۸۸، كتاب القرآن كلام

www.idaraghufran.org

الله حقيقة ،فصل في تكفير أهل البدع والأهواء بناء على ما قالوه، عدم تكفير من يفضلون عليا)

ترجمہ: فقہاء نے جب یہ کہا کہ جو ایسا قول کرے، تو وہ کافر ہے، اس کو سننے والے نے یہ سمجھ لیا کہ یہ لفظ ہر کہنے والے کو شامل ہے، اور یہ غور نہیں کیا کہ اس کو کافر قرار دینے کے لیے کچھ شروط اور موانع ہیں، جن کی بعض اوقات متعین شخص کے حق میں نفی ہوتی ہے، اور مطلق کا فر قرار دینا معین شخص کو کافر قرار دینے کو مستلزم نہیں، مگر اسی صورت میں جبکہ شرائط پائی جائیں، اور موانع کی نفی ہو، جس کی اس بات سے وضاحت ہوتی ہے کہ امام احمد اور عام ائمہ، جنہوں نے ان عموماتِ کفر کا اطلاق کیا ہے، خود ان ہی ائمہ نے بعینہٖ اس کفریہ کلام کرنے والے اکثر متکلمین کی تکفیر نہیں کی (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی دوسری تالیف ''بغيةُ المرتاد'' میں فرمایا کہ:

''بعض اقوال کفر ہوتے ہیں، لیکن کسی متعین شخص کے حق میں تکفیر کا ثبوت حجت قائم کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے، اور ان اقوال کے قائل پر تکفیر کے قول کا اطلاق ایسا ہی ہوتا ہے، جیسا کہ نصوص میں کسی وعید کا اطلاق ہوتا ہے، لیکن اس وعید کے حکم کا متعین شخص کے حق میں ثبوت اس وقت ہوتا ہے، جب کہ اس کی شرائط پائی جائیں، اور موانع کا انتفاء بھی ہو، اسی وجہ سے ائمہ نے بعض اقوال پر کفر کے قول کا اطلاق کیا ہے، لیکن اسی کے ساتھ انہوں نے اس قول کے قائل پر متعین طریقہ پر کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا''۔ انتھٰی۔ [1]

---

[1] وكثير من أهل المقالات قد أخرج بعض الموجودات عن قدرته ومنع قدرته عن أشياء كحال الذى قال لولده ما قال فهذه المقالات هى كفر لكن ثبوت التكفير فى حق الشخص المعين موقوف على قيام الحجة التى يكفر تاركها وإن أطلق القول بتكفير من يقول ذلك فهو مثل إطلاق القول بنصوص الوعيد مع أن ثبوت حكم الوعيد فى حق الشخص المعين موقوف على ثبوت شروطه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ایک مقام پر علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

''علماء کا ''اہلِ بدعت'' اور ''اہلِ اھواء'' کی ''تکفیر'' اور ''تخلید فی النار'' میں اختلاف ہے، اور ائمہ میں سے ہر ایک کے بارے میں دو قول روایت کیے جاتے ہیں، اور ان کے بعض متبعین اس اختلاف کو تمام اہلِ بدعت کے بارے میں نقل کرتے ہیں، اور یہ غلطی اتنی زیادہ واقع ہوئی ہے کہ جس کو شمار نہیں کیا جاسکتا، اور ان کے مقابلے میں بعض حضرات یہ گمان کرتے ہیں کہ اہلِ اھواء میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کی جائے گی، اگرچہ وہ الحاد اور تعطیل اور اتحاد کے اقوال کو اختیار کریں۔

لیکن اس سلسلے میں تحقیقی بات یہ ہے کہ کوئی قول بعض اوقات کفر ہوتا ہے، جیسا کہ ''جہمیہ'' کے اقوال، مثلاً اللہ کا کلام نہ کرنا، اور آخرت میں رؤیت کا نہ ہونا، لیکن بعض لوگوں پر اس کے کفر، یا کافر ہونے کی حقیقت مخفی رہ جاتی ہے، اور وہ اس قول کے قائل کی تکفیر کا قول کر بیٹھتا ہے، حالانکہ متعین شخص کی تکفیر اس وقت تک نہیں کی جاسکتی، جب تک اس پر حجت قائم نہ کر دی جائے، پس وہ اقوال ''لزومِ کفر'' کے ہیں، اور ان اقوال کے قائلین بھی ''لزومِ کفر'' کے حامل ہیں، لیکن ان اقوال کے حاملین کو متعین طریقے پر ''التزامِ کفر'' کا مصداق قرار دے کر ''تکفیر'' کا حکم نہیں

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وانتفاء موانعه ولهذا أطلق الأئمة القول بالتكفير مع أنهم لم يحكموا فى عين كل قائل بحكم الكفار بل الذين استحنوهم وأمروهم بالقول بخلق القرآن وعاقبوا من لم يقل بذلك إما بالحبس والضرب والإخافة وقطع الرزق بل بالتكفير أيضا لم يكفروا كل واحد منهم وأشهر الأئمة بذلك الإمام أحمد وكلامه فى تكفير الجهمية مع معاملته مع الذين امتحنوه وحبسوه وضربوه مشهور معروف.

وإنما القصد هنا التنبيه على أن عامة هذه التأويلات مقطوع ببطلانه وأن الذى يتأوله أو يسوغ تأويله فقد يقع بالخطأ فى نظيره أو فيه بل قد يكفر من يتأوله ونحن قد بسطنا الكلام فى هذه الأبواب فى غير هذا الموضع (بغية المرتاد فى الرد على المتفلسفة والقرامطة والباطنية، لابن تيمية، ص ۳۵۳، ۳۵۴، فصل: "قد تكلمت فى هذه التقسيمات أن النظر فى التكفير يتعلق بأمور)

www.idaraghufran.org

لگایا جائے گا، تا آنکہ حجت قائم ہونے وغیرہ جیسی ''شرائطِ تکفیر'' نہ پائی جائیں، اور موانع منتفی نہ ہوں۔

اسی کے ساتھ یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ کفر کی بھی دو قسمیں ہیں، جن میں ایک ''کفرِ ظاہر'' کہلاتا ہے، اور دوسرا ''کفرِ نفاق'' کہلاتا ہے، بعض اوقات مطلق کفر کا اطلاق ''نفاق'' پر بھی کیا جاتا ہے، لیکن یہ اطلاق، آخرت کے اعتبار سے ہوتا ہے، دنیا کے اعتبار سے منافق پر مسلمانوں والے احکام ہی جاری ہوتے ہیں، منافق پر دنیا کے اعتبار سے، کافر ہونے کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے، جس کو ملاحظہ نہ کرنے کی وجہ سے، بہت سے حضرات ''اہلِ اھواء'' کی دنیا کے اعتبار سے تکفیر کی غلطی کر بیٹھتے ہیں، جبکہ بعض اہلِ اھواء تو خاطی، جاہل اور گمراہ ہوتے ہیں، ان کو آخرت اور باطن کے اعتبار سے بھی کافر قرار دینا درست نہیں ہوتا، اور بعض ''اہلِ اھواء'' منافق، زندیق ہوتے ہیں، جو صرف آخرت کے اعتبار سے ہی کافر قرار پاتے ہیں، دنیا کے اعتبار سے اُن پر کافروں والے احکام پھر بھی جاری نہیں ہوتے، بلکہ بظاہر دنیا میں مسلمانوں والے احکام جاری ہوتے ہیں''۔انتھیٰ۔ [1]

---

[1] والعلماء قد تنازعوا فی تکفیر أهل البدع والأهواء وتخلیدهم فی النار وما من الأئمة إلا من حکی عنه فی ذلک "قولان "کمالک والشافعی وأحمد وغیرهم وصار بعض أتباعهم یحکی هذا النزاع فی جمیع أهل البدع؛ وفی تخلیدهم حتی التزم تخلیدهم کل من یعتقد أنه مبتدع بعینه وفی هذا من الخطأ ما لا یحصی؛ وقابله بعضهم فصار یظن أنه لا یطلق کفر أحد من أهل الأهواء ؛ وإن کانوا قد أتوا من الإلحاد وأقوال أهل التعطیل والاتحاد .

والتحقیق فی هذا :أن القول قد یکون کفرا کمقالات الجهمیة الذین قالوا :إن الله لا یتکلم ولا یری فی الآخرة؛ ولکن قد یخفی علی بعض الناس أنه کفر فیطلق القول بتکفیر القائل؛ کما قال السلف من قال :القرآن مخلوق فهو کافر ومن قال :إن الله لا یری فی الآخرة فهو کافر ولا یکفر الشخص المعین حتی تقوم علیه الحجة کما تقدم کمن جحد وجوب الصلاة .والزکاة واستحل الخمر؛ والزنا وتأول .فإن ظهور تلک الأحکام بین المسلمین أعظم من ظهور هذه فإذا کان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے منافق وزندیق، جس پر دنیا کے اعتبار سے بظاہر مسلمانوں والے احکام جاری ہوتے ہیں اور دنیا میں ان پر کفر کا اطلاق نہیں ہوتا، اس پر دوسری جگہ روشنی ڈالی ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

الإيمان الظاهر الذى تجرى عليه الأحكام فى الدنيا لا يستلزم الإيمان فى الباطن الذى يكون صاحبه من أهل السعادة فى الآخرة. فإن المنافقين الذين قالوا :"آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين " هم فى الظاهر مؤمنون يصلون مع الناس . ويصومون ويحجون ويغزون والمسلمون يناكحونهم ويوارثونهم كما كان المنافقون على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

المتأول المخطء فى تلك لا يحكم بكفره إلا بعد البيان له واستتابته.كما فعل الصحابة فى الطائفة الذين استحلوا الخمر -ففى غير ذلك أولى وأحرى وعلى هذا يخرج الحديث الصحيح .(فى الذى قال :إذا أنا مت فأحرقونى ثم اسحقونى فى اليم فوالله لئن قدر الله على ليعذبنى عذابا ما عذبه أحدا من العالمين) وقد غفر الله لهذا مع ما حصل له من الشك فى قدرة الله وإعادته إذا حرقوه وهذه المسائل مبسوطة فى غير هذا الموضع.............

و "بالجملة "فأصل هذه المسائل أن تعلم أن الكفر "نوعان :"كفر ظاهر وكفر نفاق فإذا تكلم فى أحكام الآخرة كان حكم المنافق حكم الكفار وأما فى أحكام الدنيا فقد تجرى على المنافق أحكام المسلمين(مجموع الفتاوى،لا بن تيمية، ج۷،ص۶۱۸ الٰی ۶۲۱ ملخصاً،كتاب الإيمان الأوسط ،موقف الإمام على من الحرورية)

فهذا "أصل "ينبغى معرفته فإنه مهم فى هذا الباب .فإن كثيرا ممن تكلم فى "مسائل الإيمان والكفر - "لتكفير أهل الأهواء -لم يلحظوا هذا الباب ولم يميزوا بين الحكم الظاهر والباطن مع أن الفرق بين هذا وهذا ثابت بالنصوص المتواترة والإجماع المعلوم؛ بل هو معلوم بالاضطرار من دين الإسلام .ومن تدبر هذا علم أن كثيرا من أهل الأهواء والبدع :قد يكون مؤمنا مخطئا جاهلا ضالا عن بعض ما جاء به الرسول صلى الله عليه وسلم وقد يكون منافقا زنديقا يظهر خلاف ما يبطن(مجموع الفتاوى،لا بن تيمية، ج۷،ص۴۷۲، كتاب الإيمان الأوسط، هل مسمى الإيمان والإسلام واحد؟)

www.idaraghufran.org

ولـم يحكم النبى صلى الله عليه وسلم فى المنافقين بحكم الكفار الـمـظهرين للكفر لا فى مناكحتهم ولا موارثتهم ولا نحو ذلک ؛ بـل لـمـا مـات عبد الله بن أبى ابن سلول -وهـو مـن أشهر الناس بـالنفاق -ورثـه ابـنـه عبـد الله وهو من خيار المؤمنين. وكذلک سـائـر مـن كـان يـمـوت مـنهـم يـرثـه ورثته المؤمنون ؛ وإذا مات لأحدهم .وارث ورثوه مع المسلمين .

وقـد تـنـازع الـفـقهـاء فى المنافق الزنديق الذى يكتم زندقته، هل يـرث ويـورث ؟ على قولين .والصحيح أنه يرث ويورث وإن علم فـى البـاطـن أنه منافق كما كان الصحابة على عهد النبى صلى الله عـليـه وسـلـم لأن الـميـراث مبـنـاه على الموالاة الظاهرة لا على الـمـحبة التـى فـى الـقـلـوب فإنه لو علق بذلک لم تمكن معرفته. والـحـكـمة إذا كانت خفية أو منتشرة علق الحكم بمظنتها وهو ما أظهره من موالاة المسلمين ....

وبهـذا يظهر الجواب عن شبهات كثيرة تورد فى هذا المقام ؛ فإن كثيرا من المتأخرين ما بقى فى المظهرين للإسلام عندهم إلا عدل أو فـاسـق .وأعـرضـوا عن حكم المنافقين والمنافقون ما زالوا ولا يزالون إلى يوم القيامة.

والـنـفـاق شـعـب كثيرة (مـجـمـوع الـفـتـاوى،لا بن تيمية،ج۷،ص ۲۱۰ ،الٰی ص ۲۱۲، مـلـخصاً، كتاب الإيمان الكبير،تنازع الفقهاء فى المنافق الزنديق الذى يكتم زندقته ، هل يرث ويروث؟)

ترجمہ: ایمانِ ظاہری، جس پر دنیا کے اندر احکام جاری ہوتے ہیں، وہ اس

ایمانِ باطنی کو مستلزم نہیں، جس کا حامل آخرت میں اہلِ سعادت میں سے ہوتا ہے۔

کیونکہ وہ منافقین، جنہوں نے یہ کہا کہ ''**آمنا باللّٰہِ وبالیوم الآخر وما ھم بمؤمنین**'' وہ ظاہر میں مومن تھے، لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، اور روزے رکھتے تھے، اور حج کرتے تھے، اور جہاد کرتے تھے، اور مسلمان، ان سے نکاح کرتے تھے، اور ان کو میراث فراہم کرتے تھے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافقین تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین پر، ان کفار کا حکم نہیں لگایا، جو کفار، کفر کو ظاہر کرنے والے تھے، نہ تو ان سے نکاح کرنے کے متعلق، اور نہ ان کی وراثت کے متعلق، اور نہ ہی اس جیسی کسی اور چیز کے متعلق، بلکہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول مر گیا، جو کہ نفاق میں سب لوگوں سے زیادہ مشہور تھا، تو اس کے بیٹے عبداللہ، اس کے وارث ہوئے، جو کہ نیک مومنوں میں سے تھے، اور اسی طریقے سے منافقین میں سے وہ تمام لوگ جو فوت ہوتے تھے، ان کے مومن رشتہ دار، وارث ہوا کرتے تھے، اور جب ان منافقین کا کوئی (مومن) رشتہ دار فوت ہو جاتا تھا، تو وہ منافقین، مسلمانوں کے ساتھ میراث میں شریک ہوا کرتے تھے۔

اور فقہاء کا اس منافق زندیق کے بارے میں اختلاف ہے، جو اپنے ''زندقہ'' کو چھپائے کہ کیا وہ میراث پائے گا، یا اس کی میراث جاری ہوگی؟ اس میں دونوں قول ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ وہ میراث بھی پائے گا، اور اس کی میراث بھی جاری ہوگی، اگرچہ اس کا باطن میں منافق ہونا، معلوم ہو، جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں معاملہ تھا، کیونکہ میراث کا دارومدار، ظاہری تعلق و رشتہ داری پر ہے، قلبی محبت و تعلق پر نہیں ہے، اگر اس کا دارومدار قلبی محبت و

تعلق پر ہوتا، تو اس کی پہچان ممکن نہیں تھی، اور حکمت، جب خفیہ یا منتشر ہوتی ہے، تو حکم کو اس کے مظنہ پر متعلق کیا جاتا ہے، اور وہ مظنہ مسلمانوں سے تعلق کا اظہار ہے (اور وہ تعلق ظاہر میں مومن ہونے سے حاصل ہو جاتا ہے)

(...... تفصیلی دلائل نقل کرنے کے بعد علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں......)

اور اس تفصیل سے بہت سے ان شبہات کا جواب ظاہر ہو جاتا ہے، جو اس مقام پر پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ بہت سے متاخرین کی طرف سے، باقی رہ جانے والوں اور اسلام کو ظاہر کرنے والوں کے متعلق یا تو عادل ہونا تھا، یا فاسق ہونا تھا، اور انہوں نے منافقین کے (مستقل) حکم سے اعراض کیا، حالانکہ منافقین برابر باقی رہے، اور قیامت تک باقی رہیں گے۔

اور نفاق کے بہت سارے شعبے ہیں (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ''ردُّالمحتار'' میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

''اہلِ اھواء، وہ اہلِ قبلہ شمار ہوتے ہیں، جن کے عقائد اہلِ سنت والے نہیں ہیں، اور وہ ''جبریہ، قدریہ، روافض، خوارج، معطلہ اور مشبہۃ'' جیسے فرقے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کے متعدد فرقے ہیں، جو مل کر بہتّر (72) فرقے بن جاتے ہیں''۔ انتہیٰ۔ [1]

اور علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ''ردُّالمحتار'' میں ہی فرمایا کہ:

''جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک خوارج کا حکم باغیوں کا ہے، اور بعض محدثین نے ان کے کفر کا قول کیا ہے، لیکن ابنِ منذر نے فرمایا کہ میرے علم میں یہ بات

---

[1] أهل الهوى أهل القبلة الذين لا يكون معتقدهم معتقد أهل السنة، وهم الجبرية والقدرية والروافض والخوارج والمعطلة والمشبهة، وكل منهم اثنتا عشرة فرقة فصاروا اثنين وسبعين(رد المحتار على الدر المختار، ج٦،ص٦٩٨، كتاب الوصايا،باب الوصية بالخدمة والسكنى والثمرة،فصل فى وصايا الذمى وغيره)

نہیں کہ کسی نے بعض محدثین کے خوارج کو کافر قرار دینے میں ان کی موافقت کی ہو، جس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے کافر نہ ہونے پر فقہاء کا اجماع ہے۔

اور ''المحیط'' میں یہ بات مذکور ہے کہ بعض فقہاء نے اہلِ بدعت میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی، اور بعض نے اہلِ بدعت میں سے اُن فرقوں کی تکفیر کی ہے، جن کی بدعت، دلیلِ قطعی کے مخالف ہو، اور اس بات کی نسبت اکثر اہلِ سنت کی طرف کردی ہے، لیکن پہلی نقل زیادہ مضبوط ہے، جس کی رُو سے اہلِ بدعت میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، البتہ اہلِ مذہب کے کلام میں تکفیر کا کثرت سے ذکر آیا ہے، لیکن یہ ان فقہاء کا کلام نہیں، جو مجتہدین ہیں، بلکہ غیر مجتہد فقہاء کا کلام ہے، لیکن غیر مجتہد فقہاء کے قول کا، مجتہدین فقہاء کے قول کے مقابلے میں، کوئی اعتبار نہیں، اور مجتہدین سے وہی بات منقول ہے، جو ہم نے ذکر کی، یعنی اہلِ بدعت میں سے کسی فرقے کی علی العین تکفیر نہیں کی جائے گی، اور ابنِ منذر مجتہدین کے مذاہب کو نقل کرنے میں زیادہ معرفت رکھتے ہیں''۔انتھیٰ۔ [1]

نیز علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ''ردُّالمحتار'' ہی میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

''جو خوارج مسلمانوں کے خون اور ان کے مالوں کو حلال سمجھتے ہیں، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیتے ہیں، تو جمہور فقہاء اور جمہور محدثین کے نزدیک ان کا

---

[1] وحكم الخوارج عند جمهور الفقهاء والمحدثين حكم البغاة .وذهب بعض المحدثين إلى كفرهم .قال ابن المنذر :ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء.

مطلب فى عدم تكفير الخوارج وأهل البدع:

وقد ذكر فى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع .وبعضهم يكفر من خالف منهم ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة والنقل الأول أثبت نعم يقع فى كلام أهل مذهب تكفير كثير، لكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم .مطلب لا عبرة بغير الفقهاء يعنى المجتهدين ولا عبرة بغير الفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا وابن المنذر أعرف بنقل مذاهب المجتهدين(رد المحتار على الدر المختار، ج۴،ص ۲۶۲، ۲۶۳، كتاب الجهاد،باب البغاة)

حکم باغیوں کا ہے، اور بعض اہلِ حدیث اس طرف گئے ہیں کہ وہ مرتد ہیں، ابنِ منذر نے فرمایا کہ میرے علم میں نہیں کہ کسی نے اہلِ حدیث کی، ان کو کافر قرار دینے کے قول میں موافقت کی ہو، اور یہ فقہاء کے اجماع کے نقل ہونے کا تقاضا کرتا ہے، اور محیط میں یہ بات مذکور ہے کہ بعض فقہاء نے اہلِ بدعت میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کی، البتہ بعض اہلِ بدعت نے بعض اہلِ بدعت کی تکفیر کی ہے، اور وہ، وہ شخص ہے کہ جس نے اپنی بدعت کے ذریعہ سے دلیلِ قطعی کی مخالفت کی ہو، پھر اس کی اکثر اہلِ سنت کی طرف نسبت کر دی، لیکن پہلی نقل زیادہ مضبوط ہے، اور ابنِ منذر مجتہدین کے کلام کی نقل سے زیادہ واقف ہیں۔

ہاں البتہ اہلِ مذہب کے کلام میں تکفیر کا قول بہت زیادہ واقع ہوا ہے، لیکن ان فقہاء کے کلام سے اس کا تعلق نہیں، جو کہ مجتہدین ہیں، بلکہ اس قول کا غیر مجتہدین کے کلام سے تعلق ہے، اور غیر فقہاء کے قول کا اعتبار نہیں، اور مجتہدین سے وہی بات منقول ہے، جو ہم نے ذکر کی، جس کی مزید وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ فقہاء نے اپنی متون اور شروح پر مشتمل کتابوں میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس شخص کی گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا، جو علی الاعلان سلف پر سب وشتم کرتا ہو، اور خطابیہ کے علاوہ دیگر اہلِ ہواء کی گواہی کو قبول کیا جائے گا، اور ابنِ ملک نے **شرح المجمع** میں فرمایا کہ جو علی الاعلان سلف پر سب وشتم کرتا ہو، اس کی گواہی کو رَد کر دیا جائے گا، کیونکہ یہ ظاہری فسق ہے، اور اہلِ ہواء اور جبریہ اور قدریہ اور رافضی اور خارجی اور اہلِ تشبیہ اور اہلِ تعطیل کی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔

اور علامہ زیلعی نے فرمایا کہ سلف پر سب وشتم کرنے سے مراد صالحین ہیں، جو کہ صحابہ اور تابعین ہیں، کیونکہ یہ چیزیں اس کی عقل کے قصور اور اس کی قلتِ مروّت پر دلالت کرتی ہیں، اور جو شخص ان جیسی چیزوں سے باز نہیں آتا، وہ عادتاً جھوٹ

سے بھی باز نہیں آتا، برخلاف اس کے کہ اگر چھپ کر سب وشتم کرتا ہو۔
اور کسی نے بھی ان مذکورہ لوگوں کی گواہی قبول نہ ہونے کی علت میں کفر کا ذکر نہیں کیا، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، البتہ انہوں نے خطابیہ کو اس لیے مستثنیٰ کیا ہے کہ وہ اپنی جماعت کے، یا حلف اٹھانے والے کے لیے جھوٹی گواہی کے قائل ہیں (جس کی بناء پر ان کی گواہی قبول نہ ہوگی، لیکن تکفیر پھر بھی نہیں کی جائے گی) اور اسی طریقہ سے محدثین نے بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اہلِ ہواء کی روایت قبول کرلی جائے گی، اور یہ حکم اس شخص کو بھی شامل ہے، جو عام صحابہ پر سب وشتم کرتا ہے، اور فاسد تاویل کی بنا پر ان کی تکفیر کرتا ہے۔
پس مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ خلاصہ میں جو کافر ہونے کا حکم مذکور ہے، وہ ضعیف قول ہے، جو متون اور شروح کے مخالف ہے، بلکہ وہ اجماعِ فقہاء کے مخالف ہے، جیسا کہ آپ سن چکے ہیں۔
اور ملا علی قاری نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے، جس میں خلاصہ پر رَد کیا ہے، اور مذکورہ تفصیل سے قطعی طور پر یہ بات معلوم ہوگئی کہ جوہرہ کی طرف جو کافر ہونے اور توبہ قبول نہ ہونے کی بات منسوب ہے، اگر جوہرہ میں اس کے وجود کو فرض بھی کرلیا جائے، تو یہ باطل ہے، جس کی کوئی اصل نہیں، اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں، اور یہ بات گزر چکی ہے کہ جب ایک مسئلہ میں اختلاف ہو، اگرچہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ عدمِ تکفیر کی طرف مائل ہو، پس یہاں اس تکفیر کی طرف مائل ہونا، کیونکر درست ہوسکتا ہے، جو اجماع کے مخالف ہے، اور مائل ہونے سے بڑھ کر اس کے تائب ہونے کی صورت میں بھی قتل کا حکم دیا جارہا ہو، پس شیخین پر سب وشتم کرنے والے کی توبہ کیونکر قبول نہیں ہوگی، اور صاحبِ بحر پر تعجب ہے کہ انہوں نے فتویٰ دینے میں انتہائی تساہل

سے کام لیا، باوجودیکہ خود صاحبِ بحر نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ میں کتبِ فتاویٰ میں مذکور الفاظِ تکفیر میں سے کسی پر فتویٰ نہیں دیتا۔

البتہ جو شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائے، یا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھے، یا جبریلِ امین کے وحی میں غلطی کرنے کا عقیدہ رکھے، یا اس جیسا کوئی صریح کفر اختیار کرے، جو قرآن کے مخالف ہو، تو اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں، لیکن اگر وہ توبہ کر لے، تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی، یہ خلاصہ ہے اس تحریر کا جو ہم نے اپنی کتاب "تنبیہ الولاۃ والحکام" میں ذکر کی ہے، اور آپ زیادہ تفصیل کے خواہش مند ہوں، تو اس کتاب کی طرف رجوع کر لیجیے، اور اس پر اعتماد کیجیے، جس میں عقل مند لوگوں کے لیے کفایت کا سامان ہے"۔ انتہیٰ۔ [1]

---

[1] الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويكفرون الصحابة حكمهم عند جمهور الفقهاء وأهل الحديث حكم البغاة .وذهب بعض أهل الحديث إلى أنهم مرتدون .قال ابن المنذر : ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء .وذكر فى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع .وبعضهم يكفرون البعض، وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل كلام المجتهدين.

نعم يقع فى كلام أهل المذهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا اهـ ومما يزيد ذلك وضوحا ما صرحوا به فى كتبهم متونا وشروحا من قولهم :ولا تقبل شهادة من يظهر سب السلف وتقبل شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية .وقال ابن ملك فى شرح المجمع :وترد شهادة من يظهر سب السلف لأنه يكون ظاهر الفسق، وتقبل من أهل الأهواء الجبر والقدر والرفض والخوارج والتشبيه والتعطيل .اهـ.

وقال الزيلعى أو يظهر سب السلف يعنى الصالحين منهم وهم الصحابة والتابعون؛ لأن هذه الأشياء تدل على قصور عقله وقلة مروء ته، ومن لم يمتنع عن مثلها لا يمتنع عن الكذب عادة، بخلاف ما لو كان يخفى السب اهـ.

ولم يعلل أحد لعدم قبول شهادتهم بالكفر كما ترى، نعم استثنوا الخطابية لأنهم يرون شهادة الزور لأشياعهم أو للحالف، وكذا نص المحدثون على قبول رواية أهل الأهواء فهذا فيمن يسب عامة الصحابة ويكفرهم بناء على تأويل له فاسد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور جن بعض محدثین نے اہلِ بدعت کی تکفیر فرمائی، ان میں بھی علی الاطلاق تمام اہلِ بدعت کی تکفیر نہیں فرمائی۔

چنانچہ خطیب بغدادی (المتوفیٰ:429ھ) نے ان محدثین کا قول بیان کرتے ہوئے ''الفرق بین الفرق وبیان الفرقة الناجية'' میں معتزلہ، خوارج، رافضیہ، امامیہ اور زیدیہ کو بعض احکام، مثلاً مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے، مسلمانوں کے ساتھ جہاد کرنے پر مالِ غنیمت سے حصہ پانے، اور مساجد میں نماز پڑھنے سے منع نہ کرنے کے سلسلے میں امتِ محمدیہ کے اندر شمار کیا ہے، اور بعض احکام، مثلاً ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھے جانے، اور ان کی اقتداء جائز نہ ہونے اور ان کا ذبیحہ حلال نہ ہونے کے سلسلے میں امتِ محمدیہ کے اندر شمار نہیں کیا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فعلم أن ما ذكره في الخلاصة من أنه كافر قول ضعيف مخالف للمتون والشروح بل هو مخالف لإجماع الفقهاء كما سمعت.

وقد ألف العلامة منلا على القارى رسالة فى الرد على الخلاصة، وبهذا تعلم قطعا أن ما عزى إلى الجوهرة من الكفر مع عدم قبول التوبة على فرض وجوده فى الجوهرة باطل لا أصل له ولا يجوز العمل به، وقد مر أنه إذا كان فى المسألة خلاف ولو رواية ضعيفة، فعلى المفتى أن يميل إلى عدم التكفير، فكيف يميل هنا إلى التكفير المخالف للإجماع فضلا عن ميله إلى قتله وإن تاب، وقد مر أيضا أن المذهب قبول توبة ساب الرسول -صلى الله عليه وسلم- فكيف ساب الشيخين. والعجب من صاحب البحر حيث تساهل غاية التساهل فى الإفتاء بقتله مع قوله :وقد ألزمت نفسى أن لا أفتى بشىء من ألفاظ التكفير المذكورة فى كتب الفتاوى.

نعم لا شك فى تكفير من قذف السيدة عائشة -رضى الله تعالى عنها- أو أنكر صحبة الصديق، أو اعتقد الألوهية فى على أو أن جبريل غلط فى الوحى، أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن، ولكن لو تاب تقبل توبته، هذا خلاصة ما حررناه فى كتابنا تنبيه الولاة والحكام، وإن أردت الزيادة فارجع إليه واعتمد عليه ففيه الكفاية لذوى الدراية (ردالمحتار، ج۴ص۲۳۷، كتاب الجهاد، باب المرتد،مطلب مهم فى حكم سب الشيخين)

[1] وان كانت بدعته من جنس بدع المعتزلة أو الخوارج أو الرافضة الامامية أو الزيدية أو من بدع البخارية أو الجهمية أو الضرارية أو المجسمة فهو من الامة فى بعض الاحكام وهو جواز دفنه فى مقابر المسلمين وفى ألا يمنع حظه من الفىء والغنيمة ان غزا مع المسلمين وفى ألا يمنع من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

علاوہ ازیں خطیب بغدادی نے تحریفِ قرآن کے عقیدے کو بعض رافضہ کی طرف منسوب کیا ہے، جن کو انہوں نے کافر قرار دیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الصلاة فى المساجد وليس من الامة فى احكام سواها وذلک ألا تجوز الصلاة عليه ولا خلفه ولا تحل ذبيحته ولا نكاحه لامرأة سنية ولا يحل للسنى أن يتزوج المرأة منهم اذا كانت على اعتقادهم وقد قال على بن أبى طالب رضى الله عنه للخوارج علينا ثلاث لا نبدؤكم بقتال ولا نمنعكم مساجد الله أن تذكروا فيها اسم الله ولا نمنعكم من الفىء ما دامت أيديكم مع أيدينا والله أعلم(الفرق بين الفرق وبيان الفرقة الناجية،ص ١١،الباب الثانى ،الفصل الاول)

وان كانت بدعته من جنس بدع الرافضة الزيدية أو الرافضة الامامية أو من جنس بدع اكثر الخوارج او من جنس بدع المعتزلة أو من جنس بدع النجارية أو الجهمية أو الضرارية أو المجسمة من الامة كان من جملة امة الاسلام فى بعض الاحكام وهو ان يدفن فى مقابر المسلمين ويدفع اليه سهمه من الغنيمة إن غزا مع المسلمين ولا يمنع من دخول مساجد المسلمين ومن الصلاة فيها ويخرج فى بعض الاحكام عن حكم امة الاسلام وذلک أنه لا تجوز الصلاة عليه ولا الصلاة على خلفه ولا تحل ذبيحته ولا تحل المرأة منهم للسنى ولا يصح نكاح السنية من احد منهم(الفرق بين الفرق وبيان الفرقة الناجية،ص ٢٢٢،الباب الرابع)

واما الروافض فان السبابية منهم اظهروا بدعتهم فى زمان على رضى الله عنه فقال بعضهم لعلى انت الامة فاحرق على قوما منهم ونفى ابن سبأ الى ساباط المدائن وهذه الفرقة ليست من فرق امة الاسلام لتسميتهم عليا الها ثم افترقت الرافضة بعد زمان على رضى الله عنه اربعة اصناف زيدية وإمامية وكيسانية وغلاة وافترقت الزيدية فرقا والامامية فرقا.

والغلاة فرقا كل فرقة منها تكفر سائرها وجميع فرق الغلاة منهم خارجون عن فرق الإسلام فاما فرق الزيدية وفرق الامامية فمعدودون فى فرق الامة.

وافترقت البخارية بناحية الرى بعد الزعفرانى فرقا يكفر بعضها بعضا وظهر خلاف البكرية من بكر من اخت عبد الواحد بن زياد وخلاف الضرارية من ضرار بن عمرو وخلاف الجهمية من جهم بن صفوان وكان ظهور جهم وبكر وضرار فى ايام ظهور واصل بن عطا فى ضلالته وظهرت دعوة الباطنية فى ايام المأمون من حمران قومط ومن عبد الله بن ميمون القداح وليست الباطنية من فرق ملة الاسلام بل هى من فرق المجوس على ما نبينه بعد هذا وظهروا فى ايام محمد بن طاهر بن عبد الله بن طاهر بخراسان خلاف الكرامية المجسمة.

فاما الزيدية من الرافضة فمطمعها ثلاث فرق وهى الجارودية والسليمانية وقد يقال الحريرية ايضا والبترية وهذه الفرق الثلاث يجمعها القول بإمامة زيد بن على بن الحسين بن على بن ابى طالب فى ايام خروجه وكان ذلک فى زمان هشام بن عبد الملک والكيسانية منهم فرق كثيرة ترجع عن التحصيل الى فرقتين إحداهما تزعم ان محمد بن الحنفية هى لم يمت وهم على انتظاره ويزعمون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگر خطیب بغدادی کے نزدیک تحریفِ قرآن کا عقیدہ، تمام شیعہ یا تمام امامیہ کا ہوتا، تو وہ امامیہ، بلکہ کسی بھی شیعہ فرقہ کو امتِ محمدیہ میں شمار نہ کرتے۔ [1]

پھر مذکورہ محدثین کے مقابلے میں جمہور مجتہدین ومحققین نے اہلِ بدعت واہلِ اھواء کے متعدد امور میں قطعی نصوص کی مخالفت کے باوجود، ان کی علی العین تکفیر میں اس لیے احتیاط سے کام لیا ہے کہ وہ فی الجملہ قرآن، یا حدیث، یا عقل سے شریعت کی طرف نسبت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

انه المهدى المنتظر والفرقة الثانية منهم مقرون بامامته فى وقته وبموته وينقلون الإمامة بعد موته الى غيره ويختلفون بعد ذلك فى المنقول اليه

واما الامامية المفارقة للزيدية والكسائية والغلاة فانها خمس عشرة فرقة وهن المحمدية والباقرية والناوسية والشميطية والعمارية والاسماعيلية والمباركية والموسوية والقطعية والاثنى عشرية والهشامية من اتباع هشام بن الحكم او من اتباع هشام بن سالم الجواليقى والزرارية من اتباع زرارة بن أعين واليونسية من اتباع يونس القمى والشيطانية من اتباع شيطان الطاق والكاملية من اتباع أبى كامل وهو أفحشهم قولا فى على وفى سائر الصحابة رضى الله عنهم فهذه عشرون فرقة من فرق الروافض منها ثلاث زيدية وفرقتان من الكيسانية وخمس عشرة فرقة من الإمامية فاما غلاتهم الذين قالوا بإلهية الائمة واباحوا محرمات الشريعة واسقطوا وجوب فرائض الشريعة كالبيانية والمغيرية والجناحية والمنصورية والخطابية والحلولية ومن جرى مجراهم فما هم من فرق الاسلام وان كانوا منتسبين اليه(الفرق بين الفرق وبيان الفرقة الناجية،ص ١٥ الیٰ ١٨،الباب الثانى ،الفصل الثانى من هذا الباب)

[1] واتفق أهل السنة على أن الله تعالى كلف العباد معرفة وأمرهم بها وأنه أمرهم بمعرفة رسوله وكتابه والعمل بما يدل عليه الكتاب والسنة.

وأكفروا من زعم من القدرية والرافضة أن الله تعالى ما كلف أحدا معرفته كما ذهب اليه ثمامة والجاحظ وطائفة من الرافضة واتفقوا على أن كل علم كسبى نظرى يجوز أن يجعلنا الله تعالى مضطرين الى العلم بمعلومه واكفروا من زعم من المعتزلة أن المعرفة بالله عز وجل فى الآخرة مكتسبة من غير اضطرار الى معرفتة واتفقوا على أن اصول احكام الشريعة القرآن والسنة وإجماع السلف.

واكفروا من زعم من الرافضة أن لا حجة اليوم فى القرآن والسنة لدعواه فيها أن الصحابة غيروا بعض القرآن وحرفوا بعضه واكفروا الخوارج الذين ردوا جميع السنن التى رواها نقلة الاخبار لقولهم بتكفير ناقليها واكفروا النظام فى انكاره حجة الاجماع وحجة التواتر وقوله بجواز اجتماع الامة على الضلالة وجواز تواطؤ أهل التواتر على وضع الكذب فهذا بيان ما اتفق عليه أهل السنة من مسائل الركن الأول(الفرق بين الفرق وبيان الفرقة الناجية،ص ٣١٤، ٣١٥،الفصل الثالث من فصول هذا الباب فى بيان الاصول التى اجتمعت عليها اهل السنة)

کرتے ہوئے ہی دلیل پکڑتے ہیں، اور دوسری شرائطِ تکفیر کے مفقود، یا موانعِ تکفیر کے موجود ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] وکمنکر خلافة الشيخين والساب لهما فإن فيه إنكار حكم الإجماع القطعى إلا أنهم ينكرون حجية الإجماع بإتهامهم الصحابة فكان لهم شبهة فى الجملة وإن كانت ظاهرة البطلان بالنظر إلى الدليل فبسبب تلک الشبهة التى أدى إليها اجتهادهم لم يحكم بكفرهم مع أن معتقدهم كفر احتياطا بخلاف مثل من ذكرنا من الغلاة فتأمل(منحة الخالق على البحر الرائق، ج۵،ص ۱۵۱، كتاب السير، باب البغاة)

(وكجهل المبتدع مثل التنزيه بنفى الصفات) كما عن المعتزلة (و) التنزيه بنفى (الرؤية) كما عليه المعتزلة والروافض خذلهم الله تعالى (والتشبيه بالجسم) كما عليه بعض المجسمة (ونحو ذلک) كإنكار الشفاعة لأهل الكبائر وعليه الروافض والمعتزلة وتضلل أكثر أجلة الصحابة وعليه الروافض والخوارج (فان الكتاب والسنة الصحيحة) المتوارت المعنى (دالان دلالة واضحة) قاطعة بحيث لا مساغ للامتراء فيه (على بطلانهما) بل بطلان كل عقائد اهل البدع لا شک فيه (لكن لا نكفره لتمسكه) أى المبتدع (بالقرآن أو الحديث أو العقل فى الجملة) فهم ملتزمون حقية كلام الله ورسوله وما أتى به اجمالا وهو الايمان وإنما وقعوا فيما وقعوا لتدينهم وتوهم الفاسد أنه الدين المحمدى وأما لزومهم تكذيب ما ثبت قطعا أنه دين محمدى فليس كفرا وإنما الكفر التزام ذلک (وللنهى عن تكفير أهل القبلة) بقوله صلى الله عليه وآله وأصحابه وسلم من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا وأكل ذبيحتنا فذلک المسلم الذى له ذمة الله ورسوله فلا تخفر واله فى ذمته رواه البخارى (وان دخلوا) أى كل الفرق (فى النار إلا واحدا) وهم المتبعون للصحابة بالنص فالروافض والخوارج أبعد من هذا وذلک لان هذا الجهل لما لم يكن عذر الزم التعذيب للاثم (لان عاقبتهم إلى الجنة) بعد المكث الطويل فى النار إن ماتوا على ملة الإسلام وان كان شائبة بغض أولياء الله من أكابر الصحابة أزالت عن الاعتقاد بالله ورسوله عند الموت وليس ببعيد فهم مخلدون أبدا فى النار (وعليه) أى على عدم التكفير (جمهور الفقهاء والمتكلمين وهو الحق) وفيه لم يوجد الخلاف بين أهل السنة إلا عن الإمام مالک فى تكفير الروافض وعن متأخرى مشايخنا(فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، لابن نظام الدين الأنصارى، ج۲ص ۴۲۱، ۴۲۲، خاتمة :الاجتهاد بذل الطاقة من الفقيه، مسألة كل مجتهد فى المسئلة الاجتهادية مصيب عند القاضى، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الاولٰى:2002ء)

لو أنكر غزوة من غزوات النبى صلى الله عليه وسلم المتواترة أو أنكر نكاحه حفصة بنت عمر، أو أنكر وجود أبى بكر وخلافته لم يلزم تكفيره لأنه ليس تكذيباً فى أصل من أصول الدين مما يجب التصديق به بخلاف الحج والصلاة وأركان الإسلام، ولسنا نكفره بمخالفة الاجماع، فإن لنا نظرة فى تكفير النظام المنكر لأصل الاجماع، لأن الشبه كثيرة فى كون الاجماع حجة قاطعة وإنما الاجماع عبارة عن التطابق على رأى نظرى وهذا الذى نحن فيه تطابق على الأخبار غير محسوس،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس طرح کی اور بھی بہت سی عبارات وحوالہ جات ہیں، جن کو طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کیا جارہا۔

یہاں تک کہ بعض محققین نے روافض اور دوسرے فرقِ باطلہ کے غالی لوگوں کو بھی زیادہ سے زیادہ کافر متأول قرار دیا ہے، صریح کافر پھر بھی نہیں قرار نہیں دیا، ساتھ ہی ان کی گواہی قبول ہونے میں اختلاف کا ذکر کیا ہے۔

بھلا کافر کی گواہی قبول ہونے میں کوئی اختلاف ہوسکتا ہے۔ [1]

جمہور کی طرف سے دیگر اہلِ اھواء واہلِ بدعت فرقوں کی طرح، شیعہ وروافض اور ان کے مختلف فرقوں کو بھی اہلِ بدعت واہلِ اھواء میں شمار کیا گیا ہے۔

اور دوسرے اہلِ اھواء واہلِ بدعت کی طرح ان کی طرف بھی مختلف کفریہ اور گمراہ کن باتیں منسوب ہیں، بلکہ ان کی طرف منسوب، بہت سے کفریہ اقوال، دوسرے اہلِ بدعت واہلِ اھواء میں بھی پائے جاتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے اس قسم کے مختلف بہت سے اقوال،

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وتطابق العدد الكبير على الأخبار غير محسوس على سبيل التواتر الموجب للعلم الضرورى، وتطابق أهل الحق والعقد على رأى واحد نظرى لا يوجب العلم إلا من جهة الشرع ولذلك لا يجوز أن يستدل على حدوث العالم بتواتر الأخبار من النظار الذين حكموا به، بل لا تواتر إلا فى المحسوسات(الاقتصاد فى الاعتقاد،للغزالى،ص ١٣٦،الباب الرابع ،بيان من يجب تكفيره من الفرق)

[1] وتقبل شهادة أهل الأهواء ، أى أصحاب البدع التى لا تكفر صاحبها مثل الجبرية والقدرية والرافضة والخوارج والمشبهة والمعطلة(الفقه الإسلامى وأدلتهٔ للزحيلى، ج٨،ص ٦٠٤١، القسم الخامس، الباب الخامس، الفصل الثالث، المطلب الثالث،شروط الشاهد، عدم التهمة)

واعلم أن ممن اتبع الهوى من يجب إكفاره كغلاة المجسمة والروافض وغيرهم ويسمى الكافر المتأول، ومنهم من لا يجب إكفاره ويسمى الفاسق المتأول.

واختلف فى القسم الأول فذهب جماعة من الأصوليين إلى أن شهادة من كفر فى هواه مقبولة وكذا روايته؛ لأنه إذا لم يخرج عن أهل القبلة وكان متحرجا معظما للدين غير عالم بكفره يحصل ظن الصدق فى خبره فيقبل كخبر المسلم العدل، وذهب أكثرهم إلى ردهما؛ لأن الكافر ليس بأهل للشهادة ولا للرواية لما بينا وكونه متأولا ممتنعا عن المعصية غير عالم بكفره لا نجعله أهلا لهما (كشف الأسرار شرح أصول البزدوى، ج٣،ص ٢٥،باب بيان قسم الانقطاع ،خبر صاحب الهوى)

دراصل دوسرے اہلِ بدعت واہلِ اھواء فرقوں سے ماخوذ ہیں۔

چنانچہ علامہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی (المتوفیٰ: 548ھ) نے ''الملل والنحل'' میں شیعوں کے بارے میں فرمایا کہ:

''شیعوں کے بنیادی طور پر پانچ فرقے ہیں، ایک کیسانیہ، دوسرے زیدیہ، تیسرے امامیہ، چوتھے غلاۃ، پانچویں اسماعیلیہ۔

ان میں سے بعض فرقے، اصول میں ''معتزلہ'' کی طرف مائل ہیں، اور بعض ''اھلُ السنۃ'' کی طرف مائل ہیں، اور بعض ''مشبھۃ'' کی طرف مائل ہیں''۔ انتھیٰ۔ [1]

اور شیعہ کے فرقہ ''امامیہ'' کے بارے میں علامہ شہرستانی نے فرمایا کہ:

''ابتداء میں یہ شیعہ، اصول میں اپنے ائمہ کے مذہب پر قائم تھے، پھر جب ان کے ائمہ کی طرف منسوب روایات مختلف ہوگئیں، اور زمانہ دراز ہوگیا، تو ان میں سے ہر فرقے نے ایک الگ طریقے کو اختیار کرلیا، بعض ''امامیہ'' نے ''معتزلہ'' کے افکار کو اختیار کرلیا، بعض نے ''وعیدیہ'' (یعنی خوارج) کے، اور

---

[1] الشیعة هم الذین شایعوا علیا رضی الله عنه علی الخصوص .وقالوا بإمامته وخلافته نصا ووصیة، إما جلیا، وإما خفیا .واعتقدوا أن الإمامة لا تخرج من أولاده، وإن خرجت فبظلم یکون من غیره، أو بتقیة من عنده .وقالوا :لیست الإمامة قضیة مصلحیة تناط باختیار العامة وینتصب الإمام بنصبهم، بل هی قضیة أصولیة، وهی رکن الدین، لا یجوز للرسل علیهم السلام إغفاله وإهماله، ولا تفویضه إلی العامة وإرساله.

ویجمعهم القول بوجوب التعیین والتنصیص، وثبوت عصمة الأنبیاء والأئمة وجوبا عن الکبائر والصغائر .والقول بالتولی والتبری قولا، وفعلا، وعقدا، إلا فی حال التقیة.

ویخالفهم بعض الزیدیة فی ذلک، ولهم فی تعدیة الإمام کلام وخلاف کثیر .وعند کل تعدیة وتوقف :مقالة، ومذهب، وخبط.

وهم خمس فرق :کیسانیة، وزیدیة، وإمامیة، وغلاة، وإسماعیلیة .وبعضهم یمیل فی الأصول إلی الاعتزال، وبعضهم إلی السنة، وبعضهم إلی التشبیه(الملل والنحل، ج ۱، ص ۱۴۶، ۱۴۷، الفصل السادس :الشیعة)

www.idaraghufran.org

بعض نے ''تفضیلیہ'' کے، اور بعض نے ''اخباریہ'' کے، اور بعض نے ''مشبھة'' یا ''سلفیہ'' کے، اور بعض نے دوسرے گمراہ لوگوں کے طریقے کو اختیار کرلیا۔

''امامیہ'' اصول میں ''عدلیہ'' (یعنی معتزلہ) کے دلائل سے تمسک کرتے ہیں، اور صفات میں ''مشبھة'' کے دلائل سے تمسک کرتے ہیں''۔ انتھٰی۔ [1]

''عدلیہ'' سے مراد ''معتزلہ'' ہیں، اور ''وعیدیہ'' سے مراد ''خوارج'' ہیں، اور ''اخباریہ'' سے مراد، فقہائے امامیہ کا ایک فرقہ ہے، جو ائمۂ شیعہ کی احادیث وروایات کو معتبر قرار دیتا ہے۔ [2]

---

[1] ثم إن الإمامية لم يثبتوا فى تعيين الأئمة بعد :الحسن، والحسين، وعلى بن الحسين رضى الله عنهم على رأى واحد، بل اختلافاتهم أكثر من اختلافات الفرق كلها، حتى قال بعضهم :إن نيفا وسبعين فرق من الفرق المذكورة فى الخبر هو فى الشيعة خاصة، ومن عداهم فهم خارجون عن الأمة .وهم متفقون فى الإمامة وسوقها إلى جعفر بن محمد الصادق رضى الله عنه، ومختلفون فى المنصوص عليه بعده من أولاده، إذ كانت له خمسة أولاد، وقيل ستة :محمد، وإسحاق، وعبد الله، وموسى، وإسماعيل .وعلى .ومن ادعى منهم النص والتعيين :محمد، وعبد الله، وموسى، وإسماعيل .ثم منهم من مات ولم يعقب، ومنهم من مات وأعقب، ومنهم من قال بالتوقف، والانتظار، والرجعة، ومنهم من قال بالسوق والتعدية كما سيأتى ذكر اختلافاتهم عند ذكر طائفة طائفة.

وكانوا فى الأول على مذهب أئمتهم فى الأصول، ثم لما اختلفت الروايات عن أئمتهم، وتمادى الزمان :اختارت كل فرقة منهم طريقة، فصارت الإمامية بعضها معتزلة :إما وعيدية، وإما تفضيلية، وبعضها إخبارية :إما مشبهة وإما سلفية، ومن ضل الطريق وتاه لم يبال الله به فى أى واد هلك(الملل والنحل،لمحمد بن عبد الكريم الشهرستانى ،ج ١ ،ص١٦٥ ، الفصل السادس : الشيعة، الامامية)

فلهذا صارت الإمامية متمسكين بالعدلية فى الأصول، وبالمشبهة فى الصفات، متحيرين تائهين. وبين الإخبارية منهم والكلامية سيف وتكفير .وكذلك بين التفضيلية والوعيدية قتال وتضليل، أعاذنا الله من الحيرة(الملل والنحل،ج ١ ،ص ١٧٢ ،الفصل السادس :الشيعة، الامامية)

[2] وكل من عدل إلى جانب فهو معتزل ومنه سميت الفرقة العدلية معتزلة(فيض القدير شرح الجامع الصغير،للمناوى،ج ١ ،ص ٤١٥، تحت رقم الحديث ٧٩١ ،حرف الهمزة)

والمعتزلة الذين ظهروا فى الصدر الأول .والمعتزلة كانوا يلقبون كل من خالفهم فى القدر مرجئا، وكذلك الوعيدية من الخوارج .فلا يبعد أن اللقب إنما لزمه من فريقى المعتزلة والخوارج، والله أعلم(الملل والنحل،ج ١ ،ص ١٤١ ،الفصل الخامس :المرجئة ، الغسانية)

www.idaraghufran.org

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی تصریح فرمائی ہے کہ ''امامیہ'' نے بہت سے کفریہ اور فاسد وشاذ عقائد وافکار معتزلہ کی کتب سے اخذ کیے ہیں۔ [1]

نیز علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ ''جھمیة'' نے قرآن وسنت اور اجماعِ صحابہ وتابعین میں دوسرے تمام اہلِ اھواء کے مقابلے میں، سب سے زیادہ ردوقدح کی ہے۔ [2]

پس جب ''معتزلہ، مشبہہ اور خوارج'' فرقوں کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی گئی، تو اصول وصفات وغیرہ میں ان کی اتباع کرنے والے امامیہ فرقہ کی علی الاطلاق کیسے تکفیر کرنا درست قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ دوسرے اہلِ اھواء کے ساتھ ساتھ، بطورِ خاص شیعہ کہلانے والے، بہت سے اہلِ علم حضرات، تاریخِ اسلام میں گزرے ہیں، جن میں ''شیعہ'' کے رؤوس اور ان کے محدث اور ''روافض وامامیہ'' کی طرف منسوب حضرات وافراد بھی ہیں۔

---

[1] (فإن جميع ما يذكره هؤلاء الإمامية المتأخرون فى مسائل التوحيد والعدل)، كابن النعمان والموسوى الملقب بالمرتضى وأبى جعفر الطوسى وغيرهم، هو مأخوذ من كتب المعتزلة، بل كثير منه منقول نقل المسطرة وبعضه قد تصرفوا فيه.
وكذلك ما يذكرونه من تفسير القرآن فى آيات الصفات والقدر ونحو ذلك، هو منقول من تفاسير المعتزلة كالأصم والجبائى وعبد الجبار بن أحمد الهمذانى والرمانى وأبى مسلم الأصبهانى وغيرهم، لا ينقل عن قدماء الإمامية من هذا حرف واحد، لا فى الأصول العقلية ولا فى تفسير القرآن، وقدماؤهم كانوا أكثر اجتماعا بالأئمة من متأخريهم، يجتمعون بجعفر الصادق وغيره، فإن كان هذا هو الحق فقدماؤهم كلهم ضلال، وإن كان ضلالا فمتأخروهم هم الضلال(منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج٣،ص ٥ الىٰ ٧،الفصل الثانى فى أن مذهب الإمامية واجب الاتباع،فصل قول الرافضى إن الله تعالى لا يقدر على مثل مقدور العباد والرد عليه)

[2] فالجهمية أعظم قدحا فى القرآن وفى السنن وفى إجماع الصحابة والتابعين من سائر أهل الأهواء (الفتاوى الكبرى لابن تيمية، ج٦،ص٥٢٧، كتاب فى الرد على الطوائف الملحدة والزنادقة،الوجه الثلاثون لا يحل لكم أن تحكوا عن المعتزلة أنهم قالوا بخلق القرآن)

www.idaraghufran.org

چنانچہ علامہ ذہبی نے ”تاریخ الاسلام“ میں ایسے متعدد حضرات کا ذکر فرمایا ہے۔ [1]

---

[1] علی بن بذیمة، أبو عبد الله الجزری. مولی جابر بن سمرة .وهو کوفی الأصل.
روی عن :أبی عبیدة بن عبد الله بن مسعود، وسعید بن جبیر، وعکرمة.
وعنه :شعبة، ومعمر، وإسرائیل، وآخرون.
وثقه ابن معین.
وقال أحمد :صالح الحدیث، رأس فی التشیع.
قیل :توفی سنة ست وثلاثین ومائة(تاریخ الإسلام للذهبی، ج۳،ص۷۰۷، تحت رقم الترجمة ۲۰۲،حرف العین)
ت ن ق :داود بن أبی عوف، أبو الجحاف الکوفی.
من رؤوس الشیعة ومحدثیهم .له عن أبی حازم الأشجعی، ومعاویة بن ثعلبة صاحب لأبی ذر، وعطیة العوفی، وغیرهم.
وعنه :سفیان الثوری، وعامر بن السمط، وتلید بن سلیمان، وسفیان بن عیینة، وغیرهم.
قال ابن عدی :عامة ما یرویه فی فضائل أهل البیت، وهو عندی لیس بالقوی.
وقال الثوری :کان مرضیا .ووثقه جماعة، وفیه شیء (تاریخ الإسلام للذهبی، ج۳،ص۸۵۸، تحت رقم الترجمة ۱۲۳،الطبقة الخامسة عشرة،حرف الدال)
خ ت ق :عباد بن یعقوب الرواجنی، أبو سعید الأسدی الکوفی.
أحد رؤوس الشیعة.
روی عن :شریک القاضی، وعباد بن العوام، وإبراهیم بن محمد بن أبی یحیی المدنی، وإسماعیل بن عیاش، وعبد الله بن عبد القدوس، والحسین بن زید بن علی العلوی، والولید بن أبی ثور، وعلی بن هاشم بن البرید، وطائفة.
وعنه :البخاری حدیثا واحدا قرنه بغیره والترمذی، وابن ماجه، وأحمد بن عمرو البزار، وصالح بن محمد جزرة، وأبو بکر بن أبی داود، ومحمد بن علی الحکیم الترمذی، وابن صاعد، وابن خزیمة، وطائفة.
وروی عنه أبو حاتم، وقال :شیخ ثقة.
وقال الحاکم :کان ابن خزیمة یقول :حدثنا الثقة فی روایته، المتهم فی دینه عباد بن یعقوب.
وقال ابن عدی :فیه غلو فی التشیع، سمعت عبدان یذکر عن الثقة أن عباد بن یعقوب کان یشتم السلف .قال ابن عدی :وقد روی أحادیث أنکرت علیه فی فضائل أهل البیت ومثالب غیرهم.
وقال علی بن محمد الحبیبی، عن صالح جزرة :کان عباد بن یعقوب یشتم عثمان رضی الله عنه، وسمعته یقول :الله أعدل من أن یدخل طلحة والزبیر الجنة قاتلا علیا بعد أن بایعاه.
وقال القاسم بن زکریا المطرز :دخلت علی عباد بالکوفة، وکان یمتحن من یسمع منه .فقال :من حفر البحر؟ فقلت :الله خلق البحر .قال :هو کذلک، ولکن من حفره؟ فقلت :یذکر الشیخ .فقال :حفره علی .فمن أجراه؟ فقلت :الله .قال :هو کذلک، ولکن من أجراه؟ قلت :یفیدنی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''ابان بن تغلب ربعی'' کے بارے میں امام احمد، یحییٰ اور ابوحاتم اور امام نسائی سے ثقہ ہونا نقل فرمایا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشيخ .قال :أجراه الحسين .وكان عباد بن يعقوب مكفوفا، فرأيت سيفا وجحفة، فقلت :لمن هذا السيف؟ قال :لي، أعددته لأقاتل به مع المهدى .فلما فرغت من سماع ما أردت منه، دخلت عليه فقال :من حفر البحر؟ فقلت :حفره معاوية، وأجراه عمرو بن العاص .ثم وثبت وعدوت، فجعل يصيح :أدركوا الفاسق عدو الله فاقتلوه.
قلت :هذه حكاية صحيحة رواها ابن المظفر الحافظ عن القاسم.
قال محمد بن جرير :سمعت عباد بن يعقوب يقول :من لم يتبرأ فى صلاته كل يوم من أعداء آل محمد صلى الله عليه وسلم، حشره الله معهم.
قلت :هذا الكلام أبو جاد الرفض؛ فإن آل محمد عليه السلام قد عادى بعضهم بعضا على الملك، كآل العباس، وآل على، وإن تبرأت من آل العباس لأجل آل على فقد تبرأت من آل محمد، وإن تبرأت من آل على لأجل آل العباس فقد تبرأت من آل محمد .وإن تبرأت من الظالم منهما للآخر، فقد يكون الظالم علويا قاطبا، فكيف أبرأ منه؟ وإن قلت :ليس فى آل على ظالم .فهو دعوى العصمة فيهم، وقد ظلم بعضهم بعضا .فبالله اسكتوا حتى نسكت، وقولوا " :(ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان) الآية.
قال البخارى :مات فى شوال سنة خمسين(تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام،للذهبى،ج٥،ص١١٥٣، ١١٥٤،تحت رقم الترجمة ٢٣٢ ،الطبقة الخامسة والعشرون،حرف العين)
د ن :أحمد بن المفضل القرشى الحفرى،مولى عثمان رضى الله عنه.
عن :الثورى، والحسن بن صالح، وإسرائيل، وأسباط بن نصر.
وعنه :أبو بكر بن أبى شيبة، وأبو زرعة، وأبو حاتم.
كان صدوقا، من رؤساء الشيعة.
وقال ابن سعد :مات فى ذى القعدة سنة خمس عشرة ومائتين(تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام،للذهبى،ج٥،ص٢٦١، تحت رقم الترجمة ١١،الطبقة الثانية والعشرون،حرف الألف)
الحسين بن موسى بن محمد بن موسى بن إبراهيم بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق، الشريف الطاهر ذو المناقب، ويلقب أيضا بالأوحد، أبو أحمد الحسينى الموسوى البغدادى، (المتوفى : 400هـ)
والد الرضى والمرتضى.
من سادة الشيعة ومعمريهم، ولد سنة أربع وثلاثمائة، وقد ولاه بهاء الدولة قضاء القضاة، فلم يمكنه القادر بالله .وقد ولى النقابة وله خمسون سنة، ثم عزله العباس بن الحسن الشيرازى وزير عز

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور ابنِ عدی سے ان کا شیعہ مذہب ہونا نقل کیا ہے، اور امام عقیلی اور ازدی سے ان کا تشیع میں غالی ہونا نقل کیا ہے۔

اسی ضمن میں علامہ ابنِ حجر نے فرمایا کہ:

''متقدمین کے عرف میں ''تشیع'' کا مفہوم، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت کے عقیدہ کا ہونا ہے، شیخین کی تقدیم اور فضیلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے، اور بسا اوقات بعض کا یہ عقیدہ بھی ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخلوق میں سب سے افضل ہیں، اس طرح کا عقیدہ رکھنے والا اگر متقی، دیندار اور سچا، مجتہد ہو، تو اس کی روایت کو رد نہیں کیا جائے گا، بطورِ خاص، جبکہ اس کی دعوت دینے والا نہ ہو، اور متاخرین کے عرف میں ''تشیع''، محض روافض کا نام ہے، تو غالی رافضی کی روایت قبول نہیں کی جائے گی''۔انتہیٰ۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الدولة، وقلد أبا محمد بن الناصر العلوى .ثم ولى الشريف أبو أحمد النقابة مدة، ثم مرض فولى مكانه أبو الحسن على بن أحمد بن إسحاق، ثم وليها أبو الفتح محمد بن عمر العلوى الكوفى أمير الحاج، فلما مات قلد أبو أحمد النقابة والمظالم وإمرة الحج، فاستخلف ولديه الرضى والمرتضى، ثم عزل وقلد النقابة أبو الحسن محمد بن الحسن الزيدى، ثم أعيد أبو أحمد، وهى الولاية الخامسة، وبقى إلى أن توفى عن بضع وتسعين سنة، وقد شاخ وأضر، وقل من بلغ هذا السن من كبار العلويين.

توفى فى هذه السنة، وصلى عليه ابنه الشريف المرتضى شيخ الرافضة وعالمهم، ودفن فى داره، ثم نقل إلى مشهد الحسين عليه السلام.

وكان فيه دين وخير وتعبد على بدعته(تاريخ الإسلام للذهبى، ج۸،ص ۸۱۴،سنة أربعمائة،تحت رقم الترجمة ۳۱۸)

[1] أبان "بن تغلب الربعى أبو سعد الكوفى .

روى عن أبى إسحاق السبيعى والحكم بن عتيبة وفضيل بن عمر والفقيميوأبى جعفر الباقر وغيرهم.

وعنه موسى بن عقبة وشعبة وحماد بن زيد وابن عيينة وجماعة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

معلوم ہوا کہ شیعہ کی بعض شرائط کے ساتھ حدیث قبول کرلی جاتی ہے، اور رافضی اگر غالی نہ ہو، اس کی روایت بھی قبول کرلی جاتی ہے، یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ فرشتوں اور دوسرے نبیوں پر فضیلت دینے والے کی بھی روایت بعض شرائط کے ساتھ قبول کرلی جاتی ہے۔

غالی کی قبول نہیں کی جاتی اور شیعہ غالی کی تفصیل دوسرے مقام پر ذکر کردی گئی ہے۔

اور یہ بحث احادیث وروایات قبول ہونے نہ ہونے سے متعلق ہے، جس کا مطلب یہ نہیں کہ جس کی روایت قبول نہ کی جائے، وہ کافر شمار ہوتا ہو، بعض ''روافض'' کو محدثین نے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ''کاذب'' یا ''کذّاب'' فرمایا ہے، اوران کی روایت کو رَد کیا ہے، تاہم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال أحمد ويحيى وأبو حاتم والنسائى " :ثقة ,"زاد أبو حاتم :وقال الجوزجانى " :زائغ مذموم المذهب مجاهر ,"وقال أبو بكر بن منجويه" :مات سنة ,"241.

وقال ابن عدى" :له نسخ عامتها مستقيمة إذا روى عنه ثقة ,وهو من أهل الصدق فى الروايات وإن كان مذهبه مذهب الشيعة ,وهو فى الرواية صالح لا بأس به ."

قلت :هذا قول منصف وأما الجوزجانى فلا عبرة بحطه على الكوفيين فالتشيع فى عرف المتقدمين هو اعتقاد تفضيل على على عثمان ,وأن عليا كان مصيبا فى حروبه وأن مخالفه مخطء مع تقديم الشيخين وتفضيلهما ,وربما اعتقد بعضهم أن عليا أفضل الخلق بعد رسول الله -صلى الله عليهآله وسلم ,-وإذا كان معتقد ذلک ورعا دينا صادقا مجتهدا فلا ترد روايته بهذا ,لا سيما إن كان غير داعية ,وأما التشيع فى عرف المتأخرين فهو الرفض المحض فلا تقبل رواية الرافضى الغالى ولا كرامة.

وقال ابن عجلان" :ثنا أبان بن تغلب رجل من أهل العراق من النساک "ثقة ."

ولما خرج الحاكم حديث أبان فى "مستدركه "قال" :كان قاص الشيعة وهو "ثقة ,"ومدحه بن عيينة بالفصاحة والبيان.

وقال أبو نعيم فى "تاريخه" :"مات سنة 40وكان غاية من الغايات".

وقال أحمد بن سيار" :مات بعد سنة "41.

وقال العقيلى :سمعت أبا عبد الله يذكر عنه عقلا وأدبا وصحة حديث إلا أنه كان غاليا فى التشيع".

وقال ابن سعد" :كان ثقة ,"وذكره بن حبان فى "الثقات "وأرخ وفاته ومنه نقل بن منجويه ,وقال الأزدى" :كان غاليا فى التشيع وما أعلم به فى الحديث بأسا(تهذيب التهذيب،لابن حجر العسقلانى،ج ا ،ص٩٣،٩٤، تحت رقم الترجمة ١٦٦ ،حرف الألف،ذكر من اسمه أبان)

www.idaraghufran.org

جھوٹ بولنا، یا بہت زیادہ جھوٹ بولنا، گناہِ کبیرہ ہے، لیکن کفر نہیں، جیسا کہ آج کل بہت سے ''سنی'' جھوٹ بولتے ہیں، مگر ان کو اس فعل کی بناء پر دائرۂ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاتا۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ احادیث کی اسناد میں اور محدثین کے زمانے میں بھی غالی شیعہ وروافض کا وجود تھا، پس بعض حضرات کا یہ کہنا کہ موجودہ زمانے کے غالی شیعہ وروافض زمانۂ سابق میں نہیں پائے جاتے تھے، اس لیے زمانۂ سابق میں ان پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا تھا، یہ بات درست نہیں۔

غرضیکہ اہلِ اھواء واہلِ بدعت کے فرقوں کی طرف، مختلف فسقیہ وکفریہ اقوال منسوب ہیں، لیکن جمہور کی طرف سے علی العین اور علی العموم ان پر ''التزامِ کفر'' کا حکم لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، نہ ہی ان کی طرف اپنی نسبت کرنے والے، اور ان کو اپنا رہبر شمار کرنے والے لوگوں پر علی الاطلاق کفر کا حکم لگایا گیا، اور نہ ہی یہ قید لگائی گئی کہ ان فرقوں کی طرف منسوب لوگوں کے تکفیر سے بچنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کفریہ اقوال رکھنے والے، اپنے رؤسا کی تکفیر کریں، اور ان کو اپنا پیشوا شمار نہ کریں، جبکہ اہلِ روافض کے علاوہ دیگر اہلِ اھواء فرقوں میں ''تقیہ'' کا عقیدہ بھی نہ پایا جاتا تھا، اور ان فرقوں کے عقائد، مجتہدین وفقہائے کرام کے سامنے عیاں تھے۔

پھر کیا وجہ ہے کہ بقیہ باطل فرقوں کو نظر انداز کر کے محض اہلِ تشیع کی علی الاطلاق تکفیر کے درپے ہوا جائے، اور ان کے سلسلے سے منسلک مشاہیر کے عقائد وافکار کو چن چن کر عوام کے سامنے لایا جائے، اور ان کی تکفیر پر زور دیا جائے، اور اس کے نتیجے میں امت میں انتشار وافتراق کی فضاء قائم کی جائے، جس کی وجہ سے کئی اسلامی ممالک تباہی سے دوچار ہو چکے ہیں۔

اگر شریعت کی نظر میں یہ طرزِ عمل مطلوب ومحمود ہوتا، تو متقدمین اور سلف، اہلِ اھواء واہلِ بدعت اور اِن کی کتب سے کفریہ اقوال نقل کر کے ان کی تکفیر پر موجودہ حضرات سے زیادہ

بہتر انداز میں حکم لگا سکتے اور کام کر سکتے تھے۔

سلف کے اس طرزِ عمل کی بنیاد، منافقین سے متعلق وہ نصوص ہیں، جن میں ان کے کفریات وہذلیات کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن بظاہر ان پر بھی دنیا میں مسلمانوں والے احکام جاری کیے گئے، اور ان کی ''ہذلیات'' کے اس طرح درپے نہیں ہوا گیا، جیسا کہ آج کل اہلِ جدل کا طریقہ، بلکہ شعار بن کر رہ گیا ہے، جن کی رات دن کی مشغولی تکفیر سازی ہی میں ہے۔

پس زائغانہ وگمراہانہ عقائد کے حامل، اہلِ بدعت واہلِ اھواء، کے بیسیوں فرقوں کی عدمِ تکفیر پر فتویٰ دینے کے باوجود، ان میں سے خاص اہلِ تشیع واہلِ روافض کی ''ہذلیات'' اور ان کے علی الاطلاق تکفیر کے درپے ہونا، اور اس پر اصرار کرنا، پھر اوپر سے اس موقف سے اتفاق نہ کرنے والے حضرات پر نکیر کرنا، متقدمین وسلفِ صالحین اور فقہائے مجتہدین کے طرز وطریقہ سے میل نہیں کھاتا، بلکہ سابق ادوار میں یہ طریقہ اہل السنۃ کے مقابلے میں اہلِ بدعت کا رہا ہے، جیسا کہ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ نے تصریح فرمائی ہے۔ [1]

مذکورہ تحریر کا انداز ''فعلِ منکر'' میں داخل

محرر موصوف نے مذکورہ تمام تصریحات کو نظر انداز، بلکہ پامال کر کے، ایک ایسے موقف پر نکیر اور شدید نکیر کا طرزِ عمل اختیار کیا ہے کہ جو خود ''فعلِ منکر'' کے زمرہ میں آتا ہے، اس لیے موصوف کا قول قابلِ نکیر ٹھہرا، جس پر نکیر کرنا بھی درست ٹھہرا، اسی بنیاد پر اب موصوف کو نکیر برداشت کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو جانا چاہیے۔

---

[1] وقال أبو يوسف :دعوا قول أصحاب الخصومات وأهل البدع فى الأهواء من المرجئة والرافضة والزيدية والمشبهة والشيعة والخوارج والقدرية والمعتزلة والجهمية .قالوا :وروى عن محمد قال :أبو بكر وعمر أفضل من على .قلت ما ذكر أبو يوسف فى أمر الجدال هو يشبه كلام كثير من أئمة السنة يشبه كلام الإمام أحمد وغيره .وفيه بسط وتفصيل ليس هذا موضعه(مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج١٦ ،ص٤٧٦، كتاب التفسير، سورة العلق،طريق ائمة المسلمين هى ان يجعل القرآن هو الامام فى اصول الدين وفروعه)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اجتہادی اختلاف میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی کہ ''امر بالمعروف ونھی عن المنکر'' کے ماتحت اس پر نکیر کیا جائے اور جب وہ منکر نہیں تو غیر منکر پر نکیر، خود امرِ منکر ہے، اس سے پرہیز لازم ہے۔

یہ وہ بات ہے جس میں آج کل بہت سے اہلِ علم بھی غفلت میں مبتلا ہیں، اپنے مخالف نظریہ رکھنے والوں پر تبرا اور سب وشتم سے بھی پرہیز نہیں کرتے، جس کا نتیجہ مسلمانوں میں جنگ وجدل اور انتشار واختلاف کی صورت میں جگہ جگہ مشاہدہ میں آرہا ہے، اجتہادی اختلاف، بشرطیکہ اصولِ اجتہاد کے مطابق ہو، وہ تو ہرگز آیتِ مذکورہ ولاتفرّقوا کے خلاف اور مذموم نہیں۔

البتہ اس اجتہادی اختلاف کے ساتھ جو معاملہ آج کل کیا جارہا ہے کہ اسی کی بحث ومباحثہ کو دین کی بنیاد بنالی گئی اور اس پر باہمی جنگ وجدل اور سب وشتم تک نوبت پہنچادی گئی، یہ طرزِ عمل بلاشبہ ولاتفرّقوا کی کھلی مخالفت اور مذموم اور سنتِ سلف، صحابہ وتابعین کے بالکل خلاف ہے، اسلافِ امت میں کبھی کہیں نہیں سنا گیا کہ اجتہادی اختلاف کی بنا پر اپنے سے مختلف نظریہ رکھنے والوں پر اس طرح نکیر کیا گیا ہو'' (معارف القرآن، ج۲ ص۱۴۳، سورہ آلِ عمران، آیت نمبر۱۰۴، مطبوعہ: ادارۃ المعارف، کراچی، سنِ اشاعت: ذوالحجہ ۱۴۱۱ ہجری، جون 1991ء)

محرر موصوف کے موقف میں ابہام

اس کے بعد عرض ہے کہ محرر موصوف نے دوسرے موقف پر اعتراضات کی بھرمار کرنے کے باوجود شیعہ وروافض کی تکفیر کے متعلق، اپنا موقف واضح اور دوٹوک طور پر بیان نہیں فرمایا کہ:

کیا موصوف دنیا جہان کے تمام اہلِ تشیع کو ایک ہی فرقہ سمجھتے ہیں، یا اہلِ تشیع میں

مختلف فرقوں کے قائل ہیں؟ اور وہ ''زیدیہ'' فرقہ کو اہل السنۃ والجماعۃ میں داخل مانتے ہیں، یا اہلِ تشیع میں داخل مانتے ہیں؟

پھر موصوف تمام اہلِ تشیع اور ان کے تمام فرقوں کو، کافر سمجھتے ہیں، ان میں سے کسی فرقے کو تاویل کے ساتھ بھی، کسی درجہ میں مسلمان ماننے کے لیے آمادہ نہیں؟

یا وہ اہلِ تشیع کے بعض فرقوں کو کافر سمجھتے ہیں، اور بعض کو مسلمان سمجھتے ہیں؟

یا پھر وہ اہلِ تشیع کے کسی خاص فرقے کو کافر سمجھتے ہیں، اور باقی تمام فرقوں کو مسلمان سمجھتے ہیں؟

نیز وہ اہلِ تشیع کے علماء اور جہلاء میں تکفیر کے اعتبار سے فرق کے قائل ہیں، یا نہیں؟

پھر اہلِ تشیع، یا ان کے مختلف فرقوں، یا افراد کی عدمِ تکفیر اور مشروط و معلق تکفیر کے اعتبار سے، جو فقہاء و علماء کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں، وہ اقوال کن مجتہدین وفقہائے کرام کے ہیں، اور وہ اختلاف موصوف کے نزدیک، اجتہادی نوعیت کا ہے، یا غیر اجتہادی نوعیت کا؟

اور اجتہادی نوعیت کا ہونے کی صورت میں، مخطی ومصیب ہونے کی حیثیت سے، فقہاء وعلماء اور اس کے نتیجے میں ان کی اتباع وتقلید کرنے والے عوام کا کوئی طبقہ، ماجور ومقبول ہے، یا مازور، وماخوذ اور گناہ گار ہے؟

اور ایسی صورت میں ان میں سے کسی قول پر نکیر کرنا، کیا حیثیت رکھتا ہے؟

اور اگر یہ اختلاف غیر اجتہادی نوعیت کا ہے، تو پھر غیر اجتہادی قول کی وضاحت ضروری ہے کہ وہ کون سا قول ہے، تاکہ غیر اجتہادی اقوال سے نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو بچایا جاسکے، بلکہ اسی کے ساتھ ان اقوال کے حاملین پر عاصی وخاطی وغیرہ ہونے کا متعین حکم لگانے میں بھی سہولت حاصل ہو؟

ان جیسے امور اور ان کے معتبر و مؤثر مستدلات و حوالہ جات کی تنقیح و توضیح اور اس سلسلے میں مجتہدینِ عظام و فقہائے کرام کی تصریحات کے بغیر یک جنبشِ قلم، دوسروں پر الزامات در الزامات قائم کر دینا، جو علمی خیانت کے ارتکاب اور نکیر و اتہام تک پہنچ جائے، یہ کہاں کا انصاف ہے؟

چونکہ موصوف نے اپنے مضمون میں اس روِش کو اختیار کر کے، اب دوسرے کے لیے اس کے جواب کا جواز فراہم کر دیا ہے، اس لیے موصوف کو اب دوسرے کے جوابات کو بھی ناگوار ہونے کے باوجود گوارا کرنا پڑے گا، اور ''تا بہ منزل اسد'' ''رفیقِ سفر'' بھی رہنا پڑے گا۔

فقہاء کے موقف کو بندہ کی طرف منسوب کرنے پر کلام

موصوف نے اپنے مضمون کے شروع میں بندہ کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

''آنجناب نے تکفیرِ شیعہ کے ضمن میں اپنی رائے بیان کی ہے''۔ انتہٰی۔

اولاً تو موصوف کے مذکورہ بالا جملے سے معلوم ہوا کہ موصوف نے بندہ کے مضمون سے ''تکفیرِ شیعہ'' کے مسئلے کو سمجھا ہے، اور بندہ نے اپنے مضمون میں ''تکفیرِ شیعہ'' کے حکم پر ہی کلام کیا ہے۔

اور ''شیعہ'' کے بیسیوں فرقوں میں سے کسی خاص فرقے پر کلام، ضمنی طور پر آیا ہے۔

لہٰذا اگر موصوف کو اس موقف سے اختلاف تھا، تو انہیں صاف صاف واضح کرنا چاہیے تھا کہ اس کے برعکس وہ شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر کے قائل ہیں، خواہ اس کا تعلق ''شیعہ'' کے کسی بھی فرقہ سے ہو، یا پھر وہ کسی اور تقسیم وغیرہ کے قائل ہیں؟

لیکن موصوف نے بات کو طرح طرح سے گھما پھرا کر ''شیعہ کافر'' کی مطلق تکفیری روش کو تقویت بہم پہنچانے پر اپنی توانائیاں صرف کیں، جس کی رُو سے صحاحِ ستہ اور دیگر بہت سی کتبِ احادیث بھی قابلِ اعتبار نہ ٹھہریں گی، جن میں شیعہ و روافض راوی پائے جاتے ہیں،

اور اس کے لیے پھر موصوف کو مذکورہ اطلاق ختم کر کے ایسے ویسے شیعہ کی تقسیم کرنی پڑے گی، اور یہ سب کچھ تقسیم کرنے کے باوجود، شاید وہ اپنے اطلاق کے موقف پر پھر بھی ڈَٹے رہنے سے باز نہ آئیں، اور دوسروں کی تقسیم پر اعتراض کرنے پر مُصِر رہیں۔

ثانیاً بندہ نے ''تکفیرِ شیعہ'' کے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے، وہ اگر مجتہدین فقہائے کرام اور محققینِ عظام کے بیان کردہ قول اور شرعی و فقہی قواعد وضوابط کے مطابق ہو، اور ساتھ ہی متعدد محققین واکابر کی تصریحات بھی درج ہوں، اور اس کے علاوہ بھی اس سلسلہ میں مزید سینکڑوں حوالہ جات موجود ہوں، ان سب کو نظر انداز کر کے، اس کی نسبت محض بندہ کی رائے کی طرف کرنا ''چہ معنیٰ دارد''۔

اہلِ اہواء واہلِ بدعت، بشمولِ خوارج وروافض کی علی الاطلاق عدمِ تکفیر کے متعلق باحوالہ کلام پہلے گزر چکا ہے، جبکہ ہم نے مزید احتیاط کے لیے اس میں کفریہ عقائد ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے تقسیم بھی کر دی ہے، تاکہ کسی قسم کا شک وابہام نہ رہے، ورنہ تو متقدمین جمہور فقہائے کرام نے اس تقسیم کی بھی ضرورت نہ سمجھی، انہوں نے مطلقاً ہی عدمِ تکفیر کا قول کیا۔

چونکہ موصوف کی طرف سے اس طرح خلطِ مبحث کا ارتکاب بعض عوام کے لیے سنگین غلط فہمیوں کا باعث ہوسکتا ہے، اس لیے لاکھوں لوگوں کی تکفیر جیسے اس اہم مسئلے پر ''دودھ کا دودھ، اور پانی کا پانی'' کرنا ضروری ہے۔

قوتِ نافذہ کی کمی وتحقیقی شعور کے فقدان کے الزام پر کلام

اس کے بعد موصوف نے اپنے مضمون میں تحریر کیا ہے کہ:

''آپ کے مضمون کے لفظ لفظ سے قوتِ نافذہ کی کمی اور تحقیقی شعور کے نہج کا شدید فقدان محسوس ہوا''۔ انتھٰی۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اگر موصوف کو بندہ کے تحریر اور نقل کردہ مضمون کے لفظ لفظ سے

قوتِ نافذہ کی کمی، اور تحقیقی شعور کے نہج کا شدید فقدان محسوس ہوا، تو اس مضمون میں اکثر الفاظ تو بندہ کے تھے ہی نہیں، بلکہ زیادہ تر الفاظ دیگر علماء واکابر کے تھے، لہٰذا اس الزام کی نسبت بھی ان ہی حضرات کی طرف کرنی چاہیے تھی۔

کیا واقعتاً موصوف ان اکابر علماء کی تحریر کے لفظ لفظ میں تحقیقی شعور کے نہج کا شدید فقدان محسوس کرتے ہیں؟

پھر موصوف کے اس الزام سے بندہ کے بیان کردہ موقف اور ان اکابر علماء کے الفاظ پر کیا اثر پڑتا ہے، جن کا قول اکثر اور جمہور فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام کے اصولوں سے ماخوذ ہے، جنہوں نے نہ تو علی الاطلاق اہلِ تشیع کی تکفیر کی، اور نہ ان کے کسی مخصوص فرقہ کی تکفیر کی۔

پھر اولاً تو کسی کا اس جیسا احساس کوئی شرعی ودینی دلیل نہیں، نہ ہی بندہ اور اکابر علماء کے موقف کا مدار، کسی کے اس طرح احساس پر ہے۔

اور نہ ہی اکابر علماء، موصوف کے مقلد ومتبع ہیں، چہ جائیکہ سابق جمہور مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام کو اس کا مکلّف قرار دیا جائے۔

دوسرے بندہ کا مقصود صرف ایک استفتاء کا جواب تھا، اور کسی بھی مفتی کا محض فتویٰ، بذاتِ خود، نفاذ کی طاقت نہیں رکھتا، نفاذ کا تعلق، مفتی کے فتوے کے بجائے، حاکم وقاضی کے فیصلے سے ہے، لہٰذا کسی فتوے میں قوتِ نافذہ کی کمی سے کون سا فرق پڑتا ہے۔

البتہ اگر موصوف قاضی وحاکم ہوتے، اور وہ کوئی فیصلہ کرنے کے لیے بندہ سے استفتاء کرتے، اور ان کو اس فتوے کے نفاذ میں دشواری محسوس ہوتی، تو الگ بات تھی، اگرچہ اس شکایت کی ذمہ داری بندہ پر پھر بھی عائد نہ ہوتی، لیکن یہاں صورتِ حال اس طرح ہے ہی نہیں۔

تیسرے اگر کسی مستفتی کو کسی مفتی پر اعتماد ہو، اور وہ اس سے اپنے کسی شرعی مقصد کے لیے فتویٰ طلب کر کے، اس کے مطابق عمل کرے، تو کسی دوسرے اور ایرا غیرا کے قوتِ نافذہ کی کمی،

بلکہ سرے سے قوتِ نافذہ کے فقدان کا دعویٰ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اس کو چاہیے کہ جو مستفتی، اس سے استفتاء کرے، اور اس کے فتوے پر اعتماد کرے، اسے اپنی رائے دے دے، اور اگر اسے قاضی وحاکم بن کر اس فتوے کو کسی پر نافذ کرنے کا زیادہ شوق ہو، تو اس پر اپنی زور آزمائی کرے، لیکن جو مستفتی، نہ تو اس کو مفتی سمجھتا ہو، اور نہ ہی اس سے استفتاء کی خواہش رکھتا ہو، چہ جائیکہ اس کو حاکم وقاضی سمجھتا ہو، اس پر اپنی رائے کی قوتِ نافذہ کا زور لگانا ''مان نہ مان، میں تیرا مہمان'' والی بات ہی کہلائے گی۔

واقعہ یہ ہے کہ بندہ پر موصوف کے اس دعوے اور احساس سے زیادہ، ان محققین واکابر کی رائے اور ان کے بیان کردہ، نہایت مستحکم ومضبوط شرعی واصولی دلائل کا اثر غالب ہے، جن کی تحقیق اور ان کے بیان کردہ دلائل پر، بندہ کے نقل کردہ موقف کا مدار ہے، اور بندہ اُن حضرات میں تحقیقی شعور کے فقدان کو تو درکنار، اس مسئلہ میں تحقیقی شعور کی کمی بھی محسوس نہیں کرتا، بلکہ ان کو تحقیقی شعور کے نہج میں کمال درجہ کا محقق سمجھتا ہے، اور اگر بندہ سے استفتاء طلب کرنے والے مستفتی کا بھی ان اکابر، اور ان کی بیان کردہ رائے کے متعلق یہی گمان ہو، تو پھر موصوف کی حیثیت محض ''تین میں نہ تیرہ میں'' کی ہی ہو کر رہ جاتی ہے۔

البتہ موصوف کے ذمہ ایک سوال کا جواب پھر بھی باقی رہ جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ نے تمام اہلِ اہواء کی گواہی قبول کرنے کا حکم لگایا، روافض کی گواہی قبول کرنے کا بھی حکم لگایا، سوائے ان کے خطابیہ فرقے کے، تو ان مجتہدینِ عظام کے فتوے کے مطابق، جن روافض گواہوں کی گواہیوں پر اسلامی عدالتوں میں صدیوں تک فیصلے ہوتے رہے اور ان کا نفاذ بھی ہوتا رہا، وہاں کیا موصوف جیسے کوئی قاضی موجود نہ تھے، جو اس نفاذ کو موثر ہونے سے روک پاتے؟

نہ معلوم تاریخِ اسلام میں ایسے گواہوں کی بنیاد پر کتنے فیصلے ہوئے ہوں گے، اور نکاح بھی ہوئے ہوں گے اور نہ معلوم کتنے سنی مسلمان اس طرح کے نکاح کے نتیجے میں نسل در نسل پیدا

ہوتے رہے ہوں گے، اب اگر دنیا میں موصوف کا اس نفاذ کو غیر مؤثر بنانے کا شوق پورا نہ ہو سکا، تو آخرت میں ہی عند اللہ مذکورہ مجتہدین اور ان کے مقلدین ومتبعین، مفتیان وقاضیان اور عوام کا سامنا ہونے پر نفاذ کا شوق پورا ہونے کی صورت باقی رہ جاتی ہے۔

"فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ " [1]

---

[1] وقال الإمام الشافعی أقبل شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية؛ لأنهم يشهدون بالزور لموافقيهم وما ذكره المصنف أنه ظاهر قول أبی حنيفة جزم بحكايته عنه الحاكم صاحب المختصر فی كتاب المنتقی وهو المعتمد اهـ.

فالحاصل أن المذهب عدم تكفير أحد من المخالفين فيما ليس من الأصول المعلومة من الدين ضرورة، ويدل عليه قبول شهادتهم إلا الخطابية ولم يفصلوا فی كتاب الشهادات فدل ذلک علی أن هذه الفروع المنقولة من الخلاصة وغيرها بصريح التكفير لم تنقل عن أبی حنيفة وإنما هی من تفريعات المشايخ كألفاظ التكفير المنقولة فی الفتاوی والله سبحانه هو الموفق.وفی جمع الجوامع وشرحه ولا نكفر أحدا من أهل القبلة ببدعة كمنكری صفات الله تعالی وخلقه أفعال عباده وجواز رؤيته يوم القيامة ومنا من كفرهم أما من خرج ببدعته من أهل القبلة كمنكری حدوث العالم والبعث والحشر للأجسام والعلم بالجزئيات فلا نزاع فی كفرهم لإنكارهم بعض ما علم مجیء الرسول به ضرورة اهـ.(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ١، ص ٣٧١،٣٧٢، كتاب الصلاة،باب الإمامة)

"و "الخطابية:أصحاب أبی الخطاب محمد بن أبی زينب الأسدی الأجدع مولی بنی أسد، وهو الذی عزا نفسه إلی أبی عبد الله جعفر بن محمد الصادق رضی الله عنه .فلما وقف الصادق علی غلوه الباطل فی حقه تبرأ منه ولعنه، وأمر أصحابه بالبراء ة منه .وشدد القول فی ذلک، وبالغ فی التبری منه واللعن عليه .فلما اعتزل عنه ادعی الإمامة لنفسه.

زعم أبو الخطاب أن الأئمة أنبياء ثم آلهة .وقال بإلهية جعفر بن محمد، وإلهية آبائه رضی الله عنهم .وهم أبناء الله وأحباؤه .والإلهية نور فی النبوة، والنبوة نور فی الإمامة .ولا يخلو العالم من هذه الآثار والأنوار .وزعم أن جعفرا هو الإله فی زمانه، وليس هو المحسوس الذی يرونه .ولكن لما نزل إلی هذا العالم لبس تلک الصورة فرآه الناس فيها.

ولما وقف عيسی بن موسی صاحب المنصور علی خبث دعوته قتله بسبخة الكوفة .وافترقت الخطابية بعده فرقا.

فزعمت فرقة أن الإمام بعد أبی الخطاب رجل يقال له معمر، ودانوا به كما دانوا بأبی الخطاب . وزعموا أن الدنيا لا تفنی، وأن الجنة هی التی تصيب الناس من خير ونعمة وعافية .وأن النار هی التی تصيب الناس من شر ومضقة وبلية .واستحلوا الخمر والزنا، وسائر المحرمات، ودانوا بترک الصلاة والفرائض، وتسمی هذه الفرقة المعمرية.

وزعمت طائفة أن الإمام بعد أبی الخطاب :بزيغ، وكان يزعم أن جعفرا هو الإله؛ أی ظهر الإله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''مدعی سست، گواہ چست'' کے الزام پر کلام

اس کے بعد موصوف تحریر فرماتے ہیں:

''آنجناب نے اثنا عشریوں کو تحریفِ قرآنِ مجید کے قائلین میں سے خارج کر کے ''مدعی سست گواہ چست'' ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے''۔ انتہٰی۔

موصوف نے مذکورہ عبارت میں بندہ کی طرف جو الزام عائد کیا ہے، بندہ کا یہ موقف، ہرگز نہیں، بندہ کے مضمون میں بندہ کے موقف کا یہ نتیجہ صاف طور پر یہ مذکور ہے کہ:

''تحریفِ قرآن'' کا عقیدہ، بعض شیعہ ''امامیہ'' کا ہے، نہ تو تمام شیعوں کا ہے، اور نہ ہی تمام ''شیعہ اثنا عشریہ'' کا یہ عقیدہ ہے''۔

اب اگر موصوف نے بندہ کے موقف کے نتیجہ کو صحیح طرح سمجھا نہ ہو، تو انہیں دوبارہ ملاحظہ کر کے سمجھ لینا چاہیے، اور اس کے بعد ان کو یہ واضح کرنا چاہیے کہ:

''اُن کے نزدیک ''تحریفِ قرآن'' کا عقیدہ، بعض شیعہ کے بجائے، تمام شیعوں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بصورته للخلق، وزعم أن كل مؤمن يوحى إليه من الله، وتأول قول الله تعالى :(وما كان لنفس أن تؤمن إلا بإذن الله)أى بوحى إليه من الله، وكذلك قوله تعالى :(وأوحى ربك إلى النحل)وزعم أن من أصحابه من هو أفضل من جبريل وميكائيل، وزعم أن الإنسان إذا بلغ الكمال لا يقال له إنه قد مات، ولكن الواحد منهم إذا بلغ النهاية قيل رجع إلى الملكوت، وادعوا كلهم معاينة أمواتهم، وزعموا أنهم يرونهم بكرة وعشية، وتسمى هذه الطائفة البزيغية.

وزعمت طائفة أن الإمام بعد أبى الخطاب :عمير بن بيان العجلى، وقالوا كما قالت الطائفة الأولى، إلا أنهم اعترفوا بأنهم يموتون، وكانوا قد نصبوا خيمة بكناسة السكوفة يجتمعون فيها على عبادة الصادق رضى الله عنه، فرفع خبرهم إلى يزيد بن عمر بن هبيرة، فأخذ عميرا فصلبه فى كناسة الكوفة، وتسمى هذه الطائفة العجلية والعميرية أيضا.

وزعمت طائفة أن الإمام بعد أبى الخطاب مفضل الصيرفى .وكانوا يقولون بربوبية جعفر دون نبوته ورسالته .وتسمى هذه الفرقة المفضلية.

وتبرأ من هؤلاء كلهم جعفر بن محمد الصادق رضى الله عنه وطردهم ولعنهم .فإن القوم كلهم حيارى، ضالون، داهلون بحال الأئمة تائهون(الملل والنحل،للشهرستانى،ج ١،ص ١٧٩ الٰى ١٨١، الفصل السادس :الشيعة، الغالية)

کا، یا تمام ''امامیہ'' کا، یا تمام ''اثنا عشریوں'' کا ہے''۔

پھر ان تمام شیعوں، یا اس فرقے سے تعلق رکھنے اور دنیا جہان کے کونے کونے میں بسنے والے تمام شیعوں سے تحریفِ قرآن کا ثبوت پیش کرنا چاہیے، پھر اس کے بعد اگلے مرحلے میں ان کے مختلف علماء کی اُن تحریروں اور تقریروں کا جواب دینا چاہیے، جن میں انہوں نے اس عقیدے کا انکار کیا ہے، یا اس سے برائت ظاہر کی ہے۔

اسی کے ساتھ شیعوں کے نزدیک تحریفِ قرآن کے معنیٰ اور اس کی اقسام وانواع کو بھی، ان کے حوالے سے نقل کرنا چاہیے، تاکہ ان کی روشنی میں تکفیر کا جائزہ لیا جاسکے، کیونکہ کسی مذہب وقوم کی مخصوص اصطلاح کو نظر انداز کر کے اپنی، یا کسی دوسرے کی اصطلاح کے مطابق حکم لگانا درست نہیں، جیسا کہ علامہ ابنِ تیمیہ ودیگر اہلِ علم حضرات نے تصریح فرمائی ہے۔ [1]

ساتھ ہی موصوف کو یہ بھی واضح کرنا چاہئے کہ اگر کسی کتاب میں کوئی روایت مروی ہو، اور مؤلف ومصنف نے بحیثیتِ روایت کے ہی اس کو نقل کیا ہو، تو کیا اس کی وجہ سے اس مصنف ومؤلف کے عقیدہ کا بھی اس کے مطابق وموافق ہونا لازم آتا ہے؟

---

[1] وإلا حرف الكلم عن مواضعه فإن كثيرا من الناس ينشأ على اصطلاح قومه وعادتهم فى الألفاظ ثم يجد تلك الألفاظ فى كلام الله أو رسوله أو الصحابة فيظن أن مراد الله أو رسوله أو الصحابة بتلك الألفاظ ما يريده بذلك أهل عادته واصطلاحه ويكون مراد الله ورسوله والصحابة خلاف ذلك .وهذا واقع لطوائف من الناس من أهل الكلام والفقه والنحو والعامة وغيرهم وآخرون يتعمدون وضع ألفاظ الأنبياء وأتباعهم على معانى أخر مخالفة لمعانيهم ثم ينطقون بتلك الألفاظ مريدين بها ما يعنونه هم ويقولون :إنا موافقون للأنبياء وهذا موجود فى كلام كثير من الملاحدة المتفلسفة والإسماعيلية ومن ضاهاهم من ملاحدة المتكلمة والمتصوفة مثل من وضع " المحدث "و "المخلوق "و "المصنوع "على ما هو معلول وإن كان عنده قديما أزليا ويسمى ذلك "الحدوث الذاتى "ثم يقول :نحن نقول إن العالم محدث وهو مراده .ومعلوم أن لفظ المحدث بهذا الاعتبار ليس لغة أحد من الأمم وإنما المحدث عندهم ما كان بعد أن لم يكن. وكذلك يضعون لفظ "الملائكة "على ما يثبتونه من العقول والنفوس وقوى النفس .ولفظ " الجن "و "الشياطين "على بعض قوى النفس ثم يقولون :نحن نثبت ما أخبرت به الأنبياء وأقر به جمهور الناس من الملائكة والجن والشياطين(مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج ۱، ص ۲۴۳، التوسل والوسيلة، الروضة بين البيت والمنبر)

اور اگر ایسا ہی ہو، تو اہلُ السنۃ والجماعۃ کے محدثین اور علماء کی جن کتب میں اس طرح کی قابلِ تاویل، ضعیف، یا شدید ضعیف، یا جھوٹی روایات موجود ہیں، اور انہوں نے ان روایات کی نہ تصدیق کی ہو اور نہ تردید کی ہو، تو کیا اہلُ السنۃ والجماعۃ کے ان محدثین وعلماء کی طرف بھی ان روایات کے مطابق عقائد وافکار کی نسبت کرنا، درست قرار پا سکتا ہے، یا اس سلسلے میں دیگر محدثین ومحققین اور علماء کی تاویلات وتوجیہات اور اسنادی حیثیت وغیرہ سے متعلق آراء کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے؟ اور یہ اصول صرف اپنے لیے ہی مؤثر ہے، یا دوسروں کو بھی اس اصول پر عمل درآمد کرنے کا حق ہے؟ [1]

---

[1] حدثنا عبد الله بن مسلمة القعنبي، عن مالک، عن عبدالله بن أبي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم، عن عمرة بنت عبد الرحمن ،عن عائشة أنها قالت: كان فيما أنزل الله عز وجل من القرآن: (عشر رضعات يحرمن) ثم نسخن بـ: (خمس معلومات يحرمن) فتوفي، النبي – صلى الله عليه وسلم – وهن مما يقرأ من القرآن (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۲۰۶۲، كتاب النكاح، باب هل يحرم ما دون خمس رضعات)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح.

وهو عند مالک فی "الموطأ2 /608 "، ومن طريقه أخرجه مسلم (1452)، والترمذی (1184)، والنسائی فی "الكبرى .(5425) "ولفظه: (عشر رضعات معلومات يحرمن) وصححه ابن حبان .(4221)

وأخرجه مسلم (1452)، وابن ماجه (1942)من طريقين عن عمرة بنت عبد الرحمن، به .ورواية مسلم: ثم نزل أيضا: (خمس معلومات).

وأخرج ابن ماجه (1944)من طريق القاسم بن محمد، عن عائشة، قالت: لقد نزلت آية الرجم، ورضاعة الكبير عشرا، ولقد كان فی صحيفة تحت سريری، فلما مات رسول الله – صلى الله عليه وسلم – وتشاغلنا بموته، دخل داجن فأكلها .وهذا حديث لا يصح، تفرد به محمد بن إسحاق صاحب المغازی، وفی متنه نكارة.وهو فی "المسند .(26316) "(حاشية سنن ابی داؤد)

حدثنا أبو علي الحافظ، أنبأ عبدان الأهوازي، ثنا عمرو بن محمد الناقد، ثنا محمد بن يوسف، ثنا سفيان، عن شعبة، عن جعفر بن إياس، عن مجاهد، عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله تعالى :(لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستأنسوا)قال :أخطأ الكاتب حتى تستأذنوا (مستدرک حاكم، رقم الحديث ۳۴۹۶)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه "

وقال الذهبي في التلخيص:على شرط البخاري ومسلم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی کے ساتھ بہت سے خوارج، معتزلہ وجہمیہ وغیرہ سے متعلق کتب میں بھی بہت سی کفریہ باتیں موجود ہیں، خاص طور پر علمِ کلام سے متعلق کتابوں میں، اس طرح کی کفریہ باتوں کی کمی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا عفان، حدثنا صخر بن جويرية، قال: حدثنا إسماعيل المكى، قال: حدثنى أبو خلف مولى بنى جمح، أنه دخل مع عبيد بن عمير على عائشة أم المؤمنين فى سقيفة زمزم، ليس فى المسجد ظل غيرها، فقالت: مرحبا، وأهلا بأبى عاصم يعنى عبيد بن عمير، ما يمنعك أن تزورنا، أو تلم بنا؟ فقال: أخشى أن أملك، فقالت: ما كنت تفعل ، قال: جئت أن أسألك عن آية فى كتاب الله عز وجل، كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرؤها؟ فقالت: أية آية؟ فقال: " الذين يؤتون ما آتوا "، أو "الذين يأتون ما أتوا "، فقالت: أيتهما أحب إليك؟ قال: قلت: والذى نفسى بيده، لإحداهما أحب إلى من الدنيا جميعا، أو الدنيا وما فيها، قالت: أيتهما؟ قلت: " الذين يأتون ما أتوا "، قالت: " أشهد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كذلك كان يقرؤها، وكذلك أنزلت، أو قالت: أشهد لكذلك أنزلت، وكذلك كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرؤها، ولكن الهجاء حرف "(مسند احمد،رقم الحديث ٢٤٦٤١)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف، أبو خلف مولى بنى جمح، من رجال "التعجيل "مجهول الحال، روى عنه اثنان، أحدهما طلحة بن عمرو المكى، وهو متروك، ولم يؤثر توثيقه عن أحد، وجهله الحسينى جهالة عين، فقال: لا يعرف(حاشية مسند احمد)

حدثنا حجاج، عن ابن جريج، قال: أخبرنى ابن أبى حميد، عن حميدة بنت أبى يونس، قالت: قرأ على أبى، وهو ابن ثمانين سنة، فى مصحف عائشة: (إن الله وملائكته يصلون على النبى .يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما وعلى الذين يصلون الصفوف الأولى) قالت: قبل أن يغير عثمان المصاحف .قال: قال ابن جريج: وأخبرنى ابن أبى حميد، عن عبد الرحمن بن هرمز وغيره مثل ذلك فى مصحف عائشة(فضائل القرآن للقاسم بن سلام،ص ٣٢٤،هذا جماع أحاديث القرآن وإثباته فى كتابه وتأليفه وإقامة حروفه ،باب ما رفع من القرآن بعد نزوله ولم يثبت فى المصاحف)

وروى الطبرى من طرق عن مجاهد وقتادة وغيرهما أفلم ييأس أى أفلم يعلم وروى الطبرى وعبد بن حميد بإسناد صحيح كلهم من رجال البخارى عن بن عباس أنه كان يقرؤها أفلم يتبين ويقول كتبها الكاتب وهو ناعس ومن طريق بن جريج قال زعم بن كثير وغيره أنها القراء ة الأولى وهذه القراء ة جاء ت عن على وبن عباس وعكرمة وبن أبى مليكة وعلى بن بديمة وشهر بن حوشب وعلى بن الحسين وابنه زيد وحفيده جعفر بن محمد فى آخر من قرؤوا كلهم أفلم يتبين وأما ما أسنده الطبرى عن بن عباس فقد اشتد إنكار جماعة ممن لا علم له بالرجال صحته وبالغ الزمخشرى فى ذلك كعادته إلى أن قال وهى والله فرية ما فيها مرية وتبعه جماعة بعده والله المستعان وقد جاء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

نہیں، لیکن ان کفریہ باتوں کو ملاحظہ کرنے کے باوجود، جمہور مجتہدین محققین نے ان فرقوں پر علی الاطلاق تکفیر کا حکم کیوں نہیں لگایا؟ موصوف کو اس کا جواب بھی جمہور مجتہدین وفقہائے کرام کی عبارات کی روشنی میں واضح کرنا چاہیے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن ابن عباس نحو ذلک فی قوله تعالی وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إياه قال ووصی التزقت الواو فی الصاد أخرجه سعيد بن منصور بإسناد جيد عنه وهذه الأشياء وإن كان غيرها المعتمد لكن تكذيب المنقول بعد صحته ليس من دأب أهل التحصيل فلينظر فی تأويله بما يليق به(فتح الباری شرح صحيح البخاری، ج۸،ص ۳۷۳، كتاب التفسير،قوله سورة الرعد بسم الله الرحمن الرحيم)

وتفسير قضی ربک أن لا تعبدوا بمعنی وصی منقول من مصحف أبی بن كعب أخرجه الطبری وأخرجه أيضا من طريق قتادة قال هی فی مصحف بن مسعود ووصی ومن طريق مجاهد فی قوله وقضی قال وأوصی ومن طريق الضحاک أنه قرأ ووصی وقال ألصقت الواو بالصاد فصارت قافا فقرئت وقضی كذا قال واستنكروه منه(فتح الباری شرح صحيح البخاری، ج۸،ص ۳۸۹، كتاب التفسير، قوله وقضينا إلی بنی إسرائيل)

قال أبو عبيد فی فضائل القرآن :حدثنا أبو معاوية عن هشام بن عروة عن أبيه قال" :سألت عائشة عن لحن القرآن عن قوله تعالی :(إن هذان لساحران) وعن قوله تعالی :(والمقيمين الصلاة والمؤتون الزكاة) وعن قوله تعالی :(إن الذين آمنوا والذين هادوا والصابئون) فقالت :يا بن أخی هذا عمل الكتاب أخطئوا فی الكتاب "هذا إسناد صحيح علی شرط الشيخين.

وقال :حدثنا حجاج عن هارون بن موسی أخبرنی الزبير بن الخريت عن عكرمة قال :لما كتبت المصاحف عرضت علی عثمان فوجد فيها حروفا من اللحن فقال :لا تغيروها فإن العرب ستغيرها - أو قال :ستعربها بألسنتها لو كان الكاتب من ثقيف والمملی من هذيل لم توجد فيه هذه الحروف. أخرجه ابن الأنبا ری فی كتاب الرد علی من خالف مصحف عثمان وابن أشتة فی كتاب المصاحف. ثم أخرج ابن الأنبا ری نحوه من طريق عبد الأعلی بن عبد الله بن عامر وابن أشتة نحوه من طريق يحيی بن يعمر.

وأخرج من طريق أبی بشر عن سعيد بن جبير أنه كان يقرأ :(والمقيمين الصلاة) ويقول :هو لحن من الكاتب.

وهذه الآثار مشكلة جدا وكيف يظن بالصحابة أولا أنهم يلحنون فی الكلام فضلا عن القرآن وهم الفصحاء اللد ثم كيف يظن بهم ثانيا فی القرآن الذی تلقوه من النبی صلی الله عليه وسلم كما أنزل وحفظوه وضبطوه واتقوه ثم كيف يظن بهم ثالثا اجتماعهم كلهم علی الخطإ وكتابته !ثم كيف يظن بهم رابعا عدم تنبههم ورجوعهم عنه ثم كيف يظن بعثمان أنه ينهی عن تغييره !ثم كيف يظن أن القراء ة استمرت علی مقتضی ذلک الخطإ وهو مروی بالتواتر خلفا عن سلف !هذا مما يستحيل عقلا وشرعا وعادة .وقد أجاب العلماء عن ذلک بثلاثة أجوبة:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور کیا موصوف کے نزدیک ''لزومِ کفر'' اور ''التزامِ کفر'' میں کوئی فرق نہیں، اور ان کے نزدیک تکفیر کے لیے کوئی شرط اور مانع نہیں، اور کسی قول کا ''فی الجملہ'' یا ''علی العموم'' یا ''مطلق'' کفر ہونا، اور اس کی وجہ سے ''علی العین'' تکفیر کا حکم لگانا، دونوں ایک ہی درجہ اور حکم رکھتے ہیں، یا ان میں کوئی فرق بھی ہے؟

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أحدها :أن ذلک لا يصح عن عثمان فإن إسناده ضعيف مضطرب منقطع ولأن عثمان جعل للناس إماما يقتدون به فكيف يرى فيه لحنا ويتركه لتقيمه العرب بألسنتها !فإذا كان الذين تولوا جمعه وكتابته لم يقيموا ذلک وهم الخيار فكيف يقيمه غيرهم !وأيضا فإنه لم يكتب مصحفا واحدا بل كتب عدة مصاحف فإن قيل :إن اللحن وقع فی جميعها فبعيد اتفاقها على ذلک أو فی بعضها فهو اعتراف بصحة البعض ولم يذكر أحد من الناس أن اللحن كان فی مصحف دون مصحف ولم تأت المصاحف قط مختلفة إلا فيما هو من وجوه القراء ة وليس ذلک بلحن.

الوجه الثانی :على تقدير صحة الرواية إن ذلک محمول على الرمز والإشارة ومواضع الحذف نحو" :الكتب "، "والصابرين "وما أشبه ذلک.

الثالث :أنه مؤول على أشياء خالف لفظها رسمها كما كتبوا(ولا أوضعوا) و (لا أذبحنه) بألف بعد لا و (جزاؤا الظالمين) بواو وألف و "بأييد "بياء ين فلو قرء بظاهر الخط لكان لحنا وبهذا الجواب وما قبله جزم ابن أشتة فی كتاب المصاحف.

وقال ابن الأنباری فی كتاب " :الرد على من خالف مصحف عثمان "فی الأحاديث المروية عن عثمان فی ذلک :لا تقوم بها حجة لأنها منقطعة غير متصلة وما يشهد عقل بأن عثمان وهو إمام الأمة الذی هو إمام الناس فی وقته وقدوتهم يجمعهم على المصحف الذی هو الإمام فيتبين فيه خللا ويشاهد فی خطه زللا فلا يصلحه !كلا والله ما يتوهم عليه هذا ذو إنصاف وتمييز ولا يعتقد أنه أخر الخطأ فی الكتاب ليصلحه من بعده .وسبيل الجائين من بعده البناء على رسمه والوقوف عند حكمه .ومن زعم أن عثمان أراد بقوله" :أرى فيه لحنا "، أرى فی خطه لحنا إذا أقمناه بألسنتنا كان لحن الخط غير مفسد ولا محرف من جهة تحريف الألفاظ وإفساد الإعراب فقد أبطل ولم يصب لأن الخط منبء عن النطق فمن لحن فی كتبه فهو لاحن فی نطقه ولم يكن عثمان ليؤخر فسادا فی هجاء ألفاظ القرآن من جهة كتب ولا نطق ومعلوم أنه كان مواصلا لدرس القرآن متقنا لألفاظه موافقا على ما رسم فی المصاحف المنقذة إلى الأمصار والنواحی .ثم أيد ذلک بما أخرجه أبو عبيد قال :حدثنا عبد الرحمن بن مهدی عن عبد الله بن مبارک حدثنا أبو وائل -شيخ من أهل اليمن - عن هانء البربری مولى عثمان قال :كنت عند عثمان وهم يعرضون المصاحف فأرسلنی بكتف شاة إلى أبی بن كعب فيها (لم يتسن) وفيها (لا تبديل للخلق) وفيها (فأمهل الكافرين) قال :فدعا بالدواة فمحا أحد اللامين فكتب :(لخلق الله) ومحى (فأمهل) وكتب (فمهل) وكتب (لم يتسنه)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز اگر کسی مذہب ومسلک کے متقدمین ومتاخرین کی مسلمہ کتب میں کوئی مسئلہ مذکور ہو، لیکن متاخرین کا اس پر فتویٰ وعمل نہ ہو، جس کی وجہ سے وہ اس کے خلاف عمل کررہے ہوں، تو کیا ان کی مسلمہ کتب میں مذکور اس مسئلہ کی وجہ سے، تمام مسلک والوں کو غلط قرار دیا جاسکتا ہے؟

مثلاً حنفیہ کا اصل مذہب تعلیمِ قرآن اور امامت واذان وغیرہ جیسی طاعات پر اجرت کے عدمِ جواز کا ہے، جس کا ذکر حنفیہ کی مسلمہ کتب میں مذکور ہے، لیکن بعض متاخرین نے اصل مذہب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ألحق فيها الهاء .قال ابن الأنبارى :فكيف يدعى عليه أنه رأى فسادا فأمضاه وهو يوقف على ما كتب ويرفع الخلاف إليه الواقع من الناسخين ليحكم بالحق ويلزمهم إثبات الصواب وتخليده؟ !!انتهى (الإتقان فى علوم القرآن،لجلال الدين السيوطى، ج۲، ص ۳۲۰ الٰى ۳۲۳،النوع الحادى والأربعون :فى معرفة إعرابه)

الضرب الثالث :ما نسخ تلاوته دون حكمه وقد أورد بعضهم فيه سؤالا وهو ما الحكمة فى رفع التلاوة مع بقاء الحكم وهلا بقيت التلاوة ليجتمع العمل بحكمها وثواب تلاوتها.

وأجاب صاحب الفنون :بأن ذلک ليظهر به مقدار طاعة هذه الأمة فى المسارعة إلى بذل النفوس بطريق الظن من غير استفصال لطلب طريق مقطوع به فيسرعون بأيسر شىء كما سارع الخليل إلى ذبح ولده بمنام والمنام أدنى طريق الوحى وأمثلة هذا الضرب كثيرة.

قال أبو عبيد حدثنا إسماعيل بن إبراهيم عن أيوب عن نافع عن ابن عمر قال :لا يقولن أحدكم :قد أخذت القرآن كله وما يدريه ما كله قد ذهب منه قرآن كثير ولكن ليقل قد أخذت منه ما ظهر.

وقال :حدثنا ابن أبى مريم عن ابن لهيعة عن أبى الأسود عن عروة بن الزبير عن عائشة قالت كانت سورة الأحزاب تقرأ فى زمن النبى صلى الله عليه وسلم مائتى آية فلما كتب عثمان المصاحف لم يقدر منها إلا على ما هو الآن.

وقال :حدثنا إسماعيل بن جعفر عن المبارک بن فضالة عن عاصم بن أبى النجود عن زز بن حبيش قال :قال لى أبى بن كعب كأى تعد سورة الأحزاب قلت اثنتين وسبعين آية أو ثلاثة وسبعين آية قال إن كانت لتعدل سورة البقرة وإن كنا لنقرأ فيها آية الرجم قلت وما آية الرجم قال " :إذا زنا الشيخ والشيخة فارجموهما ألبتة نكالا من الله والله عزيز حكيم".

وقال :حدثنا عبد الله بن صالح عن الليث عن خالد بن يزيد عن سعيد بن أبى هلال عن مروان بن عثمان عن أبى أمامة بن سهل أن خالته قالت :لقد أقرأنا رسول الله صلى الله عليه وسلم آية الرجم : الشيخ والشيخة فارجموهما ألبتة بما قضيا من اللذة".

وقال :حدثنا حجاج عن ابن جريج أخبرنى ابن أبى حميد عن حميدة بنت أبى يونس قالت قرأ على أبى وهو ابن ثمانين سنة فى مصحف عائشة "إن الله وملائكته يصلون على النبى يأيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما وعلى الذين يصلون الصفوف الأول "قالت قبل :أن يغير عثمان المصاحف(الإتقان فى علوم القرآن،لجلال الدين السيوطى، ج۳، ص ۸۱، ۸۲،النوع السابع والأربعون :فى ناسخه ومنسوخه)

www.idaraghufran.org

سے عدول کر کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، اور اسی کے مطابق عمل جاری ہے، تو کیا حنفیہ کی مسلمہ کتب کے خلاف ہونے کی وجہ سے تمام معلمین، موذنین اور ائمہ حضرت کی تنخواہ واجرت کو حرام قرار دینا درست قرار پا سکتا ہے؟

اس طرح کے اور بھی کئی عملی وفکری مسائل مختلف مذاہب ومسالک میں پائے جاتے ہیں، بطورِ خاص علمِ کلام وفلسفہ سے متعلق بہت سی ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں، جن میں سے بعض چیزیں مختلف صوفیائے کرام، یا فقہائے عظام کی طرف بھی منسوب ہیں، اہلِ سنت کی جانب سے بھی ان کی طرف بعض متنازع افکار منسوب کیے گئے ہیں، جن کی مختلف تاویلات وتوجیہات کی جاتی رہیں، لیکن ان کی ''تکفیر'' تو درکنار ''تفسیق'' سے بھی اجتناب کیا گیا۔

واقعہ یہ ہے کہ ہر شخص کی فکری واعتقادی خطاء کو کفر قرار دینا درست نہیں، بلکہ اس میں تفصیل ہے، ورنہ بہت سے اہلِ سنت کی تکفیر بھی لازم آئے گی۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے مضامین وفتاویٰ میں اس مسئلہ کو نہایت محققانہ انداز میں بیان فرمایا ہے، یہاں تک کہ انہوں نے اہلِ اھواء کے بہت سے اختلافات کو بھی اجتہادی اختلاف کے زمرہ میں داخل مانا ہے۔ [1]

اور انہوں نے کئی اہلُ السنۃ علماء کی طرف سے متنازع وشاذ افکار کی مختلف ومتنوع مثالیں بھی ذکر فرمائی ہیں۔ [2]

---

[1] كان السلف يسمونهم أهل الأهواء :من الرافضة والخوارج وهذا الهوى موجود فى كثير من الفقراء والفقهاء إلا من عصمه الله.

وقد اختلف أصحابنا هل يدخل الفقهاء المختلفون فى اسم أهل الأهواء .على وجهين أدخلهم فى التقسيم القاضى أبو يعلى وكذلك قبله الشيخ أبو حامد الإسفراييني فيما أظن وأنكره ابن عقيل(مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج١٨، ص ٣٣٢، ٣٣٣، كتاب الحديث، فصل ثلاث منجيات وثلاث مهلكات)

[2] وأما القطعيات فأكثرهم يؤثم المخطء فيها، ويقول :إن السمع قد دل على ذلك .ومنهم من لا يؤثمه .والقول المحكى عن عبيد الله بن الحسن العنبرى هذا معناه أنه كان لا يؤثم المخطء من المجتهدين من هذه الأمة :لا فى الأصول ولا فى الفروع .وأنكر جمهور الطائفتين من أهل الكلام والرأى على عبيد الله هذا القول.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جن میں بعض مثالیں ایسی بھی ہیں، جو بظاہر تحریفِ قرآن کو بھی مستلزم ہیں۔

تمام تر تفصیل بیان کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا کہ:

’’بعض اہل السنۃ کے شاذ افکار کا سبب یہ بھی ہے کہ ان کو دلائلِ شرعیہ کے سمجھنے میں مغالطہ لگا، یا ان کے علم میں دلیلِ سمعی، شرعی، یا عقلی سے اسی طرح ثابت ہوا، جس میں ان کا تخطیہ کیا جائے گا، لیکن التزامِ کفر کی نسبت نہیں کی جائے گی، تا آنکہ تکفیر کے جملہ تقاضے پورے نہ ہوں‘‘۔ انتھٰی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما غير هؤلاء فيقول :هـذا قـول السلف وأئمة الفتوى، كأبى حنيفة والشافعى والثورى وداود بن على وغيرهم، لا يؤثمون مجتهدا مخطئا لا فى المسائل الأصولية ولا فى الفروعية، كما ذكر ذلك عـنهم ابن حزم وغيره .ولهـذا كـان أبـو حـنيفة والشافعى وغيرهما يقبلون شهادة أهل الأهواء ، إلا الخطابية ، ويصححون الصلاة خلفهم .والكافر لا تقبل شهادته على المسلمين، ولا يصلى خلفه.

وقالوا :هـذا هـو القول المعروف عن الصحابة والتابعين لهم بإحسان وأئمة الدين :إنهم لا يكفرون ولا يفسقون ولا يؤثمون أحدا من المجتهدين المخطئين، لا فى مسألة عملية ولا علمية.

قـالوا :والـفـرق بيـن مسـائـل الأصـول والـفـروع إنـمـا هو من أقوال أهل البدع من أهل الكلام من الـمعتزلة والجهمية ومن سلک سبيلهم .وانتـقـل هـذا الـقول إلى أقوام تكلموا بذلك فى أصول الفقه .ولم يعرفوا حقيقة هذا القول ولا غوره.

قالوا :والـفـرق فـى ذلک بين مسائل الأصول والفروع كما أنه بدعة محدثة فى الإسلام، لم يدل عـليهـا كتـاب ولا سـنة ولا إجـمـا ع، بـل ولا قـالها أحد من السلف والأئمة، فهى باطلة عقلا ;فإن المفرقين بيـن مـا جـعـلوه مسائل أصول ومسائل فروع لم يفرقوا بيـنهـمـا بفرق صحيح يميز بين الـنوعين(منهاج السنة النبوية، ج۵،ص۸۷،۸۸،الفصل الثانى فى أن مذهب الإمامية واجب الاتباع، قـاعـدة جامعة "لا بـد أن يـكـون مـع الإنسـان أصـول كـلية يـرد إليهـا الـجزئيات ليتكلم بعلم وعدل،الكلام فى تصويب المجتهدين وتخطئتهم وتأثيمهم فى مسائل الفروع والأصول)

[1] وأمـا الـقطعيات فأكثرهم يؤثم المخطء فيها ويقول :إن السمع قد دل على ذلک .ومنهم من لا يؤثمه .والقول المحكى عن عبيد الله بن الحسن العنبرى هذا معناه :أنه كان لا يؤثم المخطء من الـمـجتهـديـن مـن هـذه الأمة لا فى الأصول ولا فى الفروع وأنكر جمهور الطائفتين من أهل الكلام والرأى على عبيد الله هذا القول وأما غير هؤلاء فيقول :هذا قول السلف وأئمة الفتوى كأبى حنيفة والشـافـعى؛ والثورى وداود بن على؛ وغيرهم لا يؤثمون مجتهدا مخطئا فى المسائل الأصولية ولا فـى الـفـروعية كـمـا ذكـر ذلک عـنهـم ابن حزم وغيره؛ ولهذا كان أبو حنيفة والشافعى وغيرهما يقبلون شهادة أهل الأهواء إلا الخطابية ويصححون الصلاة خلفهم .والكافر لا تقبل شهادته على

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منهاجُ السنة'' میں فرمایا:

''سچ کی تکذیب، اور جھوٹ کی تصدیق کرنے میں کوئی جماعت، روافض سے زیادہ نہیں، کیونکہ اُن کے مذہب کے رئیس اور وہ ائمہ، جنہوں نے اس مذہب کا اختراع کیا، اور اس کی بنیاد رکھی تھی، وہ منافق وزندیق تھے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المسلمين ولا يصلى خلفه وقالوا :هذا هو القول المعروف عن الصحابة والتابعين لهم بإحسان وأئمة الدين :أنهم لا يكفرون ولا يفسقون ولا يؤثمون أحدا من المجتهدين المخطئين لا فى مسألة عملية ولا علمية قالوا :والفرق بين مسائل الفروع والأصول إنما هو من أقوال أهل البدع من أهل الكلام والمعتزلة والجهمية ومن سلك سبيلهم وانتقل هذا القول إلى أقوام تكلموا بذلك فى أصول الفقه ولم يعرفوا حقيقة هذا القول ولا غوره .قالوا :والفرق بين ذلك فى مسائل الأصول والفروع كما أنها محدثة فى الإسلام لم يدل عليها كتاب ولا سنة ولا إجماع بل ولا قالها أحد من السلف والأئمة فهى باطلة عقلا؛ فإن المفرقين بين ما جعلوه مسائل أصول ومسائل فروع لم يفرقوا بينهما بفرق صحيح يميز بين النوعين بل ذكروا ثلاثة فروق أو أربعة كلها باطلة.

فمنهم من قال :مسائل الأصول هى العلمية الاعتقادية التى يطلب فيها العلم والاعتقاد فقط؛ ومسائل الفروع هى العملية التى يطلب فيها العمل .قالوا :وهذا فرق باطل؛ فإن المسائل العملية فيها ما يكفر جاحده مثل :وجوب الصلوات الخمس والزكاة وصوم شهر رمضان؛ وتحريم الزنا والربا والظلم والفواحش .وفى المسائل العلمية ما لا يأثم المتنازعون فيه كتنازع الصحابة :هل رأى محمد ربه؟ وكتنازعهم فى بعض النصوص :هل قاله النبى صلى الله عليه وسلم أم لا؟ وما أراد بمعناه؟ وكتنازعهم فى بعض الكلمات :هل هى من القرآن أم لا؟ وكتنازعهم فى بعض معانى القرآن والسنة :هل أراد الله ورسوله كذا وكذا؟ وكتنازع الناس فى دقيق الكلام كمسألة الجوهر الفرد وتماثل الأجسام؛ وبقاء الأعراض ونحو ذلك فليس فى هذا تكفير ولا تفسيق .قالوا :والمسائل العملية فيها عمل وعلم فإذا كان الخطأ مغفورا فيها فالتى فيها علم بلا عمل أولى أن يكون الخطأ فيها مغفورا.

ومنهم من قال :المسائل الأصولية هى ما كان عليها دليل قطعى؛ والفرعية ما ليس عليها دليل قطعى .قال أولئك :وهذا الفرق خطأ أيضا؛ فإن كثيرا من المسائل العملية عليها أدلة قطعية عند من عرفها وغيرهم لم يعرفها وفيها ما هو قطعى بالإجماع كتحريم المحرمات ووجوب الواجبات الظاهرة ثم لو أنكرها الرجل بجهل وتأويل لم يكفر حتى تقام عليه الحجة كما أن جماعة استحلوا شرب الخمر على عهد عمر منهم قدامة ورأوا أنها حلال لهم؛ ولم تكفرهم الصحابة حتى بينوا لهم خطأهم فتابوا ورجعوا .وقد كان على عهد النبى صلى الله عليه وسلم طائفة أكلوا بعد طلوع الفجر حتى تبين لهم الخيط الأبيض من الخيط الأسود؛ ولم يؤثمهم النبى صلى الله عليه وسلم فضلا عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے باوجود ''روافض'' میں سے اکثر نہ تو منافق ہیں، اور نہ کافر ہیں، بلکہ اُن کے بعض لوگ مومن، اور عملِ صالح کے حامل ہیں، اور ان میں سے بعض مخطی ہیں، جن کی خطاء معاف کی جاسکتی ہے، اور ان میں سے بعض گناہ گار ہیں، جن کے لیے اللہ سے مغفرت کی امید کی جاسکتی ہے، لیکن قرآن اور حدیث کے معنیٰ سے جہل اُن سب کو شامل ہے، اسی لیے ان میں سے کوئی بھی علم اور دین کے اندر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تكفيرهم وخطؤهم قطعي. وكذلك أسامة بن زيد قد قتل الرجل المسلم وكان خطؤه قطعيا وكذلك الذين وجدوا رجلا في غنم له فقال: إني مسلم فقتلوه وأخذوا ماله كان خطؤهم قطعيا. وكذلك خالد بن الوليد قتل بني جذيمة وأخذ أموالهم كان مخطئا قطعا. وكذلك الذين تيمموا إلى الآباط وعمار الذي تمعك في التراب للجنابة كما تمعك الدابة بل والذين أصابتهم جنابة فلم يتيمموا ولم يصلوا كانوا مخطئين قطعا. وفي زماننا لو أسلم قوم في بعض الأطراف ولم يعلموا بوجوب الحج أو لم يعلموا تحريم الخمر لم يحدوا على ذلك وكذلك لو نشئوا بمكان جهل. وقد زنت على عهد عمر امرأة فلما أقرت به قال عثمان: إنها لتستهل به استهلال من لا يعلم أنه حرام. فلما تبين للصحابة أنها تعرف التحريم لم يحدوها واستحلال الزنا خطأ قطعا. والرجل إذا حلف على شيء يعتقده كما حلف عليه فتبين بخلافه فهو مخطء قطعا ولا إثم عليه باتفاق وكذلك لا كفارة عليه عند الأكثرين. ومن اعتقد بقاء الفجر فأكل فهو مخطء قطعا إذا تبين له الأكل بعد الفجر؛ ولا إثم عليه وفي القضاء نزاع وكذلك من اعتقد غروب الشمس فتبين بخلافه. ومثل هذا كثير. وقول الله تعالى في القرآن: (ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا) قال الله تعالى ": قد فعلت" ولم يفرق بين الخطأ القطعي في مسألة قطعية أو ظنية. والظني ما لا يجزم بأنه خطأ إلا إذا كان أخطأ قطعا قالوا: فمن قال: إن المخطء في مسألة قطعية أو ظنية يأثم فقد خالف الكتاب والسنة والإجماع القديم.

قالوا: وأيضا فكون المسألة قطعية أو ظنية هو أمر إضافي بحسب حال المعتقدين ليس هو وصفا للقول في نفسه؛ فإن الإنسان قد يقطع بأشياء علمها بالضرورة؛ أو بالنقل المعلوم صدقه عنده وغيره لا يعرف ذلك لا قطعا ولا ظنا. وقد يكون الإنسان ذكيا قوي الذهن سريع الإدراك فيعرف من الحق ويقطع به ما لا يتصوره غيره ولا يعرفه لا علما ولا ظنا. فالقطع والظن يكون بحسب ما وصل إلى الإنسان من الأدلة وبحسب قدرته على الاستدلال والناس يختلفون في هذا وهذا فكون المسألة قطعية أو ظنية ليس هو صفة ملازمة للقول المتنازع فيه حتى يقال: كل من خالفه قد خالف القطعي بل هو صفة لحال الناظر المستدل المعتقد وهذا مما يختلف فيه الناس فعلم أن هذا الفرق لا يطرد ولا ينعكس. ومنهم من فرق بفرق ثالث وقال: المسائل الأصولية هي المعلومة بالعقل فكل مسألة علمية استقل العقل بدركها فهي من مسائل الأصول التي يكفر أو يفسق مخالفها. والمسائل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسلمانوں کے ائمہ میں امام شمار نہیں ہوتا، اور ان کے مذہب کی بنیاد کو ''زنادقہ، منافقین'' نے گھڑا تھا، جن کا مقصد، دینِ اسلام میں فساد پیدا کرنا تھا، اور میں نے روافض کے مذہب کی بہت سی کتابوں کو دیکھا ہے، اور اُن کے اقوال ملاحظہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الفروعية هى المعلومة بالشرع قالوا :فالأول كمسائل الصفات والقدر؛ والثانى كمسائل الشفاعة وخروج أهل الكبائر من النار.

فيقال لهم :ما ذكرتموه بالضد أولى فإن الكفر والفسق أحكام شرعية ليس ذلك من الأحكام التى يستقل بها العقل .إلى أن قال :وحينئذ فإن كان الخطأ فى المسائل العقلية التى يقال :إنها أصول الدين كفرا فهؤلاء السالكون هذه الطرق الباطلة فى العقل المبتدعة فى الشرع هم الكفار لا من خالفهم وإن لم يكن الخطأ فيها كفرا فلا يكفر من خالفهم فيها فثبت أنه ليس كافرا فى حكم الله ورسوله على التقديرين ولكن من شأن أهل البدع أنهم يبتدعون أقوالا يجعلونها واجبة فى الدين بل يجعلونها من الإيمان الذى لا بد منه ويكفرون من خالفهم فيها ويستحلون دمه كفعل الخوارج والجهمية والرافضة والمعتزلة وغيرهم .وأهل السنة لا يبتدعون قولا ولا يكفرون من اجتهد فأخطأ وإن كان مخالفا لهم مستحلا لدمائهم كما لم تكفر الصحابة الخوارج مع تكفيرهم لعثمان وعلى ومن والاهما واستحلالهم لدماء المسلمين المخالفين لهم .وكلام هؤلاء المتكلمين فى هذه المسائل بالتصويب والتخطئة والتأثيم ونفيه والتكفير ونفيه؛ لكونهم بنوا على القولين المتقدمين فى قول القدرية الذين يجعلون كل مستدل قادرا على معرفة الحق فيعذب كل من لم يعرفه؛ وقول الجهمية الجبرية الذين يقولون :لا قدرة للعبد على شىء أصلا بل الله يعذب بمحض المشيئة فيعذب من لم يعمل ذنبا قط وينعم من كفر وفسق وقد وافقهم على ذلك كثير من المتأخرين. وهؤلاء يقولون :يجوز أن يعذب الأطفال والمجانين وإن لم يفعلوا ذنبا قط ثم منهم من يجزم بعذاب أطفال الكفار فى الآخرة ومنهم من يجوزه ويقول :لا أدرى ما يقع؟ وهؤلاء يجوزون أن يغفر لأفسق أهل القبلة بلا سبب أصلا ويعذب الرجل الصالح على السيئة الصغيرة وإن كانت له حسنات أمثال الجبال بلا سبب أصلا بل بمحض المشيئة .وأصل الطائفتين أن القادر المختار يرجح أحد المتماثلين على الآخر بلا مرجح إلى آخر ما نقل -رحمه الله -ثم قال :وبهذا يظهر القول الثالث فى هذا الأصل وهو :أنه ليس كل من اجتهد واستدل يتمكن من معرفة الحق ولا يستحق الوعيد إلا من ترك مأمورا أو فعل محظورا وهذا هو قول الفقهاء والأئمة وهو القول المعروف عن سلف الأمة وقول جمهور المسلمين وهذا القول يجمع الصواب من القولين.

فالصواب من القول الأول قول الجهمية الذى وافقوا فيه السلف والجمهور وهو أنه ليس كل من طلب واجتهد واستدل يتمكن من معرفة الحق فيه بل استطاعة الناس فى ذلك متفاوتة(مجموع الفتاوى،لابن تيمية،ج۱۹،ص۲۰۶،الیٰ ص ۲۱۴، كتاب اصول الفقه، هل يمكن كل واحد أن يعرف باجتهاده الحق فى مسألة فيها نزاع؟)

کیے ہیں، جن میں بہت شدید اختلاف کو پایا، اور ان کے بہت سے ناقلین کا مقصد، کذب اور جھوٹ نہیں ہوتا، لیکن لوگوں کے اقوال کی حقیقت کی معرفت ،اُن کے الفاظ کو نقل کیے بغیر، اور اُن کے تمام مقاصد کی پہچان کے بغیر، بعض لوگوں کے لیے دشوار ہو جاتی ہے، اور خود ان کے اپنے بعض لوگوں پر بھی دشوار ہو جاتی ہے۔

پھر اہلِ کلام کی کتابوں اور ان کے اقوال کو نقل کرنے والوں کا اکثر حصہ، وہی ہے، جو انہوں نے لوگوں کے اقوال کے طور پر نقل کیا ہے، اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے اقوال کو، اس لیے نقل نہیں کیا کہ انہوں نے قصداً اُن کو ترک کیا ہو، بلکہ اس لیے نقل نہیں کیا کہ اُن کو اللہ اور اس کے رسول کے صحیح اقوال کی معرفت حاصل نہیں تھی، اور نہ انہوں نے ان اقوال کو سنا تھا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ کے صحابۂ کرام اور تابعین کی نصوص کی خبر اُن کو کم ہی تھی۔

اشعری کے مقالات میں اس طرح کے بہت سے اقوال پائے جاتے ہیں، جو دوسرے لوگوں کے کلام میں نہیں پائے جاتے، جن میں انہوں نے اہلِ سنت اور اہلِ حدیث کے مذہب کو، اپنی فہم اور ظن کے مطابق نقل کیا ہے۔

اور شہرستانی نے بھی متعدد مقامات پر دوسروں کے ضعیف اقوال کو نقل کیا ہے، باوجودیکہ ان کی کتاب اس سلسلے میں تصنیف کردہ کتابوں میں سب سے زیادہ اقوال کو جمع اور عمدہ نقل کرنے والی شمار ہوتی ہے، لیکن اس باب میں ان کی طرف سے بھی یہی بات واقع ہوئی ہے، اسی وجہ سے ان کی تصنیفات میں باہم مخالف باتیں پائی جاتی ہیں۔

اور تواریخ اور سیَر کے نقل کرنے میں اس طرح کی صحیح اور ضعیف اور مرسل اور منقطع، سب طرح کی روایات پائی جاتی ہیں، اور جب صورتِ حال یہ ہے، تو ہم

یہ کہتے ہیں کہ قرآن وسنت اور نقلِ متواتر سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جو محاسن اور فضائل ثابت ہیں، اُن کو اس جیسی نقل کردہ روایات سے رَد نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یقین کو شک سے زائل نہیں کیا جاتا'' ۔انتہٰی ۔ [1]

---

[1] وليس فى الطوائف أكثر تكذيبا بالصدق وتصديقا بالكذب من الرافضة، فإن رء وس مذهبهم وأئمته الذين ابتدعوه وأسسوه كانوا منافقين زنادقة، كما ذكر ذلك عن غير واحد من أهل العلم.
وهذا ظاهر لمن تأمله، بخلاف قول الخوارج، فإنه كان عن جهل بتأول القرآن، وغلو فى تعظيم الذنوب .وكذلك قول الوعيدية والقدرية، كان عن تعظيم الذنوب .وكذلك قول المرجئة، كان أصل مقصودهم نفى التكفير عمن صدق الرسل .ولهذا رؤوس المذاهب التى ابتدعوها لم يقل أحد أنهم زنادقة منافقون.
بخلاف الرافضة، فإن رئوسهم كانوا كذلك، مع أن كثيرا منهم ليسوا منافقين ولا كفارا، بل بعضهم له إيمان وعمل صالح، ومنهم من هو مخطء يغفر له خطاياه، ومنهم من هو صاحب ذنب يرجى له مغفرة الله، لكن الجهل بمعنى القرآن والحديث شامل لهم كلهم، فليس فيهم إمام من أئمة المسلمين فى العلم والدين.
وأصل المذهب إنما ابتدعه زنادقة منافقون، مرادهم إفساد دين الإسلام .وقد رأيت كثيرا من كتب أهل المقالات التى ينقلون فيها مذاهب الناس، ورأيت أقوال أولئك ، فرأيت فيها اختلافا كثيرا.
وكثير من الناقلين ليس قصده الكذب، لكن المعرفة بحقيقة أقوال الناس من غير نقل ألفاظهم وسائر ما به يعرف مرادهم قد يتعسر على بعض الناس، ويتعذر على بعضهم.
ثم إن غالب كتب أهل الكلام والناقلين للمقالات، ينقلون فى أصول الملل والنحل من المقالات ما يطول وصفه .ونفس ما بعث الله به رسوله، وما يقوله أصحابه والتابعون لهم فى ذلك الأصل الذى حكوا فيه أقوال الناس، لا ينقلونه، [لا] تعمدا منهم لتركه، بل لأنهم لم يعرفوه، بل ولا سمعوه، لقلة خبرتهم بنصوص الرسول وأصحابه والتابعين.
وكتاب "المقالات "للأشعرى أجمع هذه الكتب وأبسطها، وفيه من الأقوال وتحريرها ما لا يوجد فى غيرها .وقد نقل مذهب أهل السنة والحديث بحسب ما فهمه وظنه قولهم، وذكر أنه يقول بكل ما نقله عنهم .وجاء بعده من أتباعه – كابن فورك -من لم يعجبه ما نقله عنهم، فنقص من ذلك وزاد، مع هذا فلكون خبرته بالكلام أكثر من خبرته بالحديث ومقالات السلف وأئمة السنة، قد ذكر فى غير موضع عنهم أقوالا فى النفى والإثبات لا تنقل عن أحد منهم أصلا مثل ذلك الإطلاق، لا لفظا ولا معنى، بل المنقول الثابت عنهم يكون فيه تفصيل فى نفى ذلك اللفظ والمعنى المراد وإثباته، وهم منكرون الإطلاق الذى أطلقه من نقل عنهم، ومنكرون لبعض المعنى الذى أراده بالنفى والإثبات.
والشهرستانى قد نقل فى غير موضع أقوالا ضعيفة، يعرفها من يعرف مقالات الناس، مع أن كتابه أجمع من أكثر الكتب المصنفة فى المقالات وأجود نقلا، لكن هذا الباب وقع فيه ما وقع .ولهذا لما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ہی کے حوالے سے منافق اور زندیق کا اور لاعلم شخص اور اس پر حجت قائم کیے بغیر، تکفیر کا حکم لگانے پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ کے مذکورہ کلام سے معلوم ہوا کہ روافض کے کذب اور جھوٹ میں اپنی مثال آپ ہونے، اور ان کے اصل مذہب کو منافقین وزنادقہ کے گھڑنے کے باوجود، ان میں سے اکثر لوگ، نہ تو منافق ہیں، اور نہ ہی کافر، یہاں تک کہ کفریہ اقوال نقل کرنے والوں کے سلسلے میں بھی تاویلات کا امکان ہے۔

اس موقع پر جس طرح علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اعتدال کو قائم رکھا، اس کی مثال کم ہی مل سکتی ہے۔

ہماری نظر میں انہوں نے مذکورہ کلام میں تحقیق واعتدال کا صحیح حق اداء فرما دیا ہے۔

بہر حال موصوف نے، جو الزام عائد کیا تھا، اس کا جواب مذکورہ تفصیل سے معلوم ہو گیا۔

اور اثنا عشریہ کے تحریفِ قرآن کا عقیدہ ہونے پر مفصل کلام آگے آتا ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

كان خبيرا بقول الأشعرية وقول ابن سينا ونحوه من الفلاسفة، كان أجود ما نقله قول هاتين الطائفتين وأما الصحابة والتابعون وأئمة السنة والحديث، فلا هو ولا أمثاله يعرفون أقوالهم، بل ولا سمعوها على وجهها بنقل أهل العلم لها بالأسانيد المعروفة، وإنما سمعوا جملا تشتمل على حق وباطل.

ولهذا إذا اعتبرت مقالاتهم الموجودة فى مصنفاتهم الثابتة بالنقل عنهم، وجد من ذلک ما يخالف تلک النقول عنهم .وهذا من جنس نقل التواريخ والسير ونحو ذلک من المرسلات والمقاطيع وغيرهما، مما فيه صحيح وضعيف.

وإذا كان كذلک [فنقول:]ما علم بالكتاب والسنة والنقل المتواتر، من محاسن الصحابة وفضائلهم، لا يجوز أن يدفع بنقول بعضها منقطع، وبعضها محرف ، وبعضها لا يقدح فيما علم، فإن اليقين لا يزول بالشک، ونحن قد تيقنا ما دل عليه الكتاب والسنة وإجماع السلف قبلنا، وما يصدق ذلک من المنقولات المتواترة من أدلة العقل، من أن الصحابة – رضى الله عنهم – أفضل الخلق بعد الأنبياء، فلا يقدح فى هذا أمور مشكوک فيها فكيف إذا علم بطلانها؟ !(منهاج السنة النبوية، ج٦ص٣٠٢ الٰى ٣٠٥،الفصل الثانى فى أن مذهب الإمامية واجب الاتباع،فصل نقل الرافضى عن الشهرستانى ماذكره)

''اثنا عشریہ'' کے تحریفِ قرآن سے کلائی نہ چھڑانے پر کلام

پھر اس کے بعد موصوف نے جو اپنے مذکورہ کلام کی توضیح وتفریع کرتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے کہ:

''یعنی خود اثنا عشریہ تو آج تک اس عقیدہ سے اپنی کلائی نہ چھڑا سکے''۔انتہٰی۔

موصوف کی اس تفریع سے ہمیں اتفاق نہیں، کیونکہ ہم نے اکابر علمائے اہلِ سنت کی طرف سے، تحریفِ قرآن کے عقیدہ کے خلاف، جو تصریحات نقل کی ہیں، وہ ''امامیہ، واثنا عشری'' سلسلے کے حضرات کی ہیں، اور اس قسم کی تصریحات سے، متعدد اکابر علمائے اہلِ سنت نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ بہت سے اثنا عشریہ کی طرف تحریفِ قرآن کے عقیدے کی نسبت کر کے، ان کی کلائی نہیں پکڑی جاسکتی، پھر ان کو کلائی نہ چھڑانے کی کیا ضرورت؟

الفاظ کی تھوڑی بہت ہیر پھیر، اور اونچ نیچ سے اصل مقصود پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اور اگر اس تفریع کو کچھ دیر کے لیے درست اور معتبر مان لیا جائے، تو موصوف نے آگے چل کر کہیں ''اثنا عشریہ'' کے بجائے ''امامیہ'' کو اور کہیں ''اہلِ تشیع'' کو محرفِ قرآن قرار دیا ہے، جہاں نہ اثنا عشریہ کی قید لگائی، اور نہ ان کے کسی خاص فرقہ کی، جبکہ اہلِ تشیع کے تو فرقے بے شمار ہیں ہی، جن میں ''زیدیہ'' بھی شامل ہیں، امامیہ کے بھی متعدد فرقے ہیں، بلکہ بعض محققین نے اثنا عشریہ کے بھی متعدد فرقے بیان فرمائے ہیں، جیسا کہ با حوالہ آگے آتا ہے۔

اس قسم کے تذبذب سے معلوم ہوتا ہے کہ محرفِ قرآن کے مصداق اور اس کے نتیجے میں تکفیر میں بھی ابھی تک موصوف کا موقف جامع مانع نہیں۔

اور اگر موصوف تمام اہلِ تشیع کے فرقوں کو محرفِ قرآن کی وجہ سے کافر سمجھتے ہیں، تو پھر کسی بھی اہلِ تشیع کی حدیث وروایت قابلِ قبول نہیں ہونی چاہئے، اور ان کے کسی فرقہ کی گواہی بھی قبول نہیں ہونی چاہئے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے سوائے خطابیہ کے، روافض کی گواہی کو

معتبر قرار دیا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی اس کے قریب ہے، نیز محدثین نے بہت سے روافض واہلِ تشیع کی روایات کو قابلِ قبول قرار دیا ہے، یہاں تک کہ اہلِ تشیع وروافض میں کسی حد تک غلو کے ہوتے ہوئے بھی، کوئی نہ کوئی درجہ دیا ہے، جبکہ موصوف کسی بھی شیعہ کو دائرۂ اسلام سے خارج کیے بغیر رضامند نہیں، کیا کسی کافر ومرتد کی روایت کردہ حدیث کو کسی بھی درجے میں قبول کرنے کی گنجائش ہوسکتی ہے؟ اور کسی شیعہ ورافضی کے، جنت کے کسی بھی درجہ میں جانے سے، خواہ وہ نچلے درجہ میں، اور سزا پا کر ہی سہی، کیا موصوف کو اپنے لیے جنت کے تنگ پڑنے کا خوف ذہن پر سوار ہے؟ [1]

---

[1] ع :عبد الملک بن أعین، أخو حمران بن أعین الشیبانی مولاھم، الکوفی .
وله أیضا أخوان؛ بلال، وعبد الأعلی .روی هو عن أبی عبد الرحمن السلمی، وأبی وائل.
وعنه :محمد بن إسحاق، والسفیانان.
وهو صادق فی الحدیث لکنه من غلاة الرافضة، روی له البخاری ومسلم مقرونا بغیره(تاریخ الإسلام للذهبی، ج۳،ص ۴۵۶،حرف العین،تحت رقم الترجمة ۲۱۳)
ت :عبد الجبار بن العباس الشبامی الهمدانی الکوفی.
عن :سلمة بن کهیل، وعدی بن ثابت، وعون بن أبی جحیفة، وأبی إسحاق، وعدة،
وعنه :إسماعیل بن محمد بن جحادة، وابن المبارک، وعبید الله بن موسی، وسلم بن قتیبة، وأبو أحمد الزبیری، وجماعة.
وثقه أبو حاتم.
وقال أبو داود :لیس به بأس.
وقال العقیلی، وغیره :لا یتابع علی حدیثه یفرط فی التشیع.
وأما أبو نعیم الملائی فقال :لم یکن بالکوفة أکذب منه(تاریخ الإسلام للذهبی،ج۴،ص ۱۱۳،حرف العین، تحت رقم الترجمة ۱۴۷)
خت م د ت ن :سلیمان بن قرم بن معاذ، أبو داود الضبی، وینسب إلی جده، فیقال فیه :سلیمان بن معاذ.
کوفی صالح الحدیث، وهو الذی وثقه أحمد لا ابن أرقم، ولکن وهم بعض الحفاظ ودخلت علیه ترجمة فی ترجمة.
روی ابن قرم عن ثابت البنانی، ومحمد بن المنکدر، ومنصور بن المعتمر، وجماعة.
وعنه :أبو داود الطیالسی، ویحیی بن آدم، وحسین بن محمد المروذی، وأبو الجواب، وآخرون.
وهو شیعی مفرط، ضعفه ابن معین.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور اگر محدثین نے کسی ''رافضی'' کے ''کذّاب'' ہونے کی وجہ سے اس کی روایت کو رَد کیا ہو، تو بھی ''کذّاب'' ہونے سے کافر ہونا لازم نہیں آتا، اسی لیے محدثین نے عموماً ''کذّاب'' وغیرہ جیسی صفات کی وجہ سے متعدد راویوں کی روایات کو رَد کیا ہے ''کافر'' کہہ کر رَد نہیں کیا، اب اگر موصوف ''کذّاب'' کی صفت کو ''کفر'' کے قائم مقام سمجھتے ہوں، تو وہ جانیں، اور ان کا کام جانے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال ابن عدى :هو خير من سليمان بن أرقم.
قال عباس :سمعت يحيى بن معين يقول :سليمان بن معاذ ليس بشىء ، حدثنا عنه الطيالسى.
وروى عباس أيضا عن يحيى قال :سليمان بن قرم يحدث عن الأعمش، كان ضعيفا.
وقال أحمد بن حنبل :لا أرى به بأسا، لكنه يفرط فى التشيع(تاريخ الإسلام للذهبى، ج۴، ص ۴۰۰، حرف السين، تحت رقم الترجمة ۱۵۷)
ت :تليد بن سليمان المحاربى الكوفى.
عن :أبى الجحاف داود، وعبد الملك بن عمير، وعطاء بن السائب، وجماعة.
وعنه :أحمد بن حنبل، وإسحاق بن موسى، وابن نمير، وأبو سعيد الأشج.
قال أحمد بن حنبل :كان مذهبه التشيع، ولم نر به بأسا.
وقال داود، وغيره :رافضى خبيث(تاريخ الإسلام للذهبى، ج۴، ص۱۰۸۸، حرف التاء ، تحت رقم الترجمة ۵۹)
ت :عبد الجبار بن العباس الشبامى الهمدانى الكوفى.
عن :عدى بن ثابت، وعون بن أبى جحيفة، وعطاء بن السائب، وعدة.
وعنه :يحيى بن أبى زائدة، والحسن بن صالح، وأبو أحمد الزبيرى، وأبو نعيم، وعبيد الله بن موسى، ووكيع، وجماعة.
قال أحمد :أرجو أنه لا بأس به، كان يتشيع.
وعن أبى نعيم قال :لم يكن بالكوفة أكذب منه.
وقال ابن حبان :كان غاليا فى التشيع، تفرد عن الثقات بالمقلوبات.
وأما رواية عباس عن ابن معين فقال :ليس به بأس.
وقال ابن أبى حاتم :سألت أبى عنه فقال :ثقة، قلت :لا بأس به؟ قال :ثقة(تاريخ الإسلام للذهبى، ج۴، ص۴۳۰، حرف العين، تحت رقم الترجمة ۲۱۵)
مخول بن إبراهيم بن مخول بن راشد النهدى .الكوفى الحناط.
عن :إسرائيل بن يونس، وعبد الجبار بن العباس، وغيرهما.
وعنه :أحمد بن يحيى الصوفى، وأحمد بن عثمان بن حكيم، وأبو حاتم الرازى، وقال :صدوق.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

''تحریفِ قرآن'' کے الزام سے مبرا قرار دینے پر کلام

پھر موصوف نے اپنے کلام کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

''مگر آپ جیسے بعض اہلِ سنت انہیں اس جرم سے مبرا قرار دینے کی لاحاصل کاوشوں میں شریک ومصروف ہیں''۔انتہٰی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :يقال :إنه كان من غلاة الرافضة(تاريخ الإسلام للذهبى،ج۵،ص۴۵۷،حرف الميم، تحت رقم الترجمة ۳۹۹)

إسماعيل ابن خليفة العبسى بالموحدة أبو إسرائيل الملائى الكوفى معروف بكنيته وقيل اسمه عبد العزيز صدوق سيء الحفظ نسب إلى الغلو فى التشيع من السابعة مات سنة تسع وستين وله أكثر من ثمانين سنة ت ق(تقريب التهذيب،لابن حجر العسقلانى،ص۱۰۷، تحت رقم الترجمة ۴۴۰، حرف الألف،ذكر من اسمه أسد إلى آخر من اسمه إسماعيل)

حبة بفتح أوله ثم موحدة ثقيلة ابن جوين بجيم مصغر العرنى بضم المهملة وفتح الراء بعدها نون أبو قدامة الكوفى صدوق له أغلاط وكان غاليا فى التشيع من الثانية وأخطأ من زعم أن له صحبة مات سنة ست وقيل تسع وسبعين س(تقريب التهذيب،لابن حجر العسقلانى،ص۱۵۰، رقم الترجمة ۱۰۸۱، حرف الحاء المهملة،ذكر من اسمه حبان بالكسر)

الحسين ابن الحسن الأشقر الفزارى الكوفى صدوق يهم ويغلو فى التشيع من العاشرة مات سنة ثمان ومائتين س(تقريب التهذيب،لابن حجر العسقلانى،ص۱۶۶، تحت رقم الترجمة ۱۳۱۸، حرف الحاء المهملة،ذكر من اسمه حسيل و الحسين)

عباد ابن يعقوب الرواجنى بتخفيف الواو وبالجيم المكسورة والنون الخفيفة أبو سعيد الكوفى صدوق رافضى حديثه فى البخارى مقرون بالغ ابن حبان فقال يستحق الترك من العاشرة مات سنة خمسين خ ت ق(تقريب التهذيب،لابن حجر العسقلانى،ص۲۹۱، تحت رقم الترجمة ۳۱۵۳،حرف العين،ذكر من اسمه عباد بفتح أوله وتشديد الموحدة)

يحيى ابن الجزار العرنى بضم المهملة وفتح الراء ثم نون الكوفى قيل اسم أبيه زبان بزاى وموحدة وقيل بل لقبه هو صدوق رمى بالغلو فى التشيع من الثالثة م(تقريب التهذيب، تحت رقم الترجمة ۷۵۱۹، لابن حجر العسقلانى،ص۵۸۸،حرف الياء)

ت :سالم بن أبى حفصة أبو يونس الكوفى .(الوفاة 140 - 131 :ه)

رأى ابن عباس، وسمع :أبا حازم الأشجعى، والشعبى، وعطية العوفى، ومنذرا الثورى.

وعنه :السفيانان، وعبد الواحد بن زياد، ومحمد بن فضيل، وغيرهم.

قال الفلاس :ضعيف الحديث مفرط فى التشيع.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سلسلے میں عرض ہے کہ بندہ نے تو خود سے یہ موقف اختیار نہیں کیا، بلکہ متعدد اکابر علمائے اہلِ سنت کی تحریرات وتصریحات کی روشنی میں مذکورہ نتیجہ اخذ کیا ہے، اس لیے مذکورہ جرم کا الزام دراصل اُن ہی حضرات پر عائد ہوگا، اس لیے موصوف کو چاہیے تھا کہ کسی لاگ لپیٹ کے بغیر، سیدھے سیدھے طور پر، یہ تحریر کردیتے کہ:

''ان اکابر جیسے بعض علمائے اہلِ سنت، انہیں اس جرم سے مبرا قرار دینے کی لاحاصل کاوشوں میں شریک ومصروف ہیں''۔

اور اگر موصوف کو اِن اکابر جیسے بعض علمائے اہلِ سنت کی کاوشیں لاحاصل محسوس ہوتی ہوں، تو یہ ان کا خیال، بلکہ وہم، یا وسوسہ ہے، ہمیں تو ان اکابر کی یہ کاوشیں، لاحاصل محسوس نہیں ہوتیں۔

بلکہ ان اکابر کی کاوشوں سے امت کے بڑے طبقہ نے بہت کچھ حاصل کیا ہے، جن میں اہم ترین چیز ''تکفیر'' کے مسئلہ میں تردد وشک اور دور کے احتمال اور اختلاف کو بھی بروئے کار لانے اور تکفیر کی شدید وعید سے اپنے آپ کو بچانے کی ہے۔

اسی کے ساتھ تاریخِ اسلام اور ذخیرۂ احادیث کے نقل کرنے میں جو بے شمار اہلِ تشیع وروافض کا کردار ہے، جن میں امامیہ اور اثنا عشری بھی شامل ہیں، اس ذخیرہ کو ضائع ہونے سے بچانا بھی کوئی لاحاصل کاوِش نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال ابن عيينة :قال عمرو بن عبيد لسالم بن أبي حفصة :أنت قتلت عثمان، فجزع، وقال :أنا! قال :نعم؛ لأنک ترضى بقتله.

وقال عبد الله بن إدريس :رأيت سالم بن أبي حفصة طويل اللحية أحمقها، وهو يقول :لبيک قاتل نعثل، لبيک مهلک بني أمية، يعني :يقوله في الطواف .ورواها محمد بن حميد، عن جرير أنه رآه يطوف ويقول ذلک، فأجازه داود بن علي بألف دينار.

قال النسائي :ليس بثقه.

وقال ابن عدي :عيب عليه الغلو في التشيع، وأرجو أنه لا بأس به(تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام،للذهبي، ج٣،ص ٢٦٠، ٢٦١، تحت رقم الترجمة ٩٠،حرف السين)

www.idaraghufran.org

البتہ اگر موصوف نے اس کے علاوہ، کسی دوسرے مال کی ذخیرہ اندوزی کر رکھی ہو، تو ہمیں اس کا علم نہیں۔

نیز اکثر و جمہور سلف کا جو طریقہ، اہلِ اھواء واہلِ بدعت کی تکفیر میں احتیاط کا رہا ہے، جس کی بعض اہلُ الحدیث حضرات نے ہی مخالفت کی ہے، جمہور سلف کے اس طریقے پر چلنا بھی اہم کاوِش ہے۔

اگر موصوف کے نزدیک جمہور سلف کا یہ قول وفعل نا قابلِ اعتبار ہونے کی وجہ سے، لاحاصل کاوش شمار ہوتی ہو، تو ہوتی رہے، قرآن وسنت، شرعی دلائل، تاریخِ اسلام اور سلفِ صالحین کے طریقے کے ہوتے ہوئے، ان کے اس دعوے کی ہمارے نزدیک زیادہ اہمیت اور وقعت نہیں۔

بزرگوں کی تصریحات میں متضاد ومتبادل موقف پر کلام

اس کے بعد موصوف نے اپنے مضمون میں تحریر کیا ہے کہ:

> ''آنجناب نے اپنے مضمون میں جن بزرگانِ دین کی عبارات سے اپنے موقف کو تقویت دینے کی کوشش فرمائی ہے، اس کوشش کا کوئی فائدہ آپ کو اس لیے نہیں پہنچ سکتا کہ انہی بزرگوں کی تصریحات میں متضاد و متبادل موقف بھی موجود ہے''۔انتھٰی۔

موصوف نے بڑی جلدی میں بزرگانِ دین کی عبارات سے، اپنا دامن چھڑا کر نکلنے کی کوشش فرمائی ہے، لیکن ان کو ان بزرگانِ دین کی عبارات سے دامن چھڑانا آسان نہ ہوگا، اور مسئلہ دین وشریعت کا ہونے کی وجہ سے، وہ اس پر آخرت میں بھی مسئول ہوں گے۔

بندہ نے اپنے موقف کو تقویت دینے کی کوشش کی غرض سے یہ عبارات نقل نہیں کیں، بلکہ بندہ کا موقف، اسی قسم کی عبارات سے ماخوذ ہے، جس کا مدار جمہور فقہاء کے قول پر ہے، اور اس کا

نہ صرف بندہ کو فائدہ محسوس ہوا، بلکہ دنیا کے بہت سے مسلمین ومومنین، اور جمہور مجتہدین و فقہائے کرام کے متبعین، ان سے فائدہ اٹھا چکے ہیں، جس کا سلسلہ تاحال جاری ہے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی جاری رہے گا، پھر بروزِ قیامت اس کا فائدہ پوری طرح ظاہر ہو کر رہ جائے گا، جب مجتہدین کو ان اجتہادی کوششوں پر اجر وثواب اور انعام واکرام سے نوازا جائے گا، جس کی راہ میں موصوف کا روڑے اٹکانا، مؤثر ثابت نہ ہوگا، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔

پھر موصوف نے اس چیز پر غور کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں فرمائی کہ تکفیر کے سلسلے میں متضاد ومتبادل موقف ہونے کی صورت میں کس موقف کو ترجیح حاصل ہوا کرتی ہے، اور تکفیر و عدمِ تکفیر کے اقوال میں سے کون سا قول، مجتہدین، ومتقدمین کا، اور کون سا قول غیر مجتہدین و متاخرین کا ہے۔

اگر موصوف مجتہدینِ عظام اور ان کے ناقلین ومتبعین، بطورِ خاص فقہائے حنفیہ کی عبارات ملاحظہ فرما لیتے، جنہوں نے ''لزومِ کفر'' اور ''التزامِ کفر'' میں فرق کے ساتھ بعض ایسی دوسری غلط فہمیوں سے بھی پردہ اٹھایا ہے، جن سے موصوف دوچار ہیں، تو پھر موصوف کو یہ الجھن پیش نہ آتی، اور وہ متضاد ومتبادل موقف موجود ہونے کے دعوے کو تکفیری مہم کے لیے زیادہ فائدہ مند نہ سمجھتے۔

امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا:

وإذا دار الأمر بين تركه مع احتمال كفره وقتله مع احتمال إسلامه تعين تركه لخطر الدماء (السيف المسلول على من سب الرسول، ص۲۰۸، ۲۰۹، الباب الاول فی حكم الساب من المسلمين، الفصل الثانی: فی توبته واستتابته، المسألة الأولى: فی قبوله توبته)

ترجمہ: اور جب کوئی حکم اس کے کفر کا احتمال ہونے کے ساتھ اس کے قتل کو ترک کرنے اور اس کے اسلام کا احتمال ہونے کے ساتھ قتل کے درمیان دائر ہو، تو اس

کا ترک کرنا متعین ہو جاتا ہے، خونوں کی حفاظت اور خطرے کی وجہ سے (السیف المسلول)

علامہ ابنِ نجیم حنفی نے ''البحرُ الرائق'' میں فرمایا کہ:

''جامعُ الفصولین'' میں ہے کہ امام طحاوی نے ہمارے اصحابِ حنفیہ سے روایت کیا ہے کہ آدمی، ایمان سے، اس وقت تک نہیں نکلتا، جب تک کہ اس چیز کا انکار نہ کرے، جس کی وجہ سے وہ ایمان میں داخل ہوا تھا، اور جب تک اس کے مرتد ہونے کا یقین نہ ہو جائے، اس وقت تک، اس پر مرتد ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور جس کے مرتد ہونے میں شک ہو، اس کے مرتد ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، کیونکہ جو اسلام ثابت ہے، وہ شک سے ختم نہیں ہوتا، اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ اسلام غالب رہتا ہے (اس لیے کفر کے مقابلہ میں اسلام کا حکم ہی راجح ہوگا) اور عالمِ دین کے لیے ضروری ہے کہ جب اس کی طرف، اس طرح کا معاملہ پہنچے، تو وہ مسلمان کو کافر قرار دینے میں جلد بازی نہ کرے، اور بعض چیزیں ایسی بھی ہیں، جن کو کفر سمجھا جاتا ہے، باوجود یکہ وہ کفر نہیں ہیں۔

اور ''الفتاویٰ الصغریٰ'' میں ہے کہ کفر بہت بڑی چیز ہے، میں اس وقت تک کسی مومن کو، کافر قرار نہیں دیتا، جب تک کہ اس کے کافر نہ ہونے کی ایک روایت بھی مجھے ملے۔

اور ''خلاصہ'' وغیرہ میں ہے کہ جب کسی مسئلے میں چند احتمالات، کفر کے حکم کو ثابت کرتے ہوں، اور ایک احتمال، کفر کے حکم سے منع کرتا ہو، تو مفتی پر واجب ہے کہ وہ اس احتمال کی طرف مائل ہو، جو کفر کے حکم سے منع کرتا ہے، مسلمان سے حسنِ ظن رکھنے کے لیے، مگر یہ کہ وہ خود ہی کفر کے حکم کی تصریح کر دے، اور ''التتارخانیة'' میں ہے کہ احتمال کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ کفر

انتہائی درجے کی سزا ہے، جس کے لیے جنایت اور جرم بھی انتہائی درجے کا پایا جانا ضروری ہے، اور احتمال کے ہوتے ہوئے، انتہائی درجے کا جرم نہیں پایا جاتا۔

اور جس مسلمان کے کلام کو اچھے پہلو پر محمول کرنا ممکن ہو، یا اس کے کفر میں اختلاف ہو، اگرچہ کوئی ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو، تو اس کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا، پس اسی بناء پر جو (فقہاء کے کلام میں) اکثر کفر کے الفاظ مذکور ہیں، ان کی وجہ سے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا، اور میں نے اپنے اوپر اس بات کو لازم کرلیا ہے کہ جو اس طرح کے کفریہ الفاظ مذکور ہیں، میں ان میں سے کسی کی وجہ سے، کفر کا فتویٰ نہیں دوں گا''۔ انتہٰی۔ [1]

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ روافض کی تردید میں تحریر کردہ اپنے رسالہ ''شم العوارض فی ذم

---

[1] وفی جامع الفصولين روى الطحاوى عن أصحابنا لا يخرج الرجل من الإيمان إلا جحود ما أدخله فيه ما تيقن أنه ردة يحكم بها به وما يشك أنه ردة لا يحكم بها إذ الإسلام الثابت لا يزول بشك مع أن الإسلام يعلو وينبغى للعالم إذا رفع إليه هذا أن لا يبادر بتكفير أهل الإسلام مع أنه يقضى بصحة إسلام المكره أقول :قدمت هذه لتصير ميزانا فيما نقلته فى هذا الفصل من المسائل فإنه قد ذكر فى بعضها أنه كفر مع أنه لا يكفر على قياس هذه المقدمة فليتأمل اهـ.

وفى الفتاوى الصغرى الكفر شىء عظيم فلا أجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية أنه لا يكفر اهـ.

وقال قبله وفى الجامع الأصغر إذا أطلق الرجل كلمة الكفر عمدا لكنه لم يعتقد الكفر قال بعض أصحابنا لا يكفر لأن الكفر يتعلق بالضمير ولم يعقد الضمير على الكفر وقال بعضهم يكفر وهو الصحيح عندى لأنه استخف بدينه اهـ.

وفى الخلاصة وغيرها إذا كان فى المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم زاد فى البزازية إلا إذا صرح بإرادة موجب الكفر فلا ينفعه التأويل حينئذ وفى التتارخانية لا يكفر بالمحتمل لأن الكفر نهاية فى العقوبة فيستدعى نهاية فى الجناية ومع الاحتمال لا نهاية اهـ.

والحاصل أن من تكلم بكلمة الكفر هازلا أو لاعبا كفر عند الكل ولا اعتبار باعتقاده كما صرح به قاضى خان فى فتاويه ومن تكلم بها مخطئا أو مكرها لا يكفر عند الكل ومن تكلم بها عالما عامدا كفر عند الكل.

ومن تكلم بها اختيارا جاهلا بأنها كفر ففيه اختلاف.والذى تحرر أنه لا يفتى بتكفير مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان فى كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة فعلى هذا فأكثر ألفاظ التكفير المذكورة لا يفتى بالتكفير بها ولقد ألزمت نفسى أن لا أفتى بشىء منها (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۵، ص ۱۳۴ و ۱۳۵، كتاب السير،باب أحكام المرتدين)

الروافض‘‘ میں فرماتے ہیں:

ما اشتهر على ألسنة العوام من أن سب الشيخين كفر، فلم أر نقله صريحا ولا روايته ضعيفا ولا حسنا ولا صحيحا، وعلى تقدير ثبوته وتسليم صحته، فلا ينبغى أن يحمل على ظاهره؛ لاحتمال ما تقدم من التأويلات فى كفر تارك الصلاة، إذ لو حمل الأحاديث كلها على الظواهر، لأشكل ضبط القواعد وحفظ النوادر، وحيث يدخل منه الاحتمال لا يصلح الاستدلال، لا سيما فى قتل المسلم وتكفيره، وقد قيل: لو كان تسعة وتسعون دليلا على كفر أحد، ودليل واحد على إسلامه، ينبغى للمفتى أن يعمل بذلك الدليل الواحد؛ لأن خطأه فى خلاصه خير من خطئه فى حده وقصاصه.

لا يقال كيف نسبت قول سب الشيخين كفر إلى العوام، مع أنه مذكور فى بعض كتب الفتاوى لبعض الأعلام، فإنا نقول: لم أر نقله إلا من المجهولين الذين هم فى طريق التحقيق غير مقبولين، فلا يعتبر فى باب الاعتقاد الذى مداره على ما يصح به الاعتماد.

والحاصل: أنه ليس بمنقول عن أحد من أئمتنا المتقدمين كأبى حنيفة وأصحابه، وأما غيرهم فهم رجال ونحن رجال، فلا نقلد قولهم من غير دليل عقلى ونقلى، يؤتى به من طريق ظنى أو قطعى، مع أنه مخالف للأدلة القطعية والظنية المأخوذة من الكتاب والسنة المروية التى تفيد فى العقائد الدينية أو تفيد فى القواعد الفقهية، فإن ما ورد فيها إما ضعيف فى سنده أو مؤول فى مستنده، لئلا يعارض القواعد الشرعية، فإن القول بالتكفير

www.idaraghufran.org

معارض لما نص عليه أبو حنيفة فى (الفقه الأكبر)، موافق لما عليه جمع المتكلمين من أهل القبلة لا يكفر، وعليه الأئمة الثلاثة من مالك والشافعي وأحمد، وسائر أهل العلم المعتمد فى المعتقد . وقد صرح العلامة التفتازانى فى (شرح العقائد) بأن سب الصحابة بدعة وفسق ، وكذا صرح أبو الشكور السالمى فى (تمهيده) أن سب الصحابة ليس بكفر ....

فهذا تحقيق هذه المسألة المشكلة على ما ذكر فى (المواقف) وأما ما فى كتب العقائد، فمن اعتقد غير هذا فليحذر عقيدته، وليتب عن تعصبه وحماقته، ويترك حمية جاهليته، وإلا فيلهث غيظا على حقده وحسده وطغيته، ويدفن فى تربة خباثته ونجاسته ظنيته إلى أن يتبين بطلان مظنته فى ساعة قيامته (يوم تبلى السرائر)فيظهر ضمائر ويتميز الكفر من الإسلام والكبائر من الصغائر.

ثم من ادعى بطلان هذا البيان، فعليه أن يظهر فى ميدان البرهان، إما بتقرير اللسان هو، وإما بتحرير البيان والله المستعان، والحق يعلو ولا يعلى إلا البطلان(شم العوارض فى ذم الروافض، ص ٣٣ الیٰ ٣٧،إثبات كفر من سب الصحابة عموما أو الشيخين خصوصا،حكم سب الصحابة عند الحنفية)

ترجمہ: جو یہ بات عوام کی زبانوں پر مشہور ہے کہ جو شخص شیخین (یعنی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کو سبّ وشتم کرے، تو وہ کافر ہے، تو میں نے اس کو صراحتاً منقول نہیں دیکھا، اور نہ اس کی کوئی ضعیف روایت دیکھی، اور نہ ہی اس طرح کی کوئی حسن اور صحیح روایت دیکھی، اور اگر اس کے ثبوت کو فرض بھی کرلیا جائے، اور

اس کی صحت کو تسلیم بھی کرلیا جائے، تو اس کو ظاہر پر محمول کرنا درست نہیں، کیونکہ اس میں اس طرح کی تاویلات کا احتمال ہے، جو نماز ترک کرنے والے کے کفر کے متعلق مذکور ہیں (جس سے کفرِ اکبر مراد نہیں) کیونکہ اگر تمام احادیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے، تو قواعد کا ضبط کرنا اور نوادر کو محفوظ کرنا مشکل ہوجائے گا، اور جب احتمال داخل ہوجائے، تو اس میں استدلال کی صلاحیت نہیں رہتی، خاص طور پر مسلمان کے قتل کرنے اور اس کو کافر قرار دینے کے مسئلہ میں، اسی وجہ سے یہ کہا گیا ہے کہ اگر کسی کے کفر پر ننانویں دلیلیں ہوں، اور ایک دلیل اس کے اسلام کی ہو، تو مفتی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اس ایک دلیل کے مطابق عمل کرے، کیونکہ اس شخص کے خلاصی پانے کے متعلق خطاء کا ہوجانا بہتر ہے، اس کی حد اور قصاص کے متعلق خطاء ہونے سے۔

یہاں یہ بات نہیں کہی جائے گی کہ شیخین کو سبّ وشتم کرنے کے کافر ہونے کی نسبت عوام کی طرف کیسے کردی گئی، باوجودیکہ یہ بعض اہلِ علم کی کتبِ فتاویٰ میں مذکور ہے؟ کیونکہ ہم جواب میں یہ کہیں گے کہ اس کی نقل صرف ان مجہول لوگوں کی طرف سے پائی جاتی ہے، جو تحقیق کے میدان میں مقبول نہیں ہیں، پس اعتقاد کے باب میں اس کا اعتبار نہیں ہوگا، جس کا مدار اعتماد کے صحیح ہونے پر ہے۔

اور حاصل یہ ہے کہ ہمارے ائمۂ متقدمین، جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب سے یہ بات منقول نہیں ہے، رہا ان متقدمین کے علاوہ دیگر لوگوں کا قول، تو وہ بھی انسان ہیں، اور ہم بھی انسان ہیں، ہم ان کی بغیر ایسی عقلی ونقلی دلیل کے تقلید نہیں کریں گے، جو ظنی، یا قطعی طریقہ سے وارد ہوئی ہو، باوجودیکہ ان (مذکورہ بعض اہلِ علم) کی یہ بات ان قطعی اور ظنی دلائل کے بھی مخالف ہے، جو کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں، اور وہی دینی عقائد کے اندر مفید ہیں، یا قواعدِ فقہیہ کے اندر

مفید ہیں، کیونکہ اس سلسلہ میں جو کچھ وارد ہے، یا تو اس کی سند ضعیف ہے، یا اس کا مستند، مؤول ہے، تاکہ وہ شرعی قواعد کے معارض نہ ہو، کیونکہ تکفیر کا قول اس کے معارض ہے، جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ''الفقهُ الاکبر ''میں صاف طور پر منقول ہے، اور متکلمین کی جماعت کے موافق ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور دوسرے ائمہ ثلاثہ، یعنی امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد اور تمام اہلِ علم کا بھی یہی قول ہے، جن پر عقیدے کے معاملہ میں اعتماد کیا جاتا ہے۔

اور علامہ تفتازانی نے ''شرحُ العقائد ''میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ صحابہ کو سبّ وشتم کرنا بدعت اور فسق ہے، اور اسی طرح سے ابوالشکور سالمی نے اپنی ''تمهید ''میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ صحابہ کو سبّ وشتم کرنا کفر نہیں۔

...........پس اس مشکل مسئلے میں یہی تحقیق ہے، اس کے مطابق جو ''المواقف '' میں مذکور ہے۔

اور جہاں تک عقائد کی کتب میں مذکور اصول کا تعلق ہے، تو جو شخص اس کے علاوہ کوئی دوسرا عقیدہ رکھے گا، تو اسے اپنے عقیدے سے ڈرنا چاہیے، اور اپنے تعصب اور حماقت سے توبہ کرنی چاہیے، اور جاہلیت کی حمیت کو ترک کرنا چاہیے، ورنہ تو اسے چاہیے کہ اپنے غیظ وغضب کی زبان، اپنے کینے اور حسد وعداوت پر نکالے، اور اپنے گمان کو اپنی خباثت اور نجاست میں دفن کردے، یہاں تک کہ قیامت کے وقت اس کے گمان کا بطلان ظاہر ہوجائے، جس دن کہ پوشیدہ رازوں کی جانچ پڑتال ہوگی، پس چھپی ہوئی چیزیں ظاہر ہوجائیں گی، اور کفر، اسلام کے مقابلے میں، اور کبیرہ، صغیرہ کے مقابلے میں ممتاز ہوجائیں گے۔

پھر جو شخص اس بیان کے بطلان کا دعویٰ کرے، تو اس پر لازم ہے کہ دلیل اور برہان کے میدان میں اس کا اظہار کرے، یا تو زبان سے تقریر کرکے، یا بیان سے

تحریر کر کے، اور اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے، اور حق غالب ہو کر رہتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا، سوائے بطلان کے (شم العوارض)

''الدرُّ المختار'' میں ایک مقام پر علامہ حصکفی نے فرمایا کہ:

وفی النهر مناكحة المعتزلة لأنا لا نكفر أحدا من أهل القبلة إن وقع إلزاما فی المباحث (الدر المختار مع ردالمحتار، ج۳ص۴۵، کتاب النكاح، فصل فی المحرمات)

ترجمہ: اور ''النھر'' میں ہے کہ ''معتزلہ'' فرقے سے نکاح کا تعلق، قائم کرنا حلال ہے، کیونکہ ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، اگرچہ اُن فرقوں کی بحث کرتے وقت کفر کا الزام کیوں نہ واقع ہوا ہو (الدرالمختار)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ''ردُّ المحتار'' میں، علامہ حصکفی کی مذکورہ عبارت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وأما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم؛ لأن الحق عدم تكفير أهل القبلة، وإن وقع إلزاما فی المباحث.

بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائل بقدم العالم ونفی العلم بالجزئيات على ما صرح به المحققون. وأقول: وكذا القول بالإيجاب بالذات ونفی الاختيار. اهـ .

وقوله :وإن وقع إلزاما فی المباحث معناه، وإن وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فی رد مذهبهم بأنه كفر أی يلزم من قولهم بكذا الكفر، ولا يقتضی ذلك كفرهم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهبهم وأيضا فإنهم ما قالوا ذلك إلا لشبهة دليل شرعی على زعمهم، وإن أخطئوا فيه، ولزمهم

المحذور على أنهم ليسوا بأدنى حالا من أهل الكتاب، بل هم مقرون بأشرف الكتب، ولعل القائل بعدم حل مناكحتهم يحكم بردتهم بما اعتقدوه، وهو بعيد؛ لأن ذلك أصل اعتقادهم، فإن سلم أنه كفر لا يكون ردة .قال في البحر :وينبغي أن من اعتقد مذهبا يكفر به إن كان قبل تقدم الاعتقاد الصحيح فهو مشرك، وإن طرأ عليه فهو مرتد .اهـ.

وبهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي، أو أن جبريل غلط في الوحي، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة، بخلاف ما إذا كان يفضل عليا أو يسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر كما أوضحته في كتابي تنبيه الولاة والحكام عامة أحكام شاتم خير الأنام أو أحد الصحابة الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام (ردالمحتار، ج۳ص۴۵،۴۶، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)

ترجمہ: اور رہا ''معتزلہ'' فرقے کا معاملہ، تو راجح قول کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے نکاح کرنا، حلال ہے، کیونکہ حق بات یہ ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے، اگرچہ اُن کے متعلق مباحث کے موقع پر، کفر کا الزام کیوں نہ واقع ہو۔

برخلاف اُس شخص کے، جو دین کی ضروری معلوم، قطعی باتوں کی مخالفت کرے، مثلاً عالم کو قدیم کہنے والا، اور اللہ تعالیٰ کے جزئیات کے علم کی نفی کرنے والا، جیسا کہ محققین نے تصریح کی ہے، اور اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے واجبُ الوجود ہونے، اور اس کے اختیار کی نفی کرنے کا قول۔

اور یہ فرمانا کہ ''اگرچہ اُن کے متعلق مباحث کے موقع پر، کفر کا الزام کیوں نہ واقع ہو'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ معتزلہ اور ان جیسے فرقوں کے مذہب کی تردید کرتے وقت، اُن کے کفر کی تصریح واقع ہوئی ہو کہ یہ کفر ہے (تب بھی ان کی تکفیر نہ کی جائے گی) کیونکہ اس کی مراد یہ ہے کہ ان کے اس طرح کے قول سے کفر لازم آجاتا ہے، لیکن یہ بات ان کے کافر ہونے کا تقاضا نہیں کرتی، کیونکہ ''مذہب کا لازم، ان کا مذہب نہیں کہلاتا'' نیز اُن کا یہ قول، ان کے گمان کے مطابق، صرف شرعی دلیل کے شبہ کی وجہ سے واقع ہوا ہے، اگرچہ وہ اس میں خطاء کار ہیں، اس کے علاوہ یہ خرابی بھی لازم آتی ہے کہ ان کو اہلِ کتاب سے ادنیٰ حالت میں بھی داخل نہ مانا جائے (اور نکاح اور ذبیحہ کو بھی حرام قرار دے دیا جائے، جبکہ اہلِ کتاب عورت سے نکاح اور ان کا ذبیحہ حلال ہے) حالانکہ وہ سب سے اشرف کتاب (یعنی قرآن مجید) کا اقرار کرتے ہیں، اور جن حضرات نے اُن سے نکاح کے حلال نہ ہونے کا قول کیا ہے، اُس نے شاید اُن کے اعتقاد کی وجہ سے، ان کے مرتد ہونے کا حکم لگایا ہے، لیکن یہ حکم لگانا بعید ہے، کیونکہ یہ اُن کے اعتقاد کی بنیاد ہے، پھر اگر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ یہ کفر ہے، تب بھی وہ ارتداد نہیں کہلائے گا، جیسا کہ ''بحر'' میں فرمایا کہ یہ بات ضروری ہے کہ جو کفر یہ مذہب کا اعتقاد رکھتا ہو، اگر وہ اعتقادِ صحیح سے مقدم ہو، تو وہ مشرک ہے، اور اگر اعتقادِ صحیح کے بعد طاری ہوا ہو، تو وہ مرتد ہے۔

اور اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ''رافضی'' اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ''الوھیت'' کا عقیدہ رکھتا ہو، یا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ جبریلِ امین نے وحی میں غلطی کی ہے، یا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت کا انکار کرتا ہو، یا سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر (زنا کی) تہمت لگاتا ہو، تو وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے دین کی اُن ضروری

چیزوں کی مخالفت کی ہے، جو قطعی طور پر معلوم ہیں۔

برخلاف اس صورت کے کہ جب وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتا ہو، یا صحابہ پر سبّ وشتم کرتا ہو، تو وہ بدعتی ہے، کافر نہیں ہے، جیسا کہ میں نے اپنی کتاب ''**تنبيه الولاة والحكام علٰى أحكام شاتم خير الأنام**'' میں اس کو واضح کر دیا ہے (ردُّ المحتار)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ بعض اہلِ علم حضرات کے کلام میں ''معتزلہ، خوارج و روافض'' اور بعض دوسرے اہلِ قبلہ فرقوں کے متعلق جو ''کفر'' کی تصریح واقع ہوئی ہے، اُس سے ان کے مذہب کی تردید اور یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس طرح کے اقوال سے کفر لازم آجاتا ہے، یعنی یہ بحث ''لزومِ کفر'' سے متعلق ہے ''التزامِ کفر'' سے متعلق نہیں کہ اس کی وجہ سے ان کو کافر بھی قرار دیا جائے، اور کسی مذہب کے قول سے کفر کا لازم آنا، اصل مذہب نہیں کہلاتا، اور جو بات شرعی دلیل میں شبہ کی وجہ سے واقع ہو، اس میں خطاء کا حکم تو لگایا جاتا ہے، لیکن صریح منکِر و کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جاتا۔

اسی وجہ سے علی الاطلاق روافض کی تکفیر نہیں کی گئی، سوائے اس شخص کے، جو ناقابلِ تاویل کفریہ عقیدے کا حامل ہو، اور اس سے متعین طریقے پر اس طرح کا عقیدہ کا ثبوت ہو، ورنہ تو غیر اللہ کے لیے ''علمِ غیب'' کا عقیدہ بھی نصِ قرآن کے مخالف ہونے کی وجہ سے کفر کا متقاضی ہے، لیکن شرعی دلیل میں شبہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جاتی۔

چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی نے ''**ردُّ المحتار**'' میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

دعوى علم الغيب معارضة لنص القرآن فيكفر بها، إلا إذا أسند ذلك صريحا أو دلالة إلى سبب من الله تعالى كوحي أو إلهام، وكذا لو أسنده إلى أمارة عادية يجعل الله تعالى (رد المحتار على الدر المختار، ج۴، ص ۲۴۳، كتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: علمِ غیب کا دعویٰ نصِ قرآن کے مخالف ہے، جس کی وجہ سے کافر قرار دیا جائے گا، لیکن جب صراحتاً، یا دلالتاً اس کی نسبت، اللہ تعالیٰ کی جانب سے، کسی سبب کی طرف کرے، جیسا کہ وحی، یا الہام کے سبب سے، اور اسی طریقے سے اگر اُس کی نسبت ایسی عادی علامت کی طرف کرے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا ہو (ردُّ المحتار)

علامہ ابنِ عابدین شامی ''تنبیهُ الولاة'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

(والحاصل) أن الحكم بالكفر على ساب الشيخين ، أو غيرهما من الصحابة مطلقا ، قول ضعيف ، لاينبغي الإفتاء به ولا التعويل عليه، لما علمته من النقول المعتبرة ، فإن الكفر امر عظيم ، لم يتجاسر أحد من الأئمة على الحكم به، إلا بالأدلة الواضحة العارية عن الشبهة كما علمته مما قررناه.

على أنک قد علمت مما ذكرناه فى الباب الأول أنه لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن ، أو كان فى كفره إختلاف ، ولو رواية ضعيفة.

وعلمت أيضا قول صاحب البحر ولقد الزمت نفسى أن لا أفتى بشيئ منها أى من ألفاظ التكفير المذكورة فى كتب الفتاویٰ ، ومنها هذه المسئلة المذكورة فى الخلاصة ، فإن غالب هذه مخالفة لما إشتهر عن الأئمة من عدم تكفير أهل القبلة إلا ما كان الكفر فيه ظاهرا كقذف عائشة ونحوه، ولهذا صرح علماؤنا بأنه لايفتى بما فى كتب الفتاوى ، إذا خالف ما فى المتون والشروح، وقد ذكر الإمام قاضى القضاة شمس الدين الحريرى أحد شراح الهداية فى كتابه " إيضاح الإستدلال على إبطال الإ ستبدال" نقلا

عن الإمام صدر الدين سليمان أن هذه الفتاوى هى إختيارات المشائح ، فلا تعارض كتب المذهب ، قال وكذا كان يقول غيره من مشائخنا ، وبه أقول أيضا، انتهى.

فقد ثبت أن الأحوط عدم التكفير فى مسئلتنا اتباعا لما فى كتب المذهب فضلا عن عدم قبول التوبة فإنه إن ثبت نقله فهو نقل غريب مع أنه لم يثبت كما مر ، فخذ ما اتيتك به وكن من الشاكرين ، ولا عليك من كثرة المخالفين، واستغفر الله العظيم

(تنبيه الولاة والحكام علىٰ أحكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهما الصلاة والسلام ، مشمولة: مجموعة رسائل ابن عابدين، ج ا ص ٣٦٦، مطبوعة: سهيل اكيدمى، لاهور، الباكستان، الطبعة الثالث: 1990ء)

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما، یا ان کے علاوہ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سبّ وشتم کرنے والے پر مطلقاً کفر کا حکم لگانے کا قول ضعیف ہے، جس پر فتویٰ دینا جائز نہیں، اور نہ اس کی طرف متوجہ ہونا جائز ہے، جیسا کہ آپ معتبر حوالوں سے یہ بات جان چکے ہیں، کیونکہ کفر، امرِ عظیم ہے، جس پر ائمہ میں سے کسی نے جرأت نہیں کی، مگر ان ہی دلائل کے ذریعے سے، جو واضح ہیں، اور شبہ سے خالی ہیں، جیسا کہ آپ ہماری ماسبق کی تقریر سے جان چکے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ یہ بات بھی جان چکے ہیں، جو ہم نے پہلے باب میں ذکر کی کہ کسی مسلمان کے کفر پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا، جب تک کہ اس کے کلام کو اچھے پہلو پر محمول کرنا ممکن ہو، یا اس کے کفر میں اختلاف ہو، اگرچہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو۔

اور تم صاحبِ بحر کا یہ قول بھی جان چکے ہو کہ میں نے اپنے اوپر اس بات کا التزام کیا ہے کہ کتبِ فتاویٰ میں جو کفریہ الفاظ ہیں، میں ان میں سے کسی پر فتویٰ نہیں دیتا، اور

’’خلاصہ‘‘ میں جو مسئلہ مذکور ہے (یعنی سابِ شیخین کے کفر کا حکم) یہ بھی ان ہی مسائل میں سے ہے، کیونکہ یہ بات، اکثر و بیشتر ائمۂ کرام سے منقول اس بات کے خلاف ہے، جو انہوں نے اہلِ قبلہ کی عدمِ تکفیر کے متعلق فرمائی ہے، سوائے اس صورت کے، جب کہ کفر واضح ہو، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو (زنا کی) تہمت لگانا، یا اس کے مثل، اور اسی وجہ سے ہمارے علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ کتبِ فتاویٰ میں مذکور کسی بات پر اس صورت میں فتویٰ نہیں دیا جائے گا، جبکہ وہ متون اور شروح کے مخالف ہو، اور امام قاضیُ القضاۃ شمس الدین حریری جو کہ ’’الھدایۃ‘‘ کے شارحین میں سے ایک ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ’’إیضاحُ الإستدلال علی إبطال الإ ستبدال ‘‘میں امام صدرُ الدین سلیمان سے یہ بات نقل کی ہے کہ یہ فتاویٰ دراصل مشائخ کے اختیارات ہیں، جن سے کتبِ مذہب کا معارضہ نہیں کیا جاسکتا، اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے مشائخ کے علاوہ دیگر حضرات کا بھی یہی قول ہے، اور میرا قول بھی یہی ہے، شارحِ ہدایہ کی بات ختم ہوئی۔

پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہمارے مسئلے میں زیادہ احتیاط کافر قرار نہ دینے میں ہے، جس میں کتبِ مذہب کی اتباع بھی پائی جاتی ہے، چہ جائیکہ توبہ قبول نہ ہونے کا حکم لگایا جائے، کیونکہ اگر یہ نقل ثابت بھی ہو، تو اس کو نقلِ غریب قرار دیا جائے گا، باوجودیکہ اس کا کوئی ثبوت بھی نہیں، جیسا کہ گزر چکا، پس جو بات میں نے آپ کے سامنے پیش کی، اس کو اختیار کر لیجیے، اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جائیے، اور اپنے آپ کو کثرتِ مخالفین میں سے نہ بنائیے، اور اَللّٰہُ العظیم سے استغفار کیجیے (تنبیہ الولاۃ والحکام)

اس جیسی عبارات کی فقہائے کرام کی کتب میں کمی نہیں، جن کو ہم نے دوسرے مضمون میں نقل

کر دیا ہے، یہاں طوالت کے خوف سے نقل نہیں کیا جا رہا۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر حتی الامکان تکفیر کا حکم لگانے سے بچنے اور سینکڑوں احتمالات میں سے ایک عدمِ کفر کے احتمال کو ترجیح حاصل ہونے کا جو حکم اللہ، اس کے رسول اور وارثانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمارے سامنے ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا اصل فائدہ مجتہدینِ عظام، فقہائے کرام، اور ان کے متبعین کو آخرت میں ضرور حاصل ہوگا، اور دنیا میں بھی مختلف شکلوں میں ظاہر ہوگا اور الحمدللہ تعالیٰ ظاہر ہو رہا ہے۔

اگر موصوف کو یہ فائدہ نظر نہ آتا ہو، اور وہ اس کے بجائے، تکفیر کی وعید اور اس سلسلے میں عدمِ احتیاط کو ہی فائدہ سمجھتے ہوں، تو اس کا ہمارے پاس کیا علاج ہے؟

بعض عبارات کے مرجوح، مأول ومحتاجِ تحقیق ہونے پر کلام

موصوف اپنے کلام کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ان میں سے بعض عبارات مرجوح، بعض محتاجِ تاویل اور بعض محتاجِ تحقیق ہیں''۔انتھیٰ۔

موصوف اپنی مرضی کے خلاف آنے والی جس عبارت پر چاہیں ''مرجوح'' ہونے کا حکم لگائیں، جس عبارت پر چاہیں 'محتاجِ تاویل'' ہونے کا حکم لگائیں، اور جس عبارت پر چاہیں 'محتاجِ تحقیق'' ہونے کا حکم لگائیں، ان کو یہ سب اختیارات حاصل ہیں، بالفاظِ دیگر وہ ''چت'' بھی اپنی رکھنا چاہتے ہیں، اور ''پَٹ'' بھی اپنی رکھنا چاہتے ہیں''

اور اگر بالفرض اُن کے موقف سے اختلاف رکھنے والا کوئی دوسرا اُن کی طرف سے پیش کردہ عبارات، بلکہ خود موصوف کی تحریر کے متعلق یہی دعویٰ کرے کہ:

''ان میں سے بعض عبارات مرجوح، بعض محتاجِ تاویل اور بعض محتاجِ تحقیق ہیں''۔

تو شاید وہ آسانی سے، بلکہ حجت پوری ہونے کے باوجود، اس کو گوارا و تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوں، کیونکہ آج کل اپنے سابق موقف سے رجوع کرنے کی روایت اور ذوق ایک کمیاب، بلکہ نایاب چیز بن کر رہ گیا ہے۔

اور سب کچھ کرنے اور ہر طرح کی زور آزمائی کر چکنے کے بعد بھی موصوف شیعہ، بلکہ اثناعشریہ کی علی الاطلاق تکفیر کے قول کو مجتہد فیہ ومختلف فیہ ہونے کی فہرست سے تاقیامت خارج قرار نہیں دے سکتے، اور اس طرح کے مجتہد فیہ ومختلف فیہ مسئلے میں ''عدمِ تکفیر'' کی ترجیح پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔

اور اگر کوئی تکفیر کو ہی ترجیح دینے پر قائم رہے، تو جس طرح تکفیر کا قول رکھنے والے اہلِ علم حضرات نے عدمِ تکفیر، یا مشروط ومعلق تکفیر کے قائلین پر نکیر نہیں کی، ان کی اتباع میں موصوف کو بھی یہی طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ تکفیر کے قائلین پر تو فقہائے محققین کی طرف سے تردید کا ثبوت ملتا ہے، یہاں تک کہ اس قول کو جمہور، بلکہ متقدمین کے اجماع کے خلاف بھی کہا گیا ہے، لیکن عدمِ تکفیر کے قول پر فقہائے کرام سے اس طرح کا رَد نہیں ملتا۔

تردیدِ روافض میں مشغول علماء کے موقف کے رجحان پر کلام

پھر اس کے بعد اپنے مذکورہ کلام کا نتیجہ اخذ کرتے ہوئے موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''فلہٰذا ان کے مقابلہ میں وہ علمائے امت جن کی پوری پوری زندگی رافضیت کی تردید واصلاح میں گزری ہے، اور ان کی مخلصانہ جدوجہد سے آج تک علم وعمل کو آب اور رُشد وہدایت کو تاب ملتی آرہی ہے، ان کا فیصلہ یہی ہے کہ بالخصوص شیعہ اثناعشریہ تحریفِ قرآنِ مجید کے قائل ہی ہیں''۔ انتھٰی۔

اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا کسی فقہی واجتہادی رائے کے فیصل ہونے کا دارومدار

اس بات پر ہے کہ وہ ایسے علماء کی رائے ہو" جن کی پوری پوری زندگی، خاص اس چیز کی تردید واصلاح میں گزری ہو"

اگر یہ بات درست مان لی جائے، تو پھر کسی بھی مفتی کا فتویٰ اور عالم کی رائے، بلکہ مجتہد کی رائے، کے فیصل ہونے کے لیے ضروری ہونا چاہیے تھا کہ "اس کی پوری پوری زندگی، اسی چیز کی تردید واصلاح میں گزری ہو، جس کے متعلق وہ فتویٰ دینا چاہتا ہے"

اور اس رائے کو درست مان لینے کے بعد دین کے ہزاروں نہیں، لاکھوں فقہی واجتہادی مسائل میں اسی بنیاد کو اختیار کرنا پڑے گا، جس کا نہ تو کوئی قائل ہوسکتا، اور نہ اس پر کوئی عامل ہوسکتا۔

پھر کسی فعلِ منکر کی تردید واصلاح، ایک مستقل شعبہ ہے، جس کا تعلق دعوت وارشاد کے شعبہ سے ہے، لیکن کسی فعل کے کفر ہونے، نہ ہونے، اور اس فعل کے مرتکب کے کافر ہونے، نہ ہونے، کا تعلق شرعی وفقہی شعبہ اور اس سے متعلقہ دلائل وقواعد پر ہے، جن حضرات کی پوری کی پوری زندگی، شرعی وفقہی احکام کی تحقیق میں گزری ہو، اور ان کی نظر ہر قسم کے تعصب و تشدد اور جمود وخمود سے بالاتر ہو کر کسی گروہ، یا فرقہ کی صرف تردید واصلاح کے بجائے، تکفیر کی شرائط وموانع اور "لزومِ کفر والتزامِ کفر" وغیرہ کے قواعد وضوابط اور قرآن وسنت اور سلفِ صالحین کے مبارک طریقہ پر گہری ہو، ظاہر ہے کہ اس قسم کے مسائل میں ان ہی کی رائے کو ترجیح ہونی چاہیے، بنسبت ان کے، جن کی پوری پوری زندگی محض دعوت وارشاد کے شعبہ میں گزری ہو، چہ جائیکہ کسی کی پوری زندگی محض تردید وتکفیر میں گزری ہو، جیسا کہ دیگر فقہی مسائل اور فتاویٰ میں ان ہی فقہائے کرام ومفتیانِ عظام کے قول کو ترجیح دی جاتی ہے۔

اور جن حضرات کی پوری کی پوری زندگی شرعی وفقہی احکام کی تحقیق میں گزری ہو، ان کے بارے میں بھی یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان کی مخلصانہ جدوجہد سے آج تک علم وعمل کو آب اور رُشد وہدایت کو تاب ملتی آرہی ہے۔

جیسا کہ آج کل دعوت وتبلیغ کے نام سے دنیا بھر میں تبلیغی جماعت کا کام جاری ہے، تو کیا دعوت وتبلیغ کے احکام کی تعیین کے لیے اتنا کافی ہے کہ کسی کی زندگی اس شعبے میں گزری ہو، یا اس کا مدار شرعی وفقہی دلائل وقواعد پر رکھا جائے گا؟

ہم نے شیعہ کی مطلق تکفیر کرنے، اور رات دن اس کی کوششوں میں مصروف رہنے والے بے شمار لوگوں اور نوجوانوں کو دیکھا کہ ان کو تکفیر کی وعیدوں، تکفیر سازی کی لاحاصل کوششوں اور ''لزومِ کفر'' اور ''التزامِ کفر'' اور الفاظِ کفر ومعنیٰ کفر، اور تکفیر کی شرائط وموانع، اور اہلِ اھواء واہلِ روافض کے متعلق مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام کے اقوال سے آگاہی تک حاصل نہیں، لیکن وہ ہمہ وقت علی الاطلاق تکفیرِ شیعہ کی مہم جوئی میں مصروف ہیں، اور بحیثیتِ مفتی، کفر کا فتویٰ لگانے، بحیثیتِ قاضی، اس کا فیصلہ کرنے، اور بحیثیتِ جلاد، قتل کرنے کی کوششوں کے درپے ہیں، وہ اہلِ تشیع کی تردید کو اصلاح اور تکفیر کو تردید سمجھتے ہیں، تحقیق کا درمیان میں کوئی ذکر ہی نہیں۔

اگر اس طرزِ عمل کے حاملین کی پوری پوری زندگی رافضیت کی تردید واصلاح میں گزر جائے، کیا اس سے ان کے اجتہادی وفقہی مقام میں اضافہ ہوسکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں، اگر اضافہ ہوتا، تو اصل مجتہدین وفقہائے کرام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، وہ ہرگز مطلق تکفیری مہم اور اس کا حصہ دار بننے کی جرأت وہمت نہ کرتے، بلکہ اس سے اجتناب کرتے۔

ظاہر ہے کہ مجتہدین ومحققین فقہائے کرام کا متفق علیہ یہ فیصلہ، ہرگز نہیں ہے کہ ''تمام شیعہ، اور بالخصوص اثنا عشریہ تحریفِ قرآنِ مجید کے قائل ہیں، یا اس عقیدہ کی وجہ سے وہ تمام کے تمام کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں''

چوتھی صدی ہجری کے ماہر فقیہ، محدث اور اہل السنۃ والجماعۃ کے متکلم اور اشاعرہ کے امام کا لقب پانے اور عراق میں مالکیہ کی ریاست کی انتہاء کو پہنچنے والے ''قاضی ابو بکر باقلانی مالکی'' (المتوفیٰ: 403ھ) نے ''تحریفِ قرآن'' کے عقیدہ کے بطلان پر ایک نہایت عمدہ کتاب

''الانتصار للقرآن '' کے نام سے تالیف فرمائی ہے، یہ بھی یاد رہے کہ، رافضیوں کے امام اور امامیہ سلسلہ کے لسان جو ابن المعلم کے ساتھ معروف ہیں اور شیعوں کے نزدیک ''شیخ مفید'' کے لقب سے موسوم ہیں، قاضی ابو بکر باقلانی، کا شمار، ان کے ہم عصروں میں ہوتا ہے، خطیب بغدادی نے تاریخِ بغداد میں ان دونوں کی ملاقات کا ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے۔ [1]

قاضی ابو بکر باقلانی نے اس تالیف میں تحریفِ قرآن کے عقیدہ کو تمام شیعوں، یا تمام امامیہ کی طرف منسوب نہیں کیا، بلکہ جا بجا، شیعوں کے بڑے طبقے کے اس عقیدہ کے خلاف ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ وہ مذکورہ تالیف میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وزعم قوم من الرافضة أن القرآن قد بدل وغير وخولف بين نظمه وترتيبه، وأحيل عما أنزل إليه، وقرء على وجه غير ثابت عن الرسول .وأنه قد زيد فيه ونقص منه، وقال بعضهم :قد نقص منه ولم يزد فيه(الانتصار للقرآن، ج ۱،ص ۶۷،التمهيد)

ترجمہ: اور گمان کیا رافضیوں کی ایک قوم نے کہ قرآن مجید میں تبدیلی وتغییر کردی گئی ہے، اور اس کے الفاظ اور اس کی ترتیب میں اختلاف ہوگیا، اور جس طرح

---

[1] محمد بن الطيب بن محمد، أبو بكر القاضي، المعروف بابن الباقلاني:
المتكلم على مذهب الأشعري من أهل البصرة .سكن بغداد، وسمع بها الحديث من أبي بكر بن مالك القطيعي، وأبي محمد بن ماسي، وأبي أحمد الحسين بن علي النيسابوري، خرج له محمد بن أبي الفوارس وحدثنا عنه :القاضي أبو جعفر محمد ابن أحمد السمناني، وكان ثقة.
فأما الكلام فكان أعرف الناس به، وأحسنهم خاطرا، وأجودهم لسانا، وأوضحهم بيانا، وأصحهم عبارة، وله التصانيف الكثيرة المنتشرة في الرد على المخالفين من الرافضة، والمعتزلة، والجهمية، والخوارج وغيرهم .وحدث أن ابن المعلم -شيخ الرافضة ومتكلمها -حضر بعض مجالس النظر مع أصحاب له إذ أقبل القاضي أبو بكر الأشعري فالتفت ابن المعلم إلى أصحابه وقال لهم :قد جاءكم الشيطان !فسمع القاضي كلامهم -وكان بعيدا من القوم -فلما جلس أقبل على ابن المعلم وأصحابه وقال لهم :قال الله تعالى :أنا أرسلنا الشياطين على الكافرين تؤزهم أزا(تاريخ بغداد، للخطيب البغدادي، ج ۲،ص ۴۵۵، تحت رقم الترجمة ۹۷۸ ،حرف الطاء من آباء المحمدين،ذكر من اسمه محمد)

اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا تھا، اس سے پھیر دیا گیا ہے، اور اس کی قرائت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ طریقہ کے علاوہ کی گئی، اور اس میں زیادتی اور کمی کردی گئی، اور بعض کا قول یہ ہے کہ اس میں کمی کردی گئی ہے، زیادتی نہیں کی گئی (الانتصار للقرآن)

اور قاضی ابوبکر باقلانی، مذکورہ تالیف میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

’’پھر تحریفِ قرآن کے منکرین کو جواب میں کہا جائے گا کہ تم نے شیعہ کے دوسرے فریق کا بھی انکار کیا ہے، جو قرآن کی تصدیق کے وجوب کے قائل ہیں، اور ان کا قول اہلُ السنۃ والجماعۃ کی طرح ہے، جن کی تعداد بہت کثیر ہے، اور اُن کے آپس میں اختلافات بھی ہیں، اور وہ مختلف علاقوں میں آباد ہیں، جنہوں نے حضرت علی اور ان کی اولاد میں آنے والے ائمہ سے یہی اخذ کیا ہے کہ جو قرآن دو لوحوں کے درمیان لکھا ہوا ہے، وہ اللہ کی، مکمل وہی کتاب ہے، جو اس کے رسول پر نازل کی گئی تھی، اس کی ترتیب اور نظم میں نہ کوئی تغییر ہوئی، اور نہ کوئی تبدیلی ہوئی، اور نہ اس سے کوئی حصہ زائد ہے، اور وہ اسی قرآن کی قرائت کرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی قرائت کراتے ہیں، اور وہ اسی اعتقاد کی تعلیم دیتے ہیں کہ یہ قرآن، مکمل اور پورا، صحیح ہے، اور اتنے سارے حضرات پر جھوٹ کا حکم لگانا محال ہے، اور تمہیں اس بات کا یقینی علم ہے، جس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ شیعہ لوگوں میں عظیم مخلوق، قرآن کی صحت اور اس کے نظم، اور اس کی ترتیب پر وہی عقیدہ رکھتی ہے، جو اصحابُ الحدیث، اور امت کے تمام فرقوں کا عقیدہ ہے، لہٰذا تمہاری خبر کے مقابلے میں اُن شیعوں کا قول توثیق اور تصدیق کا زیادہ مستحق ہے، جو کہ کثرت میں تمہارے سے بھی زیادہ ہیں، کیونکہ جمہور شیعہ اور سوادِ اعظم، قرآن میں کمی اور تغییر اور تبدیل کا انکار کرتے ہیں، اور اس کو بہت خطرناک چیز سمجھتے

ہیں، اور اس کے قائل سے برائت ظاہر کرتے ہیں، اور اس کا عقیدہ رکھنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں، اور اس طرح کا عقیدہ رکھنے اور اس کی نصرت کرنے والے کو امت کے تمام فرقوں سے کٹا ہوا، الگ فریق شمار کرتے ہیں، اور ان میں تمہارے اس قول کے قائلین اور ان کے ناصرین، قلیل تعداد میں ہیں، جن کو شمار میں لانا فضول ہے'' ۔انتہیٰ۔ [1]

قاضی ابوبکر باقلانی، مذکورہ تالیف میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''اور تمہارا یہ کہنا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دعوے کے مطابق ،قرآن مجید کی ترتیب قائم کی تھی، جس کے اندر بعد میں تحریف کردی گئی، تو یہ پھس پھسا دعویٰ ہے، تم یقینی طور پر یہ بات جانتے ہو کہ ہم اور امت کے تمام فرقے ، اور شیعوں کا بڑا اور اکثریتی طبقہ، اس مسئلے میں تمہارے مخالف ہے، اور ہمارے ساتھ ہے، جو سب اِس قرآن مجید کو تحریف اور

[1] ثم يقال لهم :إن وجب القطع على صدق هذه الطبقة من الشيعة فى روايتهم عن على والسلف الصالح من ولده فى تغيير القرآن ونقصانه، فما أنكرتم من وجوب تصديق الفريق الآخر من الشيعة الذين يروون عن مثلهم مع كثرة عددهم واختلاف هممهم وتفرق ديارهم عن على والأئمة من ولده أن هذا القرآن المرسوم بين اللوحين هو جميع كتاب الله المنزل على رسوله على ترتيبه ونظامه غير مغير ولا مبدل ولا مزيد فيه، وأنهم كانوا يقرؤونه ويقرئونه ويوقفونهم على اعتقادهم لصحته وكماله وتمامه، والكذب مستحيل على مثلهم، وخبرهم هذا معارض لخبركم فى نقيض موجبه، وقد علمتم علما لا يتخالجكم فيه الشك والريب أن فى الشيعة خلقا عظيما يعتقدون فى صحة القرآن ونظمه وترتيبه اعتقاد أصحاب الحديث وسائر فرق الأمة، وأئهم يروون ذلك عن على عليه السلام والأئمة من ولده، فما الذى جعل خبركم بالتوثيق والتصديق أولى من خبرهم وهم فى الكثرة كأنتم بل أكثر، لأن الدهماء من الشيعة والسواد الأعظم ينكر نقصان القرآن وتغييره وتبديله، ويعظم ذلك ويتبرأ من قائله ويكفر الدائن به، ويفرق فى ذم معتقده والناصر له كثر من افتراق جميع فرق الأمة، والقليل منهم القائل بقولكم والناصر له، ولا جواب لهم عن ذلك(الانتصار للقرآن، ج ٢، ص ٤٨٣، ٤٨٤، باب ما روى من الآى المنسوخة ووجه القول فيها، فصل مما يدل على كذب الرافضة فى هذه الدعوى)

تغییر اور نقصان سے محفوظ سمجھتے ہیں“۔انتہٰی۔ [1]

نیز قاضی ابو بکر باقلانی، مذکورہ تالیف میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

”پھر تحریفِ قرآن کے قائلین سے یہ کہا جائے گا کہ تمہاری مخالفت کرنے والے، امت کے تمام فرقوں نے، اور خاص طور پر جمہور شیعہ نے، یہ بات نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اسی طرح قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے، جو ہمارے صحیفوں میں ہے، اور ہم نے اس کو اسی طرح مرتب کیا ہے، اور وہ فرقے تم سے تعداد کے اعتبار سے بھی زیادہ ہیں، اور سند کے اعتبار سے بھی زیادہ صحیح ہیں، اور رجال کے اعتبار سے بھی زیادہ مضبوط ہیں، اُن تمام راویوں کے مقابلے میں، جن سے تم نے روایات لی ہیں، بلکہ تمہاری مخالفت کرنے والے شیعہ بھی، اس مذہب میں تمہارے مقابلے میں تعداد کے اعتبار سے زیادہ ہیں، اور زیادہ ثقہ ہیں، اور تمہارے مقابلے میں حق کے زیادہ قریب ہیں، اور کذب اور بہتان کی عار کے احتمال سے تمہارے مقابلے میں زیادہ خوددار اور غیرت مند ہیں“۔انتہٰی۔ [2]

---

[1] وأما قولكم إنه سبحانه ورسوله صلى الله عليه كذلك رتباه فى النظم والتأليف فدعوى مجردة تعلمون يقينا أننا وجميع فرق الأمة ومعظم الشيعة المخالفين لكم فى هذا الباب والمقرين معنا بسلامة هذا المصحف من التحريف والتغيير والنقصان نخالفكم فيها، وننسبكم نحن وجميع من وافقكم إلى الكذب فى ادعائها، فما الدليل إذا كان ذلك كذلك على صحة قولكم إن الله تعالى ورسوله رتباه وألفاه على سبيل ما أنزل عليه فى التقديم والتأخير، وخبرونا عنكم باضطرار تعلمون صحة هذه الدعوى أم بحجة ودليل؟ .(الانتصار للقرآن، ج۲،ص۵۱۳، ۵۱۴،باب ما روى من الآى المنسوخة ووجه القول فيها، دليل لهم آخر فى تغيير المصحف وإفساد نظم القرآن، ووقوع الغلط والتحريف فيه)

[2] ثم يقال لهم :فقد نقل سائر من خالفكم من جميع فرق الأمة والدهماء من الشيعة خاصة، أن الله تعالى ورسوله ألقى القرآن على ما هو عليه فى مصحفنا ورتبناه كذلك، وفرق منهم أكثر منكم عددا وأصح سندا وأثبت رجالا وأوثق وأعدل من سائر من تروونه عنه، بل مخالفوكم الشيعة فقط فى هذا المذهب أكثر عددا منكم وأوثق وأقرب إلى الحق منكم وأشد أنفة من احتمال عار الكذب والبهتان من سائركم، فيجب إذا كان ذلك كذلك تصديق جميع مخالفيكم فى نقلهم لتأليف القرآن ونظمه على ما هو به عن الرسول، ولا جواب عن ذلك .(الانتصار للقرآن، ج۲،ص۵۱۵، باب ما روى من الآى المنسوخة ووجه القول فيها، دليل لهم آخر فى تغيير المصحف وإفساد نظم القرآن، ووقوع الغلط والتحريف فيه)

’’قاضی ابوبکر باقلانی مالکی‘‘ نے چوتھی اور پانچویں صدی کے درمیان یہ تمام باتیں تحریفِ قرآن کی تردید کے متعلق اپنی مذکورہ مایہ ناز کتاب میں تحریر فرمادی ہیں۔

ان کے مذکورہ ادوار تک جمہور شیعہ کا یہی عقیدہ سامنے آیا کہ قرآن مجید، ہر قسم کی تحریف اور تغییر اور تبدیل اور کمی زیادتی سے محفوظ ہے۔

بعد کے متعدد محققین بھی، اسی موقف پر قائم رہے۔

امام فخر الدین رازی (المتوفیٰ 606ھ) جو کہ محدث، فقیہ، فلسفی، شافعی ہونے کے ساتھ اشعری عقیدہ رکھتے تھے، آپ مقامِ ’’ریؔ، ایران‘‘ میں پیدا ہوئے، جہاں آپ کے والد ضیاء الدین عمر خطیب تھے، اس لیے آپ ابنُ الخطیب بھی کہلاتے ہیں۔

انہوں نے بھی چھٹی صدی ہجری میں ’’تحریفِ قرآن‘‘ کے عقیدہ کو تمام شیعوں، یا تمام امامیہ، واثنا عشریہ کی طرف منسوب نہیں فرمایا۔

چنانچہ امام رازی نے اپنی معرکۃُ الآراء تفسیر کبیر میں ایک مقام پر فرمایا:

احتج القاضی بقوله :إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون علی فساد قول بعض الإمامیة فی أن القرآن قد دخله التغییر والزیادة والنقصان(التفسیر الکبیر،لفخر الدین الرازی، ج۱۹،ص۱۲۴،سورة الحجر)

ترجمہ: قاضی نے اللہ تعالیٰ کے قول ’’انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون‘‘ کے ذریعے سے بعض ’’امامیہ‘‘ کے اس قول کے فاسد ہونے کی دلیل پکڑی ہے کہ قرآن میں ’’تغییر‘‘ اور ’’کمی وزیادتی‘‘ داخل ہوگئی ہے (تفسیر الکبیر)

اور امام رازی نے ایک مقام پر فرمایا:

وقال قوم من الرافضة :إن هذا الذی عندنا لیس هو القرآن الذی جاء به محمد بل غیر وبدل(التفسیر الکبیر، ج۲،ص ۲۸۹،سورة البقرة)

ترجمہ: رافضیوں کی ایک قوم کا قول ہے کہ یہ جو ہمارے پاس ہے، وہ، وہ قرآن نہیں ہے، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے، بلکہ تغییر وتبدیل شدہ ہے (تفسیر الکبیر)

نیز امام رازی نے ایک اور مقام پر فرمایا:

زعم قوم من قدماء الروافض أن هذا القرآن قد غير وبدل وزيد فيه ونقص عنه (التفسير الكبير، ج٣٠، ص٧٢٦، سورة القيامة، تحت رقم الآية ١٦)

ترجمہ: اور قدیم رافضیوں کی ایک قوم کا گمان یہ ہے کہ یہ قرآن تغییر اور تبدیل شدہ، اور زیادتی اور کمی شدہ ہے (تفسیر الکبیر)

امام رازی کی مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ ''تحریفِ قرآن'' کا عقیدہ، بعض قدیم رافضیوں کا ہے، جن میں بعض شیعہ امامیہ بھی داخل ہیں، نہ تو تمام شیعوں کا یہ عقیدہ ہے، اور نہ ہی تمام ''شیعہ اثنا عشریہ'' کا یہ عقیدہ ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ نے یہ بات اپنی معرکۃ الآراء تفسیر میں ایران کے اندر بیٹھ کر چھٹی صدی میں بیان فرمائی۔

بعد میں امام فخر الدین رازی کی اس بات کو ابو حیان اندلسی (المتوفیٰ: 745ھ) نے بھی اپنی تفسیر ''البحر المحیط'' میں نقل کیا۔ [1]

اور اس کے بعد نظام الدین نیشاپوری (المتوفیٰ: 850ھ) نے بھی اپنی تفسیر ''غرائب القرآن'' میں امام فخر الدین رازی کی اس بات کو نقل کیا۔ [2]

نہ تو امام رازی کو ایران میں بیٹھ کر اور علاقہ بھر کے سنی حضرات کی خطابت وامامت کا فریضہ سر انجام دیتے ہوئے، یہ معلوم ہو سکا کہ تحریفِ قرآن کا عقیدہ، تمام شیعوں کا ہے، اور نہ ہی بعد کے مذکورہ جلیل القدر مفسرین کو اس کا علم ہوا، لیکن ان سب کے علی الرغم یہ راز موصوف پر فاش

---

[1] وذكر أبو عبد الله الرازى فى تفسيره :أن جماعة من قدماء الروافض زعموا أن القرآن قد غير وبدل وزيد فيه ونقص منه (البحر المحيط فى التفسير، ج١٠، ص٣٤٩، ٣٥٠، سورة القيامة)

[2] قال الإمام فخر الدين الرازى :زعم قوم من قدماء الشيعة أن هذا القرآن مغير بالزيادة والنقصان (تفسير النيسابورى - غرائب القرآن ورغائب الفرقان، ج٦، ص٤٠٢، سورة القيامة)

www.idaraghufran.org

ہوا کہ تحریفِ قرآن کا عقیدہ، تمام اہلِ تشیع کا ہے، یہاں تک کہ جو یہ عقیدہ نہیں رکھتے، لیکن وہ تحریفِ قرآن کے قائلین کی تکفیر نہیں کرتے، وہ بھی اس عقیدہ کی زَد میں آ کر تحریفِ قرآن کے جرم اور کفر میں شریک ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگر دِ رشید، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1225ھ) خاص اہلِ تشیع و روافض کے متعلق اپنی تالیف ''**السیف المسلول**'' میں فرماتے ہیں کہ:

''کلینی نے تحریفِ قرآن اور اسقاطِ آیات وسُور میں جو آثار، ائمہ سے نقل کیے ہیں، سب موضوع اور بناوٹی ہیں، جیسا کہ'' ابنِ بابویہ'' اور''حلی''ان کے اکابرین نے اس کا فیصلہ اور اعتراف کیا ہے'' (السیف المسلول، ص۱۲۰، دوسرا مقالہ، پہلی فصل، ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگر دِ رشید، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ، کلینی کے تحریفِ قرآن اور اسقاطِ آیات وسُور سے متعلق ائمہ سے نقل کردہ سب آثار کو ان کے اکابرین کے فیصلہ واعتراف سے موضوع اور بناوٹی ہونے کا حکم لگا رہے ہیں۔

پھر اس کے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ صاحبِ تفسیر روح المعانی علامہ آلوسی (المتوفیٰ: 1270ھ) اور ان کے خاندان کا بھی دور آ گیا۔

انہوں نے بھی بغداد کے مفسر، محدث، مفتی، متکلم سب کچھ ہونے کے باوجود، تمام شیعوں کی طرف تحریفِ قرآن کا حکم منسوب نہیں کیا، بلکہ بعض شیعوں کی طرف ہی اس کی نسبت کی۔

چنانچہ علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر''روح المعانی'' میں اور دوسری کتب میں بھی اس کی تصریح فرمائی ہے، یہاں تک کہ انہوں نے امامیہ کے خلاف اپنی ایک مستقل تالیف ''**نہج السلامۃ ، الٰی مباحث الامامۃ**'' میں اثنا عشریہ فرقہ کو دوسرے شیعہ فرقوں سے اہون ہی فرما دیا، اور اثنا عشریہ فرقہ کی طرف منسوب کفریہ اقوال کی بناء پر تکفیر کا حکم لگانے سے بھی

اختلاف فرمایا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ کی ''تحفہ اثنا عشریہ'' کا 1227ھ میں، یعنی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی وفات کے کچھ ہی عرصہ بعد شیخ حافظ غلام محمد بن محی الدین اسلمی نے عربی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔

اس وقت علامہ آلوسی رحمہ اللہ بھی حیات تھے، بلکہ علامہ آلوسی نے اپنے بعض مضامین میں اس کتاب کا حوالہ بھی نقل فرمایا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

جس کے بعد علامہ آلوسی (صاحبِ روح المعانی) کے پوتے محمود شکری آلوسی (المتوفیٰ: 1342ھ) نے 1301ھ میں عربی زبان میں عربی تحفۂ اثنا عشریہ کو مختصر کر کے تلخیص فرمائی تھی۔

اس ''مختصر التحفة الاثنی عشرية'' میں محمود شکری آلوسی نے اپنے دادا، علامہ آلوسی کی کتاب ''نهج السلامة ، الٰی مباحث الامامة'' کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ:

''موجودہ دور میں جو ''اثنا عشریہ'' معروف ہیں، وہ اعتقاد میں بہت سے ''امامیہ'' فرقوں اور تمام ''شیعوں'' سے اھوَن اور ہلکے ہیں''۔انتہیٰ۔ [1]

علامہ آلوسی کی مذکورہ کتاب کی اصل عبارت، تو آگے آتی ہے، جس میں انہوں نے اثنا عشریہ کے بھی مختلف فرقوں کا ذکر فرمایا ہے، اس سے پہلے علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے بیٹے نعمان بن محمد آلوسی بغدادی (المتوفیٰ: 1317ہجری) کی تالیف ''الجوابُ الفسیح لما لفقهٔ

---

[1] قال الجد (ای صاحب تفسیر روح المعانی)روّح الله روحَه فی کتابه (نهج السلامة) بعد عدِّه فرق الإمامية :ثم اعلم أن الاثنی عشرية المعروفين اليوم على علاتهم فی الاعتقادات أهون شرا بكثير من كثير من فرق الإمامية وسائر الشيعة، فهم فی معظم الاعتقاديات متطفلون على المعتزلة وقول الخواجة نصير الدين الطوسی المتكلم -على ما نقله عنه تلميذه ابن المطهر الحلی - أنهم مخالفون لجميع الفرق فی ذلک مما يتعجب منه المطلع على اعتقاداتهم، وأعجب من ذلک جعله تلک المخالفة دليلا على أنهم الفرقة الناجية(مختصر التحفة الاثنی عشرية،ص ۲۲،الباب الأول فی ذكر فرق الشيعة وبيان أحوالهم وكيفية حدوثهم وتعداد مكائدهم،فرق الشيعة الإمامية ، الجعفرية)

www.idaraghufran.org

عبدالمسیح'' کا حوالہ بھی ملاحظہ فرمالیا جائے، جس میں انہوں نے فرمایا کہ:

''جس بات پر ''جمہور علمائے شیعہ امامیہ اثنا عشریہ'' ہیں، وہ یہ ہے کہ قرآن مجید تغییر اور تبدیل سے محفوظ ہے، اور جو قرآن مجید، آج کے دور میں موجود ہے، وہ وہی قرآن ہے، جو ''سیدِ ولدِ عدنان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' پر نازل کیا گیا تھا، نہ اس میں کوئی زیادتی ہوئی ہے، اور نہ کمی ہوئی ہے، اور ان شیعہ میں سے جس نے اس کے خلاف گمان کیا، تو ''جمہور علمائے شیعہ امامیہ'' کے نزدیک، اس کا وہ قول مردود اور ناقابلِ قبول ہے۔

چنانچہ امامیہ کے مختلف علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے (چند حوالہ جات نقل کرنے کے بعد نعمان بن محمد آلوسی فرماتے ہیں)

مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ فرقۂ امامیہ کے علماء کے نزدیک پسندیدہ محقق مذہب یہ ہے کہ جو قرآن مجید نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا، یہ وہی ہے جو ''دفتین'' کے درمیان ہے، اور وہ اس سے زیادہ نہیں ہے۔

چنانچہ میرے والد ماجد صاحبِ روح المعانی نے بھی ''روحُ المعانی'' میں تحریفِ قرآن کے عقیدے کو بعض اہلِ تشیع کی طرف منسوب کرکے، اہلِ تشیع سے ہی اس کا رد نقل فرمایا ہے، جس کے آخر میں مذکور ہے کہ امامیہ میں سے جس نے اس کے خلاف کہا، ان کی بات کا اعتبار نہیں، کیونکہ اس سلسلے میں جو بعض اصحابِ حدیث نے مختلف روایات نقل کی ہیں، وہ ضعیف ہیں، جن کو انہوں نے صحیح سمجھ کر نقل کر دیا ہے''۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] وأما ما عليه جمهور علماء الشيعة الإمامية الاثنى عشرية أن القرآن المجيدة محفوظ عن التغيير والتبديل، والموجود الآن هو الذى انزل على سيد ولد عدنان من غير زيادة ولا نقصان، واما من زعم منه غير هذا فقولهٔ مردود، غير مقبول عندهم ايضاً.

قال الشيخ الصدوق أبو جعفر محمد بن على بن بابويه الذى هو من أعظم علماء الإمامية الاثنى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اب علامہ مذکورتو تیرہویں صدی کے آخر تک تحریفِ قرآن کے عقیدہ کو جمہور امامیہ اثنا عشریہ کا ہونے کی نفی فرما رہے ہیں، اور وہ تحریفِ قرآن کے قائلین کو جمہور امامیہ واثنا عشریہ کے زمرہ میں شمار نہیں کررہے، جس سے قاضی ابو بکر باقلانی، امام رازی اور ان کے بعد کے متعدد مفسرین ومحققین کے قول ہی کی تائید ہوتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عشرية فی رسالته الاعتقادية ما عبارتهٔ: (اعتقادنا فی القرآن أن القرآن الذی أنزل الله تعالى على نبيه عليه الصلاة والسلام هو ما بين الدفتين وهو ما فی أيدی الناس ليس بأكثر من ذلك ومبلغ سوره عند الناس مائة وأربعة عشر سورة وعندنا والضحى وألم نشرح سورة واحدة ولإيلاف وألم تر سورة واحدة ومن نسب إلينا أنا نقول أنه أكثر من ذلك فهو كاذب) انتهى.

وفی تفسير مجمع البيان الذی هو تفسير معتبر عند الشيعة: ذكر السيد الأجل المرتضى علم الهدى ذو المجد أبو القاسم علی بن الحسين الموسوی أن القرآن كان على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مجموعاً مؤلفاً على ما هو الآن واستدل على ذلك بأن القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه فی ذلك الزمان حتى عين على جماعة من الصحابة فی حفظهم وأنه كان يعرض على النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ويتلى عليه وأن جماعة من الصحابة كعبد الله بن مسعود وأبی بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عدة ختمات، وكل ذلك بأدنى تأمل يدل على أنه كان مجموعاً مرتباً غير منشور ولا مبثوث، وذكر أن من خالف من الإمامية والحشوية لا يعتد بخلافهم فإن الخلاف مضاف إلى قوم من أصحاب الحديث نقلوا أخباراً ضعيفة ظنوا صحتها لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع على صحته. انتهى.

وقال السيد المرتضى أيضاً: إن العلم بصحة القرآن كالعلم بالبلدان والحوادث والوقائع العظام المشهورة وأشعار العرب المسطورة، فإن العناية اشتدت والدواعی توفرت على نقله وبلغت الى حدٍ لم تبلغ إليه فيما ذكرناه، لأن القرآن معجزة النبوة ومأخذ العلوم الشرعية والأحكام الدينية، وعلماء المسلمين قد بلغوا فی حفظه وعنايته الغاية حتى عرفوا كل شیء فيه من إعرابه وقرائته وحروفه وآياته فكيف يجوز أن يكون مغيراً أو منقوصاً مع العناية الصادقة والضبط الشديد. انتهى.

وقال القاضی نور الله الشوستری الذی هو من علمائهم المشهورين فی كتابه المسمى بمصائب النواصب، ما عبارتهٔ: ما نسب إلى الشيعة الإمامية بوقوع التغير فی القرآن ليس مما قال به جمهور الإمامية إنما قال به شرذمة قليلة منهم لا اعتداد بهم فيما بينهم. انتهى.

وقال الملا صادق فی شرح الكلينی ما لفظهٔ: يظهر القرآن بهذا الترتيب عند ظهور الإمام الثانی عشر ويشهر به. انتهى.

وقال محمد بن الحسن الحر العاملی الذی هو من كبار المحدثين فی الفرقة الإمامية فی رسالة كتبها فی رد بعض معاصريه ما عبارتهٔ بالفارسية: هر كسيكه تتبع أخبار وتفحص تواريخ وآثار نموده

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

موصوف اگر اس کے برعکس نظریہ رکھتے ہوں، اور وہ تمام اثنا عشریہ، یا تمام امامیہ پر اس کا الزام قائم کرتے ہوں، تو ہم مذکورہ خلف وسلف کے مقابلے میں، ان کے موقف کو راجح نہیں سمجھتے۔

اس کے بعد علامہ آلوسی (صاحبِ روح المعانی) کی تالیف "**نهج السلامة ، الٰی مباحث الامامة**" کا حوالہ ملاحظہ فرمالیا جائے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعلم یقینی میداند که قرآن درغایه وأعلی درجة تواتر بوده، وآلاف صحابة حفظ ونقل میکردندآن را ودر عهد رسول خدا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مجموع ومؤلف بود. انتهی.

فظهر أن المذهب المرضیٰ المحقق عند علماء الفرقة الإمامية أن القرآن الذی انزل علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم هو ما بین الدفتین وهو ما فی أيدی الناس لیس بأكثر من ذلک، وأنه كان مجموعاً مؤلفاً فی عهد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، وحفظه ونقله ألوف من الصحابة وجماعة من الصحابة كعبد الله بن مسعود وأبی بن كعب وغيرهما ختموا القرآن علی النبی علیه الصلاة والسلام عدة ختمات وأنهٔ يظهر القرآن ويشتهر بهذا الترتيب عند ظهور الإمام الثانی عشر رضی الله تعالیٰ عنه والشرذمة الندرة قالت بوقوع التغيير لا اعتداد بها، و قد رد العلماء اقوالها و الأخبار الضعيفة لا يرجع عليها عن المعلوم المقطوع بصحته و هذا حق لأن خبر الواحد إذا اقتضی علماً ولم يوجد فی الأدلة القاطعة ما يدل عليه وجب رده، علی ما صرح به ابن المطهر الحلی فی كتابه المسمی "بمبادء الوصول إلی علم الأصول" ، وقد قال الله تعالی: إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون. وفی تفسير الصراط المستقيم الذی هو تفسير معتبر عند علماء الشيعة "أی إنا لحافظون له من التحريف والتبديل والزيادة والنقصان". انتهی .

و قال الوالد عليه الرحمة "وزعم بعض الشيعة أن عثمان بل ابا بكر و عمر ايضاً اسقطوا بعضا من آياته و لما تفطن به علمائهم ردوه و منهم الطبرسی فی مجمع البيان حيث قال أما الزيادة فی القرآن فـجمع علی بطلانها، وأما النقصان فقد روی عن قوم من أصحابنا وقوم من حشوية العامة والصحيح خلافه وهو الذی نصره المرتضی واستوفی الكلام فيه غاية الاستيفاء فی جواب المسائل الطرابلسيان، وذكر فی مواضع أن العلم بصحة نقل القرآن كالعلم بالبلدان والحوادث الكبار والكتب المشهورة، وأشعار العرب المسطورة، فإن الغاية اشتدت والدواعی توفرت علی نقله وحراسته وبلغت إلی حد لم تبلغه فيما ذكرناه لأن القرآن معجزة النبوة ومأخذ العلوم الشرعية والأحكام الدينية، وعلماء المسلمين قد بلغوا فی حفظه وحمايته الغاية حتی عرفوا كل شیء اختلف فيه من إعرابه وقرائته وحروفه وآياته فكيف يجوز أن يكون مغيرا أو منقوصا الی العناية الصادقة والضبط الشديد، وقال أيضا: إن العلم بتفصيل القرآن وأبعاضه فی صحة نقله كالعلم بجملته وجری ذلک مجری ما علم ضرورة من الكتب المصنفة ككتاب سيبويه والمزنی فإن أهل العناية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کتاب میں علامہ آلوسی نے شیعوں کے مختلف فرقے بیان فرمائے ہیں، جن میں پہلا فرقہ ''شیعۂ اولیٰ'' ہے، جس کا نام شیعہ مخلصین بھی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بهذا الشأن يعلمون من تفصيلها ما يعلمونه من جملتها حتى لو أن مدخلا أدخل فى كتاب سيبويه بابا من النحو ليس من الكتاب لعرف وميزانه ملحق وأنه ليس من أصل الكتاب وكذا القول فى كتاب المزنى ومعلوم أن العناية بنقل القرآن وضبطه أصدق من العناية بضبط كتاب سيبويه ودواوين الشعراء .

وذكر أيضا أن القرآن كان على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مجموعا مؤلفا على ما هو عليه الآن .واستدل على ذلك بأن القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه فى ذلك الزمان وأنه كان يعرض على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ويتلى عليه وأن جماعة من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود وأبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم عدة ختمات وكل ذلك يدل بأدنى تأمل على أنه كان مجموعا مرتبا غير مبتور ولا مبثوث، وذكر أن من خالف ذلك من الإمامية والحشوية لا يعتد بخلافهم فإن الخلاف فى ذلك مضاف إلى قوم من أصحاب الحديث نقلوا أخبارا ضعيفة ظنوا صحتها لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع بصحته انتهى (الجوابُ الفسيح لما لفقهٗ عبدالمسيح، المجلد الثانى، ص ۱۳۴ الىٰ ۱۳۷، كلام النصرانى فى كتابة القران بعد موت النبى، الفصل الثانى، مطبوعة: دار البيان العربى بالقاهرة، تاريخِ طبع: 1978ء)

[1] المبحث الأول فى بيان فرق الشيعة

الفرقة الأولى :الشيعة الأولى:

ويسمّون الشيعة المخلصين أيضا، وهم عبارة عمّن كان فى وقت خلافة الأمير كرم الله تعالى وجهه من المهاجرين والأنصار، والذين اتبعوهم بإحسان وكلهم عرفوا له حقه، واحلوه من الفضل محله، ولم ينتقصوا أحدا من أخوانه أصحاب رسول الله؟ فضلا عن إكفاره وسبه، بيد أن منهم من قاتل معه على تأويل القران، كما قاتلوا مع ابن عمه عليه الصلاة والسلام على تنزيله.

فقد كان معه رضى الله تعالى عنه فى حرب صفين من أصحاب بيعة الرضوان ثمانمائة صحابى، وقد استشهد منهم تحت رايته هناك ثلاثمائة، ومنهم من تقاعد عن القتال تورعا واحتياطا لشبهة عرضت له، ولكنه مع ذلك كان قائما بمحبته وتعظيمه، ونشر فضائله وذلك لا يقصر بكثير عن القتال معه، ومن مشهورى هذا الصنف عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهما، وقد كشف عن عينه من بعد غين الشبهة غاية فندم غاية الندم على قعوده وتخلفه عن الأمير كرم الله تعالى وجهه، لكن فات ذاك، وتعذر الأستدراك، وحالت المنية دون الأمنية.

وهذا يشبه من وجه ما كان من محمد بن الحنفية، رضى الله تعالى عنه من التوقف يوم الجمل حتى قال له أسد الله :ويحك أتتوقف وأبوك سائقك.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسرا فرقہ ''شیعہ تفضیلیہ'' کا ہے۔

تیسرا فرقہ ''شیعہ سبیہ'' کا ہے، جس کو ''تبرائیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومنهم من غلب عليه القضاء والقدر، فوقع منه ما أدى إلى قتاله كطلحة والزبير وأم المؤمنين عائشة رضى الله تعالى عنهم، فهم وإن وقع بينهم وبين الأمير كرم الله تعالى وجهه ما وقع يوم الجمل، محبون له عارفون له فضله، كما أنه رضى الله تعالى عنه فى حقهم كذلک.

وليس بين ذلک وبين القتال الواقع فى البين تناف، لأن القتال لم يكن مقصودا بل وقع عن غير قصد، لمكر من قتلة عثمان رضى الله تعالى عنه الذين كانوا بعشائرهم فى عسكر الأمير، إذ غلب على ظنهم من خلوته بطلحة والزبير أنه سيسلمهم إلى أولياء عثمان، فطاروا من نيران غدرهم شرارا، ومكروا مكرا كبّارا، فأوقعوا القتال بين الفريقين، فوقع ما وقع إن شاء وإن أبى أبو الحسنين، فكل من الفريقين كان معذورا، وكان أمر الله قدرا مقدورا، وتفصيل ذلک فى محله، ولولا مخافة الإملال لمنحتک به كله.

على أن القتال لو فرض أنه كان قصدا فهو لشبهة قوية عند المقاتل، أوجب عليه أن يقاتل، فهو بزعمه من الدين ونصرة المسلمين، وليس من الغى والإستهانة بالأمير فى شىء ، ومتى كان كذلک فهو لا ينافى المحبة ولا يدّنس رداء الصحبة، وقد صرح بعض العلماء أن شكوى الولد على أبيه، لدين له عليه قادر على أدائه ومماطل فيه ليس من العقوق، ولا مخل بما للوالد من واجب الحقوق.

وإنُ أبى تعصبک هذا قلنا إنّ القوم رضى الله تعالى عنهم، كانوا من قبل ما وقع من الشيعة المخلصين الأبرار، لكن لعدم العصمة وقع منهم ما غسلوه بِبَرَد التوبة وثلج الاستغفار، ويأبى الله تعالى أن يذهب صحابى إلى ربه قبل أن يغسل بالتوبة والإستغفار دَرَن ذنبه.

وبنحو هذا يجاب عن أصحاب صفين من رؤساء الفرقة الباغية على على أمير المؤمنين والمتلوثة سيوفهم فى تلک الفتنة من الصحابة أقل قليل، ولولا عريض الصحبة وعميق المحبة، لدلع أفعوان القلم لسانه الطويل، فقف عند مقدارک، فما أنت وإن بلغت الثريا، إلا دون ثرى نعال أولئک، نعم يلزمک أن تقول، إن الحق فى ما وقع كان مع زوج البتول، هذا واعلم أن ظهور هذا اللقب كان عام سبع وثلاثين من الهجرة، والله تعالى أعلم (نهج السلامة إلى مباحث الإمامة،المبحث الأول فى بيان فرق الشيعة،الفرقة الأولى :الشيعة الأولى، الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولىٰ:2018م .)

[1] الفرقة الثانية :الشيعة التفضيلية

وهم عبارة عن الذين يفضلون الأمير كرم الله تعالى وجهه، على سائر الصحابة من غير إكفار أحد منهم ولا سب ولا بغض كأبى الأسود الدؤلى الذى اشتهر، وهو الأصح، بل الصحيح أنه واضع النحو بأمر باب مدينة العلم كرم الله تعالى وجهه، وكتلميذه أبى سعيد يحيى بن يعمر أحد قرّاء البصرة، وكسالم ابن أبى حفصة راوى الحديث عن الإمامين الباقر وابنه الصادق رضى الله تعالى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

چوتھا فرقہ ''شیعہ غلاۃ'' کا ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ میں الوہیت کے قائل ہیں، پھر ان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عنهما، وكعبد الرزاق صاحب المصنف فى الحديث، وكأبى يوسف يعقوب بن إسحاق المعروف بابن السكيت صاحب إصلاح المنطق فى اللغة، وكخلق آخرين، ولبعض متأخرى الصوفية قدست أسرارهم، كالفاضل الجامى، كلمات ترشح بالتفضيل، وانسلاكهم فى هذا القبيل، وكثير من العلماء يصرفها عن ذلك صيانة لأولئك الأجلّة عن أن ينسب إليهم الابتداع، والأنخزال عن الشيعة المخلصين من الأشياع، وقد ظهرت هذه الفرقة بعد الأولى بنحو عامين أو ثلاثة، وقد صح ان الأمير كرم الله تعالى وجهه أحس أيام خلافته بقوم يفضلونه على الشيخين (رضى الله تعالى عنهما)، فكان ينهى عن ذلك، حتى قال : لئن سمعت أحدا يفضلنى على الشيخين رضى الله عنهما لأحدنه حد الفِرية ، وهو على ما فى التحفة ثمانون جلدة، وقيل عشرة والله تعالى أعلم.

الفرقة الثالثة :الشيعة السبية

ويقال لها التبرائية، وهم عبارة عن الذين يسبون الصحابة إلا قليلا منهم كسلمان الفارسى وأبى ذر والمقداد وعمار بن ياسر رضى الله تعالى عنهم، وينسبونهم -وحاشاهم -إلى الكفر والنفاق ويبرؤن منهم، ومنهم من يزعم والعياذ بالله تعالى ارتداد جميع من حضر غدير خم يوم قال عليه الصلاة والسلام : من كنت مولاه فعلى مولاه ...الحديث ، ولم يف بِمقتضاه من بيعة الأمير كرم الله تعالى وجهه بعد وفاته عليه الصلاة والسلام، بل بايع غيره.

وهذه الفرقة حدثت فى عهد الأمير رضى الله تعالى عنه بإغواء عبد الله بن سبأ اليهودى الصنعانى، وليس هو هيان بن بيان، وزعم ذلك مكابرة وإنكار للمتواتر، ولما ظهرت أظهر الأمير كرم الله تعالى وجهه، البراء ة منها وخطب عدة خطب فى قدحها وذمها.

وقد روى الإمام المؤيد بالله يحيى بن حمزة الزيدى فى آخر كتابه (طوق الحمامة فى مباحث الإمامة)، عن سويد بن غفلة انه قال : مررت بقوم ينتقصون أبا بكر وعمر رضى الله تعالى عنهما، فأخبرت عليا كرم الله تعالى وجهه، وقلت لولا إنهم يرون انک تضمر (مثل الذى أعلنوا به) ما أعلنوا وما اجتروا على ذلک (منهم عبد الله بن سبأ) .فقال على رضى الله تعالى عنه، نعوذ بالله، رحمهما الله، ثم نهض وأخذ بيدى، وأدخلنى المسجد فصعد المنبر، ثم قبض على لحيته وهى بيضاء فجعلت دموعه تتحادر عليها وجعل ينظر للبقاع حتى اجتمع الناس، ثم خطب فقال :ما بال أقوام يذكرون أخوى رسول الله ووزيريه وصاحبيه، وسيدى قريش وأبوى المسلمين، وأنا برىء مما يذكرون، وعليه معاقب، صحبا رسول الله بالجد والوفاء ، والجد فى أمر الله يأمران وينهيان ويغضبان ويعاقبان، لا يرى رسول الله كرأيهما رأيا ولا يحب كحبهما حبا لما يرى من عزمهما فى أمر الله، فقبض وهو عنهما راض والمسلمون راضون، فما تجاوزا فى أمرهما وسيرتهما رأى رسول الله؟، وأمره فى حياته وبعد موته فقبضا على ذلک رحمهما الله فو الذى فلق الحبة، وبرء النسمة لا يحبهما إلا مؤمن فاضل ولا يبغضهما إلا شقى مارق، وحبهما قربة، وبغضهما مروق ... الحديث، وفى رواية : لعن الله من أضمر لهما إلا الحسن الجميل .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کے چونتیس فرقے ہیں، اوران فرقوں میں سے مختلف فرقے نکلے ہیں، جیسا کہ ''تحفۂ اثنا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثم أرسل إلى ابن سبأ فسيره إلى المدائن، وقال :لا تساكنى (فى بلدة) أبدا، وهذا مما يفت باعضاد هذه الفرقة، أعنى الشيعة السبيّة لو ينصفون، ولما ظهرت ما ارتضى الشيعة المخلصون بلقب الشيعة فتركوه تحرزا عن الالتباس، وكراهة للاشتراك الاسمى مع أولئك الأرجاس، ولقبوا أنفسهم بأهل السنة والجماعة.

فما وقع فى بعض الكتب كتاريخ الواقدى والاستيعاب، من أن فلانا كان من الشيعة مثلا، لا ينافى ما وقع فى غيرها من أنه من رؤساء أهل السنة والجماعة، حيث ان المراد بالشيعة هناك الشيعة الأولى، وكل أهل السنة منهم، وكيف لا وهم يرون فرضيّة حب أهل البيت، وعلى كرم الله تعالى وجهه عمادهم.

ويروون فى ذلك عدة أحاديث منها ما رواه البيهقى، وأبو الشيخ والديلمى إن رسول الله ?قال : لا يؤمن أحد حتى أكون أحب إليه من نفسه، وتكون عترتى أحب إليه من نفسه ، وعن ابن عباس قال :قال رسول الله : أحبوا الله لما يغذوكم به من نعمة وأحبونى لحب الله، وأحبوا أهل بيتى لحبى ، إلى غير ذلك مما لا يكاد يحصى أو يحصر، وقد نسب للإمام الشافعي، وموضعه من أهل السنة موضع الواسطة من العقد نظم كثير يشهد بما ذكرناه عن أهل السنة، ويرد به على من أنكر ذلك من جهلة الشيعة كقوله:

يا أهلَ بيتِ رسولِ الله حُبُّكُمُ **فَرْضٌ مِنَ اللهِ فى القرآنِ أَنْزَلَه
يَكْفِيكُمُ مِنْ عَظِيمِ الفَخْرَ أَنّكُمُ **مَنْ لمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لا صَلاةَ لَهُ

وقوله:ان فتشوا قلبى رأوا وسطه **سطرين قد خطا بلا كاتب
العلم والتوحيد فى جانب **وحب أهل البيت فى جانب

وقوله:إذَا ذكروا عَليا أو بنيهِ **وجاء وا بالروايات العلية
يقال تجاوزوا يا قَوْمُ عنه **فهذَا مِنْ حَديثِ الرّافِضّية
برئْتُ إلى المهمين مِنْ أنَاس **يَرونَ الرّفْضَ حُبّ الفاطِمِيّة

وقوله:يَا راكبا قِفْ بالمُحصّب مِنْ مِنًى **وَاهْتِفْ بساكنِ خَيْفِها والنّاهِضِ
سَحَرا إذا فَاضَ الحَجيجُ إلى منًى **فَيْضا كَمُلْتَطِمِ الفُرَاتِ الفَائِضِ
إنْ كانَ رَفْضا حُبُّ آلِ مُحَمّدٍ **فَلْيَشْهَدِ الثّقلانِ أنّى رَافِضِى

وقوله:إلام الأم وحتى ومتى **أعاتب فى حب هذا الفتى
فهل زوجت غيره فاطم **وفى غيره هل أتى هل أتى

إلى غير ذلك مما هو مذكور فى كتب الشيعة صحت نسبته إليه أم لا .

وهذا أبو حنيفة رضى الله تعالى عنه، وهو هو بين أهل السنة كان يفخر ويقول بأفصح لسان :لولا السنتان لهلك النعمان، يريد السنتين اللتين صحب فيها لأخذ العلم الإمام جعفر الصادق، وقد قال غير واحد انه أخذ العلم والطريقة من هذا الإمام، ومن أبيه الإمام محمد الباقر، ومن عمه زيد بن على بن الحسين رضى الله تعالى عنهم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

عشریہ'' میں ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وللأعمش وهو أحد مجتهدى أهل السنة سفر كبير فى مناقب الأمير كرم الله تعالى وجهه، ويكفى فى هذا الباب أن معظم طرائق أهل السنة موصولة بأهل البيت، ولا يكاد ينكر هذا إلا من ينكر الفرق بين الحى والميت، ومن الشيعة من يزعم انه لا يعد محبا لعلى وسائر أهل البيت رضى الله تعالى عنهم من أحب الشيخين واضرابهم من الصحابة الذين لم يبايعوا الأمير كرم الله تعالى وجهه، يوم وفاته عليه الصلاة والسلام حيث يزعمون أنهم أعداء الأمير، وينشدون فى ذلک من قال:

إذا صافى صديقک من تعادى **فقد عاداک وانقطع الكلام

وقوله:صديق صديقى داخل فى صداقتى **عدو صديقى ليس لى بصديق

ولا يخفى كذب مبناه، ويشير إلى كذبه الخبر الذى قدمناه، عن يحيى بن حمزة المؤيد بالله، وكذا غيره من الأخبار التى ملئت منها بطون الأسفار، ورحم الله تعالى أمرء ا انصف، وعرف الحق فاعترف (نهج السلامة إلى مباحث الإمامة،المبحث الأول فى بيان فرق الشيعة،الفرقة الثانية والثالثة، الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولىٰ:2018م .)

[1] الفرقة الرابعة :الشيعة الغلاة

وهم عبارة عن القائلين بألوهية الأمير كرم الله تعالى وجهه، ونحو ذلک من الهذيان، وعندنا ان ابن أبى الحديد فى بعض تلوناته، وكان يتلون تلون الحرباء كان من هذه الفرقة، وكم له فى قصائده السبع الشهيرة من هذيان، كقوله يمدح الأمير كرم الله تعالى وجهه:

ألا إنما الإسلام لولا حسامه **كعطفة عنز أو قلامة ظافر

وقوله:يجل عن الأعراض والأين والمتى **ويكبر عن تشبيهه بالعناصر

إلى غير ذلک .وأول حدوثهم، قيل فى عهد الأمير بإغواء ابن سبأ أيضا، وقد قتل كرم الله تعالى وجهه من صح عنده انه يقول بألوهيته فلم ينحسم بذلک عرق ضلالتهم، ولم ينصرم حبل جهالتهم، بل استمر الفساد، وقوى العناد، ومن يضلل الله فما له من هاد، وهذه الفرقة على قلتها بالنسبة إلى الفرق الأخرى انقسمت إلى أربع وعشرين فرقة :السبئية، والمفضلية والسريغية، والكاملية، والبزيغية، والمغيرية، والجناحية، والبيانية، والمنصورية والغمامية، ويقال لهم الربيعية، والأموية والتفويضية، والخطابية، والمعمرية، والغرابية، والذبابية، والذمية، والاثنينية، والخمسية، والنصيرية والإسحاقية، والعلبائية، والمروزية، والمقنعية، وبيان ما غلت به فى التحفة وفى غيرها.

وأكثر الفرق الأربع الشيعة السبيّة، فقد انتشرت فى جميع الربع المعمور، فلا تكاد ترى بلدا إلا وهو بها مغمور، والإمامية فرقة منها، وهى أيضا فرقة كبيرة وطائفة كثيرة، وقد انقسمت إلى تسع وثلاثين فرقة على ما فى التحفة:

الأولى الحسنية :يقولون ان الحسن المجتبى هو الإمام بعد أبيه على المرتضى، والإمام من بعده الحسن المثنى بوصيته له، ثم ابنه عبد الله، ومن ثم ابنه محمد الملقب بالنفس الزكية، ثم أخوه إبراهيم بن عبد الله، وهذان خرجا فى عهد المنصور الدوانيقى، ودعوا الناس إلى متابعتهما فتبعهما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ کتاب میں علامہ آلوسی نے ''اثناعشریہ'' کے بھی مختلف فرقے بیان فرمائے ہیں، جن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

خلق كثير، واستشهدا بعد حرب شديد على يد بعض أمراء الدوانيقى رحمه الله تعالى عليهما، وقد ظهرت هذه الفرقة سنة مائة وخمس وتسعين.

الثانية النفسية :وهى طائفة من الحسنية تقول :ان النفس الزكية لم يقتل بل غاب واختفى وسيظهر بعد.

الثالثة الحكمية :ويقال لها الهشامية أيضا، وهم أصحاب هشام بن الحكم يقولون بإمامة الحسين بعد أخيه الحسن، ثم بإمامة أولاده على الترتيب المشهور إلى الصادق، وقد ظهرت سنة مائة وتسع.

الرابعة السالمية :ويقال لهم أيضا الجواليقية أصحاب هشام بن سالم الجواليقى، وهم فى الإمامة كالحكمية وفى الاعتقاد مختلفون، فالحكمية يقولون ان الله عز وجل جسم طويل عريض عميق متساوى الأبعاد غير مصور بالصور المتعارفة، وهم يقولون جسم مصور بصورة الإنسان تعالى الله عما يصفون علوا كبيرا، وقد ظهرت سنة مائة وثلاثة عشر.

الخامسة الشيطانية :ويقال لها النعمانية أيضا اصحاب محمد بن نعمان الصيرفى الملقب بشيطان الطاق، وهم يقولون بالإمامة على الترتيب المشهور إلى موسى الكاظم، وبالتجسيم كالسالمية، وقد ظهرت سنة مائة وثلاثة عشر أيضا.

السادسة الزرارية :أصحاب زرارة بن أعين الكوفى، وهم فى الإمامة كالحكمية، وخالفوهم فى زعمهم ان صفاته سبحانه حادثة، لم تكن فى الأزل، وقد ظهرت سنة مائة وخمس وأربعين.

السابعة والثامنة والتاسعة اليونسية :أصحاب يونس بن عبد الرحمن القمى، والبدائية والمفوضة، وكلهم متفقون على إمامة الأئمة الستة بالترتيب المشهور، وزعمت اليونسية منهم ان الله سبحانه على العرش بالمعنى المعروف تحمله الملائكة، والبدائية ان الله سبحانه قد يريد بعض الأشياء ، ثم يبدو له ويندم لكونه خلاف المصلحة، وحملت خلافة الثلاثة ومدحهم فى الآيات على ذلك.

والمفوضة :منهم من يزعم ان الله تعالى فوض خلق الدنيا إلى محمد عليه الصلاة والسلام، ومنهم من يقول إلى على كرم الله تعالى وجهه، ومنهم من يقول إلى كليهما، وقد ظهرت الأخيرتان سنة ظهور الزرارية.

العاشرة الباقرية :ويقولون ان الإمام محمد الباقر لم يمت وهو الإمام المنتظر.

الحادية عشر الحاصرية :يقولون ان الإمام بعد الباقر ابنه زكريا، وهو مختف فى جبل الحاصر لا يخرج حتى يؤذن له.

الثانية عشر الناؤسية :أصحاب عبد الله بن ناؤس البصرى، يقولون إن الإمام جعفر الصادق حى غائب، وهو المهدى المنتظر.

الثالثة عشر العمارية :أصحاب عمار، يقولون إن الصادق قد مات والإمام بعده ابنه محمد، وقد ظهرت سنة مائة وخمس وأربعين.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

میں ایک فرقہ ''جعفریہ'' کا بیان فرمایا ہے، پھر اسی ضمن میں علامہ آلوسی نے فرمایا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الرابعة عشر المباركية :من الإسماعيلية أصحاب المبارك، يعتقدون ان الإمام بعد جعفر ابنه الأكبر إسماعيل ثم ابنه محمد، وهو خاتم الأئمة، والمهدى المنتظر.

الخامسة عشر الباطنية :منهم يرسلون الإمامة بعد إسماعيل بن جعفر فى أولاده بنص السابق على اللاحق، ويزعمون وجوب العمل بباطن الكتاب دون ظاهره.

السادسة عشر القرامطة :منهم، وهم أصحاب قرمط، وهو المبارك فى قول، وقال بعض العلماء هو اسم رجل آخر من أهل سواد الكوفة، اخترع ما عليه القرامطة، وقيل هو اسم أبيه، وأما المخترع نفسه فاسمه حمدان، وكان ظهوره سنة سبعين ومائتين، وقيل ان قرمط اسم لقرية من قرى واسط منها حمدان المخترع فهو قرمطى واتباعه قرامطة، وكان ظهوره فيها، وقيل غير ذلك، ومذهبهم ان إسماعيل بن جعفر خاتم الأئمة وهو حى لا يموت، ويقولون بإباحة المحرمات.

السابعة عشر الشمطية :أصحاب يحيى ابن أبى الشمط، يزعمون أن الإمامة تعلقت بعد الصادق بكل من أبنائه الخمسة بهذا الترتيب :إسماعيل ثم محمد ثم موسى الكاظم ثم عبد الله الأفطح، ثم إسحاق.

الثامنة عشر الميمونية :أصحاب عبد الله بن ميمون القداح الأهوازى، وهم قائلون بإمامة إسماعيل ويزعمون أن العمل بظواهر الكتاب والسنة حرام ويجحدون الميعاد.

التاسعة عشر الخلفية :أصحاب خلف، وهم القائلون بإمامة إسماعيل ونفى المعاد كالميمونية، إلا انهم يقولون كل ما فى الكتاب والسنة من الصلاة والزكاة ونحوهما محمول على المعنى اللغوى لا غير.

العشرون البرقعية :أصحاب محمد بن على البرقعى، وهم فى الإمامة كمن سمعت آنفا، وينكرون أيضا المعاد، ويؤلون النصوص بما تهوى أنفسهم، وينكرون نبوة بعض الأنبياء ، ويوجبون لعنهم والعياذ بالله تعالى.

الحادية والعشرون الجنابيّة :اتباع أبى الطاهر الجنابىّ، وهم كالقرامطة فى الإمامة، وينكرون المعاد والأحكام بأسرها، ويوجبون قتل من يعمل بها، ولذا قتلوا الحجاج وقلعوا الحجر الأسود، وعدهم غير واحد فرقة من القرامطية كما انهم عدوا القرامطة فرقة من الإسماعيلية.

الثانية والعشرون السبعية :وهم من الإسماعيلية أيضا، يقولون ان الأنبياء الناطقين بالشرائع سبعة آدم وأولوا العزم الخمس والمهدى، وان بين كل رسولين سبعة رجال آخرون يقيمون الشريعة السابقة إلى حدوث اللاحقة، وإسماعيل بن جعفر كان أحد هؤلاء السبعة، وهم المقيمون للشريعة بين محمد عليه الصلاة والسلام والمهدى المنتظر الذى هو آخر الرسل بزعمهم، وزعموا انه لا يخلو الزمان عن واحد من أولئك الرجال.

الثالثة والعشرون المهدوية :زعموا ان الإمامة بعد إسماعيل لابنه محمد الوصى ثم لابنه أحمد الوفى، ثم لابنه محمد التقى، وفى بعض الكتب قاسم التقى، ثم لابنه عبيد الله الرضى، ثم لابنه أبى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

''موجودہ دور میں جو''اثناعشریہ''معروف ہیں، وہ اعتقاد میں بہت سے''امامیہ''

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القاسم عبد الله، ثم لابنه محمد الذى لقب نفسه بالمهدى، وقد صار واليا بالمغرب، واستولى على بلاد أفريقية، وملك مصر وما حولها، ثم لابنه (محمد) القائم بأمر الله، ثم لابنه إسماعيل المنصور بقوة الله ثم لابنه معد المعز لدين الله، ثم لابنه المنصور نزار العزيز بالله، ثم لابنه أبى على الحاكم بأمر الله، ثم لأبى الحسن الظاهر بدين الله، ثم لمعد المستنصر بالله، وذلك بنص الآباء للأبناء بترتيب الولاء .

وهذا الترتيب إلى هنا مجمع عليه عندهم، واختلفوا بعد المستنصر لما انه نص أولا على إمامة أخيه نزار، وثانيا على إمامة ابنه أبى القاسم المستعلى بالله، فبعضهم تمسك بالنص الثانى، وقال انه ناسخ للأول فقال بإمامة المستعلى فسموا بالمهدوية المستعلية، ثم بإمامة ابنه المنصور الآمر بأحكام الله، ثم بإمامة أخى المنصور هذا عبد المجيد الحافظ لدين الله، ثم بإمامة ابنه أبى المنصور محمد الظافر بأمر الله، ثم بإمامة ابنه أبى القاسم الفائز بنصر الله، ثم بإمامة ابنه محمد العاضد لدين الله، وقد خرج على هذا أمراء الشام واستولوا عليه فسجنوه حتى مات، وما بقى بعده أحد من أولاد المهدى داعيا للإمامة.

وبعضهم تمسك بالنص الأول وألغى الثانى، فقال بإمامة نزار، ويقال للقائلين بذلك النزارية، ويقال لهم الصباحية والحميرية نسبة للحسن بن صباح الحميرى، حيث قام بالدعوة لطفل سماه الهادى زاعما انه ابن نزار، فهو الإمام عندهم بعد أبيه، ثم ابنه الحسن وزعم هذا انه يجوز للإمام ان يفعل ما شاء ، وان يسقط التكاليف الشرعية، وقد قال لأصحابه انه أوحى إلى أن اسقط عنكم التكاليف الشرعية، وأبيح لكم المحرمات بشرط ان لا تنازعوا بينكم، ولا تعصوا إمامكم.

ثم ابنه محمد وكان متخلقا بأخلاق أبيه وكذا ابنه علاء الدين محمد، وأما ابنه جلال الدين حسن ابن محمد بن الحسن فقد كان متصلبا فى الإسلام منكرا مذهب آبائه حسن الأخلاق آمرا بالمعروف ناهيا عن المنكر، وأما ابنه علاء الدين، فقد صار ملحدا بعد أبيه الحسن، وكذا ابنه ركن الدين.

وقد ظهر فى زمن هذا جنكيز خان، فخرب مملكته، وكان إذ ذاك بالرى، وتحصن فى قلعة ألموت من قلاع طبرستان، ولم يتم له ذلك بل كان آخر أمره من أتباع جنكيز خان، وقد انطلق معه حين عاد إلى وطنه فمات فى الطريق.

ثم خرج ابنه الملقب نفسه بجديد الدولة، فلما سمع به ملوك التتار فرقوا جمعه، فاختفى فى قرى طبرستان حتى مات، فلم يبق من أولاده أحد مدعيا الإمامة، وهذه الفرقة هى الرابعة والعشرون، وكان ظهور المهدوية الجامعة للفرقتين سنة مائتين وتسع وتسعين.

الخامسة والعشرون الأفطحية :ويقال لها العمائية أيضا لأنهم كانوا أصحاب عبد الله بن عماء ة، وهم القائلون بإمامة عبد الله الأفطح، أى عريض الرجلين ابن جعفر الصادق شقيق إسماعيل معتقدين موته ورجعته، إذ لم يترك ولدا حتى ترسل سلسلة الإمامة فى نسله.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

فرقوں اور تمام ''شیعوں'' سے اھوَن، یعنی ہلکے ہیں'' انتھیٰ۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

السادسة والعشرون المفضلية :أصحاب مفضل بن عمرو ويقال لهم القطعية أيضا لأنهم قاطعون بإمامة موسى الكاظم قاطعون بموته.

السابعة والعشرون الممطورية :وهم قائلون بإمامة موسى معتقدون انه حى وانه المهدى الموعود، متمسكين بقول الأمير كرم الله تعالى وجهه سابعهم قائمهم سمى صاحب التوراة، وقيل لهم ممطورية لقول يونس بن عبد الرحمن رئيس القطعية لهم أثناء مناظرة وقعت بينهما :أنتم أهون عندنا من الكلاب الممطورة، أى المبللة بالمطر.

الثامنة والعشرون الموسوية :يقطعون بإمامة موسى ويترددون فى حياته وموته، ولذا لا يرسلون سلسلة الإمامة بعده فى أولاده.

التاسعة والعشرون الرجعية :وهم قائلون بإمامة موسى أيضا، لكنهم يقولون بموته ورجعته وهذه الفرق الثلاث يقال لها الواقفية أيضا لوقفهم الإمامة على موسى الكاظم وعدم إرسالها فى أولاده.

الثلاثون الإسحاقية :يعتقدون بإمامة إسحاق بن جعفر، وكان فى العلم والتقوى على جانب عظيم، وقد روى عنه ثقات المحدثين من أهل السنة كسفيان بن عيينة وغيره.

الحادية والثلاثون الأحمدية :يقولون بإمامة أحمد بن موسى الكاظم بعد وفاة أبيه.

الثانية والثلاثون الاثنا عشرية :وهذه هى المتبادرة عند الإطلاق من لفظ الإمامية، وهم قائلون بإمامة على الرضا بعد أبيه موسى الكاظم، ثم بإمامة ابنه محمد التقى المعروف بالجواد، ثم بإمامة ابنه على النقى المعروف بالهادى، ثم بإمامة ابنه الحسن العسكرى، ثم بإمامة ابنه محمد المهدى معتقدين انه المهدى المنتظر، ولم يختلفوا فى ترتيب الإمامة على هذا الوجه.

نعم اختلفوا فى وقت غيبة المهدى وعامها وسنّهُ يوم غاب، بل قال بعضهم بموته وانه سيرجع إلى الدنيا إذا عم الجور وفشا والعياذ بالله تعالى (من) الحور بعد الكور، وقد ظهرت هذه الفرقة سنة مائتين وخمس وخمسين، وهى قائلة بالبداء ، ولذا تراها تنادى بأعلى صوت عند زيارة روضة موسى الكاظم : أنت الذى بدا الله فيه ، يعنون ما كان بزعمهم من نصب أخيه إسماعيل إماما بعد أبيه، وموته من قبل أن ينال الإمامة ونصب أبيه إياه إماما، وكأنهم تبعوا فى ذلك البدائية أو أنهم قالوا بالبداء بمعنى وقالت البدائية بمعنى آخر (نهج السلامة إلى مباحث الإمامة،المبحث الأول فى بيان فرق الشيعة،الفرقة الرابعة ، الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولیٰ: 2018م .)

۱؎ فى بيان فرق الاثنى عشرية

الثالثة والثلاثون الجعفرية :يرتبون الإمامة نحو ترتيب الاثنى عشرية بيد انهم يقولون ان الإمام بعد الحسن العسكرى أخوه جعفر، وقد اتفقوا على ذلك واختلفوا فى انه هل ولدَ ولدٌ للعسكرى أسمه محمد أم لا؟، فقال بعضهم بأنه لم يولد له، وقال آخرون ولد وعاش بعد أبيه لكنه مات صغيرا، أو قتله سرا من كان فى زمانه من خلفاء (بنى) العباس، وقد علم بذلك عمه جعفر فادعى أرثه فلقبته الاثنا عشرية بالكذاب، هذا ولعل ما سمعت من اختلاف بعض الفرق يجعل كل طائفة من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر علامہ آلوسی نے دوسری بحث کے ضمن میں اہلِ قبلہ کی تکفیر پر بحث کرتے ہوئے مختلف اہلِ علم حضرات کی تصریحات کا ذکر فرمایا ہے، جس کے ضمن میں فرمایا کہ:

’’جو فرقہ ’’اہل السنۃ والجماعۃ‘‘ کا مخالف ہو، اس پر کفر کا اطلاق کرنا مناسب نہیں،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المختلفين فرقة، وبذلك تتم فرق الإمامية تسعا وثلاثين، فليراجع وليتأمل.

ثم اعلم أن الاثنى عشرية المعروفين اليوم على علاتهم فى الاعتقاديات أهون شرا بكثير من كثير من فرق الإمامية وسائر الشيعة، فهم فى معظم الاعتقادات متطفلون على المعتزلة، وقول الخواجة نصير الدين الطوسى المتكلم على ما نقله عنه تلميذه ابن المطهر الحلى انهم مخالفون لجميع الفرق فى ذلك، مما يتعجب منه المطلع على اعتقاداتهم، وأعجب من ذلك جعله تلك المخالفة دليلا على أنهم الفرقة الناجية.

وإنه قد ظهرت فى هذه الاعصار من الاثنى عشرية طائفة يقال لهم الشيخية، وقد يقال لهم الأحمدية، وهم أصحاب الشيخ أحمد الأحسائى ترشح كلماتهم بأنهم يعتقدون فى الأمير كرم الله تعالى وجهه نحو ما يعتقد الفلاسفة فى العقل الأول بل أدهى وأمر.

وطائفة أخرى يقال لها الرشتية، وكثيرا ما يقال لها الكشفية، وهو لقب لقبهم به بعض وزراء الزوراء أعلى الله تعالى درجته إلى أعلى عليين، وهم أصحاب السيد كاظم الحسينى الرشتى وهو تلميذ الأحسائى وخريجه لكن خالفه فى بعض المسائل، وكلماته ترشح بما هو أدهى وأمر مما ترشح به كلمات شيخه، حتى ان الاثنى عشرية يعدونه من الغلاة، وهو يبرأ مما تشعر به ظواهر كلماته، وقد عاشرته كثيرا فلم أدرك منه ما يقوله فيه مكفروه من علماء الاثنى عشرية، نعم عنده على التحقيق غير ما عندهم فى الأئمة وغيرهم مما يتعلق بالمبدأ والمعاد، ولقد وجدت أكثر ما يقرره ويحرره مما لا برهان له سوى سراب شبه يحسبه الظمآن ماء ، ولا أظن ان مخالفاته لشيخه تجعله وأصحابه القائلين بقوله فرقة غير الشيخية.

وطائفة أخرى يقال لها البابية :وهم أصحاب ميرزا الملقب بالباب، والباب واحد الأبواب، وهم أحد الأقسام السبعة لمن لا بد منه فى بناء المذهب، الأول الإمام الذى يصل إليه علم الغيب بلا واسطة، والثانى الحجة الذى يقرر علم الإمام على وفق مذاق المخاطبين وقدر عقولهم وفهومهم بالبرهان والخطابة، الثالث ذو المصة الذى يمتص العلم من ثدى الحجة، الرابع الأبواب، ويقال لهم الدعاة، ولهم مراتب وأكبرهم من يرفع درجات المؤمنين عند الإمام، والحجة وهذا الأكبر هو رابع السبعة، الخامس الداعى المأذون الذى يأخذ العهود والمواثيق من الناس ويفتح للطالب باب العلم والمعرفة، السادس المكلّب الذى شأنه البحث والاحتجاج والترغيب فى صحبة الداعى وليس له الأذن بالدعوة، وسمى بذلك على التشبيه بالمكلب المعلّم السابع المؤمن المتبع الذى يؤمن بالإمام بمساعى المكلّب والداعى.

وقد أظهر هذا الباب شنائع كثيرة، منها زعم ارتفاع فرضية الصلوات الخمس، وان سترفع فرضية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

شیخ ابوالحسن نے ''مقالات المسلمین'' کے شروع میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مختلف فرقے ہوگئے، جنہوں نے ایک دوسرے کو گمراہ قرار دیا اور ایک دوسرے سے برائت ظاہر کی، لیکن اسلام، ان سب کو جمع کرتا ہے اور ان سب کو عام ہے، ان کا مذہب یہی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحج، وانه يوحى إليه، وألف كتابا زعم أنه تفسير سورة يوسف مع انه ليس فيه تفسير شيء من آياتها، وقد حشاه هذيانات وحرّف فيه آيات وزعم التحدى به، وذكر فيه انه تحرم كتابته بالحبر الأسود المعروف، وانه يحرم مسه لغير متطهر، إلى أمور أخرى شنيعة، ينكرها عليه سائر الشيعة، وقد أرسل بعض دعاته بكتابه إلى قصبة كربلاء، فزمر فيها بنغم شنائع تودّ أذن المؤمن لو كانت عنها صماء، فرقص على زمره فى المقام الحسينى جملة من جهلة شيعة العراق، وصبا إليه غير واحد من ذوى الشقاء والشقاق.

فلما سمعت عرضت ذلك لوزير الزوراء، فانتهض لإطفاء تلك الثائرة بهمته الشمّاء، وعَقدَ لحل ما عُقِدَ من المحنة مجلسا عظيما فيه علماء الاثنى عشرية وعلماء أهل السنة، فكنت أنا والحمد لله تعالى المباحث ذلك الداعى إلى مهاوى الحَيْن، فلم يتفرق ذلك الجمع حتى أجمع على كفر تلك الفرقة علماء الفرقتين، فكتبوا بذلك محضر للدولة العلية العثمانية، فبعد أيام حضر الأمر بنفى ذلك الداعى إلى الديار الرومية، فنفى واثبت محبوسا فى تكرلى طاغ، وأرغم بموته هناك أنف كل طاغ.

وأما الباب ففتح باب البغى والخروج على شاه إيران، وأمر بعض مردته بقتله غيلة ليتم له ما أضمره من الإضلال والعدوان، فلم يتيسر له ما أراد، وقتل فى تبريز مع جملة من اتباعه ذوى الفساد، ولم يزل الشاه يتتبع قتل أتباع الباب بعد تعذيبهم بأنواع العذاب، والعجب انهم يرون العذاب عذبا، فترى أحدهم يضحك والعذاب يصب على رأسه صبا، والإنصاف ان الشاه كان فيما فعل ناصر الدين، وحافظا له من فساد أولئك المفسدين، والله تعالى يجزى المحسنين

وطائفة أخرى يقال لها القرتية :أصحاب امرأة اسمها هند، وكنيتها أم سلمة، ولقبها قرة العين، لقبها بذلك السيد كاظم الرشتى فى مراسلاته لها إذ كانت من أصحابه، وهى ممن قلدت الباب بعد موت الرشتى، ثم خالفته فى عدة أشياء منها التكاليف، فقيل أنها كانت تقول بحل الفروج ورفع التكاليف بالكلية، وأنا لم أحس منها بشيء من ذلك مع أنها حبست فى بيتى نحو شهرين، وكم بحث جرى بينى وبينها رفعت فيه التقية من البين.

والذى تحقق عندى أن البابية والقرتية طائفة واحدة، يعتقدون فى الأئمة نحو اعتقاد الكشفية فيهم، ويزعمون انتهاء زمن التكليف بالصلوات الخمس، وان الوحى غير منقطع فقد يوحى للكامل لكن لا وحى تشريع، بل وحى تعليم لما شرع قبل ولنحو ذلك، وهو رأى لبعض المتصوفة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور امام شافعی اور کئی دوسرے اصحاب سے تمام اہلِ بدعت واہلِ اہواء کی گواہی قبول کرنا منقول ہے، سوائے خطابیہ فرقہ کے، جو جھوٹ کی حلت کا عقیدہ رکھتا ہے۔

اور حاکم شہید نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی، ابوبکر رازی نے اسی کے مثل امام کرخی وغیرہ سے روایت کیا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ اہلِ قبلہ کی عدمِ تکفیر کا قول، امام اشعری اور دیگر فقہاء کے قول کے بھی موافق ہے۔

اور امام شافعی اور آپ کے اصحاب سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

اور مالکیہ میں سحنون بھی اہلِ بدعت کی عدمِ تکفیر کے قائل ہیں، اور اہلِ اہواء واہلِ بدعت کی اقتداء میں پڑھی گئی نماز کے عدمِ اعادہ کے بھی قائل ہیں، بلکہ قاضی عیاض کی شفاء میں ہے کہ امام مالک کے تمام اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

اور امام مالک سے اس سلسلے میں روایات مختلف ہیں۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وأخبرني بعض من خالطهم انهم يوجبون على من نظر أجنبية من غير قصد التصدق بمثقال من الذهب، وعلى من نظرها بقصد التصدق بمثقالين منه، وأن منهم من يحيى الليل بكاءً وتضرعا، وأنهم يخالفون الاثنى عشرية فى كثير من الفروع، وأنا حققت أن الاثنى عشرية يكفرونهم ويبرؤن منهم، ثم إنى أرى أنهم شرارة من نيران الكشفية والأحسائية، وأعظم أسباب ضلالتهم النظر فى كلام الرشتى وشيخه الأحسائى مع عدم فهم مقاصدهما منه، وحمله على ما هو بعيد عن الدين المحمدى بمراحل، ولذا أكفرهم أصحاب هذين الرجلين أيضا على ما سمعته بأذنى من كبارهم.

وقد قتلت هذه المرأة أيضا بعد أن بغت وخرجت على الشاه فى طهران، وتتبع أصحابها بالقتل، فقتلوا إلا قليلا منهم تحصّن بالتقية، والانسلاك ظاهرا فى سلك الاثنى عشرية، وفى قرى العراق بقية باقية منهم، وكم وكم من شنيعة تروى عنهم؟ ثم انه لا يبعد أن تظهر فرق أخرى من الإمامية بعد، نسأل الله تعالى العافية فى الدين والدنيا والآخرة، هذا والله تعالى أعلم(نهج السلامة إلى مباحث الإمامة،المبحث الأول فى بيان فرق الشيعة، فى بيان فرق الاثنى عشرية، الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولىٰ:2018م .)

www.idaraghufran.org

اورعلامہ عضدالدین نے''المواقف''میں فرمایا کہ ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیرنہیں کرتے، سوائے ان کے جو قادر صانع کا انکار کرے، یا نبوت کا انکار کرے، یا کسی امرِ ضروری، یا مجمع علیہ کا انکارکرے، جیسا کہ محرمات کوحلال سمجھنے والا، محقق شریف نے اس کی مزید تفصیل بیان کی ہے، البتہ اجماعِ ظن کے مخالف کو باتفاقِ علماء، کافر قرارنہیں دیا جائے گا، جس کی متعدد محققین نے تصریح فرمائی ہے۔ حنفیہ کی بھی اس سلسلے میں کئی تصریحات ہیں۔۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] المبحث الثانی فی حکم أهل القبلة

وأما البحث الثانی ففی بیان حکم أهل القبلة من حیث إکفار من خالف منهم أهل السنة والجماعة وعدمه

اعلم أنه لا ینبغی إطلاق القول بکفر کل فرقة خالفت أهل السنة من الفرق التی حدثت فی أمة الدعوة علی ما أخبر به الصادق المصدوق ، ویشهد لما ذکرنا کلام کثیر من الأجلة قال الإمام حجة الإسلام الغزالی فی کتابه (فیصل التفرقة بین الإسلام والزندقة :(الوصیة أن تکف عن أهل القبلة ما أمکنک ما داموا قائلین لا إله إلا الله محمد رسول الله غیر مناقضین لها ، قال : المناقضة هی تجویزهم الکذب علی رسول الله بعذر أو بغیر عذر ، انتهی.

وقال المحقق السید السند قدس سره فی (شرح المواقف) عند قول الماتن :جمهور المتکلمین والفقهاء انه لا یکفر أحدا من أهل القبلة انتهی ما لفظه : فإن الشیخ أبا الحسن قال فی أول کتاب (مقالات الإسلامیین :واختلف المسلمون بعد نبیهم فی أشیاء ضلل بعضهم بعضا وتبرأ بعضهم من بعض، فصاروا فرقا متباینین، إلا أن الإسلام یجمعهم ویعمهم فهذا مذهبه ، ونُقل عن اکثر أصحابنا.

وقد نقل عن الشافعی رضی الله تعالی عنه أنه قال : لا أرد شهادة أحد من أهل البدع والأهواء إلا الخطابیّة، فإنهم یعتقدون حل الکذب .

وحکی الحاکم صاحب (المختصر من کتاب المنتقی) عن أبی حنیفة رضی الله تعالی عنه :أنه لم یکفّر من أهل القبلة، وحکی أبو بکر الرازی مثل ذلک عن الکرخی وغیره، انتهی.

وقال فی موضع آخر منه :وأعلم ان عدم تکفیر أهل القبلة موافق لکلام الشیخ الأشعری والفقهاء کما مر، وما نقله عن الإمام الشافعی حکاه غیر واحد عن الحنفیة، وحکی الإمام النووی فی الروضة علی ما قال الشهاب الخفاجی عن الإمام الشافعی انه قال : لا أکفر أحدا من أهل القبلة إلا الخطابیة ، وما نقل أولا أبلغ.

وکان سحنون من المالکیة یذهب إلی عدم تکفیر أهل البدع والأهواء من أهل القبلة، ویری انه لا إعادة للصلاة علی من صلی خلف أحدهم فی وقت أو أکثر، وهو رأی المغیرة وابن کنانة واشهب منهم، بل قول جمیع أصحاب مالک، کما فی شفاء القاضی عیاض.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر علامہ آلوسی نے مذکورہ تالیف میں فرمایا:

اور جو شخص صحابۂ کرام پر سب وشتم کرے، تو محض سب وشتم کی وجہ سے کافر قرار نہ دیے جانے کا قول راجح ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واختلفت الرواية عن الإمام مالک، ففی رواية عبد الله بن مسهر الغسانی، ومروان بن محمد الطاطری، إطلاق القول بكفر أهل الأهواء جميعا، وفی رواية ابن نافع خلاف ذلک، لكن إذا ظفر بأحدهم يجلد ويحبس حتى يتوب، وهذا كما قال الشهاب هو الصحيح، واتفقت الرواية عنه وعن جميع أصحابه أنهم يقاتلون إذا تخيروا، وانفردوا بمكان مختص بهم.

وقال العلامة العضد فی آخر كتاب (المواقف) : ولا نكفر أحدا من أهل القبلة إلا بما فيه نفی الصانع القادر العليم أو شرک، أو إنكار للنبوة أو إنكار ما علم مجيئه صلى الله عليه وسلم به ضرورة، أو إنكار مجمع عليه، كاستحلال المحرمات ، انتهى.

قال المحقق الشريف قدس سره، أی المحرمات التی أجمع على حرمتها، فإن كان المجمع عليه مما علم ضرورة من الدين فذاک ظاهر داخل فی ما ذكره، وإلا فان كان إجماعا ظنيا فلا كفر بمخالفته، وان كان قطعيا ففيه خلاف، انتهى.

وقال العلامة الثانی المحقق التفتازانی فی التلويح: الحكم الشرعی المجمع عليه ان كان إجماعه ظنيا فلا كفر بمخالفته، وان كان قطعيا ففيه خلاف ، انتهى.

وما ذكراه من أن الإجماع الظنی لا كفر بمخالفته هو محل الاتفاق بين العلماء ، وقد حكى إجماعهم على ذلک غير واحد من المحققين، فمن الشافعية السيف الآمدی والصفی الهندی، وصاحب المواقف فی (شرح المختصر) وغيرهم، ومن الحنفية المحقق الكمال ابن الهمام، والسيد الشريف الجرجانی كما مر آنفا وغيرهما.

ومن المالكية أبو العباس القرطبی وغيره، وما ذكراه من أن إنكار المجمع عليه القطعی فيه خلاف فهو كذلک، والخلاف فيه مشهور.

وممن حكاه الآمدی وابن الحاجب فی أصولهما، قال الأول : اختلفوا فی تكفير المجمع عليه فأثبته بعض الفقهاء ، وأنكره الباقون مع اتفاقهم على ان إنكار حكم الإجماع الظنی غير موجب ، وقال الثانی : إنكار حكم الإجماع القطعی، ثالثها المختار أن نحو العبادات الخمس يكفر ، انتهى.

وما أشار إليه بالمختار من التفصيل تبع فيه الآمدی حيث قال : والمختار إنما هو التفصيل بين أن يكون داخلا فی مفهوم اسم الإيمان كالعبادات الخمس ووجوب اعتقاد التوحيد والرسالة، فيكون جاحده كافرا كحل البيع وصحة الإجازة، فلا يكون كافرا ، انتهى.

ولعل مراده بمفهوم الإيمان هو مفهوم الإسلام، أما مجازا أو بناء على اتحادهما، وإلا فالعبادات الخمس ليست داخلة فی مفهوم الإيمان إذ الإيمان هو التصديق عند المحققين كما حقق فی محله.

وقال العلامة الزين المرحل :لا يكفر منكر إجماع أی مجمع عليه بإجماع سكوتی أو أكثری أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور کفر کے حکم کے نہایت خطرناک ہونے کی وجہ سے محققین نے بہت احتیاط کو اختیار کیا ہے، اور یہاں تک فرمایا ہے کہ ہزار کافروں کے قتل کے ترک میں خطاء کرنا، ہلکی چیز ہے، بنسبت اس کے کہ ایک مسلمان پر کفر و قتل کا حکم لگایا جائے، جو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ظنی بالآحاد، قيل وكذا ما لم يبلغ المجمعون فيه عدد التواتر، ولا يكفر منكر إجماع قطعى إلا إذا كان الحكم ضروريا، لأن العلم بحجية الإجماع ليس داخلا فى الإيمان لأنه نظرى، انتهى.

وما ذكره من أن الأصح عدم التكفير بالقطعى إلا إذا كان ضروريا هو الذى عليه المحققون، فإنهم لا يكفرون بإنكار المجمع عليه من حيث انه مجمع عليه، ولا يعدونه من أسباب الردة، وإنما يكفرون بجحد نحو الصلاة من حيث كونه معلوما من الدين بالضرورة.

قال الإمام الرافعى (عليه الرحمة) فى باب حد الشرب :لم يستحسن إمام الحرمين إطلاق القول بكفر المستحل أى للحرام المجمع عليه، قال :وكيف يكفر من خالف حكم الإجماع، ولا يكفر من رد أصل الإجماع، وإنما نبدعه ونضلله، ثم أوّل ما ذكره أصحابه الشافعية بحمله على ما إذا صدق المجمعين، على ان التحريم ثابت فى الشرع ثم حلله فانه يكون رادا للشرع.

وقال الزنجانى : إنه لا يكفر من حيث أنه خالف الإجماع؛ بل لأنه خالف ما ثبت ضرورة أنه من دين محمد .

وقال ابن دقيق العيد : الحق ان المسائل الإجماعية ان صحبها التواتر كالصلاة كفر منكرها لمخالفته التواتر لا لمخالفته الإجماع، وإلا فلا يكفر ، انتهى .ونقله ابن شهبة فى (شرح المنهاج) وأقره.

وقال المحقق ابن الهمام فى كتابه (المسايرة :(ما ينفى جحده الإستسلام، ويوجب التكذيب فجحده المكلف كفر وإلا فسق، قال وما يوجب التكذيب هو جحد ما ثبت ادعائه بالضرورة، فما كان ثبوته ضرورة عن نقل اشتهر وتواتر، فاستوى فى معرفته الخاص والعام كفر بجحده ومالا، بل نقل آحادا يكفر مشاهده دون الغائب، انتهى حاصله.

ثم إذا زاد قيدا آخر وهو علم الجاحد بالإجماع فقال :أما ما ثبت فيه الإجماع قطعا ولم يبلغ حد الضرورة، كاستحقاق بنت الابن السدس مع بنت الصلب بإجماع المسلمين، فظاهر كلام الحنفية الإكفار بجحده، فانهم لم يشترطوا سوى القطع بالثبوت، ويجب حمله على ما إذا علم المنكر ثبوته قطعا؛ لأنّ مناط التكفير وهو التكذيب والاستحقاق، لا يكون إلا عند العلم بذلک فلا يكفر إلا ان يذكر له ذلک فيلج.

قال شارحه المحقق الكمال ابن أبى شريف :وهذا الحمل وقع لإمام الحرمين، وأول إطلاق من أطلق من الشافعية القول بتكفير جاحد المجمع عليه أى وقد حد آنفا، نقله عن الرافعى.

أقول :وقيد العلم أخذه من كلام الغزالى فى (الفيصل) حيث قال : إن الحكم بالتكفير بمخالفة الإجماع من أغمض الأشياء ، إذ شرطه أن يجمع أهل الحل والعقد فى صعيد واحد، فيتفقون على

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

بظاہر مسلمان ہو، اور اس کا کفر متحقق نہ ہو، اور کفر کے فتوے کے پُر خطر ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ مفتی کے لیے جب تک ممکن ہو، احتیاط ضروری ہے، یہاں تک کہ اگر کسی کے قول میں تاویل ممکن ہو، اگرچہ دور کی ہی تاویل کیوں نہ ہو، تب بھی اس کو اختیار کرنا چاہئے، اور صرف ظاہر پر اکتفاء کر کے، کفر کا حکم صادر نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ ہمارے ساتھ جو اصل چیز محقق ہے، وہ ایمان ہے، جس کو یقین و تحقیق کے بغیر رفع نہیں کیا جا سکتا۔

اور حنفیہ کے اہلِ فتاویٰ نے جو اپنے مشائخ سے الفاظِ کفر، ذکر کیے ہیں، ان سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے، کیونکہ ان میں ایسی تاویلات ممکن ہیں، جو کفر سے بچا سکتی ہیں، جن میں یہ بھی ہے کہ شاید اس کی مراد، کفر کی نہ ہو، اس سلسلہ میں تساہل سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أمر واحد اتفاقا صريحا، ثم يستمرون عليه مدة عند قوم أو إلى تمام انقراض العصر عند قوم، أو يكاتبهم الإمام فى أقطار الأرض، فيأخذ فتاويهم فى زمان واحد، بحيث تتفق أقوالهم اتفاقا صريحا حتى يمتنع الرجوع عنه والخلاف بعده، ثم النظر بعد ذلك فى صاحب المقالة هل بلغه الإجماع إذ كل من يوجد لا تكون الأقوال عنده متواترة، ولا مواضع الإجماع عنده متمايزة عن مواضع الخلاف إنما يدرك ذلك شيئا فشيئا، وإنما يعرف من مطالعة الكتب المصنفة فى الاختلاف وإجماع السلف، فإذا كلّ من خالف الإجماع ولم يثبت عنده بعد فهو جاهل، وليس بمكذب ولا يمكن تكفيره والاستقلال بمرتبة التحقيق فى هذا ليس باليسير، فإذا رأيت الفقيه الذى بضاعته الفقه يخوض فى التكفير والتضليل فأعرض عنه ، انتهى.

وقيدّ أيضا إطلاقهم بذلك الإمام النووى فى (الروضة) فقال : ليس تكفير جاحد المجمع عليه أى بالإجماع القطعى على إطلاقه، بل من جحد مجمعا عليه فيه نص وهو من الأمور الظاهرة التى يشترك فى معرفتها الخاص والعام، كالصلاة وتحريم الخمر ونحوهما فهو كافر، ومن جحد مجمعا عليه لا يعرفه إلا الخواص، كاستحقاق بنت الابن السدس مع بنت الصلب ونحوه فليس بكافر، ومن جحد مجمعا عليه ظاهرا لا نص فيه ففى الحكم بتكفيره خلاف يأتى فى باب الردة ، انتهى.

وكلامه هناك : هذا إن جحد مجمعا عليه يعلم من دين الإسلام ضرورة (كفر إن كان فيه نص، وكذا إن لم يكن فيه نص فى الأصح، وإن لم يعلم من دين الإسلام ضرورة) بحيث لا يعرفه كل المسلمين لا يكفر انتهى (نهج السلامة إلى مباحث الإمامة،المبحث الثانى فى حكم أهل القبلة،الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولىٰ:2018م)

کام نہیں لینا چاہئے، متورع حضرات اس تساہل کو پسند نہیں کرتے۔

اور بعض جلیل القدر حضرات کا فرمانا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں ننانوے اقوال کفر کے ہوں، اور ایک قول عدمِ کفر کا ہو، تو عدمِ کفر ہی کا فتویٰ دینا چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ اہلِ ہواء میں جو ضروریاتِ دین میں سے کسی امر کا منکر ہو، وہ کافر ہوگا، جیسا کہ غلاۃ شیعہ اور مجسمہ، ورنہ نہیں"۔ انتہٰی۔ [1]

---

[1] حكم التكفير عند العلماء وحكم من سب الصحابة:

وبالجملة فمعتمد المذاهب عند المحققين أن مدار التكفير على جحد ما علم ضرورة مجمعا عليه أم لا، ولا يكفر بجحد المجمع عليه من حيث أنه مجمع عليه، ولا بجحد الظنى والإجماع السكوتى والأكثرى والمسبوق بالخلاف من الظنى كما حقق فى موضعه، بل لم يعد كثير من المحققين الظنى فى الحجة، وأن قول من قال من الأجلّة أنّا لا نكفر أحدا من أهل القبلة ليس على إطلاقه، بل هو محمول على ما إذا لم يجحد ما علم ضرورة، أما إذا جحد ذلک فلا ينبغى التوقف فى إكفاره إذا علمت ذلک، فاعلم أنه لا ينبغى أن تكفر فرقة من الفرق التى تخالف ما أنت عليه، إلا بعد الاطلاع على عقائدهم والوقوف على إنكارهم ما علم ضرورة، فالتكفير لمن شهد الشهادتين خطر جدا.

وفى الحديث من قال : لأخيه يا كافر فقد باء به أحدهما ، فإن كان كما قال وإلا حارَتْ عليه، وروى البخارى وغيره انه عليه الصلاة والسلام قال : أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا ان لا إله إلا الله، وأن محمدا رسول الله، ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكاة، فإذا قالوها -يعنى كلمة الشهادة -عصموا منى دمائهم وأموالهم إلا بحقها وحسابهم على الله ، فالعصمة مقطوع بها مع الإتيان بالشهادة، ولا ترتفع ويستباح خلافها إلا بقاطع، ولا قاطع فى حق المبتدعة الذين لا يجحدون ما علم ضرورة.

وألفاظ الأحاديث الظاهرة فى تكفير بعض أهل البدع والأهواء من لم يكفرهم الجمهور كالقدرية والخوارج والرافضة عرضة للتأويل، فلا تعارض الأدلة (القاطعة بخلافها)، وقد ورد مثلها فى غير الكفرة من عصاة المسلمين كالمرائين، مع القطع بعدم كفرهم إجماعا على طريق التغليظ، وكفر دون كفر وإشراک دون إشراک.

ولخطر أمر التكفير وتعارض الأدلة ظاهرا توقف جماعة منهم القاضى أبو بكر الباقلانى، وهو شافعى فى المشهور، وقيل مالكى، عن تكفير أهل الأهواء والحكم بإسلامهم؛ ويحكى عن أبى المعالى عبد الملک بن يوسف الشهير بإمام الحرمين، أن عبد الحق بن محمد بن هارون السهمى سأله عن أهل البدع والأهواء ، فلم يجبه، واعتذر له عن ترک الجواب بأن الغلط فى هذه المسألة يصعب على من خاف أن يقول فى الشرع ما ليس منه، لأن إدخال الكافر فى الملة، وهو ليس من أهلها وإخراج مسلم منها وهو من أهلها أمر مشكل عظيم فى الدين.

وقال غير واحد :الخطأ فى ترک قتل ألف كافر، أهون من الخطأ فى سفک محجمة من دم مسلم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس کے بعد علامہ آلوسی نے مذکورہ کتاب ہی میں فرمایا کہ:

’’علماء کا ’’اثنا عشریہ‘‘ کے کفر میں اختلاف ہے، ماوراء النہر کے بہت سے علماء نے ان کی تکفیر کی ہے، اور ان کے خون اور اموال اور ان کی عورتوں کی فروج کے مباح ہونے کا حکم لگایا ہے، کیونکہ وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرتے ہیں، خاص طور پر شیخین رضی اللہ عنہما پر، اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرتے ہیں اور امُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس چیز کی تہمت لگاتے ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بریٔ فرمادیا ہے، اور وہ کلی طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو فرشتوں پر فضیلت دیتے ہیں، اور غیر اولو العزم رسولوں پر بھی فضیلت دیتے ہیں، اور ان میں سے بعض ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام نبیوں پر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے ہیں، اور اس فضیلت کے سلسلے میں مکڑی کے گھر سے بھی کمزور ترین دلائل سے حجت پکڑتے ہیں، جن کا ان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واحد بحسب الظاهر لم يتحقق كفره، ولخطر التكفير، قيل ينبغي للمفتى الاحتياط فى ذلک ما أمكنه حتى انه ينبغي له أن يؤل كلام من تلفظ بما ظاهره الكفر، وان بَعُدَ قصد المتلفظ نفسه ذلک المؤول به، ولا ينبغي أن يكتفى بالظاهر فيفتى بالكفر فإن معنا أصلا محققا وهو الإيمان فلا نرفعه إلا بيقين.

ولا يغتر بما ذكره أهل الفتاوى من الحنفية عن مشايخهم من التكفير بألفاظ حفتها تأويلات تخرجها عن أن يكفر بها، ولعل منها ما لا يكاد يقصد به المتلفظ المعنى المكفر، فإن ذلک تساهل لا يرضى به المتورعون منهم .وقد قال غير واحد من الأجلّة إذا كان فى المسألة تسعة وتسعون قولا بالتكفير، وقول واحد بعدم التكفير، يفتى بعدم التكفير.

وبالجملة الذى أختاره فى أهل الأهواء ان من جحد منهم ما علم ضرورة انه من الدين، فهو كافر كغلاة الشيعة والمجسمة القائلين ان الله تعالى جسم كالأجسام، فإنهم كفار على ما صرح به الإمام الرافعي وهو الأصح .وكذا القائلون انه سبحانه جسم لا كالأجسام فى قول، وكالقرامطة الجاحدين فرضية الصلوات الخمس إلى شنائع أخرى من هذا القبيل (نهج السلامة إلى مباحث الإمامة،ص،۹۸،الىٰ ،ص۱۰۳ ، المبحث الثانى فى حكم أهل القبلة، حكم التكفير عند العلماء وحكم من سب الصحابة ،الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولىٰ:2018م .)

www.idaraghufran.org

شاء اللہ تعالیٰ ہم رَد ذکر کریں گے، اور یہ قرآن مجید کے زیادتی اور نقصان سے محفوظ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

لیکن دیگر علماء ان کی تکفیر نہیں کرتے، جن کا کہنا یہ ہے کہ صحابی کو سب وشتم کرنا، کفر نہیں ہے، بلکہ فسقِ عظیم ہے، اور اس کے متعلق محققین کی تصریحات موجود ہیں۔

اور ان کا کہنا یہ ہے کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار بھی کفر نہیں ہے، بلکہ بدعت اور فسق ہے۔

جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اس تہمت لگانے کا تعلق ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بریٔ فرما دیا ہے، تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ اس میں ان آیات کی تکذیب پائی جاتی ہے، جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برائت پر دلالت کرتی ہیں، لیکن اثنا عشری اس عقیدے سے بریٔ ہیں، اگرچہ ان کے بارے میں یہ بات مشہور ضرور ہے، البتہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دوسرے ایسے ہذیانات منسوب کرتے ہیں کہ جو باعثِ کفر نہیں ہیں۔

جہاں تک حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ، دوسرے نبیوں پر فضیلت دینے کا تعلق ہے، تو اثنا عشریہ ہمارے علم کے مطابق اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں ہیں، البتہ بعض حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ پر فضیلت کے سلسلے میں توقف اختیار کیا ہے، اور بعض نے مساوات کا دعویٰ کیا ہے، اور فرشتوں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ان کے درمیان ہماری معلومات کے مطابق متفق علیہ ہے، اور اس طرح کے اُن کے بہت سے ہذیانات ہیں، لیکن مذکورہ عقائد باعثِ تکفیر نہیں ہیں، چنانچہ بعض کرامیہ بھی ولی کو نبی کا درجہ، یا اس سے بھی اعلیٰ درجہ دینے کے قائل ہیں، لیکن ان کی تکفیر پر اتفاق نہیں۔

(اور تحریفِ قرآن کی بحث دوسرے مقام پر ذکر کی جا چکی ہے کہ تمام اثناء عشری اس کے بھی قائل نہیں) بعض افاضل حضرات نے فرمایا کہ اثناعشریہ کی تکفیر اِن فقہاء کے مذاق پر مبنی ہے، جو مطالبِ ظاہری پر اکتفاء کرتے ہیں، اور ان کی عدمِ تکفیر اُن متکلمین کے مذاق پر مبنی ہے، جو اِس سلسلے میں قواطع اور یقینی چیزوں کا التزام کرتے ہیں، اور میں ان ہی حضرات کے قول کو اختیار کرتا ہوں، جس کی اپنے مقام پر تفصیل مذکور ہے کہ اگر یہ کفر نہ ہو، تو کفر کے قریب تر ہے، اور ہم آپ کے سامنے تکفیر اور عدمِ تکفیر کا اصول پہلے ذکر کر چکے ہیں، جس سے آپ کو غافل نہیں رہنا چاہیے"۔ انتھٰی۔ [1]

---

[1] وأختلف العلماء في إكفار الاثنى عشرية، فكفرّهم معظم علماء ما وراء النهر، وحكم بإباحة دمائهم وأموالهم وفروج نسائهم، حيث أنهم يسبون الصحابة رضى الله تعالى عنهم، لاسيما الشيخين رضى الله تعالى عنهما، وهما السمع والبصر منه عليه الصلاة والسلام، وينكرون صحة خلافة الصديق رضى الله تعالى عنه، ويقذفون عائشة أم المؤمنين رضى الله تعالى عنها بما برأها الله تعالى منه، ويفضلون بأسرهم عليا كرم الله تعالى وجهه على الملائكة عليهم السلام، وعلى غير أولى العزم من المرسلين، ومنهم من يفضله عليهم ما عدا نبينا، ويحتجون على التفضيل بحجج أوهن من بيت العنكبوت، سنذكرها مع ردها إن شاء الله تعالى، ويجحدون سلامة القرآن من الزيادة والنقص.

ومن العلماء من لم يكفرّهم زاعما أن سب الصحابي ليس بكفر بل فسق عظيم، واستدل على ذلك بحديث : من سب أصحابي فاضربوه، وفي رواية فاجلدوه .

وفي (شرح الشفاء) للخفاجي نقلا عن فتاوى السبكي : إن سب صحابيا لا من حيث كونه صحابيا، وكان ممن تحققت فضيلته، ففيه وجهان :فإنه قد يكون لأمر آخر دنيوى غير الصحبة، وليس بكفر لأنه لتقديم على كرم الله تعالى وجهه واعتقادهم لجهلهم أنهما وحاشاهما ظلماه ، انتهى.

وعلى هذا النحو سبهم والعياذ بالله تعالى غيرهما من الصحابة رضى الله تعالى عنهم، كمعاوية وعمرو ابن العاص وأم المؤمنين عائشة وطلحة والزبير رضوان الله تعالى عليهم أجمعين.

وزاعما أيضا ان إنكار خلافة الصديق رضى الله تعالى عنه ليس بكفر أيضا، بل ابتدع وفسق، ونقل هذا الخفاجي عن (الأنوار)، وكأن مداره ان خلافته رضى الله تعالى عنه ليست معلومة من الدين بالضرورة، بل لا نصا صريحا عليها من رسول الله ، وعلى تسليم وجوده وهو غير متواتر والإجماع في زعمهم غير تام، على انهم يزعمون انه في مقابلة النص على الأمير كرم الله تعالى وجهه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ بھی ملحوظ رہے کہ ''نهج السلامة إلى مباحث الإمامة'' نام کی مذکورہ تالیف علامہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما قذف عائشة رضى الله تعالى عنها، بما برأها الله تعالى منه فلا شك فى انه كفر لما فيه من تكذيب الآيات الدالة على براء تها، لكن الاثنى عشرية بريئون من ذلك وان شاع عنهم، نعم انهم يزعمون أنها أرادت أن تتزوج بعد وفاة رسول الله ، يوم توجهت من مكة إلى البصرة لحرب الأمير كرم الله تعالى وجهه، بأحد الحواريين طلحة والزبير رضى الله تعالى عنهما فلم تمكن من ذلك.

وكذا لهم هذيانات أخر فى حقها رضى الله تعالى عنها، ولكنها لا تصل إلى جحد ما علم من الدين بالضرورة على ما لا يخفى على المنصف، وذلك مثل زعمهم ان النبى فوض طلاقها بعد وفاته إلى على كرم الله تعالى وجهه، وانه رضى الله تعالى عنه طلقها يوم الجمل، فخرجت من أمهات المؤمنين، وهو حديث خرافة، تضحك منه الثكلى.

وأما تفضيل على كرم الله تعالى وجهه على الأنبياء عليهم السلام غير نبينا وإخوانه من أولى العزم من المرسلين صلى الله تعالى وسلم عليه وعليهم أجمعين، فهو مما اتفقوا عليه فيما أعلم، كما اتفقوا على انه كرم الله وجهه ليس بأفضل من نبينا عليه الصلاة والسلام.

نعم توقف بعضهم كابن المطهر الحلى وغيره فى تفضيله على من عداه من أولى العزم، وذهب بعض آخر إلى مساواته لهم عليهم السلام، وكذا تفضيله كرم الله تعالى وجهه على الملائكة عليهم السلام متفق عليه فيما بينهم فيما أعلم، ولهم فى ذلك أيضا هذيانات كثيرة.

لكن قصارى (ذلك) كل ما قالوه جحد تفضيل الأنبياء عليهم السلام على من سواهم، وانه لا يبلغ ولى درجة نبى، وجحد تفضيل الملائكة عليهم السلام على من عدا الأنبياء من البشر، وانه لا يبلغ مؤمن تقى غير نبى درجتهم فى الفضل، وليس ما جحدوه مما علم من الدين بالضرورة بل لم يقم عليه قاطع.

وقد قال العلامة الثانى السعد التفتازانى : حكى عن بعض الكرامية إن الولى قد يبلغ درجة النبى بل أعلى ، انتهى.

وحيث لم يجمع على تكفير الكرامية علم أن المسألة خلافية، وأن لا قاطع فيها، وقال اللّقانى فى شرحه الأوسط (لجوهرة التوحيد)، قال أبو المظفر السمعانى :اتفقوا على إن العصاة والسوقة من المؤمنين دون الأنبياء والملائكة عليهم السلام، وأمّا المطيعون الصالحون، فاختلفوا فى المفاضلة بينهم وبين الملائكة عليهم السلام على قولين، انتهى.

وقد حكى ابن يونس المالكى هذين القولين اللذين أشار إليهما السمعانى، ثم قال :والأكثر منا على أن المؤمن الطائع أفضل من الملائكة عليهم السلام.

وفى (منهج الأصلين) أيضا متصلا بما مر :وأما الصالحون من البشر من غير الأنبياء عليهم السلام، فأكثر العلماء على تفضيل الملائكة عليهم، وعندنا ان من كان منهم تقيا نقيا موقنا إلى الموت على ذلك، قد يفضل على الملائكة باعتبار المشاق فى عبادته مع ما فيه من الدواعى إلى الشهوة وغيرها، لاسيما من كان خليفة لسيد الأولين والآخرين صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه أجمعين، انتهى، انتهى كلام اللقانى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

آلوسی کے پوتے محمود شکری بن عبداللہ بن محمد آلوسی کے قلم سے 1301ھ میں مکمل ہوئی۔ [1]

اور محمود شکری آلوسی کی وفات 1342ھ میں ہوئی، جن کا حوالہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، جس کے ضمن میں جمہور امامیہ کے تحریفِ قرآن کا قائل نہ ہونا بھی گزر چکا ہے۔

اور یہ بات بھی گذر چکی ہے کہ تردیدِ مذہب کے مواقع پر جو بعض حضرات نے کفر کا ذکر کیا ہے، اس سے ''التزامِ کفر'' مراد نہیں، جیسا کہ مجتہدین کے کلام میں ایک مقام پر کسی قول کو کفر قرار دیا گیا، لیکن ان ہی کے کلام میں دوسرے مقام پر اس قول کے قائل، یا قائلین کی علی العین تکفیر نہیں کی گئی۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نعم قال أبو حيان فى تفسيره المسمى (بالبحر) عند الكلام فى قوله تعالى :(وَلَكِنْ رَسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ)، ومن ذهب إلى أن الولى أفضل من النبى فهو زنديق يجب قتله انتهى.

لكن يمكن حمله ولو على بعد على ان المراد من ذهب إلى أن كل ولى صغيرا كان أو كبيرا أفضل من كل نبى من أولى العزم كان أو لا فهو زنديق.

وبالجملة كلتا المسألتين خلافية، ولا قاطع فى نفى أو إيجاب فيهما على ما لا يخفى على المنصف.

وقال بعض الأفاضل :إن تكفير الاثنى عشرية فيما ذهبوا إليه من التفضيل هو مذاق الفقهاء المكتفين فى المطالب بالظواهر، وعدم تكفيرهم فيه هو مذاق المتكلمين الملتزمين للقواطع فى ذلك، وأنا أقول ما ذهبوا إليه مما هو مفصّل فى محله، إن لم يكن كفرا فهو من الكفر أقرب، ونحن قد ذكرنا لك أصلا فى التكفير وعدمه فلا تغفل عنه والله تعالى العاصم.

وفى الشفاء للقاضى عياض وشروحه كشرح الخفاجى وغيره فى هذا المقام كلام نفيس ينبغى الاعتناء به والاهتمام فارجع إليه متأملا، والله تعالى الموفق للصواب آخرا وأولا (نهج السلامة إلى مباحث الإمامة، المبحث الثانى فى حكم أهل القبلة،الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولىٰ:2018م .)

[1] وقد وقع الفراغ من تحرير هذا الكتاب المفيد المشتمل على القول السديد على يد حفيد المؤلف السيد محمود شكرى بن السيد عبد الله بهاء الدين غفر لهم سنة 1301هـ(نهج السلامة إلى مباحث الإمامة،خاتمة نسأل الله حسنها، الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولىٰ:2018م .)

[2] أقول: ما نسبه إلى الإمام أبى حنيفة –رحمه الله تعالى– كذب لا أصل له، بل الثابت عنه(اى أبى حنيفة –رحمه الله تعالى) وعن سائر أئمة أهل السنة عدم تكفير أهل القبلة ما لم يثبت عنهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ تفصیل سے خاندانِ آلوسی کا اس سلسلے میں موقف واضح ہوگیا، جو مفتیِ اعظم پاکستان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إنكار ما علم ضرورة أنه من الدين، وإلا فيحكم عليهم بالكفر، كغلاة الشيعة والمجسمة القائلين: إن الله جسم كالأجسام، فإنهم كفار على ما صرح به الإمام الرافعي وهو الأصح .

وكذا القائلون: إنه سبحانه جسم لا كالأجسام في قول.

وكالقرامطة الجاحدين فرضية الصلوات الخمس، إلى شنائع أخرى من هذا القبيل.

وكالاثنى عشرية، فقد كفرهم معظم علماء ما وراء النهر، وحكموا بإباحة دمائهم وأموالهم وفروج نسائهم؛ حيث أنهم يسبون الصحابة رضى الله تعالى عنهم، لا سيما الشيخين رضى الله تعالى عنهما، وهما السمع والبصر منه عليه الصلاة والسلام.

وينكرون خلافة الصديق رضى الله تعالى عنه.

ويفضلوا بأسرهم عليا كرم الله تعالى وجهه على الملائكة عليهم السلام وعلى غير أولي العزم من المرسلين، ومنهم من يفضله عليهم أيضا ما عدا نبينا صلى الله عليه وسلم .

ويحتجون على التفضيل بحجج أوهن من بيت العنكبوت قد ذكرناها في مختصر التحفة.

ويجحدون سلامة القرآن العظيم من الزيادة والنقص، إلى غير ذلك من الفضائح(صب العذاب على من سب الأصحاب ،ص ۳۸۰ الیٰ ۳۸۳، بعض الفرق الكافرة، ونقل الرافعي في الموضوع)

فالحاصل أنه يكفر في لفظين هو جسم كالأجسام هو جسم، ويصير مبتدعا في الثالث هو جسم لا كالأجسام ثم قال واعلم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء مع ما ثبت عن أبي حنيفة والشافعي من عدم تكفير أهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله على أن ذلك المعتقد نفسه كفر فالقائل به قائل بما هو كفر، وإن لم يكفر(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ا ،ص ۳۷۱، كتاب الصلاة،باب الإمامة)

أما من يفضل عليا فحسب فهو مبتدع من المبتدعة الذين يجوز الاقتداء بهم مع الكراهة وكذا من يقول أنه تعالى جسم لا كالأجسام ومن قال أنه تعالى لا يرى لجلاله وعظمته.

واعلم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء ونحوهم مع ما ثبت عن أبي حنيفة والشافعي من عدم تكفير أهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله أن ذلك المعتقد نفسه كفر فالقائل به قائل بما هو كفر وإن لم يكفر(منحة الخالق على البحر الرائق، ج۵،ص ۱۵۱ ، كتاب السير ،باب البغاة)

(قوله كقوله جسم كالأجسام) وكذا لو لم يقل كالأجسام، وأما لو قال لا كالأجسام فلا يكفر لأنه ليس فيه إلا إطلاق لفظ الجسم الموهم للنقص فرفعه بقوله لا كالأجسام، فلم يبق إلا مجرد الإطلاق وذلك معصية، وتمامه في البحر (قوله وإنكاره صحبة الصديق) لما فيه من تكذيب قوله تعالى - (إذ يقول لصاحبه) - ح .وفي الفتح عن الخلاصة :ومن أنكر خلافة الصديق أو عمر فهو كافر اهـ ولعل المراد إنكار استحقاقهما الخلافة، فهو مخالف لإجماع الصحابة لا إنكار وجودها لهما بحر .وينبغي تقييد الكفر بإنكار الخلافة بما إذا لم يكن عن شبهة كما مر عن شرح المنية، بخلاف إنكار صحبة الصديق تأمل(رد المحتار على الدر المختار، ج ا ،ص ۵۶۱،۵۶۲، كتاب الصلاة ، باب الإمامة)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحبان کے موقف کے موافق ہے، بلکہ دارُالعلوم دیوبند کے جملہ اساتذۂ کرام کے اس فتوے کے بھی مطابق ہے، جو ہم باحوالہ نقل کر چکے ہیں۔

مذکورہ زمانے کے بعد مولانا رحمتُ اللہ کیرانوی (المتوفیٰ: 1308ھ) نے بھی اپنی معرکۃ الآراء تالیف ''اظہارُ الحق'' میں جمہور امامیہ اثنا عشریہ کے تحریفِ قرآن کا قائل ہونے کی نفی کی ہے، جن کا حوالہ ہم اپنے فتوے میں ذکر کر چکے ہیں۔ [1]

---

[1] وأما الجواب عنه تحقيقاً فلأن القرآن المجيد عند جمهور علماء الشيعة الإمامية الاثنى عشرية محفوظ عن التغير والتبديل، ومن قال منهم بوقوع النقصان فيه فقوله مردود غير مقبول عندهم.

[1]قال الشيخ الصدوق أبو جعفر محمد بن على بن بابويه الذى هو من أعظم علماء الإمامية الاثنى عشرية فى رسالته الاعتقادية: (اعتقادنا فى القرآن أن القرآن الذى أنزل الله تعالى على نبيه هو ما بين الدفتين وهو ما فى أيدى الناس ليس بأكثر من ذلك ومبلغ سوره عند الناس مائة وأربع عشرة سورة وعندنا الضحى وألم نشرح سورة واحدة ولإيلاف وألم تر كيف سورة واحدة ومن نسب إلينا أنا نقول أنه أكثر من ذلك فهو كاذب) انتهى.

[2]وفى تفسير مجمع البيان الذى هو تفسير معتبر عند الشيعة: (ذكر السيد الأجل المرتضى علم الهدى ذو المجد أبو القاسم على بن الحسين الموسوى أن القرآن كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم مجموعاً مؤلفاً على ما هو الآن واستدل على ذلك بأن القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه فى ذلك الزمان حتى عين على جماعة من الصحابة فى حفظهم وأنه كان يعرض على النبى صلى الله عليه وسلم ويتلى عليه وأن جماعة من الصحابة كعبد الله بن مسعود وأبى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبى صلى الله عليه وسلم عدة ختمات، وكل ذلك بأدنى تأمل يدل على أنه كان مجموعاً مرتباً غير منشور ولا مبثوث، وذكر أن من خالف من الإمامية والحشوية لا يعتد بخلافهم فإن الخلاف مضاف إلى قوم من أصحاب الحديث نقلوا أخباراً ضعيفة ظنوا صحتها لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع على صحته) انتهى.

[3]وقال السيد المرتضى أيضاً: (إن العلم بصحة القرآن كالعلم بالبلدان والحوادث الكبار والوقائع العظام المشهورة وأشعار العرب المسطورة، فإن العناية اشتدت والدواعى توفرت على نقله وبلغت حداً لم تبلغ إليه فيما ذكرناه لأن القرآن معجزة النبوة ومأخذ العلوم الشرعية والأحكام الدينية، وعلماء المسلمين قد بلغوا فى حفظه وعنايته الغاية حتى عرفوا كل شىء فيه من إعرابه وقرائته وحروفه وآياته فكيف يجوز أن يكون مغيراً أو منقوصاً مع العناية الصادقة والضبط الشديد) انتهى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مولانا رحمت اللہ کیرانوی کو" حجۃُ الاسلام " کا لقب ملا، وہ جنگِ آزادی 1857ء میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی قیادت میں، انگریز کے خلاف جہاد میں شامل ہوئے اور شاملی کے بڑے معرکہ میں بھی شریک ہوئے، انگریز کی فتح کے بعد مولانا کیرانوی دیگر مجاہدین کی طرح ہجرت کر کے حجاز چلے گئے، حجاز سے سلطان ترکی کے بلانے پر قسطنطنیہ (حالیہ استنبول) گئے اور وہاں مسیحیوں سے مناظرے کیے، وہاں سے سلطنتِ عثمانیہ کے خلیفہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

[4]وقال القاضی نور الله الشوستری الذی هو من علمائهم المشهورین فی کتابه المسمی بمصائب النواصب:" ما نسب إلیه الشیعة الإمامیة بوقوع التغیر فی القرآن لیس مما قال به جمهور الإمامیة إنما قال به شرذمة قلیلة منهم لا اعتداد بهم فیما بینهم "انتهی.

[5]وقال الملا صادق فی شرح الکلینی: (یظهر القرآن بهذا الترتیب عند ظهور الإمام الثانی عشر ویشهر به) انتهی.

[6]وقال محمد بن الحسن الحر العاملی الذی هو من کبار المحدثین فی الفرقة الإمامیة فی رسالة کتبها فی رد بعض معاصریه: " هر کسیکه تتبع أخبار وتفحص تواریخ وآثار نموده بعلم یقینی میداند که قرآن درغایه وأعلی درجة تواتر بوده وآلاف صحابة حفظ ونقل میکردندآن راودر عهد رسول خدا صلی الله علیه وسلم مجموع ومؤلف بود) انتهی .فظهر أن المذهب المحقق عند علماء الفرقة الإمامیة الاثنی عشریة أن القرآن الذی أنزله الله علی نبیه هو ما بین الدفتین وهو ما فی أیدی الناس لیس بأکثر من ذلک، وأنه کان مجموعاً مؤلفاً فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم، وحفظه ونقله ألوف من الصحابة وجماعة من الصحابة کعبد الله بن مسعود وأبی بن کعب وغیرهما ختموا القرآن علی النبی عدة ختمات ویظهر القرآن ویشهر بهذا الترتیب عند ظهور الإمام الثانی عشر رضی الله عنه والشرذمة القلیلة التی قالت بوقوع التغیر .فقولهم مردود ولا اعتداد بهم فیما بینهم، وبعض الأخبار الضعیفة التی رویت فی مذهبهم لا یرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع علی صحته وهو حق لأن خبر الواحد إذا اقتضی علماً ولم یوجد فی الأدلة القاطعة ما یدل علیه وجب رده، علی ما صرح ابن المطهر الحلی فی کتابه المسمی (بمباده الوصول إلی علم الأصول) ، وقد قال الله تعالی: } إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون . {فی تفسیر الصراط المستقیم الذی هو تفسیر معتبر عند علماء الشیعة (أی إنا لحافظون له من التحریف والتبدیل والزیادة والنقصان) .انتہیٰ(اظهار الحق ، ج ۱ ص۴۳۸ الی ۴۳۹، الباب الخامس: فی إثبات کون القرآن کلام الله ومعجزاً ورفع شبهات القسیسین ،الفصل الرابع: فی دفع شبهات القسیسین الواردة علی الأحادیث،الشبهة الاولی، طبع علی نفقة :ادارة احیاء التراث الاسلامی، الدوحه۔ قطر، عنی بطبعه ونشره :خادم العلم عبدالله بن ابراهیم الانصاری، مدیر عام :ادارة احیاء التراث الاسلامی، الدوحه۔قطر)

کی درخواست پر اپنی معرکۃُ الآرا کتاب ''اظھارُ الحق '' تصنیف فرمائی، جسے آج تک عیسائیت کے ابطال میں معتبر کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں مولانا رحمتُ اللہ کیرانوی صاحب نے، ایک نیک خاتون بیگم صولتُ النساء کے فراہم کردہ عطیے سے ایک مدرسہ ''مدرسہ صولتیہ'' قائم کیا، جو آج بھی اسی نام سے مشہور و معروف ہے۔

اب اگر مذکورہ جہاں دیدہ صاحبِ علم کی تحقیق بھی موصوف کو نا قابلِ اعتبار معلوم ہوتی ہے، تو یہ ان کا اپنا معاملہ ہے۔

پھر اس کے بعد فاضلِ دارالعلوم دیوبند، اور علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سید اصغر حسین صاحب، اور مولانا رسول خان ہزاروی رحمہم اللہ کے شاگرد، اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے فیض یافتہ اور مفتی محمد حسن امرتسری اور ''غلام محمد دین پوری'' رحمہما اللہ کے خلیفہ، اور دارالعلوم دیوبند کے درجہ علیا کے استاذ اور شیخ التفسیر، اور جامعہ ڈابھیل کے مدرسِ اعلیٰ، اور جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے شیخ التفسیر، مولانا شمس الحق افغانی (المتوفیٰ: 16 اگست 1983ء) نے بھی جمہور امامیہ کی طرف اس عقیدے کے منسوب ہونے کی نفی فرمائی۔

چنانچہ مولانا شمس الحق افغانی، اپنی مایہ ناز تالیف ''علومُ القرآن'' میں ''شیعہ اور تحریفِ قرآن'' کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مستشرقین جب ہر طرح قرآن کی تحریف ثابت کرنے سے عاجز آ گئے، تو بڑے زور شور سے یہ لکھ دیا کہ مسلمانوں کا بڑا فرقہ تحریفِ قرآن کا قائل ہے، اور وہ شیعہ ہے، اور اس انداز سے لکھا کہ گویا تحریفِ قرآن شیعوں کا مسلم عقیدہ ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے، شیعوں کا مذہب وہی ہے، جو سنیوں کا ہے کہ قرآن مکمل طور پر محفوظ ہے، اور اس میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں ہوئی (علوم القرآن، ص ۱۳۴،

شائع کردہ: المکتبۃ الاشرفیہ، جامعہ اشرفیہ، لاہور)

مولانا نے تحریفِ قرآن کے عقیدہ کو شیعوں کا اصل مذہب قرار نہیں دیا۔

مولانا شمس الحق افغانی کے علاوہ برصغیر پاک و ہند کے نامور مورخ، علامہ حکیم محمد نجم الغنی خاں رام پوری، نجمی (المتوفیٰ، یکم جولائی، 1941ء - 1360ھ) نے بھی یہی بات ذکر فرمائی ہے۔

چنانچہ مولانا نجم الغنی خان رامپوری اپنی معروف کتاب ''مذاہبُ الاسلام'' میں لکھتے ہیں:

''اثنا عشریہ قرآن میں کمی بیشی کے قائل نہیں، اور یہ جو مشہور ہے کہ شیعۂ اثنا عشریہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے دس پارے قرآن مجید کے کم کردیے، اور بعض شیعہ ''سورہ حسنین'' اور ''سورہ فاطمہ'' اور ''سورہ علی'' پڑھا کرتے ہیں، یہ جہلا کی گپ ہے، آج تک سلف سے لے کر خلف تک کوئی محقق اثنا عشری، یہ عقیدہ نہیں رکھتا، چنانچہ علمائے اثنا عشری اس خیال کی برائت اپنی کتابوں میں بڑے شد و مد سے کرتے ہیں (مذاہب الاسلام، ص۴۴۸، عقائد اثنا عشریہ کی تفصیل، مطبوعہ: رضا پبلی کیشنز، لاہور، تاریخِ طبع ۱۹۷۸ء)

مولانا نجم الغنی خان رامپوری 8 اکتوبر 1859ء میں ریاست رام پور کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا خاندان عربی، فارسی، فقہ، تصوف اور منطق کے علوم میں شہرت رکھتا تھا، اور آپ کے دادا مولوی عبد العلی خاں عدالت رام پور میں مفتی تھے، اور پردادا مولوی عبد الرحمان خاں صوفی، منشی اور فارسی کے مشہور انشاء پرداز تھے، انہوں نے یہ صفات و کردار اپنے والد حاجی محمد سعید خاں سے ورثے میں پائے تھے، جنہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا قرب حاصل تھا۔

اسی طرح علامہ ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی (المتوفیٰ: 1335ھ) نے بھی محقق شیعوں کی طرف تحریفِ قرآن کا عقیدہ ہونے کی تردید کی ہے۔

چنانچہ علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی اپنی مایہ ناز تالیف ''تفسیرِ حقانی'' میں تحریفِ قرآن کے عقیدے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

رہا شیعہ کا وہ خیال، سو وہ جہلاء کی گپ ہے، آج تک سلف سے لے کر خلف تک ، کوئی محقق شیعہ، بلکہ کوئی اہلِ اسلام بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا، چنانچہ علمائے شیعہ اس خیال کی برائت اپنی کتابوں میں بڑی شدّ و مد سے کرتے ہیں (تفسیر حقانی، ج۱ص۸۸، مقدمہ، ناشر: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی، انڈیا)

مذکورہ دونوں حضراتِ گرامی نے محقق شیعہ سے تحریفِ قرآن کا عقیدہ ہونے کی نفی فرمادی ہے، گویا کہ ان کی نظروں میں تحریفِ قرآن کا عقیدہ رکھنے والے شیعہ، محققین کی فہرست میں داخل نہیں، اوران کا قول جہالت پر مبنی ہے، جس کی بناء پر وہ اس مسئلہ میں ''محقق'' کی صفت کے ہرگز مستحق نہیں، اگرچہ کوئی اپنے زعم میں ان کو ''محقق'' سمجھے، یہ اس کا اپنا زعم ہوگا۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ کوئی بھی محقق، تحریفِ قرآن کا عقیدہ نہیں رکھ سکتا، اگر کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہے، تو علم وتحقیق کے میدان میں اس کا یہ عقیدہ، نری جہالت پر مبنی ہے۔

معالی الشیخ یوسف بن محمد علی الغفیص (سابق عضو هیئة كبار العلماء ، و عضو لجنة الدائمة الافتاء ، سعودی عرب) اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

''بعض ائمہ کرام کے اقوال مختلف فرقوں کے متعلق متردد ہیں، یا ان میں اختلاف ہے، جیسا کہ خوارج کے متعلق بعض ائمہ نے کفر کا قول کیا ہے، امام احمد کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے، لیکن جمہور ائمہ اور ظاہرِ مذہبِ صحابہ کے مطابق، وہ کافر نہیں ہیں، اوراسی طرح سے وہ روافض جو صحابۂ کرام پر طعن کرتے ہیں، وہ بھی کافر نہیں، اور ائمہ کے کلام میں ان کی تکفیر کے متعلق تردد اور اختلاف کا ذکر ہے، اور جس نے شیعہ امامیہ رافضہ کی تکفیر پر اجماع کو نقل کیا ہے، تو اس نے خطاء کی ہے، چہ جائیکہ متعین طور پر تکفیر پر اجماع ہو، چنانچہ جس نے ان کی علی العین

تکفیر پر اجماع کا دعویٰ کیا، تو اس کی خطاء میں کوئی شک نہیں، کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ روافض کی یہ جماعت سلف کے زمانہ سے موجود ہے، اس کے باوجود ائمۂ سلف نے ان کے اعیان کی تکفیر کا التزام نہیں کیا۔

البتہ یہاں ایک مسئلہ اور ہے، جس کو سمجھنا ضروری ہے، جس پر کثرت سے اشکال پیش آتا ہے، وہ یہ ہے کہ جب کسی فرقہ اور جماعت کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ کافر نہیں ہے، تو اس سے دو باتوں میں سے کوئی ایک بات لازم نہیں آتی، ایک تو یہ بات لازم نہیں آتی کہ اس جماعت کے اقوال کفریہ نہ ہوں، چنانچہ جب کسی جماعت، یا فرقہ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ سلف کے نزدیک کافر نہیں، یا سلف کا اس جماعت، یا فرقہ کے کفر کے ثبوت میں اختلاف ہے، تو اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ سلف کا اس فرقہ، یا جماعت میں کفرِ اکبر کے مادے والے اقوال کے ہونے میں اختلاف ہے، اور اسی وجہ سے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان جماعتوں کے مختلف اقوال اور ان کے اصول بحیثیت قول اور حقیقت کے باجماعِ سلف کفر ہیں، جس میں کوئی اختلاف نہیں، بلکہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ نے تو یہ بھی فرمایا کہ متکلمین کے ائمہ میں سے کوئی امام ایسا نہیں کہ جس کے کلام میں نفسُ الامر کے اعتبار سے کفریہ بات موجود نہ ہو۔

یہاں تک کہ ابنِ کلاب، جو اہلِ سنت کی طرف منسوب ہے، اور متاخرین اہلِ سنت کے متکلمین میں سے، بہت سے حضرات نے اس کو اہلِ سنت میں شمار کیا ہے، اور اسی طریقہ سے ابوالحسن اشعری کے کلام میں بھی کفریہ باتیں پائی جاتی ہیں، نیز متاخرین اشاعرہ کے کلام میں بھی، اس طرح کی چیزیں پائی جاتی ہیں، لیکن اہلِ سنت کے متاخرین ان کے عدمِ کفر پر متفق ہیں، محققین کا یہی قول ہے، اگرچہ بعض حضرات نے اس سے اختلاف بھی کیا ہے۔

اسی طرح جن فرقوں کے بارے میں سلف کا اختلاف ہے، جیسا کہ خوارج اور روافض، یا ان فرقوں کی تکفیر میں تردد ہے، تو ان کا کفر سے بری ہونا، لازم نہیں آتا، بلکہ بعض اوقات ان کے اقوال، کفریہ ہوتے ہیں، لیکن اس کے باوجود اس پورے فرقہ کو کافر قرار نہیں دیا جاتا، چہ جائیکہ متعین طور پر ان کے افراد کو کافر قرار دیا جائے، پس کسی جماعت پر عدمِ تکفیر کا حکم لگانے سے ان کے تمام افراد پر مسلمان ہونے کا حکم لگانا لازم نہیں آتا۔

اور دوسری بات یہ لازم نہیں آتی کہ جب کسی جماعت کے کفر کے بارے میں سلف کا اختلاف، یا تردد ہو، تو اس جماعت کے تمام افراد، نفسُ الامر میں بھی مسلمان ہوں، بلکہ ان میں منافق بھی ہو سکتے ہیں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی منافق پائے جاتے تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نفاق کو معلوم ہونے کا مسلمانوں کو مکلّف نہیں کیا، ورنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام مسلمانوں کو اس کی تعلیم دے دیتے۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفائے راشدین، مثلاً حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کو بھی اس کی تعلیم نہیں دی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ نفس الامر کے اعتبار سے کافر، یا منافق کا علم حاصل کرنا، بذاتِ خود مقصود نہیں، اور شریعت کے احکام، ظاہر پر جاری ہوتے ہیں۔

پس پہلا نتیجہ یہ ہے کہ تیسری قسم ان فرقوں کی ہے، جن کے متعلق، یا ان مخصوص و متعین افراد کے متعلق سلف کا اختلاف ہے، یا ان کی تکفیر میں تردد ہے، تو اس سے اس جماعت، یا اس شخص کے اصول کا مادۂ کفر سے بری ہونا، لازم نہیں آتا۔

اور دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ اس سے یہ بات بھی لازم نہیں آتی کہ وہ نفس الامر میں بھی

کافر نہ ہوں۔

پس روافض کے مسئلہ میں اجماع کی نقل منضبط نہیں ہے۔

اسی وجہ سے علامہ ابنِ تیمیہ نے روافض کی تکفیر نہیں فرمائی۔

جہاں تک تحریفِ قرآن کے مسئلہ کا تعلق ہے، تو موجودہ زمانہ کے بعض طالبِ علم شیعہ کو تحریفِ قرآن کے عقیدہ کی وجہ سے کافر کہتے ہیں، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے، کیونکہ تحریفِ قرآن کے قول کو شیعہ کے ایک گروہ نے اختیار کیا ہے، جو زیادہ نہیں، اور جمہور شیعہ، اس قول کا انکار کرتے ہیں۔

اور اس موقعہ پر ایک اور مفید بات کو سمجھ لینا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ مختلف فرقوں کے بعض ائمہ کا یہ طریقہ رہا ہے، خواہ وہ شیعہ ہوں، یا معتزلہ ہوں، یا اشاعرہ ہوں کہ ان میں سے جب کوئی اپنے مذہب کے قول کے متعلق، اپنی جماعت کے اجماع کو نقل کرتا ہے، تو اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ اس جماعت کا اجماع ہے، لیکن اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ ان میں اس بات سے اختلاف کرنے والا کوئی موجود نہ ہو، اور کسی کے اس طرح سے اجماع کا دعویٰ کرنے سے، اجماع کا ہونا ثابت نہیں ہوتا، ورنہ تو بہت سے مسائل میں بعض اہلِ سنت نے بھی اجماع کا دعویٰ کیا ہے، حالانکہ ان مسائل پر اجماع نہیں پایا جاتا، اجماع ثابت ہونے کے لیے اس کی سند اور ثبوت ضروری ہے“ (شرح حديث الافتراق) [1]

---

[1] النوع الثالث :هم قوم فی تکفیرهم نزاع وتردد عند أحمد وغيره.

والفرق بين النزاع والتردد أن النزاع يكون بين اثنين، واحد يذهب إلى كفرهم والآخر يذهب إلى عدمه.

وأما التردد :فهو فی مقام الواحد، وهو أن الإمام الواحد يتردد جوابه فی ثبوت الكفر أو عدمه بحسب الموجب، وبحسب المقتضى.

أما موجب هذا التردد فقد يكون من داخل اجتهاد الإمام، أو يكون من تنوع مقالة هذه الطائفة.

إذاً :تبين هنا أن ثمة طوائف تردد السلف أو تنازعوا فی ثبوت كفرهم، ومثال ذلک الخوارج؛ فإن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور فلسطین و دمشق کے مفکر و مفسر شیخ محمد عزۃ بن عبدالہادی دروزہ (المتوفی: 1404ھ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعض الأئمة كفرهم وهو رواية عن الإمام أحمد.

والذى عليه جمهور الأئمة، وهو ظاهر مذهب الصحابة أنهم ليسوا كفاراً، وكذلك الروافض الذين يطعنون على جملة الصحابة، فإن فى كلام الأئمة تردداً وتنازعاً فى تكفيرهم؛ ومن حكى الإجماع على تكفير الشيعة الإمامية الرافضة فقد أخطأ، فضلاً عمن حكى الإجماع على تكفير أعيانهم، فإن من ادعى الإجماع على تكفير أعيانهم فلا شك أنه قد أخطأ، فمن المعلوم أن هذه الطائفة موجودة منذ زمن السلف، ومع ذلك ما التزم أئمة السلف تكفير أعيانهم.

لا يلزم من عدم تكفير طائفة أن تكون أقوالها غير كفرية .

لكن هنا مسألة لابد من فقهها، وهى التى يقع بموجبها كثير من الإشكال، وهى أنه إذا قيل فى طائفة من الطوائف :إنها ليست طائفة كافرة، فإنه لا يلزم من هذا أحد أمرين:

الأمر الأول :لا يلزم أن أقوالها لا تكون أقوالاً كفرية، أى :إذا قيل عن طائفة ما :إنها ليست كافرة عند السلف، أو :إن السلف تنازعوا فى ثبوت كفرها، فإنه لا يلزم من ذلك أن السلف تنازعوا فى كون أقوال هذا الطائفة فيها مادة من الكفر الأكبر، ولذلك لا شك أن فى أقوال هذه الطوائف وأصولها ما هو من حيث المقالة والحقيقة كفر بإجماع السلف، وهذا لا جدل فيها، بل شيخ الإسلام ابن تيمية يقول -وهذا كلمة بنصها " :-ما من إمام من أئمة المتكلمين إلا وفى كلامه ما هو كفرٌ فى نفس الأمر."

حتى ابن كلاب الذى كان ينتسب إلى أهل السنة، ويعده كثير من أصحاب السنة المتأخرين من أصحاب السنة المتكلمين، وكذلك أبو الحسن الأشعرى فى كلامهم ما هو كفر، وأيضاً الأشاعرة المتأخرون فى كلامهم ما هو كفر، لكن أطبق أهل السنة المتأخرون على عدم تكفيرهم، وهذا قول محققيهم، وإن نازع من نازع كـ أبى إسماعيل الهروى؛ فإن المحققين كـ شيخ الإسلام وأمثاله لا يرون كفرهم مع أن فى أقوالهم ما هو كفر.

إذاً :لا يلزم أن تكون أقوال الطائفة التى تنازع السلف -كالخوارج والروافض -أو ترددوا فى تكفيرهم بريئة من الكفر، بل قد يكون عندهم مقالات كفرية، لكنهم لا يكفرون بها كطائفة، فضلاً عن أنهم يكفرون بها كأعيان.

لا يلزم من عدم تكفير طائفة الحكم لجميع أفرادها بالإسلام.

الأمر الثانى :إذا قيل عن طائفة ما :إن السلف تنازعوا أو ترددوا فى تكفيرهم فإنه لا يلزم من ذلك الجزم بأن جميع أعيان هذه الطائفة، مسلمون فى نفس الأمر، بل قد يكون فيهم المنافق.

قد يقول قائل :وكيف نعلم هذا المنافق؟

نقول :العلم به ليس بلازم؛ لأن المنافقين الأولين الكفار حتى الرسول صلى الله عليه وسلم نفسه لم يكن عارفاً بجميع أعيانهم، وإن كان يعلم بعضهم، وهذا واضح فى كتاب الله بعد استقرار شأن النفاق وفضح المنافقين فى سورة التوبة، فإنه مع ذلك بقى فى المنافقين بقية غير معلومة، فقد قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

فرماتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله تعالى :"وممن حولكم من الأعراب منافقون ومن أهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم"

ثم إن هذا العلم لم يكن من العلم الفاضل، ولو كان علماً فاضلاً لجميع المسلمين، أو من علم التكليف، أو من علم الديانه لعلّمه الرسول صلى الله عليه وسلم جميع الصحابة، ولم يخص به حذيفة رضى الله عنه دون غيره.

فإن قيل :خشى الفتنة.

قلنا :لو كان خشى الفتنة بتعليم العامة من الصحابة -أى :جمهور الصحابة -لم لم يعلمه الكبار :كـ أبى بكر، وعمر وأمثالهما؟!

فهذا دليل على أنه ليس من العلم المقصود لذاته، ولكن من أظهر النفاق عُلم نفاقه، كما أن من أظهر الإسلام عُلم إسلامه، ومن استفاض إيمانه عُلم إيمانه، ومن أظهر الكفر عُلم كفره ..

وهكذا، فالأمور معتبرة بظواهرها فى الأحكام الشرعية.

والنتيجة الأولى :أن القسم الثالث طوائف تنازع السلف -أى :بين أعيانهم -أو ترددوا -أى :تردد الواحد منهم -فى تكفيرهم، وهذا التردد، أو التنازع، لا يلزم منه براء ة أصول هذه الطائفة أو تلك من مادة الكفر.

والنتيجة الثانية :أنه لا يلزم منه أن لا يقع فى أعيانهم من هو كافر فى نفس الأمر، ويكون ما يظهره من الإسلام من باب النفاق، وإن قيل :إنه ممكن إلا أنه لا يلزم أن يعين ويعلم.

وعليه :فحكاية الإجماع فى مسألة الرافضة ليست حكاية منضبطة.

عدم تكفير شيخ الإسلام للرافضة

أنبه هنا إلى أن الإمام ابن تيمية وهو يقرر هذا الكلام وينتصر له، توجد له بعض الأحرف فى كتبه أخذ منها بعض الباحثين والناظرين فى هذه المسألة أنه يجعل الرافضة من الطوائف التى استقر تكفيرها، وهذا غلط فى فهم كلام شيخ الإسلام رحمه الله، فإن هذا الاسم الذى أطلق على الشيعة الإمامية أما أن يحتمل أنه فى أصول عامة كمسألة سب الصحابة رضى الله عنهم، والطعن على أبى بكر وعمر وأمثالهم، فهذه مسألة إذا قيل :هل هى كفر أو ليست بكفر؟

قيل هنا مقامان:

المقام الأول :مقام أن هذا القول كفر فى نفس الأمر.

المقام الثانى :مقام التكفير للأعيان، ومقام التكفير للأعيان ينضبط بحسب مرادات المتكلم بهذه البدعة، فمن سب أبا بكر من جهة أنه جحد أموال آل البيت، وغصبها وأنه لم يعطهم الخمس كما أوجب الله لهم فى كتابه.

فإننا نقول :هذا الطعن بدعة وهو حرام، ومنكر، منكر، لكن هذا الطعن لا يكفر صاحبه ويخرج به من الملة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

''شیعہ اور خاص طور پر امامیہ، اس قرآن کا پوری طرح اعتراف کرتے ہیں، جو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومن قال :بلى يكفر، من باب الغيرة لـ أبى بكر.
نقول :هذا خطأ؛ لأن علياً والعباس تنازعا عند أبى بكر كما فى الصحيح، وقال العباس عن على عند عمر رضى الله عنه" :يا أمير المؤمنين، اقض بينى وبين هذا الكاذب، الآثم، الغادر، الخائن.
ثم قال عمر رضى الله عنه :فرأيتماه -أى :أبا بكر -كاذباً، آثماً، غادراً، خائناً، والله يعلم إنه لصادق بار راشد تابع للحق"، وقد تخلف على بن أبى طالب عن البيعة ستة أشهر بسبب قضية الخلافة وقضية أموال آل البيت، وكذلك فاطمة رضى الله عنها لم تكلم أبا بكر حتى توفيت، ولم تكن رضى الله عنها عندها قضية فى الخلافة، بل كانت متمسكة بمسألة مال أبيها صلى الله عليه وسلم، فقد أرسلت إلى أبى بكر تسأله الميراث من أبيها، فقال أبو بكر :إن النبى صلى الله عليه وسلم قال: (نحن معاشر الأنبياء لا نورث) لكنها لم تقتنع بهذا.
إذاً :من تكلم فى شأن أبى بكر من الشيعة، وقيل له :ما وجه كلامك فى أبى بكر، فقال :لأنه لم يعط آل البيت حقهم، ولأنه ظلمهم.
نقول :هذا القول لا شك أنه ضلال؛ لأن أبا بكر كان على سنة وعلى هدى، فإن النبى صلى الله عليه وسلم قال له :(نحن معاشر الأنبياء لا نورث) فـ أبو بكر كان على سنة.
لكن هل هذا الطعن والسب لـ أبى بكر يوجب الكفر والخروج من الملة؟
الجواب :لا، ومن يقول :انتصاراً أو غيرةً.
نقول :هذا ليس على تحقيق لا شرعى ولا سلفى، فإنه لا أحد من أئمة السلف قال هذا، حتى المتأخرون كـ شيخ الإسلام ابن تيمية ينص على أن هذا ليس موجباً للتكفير، وكذلك المعاصرون الذين بعد شيخ الإسلام وأجلهم الشيخ محمد بن عبد الوهاب رحمه الله فقد نص الشيخ محمد بن عبد الوهاب على أن من سب الصحابة بمثل هذا الموجب ليس كافراً.
إذاً :هذه مسألة لا ينبغى التقدم فيها إلى أن مجرد سب واحد من الصحابة يكون كفراً يخرج به صاحبه من أهل القبلة ومن ملة المسلمين.
لكن من سب الصحابة من باب الطعن فى ديانتهم، أو من باب الطعن فى صحبتهم لرسول الله، أو لكونهم أصحاباً لمحمد صلى الله عليه وسلم، أو لأن الرسالة لم تكن لمحمد وإنما كانت لـ على فجاء بها جبريل لمحمد ..
فهذه المبادء التزامها والقول بها كفر.
إذاً :السب يختلف موجبه؛ فإن الصحابة رضى الله عنهم سب بعضهم بعضاً فى بعض حالات الغضب بينهم، فقد طعن على والعباس على أبى بكر طعناً معروفاً فى أول الأمر، ثم رجعوا عن طعنهم، وكذلك طعن على على العباس، وطعن العباس على على، ولم يكن هذا من باب الكفر المخرج من الملة.
إذاً :مثل هذا الطعن على أبى بكر رضى الله عنه، وإن كان منكراً من القول وزورا، ولا شك أنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مصحف کے درمیان میں موجود ہے، اور ہم نے ان کے بلند پایہ قدیم مفسر شیخ طوسی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ظلم وتعدى على إمام الصحابة، وسيد هذه الأمة بعد نبيها وهو الصديق رضى الله عنه، إلا أن مسألة التكفير بهذا لم يصرح بها إمام سلفى، وإنما صرح بها بعض المبالغين فى الرد على الطوائف، والذين يرون أن الرد على الطوائف إنما يكون بداية بتكفيرهم.

وهذا خطأ؛ فإن مسألة ديانات الناس، وعقائد الناس، مسألة عظيمة، فلا يجوز القول بكفر شخص إلا حيث علم كفره، ولا يجوز القول بإسلام شخص إلا حيث علم إسلامه، ومن تُردد فى شأنه وُكِل أمره إلى الله.

فإن قيل :فظاهره؟

قيل :ظاهره بحسب ما يظهر، إن أظهر الشعائر أجريت عليه أحكام المسلمين، كما أجرى الرسول صلى الله عليه وسلم بقضاء الله أحكام المسلمين على المنافقين.

وإن قيل :فى الآخره؟ قيل :الآخرة ليست لأحد، لا لزيد ولا لعمر، بل حكمها إلى الله، والله سبحانه وتعالى يعلم ما فى الصدور، وما يوافى العبد به ربه سبحانه وتعالى؛ لأن الإنسان قد يقول قولاً كفراً ولا يكون به كافراً كما سيأتى تفصيل المصنف فى هذا.

من أسباب عدم تكفير الشيعة اختلافهم فى بعض أصولهم

ومن المسائل التى لها تعلق بالشيعة :أن عند الشيعة من جهة أصولهم خلافاً كثيراً.

مثلاً :مسألة تحريف القرآن، بعض طلبة العلم فى هذا العصر يقول :الشيعة كفار.

تقول له :لم؟

يقول :لأنهم يقولون بتحريف القرآن ..

وهذا ليس بصحيح؛ فإن الذى ذهب إلى القول بتحريف القرآن طائفة من الشيعة ليست بالكثيرة، وجمهور الشيعة ينكرون هذا القول.

وهناك فائدة لا بد أن تعلم عند قراء ة كتب الطوائف، وهى أنه من طرق أئمة الطوائف سواء من الشيعة، أو المعتزلة، أو الأشاعرة أن الواحد من أئمتهم إذا انتصر لقول فى مذهبهم حكاه إجماعاً عن طائفته، فيأتى من يأتى من القراء من أهل السنة، فيقول :إن هذا القول إجماع عند هذه الطائفة، وممن نص على الإجماع عندهم فلان من أئمتهم، فيحكم على الطائفة كلها بناءً على هذا.

مثلاً :أبو المعالى الجوينى فى كتبه يحكى إجماعات، لا يقول :إجماع الأشاعرة، بل يقول :هذا إجماع المسلمين.

مع أن الحقيقة فى هذه المسألة التى حكى عليها الإجماع أن أهل السنة بإجماعهم، والمعتزلة بإجماعهم، والأشعرى وكبار أصحابه المتقدمين بإجماعهم، يعارضون كلام أبى المعالى الجوينى فيها.

قد يقول قائل :هل يكذب أبو المعالى كذباً محضاً؟

نقول :لا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کا اس بارے میں قول نقل کردیا ہے، لیکن اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ ان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بل نرجع إلى القاعدة التى قررت فى أول هذا الشرح، وهى أنه قد يفهم أن المعنى الذى وصل إليه مبنى على أصول إسلامية مسلَّمة عند جميع المسلمين، فإذا ما فرض أن معناه المعين مبنى على أصل مجمع عليه بين المسلمين ذهب ليقول عن معناه :إن هذا إجماع المسلمين.
وهذا من مثالات التحصيل بالفهم الذى عابه شيخ الإسلام رحمه الله.
والنتيجة من هذا :أنه عند قراء ة نقل من أحد أئمة طائفة من الطوائف كالشيعة والمعتزلة يقول فيه : وأجمع أصحابنا، وذهب أصحابنا إلى كذا.
ليس المقصود أن نقول :لابد أن يكون عندهم مخالف، فقد يكون فعلاً إجماعاً محققاً عندهم، لكن المقصود ذكره هنا :أن حكاية الإجماع من واحد لا يلزم منه أن يكون فى المسألة إجماع، وهذا قد يقع حتى من علماء السنة المتأخرين، فإن بعضهم قد يحكى إجماعاً على مسألة ويكون والإجماع على خلافها، أو تكون المسألة مسألةً خلافية.
فصحيح أن بعض علماء الشيعة يقول :أجمع أصحابنا على القول بسقط فى القرآن وتحريف فيه .. لكن هذا ليس إجماعاً صحيحاً؛ لأن كتب القوم الأخرى نص فيها كبار أئمتهم على البراء ة من ذلک.
إذاً :مسألة الحكم على الطوائف لابد أن تعتبر بطرق معتدلة، مبنية على الحقائق الشرعية.
وإنک لتعجب من أحد الباحثين -وهو باحث كبير -حيث يقول :إذا اختلفت الشيعة فى مسألة كمسألة تحريف القرآن، وكان منهم من يقول بالتحريف ومنهم من يقول بعدم التحريف، قال :فإن القول الذى ينسب إليهم كطائفة هو القول بالتحريف؛ لأن من أئمتهم من يقول :إذا اختلف أصحابنا فالحق من أقوالهم ما خالف الجمهور.
ويقصدون بالجمهور :أهل السنة.
وهذا أيضاً مبدأ لبعض أئمتهم، لكنه ليس بالضرورة أن يكون مبدأً مطرداً.
إذاً :هذه الطوائف فى تقرير مذاهبها تعقيد وإشكال كثير؛ ولكن من التزم القول بتحريف كتاب الله، وأن هذا القرآن ليس كتاباً محكماً، بل دخله تحريف من جنس ما دخل التوراة والإنجيل، فلا شک أن قائل ذلک يكفر مباشرة، ولا يحتاج إلى مجادلة؛ لأنه كفر بما هو معلوم من الدين بالضرورة، وإذا شُک فى القرآن لم يبق فى الدين شىء ؛ لأن الإسلام إنما عرف من القرآن، حتى رسالة النبى صلى الله عليه وسلم إنما عرفت من القرآن والوحى، ومن البعثة والرسالة.
إذاً :من قال هذا لا شک أنه يكفر، لكن هل جميع هذه الطائفة تقول بذلک؟
مسألة الإطلاقات هذه مسألة لابد من ضبطها؛ لأنه قد تكون الطائفة تشترک فى معنى ولكنه معنى متفاضل، بعضه أشد غلواً من بعض، ومثال ذلک :التجهم، بعضه أشد من بعض، فعلى قاعدة السلف السابق توضيحها :كلام جهم بن صفوان تجهم، وكلام المعتزلة تجهم، وكلام ابن سينا تجهم، وكلام ابن رشد تجهم، وكلام الأشعرى تجهم لكن هل الدرجة واحدة؟

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کے غالی فرقوں میں سے کوئی تحریفِ قرآن کا قائل نہ ہو"۔انتھیٰ۔ ؎

شیخ موصوف مزید فرماتے ہیں:

"ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ شیعہ باطنیین غالی لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الجواب :كلا، فإذا ما رأيت كلمة لإمام من أئمة السلف فى تكفير الجهمية؛ فلا يعنى أن كل من فى كلامه مادة جهمية يكون عنده كافراً.

ومن المعلوم أن الإمام أحمد تواتر عنه تكفير الجهمية، والقول بأن من قال :القرآن مخلوق فقد كفر، ومع ذلک لم يذهب إلى تكفير المعتصم الخليفة العباسى الذى كان يقول بخلق القرآن، يقول ابن تيمية رحمه الله فى هذا " :ومع ذلک فالإمام أحمد وإن تواتر عنه تكفير الجهمية، إلا أنه لم يكن مشتغلاً بتكفير أعيانهم، فضلاً عن من دخل عليه شىء من مقالاتهم؛ فإن المعتصم العباسى كان يقول بخلق القرآن، وانتصر له بالسيف، ومنع القول بغيره، ومع هذا كله فإن الإمام أحمد كان يذهب إلى إسلامه وديانته، ودعا له، واستغفر له، وصلى خلفه."

وبعض المعلقين من المتأخرين ممن يريد أن يغالط المسألة، يقول :إنما صلى الإمام أحمد خلف المعتصم لأنه خليفة، والسلف كانوا يتورعون من ترک الصلاة خلف الخلفاء !

نقول :هل يعقل أن يكون الإمام أحمد يرى أن الرجل مرتد، وأنه خرج من الملة ثم يصلى خلفه من باب أنه خليفة؟!

هذا مستحيل؛ فإن عن الإمام أحمد روايةً أن الصلاة خلف الفاسق لا تصح، فما بالک بالكافر؟!

إذاً :من المقطوع به أنه صلى خلف الرجل، ودعا له واستغفر له، لأنه يرى أن الرجل مسلم.

وهناک من يعلق الأمر على مسألة قيام الحجة، فنقول :ألم يسمع المعتصم المناظرة غير مرة، فقد كانت بين يديه؟ !لقد سمع المناظرة بين الإمام أحمد وبين ابن أبى دؤاد وغير ابن أبى دؤاد، وسمع -أيضاً -انقطاع ابن أبى دؤاد وغيره بين يدى الإمام أحمد وسقوط حجتهم، ومع ذلک لم يعتبر الإمام أحمد أن المعتصم قامت عليه الحجة.

ولا يعنى هذا أن الإمام أحمد قال مقولته تلک :القول بخلق القرآن كفر.

من باب التهديد والتخويف (شرح حديث الافتراق،ليوسف بن محمد على الغفيص،"دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية"رقم الدرس ٧،ص ٧،الٰى ص ١١،الطوائف التى تنازع السلف فى تكفيرهم)

؎ الشيعة والإمامية خاصة تعترف بالقرآن الموجود بين دفتى المصحف اعترافا تاما، وقد نقلنا فى مناسبة سابقة كلمة أحد أعلام مفسريهم القدماء الشيخ الطوسى فى هذا الصدد، ولا يمنع هذا أن تكون إحدى فرقهم الغالية قد قالت هذا لأن من هذه الفرق من تعمّد هدم الإسلام والتشكيک فى القرآن تعمدا(التفسير الحديث،لدروزة محمد عزت، ج ١ ص ٢٣٨،محتويات القرآن المجيد، الفصل الرابع نظريات وتعليقات على كتب المفسرين ومناهجهم،التشاد المذهبى فى سياق التفسير)

www.idaraghufran.org

قرآن میں سے کئی آیات اور حصوں کو ابوبکر و عمر اور پھر عثمان رضی اللہ عنہم نے نکال دیا تھا، مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ گمان سراسر جھوٹا ہے، اور صرف غالی لوگوں کا ہے۔

بہت سے شیعہ علماء نے اس عقیدے سے برائت ظاہر کی ہے، اور معتدل جمہور شیعہ کا عقیدہ یہی ہے کہ موجودہ قرآن ہر طرح کی تحریف سے محفوظ ہے‘‘ (التفسیر الحدیث)۔ [1]

عرب کے شیخ محمد احمد اسماعیل المقدم ’’تفسیر القرآن الکریم‘‘ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] وكذلك نعرف أن غلاة الشيعة الباطنيين يزعمون أنه كان فى القرآن آيات وفصول كثيرة فى إمامة على وأولاده وحقوقهم ومركزهم عند الله ورسوله ثم فى حق كثير من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الذين منعوهم من حقوقهم بزعمهم أسقطت حينما جمع أبو بكر وعمر ثم عثمان رضى الله عنهم القرآن وكتبوه فى مصاحف جديدة، بل بلغ بهم الزعم إلى حد أن المصحف لم يحتو إلا نصف ما نزل وأن الباقى أسقط لأنه فى حق على وأولاده وحقوقهم وإمامتهم وأعدائهم . وأن عليا جمع كل ما نزل مما أسقط ولم يسقط وأودعه أبناء ه وهو محفوظ عندهم .
غير أن هذه المزاعم كاذبة جملة وتفصيلا .ومنحصرة كما قلنا فى الغلاة غير الصادقين فى إسلامهم الذين ترسموا الكيد للإسلام وهدمه والذين ليس لهم دين يردعهم عن الكذب على الله ورسوله وعلىّ بن أبى طالب وأولاده، والذين كانوا يزعمونها وهم متيقنون كذبها ويعرفون أن جمهرة من أصحاب رسول الله كانوا يحفظون القرآن فى حياة رسول الله وكان لهم مصاحف .وأن المسألة مسألة دين لا يمكن أن يغفل فى أى حال تواطؤ أصحاب رسول الله عليها وهم الذين سجل الله رضاء ه عنهم فى آية سورة التوبة التى كانت من آخر ما نزل من القرآن :"والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه وأعد لهم جنات تجرى تحتها الأنهار خالدين فيها أبدا ذلك الفوز العظيم"
ومزاعمهم أوهى وأشد تهافتا وزيفا مما يتحمل نقدا وتفنيدا .ولقد انبرى لها كثير من العلماء وفندوها فى كتب مشهورة متداولة .ولقد كان لأبناء على بن أبى طالب سلطان قوى فى بلاد إسلامية عديدة ولمدد غير قصيرة .ولو كان عندهم قرآن غير القرآن الذى كتب فى عهد أبى بكر ثم فى عهد عثمان ونسخ عنه المسلمون فى مشارق الأرض ومغاربها مصاحفهم وحفظوه فى صدورهم جيلا بعد جيل من لدن النبى صلى الله عليه وسلم لظهر.
وهذه المزاعم منحصرة فى الغلاة المارقين أما المعتدلون الذين هم جمهرة الشيعة فإنهم يعترفون كما ورد فى كتب كثير منهم أن المصحف المتداول احتوى جميع ما بلغه رسول الله وبقى بعده دون رفع ونسخ ونقص وحسب ترتيبه .ويقفون عند ذلك وإن كانوا يؤولون كثيرا من آياته تأويلا يتوافق مع هواهم الحزبى (التفسير الحديث،لدروزة محمد عزت،ج۴،ص ۱۴۱،سورة الحجر،تعليق على ما فى آية إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون من معجزة ربانية عظمى)

’’روافض کی تکفیر میں تفصیل ہے، صحیح معنیٰ میں تو شیعہ درحقیقت، اہلِ سنت ہی ہیں، جنہوں نے اہلِ بیت کی پیروی کی، تو ہم اہلِ بیت سے محبت رکھتے ہیں، اور ان کی شایانِ شان درجہ دیتے ہیں۔

لیکن بعد میں شیعہ کا لفظ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوسرے خلفاء پر فضیلت دینے والوں کے بارے میں مشہور ہوگیا۔

اور ان کے مختلف فرقے ہیں، جن میں سے ایک زیدیہ فرقہ ہے، جو ان میں ہلکا درجہ رکھتا ہے، اور ان کا ایک فرقہ امامیہ جعفریہ اثنا عشریہ کا ہے، جو کہ گمراہ لوگوں میں سے ہیں، اور ان میں ایک فرقہ سبئیہ ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا قائل ہے۔

پس کسی انسان کے لیے ہر شیعہ پر عام حکم صادر کرنا، صحیح نہیں ہے، یہاں تک کہ موجودہ دور میں ایران کے روافض پر بھی عام حکم لگانا، صحیح نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے تفصیل کی ضرورت ہے۔

اور یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کس کی بدعت کفریہ درجہ کی ہے، اور کس کی بدعت اس سے نچلے درجہ کی ہے، جو شخص قرآن مجید کو تحریف شدہ مانتا ہے، وہ کافر کہلائے گا، لیکن سب پر کافر ہونے کا عام حکم لگانا جائز نہیں، اور عوام کی حیثیت خواص کی طرح نہیں ہے، پس وہ عامی جاہل، جو رفض پر پیدا ہوا ہو، اور اس کا گمان یہ ہو کہ یہی اصل اسلام ہے، تو وہ خواص کی طرح کا نہیں کہلائے گا۔

اور اگر بالفرض ان کی تکفیر بھی کی جائے، تو ان کو اصل کفار کے درجہ میں رکھنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو، تو وہ اس شخص کے برابر نہیں ہوسکتا، جس کا یہ عقیدہ نہ ہو، لہٰذا اس میں تفصیل ضروری ہے، جس کے لیے بدعت اور فسق اور کفر کے قواعد وضوابط کو پہچاننا ضروری ہے، جن کی تفصیل ہم

نے اپنے مقالہ ''ضوابط التبديع ''میں ذکر کر دی ہے''۔انتھیٰ۔ [1]

محمد جمال الدین قاسمی (المتوفی: 1332ھ) اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

''علامہ ابنِ کثیر نے امام مالک اور بعض علماء کی طرف روافض کی تکفیر کی نسبت کی ہے، لیکن یہ بات مخفی نہیں کہ یہ موقف اہلِ سنت والجماعت کے محققین کے اتفاق کے برخلاف ہے، جن کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، جیسا کہ کتبِ عقائد میں تفصیلاً مذکور ہے، اور امام نووی نے مسلم کے مقدمہ کی شرح میں اس کی توضیح کی ہے، اور ان سے پہلے امام غزالی نے اپنی

---

[1] فمسألة تكفير الرافضة فيها تفصيل، والشيعة كلمة لها عدة معان على درجات أو دركات، فالشيعة بالمعنى الصحيح هم أهل السنة الذين تشيعوا لأهل البيت، فنحن نحبهم وننزلهم منزلهم اللائق بهم، فالشيعة بمعنى الأنصار كما قال الله :(وإن من شيعته لإبراهيم)، فنحن الشيعة أنصار أهل البيت، ونحن نحبهم دون أن نعبدهم مع الله أو نغلو فيهم، فالشيعة في الحقيقة هم أهل السنة؛ لأنهم هم الذين يتشيعون لأهل البيت بحق وبعدل وبإنصاف.

لكن بعد ذلك يطلق لفظ الشيعة على الاعتقاد في تفضيل علي على من سبقه من الخلفاء ، واعتقاد أنه أحق بالإمامة من أبي بكر وعمر، فهذا تشيع.

وهناك تشيع الزيدية وهي درجة أخف، وهناك تشيع الرافضة الإمامية الجعفرية الاثني عشرية، وهم من أهل الضلال، وهناك تشيع السبئية الذين زعموا أن علياً إله، وعبدوه من دون الله.

فالشيعة لا يصح لإنسان أن يصدر حكماً عاماً على كل شيعي، حتى رافضة إيران اليوم لا يصلح التعميم في الحكم عليهم؛ لأن المسألة تحتاج إلى تفصيل، وأن تسأل الشيعي :ماذا يعتقد؟ فالبدعة قد تكون مكفرة وقد تكون غير مكفرة، مكفرة مثل أن يعتقد أن القرآن الموجود قرآن ناقص، وأن القرآن الحقيقي هو ثلاثة أضعاف هذا القرآن، وأنه مخبوء مع إمامهم المهدي المزعوم، وغير ذلك من الخرافات، فهذا طعن في القرآن الكريم، وهو كفر، هكذا نفصل، ولا ينبغي التعميم، والعوام ليسوا كالخواص، فالعامي الجاهل الذي نشأ على الرفض، وظن أن هذا هو الإسلام، ليس كالخواص.

ولا شك أنه حتى مع تكفيرهم لن يكونوا كالكفار الأصليين؛ لأن من اعتقد أن محمداً رسول الله، وأنه صادق ومرسل من عند الله؛ لا يستوي مع من لم يعتقد ذلك، فالمسألة فيها تفصيل، ولابد من معرفة ضوابط التبديع أو التفسيق أو التكفير، وهذا قد فصلناه في محاضرة بعنوان ''ضوابط التبديع''(تفسير القرآن الكريم، لمحمد أحمد إسماعيل المقدم''دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية ''رقم الدرس ١٣٢ ،ص٣٠ ، سورة الفتح،هل يكفر الرافضة لغيظهم على الصحابة؟)

کتاب''**فيصل التفرقة**''میں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

اور قرونِ وسطیٰ میں فقہاء کی طرف سے تکفیروزندقہ کا فتنہ برپا ہوا، جس کی وجہ سے تعصب کی زد میں بہت سے خون بہادیے گئے، جیسا کہ تاریخ سے واقف لوگوں سے مخفی نہیں''۔انتہیٰ۔ [1]

ہم نے متعدد محققین کی جو تصریحات نقل کی ہیں، وہ شیعہ، یا ان کے علی العین کسی فرقہ کی مطلقاً تکفیر کے برخلاف ہیں، اور جمہور متقدمین مجتہدین سے خوارج وروافض میں سے کسی اہلِ بدعت واہلِ اھواء فرقہ کی علی العین صریح تکفیر منقول نہیں، بلکہ عدمِ تکفیر منقول ہے، اور جن حضرات کی طرف کفر کا حکم لگانے کی نسبت کی گئی ہے، اس کی''لزومِ کفر''یا''مطلق کفر''یا''عام کفر'' وغیرہ سے توجیہ وتاویل کی گئی، اور''تکفیر علی العین''یا''التزامِ کفر'' کا قول، جمہور مجتہدین کے مقابلے میں بعض اہل الحدیث، یا غیر مجتہد متاخرین کا بیان کیا گیا، جیسا کہ باحوالہ ذکر کیا جاچکا، جس کے نتیجے میں تمام شیعوں کی طرف تحریفِ قرآن کے عقیدہ کی نسبت کرنا درست نہیں۔

اگر کچھ شیعوں کو تحریفِ قرآن کے عقیدہ کی وجہ سے، اور باقیوں کو ان کی تکفیر نہ کرنے کی وجہ سے کافر قرار دیا جائے، تو جمہور فقہائے مجتہدین نے اس کی تصریح کیوں نہیں فرمائی، اگر ان کے نزدیک یہ اصول، تکفیر کے لیے، مؤثر ومعتبر ہوتا، تو وہ اس موقع پر اس کی

---

[1] قال ابن كثير :من هذه الآية انتزع الإمام مالك رحمة الله عليه، في رواية عنه، تكفير الروافض الذين يبغضون الصحابة رضي الله عنهم .قال :لأنهم يغيظونهم، ومن غاظ الصحابة، فهو كافر لهذه الآية .ووافقه طائفة من العلماء على ذلك -انتهى كلام ابن كثير.-

ولا يخفاك أن هذا خلاف ما اتفق عليه المحققون من أهل السنة والجماعة من أنه لا يكفر أحد من أهل القبلة، كما بسط في كتب العقائد، وأوضحه النووي في شرح (مقدمة مسلم) ، وقبله الإمام الغزالي في كتابه (فيصل التفرقة) . وقد كان من جملة البلاء في القرون الوسطى التسرع من الفقهاء بالتكفير والزندقة .وكم أريقت دماء في سبيل التعصب لذلك، كما يمر كثير منه بقارء التاريخ .على أن كلمة الأصوليين اتفقت على أن المجتهد كيفما كان، مأجور غير مأزور، ناهيك بمسألة عدالتهم المتعددة أقوالها(تفسير القاسمي - محاسن التأويل،ج٨ ص٥١٣، سورة الفتح)

Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ضرور تصریح فرماتے۔

پھر بعض اہلُ الحدیث حضرات کو جمہور مجتہدین کے ساتھ جمع کر کے زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ بنیادی طور پر بعض اہلِ علم حضرات کا یہ قول ہے کہ ''جملہ اثناعشریہ'' تحریفِ قرآن مجید کے قائل ہونے، یا دوسرے کفریہ عقائد کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، اور بعض اہلِ علم حضرات کا یہ قول ہے کہ بعض ''اثناعشریہ'' تحریفِ قرآن مجید کے قائل ہیں، اور بعض قائل نہیں، اور بعض کافر ہیں، بعض کافر نہیں۔

اور اس صورت میں بھی یہ مسئلہ اختلافی واجتہادی ہی ٹھہرے گا، جس کی کوئی جانب فی الواقع قابلِ نکیر نہیں کہلاتی، اور ان میں سے کسی جانب کو اختیار کرنے پر بھی نکیر نہیں کی جاتی، البتہ راجح، مرجوح کے اعتبار سے کلام وتحقیق اور ترجیح وتاویل اور تطبیق وغیرہ کی گنجائش موجود ہوا کرتی ہے، اگرچہ یہاں بعض محدثین کے مقابلے میں، جو ظاہرِ نصوص سے نتائج اخذ کرتے ہیں، جمہور مجتہدین کا قول راجح ہے، جو ظاہری نصوص کے ساتھ ساتھ، ان کے حقائق ومعانی میں غور وفکر کر کے، اور دوسرے دلائلِ شرعیہ وفقہیہ کو جمع کر کے حکم نکالتے ہیں، اور یکطرفہ طور پر بعض نصوص کو مہجور ہونے سے بچاتے ہیں۔

علاوہ ازیں جن اہلِ علم حضرات نے اہلِ تشیع کی تردید واصلاح کے موضوع پر تحقیقی کام کیا ہے، ان میں بھی متعدد محققین کی رائے یہی ہے، جو ہم نے نقل کی، جس سے متعلق بعض حوالہ جات آگے آتے ہیں۔

اہلِ علم، مجتہدین اور بعض محدثین حضرات کا یہ اختلاف ان کے مقلدین ومتبعین کے درمیان بھی زیرِ بحث آیا کہ بعض تکفیر کے قائل ہوئے، اور بعض تکفیر کے قائل نہیں ہوئے، اور بعض تقسیم وتعلیق کے قائل ہوئے، لیکن انہوں نے ایک دوسرے کے قول پر نکیر نہیں کی، جیسا کہ موصوف کر رہے ہیں۔

پھر ایک غور طلب بات یہ ہے کہ اگر بالفرض موصوف، صرف ''اثناعشری'' فرقے کی طرف

تحریفِ قرآن کی نسبت کو خاص رکھتے ہیں، تو انہیں اس عقیدے کو تمام شیعوں کی طرف منسوب کرنے بجائے، صرف اسی فرقے کی طرف منسوب ومختص کرنا چاہیے، کہیں تمام امامیہ کی طرف اور کہیں مطلق اہلِ تشیع کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہیے، جن کے بحیثیتِ عقائد وافکار مختلف فرقے ہیں، اگرچہ بظاہر بہت سے اہلِ تشیع، امامیہ، یا اثنا عشریہ، یا جعفریہ وغیرہ کہلاتے ہیں، لیکن ان کے مابین عقائد وافکار کا شدید اختلاف، ان کے مابین فرق کرتا ہے، نیز اہلِ تشیع کا ایک فرقہ ''زیدیہ'' ہے، یہ فرقہ دوسرے اہلِ تشیع کے مقابلے میں اہلِ سنت کے نسبتاً زیادہ قریب شمار ہوتا ہے، لیکن فقہاء ومحدثین نے اس فرقہ کو بھی اہلِ تشیع میں شمار کیا ہے، شیعہ کے علی الاطلاق کفر کا حکم لگانے کی زد میں اس قسم کے فرقے سے تعلق رکھنے والے دنیا بھر میں موجود، ہزاروں، لاکھوں افراد بھی آجاتے ہیں، جبکہ کسی ایک مسلمان پر کفر کا فتویٰ لگانا بھی بہت خطرناک ہے۔

اور اگر پھر بھی اتفاق نہ ہو، تو سمجھ لینا چاہیے کہ بہت سے فرقِ باطلہ اور اہلِ اھواء کی طرف کفریہ اقوال منسوب ہونے کے باوجود، جمہور مجتہدین نے ان کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی، حالانکہ ان کفریہ اقوال کی، ان فرقوں کی طرف سے تردید بھی ثابت نہیں، تو جب کفریہ اقوال کی فی الجملہ تردید بھی اس فرقہ کی طرف سے ثابت ہو، تو ایسے میں عدمِ تکفیر کو اور زیادہ ترجیح ہونی چاہیے، اور اگر کوئی اس بات کو پھر بھی تسلیم نہ کرے، تو اسے جمہور متقدمین ومجتہدین کے علی الرغم پہلے دیگر اہلِ اھواء واہلِ بدعت فرقوں کی تکفیر کا قول کرنا چاہیے، جن کی طرف مختلف کفریہ اقوال وعقائد منسوب ہیں، اور ان میں خوارج، معتزلہ، مرجئہ، قدریہ، جبریہ جیسے بہت سے فرقے داخل ہیں، اس کے بعد پھر زیرِ بحث مسئلہ میں تکفیر پر اقدام کرنا چاہیے، اور ''آدھا تیتر آدھا بٹیر'' کے طرزِ عمل سے بچنا چاہیے، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ ''دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی'' ہو جائے گا۔

شیعہ کی مختلف علاماتِ کفر کے، باعثِ تکفیر ہونے پر کلام

اس کے بعد موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ:

''علاوہ ازیں ان پر جو حکمِ تکفیر لگتا ہے، وہ محض اس ایک عقیدہ کی بناء پر نہیں (اگرچہ ایک علامتِ کفر ہی کسی کے مکمل کافر ہونے کے لیے کافی ہوتی ہے، اور فقہاء کے ہاں جو ''اہلِ قبلہ'' کی اصطلاح رائج ہے، اس سے مراد بھی وہ لوگ لیے جاتے ہیں، جن کا کوئی عقیدہ اصولِ اسلام کے منافی نہ ہو) ان کا عقیدۂ امامت، اضافہ در کلمہ اسلام اور عقیدۂ رجعت وغیرہ وغیرہ مستقل وجوہاتِ کفر ہیں''۔ انتھیٰ۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ موصوف کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ہر شیعہ میں بہت آسانی سے متعدد علاماتِ کفر نظر آجاتی ہیں، جو ''لزومِ کفر'' سے ترقی کر کے گویا کہ دوربین سے واضح نظر آنے کی طرح ''التزامِ کفر'' کے درجہ پر فائز محسوس ہوتی ہیں، جس طرح ایک شخص کو کالے رنگ کے سارے لوگ اپنے باپ کے سالے نظر آتے تھے، جس کی وجہ سے اس نے یہ اصول قائم کرلیا تھا کہ ''جتنے کالے، وہ سب ہمارے باپ کے سالے''

اور اگر موصوف، بندہ کے مضمون کا توجہ ویکسوئی اور عدل وانصاف سے مطالعہ فرمالیتے، تو یہ شبہ واعتراض پیش ہی نہ آتا، کیونکہ اس نکتہ کو اس لیے اٹھایا گیا تھا کہ اس کے متعلق مستفتی نے سوال کیا تھا اور اس موقع پر مفتیِ اعظم پاکستان، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے فتوے کے اس جملہ کی توضیح مقصود تھی کہ:

''شیعوں کی کتابوں میں تحریفِ قرآن کا عقیدہ بے شک مذکور ہے، مگر موجودہ ہر شیعہ پر بر بناءِ مذکور، یہ از خود لازم نہیں کیا جا سکتا، جب تک وہ اس کی تصریح نہ کرے''۔

مستفتی کے جواب کی غرض سے، مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ

اللہ کے تحریر فرمودہ اس جملہ کی توضیح کے ذیل میں چند عبارات اور تحریفِ قرآن کے مسئلہ کو ذکر کیا گیا تھا، جہاں تک دوسرے کفریہ وغیر کفریہ عقائد کا تعلق ہے، ان کے متعلق حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے واضح فرمادیا، اور ان کا یہ مکمل فتویٰ ہم نے نقل کر دیا تھا، اگر موصوف کو پہلے توجہ ویکسوئی کے ساتھ اس فتوے کو ملاحظہ کرنے کا موقع نہ ملا ہو، تو دوبارہ ملاحظہ فرمالیں، اس فتوے کے الفاظ درجِ ذیل ہیں:

''شیعوں میں اس قدر مختلف فرقے ہوئے ہیں اور ہیں کہ ہر ایک کے عقائد و خیالات کا احاطہ دشوار ہے، پھر ہر فرقے کی کتابیں مختلف خیالات واستدلالات سے پُر ہیں، اس لیے ہمارے اکابر نے بنظرِ احتیاط موجودہ شیعوں پر کوئی مستقل حکم کرنے سے اس وقت تک احتراز کیا ہے، جب تک اس کا خاص عقیدہ معلوم نہ ہو جاوے، خواہ تفصیلاً، یا یہ کہ ''میں ان تمام عقائد کا پابند ہوں، جو فلاں فرقے کی فلاں کتاب میں مذکور ہیں''۔انتھیٰ۔

مذکورہ عبارت میں یہ بھی تصریح ہے کہ:

''ہمارے اکابر نے بنظرِ احتیاط موجودہ شیعوں پر کوئی مستقل حکم کرنے سے اس وقت تک احتراز کیا ہے، جب تک اس کا خاص عقیدہ معلوم نہ ہو جاوے، خواہ تفصیلاً، یا یہ کہ ''میں ان تمام عقائد کا پابند ہوں، جو فلاں فرقے کی فلاں کتاب میں مذکور ہیں''۔

اب جبکہ مذکورہ عبارت میں ایک اصولی حکم مذکور ہے، جس میں تحریفِ قرآن کے علاوہ، دوسرا کفریہ وغیر کفریہ، عقیدہ بھی اصولی طور پر شامل ہے، تو پھر جب تک کسی کا خاص عقیدہ، کفریہ ثابت نہ ہو، اس وقت تک تمام اہلِ تشیع، یا ان کے مخصوص فرقہ پر تکفیر کا حکم لگانا، کیسے درست ہوسکتا ہے؟

کیا کسی ایک، یا ایک سے زیادہ کفر کی علامات کو، ان لوگوں پر بھی منطبق کیا جاسکتا ہے، جن

میں وہ علامات ظاہر ہی نہ ہوں، یا وہ ان کے منکر ہوں؟ یا جو علامت، کفر کے بجائے، غیر اہلُ السنۃ والجماعۃ ، یا اہلِ بدعت واہلِ اھواء کی شمار ہوتی ہو، اس کی وجہ سے بھی کفر کا حکم لگانا درست ہوسکتا ہے؟ اور کیا محض ''لزومِ کفر'' کی وجہ سے ''التزامِ کفر'' خود بخود عائد ہوجاتا ہے، یا اس کے لیے کچھ شرائط کا پایا جانا، اور موانعات کا منتفی ہونا بھی ضروری ہے؟

نہ جانے موصوف ان تمام امور کو نظر انداز کر کے اور خوامخواہ اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے کیوں اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرنے میں لگے ہوئے ہیں، مطالعہ اور تحقیق خود سے صحیح نہیں کرتے، اور اس کے بغیر ہی دوسرے پر الزامات قائم کرنا شروع کردیتے ہیں، جو بظاہر جذبات وغصہ میں آنے اور جلد بازی میں مبتلا ہونے کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔

پھر موصوف نے گول مول اور اشارے کے انداز میں، جو یہ بات تحریر کی ہے کہ:

''ان پر جو حکمِ تکفیر لگتا ہے''

اس کی وضاحت کرنی چاہیے تھے کہ کن پر ''حکمِ تکفیر'' لگتا ہے، آیا تمام اہلِ تشیع پر، یا ان کے کسی خاص فرقے پر؟ اور اس کے بعد تکفیر کی تمام وجوہات کو، مطلق شیعہ کی تکفیر کی صورت میں، دنیا جہان کے تمام اہلِ تشیع سے، اور ان کے کسی خاص فرقے کی تکفیر کی صورت میں اس فرقہ سے منسوب تمام لوگوں سے ثابت کرنا چاہیے تھا، خواہ وہ ان کے علماء ہوں، یا عوام، اور اس کی تحقیق بھی کرنی چاہیے تھی کہ مذکورہ تمام، یا بعض عقائد وافعال میں تاویل کی گنجائش بھی ہے، یا نہیں؟ اور یہ تمام عقائد وافعال نا قابلِ تاویل طریقے پر باعثِ تکفیر ہیں، یا نہیں؟ اور باعثِ تکفیر ہونے کے بعد بھی، ان کی وجہ سے ''لزومِ کفر'' کا حکم لگتا ہے، یا کسی خاص فرقے وجماعت پر ''التزامِ کفر'' بھی خود سے عائد کیا جاسکتا ہے، خواہ اس نے ''التزامِ کفر'' بھی نہ کیا ہو؟

نیز جو امور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے شعائر میں سے ہیں، مثلاً اذان میں، یا توحید ورسالت کے ساتھ، خلافت یا ولایت کا اضافہ، کیا محض اُن کی بناء پر کوئی شخص دائرۂ اسلام سے خارج قرار

پاتا ہے، یا اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج قرار پاتا ہے، اور دونوں کا حکم یکساں ہے، یا مختلف ہے، اور مختلف ہونے کی صورت میں کیا فرق ہے؟ اور کیا وہ تمام چیزیں شرعی وفقہی لحاظ سے کفر کی علامت ہیں، یا سنیوں کے مقابلے میں شیعوں اور رافضیوں کی علامت ہیں؟

ان تمام امور کی تحقیق وتنقیح دراصل ''تکفیر'' کا حکم لگانے والے کے ذمے ہے ''عدمِ تکفیر'' کے احتیاطی موقف کو اختیار کرنے والے پر نہیں، اس کے لیے تو دور کا احتمال اور تردد وشبہ بھی کافی ہے، اور صد میں سے ایک احتمال بھی کافی ہے، بلکہ کسی کی ''تکفیر وعدمِ تکفیر'' میں اختلاف، اور عدمِ کفر کی ضعیف روایت کا وجود بھی کافی ہے، اور ''لزومِ کفر'' کے ثبوت کے باوجود ''التزامِ کفر'' کی نفی، بلکہ محض عدمِ نفی وعدمِ اثبات اور تمام تر کوششوں کے باوجود، سکوت بھی کافی ہے، جیسا کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے مذکورہ فتوے میں بھی اس طرف اشارہ گزرا۔

لیکن افسوس کہ موصوف خود ''مدعی'' ہوکر ''بینہ'' اور اس کا ''تزکیہ'' بھی ''دوسرے'' سے طلب کرنے اور اپنا کام بھی دوسرے سے لینے کے خواہش مند ہیں۔

دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور ہندوستان کے سابق مفتی حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ محمودیہ'' میں ایک سوال اور جواب درجِ ذیل الفاظ میں ہے:

> **سوال:** علاقہ ''لداخ'' کے اندر مسلمانوں کے مقابلے میں روافض، کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں، اکثر وبیشتر ہوٹل، روافض کے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے ہوٹلوں پر کھانا، کھانا پڑتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کے تیار کردہ گوشت کا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟ یعنی وہ لوگ اپنے ہاتھوں سے ذبح کرتے ہیں، جواب سے نوازیں۔
>
> **الجواب حامداً ومصلیاً:** اگر ان کے متعلق یہ تحقیق نہیں کہ ان کے

عقائد، قرآن کریم کے خلاف ہیں، تو ان کے ہوٹل میں، اور ان کا ذبیحہ کھانے کی گنجائش ہے۔فقط۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/ ۷/ ۱۴۰۱ھ

(فتاویٰ محمودیہ، ج۱۷،ص ۲۳۶، کتاب الصید والذبائح، باب الذبائح، مطبوعہ: دارالافتاء: جامعہ فاروقیہ، کراچی، سنِ طباعت:۱۴۲۶ھ-2005ء)

موجودہ صدی کے مذکورہ فتوے میں واضح کر دیا گیا کہ جن روافض کے عقائد کے قرآن کریم کے خلاف، یعنی کفریہ ہونے کی تحقیق نہ ہو، اُن کے ذبیحے کو حرام قرار نہیں دیا جائے گا۔

البتہ اجتناب کرنے میں احتیاط ہوگی، اور اس کی وجہ وہی ہے، جو ''امدادُ الفتاویٰ'' اور ''جواہرُ الفقہ'' وغیرہ میں مذکور ہے کہ جن روافض کے عقائد کے کفریہ ہونے کی تحقیق نہ ہو، اُن پر صریح کفر کا حکم جاری کرنا، احتیاط کے خلاف ہے، اور تکفیر کے معاملے میں بہت زیادہ احتیاط کا حکم ہے، جس کی خلاف ورزی پر نصوص میں سخت ترین وعیدیں پائی جاتی ہیں۔

مذکورہ فتویٰ ہمارے دیار، اور زمانے کے اہلِ تشیع سے متعلق ہے، اگر موجودہ زمانے کے تمام اہلِ تشیع علی الاطلاق کافر ہوتے، تو تحقیق کی کیا ضرورت تھی، اور تحقیقِ کفر نہ ہونے کی صورت میں ذبیحہ کی حلت کیونکر ثابت ہوتی، کیونکہ گوشت میں حرمت اصل ہے۔

اس سے بھی وہی بات معلوم ہوئی، جو مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے فتوے سے معلوم ہو چکی کہ کسی شیعہ سے جب تک متعین طور پر کفر کا ثبوت نہ ہو، اس وقت تک اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا، لیکن موصوف ان باتوں کے ثبوت کے بغیر ہی جلد از جلد سب شیعوں پر تکفیر کا حکم لگانا، اور دوسروں سے لگوانا چاہتے ہیں۔

اور اگر موصوف خود سے ان سب چیزوں کو محقق کر چکے، لیکن دوسرے حضرات کو ان کی اس تحقیق پر اطمینان نہ ہو، تو وہ خود تکفیر کا حکم لگا سکتے ہیں، لیکن ان کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ دوسروں کو بھی اپنی اس تحقیق واطمینان کا مکلّف و پابند سمجھیں، جن کو ان کی تحقیق پر اطمینان ہی نہ ہو۔

دارُ العلوم دیوبند کے سابق مفتی، مولانا مفتی نظام الدین اعظمی صاحب کے ''نظامُ الفتاویٰ'' میں موجود ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقے پر ہے:

سوال:...... ہم لوگ اپنے گاؤں کی مسجد میں ہمیشہ اذان دیتے رہے ہیں، اور نماز پڑھتے رہے ہیں (واضح ہو کہ ہم لوگ اہلِ سنت والجماعت کے مقلد ہیں) اس کے بعد شیعہ صاحبان اپنی نماز ادا کرتے آئے ہیں، مگر اذان شیعوں نے کبھی نہیں دی ہے، بلکہ اذان ہم لوگ ہی دیتے آئے ہیں، اب چند روز سے ایک شیعہ شرارت کرتا ہے کہ اذان خود کہہ دیتا ہے، جس میں حسبِ ذیل الفاظ پڑھتا ہے:

اَشْهَدُ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وإمام المتقين عليٌّ وَلِيُّ الله.

وَصِيّ رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم خليفةٌ بِلا فصلٍ.

ایک صاحب سنی یہ کہتے ہیں کہ اس اذان میں تبرا ہے، اور یہ لوگ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر کہتے ہیں، سیدنا حضرت ابو بکر صدیق، اور حضرت عمر فاروق، ان حضرات کو غاصب قرار دیتے ہیں۔

جب شیعوں سے ہم اس کلمہ کے کہنے کو منع کرتے ہیں، تو شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ تم سنی حضرات بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آخری کہتے ہو، اور ہم ان کو اوّل مانتے ہیں، تو اس میں تبرا کہاں ہے؟

اس لیے آپ وضاحت سے فرمادیں کہ ان الفاظ میں تبرا ہے، یا نہیں؟ اگر تبرا ہے، تو کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ اور اس طرح اذان کہنے والا شیعہ اثنا عشریہ صرف شیعہ ہے، یا نہیں؟ اور کافر ہوتا ہے، یا نہیں؟ اور اس کا خورد ونوش وذبیحہ جائز ہے، یا نہیں؟

جواب:...... خلیفہ بلا فصل کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ

Idara Ghufran

وسلم کے براہِ راست حضرت علی مستحقِ خلافت تھے، مگر ان حضرات نے خلافت کو غصب کرلیا، چنانچہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، اور حضرت عمر فاروق، اور حضرت عثمان غنی اور ان کی موافقت کرنے والے تمام صحابہ نے حقِ خلافتِ علی غصب کرلیا اور سب غاصب ہیں، اور حضرت علی اور ان کے موافقین ڈر کے مارے خاموش رہے۔

اور اسی جگہ سے تقیہ کی بنیاد ان میں پڑتی ہے، اور جب پوچھو، وہ تقیہ کر جاتے ہیں، اور اپنا صحیح عقیدہ چھپا لیتے ہیں، اور اس چھپانے کو جزوِ ایمان اپنا سمجھتے ہیں، ان حضرات کو غاصب کہنا، یا حضرت علی اور ان کے موافقین کو ڈرپوک بنانا، نعوذ باللہ منہا، مہذب گالی اور سخت گناہ ہے، اور یہ ان کا تبرا کا ادنیٰ درجہ ہے۔

عقل کے کورے اپنے اس عقیدۂ بلا فصل میں حضرت علی کی بھی توہین کر گئے، اور خبر بھی نہیں ہوئی، اس لیے ایسی اذان دینے کی ہرگز اجازت شرعاً نہیں ہوسکتی، اور نہ اجازت دینی چاہیے، قطعاً روک دینا ضروری ہے، اور اذان چوں کہ شعار اور پہچان ہوتی ہے، اور یہ اذان شیعوں کا شعار ہے، اس کے ذریعہ وہ اپنے مذہب و دین کی ترویج کرنا چاہتے ہیں، اس لیے بھی قطعاً یہ اذان روک دینا ضروری ہے۔

سنیوں پر خود ضروری ہے کہ وہ اہلِ سنت والجماعت کی اذان کا انتظام کر کے ان کو اس کا موقع ہی نہ دیں۔

البتہ کافر کہنے میں جو کہ انتہائی احتیاط کا حکم ہے، اس کے لیے جب تک دلیلِ شرع سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس شیعہ کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ نعوذ باللہ حضرت جبرئیل سے غلطی ہوئی کہ وحی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے، یا اسی قسم کا اور کوئی کفری عقیدہ ثابت نہ ہو جائے، کافر نہ کہا جائے گا، مثلاً اگر قرآن پاک میں

کسی تحریف کا عقیدہ ان کا ثابت ہوجائے، جیسے یہ عقیدہ ہو کہ قرآن پاک چالیس پارے تھا، دس پارہ سنیوں نے چھپادیا وغیرہ، تو یہ بھی کفری عقیدہ ہے، ایسے عقیدہ والوں کے بھی کفر میں شبہ نہ ہوگا۔

یہ شیعہ اپنے عقیدے چھپائے رکھتے ہیں، زبان سے ظاہر نہیں کرتے، بلکہ ان کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے، اس لیے ان سے بہت احتیاط رکھنا واجب ہے۔

فقط واللہ اعلم۔

کتبہٗ الاحقر محمد نظام الدین

۱۸/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید (نائب مفتی: دار العلوم دیوبند)

الجواب صحیح: محمود (مفتی: دار العلوم دیوبند)

(نظام الفتاویٰ، ترتیب جدید، جلد ۱، ص ۲۳۰، کتاب الایمان والعقائد، بعنوان ’’حضرت علی کے خلیفہ بلافصل ہونے کا عقیدہ شیعوں کا عقیدہ ہے‘‘ مُرَتّب: مولانا محمد عیاض صاحب، ناشر: تاج کمپیوٹر اینڈ پبلشنگ ہاؤس، دیوبند، سن طباعت: مارچ ۲۰۰۱ء)

مذکورہ فتوے پر حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی اور حضرت مولانا مفتی سید احمد علی سعید صاحبان رحمہما اللہ کی تصحیح بھی موجود ہے۔

سوال میں اہلِ تشیع شخص کے اذان میں خلافتِ علی بلافصل اور ولایتِ علی کہنے اور اثنا عشری کا صاف طور پر ذکر تھا۔

لیکن مذکورہ فتوے میں اہلِ تشیع کے متعلق سب کچھ تحریر کرنے اور تقیہ کا عقیدہ بیان کرنے کے باوجود کافر کہنے میں انتہائی احتیاط کا حکم دیا گیا، اور جب تک شرعی دلیل سے کسی شیعہ کا کفریہ عقیدہ ثابت نہ ہوجائے، اس وقت تک کافر نہ کہنے کا حکم لگایا گیا۔

اسی کے ساتھ ’’تقیہ‘‘ کی وجہ سے اہلِ تشیع کے ساتھ معاملات کرنے میں احتیاط کا حکم دیا گیا

ہے، جس کی وجہ کئی دیگر اکابر کے ساتھ ساتھ، مفتیِ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں بھی مذکور ہے۔

مذکورہ فتویٰ بھی ان سابق فتاویٰ کا تسلسل ہے کہ جب تک کسی شیعہ کا متعین طور پر دلیلِ شرع سے کفریہ عقیدہ کا ثبوت نہ ہو جائے، اس وقت تک کفر کا حکم نہ لگایا جائے گا۔

اس فتوے میں اذان کے اندر، مذکورہ کلمات کو شیعوں کا شعار قرار دیا گیا ہے، کافروں کا شعار وعلامت نہیں کہا گیا۔

اگر اہلِ تشیع کا اذان میں مذکورہ کلمات کا اضافہ کرنا ہی کفر ہوتا، یا تمام اہلِ تشیع محض شیعہ، یا امامیہ، اثنا عشریہ وغیرہ، ہونے کی وجہ سے ہی کافر قرار پاتے، تو پھر کفریہ عقیدہ کے ثبوت کی کیا ضرورت تھی، جن میں قرآن مجید میں تحریف کے عقیدے کا بھی ذکر ہے۔

مذکورہ فتوے میں ''خلیفہ بلا فصل، علی ولی اللہ، وصی الرسول اللہ'' کے اضافہ پر کفر کا حکم اس لیے نہیں لگایا گیا کہ اس قسم کے جملوں سے، نہ تو فی الواقع توحید میں تحریف ثابت ہوتی اور نہ رسالت میں، البتہ مذکورہ امور کے ساتھ خلیفہ بلا فصل کا اضافہ لازم آتا ہے، اور جب توحید و رسالت کے بعد خلافت اور ولایت کے مذکورہ عقیدہ کا انضمام کفر نہیں، بدعت وضلالت ہے، تو اس عقیدہ کا جس جملہ سے اظہار ہوتا ہو، اس کا بھی یہی حکم ہوگا۔

اور جمہور مجتہدین نے جب اہلِ تشیع کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوسرے خلفاء سے افضل اور پہلے خلیفہ ہونے کے عقیدہ پر کفر کا حکم نہیں لگایا، تو اس عقیدے کے زبان سے اظہار پر کیسے کفر کا حکم لگانا درست قرار پا سکتا ہے؟

لہٰذا بعض کم علم حضرات کا اس قسم کے جملوں پر کفر کا حکم لگانا، درست نہیں، جیسا کہ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے امامت کے مسئلہ کے ضمن میں ''امامیہ'' فرقہ کے متعلق دوسرے مقام پر ذکر کیا جا چکا ہے۔

اب دارالعلوم دیوبند کے مفتیانِ عظام وذمہ داران حضرات کو تو محض شیعہ ہونا، اور محض

اثنا عشری ہونا، اور اذان میں خلافت اور ولایت کے اضافہ کا ہونا، علامتِ کفر نظر نہ آیا، اور اس کے باوجود، ان کو مخصوص شیعہ کے عقیدۂ کفر کے دلیلِ شرع سے ثبوت کے بغیر کفر کا حکم لگانے کی جرأت نہ ہوئی، اور انہوں نے مذکورہ امور کو نہ تو کفر کی علامت سمجھا، اور نہ ہی دلیلِ شرع سمجھا، جیسا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے جملہ اساتذۂ دارُالعلوم دیوبند کے فتوے سے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔

تو موصوف اگر دلیلِ شرع کے بغیر محض شیعہ، یا اثنا عشریہ، یا اذان وغیرہ میں مذکور کلمات کے اضافہ کو دلیلِ شرع سمجھ کر کفر کا حکم لگانے کی جرأت کرتے ہیں، اور لزومِ کفر سے آگے بڑھ کر التزامِ کفر کے فتوے کا گولہ داغنے کا شوق رکھتے ہیں، تو یہ شوق ان ہی کو مبارک ہو، ہم کو ایسی چیزوں کی نہ جرأت ہے، اور نہ شوق ہے۔

''جامعۃُ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن کراچی سے مؤرخہ 24 جولائی 2020ء کو''اہلِ تشیع'' کے سلسلے میں ایک فتویٰ درجِ ذیل الفاظ میں جاری ہوا:

سوال:...... ایک ایسے شخص جس کے عقائد معلوم نہ ہوں کہ وہ تحریفِ قرآن، تہمتِ عائشہؓ اور صحابۂ کرام پر سب وشتم ودیگر گمراہ کن عقائد کا قائل ہے، یا نہیں۔ لیکن وہ عبادات ودیگر معاملات میں مذہب شیعہ پر ہی عمل کرتا ہے۔ کیا ایسے شخص پر کافر کا حکم لگایا جاسکتا ہے؟ نیز کیا ایسے شخص کا ذبیحہ حلال ہے؟

جواب: ......صورتِ مسئولہ میں مذکورہ شخص کے عقائد متعینہ طور پر معلوم نہیں، تو اس پر کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، البتہ ایسے شخص کے ساتھ نکاح وغیرہ معاملات نہ کیے جائیں اور نہ ہی اس کا ذبیحہ استعمال کیا جائے۔

سنن الترمذی ت شاکر (4/668) شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی -مصر:

"عن أبی الحوراء السعدی، قال: قلت للحسن بن علی: ما

حفظت من رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال :حفظت من رسول الله صلى الله عليه وسلم :دع ما يريبک إلى ما لايريبک ."

فقط

واللّٰہ أعلم

ماخذ: دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی

فتویٰ نمبر:144112200219

تاریخ اجراء:24جولائی2020ء

(بعنوان ''جس شیعہ کے عقائد واضح نہ ہوں اس کا حکم'')

(https://www.banuri.edu.pk/readquestion/
jis-shia-kay-aqaid-wazeh-na-hon-us-ka-hukum-144112200219/24-07-2020)

مذکورہ فتوے میں عبادات ودیگر معاملات کو''مذہبِ شیعہ'' کے مطابق، انجام دینے والے شخص پر، جب تک اس کے عقائد متعین طور پر معلوم نہ ہوں، کفر کا حکم لگانے کی نفی کی گئی ہے، البتہ احتیاطاً نکاح وذبیحہ جیسے معاملات میں اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ فتویٰ بھی اس فتوے کے مطابق ہے، جو مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، اور مفتی محمود حسن صاحب، اور مفتی نظام الدین صاحب رحمہم اللہ وغیرہ کے حوالے سے گزرا، اور اکابرِ دیوبند کے ایک اہم اصولی فتوے کا بھی تسلسل ہے، اکابرِ دیوبند کے اصولی فتوے کو ہم اپنے سابق فتوے میں نقل کر چکے ہیں۔

اور علامہ شامی کے حوالے سے یہ بھی گذر چکا ہے کہ ''معتزلہ'' فرقہ راجح قول کے مطابق کافر نہیں، کیونکہ حق بات یہ ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے، اگر چہ معتزلہ اور ان جیسے فرقوں کے مذہب کی تردید کرتے وقت، اُن کے کفر کی تصریح واقع ہوئی ہو کہ یہ کفر ہے (تب بھی ان کی تکفیر نہ کی جائے گی) کیونکہ اس کی مراد یہ ہے کہ ان کے اس طرح کے قول سے کفر لازم

آ جاتا ہے، لیکن یہ بات ان کے کافر ہونے کا تقاضا نہیں کرتی، کیونکہ ''مذہب کا لازم، ان کا مذہب نہیں کہلاتا'' نیز اُن کا یہ قول، ان کے گمان کے مطابق، صرف شرعی دلیل کے شبہ کی وجہ سے واقع ہوا ہے، اگر چہ وہ اس میں خطاء کار ہیں، اس کے علاوہ یہ خرابی بھی لازم آتی ہے کہ ان کو اہلِ کتاب سے ادنیٰ حالت میں بھی داخل نہ مانا جائے۔ [1]

اس قسم کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہائے کرام نے جن کی تکفیر سے منع فرمایا، ان کو اہلِ قبلہ میں ہی داخل مانا، اسی وجہ سے اہلِ ہویٰ کو انہوں نے اہلِ قبلہ بھی کہا، اوران میں روافض کو بھی داخل مانا۔ [2]

---

[1] وفی النهر مناكحة المعتزلة لأنا لا نكفر أحدا من أهل القبلة إن وقع إلزاما فى المباحث(الدر المختار مع ردالمحتار، ج۳ص۴۵، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات)

(قوله :وفى النهر إلخ) مأخوذ من الفتح حيث قال :وأما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم؛ لأن الحق عدم تكفير أهل القبلة، وإن وقع إلزاما فى المباحث، بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائل بقدم العالم ونفى العلم بالجزئيات على ما صرح به المحققون وأقول :وكذا القول بالإيجاب بالذات ونفى الاختيار .اهـ .وقوله :وإن وقع إلزاما فى المباحث معناه، وإن وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فى رد مذهبهم بأنه كفر أى يلزم من قولهم بكذا الكفر، ولا يقتضى ذلك كفرهم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهبهم وأيضا فإنهم ما قالوا ذلك إلا لشبهة دليل شرعى على زعمهم، وإن أخطئوا فيه، ولزمهم المحذور على أنهم ليسوا بأدنى حالا من أهل الكتاب، بل هم مقرون بأشرف الكتب، ولعل القائل بعدم حل مناكحتهم يحكم بردتهم بما اعتقدوه، وهو بعيد؛ لأن ذلك أصل اعتقادهم، فإن سلم أنه كفر لا يكون ردة .قال فى البحر :وينبغى أن من اعتقد مذهبا يكفر به إن كان قبل تقدم الاعتقاد الصحيح فهو مشرك، وإن طرأ عليه فهو مرتد .اهـ.

وبهذا ظهر أن الرافضى إن كان ممن يعتقد الألوهية فى على، أو أن جبريل غلط فى الوحى، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة، بخلاف ما إذا كان يفضل عليا أو يسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر كما أوضحته فى كتابى تنبيه الولاة والحكام عامة أحكام شاتم خير الأنام أو أحد الصحابة الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام(رد المحتار على الدر المختار، ج۳،ص۴۵،۴۶، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات)

[2] فالحاصل أنه يكفر فى لفظين هو جسم كالأجسام هو جسم، ويصير مبتدعا فى الثالث هو جسم لا كالأجسام ثم قال واعلم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء مع ما ثبت عن أبى حنيفة والشافعى من عدم تكفير أهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله على أن ذلك المعتقد نفسه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اب اگر موصوف کفریہ عقائد کے ثبوت کے بغیر محض شیعہ ہونے کی بنیاد پر کافر قرار دینے کے موقف پر قائم رہنا چاہتے ہوں، تو بے شک رہیں اور شوق کے ساتھ رہیں، لیکن ان کو یہ حق نہیں کہ اپنے اس موقف کو دوسروں پر مسلط کرنے کی بے جا کوشش کریں، اور دوسروں پر مشروط مشروط کی گردان کیسی ہونے کا بھونڈا الزام بھی عائد کریں، جس کا معتمد و معتبر فقہائے کرام سے ثبوت ملتا ہے، اس سلسلے میں فقہائے کرام کی متعدد عبارات پہلے بھی ذکر کی جا چکی ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كفر فالقائل به قائل بما هو كفر، وإن لم يكفر(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج ١،ص ٣٧١، كتاب الصلاة،باب الإمامة)

قوله (وصاحب الهوى)قال السيد الجرجاني في تعريفاته :أهل الهوى أهل القبلة الذين لا يكون معتقدهم معتقد أهل السنة، وهم الجبرية والقدرية والروافض والخوارج والمعطلة والمشبهة، وكل منهم اثنتا عشرة فرقة فصاروا اثنين وسبعين (رد المحتار على الدر المختار،ج٦،ص٦٩٨،كتاب الوصايا،فصل في وصايا الذمي وغيره)

قد اجتمعت الأمة على شرعية التراويح وجوازها ولم ينكرها أحد من أهل القبلة إلا الروافض اهـ(منحة الخالق على البحر الرائق،ج٢،ص ٧١، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل،صلاة التراويح)

(و) تقبل (شهادة أهل الأهواء) مطلقا سواء كان على أهل السنة، أو بعضهم على بعض، أو على الكفرة إذا لم يكن اعتقادهم مؤديا إلى الكفر كما في الذخيرة وهم أهل القبلة الذين معتقدهم غير معتقد أهل السنة في بعض الأمور كالجبرية والقدرية والروافض والخوارج والمعطلة والمشبهة وكل منهم اثنى عشر فرقة على ما هو المذكور في الكتب الكلامية(مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر،ج٢،ص ٢٠٠،كتاب الشهادات،باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل)

اعلم أن أهل الأهواء على ما ذكر في الكتب الكلامية أهل القبلة الذين لا يكون معتقدهم معتقد أهل السنة وهم الجبرية والقدرية والروافض والخوارج والمعطلة والمشبهة وكل منهم اثنتا عشرة فرقة فصاروا اثنتين وسبعين فرقة وعندنا تقبل شهادتهم(درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج٢، ص٣٧٦، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه في الشهادات)

ومن ثم نقل عن السلف -منهم إمامنا أبو حنيفة -أنا لا نكفر أحدا من أهل القبلة، وعليه بنى أئمة الكلام عدم تكفير الروافض والخوارج والمعتزلة والمجسمة وغيرها من فرق الضلالة سوى من بلغ اعتقاده منهم إلى الكفر، وأما ما وشح به متأخرو الفقهاء كتبهم من أن سب الشيخين كفر ونحو ذلك فهو من تخريجاتهم مخالفا لسلفهم فإن لم يكن مؤولا فهو مردود(التعليق الممجد على موطأ محمد، ج٣،ص ٤٤٠، ابواب السير،باب الخصومة في الدين والرجل يشهد على الرجل بالكفر)

اب معلوم نہیں کہ موصوف ان معتمد و معتبر فقہائے کرام کی طرف بھی مشروط مشروط کی گردان کیسی ہونے کا فتویٰ اور حکم صادر فرمانے کی جرائت کریں گے، یا نہیں؟

''بیک بینی و دو گوش'' اور شخصی رائے کے الزام پر کلام

اس کے بعد موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ:

''آنجناب نے بیک بینی و دو گوش ان تمام اسلافِ امت کی تحقیقات سے ناآشنائے محض ہوکر، جو فتوے کی آڑ میں ایک شخصی رائے کا گولہ داغا ہے، کیا اس سے عوام اہلِ سنت کا اپنے بزرگوں سے رشتۂ اعتماد متاثر نہیں ہوگا؟''۔ انتہٰی۔

موصوف نے جو ''بیک بینی و دو گوش'' کا الزام عائد کیا ہے، یہ الزام اُن لوگوں پر تو عائد ہوسکتا ہے، جو صرف کانوں سے سنی سنائی بات پر چلتے ہوں، یا ''شیعہ شیعہ کافر'' کا نعرہ لگوانے والے امام کی اقتداء کرتے ہوں، لیکن ان کو کفر کا حکم لگانے میں احتیاط در احتیاط اور اس پر وارد ہونے والی وعیدوں، اور لزومِ کفر و التزامِ کفر اور شرائطُ التکفیر و موانع التکفیر وغیرہ جیسے امور کی تحقیق و مطالعہ کی نوبت نہ آتی ہو، جیسا کہ آج کل اکثر و بیشتر اسٹیجی اور جلسے جلوسوں کی دنیا میں صورتِ حال ہے، لیکن جو حضرات اس کے بجائے، اپنی دونوں آنکھوں سے مجتہدینِ عظام اور محققینِ کرام کی کتب اور اُن کے مضامین اور دلائلِ شرعیہ وفقہیہ کا مطالعہ کرکے، اُن کے حوالہ جات کی روشنی میں کوئی موقف اختیار کریں، ان کو ''بیک بینی'' سے تعبیر کرنا، خلافِ واقعہ کہلاتا ہے۔

اس کے علاوہ ان مجتہدین و محققین کو، جن کی عبارات بندہ کے پیشِ نظر ہیں، اور ان کے ساتھ ساتھ بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دو ''آنکھیں'' اور دو ''کان'' عطاء فرمائے ہیں، **فللّٰہ الحمد و الشکر**، پھر ''بیک بینی'' کا الزام لگانے کا کیا مطلب؟

رہا یہ فرمانا کہ ''ان تمام اسلافِ امت کی تحقیقات سے ناآشنائے محض ہوکر'' تو یہ بھی موصوف

کا اپنا زعم ہے کہ وہ اپنی من پسند رائے اور اس رائے کے حاملین کو تو اسلافِ امت کی تحقیقات کا نام دیتے ہیں، اور بندہ نے جو رائے نقل کی ہے، وہ بھی اسلافِ امت کی تحقیقات پر مبنی ہے، بلکہ فی الجملہ جمہور مجتہدین ومتقدمین کے موقف کے مطابق ہے، اس سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔

بندہ نے دوسری رائے کے حامل اہلِ علم حضرات کی تفصیلی رائے کو بھی ملاحظہ کیا ہے، اور اُن سے آشنائی حاصل کی ہے، اور اس سلسلے میں اُن کے رسائل ومضامین، بلکہ مفصل ومطول کتب کو بھی ملاحظہ کیا ہے، لیکن وہ رائے دلائل کی رُو سے راجح معلوم نہ ہو سکی، اس لیے جن اسلافِ امت کی رائے، راجح معلوم ہوئی، اُس کو نقل کر دیا، اگر موصوف کے نزدیک دوسری رائے کے حامل، اہلِ علم حضرات کی رائے راجح ہو، تو انہیں اس رائے کو اختیار کرنے اور بیان کرنے کا حق حاصل ہے، اور وہ اس کو عرصۂ دراز سے بیان کر رہے ہیں، جس پر ہم نے کوئی نکیر نہیں کی، اور نہ ہی اس پر کوئی پابندی عائد کی۔

بلکہ ہم نے اپنے مضمون میں واضح طور پر یہ تحریر کیا تھا کہ:

''احتیاط اس میں ہے کہ تمام اہلِ تشیع، یا ''اثنا عشری'' فرقے کے تمام لوگوں کی تکفیر نہ کی جائے، اور اس سلسلے میں یہی تفصیل وتقسیم کی جائے کہ جو کفریہ عقائد رکھتے ہوں، وہ کافر ہیں، اور جو کفریہ عقائد نہ رکھیں، وہ کافر نہیں۔

اب یہ بات کہ دنیا بھر کے تمام شیعہ، کفریہ عقائد رکھتے ہیں، یا نہیں؟

ظاہر ہے کہ اس کا علم، اللہ کے علاوہ کسی اور کو ہونا مشکل ہے، اس لیے ہم دنیا بھر کے تمام اہلِ تشیع کی طرف کفر کی نسبت کرنے کی ذمہ داری اور ایسا بوجھ اپنے سر لادنے کی جرأت نہیں کر سکتے کہ احادیث کی رو سے اس کا سخت ترین وبال اپنے ہی سر آ جائے۔

اگر کوئی دوسرا اپنے سر یہ ذمہ داری لیتا ہے، تو وہ اس کا اپنا فعل ہے'' ۔انتہٰی۔

اب جب ہمیں دوسرے کے فعل پر کوئی اعتراض نہیں، تو دوسرے کو بھی ہمارے نقل کردہ اُس موقف اور رائے پر نکیر واعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہونا چاہیے، جو موقف شرعی وفقہی قواعد وضوابط اور مجتہدین ومحققین کی ایک بڑی اہم جماعت کے مطابق ہو، اور ہم جیسے کمزور لوگوں کو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اہلِ تشیع کے مختلف فرقوں سے وابستہ لاکھوں لوگوں کی تکفیر کی ذمہ داری کا بار اپنے کندھوں پر اٹھانے کی استطاعت نہ ہو۔

اگر موصوف خود طاقت ور، پہلوان، اور جرات مند ہوں، اور وہ ''بسطة فی العلم والجسم'' کا مصداق ہوں، تو انہیں، دوسروں کو اپنی طرح سمجھ لینے سے اجتناب فرمانا چاہیے۔

رہا موصوف کا ''فتوے کی آڑ میں ایک شخصی رائے کا گولہ داغنے'' کا الزام، تو اُن کے نزدیک تو بے شک یہ شخصی رائے ہوگی، ہمارے نزدیک یہ شخصی رائے ہرگز نہیں، بلکہ فقہاء ومجتہدینِ کرام اور اکابر ومحققینِ عظام کی ایک بڑی اور نمایاں جماعت کی رائے ہے، اس لیے موصوف کا یہ الزام بھی لوٹ کر اسی جماعت کی طرف جاتا ہے کہ وہ اس عظیم اور نمایاں جماعت کی فقہی واجتہادی رائے پر شخصی رائے قرار دینے کا الزام عائد کرتے ہیں، جن کے مقلدین ومتبعین دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں، اور ان کی یہ رائے ہزاروں سالوں سے کتابوں، فتووں، اور دارالافتاء ودارالقضاء کی زینت بنی ہوئی ہے۔

اب اس صورتِ حال کے پیشِ نظر موصوف کے جواب میں جمہور مجتہدین کی اتباع کرنے والے دنیا بھر میں موجود حضرات وافراد کو بھی پلٹ کر یہ بات کہنے کا حق حاصل ہو سکے گا کہ اگر موصوف کو ان مجتہدینِ کرام ومحققینِ عظام اور خود اپنے سلسلے سے وابستہ ان کے متبعین بزرگوں کے طرزِ عمل کو نظر انداز کر کے ''کسی فتوے کی آڑ میں ایک شخصی رائے کا گولہ داغنے کا شوق ہے'' تو یہ اس شوق کو پورا کرلیں، ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے گولے کا اثر قرآن وسنت میں مذکور دلائل کے پیشِ نظر جمہور محققین، مجتہدین وسلفِ صالحین، فقہائے کرام اور ان سے

وابستہ اکابرِ عظام تک ہر گز نہ پہنچے گا، بلکہ وہ ان کے قریب پہنچتے ہی راکھ کا ڈھیر ثابت ہوگا۔
جہاں تک اس فتوے سے عوام اہلِ سنت کے اپنے بزرگوں سے رشتۂ اعتماد متاثر ہونے کا تعلق ہے، تو یہ موصوف کا اپنا گمان اور خیال ہے، اور اگر اس کو صحیح تسلیم بھی کرلیا جائے، تو اس کے جواب میں دوسروں کو بھی موصوف کی رائے کے متعلق، یہ کہنے کا حق حاصل ہوسکتا ہے کہ:

''جو فقہاء وعلماء، اور اسلافِ امت، سینکڑوں، بلکہ ہزاروں سال سے، تسلسل کے ساتھ، شیعہ کی عدمِ تکفیر، یا مشروط ومعلق تکفیر کرتے آئے ہیں، اُن سب کو نظر انداز کر کے علی الاطلاق تکفیر کا گولا داغنے سے عوام اہلِ سنت کا اپنے اِن بزرگوں سے رشتۂ اعتماد متاثر نہیں ہوگا کہ کیا وہ صدیوں تک شیعہ کی تردید واصلاح، اور ان کے عقائد وافکار کی تحقیق سے نابلد رہے، اور ناآشنائے محض ہو کر بلا تحقیق حکم لگاتے رہے، جن کی بنیاد پر نکاح، توالد وتناسل، جنازے اور دعائے مغفرت، اور میراث اور دارالافتاء والقضاء وغیرہ کے سلسلے جاری رہے، اور فیصلے نافذ ہوتے رہے، یہاں تک کہ کتبِ احادیث میں اہلِ تشیع وروافض راویوں کی احادیث و روایات کو نقل بھی کرتے رہے، اور بہت سے اہلِ تشیع وروافض، یہاں تک کہ اثنا عشری اور امامیہ سے منسلک راویوں کی بھی توثیق، یا تفصیل بیان کرتے رہے، اور ان احادیث کے ذریعے شرعی، فقہی اور کلامی احکام وافکار کا استخراج اور ان کے مطابق عمل بھی برابر ہوتا رہا۔

جس کے بعد اس گولے سے نجات کا سامان بعض متاخرین ہی کے ہاتھ آیا، جس کے نتیجے میں تاریخِ اسلام اور ذخیرۂ احادیث کا بڑا حصہ بھی ناقابلِ اعتماد ٹھہرا، اور اس کی وجہ سے نکاح، توالد وتناسل اور توارث کے معاملات اور شرعی احکام کا استخراج اور اس سے بڑھ کر، صحاحِ ستہ جیسی کتب بھی محلِ خطر میں پڑ گئیں، جس کے بعد اب یہ سب کام نئے سرے سے کرنے کی ذمہ داری بھی موصوف جیسے

مضبوط اور طاقت ور لوگوں کے سر پڑ آ گئی‘‘۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کا نرالا گولا داغنے سے ہی اسلافِ امت سے رشتۂ اعتماد متاثر ہوتا ہے، جو موصوف خود اختیار کرتے، یا دوسرے کو اختیار کرنے پر اصرار کرنا چاہتے ہیں، اور ساتھ ہی الزام دوسرے پر عائد کرنا چاہتے ہیں، اسی کو کہتے ہیں ’’الٹا چور، کوتوال کو ڈانٹے‘‘۔

مگر الحمدللہ تعالیٰ ہم اکابر علماء کا ادب واحترام اپنے دل میں پاتے ہیں، اور ان سے کسی فقہی واجتہادی مسئلہ میں اختلاف کے باوجود، اس ادب واحترام میں کمی محسوس نہیں کرتے، اور نہ ہی اکابر کی شان میں گستاخانہ زبان کا استعمال کرتے ہیں۔

اور نہ ہی موصوف کے ورغلانے سے بفضلہٖ تعالیٰ اکابر علماء کے احترام پر سمجھوتے کے لیے آمادہ ہیں، خواہ اس کے لیے موصوف کتنا ہی زور کیوں نہ لگالیں، اور کتنے ہی حواری کیوں نہ جمع فرمالیں، ہمیں بفضلہٖ تعالیٰ اپنے اکابر ومشائخ سے ’’اختلافِ اکابر‘‘ کے ساتھ ’’احترامِ اکابر‘‘ کا فیض حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

اکابر علماء کے حوالہ جات کشید کرنے کے الزام پر کلام

اس کے بعد موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’آپ نے اپنے مضمون میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع علیہ الرحمۃ، مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ، امام فخر الدین الرازی رحمہ اللہ، یا دیگر جن حضرات کے حوالہ جات کشید کر کے مضمون ترتیب دیا ہے، بندہ ان شاء اللہ ایک ایک حوالہ سے متعلق آپ کی تشفی کروانے کو تیار ہے۔

اور اگر آپ کے موقف میں کسی قدر وزن ہوگا، تو خود شفاء لینے میں بھی عار محسوس نہیں کرے گا۔

مگر اس کا نمبر بعد میں آئے گا‘‘۔ انتھیٰ۔

موصوف نے مذکورہ بالا اہلِ علم حضرات کے تحریر کردہ حوالہ جات پر، اگر خود سے تشفی حاصل کرلی ہے، تو دوسرے کو تشفی دلانے اور بصورتِ دیگر خود شفاء لینے میں کون سی عار، یا رکاوٹ محسوس ہوتی تھی، اور اس کو کس چیز کے انتظار میں روک لیا گیا، اور اس کے نمبر کو مؤخر کر کے، دوسرے پر سوالات والزامات عائد کرنے میں کیوں عافیت سمجھی، اس فہرست میں اور اہلِ علم حضرات بھی داخل ہیں۔

کیا ان کی نظر میں دوسرا تو یقینی طور پر مریض ہے، اور وہ خود یقینی، یا ظنی درجہ میں صحت مند وتندرست ہیں؟

لیکن اس فیصلے اور اس کے ''الم نشرح'' ہونے کی نوبت تو ایک ایک حوالہ کے متعلق کلام کرنے کے بعد ہی آئے گی، جس میں ان اکابر علماء کی تحقیق ودرجہ اور مقام کا لحاظ کرنے کی بھی ضرورت ہوگی، اور موصوف کی طرف سے ان کی رائے میں پائے جانے والے مرض کی نشاندہی بھی ضروری ہوگی، تاکہ ان کے مریض ثابت ہونے کے بعد ان کے متبعین ومقلدین کو تو کم از کم اپنے علاج کی توفیق حاصل ہوجائے، اور اگر کوئی معالج دستیاب نہ ہو، تو وہ علاج کے لیے موصوف جیسے ماہر معالج کی طرف رجوع کرسکیں، ایک دینی مرض، جو قدیم سے چلا آرہا ہو، اس کے علاج میں دیر کرنے کا کیا مطلب؟

بشرطیکہ ''مرض بڑھتا گیا، جوں، جوں دوا کی'' والی بات نہ ہو۔

اور اگر بالفرض موصوف، تحریفِ قرآن مجید کے عقیدے کو شیعہ کتب کے بہت بڑے ذخیرہ سے ثابت بھی کردیں، تو بھی جمہور مجتہدین کے متبعین کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے اسلاف اور جمہور کے طریقہ پر چلتے ہوئے اور ان کی اتباع کرتے ہوئے، معتزلہ، خوارج، مرجئہ وغیرہ جیسے بیسیوں فرقوں کے متعلق کفریہ باتوں کے ثبوت کے باوجود، ان کی عدمِ تکفیر کی طرح، اہلِ تشیع کی بھی علی الاطلاق تکفیر سے اجتناب کریں، اور سنیوں کے قریب شیعہ فرقہ ''زیدیہ'' کو بھی اس کی لپیٹ میں نہ لائیں، اور دیگر اہلِ اھواء واہلِ بدعت کی علی الاطلاق

عدمِ تکفیر کے متعلق، جو جواب ان حضراتِ فقہاء ومجتہدین کی طرف سے دیا جائے، وہی جواب بعینہٖ، جمہور مجتہدین کے متبعین، اہلِ تشیع کی علی الاطلاق عدمِ تکفیر کے متعلق بھی موصوف محقق کے سامنے نقل کر دیں۔

پھر یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ موصوف کی طرف سے ایک شرعی وفقہی مسئلے میں ''حوالہ جات کشید کرنے'' جیسے الفاظ استعمال کرنا، یا اس جیسے دوسرے الفاظ، جن کی موصوف کے مضمون میں کمی نہیں، وہ کون سے مجتہدین، محققین اور اسلافِ امت کے نمونے سے مَیل کھاتے ہیں؟ اور اسلافِ امت کی ایک بڑی جماعت کی طرف سے ایک شرعی وفقہی مسئلے کی تحقیق وتنقیح کو اس طرح کے نازیبا الفاظ کی بھینٹ چڑھانا، کون سے اسلاف کا طریقہ رہا ہے؟

واللہ تعالیٰ أعلم.

Idara Ghufran

موصوف کے تحریر کردہ سوالات اور ان پر کلام

اس کے بعد موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ:

''سرِ دست آنجناب کی خدمت میں چند سوالات ارسال ہیں، آپ سے گزارش ہے کہ اس کے جواب سے آگاہ فرمائیں۔

امید ہے کہ آپ اپنی ضروری مصروفیات میں سے قدرے فرصت نکال کر مندرجہ ذیل اشکالات کے حوالہ سے اپنی رائے ظاہر فرمائیں گے''۔انتہٰی۔

ان سوالات واشکالات کے متعلق، شروع میں ہی عرض کیا جاچکا ہے کہ موصوف کی مذکورہ تحریر کے پیشِ نظر، ان کی حیثیت الزامی نوعیت سے زیادہ نہیں ہے، جن کا جواب دینا، اگرچہ خصم کے ذمہ ضروری نہیں، بلکہ اس کو بھی دوسرے پر اس طرح کے الزامی سوالات قائم کرنے کا حق حاصل ہے۔

لیکن چونکہ اس طرح کے الزامات کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے، جن کے متعلق کلام اور صفائی نہ کرنے اور سکوت اختیار کرنے سے، ان الزامات کو تقویت حاصل ہوتی ہے، اور مزید جرأت بڑھتی ہے، اور بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں مختلف قسم کی غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، اس لیے ان سوالات کے متعلق لب کشائی کی جارہی ہے، جن میں افہام وتفہیم اور اتمامِ حجت نیز ''تلک، بتِلک'' کے پیشِ نظر الزامی عنصر بھی شامل ہے، لقولہٖ تعالیٰ:

'' وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا ''

نیز بعض سوالات کے جوابات اور تحقیق کے لیے تنقیح درکار ہوتی ہے، اس لیے بعض سوالات کے ضمن میں تنقیح بھی شامل کی گئی ہے۔

موصوف نے اس طرح کے دس سوالات تحریر کیے ہیں۔

''اثنا عشریہ'' کے تحریفِ قرآن کے انکار پر کلام

موصوف نے پہلا سوال یہ تحریر کیا ہے کہ:

''اثنا عشریہ کے جن چار بزرگوں نے تحریف کا انکار کیا ہے، کیا انہوں نے اپنے ہی مذہب کے قائلینِ تحریف کی تکفیر کی ہے؟ مثلاً بڑے بڑے محدثین امامیہ، جن میں علامہ محمد بن یعقوب کلینی، علامہ ابنِ ابی طالب طبرسی اور علی بن ابراہیم قمی جیسے لوگ شامل ہیں، یہ کھلم کھلا تحریف کے قائل تھے، کیا اہلِ تشیع میں منکرینِ تحریف نے قائلینِ تحریف پر کوئی فتویٰ لگایا ہے؟ اس کا جواب کتبِ شیعہ سے پیش فرمایئے (اگرچہ فی نفسہٖ یہ سوال اہلِ تشیع پر بنتا ہے، مگر چونکہ آپ ان کی وکالت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، اس لیے اس کا جواب آپ کے ذمہ بھی ہے)''۔ انتہیٰ۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ بندہ نے تو تمام شیعوں کے تحریفِ قرآن کا قائل نہ ہونے کی وکالت کی ہی نہیں، بندہ نے تو متعدد اکابر علماء کی تصریحات نقل کی ہیں، ان کے علاوہ بھی بہت سے اکابر علماء کی تصریحات موجود ہیں، تو کیا موصوف کے نزدیک وہ اکابر علماء، اہلِ تشیع کی وکالت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے؟ اس سلسلے میں موصوف کو اپنا موقف واضح کرنا چاہیے، مجھ جیسے غریب مسکین پر برسنے سے انہیں کون سی دولت ونعمت ہاتھ آجائے گی۔

پھر اولاً تو موصوف کو اس موقع پر باحوالہ یہ واضح کرنا چاہیے کہ جمہور مجتہدین اور فقہائے کرام نے جو اہلِ اھواء کی تکفیر سے اجتناب کیا، انہوں نے تو کفریہ اقوال ہوتے ہوئے بھی علی العین کفر کا حکم نہیں لگایا، تو کیا ان حضراتِ گرامی سے یہ ثابت ہے کہ جو کفریہ عقائد نہ رکھیں، ان کے کفر سے بچنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کفریہ عقائد رکھنے والے فرقوں کی تکفیر کریں۔

پھر اس کے بعد موصوف کو واضح کرنا چاہئے کہ وہ کیا تمام اہلِ تشیع کو ایک ہی درجہ دیتے ہیں، اور ان میں زیدیہ کو بھی داخل مانتے ہیں، یا نہیں، اور اگر تمام فرقوں کو کسی وجہ سے ایک ہی حکم

حاصل تھا، تو پھر علمائے محققین ومؤرخین اور متکلمین کو شیعوں کے مختلف فرقوں اور ان کے مختلف خیالوں کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی، سب پر تحریفِ قرآن کا عقیدہ ہونے کی وجہ سے ایک ہی حکم لگادیتے، کسی پر تحریفِ قرآن کا صریح عقیدہ ہونے کی وجہ سے، کسی پر تحریفِ قرآن اور اس عقیدہ کے حاملین پر کوئی فتویٰ نہ لگانے کی وجہ سے، اور اس حکم میں زیدیہ کو بھی شامل کر لیتے، جب کہ اہلِ تشیع کے مختلف فرقوں کے ایک دوسرے کے خلاف فتووں کی اتنی بھرمار ہے کہ موصوف کو ان کے ملاحظہ کرنے کی فرصت بھی شاید مشکل سے ملے۔

دوسرے اگر کسی کے نزدیک عدمِ کفر کے ایک احتمال اور بعید احتمال کی وجہ سے، نیز کفر وعدمِ کفر میں اختلاف وتردد ہونے کی صورت میں عدمِ کفر کو ترجیح حاصل ہو، تو عدمِ کفر کا قول دراصل شریعت اور فقہائے کرام کی وکالت ہوگا، اس کو اہلِ تشیع کی وکالت قرار دینا ہی درست نہ ہوگا۔

تیسرے تحریفِ قرآن کے انکار کو ''اثنا عشریہ'' کے صرف چار بزرگوں کی طرف منسوب کرنا ہی محلِ کلام ہے، ہم نے علامہ آلوسی، مولانا کیرانوی اور مولانا شمس الحق افغانی کے جو حوالہ جات نقل کیے ہیں، ان میں اور بھی حضرات کے نام ہیں، ان کے علاوہ بھی بہت سے حضرات نے تحریف کا انکار کیا ہے، اور تحریفِ قرآن کا انکار کرنے والے اہلِ تشیع کی موجودہ دور میں کمی نہیں، اس سلسلے میں ان کی طرف سے تحریری وتقریری کئی طرح کے ثبوت موجود ہیں۔

چوتھے کیا اثنا عشری کے ان چار بزرگوں کی اتباع کرنے والا، دنیا میں کوئی ایک بھی شیعہ موجود نہیں، اور کسی شیعہ کو بھی ان کے تحریفِ قرآن کے انکار کا علم نہیں۔

جن مشاہیر اہلِ تشیع، اثنا عشریہ نے تحریفِ قرآن کا انکار کیا ہے، ان میں ایک شخصیت ''ابنِ بابویہ قمی'' کی ہے۔ [1]

---

[1] "اعتقادنا أن القرآن الذی أنزله الله تعالی علی نبیه محمد وهو ما بین الدفتین وهو ما فی أیدی الناس لیس بأکثر من ذلک...... ومن نسب إلینا أنا نقول أکثر من ذلک فهو کاذب(کتاب الاعتقادات ، ص۲۴۵ الیٰ ۲۵۰، باب الاعتقاد فی مبلغ القرآن، الناشر: مؤسسة الامام الهادی،قم، الطبعة الثالثة ۱۴۳۵هـ)

''ابنِ بابویہ قمی'' کی وفات 381 ہجری قرار دی گئی ہے، اور ان کو اپنے زمانہ میں ''شیخ الشیعة'' کا لقب حاصل ہوا ہے، اور یہ وہ شخص ہیں، جو شیعوں کی حدیث میں چار معتمد کتابوں میں سے ایک کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' کے مصنف ہیں، جن کو ''صدوقِ اول'' کہا جاتا ہے۔

''ابنُ المرتضیٰ المفید'' اور ''طوسی'' بھی اسی نظریہ کے قائل ہیں، جن کو شیعہ کے بڑے شیوخ میں شمار کیا جاتا ہے۔

علامہ ذہبی نے ابنِ بابویہ قمی کو ''رأس الامامية'' اور روافض کے درمیان تمام تصانیف کا حامل قرار دیا ہے، اور فرمایا کہ یہ حافظہ میں ضرب المثل شمار ہوتے تھے، اور ان کے والد بھی امامیہ کے بڑے اور مصنف حضرات میں شمار ہوتے ہیں۔ [1]

تحریفِ قرآن کے منکرین میں ''شریف مرتضیٰ'' بھی داخل ہیں، جن کی وفات 436 ہجری بتلائی گئی ہے، جنھوں نے تحریفِ قرآن کے عقیدہ کی نسبت ''اپنے بعض اصحاب اور عامۃِ حشویہ'' فرقہ کی طرف کی ہے۔

نیز تحریفِ قرآن کا انکار کرنے والے اجلائے امامیہ میں ایک نام ''فضل بن حسن طبرسی'' کا شمار ہوتا ہے، جن کی وفات 548 ہجری بتلائی جاتی ہے۔ [2]

---

[1] ابن بابويه محمد بن على بن الحسين القمى: رأس الإمامية، أبو جعفر محمد ابن العلامة على بن الحسين بن موسى بن بابويه القمى، صاحب التصانيف السائرة بين الرافضة.
يضرب بحفظه المثل.
يقال :له ثلاث مائة مصنف، منها :كتاب (دعائم الإسلام) ، كتاب (الخواتيم) ، كتاب (الملاهى) ، كتاب (غريب حديث الأئمة) ، كتاب (التوحيد) ، كتاب (دين الإمامية) ، ولا.
وكان أبوه من كبارهم ومصنفيهم.
حدث عن أبى جعفر جماعة منهم :ابن النعمان المفيد، والحسين بن عبد الله بن الفحام، وجعفر بن حسنكيه القمى(سير أعلام النبلاء ،ج١٦ ،ص٣٠٣، ٣٠٤، تحت رقم الترجمة ٢١٣)

[2] الطبرسى(000 ـ 548 هـ = 000 ـ 1153م)
الفضل بن الحسن بن الفضل الطبرسى، أمين الدين، أبو على :مفسر محقق لغوى .من أجلاء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

چنانچہ ''فضل بن حسن طبرسی'' نے ''تفسیر مجمع البیان '' میں قرآن مجید کے اندر کمی، زیادتی کے قول کی مدلل انداز میں تردید کی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإمامية .نسبته إلى طبرستان .له "مجمع البيان فى تفسير القرآن والفرقان -ط "مجلدان، و " جوامع الجامع -ط "فى التفسير أيضا .ومن كتبه "تاج المواليد "و "غنية العابد "و "مختصر الكشاف "و "إعلام الورى بأعلام الهدى -ط ."توفى فى سبزوار، ونقل إلى المشهد الرضوى (الأعلام،للزركلى، ج۵،ص۱۴۸، حرف الفاء، مادة "فض")

[1] ومن ذلک: الكلام فى زيادة القرآن ونقصانه فإنه لا يليق بالتفسير .فأما الزيادة فيه: فمجمع على بطلانه .وأما النقصان منه: فقد روى جماعة من أصحابنا، وقوم من حشوية العامة، أن فى القرآن تغييرا أو نقصانا، والصحيح من مذهب أصحابنا خلافه، وهو الذى نصره المرتضى، قدس الله روحه، واستوفى الكلام فيه غاية الاستيفاء فى جواب المسائل الطرابلسيات، وذكر فى مواضع "إن العلم بصحة نقل القرآن كالعلم بالبلدان ،والحوادث الكبار، والوقائع العظام ،والكتب المشهورة ،وأشعار العرب المسطورة، فإن العناية اشتدت والدواعى توفرت على نقله وحراسته، وبلغت إلى حد لم يبلغه فيما ذكرناه، لأن القرآن معجزة النبوة، ومأخذ العلوم الشرعية، والأحكام الدينية، وعلماء المسلمين قد بلغوا فى حفظه وحمايته الغاية ،حتى عرفوا كل شىء اختلف فيه من إعرابه وقراء ته وحروفه وآياته، فكيف يجوز أن يكون مغيراً ومنقوصاً ، مع العناية الصادقة والضبط الشديد؟."

وقال أيضا، قدس الله روحه: إن العلم بتفسير القرآن وأبعاضه فى صحة نقله، كالعلم بجملته، وجرى ذلک مجرى ما علم ضرورة من الكتب المصنفة ككتاب سيبويه والمزنى، فإن أهل العناية بهذا الشأن يعلمون من تفصيلهما ما يعلمونه من جملتهما، حتى لو أن مدخلا أدخل فى كتاب سيبويه بابا فى النحو ليس من الكتاب، لعرف وميز وعلم أنه ملحق، وليس من أصل الكتاب، وكذلک القول فى كتاب المزنى .

ومعلوم أن العناية بنقل القرآن وضبطه، أصدق من العناية بضبط كتاب سيبويه ودواوين الشعراء.

وذكر أيضا (رض) أن القرآن كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مجموعا مؤلفا على ما هو عليه الآن، واستدل على ذلک بأن القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه فى ذلک الزمان حتى عين على جماعة من الصحابة فى حفظهم له، وإن كان يعرض على النبى صلى الله عليه وآله وسلم، ويتلى عليه، وإن جماعة من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود، وأبى بن كعب، وغيرهما، ختموا القرآن على النبى صلى الله عليه وآله وسلم عدة ختمات، وكل ذلک يدل بأدنى تأمل على أنه كان مجموعا مرتبا غير مبتور ولا مبثوث .وذكر أن من خالف فى ذلک من الامامية والحشوية لا يعتد بخلافهم، فإن الخلاف فى ذلک مضاف إلى قوم من أصحاب الحديث، نقلوا أخبارا ضعيفة ظنوا صحتها، لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع على صحته(مجمع البيان فى تفسير القرآن للطبرسى، ج ۱ ص ۱۴،۱۵ ،مقدمة الكتاب،الناشر: دارالعلوم للتحقيق والطباعة والنشر والتوزيع،بيروت، لبنان،الطبعة الاولىٰ:۱۴۲۶ھ - 2005م)

www.idaraghufran.org

علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے شریف مرتضٰی کو متکلم، رافضی، معتزلی اور صاحبُ التصانیف فرمایا ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ یہ ''نهـــجُ البــــلاغة'' کتاب کو وضع کرنے سے متہم ہیں، اور انہوں نے ''شیخ مفید'' سے علم حاصل کیا ہے۔ [1]

---

[1] علـى بـن الـحسيـن بـن موسى بن محمد بن موسى بن أحمد بن موسى بن جعفر بن محمد بن عـلـى بـن الـحسيـن بـن عـلـى أبـو الـقـاسم العلوى الحسينى الشريف المرتضى المتكلم الرافضى المعتزلى، صاحب التصانيف.

حدث عن سهل الديباجي والمرزباني، وغيرهما وولى نقابة العلوية.

ومات سنة 436عن إحدى وثمانين سنة.

وهـو الـمتهـم بوضع كتاب نهج البلاغة وله مشاركة قوية فى العلوم ومن طالع نهج البلاغة جزم بأنه مكذوب على أمير المؤمنين على رضى الله عنه.

ففيه السب الصراح والحط على السيدين أبى بكر وعمر رضى الله عنهما.

وفيـه مـن التنـاقض والأشياء الركيكة والعبارات التى من له معرفة بنفس القرشيين الصحابة وبنفس غيرهم ممن بعدهم من المتأخرين جزم بأن الكتاب أكثره باطل .انتهى.

وقال ابن حزم :كـان من كبار المعتزلة الدعاة ,وكـان إماميا لكنه يكفر من زعم أن القرآن بدل، أو زيد فيه، أو نقص منه .قال :وكذا كان صاحباه أبو القاسم الرازى وأبو يعلى الطوسى.

وكان مولده فى رجب سنة 55.

قـال ابن أبى طى :هـو أول مـن جعـل داره دار العـلـم وقررها للمناظرة ويقال :إنـه أفتـى ولم يبلغ العشريـن وكان قد حصل على رياسة الدنيا والعلم مع العمل الكثير فى السر والمواظبة على تلاوة القرآن وقيام الليل وإفادة العلم.

وكان لا يؤثر على العلم شيئا مع البلاغة وفصاحة اللهجة وكان أخذ العلوم عن الشيخ المفيد.

وزعم المفيد :أنـه رأى فـاطـمة الزهراء ليلة ناولته صبيين فقالت له :خـذ ابـنى هذين فعلمهما فلما استيـقـظ وافاه الشريف أبو أحمد ومعه ولداه الرضى والمرتضى فقال له :خذهما إليک وعلمهما فبكى وذكر القصة.

وذكـر أبـو جعفر الطوسى له من التصانيف" :الشـافى فى الإمامة "خـمس مجلدات و"الملخص والمدخر "فى الأصول و"تنزيه الأنبياء "و"الدرر "و"الغرر "و"مسائل الخلاف "و"الانتصار لما انـفردت به الإمامية "وكتاب "المسائل "كبير جدا وكتاب "الـرد عـلى ابن جنى فى شرح ديوان المتنبى "وسرد أشياء كثيرة.

ويقال :إن الشيـخ أبـا إسـحـاق الشيـرازى كان يصفه بالفضل حتى نقل عنه أنه قال :كان الشريف المرتضى ثابت الجأش ينطق بلسان المعرفة ويورد الكلمة المسددة فتمرق مروق السهم من الرمية ما أصاب أصمى وما أخطأ أشوى.

إذا شرع الناس الكلام رأيته ...له جانب منه وللناس جانب .

وذكر بعض الإمامية :أن الـمرتضى أول من بسط كلام الإمامية فى الفقه وناظر الخصوم واستخرج الغوامض وقيد المسائل وهو القائل فى ذلک: ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

تحریفِ قرآن کے منکرین میں ''طوسی'' کا نام بھی شامل ہے، جن کی وفات 450 ہجری بتلائی جاتی ہے۔ [1]

شیخ طوسی کا شمار بھی اہلِ تشیّع کے یہاں اصولی، مجتہد، فقیہ، متکلم، محدث اور مفسر کے طور پر ہوتا ہے، اور اہلِ تشیّع کے نزدیک حدیث اور کتبِ رجال کی معتمد کتابوں کے مصنف میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كان لولاى غائصا مكرع الفقه ...سحيق المدى بحر الكلام

ومعان شحطن لطفا عن الإفهام ...قربتها من الأفهام

ودقيق ألحقته بجليل ...وحلال خلصته من حرام

وحكى ابن برهان النحوى ,أنه دخل عليه وهو مضطجع ووجهه إلى الحائط وهو يخاطب نفسه ويقول :أبو بكر وعمر وليا فعدلا واسترحما فرحما أفأنا أقول :ارتدا؟(لسان الميزانِ ،لابن حجر العسقلانی، ج۵،ص ۵۲۹ الیٰ ۵۳۱، رقم الترجمة: ۵۳۷۵)

[1] " وأما الكلام فی زيادته ونقصانه مما لا يليق به أيضاً؛ لأن الزيادة فيه مجمع على بطلانها، والنقصان منه ،فالظاهر أيضاً من مذهب المسلمين خلافه ،وهو الأليق بالصحيح من مذهبنا،وهو الذى نصره المرتضى، وهو الظاهر فی الروايات غير انه رويت روايات كثيرة ،من جهة العامة والخاصة ، بنقصان كثير من آی القرآن ، ونقل شیء منه من موضع إلى موضع، طريقها الآحاد التی لا توجب علماً ولا عملا، والأولى الإعراض عنها، وترک التشاغل بها، لأنه يمكن تأويلها، ولو صحت لما كان ذلک طعناً على ما هو موجود بين الدفتين، فإن ذلک معلوم صحته ،لا يعترضه أحد من الأئمة ولا يدفعه.

وروایاتنا متناصرة بالحث على قراء ته والتمسک بما فيه ،ورد ما يرد من اختلاف الأخبار فی الفروع إليه .

وقد روى عن النبی صلى الله عليه وآله رواية لا يدفعها أحد ،أنه قال ''إنی مخلف فيكم الثقلين، ما ان تمسكتم بها لن تضلوا،كتاب الله وعترتی أهل بيتی، وإنهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض'' وهذا يدل على أنه موجود فی كل عصر، لأنه لا يجوز أن يأمر بالتمسک بما لا تقدر على التمسک به، كما أن أهل البيت ،ومن يجب اتباع قوله حاصل فی كل وقت، وإذا كان الموجود بيننا مجمعاً على صحته ،فينبغی أن نتشاغل بتفسيره، وبيان معانيه وترک ما سواه (التبيان فی تفسير القرآن، ج ۱ ص ۳، مقدمة المؤلف، فصل فی ذكر جمل لابد من معرفتها قبل الشروع فی تفسير القرآن للطوسی، الناشر: داراحياء التراث العربی، بيروت، لبنان)

[2] أبو جعفر الطوسی(460-385هـ ،1067-995م)

محمد بن الحسن بن علی الطوسی :مفسر، نعته السبكی بفقيه الشيعة ومصنفهم .انتقل من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی ''صاحبُ الاحتجاج'' نے بھی تحریفِ قرآن کا انکار کیا ہے، اور امامیہ کے متاخرین میں بہت سے حضرات نے تحریفِ قرآن کے عقیدہ کا انکار کیا ہے، جن میں محمود بن جعفر میثمی (المتوفیٰ: 1310ہجری) کا نام بھی شمار ہوتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

خراسان إلى بغداد سنة 408هـ وأقام أربعين سنة .ورحل إلى الغرى (بالنجف) فاستقر إلى أن توفى.

أحرقت كتبه عدة مرات بمحضر من الناس .من تصانيفه (الإيجاز -ط) فى الفرائض، و (الجمل والعقود -خ) فى العبادات، و (الغيبة -ط) و (التبيان الجامع لعلوم القرآن) تفسير كبير، منه أجزاء مخطوطة، و (الاستبصار فيما اختلف فيه من الأخبار -ط) و (الاقتصاد -خ) فى العقائد والعبادات، و (المبسوط -خ) أجزاء منه، فى الفقه، و (العدة -ط) فى الأصول و (المجالس -ط) أماليه، و (تلخيص الشافى -ط) فى علم الكلام والإمامة، و (أسماء الرجال -ط) و (مصباح المتهجد -ط) فى عمل(الأعلام،للزركلى، ج٦،ص٨٤، حرف الميم، مادة "مح")

محمد بن الحسن بن على الطوسى (ابو جعفر)(460-385هـ ،1067-995م)

فقيه، اصولى، مجتهد، متكلم، محدث، مفسر .ولد بطوس فى رمضان، وهاجر الى العراق فهبط بغداد، وتفقه أولا بالفقه الشافعى، ثم أخذ الكلام والاصول عن الشيخ المفيد رأس الامامية، وكان يسكن بالكرخ، ثم تحول الى الكوفة وأقام بالمشهد يفقههم، وتوفى فى المحرم.

من تصانيفه الكثيرة :التبيان فى تفسير القرآن، تهذيب الاحكام، الاستبصار فيما اختلف من الاخبار، النهاية فى مجرد الفقه والفتاوى، والعدة فى الاصول .(معجم المؤلفين، ج٩،ص٢٠٢، باب الميم)

محمد بن الحسن بن على، أبو جعفر الطوسى، (المتوفى:460هـ)

شيخ الشيعة وعالمهم.

توفى بالمشهد المبارك، مشهد أمير المؤمنين رضى الله عنه، فى المحرم .ولأبى جعفر الطوسى تفسير كبير عشرون مجلدة، وعدة تصانيف مشهورة .قدم بغداد وتعين، وتفقه للشافعى، ولزم الشيخ المفيد مدة، فتحول رافضيا.

وحدث عن هلال الحفار .روى عنه ابنه أبو على الحسن.

وقد أحرقت كتبه غير مرة، واختفى لكونه ينقص السلف، وكان ينزل بالكرخ، ثم انتقل إلى مشهد الكوفة(تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام، ج١٠،ص١٢٢، تحت رقم الترجمة ٢٦٥)

[1] إن المحكى عن ظاهر الكلينى وشيخه علىّ بن إبراهيم القمى والشيخ أحمد بن أبى طالب الطبرسى صاحب الاحتجاج وقوع التحريف والزيادة والنقصان فيه، بل وحكى ذلك عن أكثر الأخباريين، وعن السيد الصدوق . والمحقق . إنكار ذلك، بل وحكى عن جمهور المجتهدين، وظاهر الصدوق فى اعتقاداته أن المراد بما ورد فى الأخبار الدالة على أن فى القرآن الذى جمعه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بھی اس طرح کے بہت سے اہلِ تشیّع موجود ہیں، جو تحریفِ قرآن کے منکر ہیں۔

لیکن شاید موصوف کو امامیہ میں صرف چار افراد نظر آتے ہیں، اور وہ بھی ان کے نزدیک صرف بزرگ شخصیت کے حامل ہیں، گویا کہ اہلِ تشیع میں ان کا مقام صرف اتنا ہی ہے، اور ان کے مقابلے میں تحریفِ قرآن کے قائلین کا عہدہ اور درجہ بہت اونچا ہے، جن سے کسی امامی، اثناعشری، یا شیعہ کا اختلاف کرنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا، اور نہ کسی کے اختلاف کرنے سے، ان کے اجماع پر کوئی زَد پڑتی۔

پھر اگر کسی نے تحریفِ قرآن کا انکار اور اس کی تردید کی ہو، لیکن قائلینِ تحریف کی تکفیر نہ کی ہو، تو کیا اس کو لزومِ کفر سے تعبیر کیا جائے گا، یا التزامِ کفر سے؟

آخر اہلِ اہواء کے بے شمار فرقوں، مثلاً معتزلہ وغیرہ کی کتب میں بھی کفریات بھرے پڑے ہیں، لیکن ان اقوال وعقائد کو ''کفر'' کہنے کے باوجود، جمہور، مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام نے، جو اِن فرقِ باطلہ کی علی الاطلاق، یا علی الیقین تکفیر نہیں کی، نہ ہی یہ شرط لگائی کہ ان فرقوں کی طرف منسوب وہی لوگ تکفیر کے فتوے سے بچ سکتے ہیں، جو اپنے مسلک و مذہب کے کفریہ اقوال رکھنے والے لوگوں کی تکفیر کریں، یا ان کو اپنے مشائخ واکابر نہ سمجھیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

کیا موصوف، تمام اہلِ اہواء فرقوں کو ایک طرف رکھ کر، صرف شیعہ وروافض کے لیے سلف کے طریقہ کو چھوڑ کر کوئی نرالہ پیمانہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔

پانچویں اگر کسی نے تحریف کی صرف روایات کو نقل کیا ہو، کیا اس کی وجہ سے ناقل کا یہ عقیدہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أمير المؤمنين -رضى الله عنه -كان زيادة لم يكن فى غيرها أنها كانت من باب الأحاديث القدسية لا القرآن(قوامع الفصول، ص ٢٩٨، بحواله ''أصول مذهب الشيعة الإمامية الإثنى عشرية – عرض ونقد ''لناصر بن عبد الله بن على القفارى، الناشر: رسالة علمية تقدم لدرجة الدكتوراة من قسم العقيدة والمذاهب المعاصرة – جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية،الطبعة الثانية: ١٤١٥هـ- 1994م)

www.idaraghufran.org

ہونا بھی لازم آتا ہے، بالخصوص جبکہ عدمِ تحریف کی روایات بھی اس کے مقابلے میں موجود ہوں، اوراس کے ساتھ ہی کیا اس طرح کی روایات کے تمام راویوں کی طرف بھی اس عقیدہ کی نسبت کرنا درست قرار پاتا ہے، جبکہ روایت کی سند پر بھی کلام کی گنجائش ہو۔

چھٹے اگر کسی شخص نے کسی روایت کو صحیح سمجھ کراس کے مطابق عقیدہ بنایا ہو، اس پر کیا حکم لگتا ہے؟ [1]

ساتویں اگر کوئی عقیدۂ تحریفِ قرآن کے قول کی تاویل کرنے کی وجہ سے تکفیر نہ کرے، اور اس کی تاویل دوسرے کے نزدیک معتبر نہ ہو، تو اس کی تاویل کو غلط اور گمراہی قرار دینے کے

---

[1] وهو فی نفسه رجل من أهل الخير والدين والصلاح والفضل .وما يرويه من الآثار فيه من الصحيح شیء كثير .ويروى أحيانا أخبارا ضعيفة بل موضوعة .يعلم العلماء أنها كذب .وقد تكلم بعض حفاظ الحديث فی سماعه .وكان البيهقی إذا روى عنه يقول :حدثنا أبو عبد الرحمن من أصل سماعه .وما يظن به وبأمثاله إن شاء الله تعمد الكذب لكن لعدم الحفظ والإتقان يدخل عليهم الخطأ فی الرواية؛ فإن النساک والعباد منهم من هو متقن فی الحديث مثل ثابت البنانی والفضيل بن عياض وأمثالهما ومنهم من قد يقع فی بعض حديثه غلط .وضعف مثل مالک بن دينار وفرقد السبخی ونحوهما .وكذلک ما يأثره أبو عبد الرحمن عن بعض المتكلمين فی الطريق أو ينتصر له من الأقوال والأفعال والأحوال .فيه من الهدى والعلم شیء كثير .وفيه -أحيانا -من الخطأ أشياء ؛ وبعض ذلک يكون عن اجتهاد سائغ .وبعضه باطل قطعا .مثل ما ذكر فی حقائق التفسير قطعة كبيرة عن جعفر الصادق وغيره من الآثار الموضوعة .وذكر عنه بعض طائفة أنواعا من الإشارات التی بعضها أمثال حسنة .واستدلالات مناسبة .وبعضها من نوع الباطل واللغو.

فالذی جمعه الشيخ أبو عبد الرحمن ونحوه فی "تاريخ أهل الصفة "وأخبار زهاد السلف وطبقات الصوفية يستفاد منه فوائد جليلة ويجتنب منه ما فيه من الروايات الباطلة ويتوقف فيما فيه من الروايات الضعيفة .وهكذا كثير من أهل الروايات ومن أهل الآراء والأذواق من الفقهاء والزهاد والمتكلمين وغيرهم .يوجد فيما يأثرونه عمن قبلهم وفيما يذكرونه معتقدين له شیء كثير وأمر عظيم من الهدى ودين الحق الذی بعث الله به رسوله .ويوجد -أحيانا -عندهم من جنس الروايات الباطلة أو الضعيفة ومن جنس الآراء والأذواق الفاسدة أو المحتملة شیء كثير .ومن له فی الأمة لسان صدق عام بحيث يثنى عليه ويحمد فی جماهير أجناس الأمة فهؤلاء هم أئمة الهدى ومصابيح الدجى وغلطهم قليل بالنسبة إلى صوابهم وعامته من موارد الاجتهاد التی يعذرون فيها وهم الذين يتبعون العلم والعدل فهم بعداء عن الجهل والظلم وعن اتباع الظن وما تهوى الأنفس (مجموع الفتاوى، ج ١١،ص ٤٢،٤٣، كتاب التصوف،سئل عن اهل الصفة ، كم كانوا؟وهل كانوا بمكة او مدينة ؟)

www.idaraghufran.org

ساتھ ساتھ، کیا اس تاویل کرنے والے کو''کافر'' اور اس سے بڑھ کر''کفرِ التزامی'' کا مصداق قرار دیا جانا ضروری ہے؟

ورنہ تو اہلُ السنۃ میں بھی بعض حضرات کی طرف اس قسم کی روایات منسوب ہیں، جو تحریفِ قرآن یا قرآن مجید کی بعض آیات کی نفی وغیرہ کو مستلزم ہیں، لیکن اہلُ السنۃ ان کی تکفیر تو کیا کرتے، ان کو امام تسلیم کرتے ہیں۔

اور جن حضرات نے تکفیر کی، اہلُ السنۃ ان سے اختلاف کرتے ہوئے، مختلف تاویلات وتوجیہات کرتے ہیں، جن میں یہ تاویل وتوجیہ بھی داخل ہے کہ بعض اوقات کسی کے نزدیک کسی آیت کا تواتر ثابت نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے اس کے نزدیک شبہ، راہ پکڑ لیتا ہے، جو تکفیر کے لیے مانع ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] وقد حكى النووى فى "شرح المهذّب "فى البسملة وجهين:
أحدهما- :وصححه -أن إثباتها قرآنا على وجه الظن.
والثانى :أنه على وجه القطع .
وقد شنّع القاضى أبو بكر الباقلانى وغيره على الشافعى فى ذلك بأن القرآن لا يثبت بالظن، إنّما يثبت بالتواتر .
وأجاب عنه القاضى تاج الدين السبكى فى "رفع الحاجب "بأنا لا ندعى تواتر البسملة الآن، فإنا نحن لم نثبتها، إنما المثبت لها إمامنا الشافعى، فلعلّها تواترت عنده، ورب متواتر عند قوم دون آخرين، وفى وقت دون آخر.
واستشكل قوم النفى على وجه القطع، فإن المقطوع بكونه قرآنا يكفر نافيه.
وأجاب جماعة بأن قوّة الشبهة منعت التكفير من الجانبين .
قال ابن الصباغ فى "الشامل :"من أصحابنا من أثبتها قطعا لكونها فى المصحف، ولم يكفر جاحدها، كما لم يكفر مثبتها، وإنما كان كذلك لحصول ضرب من الشبهة، كما قامت لابن مسعود فى المعوذتين(نواهد الأبكار وشوارد الأفكار = حاشية السيوطى على تفسير البيضاوى، ،ج ا ،ص۵۸، ۵۹،سورة فاتحة الكتاب)
وما زال السلف يتنازعون فى كثير من هذه المسائل ولم يشهد أحد منهم على أحد لا بكفر ولا بفسق ولا معصية كما أنكر شريح قراء ة من قرأ (بل عجبت ويسخرون) وقال :إن الله لا يعجب ، فبلغ ذلك إبراهيم النخعى فقال إنما شريح شاعر يعجبه علمه .كان عبد الله أعلم منه وكان يقرأ (بل عجبت)(مجموع الفتاوى، ج۳،ص ۲۲۹، ۲۳۰،كتاب مجمل اعتقاد السلف، لا تعرف أيام الأسبوع إلا من جهة المقرين بالنبوات)

Idara Ghufran

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اور فرمایا کہ:

''تکفیرِ عام وغیرہ کی وعید کے متعین شخص پر لاگو ہونے کے لیے کچھ شرائط کا پایا جانا اور موانعات کا منتفی ہونا ضروری ہے، جس کی احادیث سے تائید ہوتی ہے، اسی وجہ سے مطلق تکفیر اور معین شخص کی تکفیر میں فرق ہے، اور اس فرق کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے بہت سے حضرات، اہلِ بدعت واہلِ اھواء کی تکفیر کا قول کر بیٹھے، وہ اس طرح کہ انہوں نے جب بعض ائمہ اہلِ سنت کے کلام میں دیکھا کہ انہوں نے بعض اقوال، یا ان کے حاملین کو کافر کہا ہے، مثلاً قرآن کو مخلوق قرار دینے والے کو، اور رؤیتِ باری تعالیٰ کا انکار کرنے والوں کو، اور اسی طرح بعض دوسرے کفریہ اقوال کے حاملین کو، تو ان کے مقلدین ومتبعین نے ان اقوال کے حاملین کی علی العین تکفیر شروع کردی، کسی نے ''قدریہ'' کی، کسی نے ''مرجئۃ'' کی، کسی نے ''خوارج'' کی، یا ''روافض'' کی، حالانکہ بعض مبتدعین کے عدمِ کفر پر تو ائمہ کا اتفاق ہے، مثلاً وہ شیعہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل ہیں، لہٰذا ان کو کافر قرار دینے والے ہی دراصل خود بدعتی ہیں۔

جہاں تک ان روافض کا تعلق ہے، جو غالی نہیں ہیں، اور جہاں تک خوارج اور جہمیۃ کا تعلق ہے، تو ان کے متعلق امام احمد سے دو روایتیں مروی ہیں، البتہ امام احمد کے بعض اصحاب نے مطلق اہلِ بدعت کے متعلق دو روایتیں نقل کی ہیں، لیکن اصح یہی ہے کہ غیر مکفر، بدعتی کافر نہیں، اور جس نے غیر مکفر بدعتی کے متعلق دو روایتوں کا قول کیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔

اور جن اہلِ بدعت کی تکفیر کی روایت منقول ہے، اس سے بھی تکفیرِ مطلق مراد ہے، یعنی انہوں نے یہ کہا ہے کہ فلاں قول کا قائل کافر ہے، تکفیرِ معین مراد نہیں کہ جو فرقہ بھی اس قول کا قائل ہو، وہ کافر ہے۔

اور بعض حضرات کو دراصل کفرِ مطلق کے اطلاق سے ہی غلط فہمی پیدا ہوئی کہ انہوں نے اس اطلاق کو معین فرقوں کی تکفیر پر منطبق کر دیا، اور اس طرح انہوں نے بہت سے اہلِ بدعت کی تکفیر کرنا شروع کر دی، اور شرائط و موانع کو نظر انداز کر دیا، اور یہ نہ دیکھا کہ امام احمد وغیرہ نے ان فرقوں کی علی العین تکفیر نہیں کی۔

حالانکہ اگر اس طرح شرائط و موانع کا علی العین جائزہ لیے بغیر تکفیر کا طریقہ اختیار کیا جائے، تو شاید کوئی فرقہ بھی تکفیر سے نہ بچ پائے، یہاں تک کہ بعض اہلُ السنۃ بھی زَد میں آ جائیں“۔ انتہیٰ۔ [1]

---

[1] لحوق الوعيد بالمعين مشروط بشروط وانتفاء موانع ونحن لا نعلم ثبوت الشروط وانتفاء الموانع فى حقه .

وفائدة الوعيد بيان أن هذا الذنب سبب مقتض لهذا العذاب والسبب قد يقف تأثيره على وجود شرطه وانتفاء مانعه .يبين هذا :أنه قد ثبت :أن النبى صلى الله عليه وسلم (لعن الخمر وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة إليه وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وآكل ثمنها) . وثبت عنه فى صحيح البخارى عن عمر (أن رجلا كان يكثر شرب الخمر فلعنه رجل فقال النبى صلى الله عليه وسلم لا تلعنه؛ فإنه يحب الله ورسوله) " فنهى عن لعن هذا المعين وهو مدمن خمر؛ لأنه يحب الله ورسوله وقد لعن شارب الخمر على العموم.

فصل:إذا ظهرت هذه المقدمات فى اسم المؤمن والكافر والفاسق الملى وفى حكم الوعد والوعيد والفرق بين المطلق والمعين وما وقع فى ذلک من الاضطراب ف "مسألة تكفير أهل البدع والأهواء "متفرعة على هذا الأصل .ونحن نبدأ بمذهب أئمة السنة فيها قبل التنبيه على الحجة فنقول :المشهور من مذهب الإمام أحمد وعامة أئمة السنة تكفير الجهمية وهم المعطلة لصفات الرحمن؛ فإن قولهم صريح فى مناقضة ما جاء ت به الرسل من الكتاب وحقيقة قولهم جحود الصانع ففيه جحود الرب وجحود ما أخبر به عن نفسه على لسان رسله؛ ولهذا قال عبد الله بن المبارک : إنا لنحكى كلام اليهود والنصارى ولا نستطيع أن نحكى كلام الجهمية وقال غير واحد من الأئمة إنهم أكفر من اليهود والنصارى يعنون من هذه الجهة ولهذا كفروا من يقول :إن القرآن مخلوق وإن الله لا يرى فى الآخرة وإن الله ليس على العرش وإن الله ليس له علم ولا قدرة ولا رحمة ولا غضب ونحو ذلک من صفاته .وأما "المرجئة :"فلا تختلف نصوصه أنه لا يكفرهم؛ فإن بدعتهم من جنس اختلاف الفقهاء فى الفروع وكثير من كلامهم يعود النزاع فيه إلى نزاع فى الألفاظ والأسماء :ولهذا يسمى الكلام فى مسائلهم "باب الأسماء "وهذا من نزاع الفقهاء لكن يتعلق بأصل الدين؛ فكان المنازع فيه مبتدعا .وكذلک "الشيعة "المفضلون لعلى على أبى بكر لا يختلف قوله إنهم لا يكفرون؛ فإن ذلک قول طائفة من الفقهاء أيضا وإن كانوا يبدعون .وأما "القدرية "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

علامہ ابنِ تیمیہ کا یہ کلام، اہلِ علم حضرات کے لیے توجہ کا حامل ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

المقرون بالعلم و "الروافض "الذين ليسوا من الغالية والجهمية والخوارج :فيذكر عنه فى تكفيرهم روايتان هذا حقيقة قوله المطلق مع أن الغالب عليه التوقف عن تكفير القدرية المقرين بالعلم والخوارج مع قوله :ما أعلم قوما شرا من الخوارج .ثم طائفة من أصحابه يحكون عنه فى تكفير أهل البدع مطلقا روايتين حتى يجعلوا المرجئة داخلين فى ذلك وليس الأمر كذلك وعنه فى تكفير من لا يكفر روايتان أصحهما لا يكفر .وربما جعل بعضهم الخلاف فى تكفير من لا يكفر مطلقا وهو خطأ محض .والجهمية -عند كثير من السلف :مثل عبد الله بن المبارك ويوسف بن أسباط وطائفة من أصحاب الإمام أحمد وغيرهم -ليسوا منه الثنتين والسبعين فرقة التى افترقت عليها هذه الأمة؛ بل أصول هذه عند هؤلاء :هم الخوارج والشيعة والمرجئة والقدرية وهذا المأثور عن أحمد وهو المأثور عن عامة أئمة السنة والحديث أنهم كانوا يقولون؛ من قال :القرآن مخلوق فهو كافر ومن قال :إن الله لا يرى فى الآخرة فهو كافر ونحو ذلك .ثم حكى أبو نصر السجزى عنهم فى هذا قولين " :أحدهما "أنه كفر ينقل عن الملة .قال :وهو قول الأكثرين .و " الثانى "أنه كفر لا ينقل .ولذلك قال الخطابى :إن هذا قالوه على سبيل التغليظ وكذلك تنازع المتأخرون من أصحابنا فى تخليد المكفر من هؤلاء ؛ فأطلق أكثرهم عليه التخليد كما نقل ذلك عن طائفة من متقدمى علماء الحديث؛ كأبى حاتم؟ وأبى زرعة وغيرهم وامتنع بعضهم من القول بالتخليد .وسبب هذا التنازع تعارض الأدلة فإنهم يرون أدلة توجب إلحاق أحكام الكفر بهم ثم إنهم يرون من الأعيان الذين قالوا تلك المقالات من قام به من الإيمان ما يمتنع أن يكون كافرا فيتعارض عندهم الدليلان وحقيقة الأمر أنهم أصابهم فى ألفاظ العموم فى كلام الأئمة ما أصاب الأولين فى ألفاظ العموم فى نصوص الشارع كلما رأوهم قالوا :من قال كذا فهو كافر اعتقد المستمع أن هذا اللفظ شامل لكل من قاله ولم يتدبروا أن التكفير له شروط وموانع قد تنتفى فى حق المعين وأن تكفير المطلق لا يستلزم تكفير المعين إلا إذا وجدت الشروط وانتفت الموانع يبين هذا أن الإمام أحمد وعامة الأئمة :الذين أطلقوا هذه العمومات لم يكفروا أكثر من تكلم بهذا الكلام بعينه .فإن الإمام أحمد -مثلا -قد باشر "الجهمية "الذين دعوه إلى خلق القرآن ونفى الصفات وامتحنوه وسائر علماء وقته وفتنوا المؤمنين والمؤمنات الذين لم يوافقوهم على التجهم بالضرب والحبس والقتل والعزل عن الولايات وقطع الأرزاق ورد الشهادة وترك تخليصهم من أيدى العدو بحيث كان كثير من أولى الأمر إذ ذاك من الجهمية من الولاة والقضاة وغيرهم : يكفرون كل من لم يكن جهميا موافقا لهم على نفى الصفات مثل القول بخلق القرآن ويحكمون فيه بحكمهم فى الكافر فلا يولونه ولاية ولا يفتكونه من عدو ولا يعطونه شيئا من بيت المال ولا يقبلون له شهادة ولا فتيا ولا رواية ويمتحنون الناس عند الولاية والشهادة والافتكاك من الأسر وغير ذلك .فمن أقر بخلق القرآن حكموا له بالإيمان ومن لم يقر به لم يحكموا له بحكم أهل الإيمان ومن كان داعيا إلى غير التجهم قتلوه أو ضربوه وحبسوه .ومعلوم أن هذا من أغلظ التجهم فإن الدعاء إلى المقالة أعظم من قولها وإثابة قائلها وعقوبة تاركها أعظم من مجرد الدعاء إليها والعقوبة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

علامہ ابنِ تیمیہ وغیرہ نے اپنے مضامین وتالیفات میں متعدد مقامات پر اس بات کی بھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالقتل لقائلها أعظم من العقوبة بالضرب .ثم إن الإمام أحمد دعا للخليفة وغيره .ممن ضربه وحبسه واستغفر لهم وحللهم مما فعلوه به من الظلم والدعاء إلى القول الذى هو كفر ولو كانوا مرتدين عن الإسلام لم يجز الاستغفار لهم؛ فإن الاستغفار للكفار لا يجوز بالكتاب والسنة والإجماع وهذه الأقوال والأعمال منه ومن غيره من الأئمة صريحة فى أنهم لم يكفروا المعينين من الجهمية الذين كانوا يقولون :القرآن مخلوق وإن الله لا يرى فى الآخرة وقد نقل عن أحمد ما يدل على أنه كفر به قوما معينين فأما أن يذكر عنه فى المسألة روايتان ففيه نظر أو يحمل الأمر على التفصيل .فيقال :من كفره بعينه؛ فلقيام الدليل على أنه وجدت فيه شروط التكفير وانتفت موانعه ومن لم يكفره بعينه؛ فلانتفاء ذلك فى حقه هذه مع إطلاق قوله بالتكفير على سبيل العموم.
والدليل على هذا الأصل :الكتاب والسنة والإجماع والاعتبار .أما الكتاب :فقوله سبحانه وتعالى : (وليس عليكم جناح فيما أخطأتم به) وقوله تعالى (ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا).
وقد ثبت فى صحيح مسلم عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم (أن الله تعالى قال :قد فعلت لما دعا النبى صلى الله عليه وسلم والمؤمنون بهذا الدعاء) . وروى البخارى فى صحيحه عن ابن عباس أن النبى صلى الله عليه وسلم قال " :(أعطيت فاتحة الكتاب وخواتيم سورة البقرة من كنز تحت العرش) " و "(أنه لم يقرأ بحرف منها إلا أعطيه) ." وإذا ثبت بالكتاب المفسر بالسنة أن الله قد غفر لهذه الأمة الخطأ والنسيان فهذا عام عموما محفوظا وليس فى الدلالة الشرعية ما يوجب أن الله يعذب من هذه الأمة مخطئا على خطئه وإن عذب المخطء .من غير هذه الأمة .و "أيضا "قد ثبت فى الصحيح من حديث أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :(إن رجلا لم يعمل خيرا قط فقال لأهله :إذا مات فأحرقوه ثم اذروا نصفه فى البر ونصفه فى البحر فوالله لئن قدر الله عليه ليعذبنه عذابا لا يعذبه أحدا من العالمين فلما مات الرجل فعلوا به كما أمرهم فأمر الله البر فجمع ما فيه وأمر البحر فجمع ما فيه فإذا هو قائم بين يديه .ثم قال :لم فعلت هذا؟ قال من خشيتک يا رب وأنت أعلم؛ فغفر الله له)."
وهذا الحديث متواتر عن النبى صلى الله عليه وسلم رواه أصحاب الحديث والأسانيد من حديث أبى سعيد وحذيفة وعقبة بن عمرو وغيرهم عن النبى صلى الله عليه وسلم من وجوه متعددة يعلم أهل الحديث أنها تفيدهم العلم اليقينى وإن لم يحصل ذلک لغيرهم ممن لم يشركهم فى أسباب العلم .فهذا الرجل كان قد وقع له الشک والجهل فى قدرة الله تعالى على إعادة ابن آدم؛ بعد ما أحرق وذرى وعلى أنه يعيد الميت ويحشره إذا فعل به ذلک وهذان أصلان عظيمان " :أحدهما " متعلق بالله تعالى وهو الإيمان بأنه على كل شىء قدير .و "الثانى "متعلق باليوم الآخر .وهو الإيمان بأن الله يعيد هذا الميت ويجزيه على أعماله ومع هذا فلما كان مؤمنا بالله فى الجملة ومؤمنا باليوم الآخر فى الجملة وهو أن الله يثيب ويعاقب بعد الموت وقد عمل عملا صالحا -وهو خوفه من الله أن يعاقبه على ذنوبه -غفر الله له بما كان منه من الإيمان بالله واليوم الآخر والعمل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تصریح کی ہے کہ اصولِ دین اور علمِ کلام کے متعلق تصنیف کی جانے والی بہت سی کتابوں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الصالح .وأيضا :فقد ثبت فى الصحيح عن النبى صلى الله عليه وسلم (إن الله يخرج من النار من كان فى قلبه مثقال دينار من إيمان)"
وفى رواية :(مثقال دينار من خير ثم يخرج من النار من كان فى قلبه مثقال حبة من خردل من إيمان) "وفى رواية "من خير " "(ويخرج من النار من كان فى قلبه مثقال ذرة من إيمان أو خير) " وهذا وأمثاله من النصوص المستفيضة عن النبى صلى الله عليه وسلم يدل أنه لا يخلد فى النار من معه شىء من الإيمان والخير وإن كان قليلا وأن الإيمان مما يتبعض ويتجزأ .ومعلوم قطعا أن كثيرا من هؤلاء المخطئين معهم مقدار ما من الإيمان بالله ورسوله إذ الكلام فيمن يكون كذلك .وأيضا فإن السلف أخطأ كثير منهم فى كثير من هذه المسائل واتفقوا على عدم التكفير بذلك مثل ما أنكر بعض الصحابة أن يكون الميت يسمع نداء الحى وأنكر بعضهم أن يكون المعراج يقظة وأنكر بعضهم رؤية محمد ربه ولبعضهم فى الخلافة والتفضيل كلام معروف وكذلك لبعضهم فى قتال بعض ولعن بعض وإطلاق تكفير بعض أقوال معروفة .وكان القاضى شريح ينكر قراء ة من قرأ :(بل عجبت) ويقول :إن الله لا يعجب؛ فبلغ ذلك إبراهيم النخعى فقال :إنما شريح شاعر يعجبه علمه. كان عبد الله أفقه منه فكان يقول :(بل عجبت) فهذا قد أنكر قراء ة ثابتة وأنكر صفة دل عليها الكتاب والسنة واتفقت الأمة على أنه إمام من الأئمة وكذلك بعض السلف أنكر بعضهم حروف القرآن مثل إنكار بعضهم قوله :(أفلم ييأس الذين آمنوا) وقال :إنما هى :أو لم يتبين الذين آمنوا وإنكار الآخر قراء ة قوله :(وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه) وقال :إنما هى :ووصى ربك . وبعضهم كان حذف المعوذتين وآخر يكتب سورة القنوت .وهذا خطأ معلوم بالإجماع والنقل المتواتر ومع هذا فلما لم يكن قد تواتر النقل عندهم بذلك لم يكفروا وإن كان يكفر بذلك من قامت عليه الحجة بالنقل المتواتر .وأيضا فإن الكتاب والسنة قد دل على أن الله لا يعذب أحدا إلا بعد إبلاغ الرسالة فمن لم تبلغه جملة لم يعذبه رأسا ومن بلغته جملة دون بعض التفصيل لم يعذبه إلا على إنكار ما قامت عليه الحجة الرسالية .وذلك مثل قوله تعالى (لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل) وقوله :(يا معشر الجن والإنس ألم يأتكم رسل منكم يقصون عليكم آياتى) الآية. وقوله :(أولم نعمركم ما يتذكر فيه من تذكر وجاء كم النذير) وقوله :(وقال لهم خزنتها ألم يأتكم رسل منكم يتلون عليكم آيات ربكم) الآية .وقوله :(وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا) وقوله: (وما كان ربك مهلك القرى حتى يبعث فى أمها رسولا يتلو عليهم آياتنا) وقوله :(كلما ألقى فيها فوج سألهم خزنتها ألم يأتكم نذير) (قالوا بلى قد جاء نا نذير فكذبنا وقلنا ما نزل الله من شىء) وقوله :(ولو أنا أهلكناهم بعذاب من قبله لقالوا ربنا لولا أرسلت إلينا رسولا فنتبع آياتك من قبل أن نذل ونخزى) وقوله "(ولولا أن تصيبهم مصيبة بما قدمت أيديهم فيقولوا ربنا لولا أرسلت إلينا رسولا فنتبع آياتك ونكون من المؤمنين) ونحو هذا فى القرآن فى مواضع متعددة .فمن كان قد آمن بالله ورسوله ولم يعلم بعض ما جاء به الرسول فلم يؤمن به تفصيلا؛ إما أنه لم يسمعه .أو سمعه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

میں، کتاب وسنت کے بجائے، اہلِ بدعت کے اقوال بکثرت پائے جاتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من طريق لا يجب التصديق بها أو اعتقد معنى آخر لنوع من التأويل الذى يعذر به .فهذا قد جعل فيه من الإيمان بالله وبرسوله ما يوجب أن يثيبه الله عليه وما لم يؤمن به فلم تقم عليه به الحجة التى يكفر مخالفها .وأيضا فقد ثبت بالكتاب والسنة والإجماع أن من الخطأ فى الدين ما لا يكفر مخالفه؛ بل ولا يفسق؛ بل ولا يأثم؛ مثل الخطأ فى الفروع العملية؛ وإن كان بعض المتكلمة والمتفقهة يعتقد أن المخطء فيها آثم وبعض المتكلمة والمتفقهة يعتقد أن كل مجتهد فيها مصيب فهذان القولان شاذان ومع ذلك فلم يقل أحد بتكفير المجتهدين المتنازعين فيها ومع ذلك فبعض هذه المسائل قد ثبت خطأ المنازع فيها بالنصوص والإجماع القديم مثل استحلال بعض السلف والخلف لبعض أنواع الربا واستحلال آخرين لبعض أنواع الخمر واستحلال آخرين للقتال فى الفتنة .وأهل السنة والجماعة متفقون على أن المعروفين بالخير كالصحابة المعروفين وغيرهم من أهل الجمل وصفين من الجانبين لا يفسق أحد منهم فضلا عن أن يكفر حتى عدى ذلك من عداه من الفقهاء إلى سائر أهل البغى فإنهم مع إيجابهم لقتالهم منعوا أن يحكم بفسقهم لأجل التأويل كما يقول هؤلاء الأئمة :إن شارب النبيذ المتنازع فيه متأولا لا يجلد ولا يفسق .وقد قال تعالى: (وداود وسليمان إذ يحكمان فى الحرث إذ نفشت فيه غنم القوم وكنا لحكمهم شاهدين) (ففهمناها سليمان وكلا آتينا حكما وعلما) وقال تعالى :(ما قطعتم من لينة أو تركتموها قائمة على أصولها فبإذن الله) . وثبت فى الصحاح من حديث عمرو بن العاص وأبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :(إذا اجتهد الحاكم فأصاب فله أجران وإذا اجتهد فأخطأ فله أجر) ." وثبت فى الصحيح (عن بريدة بن الحصيب أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :إذا حاصرت أهل حصن فسألوك أن تنزلهم على حكم الله فلا تنزلهم على حكم الله ولكن أنزلهم على حكمك وحكم أصحابك فإنك لا تدرى ما حكم الله فيهم)"

وأدلة هذا الأصل كثيرة لها موضع آخر .وقد ثبت بالكتاب والسنة والإجماع أن من بلغته رسالة النبى صلى الله عليه وسلم فلم يؤمن به فهو كافر لا يقبل منه الاعتذار بالاجتهاد لظهور أدلة الرسالة وأعلام النبوة؛ ولأن العذر بالخطأ حكم شرعى فكما أن الذنوب تنقسم إلى كبائر وصغائر والواجبات تنقسم إلى أركان وواجبات ليست أركانا :فكذلك الخطأ ينقسم إلى مغفور وغير مغفور والنصوص إنما أوجبت رفع المؤاخذة بالخطأ لهذه الأمة وإذا كان كذلك فالمخطء فى بعض هذه المسائل :إما أن يلحق بالكفار من المشركين وأهل الكتاب مع مباينته لهم فى عامة أصول الإيمان .وإما أن يلحق بالمخطئين فى مسائل الإيجاب والتحريم مع أنها أيضا من أصول الإيمان .فإن الإيمان بوجوب الواجبات الظاهرة المتواترة وتحريم المحرمات الظاهرة المتواترة؛: هو من أعظم أصول الإيمان وقواعد الدين والجاحد لها كافر بالاتفاق مع أن المجتهد فى بعضها ليس بكافر بالاتفاق مع خطئه .وإذا كان لا بد من إلحاقه بأحد الصنفين :فمعلوم أن المخطئين من المؤمنين بالله ورسوله أشد شبها منه بالمشركين وأهل الكتاب.

فوجب أن يلحق بهم وعلى هذا مضى عمل الأمة قديما وحديثا فى أن عامة المخطئين من هؤلاء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جن میں شہرستانی اور ابوالحسن اشعری، ابنِ کلاب وغیرہ داخل ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تجری علیهم أحکام الإسلام التی تجری علی غیرهم هذا مع العلم بأن کثیرا من المبتدعة منافقون النفاق الأکبر وأولئک کفار فی الدرک الأسفل من النار فما أکثر ما یوجد فی الرافضة والجهمیة ونحوهم زنادقة منافقون بل أصل هذه البدع هو من المنافقین الزنادقة ممن یکون أصل زندقته عن الصابئین والمشرکین فهؤلاء کفار فی الباطن ومن علم حاله فهو کافر فی الظاهر أیضا .وأصل ضلال هؤلاء الأعراض عما جاء به الرسول من الکتاب والحکمة وابتغاء الهدی فی خلاف ذلک فمن کان هذا أصله فهو بعد بلاغ الرسالة کافر لا ریب فیه مثل من یری أن الرسالة للعامة دون الخاصة کما یقوله قوم من المتفلسفة وغالیة المتکلمة والمتصوفة أو یری أنه رسول إلی بعض الناس دون بعض کما یقوله کثیر من الیهود والنصاری .فهذا الکلام یمهد أصلین عظیمین ": أحدهما "أن العلم والإیمان والهدی فیما جاء به الرسول وأن خلاف ذلک کفر علی الإطلاق فنفی الصفات کفر والتکذیب بأن الله یری فی الآخرة أو أنه علی العرش أو أن القرآن کلامه أو أنه کلم موسی أو أنه اتخذ إبراهیم خلیلا کفر وکذلک ما کان فی معنی ذلک وهذا معنی کلام أئمة السنة وأهل الحدیث .و "الأصل الثانی "أن التکفیر العام -کالوعید العام -یجب القول بإطلاقه وعمومه .وأما الحکم علی المعین بأنه کافر أو مشهود له بالنار :فهذا یقف علی الدلیل المعین فإن الحکم یقف علی ثبوت شروطه وانتفاء موانعه .ومما ینبغی أن یعلم فی هذا الموضع أن الشریعة قد تأمرنا بإقامة الحد علی شخص فی الدنیا؛ إما بقتل أو جلد أو غیر ذلک ویکون فی الآخرة غیر معذب مثل قتال البغاة والمتأولین مع بقائهم علی العدالة ومثل إقامة الحد علی من تاب بعد القدرة علیه توبة صحیحة فإنا نقیم الحد علیه مع ذلک کما أقامه النبی صلی الله علیه وسلم علی ماعز بن مالک وعلی الغامدیة مع قوله :(لقد تابت توبة لو تابها صاحب مکس لغفر له) " ومثل إقامة الحد علی من شرب النبیذ المتنازع فیه متأولا مع العلم بأنه باق علی العدالة .بخلاف من لا تأویل له فإنه لما شرب الخمر بعض الصحابة واعتقدوا أنها تحل للخاصة تأول قوله :(لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا إذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا وآمنوا ثم اتقوا وأحسنوا) اتفق الصحابة مثل عمر بن الخطاب وعلی بن أبی طالب وغیرهما علی أنهم إن أقروا بالتحریم جلدوا وإن أصروا علی الاستحلال قتلوا .وکذلک نعلم أن خلقا لا یعاقبون فی الدنیا مع أنهم کفار فی الآخرة مثل أهل الذمة المقرین بالجزیة علی کفرهم .ومثل المنافقین المظهرین الإسلام فإنهم تجری علیهم أحکام الإسلام وهم فی الآخرة کافرون کما دل علیه القرآن فی آیات متعددة کقوله :(إن المنافقین فی الدرک الأسفل من النار ولن تجد لهم نصیرا) الآیة. وقوله :(یوم یقول المنافقون والمنافقات للذین آمنوا انظرونا نقتبس من نورکم قیل ارجعوا وراءکم فالتمسوا نورا فضرب بینهم بسور له باب باطنه فیه الرحمة وظاهره من قبله العذاب) (ینادونهم ألم نکن معکم قالوا بلی ولکنکم فتنتم أنفسکم وتربصتم وارتبتم وغرتکم الأمانی حتی جاء أمر الله وغرکم بالله الغرور) (فالیوم لا یؤخذ منکم فدیة ولا من الذین کفروا) الآیة .وهذا لأن الجزاء فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جیسا کہ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحقيقة إنما هو فى الدار الآخرة التى هى دار الثواب والعقاب .وأما الدنيا فإنما يشرع فيها من العقاب ما يدفع به الظلم والعدوان كما قال تعالى :(وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله فإن انتهوا فلا عدوان إلا على الظالمين) وقال تعالى :(إنما السبيل على الذين يظلمون الناس ويبغون فى الأرض بغير الحق) وهذا لأن المقصود بإرسال الرسل وإنزال الكتب هو إقامة القسط كما قال تعالى :(لقد أرسلنا رسلنا بالبينات وأنزلنا معهم الكتاب والميزان ليقوم الناس بالقسط وأنزلنا الحديد فيه بأس شديد ومنافع للناس وليعلم الله من ينصره ورسله بالغيب إن الله قوى عزيز) .وإذا كان الأمر كذلك فعقوبة الدنيا غير مستلزمة لعقوبة الآخرة ولا بالعكس .ولهذا أكثر السلف يأمرون بقتل الداعى إلى البدعة الذى يضل الناس لأجل إفساده فى الدين سواء قالوا :هو كافر أو ليس بكافر .وإذا عرف هذا فتكفير "المعين "من هؤلاء الجهال وأمثالهم -بحيث يحكم عليه بأنه من الكفار -لا يجوز الإقدام عليه إلا بعد أن تقوم على أحدهم الحجة الرسالية التى يتبين بها أنهم مخالفون للرسل وإن كانت هذه المقالة لا ريب أنها كفر .وهكذا الكلام فى تكفير جميع "المعينين "مع أن بعض هذه البدعة أشد من بعض وبعض المبتدعة يكون فيه من الإيمان ما ليس فى بعض فليس لأحد أن يكفر أحدا من المسلمين وإن أخطأ وغلط حتى تقام عليه الحجة وتبين له المحجة .ومن ثبت إيمانه بيقين لم يزل ذلك عنه بالشك؛ بل لا يزول إلا بعد إقامة الحجة وإزالة الشبهة .وهذا الجواب لا يحتمل أكثر من هذا .والله المسئول أن يوفقنا وسائر إخواننا لما يحبه ويرضاه والله سبحانه أعلم(مجموع الفتاوى،لابن تيمية،ج۱۲،ص۴۸۴،الیٰ ص۵۰۱،کتاب القرآن كلام الله حقيقة ،فصل فى تكفير اهل البدع والأهواء بناء على ما قالوه)

[1] ومن أمثلة ما ينسبه كثير من أتباع المشايخ والصوفية إلى المشايخ الصادقين :من الكذب والمحال أو يكون من كلامهم المتشابه الذى تأولوه على غير تأويله أو يكون من غلطات بعض الشيوخ وزلاتهم أو من ذنوب بعضهم وخطئهم مثل :كثير من البدع والفجور الذى يفعله بعضهم بتأويل سائغ أو بوجه غير سائغ فيعفى عنه أو يتوب منه أو يكون له حسنات يغفر له بها أو مصائب يكفر عنه بها أو يكون من كلام المتشبهين بأولياء الله من ذوى الزهادات والعبادات والمقامات وليس هو من أولياء الله المتقين بل من الجاهلين الظالمين المعتدين أو المنافقين أو الكافرين(مجموع الفتاویٰ لابنِ تیمیة، ج۴،ص۷۶، کتاب مفصل الاعتقاد،فصل فی ان کل من استحکم فی بدعته یری ان قیاسه یطرد)

وكثير من الكتب المصنفة فى أصول الدين والكلام يوجد فيها الأقوال المبتدعة دون القول الذى جاء به الكتاب والسنة .فالشهرستانى مع تصنيفه فى الملل والنحل يذكر فى مسألة الكلام والإرادة وغيرهما أقوالا ليس فيها القول الذى دل عليه الكتاب والسنة وإن كان بعضها أقرب.

وقبله أبو الحسن كتابه فى اختلاف المصلين من أجمع الكتب وقد استقصى فيه أقاويل أهل البدع . ولما ذكر قول أهل السنة والحديث ذكره مجملا غير مفصل .وتصرف فى بعضه فذكره بما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

آٹھویں جن اہلِ تشیع نے تحریفِ قرآن کے قائلین کی زبان سے علی العین، تکفیر نہیں کی، تاہم انہوں نے خود اس طرح کی کفریہ فکر کو اختیار نہیں کیا، اور اس فکر کو اپنے عقیدہ میں کفریہ سمجھا، یہ طرزِ عمل تو بہت سے اہلُ السنۃ نے بھی اختیار کیا ہے، جیسا کہ پیچھے تکفیر کے متعلق علامہ ابنِ تیمیہ کے کلام سے معلوم ہو چکا، اب غور کرنا چاہیے کہ کیا کسی کی تکفیر کے لیے زبان سے اظہار کرنا، ضروری ہے، یا کسی فعل کی تکفیر کر دینا، اور یا پھر عقیدے سے اس کی تکفیر بھی کافی ہے؟

نویں بعض روافض، یہاں تک کہ ''امامیہ'' نے قرآن مجید میں تحریف کا عقیدہ رکھنے والوں کی تکفیر بھی کی ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ''نهج البلاغة'' کی تصنیف منسوب کیے جانے والے رافضی امامی ''علی بن حسین بن موسیٰ علوی'' المعروف ''شریف مرتضیٰ'' (المتوفیٰ: 436ھ) اور ان کے ساتھی ''ابوالقاسم رازی'' اور ''ابو یعلیٰ طوسی'' کے متعلق نقل کیا ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اعتقده هو أنه قولهم من غير أن يكون ذلك منقولا عن أحد منهم.

وأقرب الأقوال إليه قول ابن كلاب .فأما ابن كلاب فقوله مشوب بقول الجهمية وهو مركب من قول أهل السنة وقول الجهمية وكذلك مذهب الأشعرى فى الصفات .وأما فى القدر والإيمان فقوله قول جهم .وأما ما حكاه عن أهل السنة والحديث وقال "وبكل ما ذكرنا من قولهم نقول وإليه نذهب "فهو أقرب ما ذكره .وبعضه ذكره عنهم على وجهه وبعضه تصرف فيه وخلطه بما هو من أقوال جهم فى الصفات والقدر إذ كان هو نفسه يعتقد صحة تلك الأصول .وهو يحب الانتصار لأهل السنة والحديث وموافقتهم فأراد أن يجمع بين ما رآه من رأى أولئك وبين ما نقله عن هؤلاء .ولهذا يقول فيه طائفة إنه خرج من التصريح إلى التمويه .كما يقوله طائفة: إنهم الجهمية الإناث وأولئك الجهمية الذكور .وأتباعه الذين عرفوا رأيه فى تلك الأصول ووافقوه أظهروا من مخالفة أهل السنة والحديث ما هو لازم لقولهم ولم يهابوا أهل السنة والحديث ويعظموا ويعتقدوا صحة مذاهبهم كما كان هو يرى ذلك .والطائفتان أهل السنة والجهمية يقولون إنه تناقض لكن السنى يحمد موافقته لأهل الحديث ويذم موافقته للجهمية والجهمى يذم موافقته لأهل الحديث ويحمد موافقته للجهمية .ولهذا كان متأخرو أصحابه كأبى المعالى ونحوه أظهر تجهما وتعطيلا من متقدميهم .وهى مواضع دقيقة يغفر الله لمن أخطأ فيها بعد اجتهاده .لكن الصواب ما أخبر به الرسول فلا يكون الحق فى خلاف ذلك قط والله أعلم(مجموع الفتاویٰ لابنِ تیمیة، ج١٦،ص٣٠٧ الیٰ ٣٠٩، کتاب التفسیر، سورۃ العلق، اقرب المذاهب الی قول ابی الحسن الاشعری)

’’یہ حضرات قرآن مجید میں تبدیلی، یا زیادتی، یا کمی کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر قرار دیا کرتے تھے، ساتھ ہی ابنِ ابی طی کے حوالے سے شریف مرتضٰی کے متعلق تلاوتِ قرآن اور قیامُ اللیل اور افادۂ علم کی مواظبت کی صفات کو نقل کیا ہے، اور ابنِ برہان نحوی سے ان کے متعلق یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک دن شریف مرتضٰی کو دیوار کی طرف منہ کر کے اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما، ولی اور عادل ہیں، اور رحمت کے طلب گار اور رحمت کے مستحق ہیں، کیا پس میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ مرتد ہو گئے تھے‘‘۔ انتہٰی۔ [1]

---

[1] علـى بـن الـحسيـن بـن موسى بن محمد بن موسى بن أحمد بن موسى بن جعفر بن محمد بن على بن الحسين بن على أبو القاسم العلوى الحسينى الشريف المرتضى.
المتكلم الرافضى المعتزلى، صاحب التصانيف.
حدث عن سهل الديباجى والمرزبانى، وغيرهما وولى نقابة العلوية.
ومات سنة 436عن إحدى وثمانين سنة.
وهـو الـمتهـم بوضع كتاب نهج البلاغة وله مشاركة قوية فى العلوم ومن طالع نهج البلاغة جزم بأنه مكذوب على أمير المؤمنين على رضى الله عنه.
ففيه السب الصراح والحط على السيدين أبى بكر وعمر رضى الله عنهما.
وفيـه مـن التنـاقض والأشياء الركيكة والعبارات التى من له معرفة بنفس القرشيين الصحابة وبنفس غيرهم ممن بعدهم من المتأخرين جزم بأن الكتاب أكثره باطل .انتهى.
وقال ابن حزم :كـان من كبار المعتزلة الدعاة ,وكـان إماميا لكنه يكفر من زعم أن القرآن بدل، أو زيد فيه، أو نقص منه .قال :وكذا كان صاحباه أبو القاسم الرازى وأبو يعلى الطوسى.
وكان مولده فى رجب سنة 55.
قـال ابن أبى طى :هـو أول مـن جعـل داره دار الـعـلـم وقررها للمناظرة ويقال :إنـه أفتـى ولم يبلغ العشـريـن وكان قد حصل على رياسة الدنيا والعلم مع العمل الكثير فى السر والمواظبة على تلاوة القرآن وقيام الليل وإفادة العلم.
وكان لا يؤثر على العلم شيئا مع البلاغة وفصاحة اللهجة وكان أخذ العلوم عن الشيخ المفيد.
وزعم المفيد :أنـه رأى فـاطـمة الزهراء ليلة ناولته صبيين فقالت له :خـذ ابـنـى هذين فعلمهما فلما استيـقـظ وافاه الشريف أبو أحمد ومعه ولداه الرضى والمرتضى فقال له :خذهما إليک وعلمهما فبكى وذكر القصة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ظاہر ہے کہ سابق اور موجودہ زمانے میں اس طرح کا مذکورہ عقیدہ رکھنے والے اہلِ تشیع موجود ہوں گے، جن کو موصوف کے پاس اپنے عقیدہ، یا ناموں کا اندراج کرانا ضروری نہیں، اور موصوف کو علمِ غیب بھی نہیں کہ وہ اس کی روشنی میں خود سے ہی سب پر یکساں حکم لگا دیں۔

جبکہ متعدد محققین واہلِ علم حضرات تصریح فرما چکے کہ ان کی نظر میں جمہور امامیہ واثناعشریہ، تحریفِ قرآن کے قائل نہیں، انہوں نے اپنے زمانے میں جمہور امامیہ واثناعشریہ کا یہی نظریہ ملاحظہ کیا ہوگا، اور ان کی ایسی کتب کا بھی مطالعہ کیا ہوگا، جو بعد والے ان حضرات کی نظر سے نہیں گزر سکی ہوں گی، جن میں اس عقیدے کی نفی کا ذکر ہے، یا پھر ان کتب میں اس عقیدہ کا ذکر ہی نہیں، ایسی صورت میں بھی اس عقیدہ کے ذکر کیے بغیر ان کی طرف عقیدۂ تحریفِ قرآن کی نسبت کرنا درست نہ ہوگا۔

دسویں اگر مان لیا جائے کہ کسی کو شیعہ، یا اِن کے کسی خاص فرقہ کے تحریفِ قرآن کا عقیدہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وذكر أبو جعفر الطوسى له من التصانيف " :الشافى فى الإمامة "خمس مجلدات و "الملخص والمدخر "فى الأصول و"تنزيه الأنبياء "و"الدرر "و"الغرر "و"مسائل الخلاف "و"الانتصار لما انفردت به الإمامية "وكتاب "المسائل "كبير جدا وكتاب "الرد على ابن جنى فى شرح ديوان المتنبى "وسرد أشياء كثيرة.

ويقال :إن الشيخ أبا إسحاق الشيرازى كان يصفه بالفضل حتى نقل عنه أنه قال :كان الشريف المرتضى ثابت الجأش ينطق بلسان المعرفة ويورد الكلمة المسددة فتمرق مروق السهم من الرمية ما أصاب أصمى وما أخطأ أشوى.

إذا شرع الناس الكلام رأيته ...له جانب منه وللناس جانب .

وذكر بعض الإمامية :أن المرتضى أول من بسط كلام الإمامية فى الفقه وناظر الخصوم واستخرج الغوامض وقيد المسائل وهو القائل فى ذلك:

كان لولاى غائصا مكرع الفقه ...سحيق المدى بحر الكلام

ومعان شحطن لطفا عن الإفهام ...قربتها من الأفهام

ودقيق ألحقته بجليل ...وحلال خلصته من حرام

وحكى ابن برهان النحوى ,أنه دخل عليه وهو مضطجع ووجهه إلى الحائط وهو يخاطب نفسه ويقول :أبو بكر وعمر وليا فعدلا واسترحما فرحما أفأنا أقول :ارتدا؟.(لسان الميزانِ ،لابن حجر العسقلانى، ج۵،ص ۵۲۹ الیٰ ۵۳۱، رقم الترجمة: ۵۳۷۵)

معلوم ہے، اور وہ اس عقیدہ کی تکفیر نہیں کرتا، اس کا معاملہ تو جدا ہے، لیکن جاہل عوام، جنہیں ان باتوں کا علم ہی نہیں، جن میں بہت سے جبہ وقبہ کے حامل رؤساء وامراء بھی داخل ہیں، کیا ان کو بھی تحریفِ قرآن کے عقیدہ کا حامل قرار دینا درست ہوگا۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ، جن کا موصوف نے آگے اسی مسئلے کے ضمن میں سب سے پہلے ذکر کیا ہے، وہ جہالت کے باب میں عوام تو کیا علماء کے متعلق بھی، اور ازمنہ وامکنہ کے اعتبار سے بھی فرق کے قائل ہیں، بلکہ انہوں نے خاص، شیعہ وامامیہ فرقہ کے عوام کو جو حقیقتِ امر سے واقف نہ ہوں، صاف طور پر مسلمان کہا ہے، اور امامیہ فرقہ میں بہت سے لوگوں کے ظاہر وباطن کے اعتبار سے مسلمان ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ [1]

---

[1] فإذا كان هذا فى التأثيم فكيف فى التكفير وكثير من الناس قد ينشأ فى الأمكنة والأزمنة الذى يندرس فيها كثير من علوم النبوات حتى لا يبقى من يبلغ ما بعث الله به رسوله من الكتاب والحكمة فلا يعلم كثيرا مما يبعث الله به رسوله ولا يكون هناك من يبلغه ذلك ومثل هذا لا يكفر؛ ولهذا اتفق الأئمة على أن من نشأ ببادية بعيدة عن أهل العلم والإيمان وكان حديث العهد بالإسلام فأنكر شيئا من هذه الأحكام الظاهرة المتواترة فإنه لا يحكم بكفره حتى يعرف ما جاء به الرسول (مجموع الفتاویٰ، ج ١١ ص ٤٠٧، كتاب التصوف، لا يكفر الانسان بجهله بالاحكام كأن يكون ببادية بعيدة عن اهل العلم او كان حديث عهد بالإسلام ، او لم يبلغه من العلم ما تقوم به حجة)

فأهل البدع فيهم المنافق الزنديق فهذا كافر ويكثر مثل هذا فى الرافضة والجهمية فإن رؤساء هم كانوا منافقين زنادقة .وأول من ابتدع الرفض كان منافقا .وكذلك التجهم فإن أصله زندقة ونفاق. ولهذا كان الزنادقة المنافقون من القرامطة الباطنية المتفلسفة وأمثالهم يميلون إلى الرافضة والجهمية لقربهم منهم .ومن أهل البدع من يكون فيه إيمان باطنا وظاهرا لكن فيه جهل وظلم حتى أخطأ ما أخطأ من السنة؛ فهذا ليس بكافر ولا منافق ثم قد يكون منه عدوان وظلم يكون به فاسقا أو عاصيا؛ وقد يكون مخطئا متأولا مغفورا له خطؤه؛ وقد يكون مع ذلك معه من الإيمان والتقوى ما يكون معه من ولاية الله بقدر إيمانه وتقواه فهذا أحد الأصلين .

والأصل الثانى :أن المقالة تكون كفرا :كجحد وجوب الصلاة والزكاة والصيام والحج وتحليل الزنا والخمر والميسر ونكاح ذوات المحارم ثم القائل بها قد يكون بحيث لم يبلغه الخطاب وكذا لا يكفر به جاحده كمن هو حديث عهد بالإسلام أو نشأ ببادية بعيدة لم تبلغه شرائع الإسلام فهذا لا يحكم بكفره بجحد شيء مما أنزل على الرسول إذا لم يعلم أنه أنزل على الرسول.ومقالات الجهمية هى من هذا النوع فإنها جحد لما هو الرب تعالى عليه ولما أنزل الله على رسوله .

وتغلظ مقالاتهم من ثلاثة أوجه :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور آج کل ہر سلسلے کے لوگوں اور عامۃ الناس، یہاں تک کہ بعض نام نہاد علماء میں جہالت کا جو عالم ہے، وہ سب کو معلوم ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أحدها :أن النصوص المخالفة لقولهم فى الكتاب والسنة والإجماع كثيرة جدا مشهورة وإنما يردونها بالتحريف .

الثانى :أن حقيقة قولهم تعطيل الصانع وإن كان منهم من لا يعلم أن قولهم مستلزم تعطيل الصانع، فكما أن أصل الإيمان الإقرار بالله فأصل الكفر الإنكار لله.

الثالث :أنهم يخالفون ما اتفقت عليه الملل كلها وأهل الفطر السليمة كلها؛ لكن مع هذا قد يخفى كثير من مقالاتهم على كثير من أهل الإيمان حتى يظن أن الحق معهم لما يوردونه من الشبهات. ويكون أولئك المؤمنون مؤمنين بالله ورسوله باطنا وظاهرا؛ وإنما التبس عليهم واشتبه هذا كما التبس على غيرهم من أصناف المبتدعة فهؤلاء ليسوا كفارا قطعا بل قد يكون منهم الفاسق والعاصى؛ وقد يكون منهم المخطء المغفور له؛ وقد يكون معه من الإيمان والتقوى ما يكون معه به من ولاية الله بقدر إيمانه وتقواه(مجموع الفتاوىٰ، ج۳ص۳۵۳ الىٰ ۳۵۵ ،كتاب مجمل اعتقاد السلف ،فصل فى ان العبادة متعلقة بطاعة الله ورسوله)

وقوله: " أنا أعلم بطرق السماء من طرق الأرض ."

كلام باطل لا يقوله عاقل، ولم يصعد أحد ببدنه إلى السماء من الصحابة والتابعين، وقد تكلم الناس فى معراج النبى – صلى الله عليه وسلم – هل هو ببدنه أو بروحه؟ وإن كان الأكثرون على أنه ببدنه، فلم ينازع السلف فى غير النبى – صلى الله عليه وسلم – أنه لم يعرج ببدنه.

ومن اعتقد هذا من الغلاة فى أحد من المشايخ وأهل البيت فهو من الضلال، من جنس من اعتقد من الغلاة فى أحد من هؤلاء النبوة، أو ما هو أفضل من النبوة، أو الإلهية.

وهذه المقالات كلها كفر بين، لا يستريب فى ذلك أحد من علماء الإسلام .وهذا كاعتقاد الإسماعيلية، أولاد ميمون القداح، الذين كان جدهم يهوديا ربيبا لمجوسى، وزعموا أنهم أولاد محمد بن إسماعيل بن جعفر، واعتقد كثير من أتباعهم فيهم الإلهية أو النبوة، وأن محمد بن إسماعيل بن جعفر نسخ شريعة محمد – صلى الله عليه وسلم –.

وكذلك طائفة من الغلاة يعتقدون الإلهية أو النبوة فى على، وفى بعض أهل بيته: إما الاثنا عشر، وإما غيرهم.

وكذلك طائفة من العامة والنساك يعتقدون فى بعض الشيوخ نوعا من الإلهية أو النبوة، أو أنهم أفضل من الأنبياء، [ويجعلون خاتم الأولياء أفضل من خاتم الأنبياء]، وكذلك طائفة من هؤلاء يجعلون الأولياء أفضل من الأنبياء.

ويعتقد ابن عربى ونحوه أن خاتم الأنبياء يستفيد من خاتم الأولياء، وأنه هو خاتم الأولياء.

ويعتقد طائفة أخرى أن الفيلسوف الكامل أعلم من النبى بالحقائق العلمية والمعارف الإلهية.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بانیِ دارُالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب رحمہ اللہ کی ''سوانحِ قاسمی'' میں ہے:

''شیعہ جو بہرحال ہندوستان کی اسلامی آبادی ہی کے اجزاء تھے، اور ہیں، ان کے متعلق اور تو اور، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف، جو فتویٰ منسوب کیا گیا ہے، اس کا حاصل یہی معلوم ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر شیعوں میں جو اصرار کرتے ہیں کہ قرآن، اصلی قرآن نہیں ہے، بلکہ ''العیاذ باللّٰہ'' یہ بیاضِ عثمانی ہے، اور یوں دین کی پہلی بنیادی ''الکتاب'' ہی کو مشکوک ٹھہرا رہے ہیں، اور صحابہ کی اکثریت جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ''السنۃ'' مسلمانوں تک پہنچی ہے، ان ہی کو نا قابلِ اعتماد ٹھہرا کر دین کی دوسری بنیاد ''السنۃ'' کو مسترد کر دینے کے مجرم ہیں، زیادہ تر اس قسم کے خیالات اور عقائد، بجائے عوام کے، چونکہ شیعوں کے خواص، یعنی علماء ہی میں پائے جاتے ہیں، اس لیے اِن کی حد تک تو شاہ عبدالعزیز اور ان کے بعد کے علماء کے فتوے کو برقرار رکھتے ہوئے، حضرت (مولانا رشید احمد) گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ ان کے (یعنی شیعوں کے):

''جہلا فاسق ہیں'' (تذکرۃ الرشید، ج۲ص۲۸۶)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فهـذه الأقوال ونحوها هي من الكفر المخالف لدين الإسلام باتفاق أهل الإسلام، ومن قال منها شيئا فـإنه يستتاب منه، كما يستتاب نظراؤه ممن يتكلم بالكفر، كاستتابة المرتد إن كان مظهرا لذلک، وإلا كان داخلا فی مقالات أهل الزندقة والنفاق.

وإن قدر أن بعض الناس خفی علیه مخالفة ذلک لدين الإسلام: إما لكونه حديث عهد بالإسلام، أو لـنشـأتـه بيـن قـوم جهال يعتقدون مثل ذلک – فهذا بمنزلة من يجهل وجوب الصلاة أو بعضها، أو يـرى الـواجبات تجب على العامة دون الخاصة، وأن المحرمات – كالزنا والخمر – مباح للخاصة دون العامة.

وهذه الأقوال قد وقع فی كثير منها كثير من المنتسبين إلى التشيع، والمنتسبين إلى كلام أو تصوف أو تـفـلسف، وهی مقالات باطلة معلومة البطلان عند أهل العلم والإيمان، لا يخفى بطلانها على من هـو مـن أهـل الإسـلام والـعـلـم(مـنـهـاج الـسـنة الـنـبـوية فـی نقض كلام الشيعة القدرية لابنِ تيمية، ج۸ص۵۸ الٰی ۶۰، الـفـصـل الـثـالـث، المنهج الرابع،فصل نقل الرافضی قول علی سلونی قبل أن تفقدونی والرد عليه)

اور یہ بڑے پتے کی بات ہے کہ جاہل مسلمان، خواہ سنی ہو، یا شیعہ، مسلمان ہونے کی وجہ سے قرآن کو بہر حال، اللہ کی کتاب ہی مانتا ہے، اس غریب کو ان واہی تباہی قصوں سے کیا سروکار، جو شیعہ علماء کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں (سوانحِ قاسمی، ج۲ص۶۲، ۶۳، بعنوان ''اہلِ تشیع کے بارے میں اصلاحی اقدامات'' شائع شدہ: دارالعلوم دیوبند ''نیشنل پرنٹنگ پریس، دیوبند'')

ہم اپنے سابق فتوے میں حضرت گنگوہی کا حضرت مدنی کے حوالے سے ''انوارُ القلوب'' لکھنے کے بعد شیعوں کی عدمِ تکفیر کا قول نقل کر چکے ہیں۔

تاہم مذکورہ بالا فتوے کے پیشِ نظر بھی زیادہ سے زیادہ وہ علماء ہی تحریفِ قرآن کے عقیدہ کے حامل قرار پائیں گے، جو اس سے واقف اور اس کے معترف ہیں، نابلد عوام اور نام نہاد علماء، جو حقیقت سے واقف نہیں، وہ پھر بھی اس عقیدہ سے بری سمجھے جائیں گے۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں:

شیعہ مسلمان ہے، یا کافر؟

یہ مسئلہ قابلِ غور اور مختلف فیہ ہے۔

خود شیعہ بھی سنیوں کو کافر کہتے ہیں، اور مسلمان نہیں مانتے، چنانچہ ان کے مجتہد نے کلکتہ میں محسنیہ فنڈ کے متعلق ہائی کورٹ میں بحث کرتے ہوئے، اس کا اعلان کیا تھا، جس کی صورت میرے پاس ہے۔

مولانا عبدالشکور صاحب اور بہت سے علماء، ان کے کافر ہونے کے قائل ہیں۔

بعض متوقف ہیں۔

بعضوں کا قول فیصل ہے کہ ان کے علماء کافر ہیں، اور جہلاء فاسق ہیں۔

یقیناً قرآن میں تحریف کے ماننے والے، اللہ تعالیٰ کے علم بالجزئیات کا انکار کرنے والے، بدء کے قائل ہونے والے، کافر ہیں، علیٰ ہٰذا القیاس حضرت

صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت رکھنے والے وغیرہ وغیرہ۔

پھر آپ ہی فرمائیے کہ ایسی صورت میں ان کی شہادت سے نکاح، کسی قول پر کیسے منعقد ہو سکتا ہے، ہاں یہ عقائدِ مکفرہ، عوام میں غالبًا نہ ہوں گے۔

مگر ان کے علماء میں ضرور پائے جاتے ہیں (مکتوباتِ شیخ الاسلام، ج۱ص۳۰۳، ۳۰۴، مکتوب نمبر۹۴ ''جواباتِ مسئلہ شرعیہ'' مرتبہ: نجم الدین اصلاحی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، انڈیا، تاریخ طبع: ۱۹۹۵ھ)

حضرت مدنی رحمہ اللہ نے مذکورہ مکتوب میں علماء و جہلاء کے درمیان تفریق و تقسیم کے قول کو ''قولِ فیصل'' قرار دیا ہے، اور مولانا عبدالشکور کے قول کو نقل کرنے کے باوجود اس کو ترجیح نہیں دی۔

بہر حال حضرت مدنی کی طرف سے بھی شیعہ کے کافر ہونے کو قابلِ غور اور مختلف فیہ تسلیم کر لیا گیا، لیکن موصوف شیعہ کے کفر کو نہ تو مختلف فیہ سمجھنے کے لیے تیار ہیں، اور نہ قابلِ غور ماننے کے لیے آمادہ ہیں۔

بعض فقہائے کرام نے قرآن مجید کے ایسے اجزاء کے انکار پر، جن میں صدرِ اول کے اندر اختلاف واقع ہوا ہے، عدمِ تکفیر کو ترجیح دی ہے، اور ایک فقہی روایت عامی کے بجائے عالم شخص کے کافر نہ ہونے کی بھی ہے، کیونکہ اس کے قول کا صدرِ اول کے اختلاف، اور اس قسم کی روایات پر ہونے کی وجہ سے شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ [1]

---

[1] إذا أنكر الرجل كون المعوذتين من القرآن لا يكفر وقال بعض المتأخرين: يكفر لانعقاد الإجماع بعد الصدر الأول على أنهما من القرآن والصحيح هو الأول؛ لأن الإجماع المتأخر لا يرفع الاختلاف المتقدم كذا في الظهيرية(الفتاوىٰ الهندية، ج٢ص٢٦٧، كتاب السير، الباب التاسع في احكام المرتدين، مطلب في موجبات الكفر أنواع منها ما يتعلق بالإيمان والإسلام)

ومن زعم أن المعوذتين ليستا من القرآن ذكر في النوازل أنه لا يكون كافرا(فتاوىٰ قاضيخان، ج٣ص٥١٥، كتاب السير، باب ما يكون كفرا من المسلم وما لا يكون، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، سنة الطباعة 2009م)

زعم أن المعوذتين ليستا من القرآن لا يكفر إذ روى عن ابن مسعود وأبى بن كعب أنهما ليستا منه قال "صط "وله تأويل "و ض "على أنه يكفر وذكر في آخر تفسير أبي الليث رحمه الله حديث أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور بعض فقہاء نے تصریح کی ہے کہ تکفیر کے معاملے میں جہالت کو عذر قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ ایسے شخص کی طرف سے بعض اوقات کفر کا ارادہ نہیں ہوتا، نیز اختلاف اور ضعیف روایت کی صورت میں بھی عدمِ تکفیر پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من زعم أنهما ليستا من القرآن فأولئک عليهم لعنة الله والملائكة والناس أجمعين ومثل هذا الوعيد إنما ورد فى حق الكفار دون المؤمنين ولأن الأمة أجمعت بعد الصدر الأول على أنهما من القرآن والإجماع المتأخر يرفع الخلاف المتقدم والأول أقرب إلى الصواب إذ الإجماع المتأخر لا يرفع الخلاف المتقدم عند "حس "رحمهما الله على ما ذكره عامة المشايخ وعند علمائنا الثلاثة على ما ذكره "شخ "فبقى لهذا الكلام تأويل صحيح فلا يكفر به بخلاف ما لو أنكر آية أخرى من القرآن إذ لا تأويل له فيها(جامع الفصولين، ج٢ص١٦٨، الفصل الثامن والثلاثون فى مسائل الكلمات الكفرية)

ويكفر إذا أنكر آية من القرآن أو سخر بآية منه إلا المعوذتين ففى إنكارهما اختلاف .والصحيح كفره وقيل لا وقيل إن كان عاميا يكفر وإن كان عالما لا (البحرالرائق، ج٥ص١٣١، كتاب السير، باب احكام المرتدين)

(الثالث فى القرآن والأذكار والصلاة ونحوها) إذا أنكر آية من القرآن واستخف بالقرآن أو بالمسجد أو بنحوه مما يعظم فى الشرع أو عاب شيئا من القرآن أو خطء أو سخر بآية منه كفر إلا المعوذتين ففى إنكارهما اختلاف والصحيح كفره وقيل إن كان عاميا يكفر وإن كان عالما لا.

لكن ذهب بعض الفقهاء إلى عدم إيجاب الكفر(مجمع الانهر فى شرح ملتقى الابحر، ج١ص٦٩٣، كتاب السير، باب المرتد، ألفاظ الكفر أنواع)

[1] قال الحموى: إن من تلفظ بلفظ الكفر عن اعتقاد لا شک أنه يكفر، وإن لم يعتقد أنها لفظ الكفر إلا أنه أتى به عن اختيار فيكفر عند عامة العلماء، ولا يعذر بالجهل .وقال بعضهم: لا يكفر، والجهل عذر، وبه يفتى؛ لأن المفتى مأمور أن يميل إلى القول الذى لا يوجب التكفير، ولو لم يكن الجهل عذرا لحكم على الجهال أنهم كفار؛ لأنهم لا يعرفون ألفاظ الكفر، ولو عرفوا لم يتكلموا، قال بعض الفضلاء: وهو حسن لطيف.

وروى أن امرأة فى زمن محمد بن الحسن قيل لها: إن الله يعذب اليهود والنصارى يوم القيامة، قالت: لا يفعل الله بهم ذلک فإنهم عباده، فسئل محمد بن الحسن عن ذلک فقال: ما كفرت فإنها جاهلة، فعلموها حتى علمت .

وقال فى مغنى المحتاج: يكفر من نسب الأمة إلى الضلال، أو الصحابة إلى الكفر، أو أنكر إعجاز القرآن أو غير شيئا منه، أو أنكر الدلالة على الله فى خلق السماوات والأرض بأن قال: ليس فى خلقهما دلالة عليه تعالى، أو أنكر بعث الله الموتى من قبورهم بأن يجمع أجزائهم الأصلية ويعيد الأرواح إليها، أو أنكر الجنة أو النار، أو الحساب أو الثواب أو العقاب أو أقر بها لكن قال: المراد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی متعدد مقامات پر ملحدین مشائخ کے اُن جاہل لوگوں کو جو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بها غير معانيها، أو قال: إني دخلت الجنة وأكلت من ثمارها وعانقت حورها، أو قال: الأئمة أفضل من الأنبياء، هذا إن علم ما قاله، لا إن جهل ذلك لقرب إسلامه، أو بعده عن المسلمين، فلا يكفر لعذره .وتفصيله في مصطلح: (ردة) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٦ ص٢٠٦، ٢٠٧، مادة "جهل" احكام الجهل)

قوله: وفي الخلاصة إذا تكلم بكلمة الكفر جاهلا إلخ.

قال البزازي في شرح اللامية: واعلم أن من تلفظ بلفظ الكفر عن اعتقاد لا شك أنه يكفر، وإن لم يعتقد أنها لفظ الكفر إلا أنه أتى به عن اختيار يكفر عند عامة العلماء، ولا يعذر بالجهل.

وقال بعضهم: لا يكفر، والجهل عذر وبه يفتي؛ لأن المفتي مأمور أن يميل إلى القول الذي لا يوجب التكفير، ولو لم يكن الجهل عذرا الحكم على الجهال أنهم كفار؛ لأنهم لا يعرفون ألفاظ الكفر، ولو عرفوا لم يتكلموا (انتهى) .

قال بعض الفضلاء: وهو حسن لطيف (انتهى)(غمزعيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر، ج٣ص٣٠٤،الفن الثالث من الأشباه والنظائر وهو فن الجمع والفرق،حقيقة الجهل واقسامه)

وإن كان في اعتقاده أنه يكفر به يكفر فيهما؛ لأنه رضي بالكفر حيث أقدم على الفعل الذي علق عليه كفره، وهو يعتقد أنه يكفر إذا فعله(فتح القدير ، ج٥ص٧٨، كتاب الأيمان، باب ما يكون يمينا وما لا يكون يمينا)

والحاصل أن من تكلم بكلمة الكفر هازلا أو لاعبا كفر عند الكل ولا اعتبار باعتقاده ومن تكلم بها خطأ أو مكرها لا يكفر عند الكل ومن تكلم بها عالما عامدا كفر عند الكل ومن تكلم بها اختيارا جاهلا بأنها كفر ففيه اختلاف والذي تحرر أنه لا يفتى بتكفير مسلم مهما أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان في كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة فعلى هذا فأكثر ألفاظ الكفر المذكورة لا يفتى بالتكفير فيها ولقد ألزمت نفسي أن لا أفتي منها انتهى لكن في الدرر وإن لم يعتقد أو لم يعلم أنها لفظة الكفر ولكن أتى بها عن اختيار فقد كفر عند عامة العلماء ولا يعذر بالجهل وإن لم يقصد في ذلك بأن أراد أن يتلفظ بلفظ آخر فجرى على لسانه لفظ الكفر فلا يكفر لكن القاضي لا يصدقه(مجمع الانهر في شرح ملتقى الابحر، ج ١ ص٦٨٨، كتاب السير، باب المرتد)

وإن كان جاهلا في ذلك لا يدري ما يقول أو لم يكن له قصد في ذلك لا يكفر(مجمع الانهر في شرح ملتقى الابحر، ج ١ ص ٦٩١، كتاب السير، باب المرتد)

مطلب ما يشك في أنه ردة لا يحكم بها (قوله قال في البحر إلخ) سبب ذلك ما ذكره قبله بقوله وفي جامع الفصولين، روى الطحاوي عن أصحابنا لا يخرج الرجل من الإيمان إلا جحود ما أدخله فيه ثم ما تيقن أنه ردة يحكم بها وما يشك أنه ردة لا يحكم بها إذ الإسلام الثابت لا يزول بالشك مع أن الإسلام يعلو وينبغي للعالم إذا رفع إليه هذا أن لا يبادر بتكفير أهل الإسلام مع أنه يقضي بصحة إسلام المكره .أقول: قدمت هذا ليصير ميزانا فيما نقلته في هذا الفصل من المسائل، فإنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حقیقتِ حال سے واقف نہیں، مسلمان اور مومن قرار دیا ہے۔ [1]

مزید تفصیل علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی روافض کے متعلق تصنیف کردہ کتاب ”منہاج السنۃ“ کے حوالے سے آتی ہے، جس میں انہوں نے ”امامیہ اثنا عشری“ میں ایسے عوام ہونے کا حکم لگایا ہے، جو باطنی امر سے واقف نہ ہونے اور جہالت کی بناء پر، ظاہر اور باطن کے اعتبار سے مسلمان ہیں۔

مذکورہ اور اس جیسے حوالہ جات کے بعد یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ عقائدِ مکفرہ سے واقف عوام کی تعداد زیادہ ہے، یا کم؟

تاکہ اس کے مطابق تقسیم وتفریق کی جاسکے، جس کے بعد پھر وہی نتیجہ نکلے گا کہ بعض شیعہ، یا ”امامیہ“ کو اس عقیدہ کا حامل قرار دیا جائے، اور بعض کو غیر حامل قرار دیا جائے، جس پر موصوف سیخ پا ہیں، اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جن بزرگوں کے وہ نام سنا کر دوسرے پر اثر انداز ہونا چاہتے ہیں، وہ خود ہی ان بزرگوں کے دستِ شفقت سے محروم ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قد ذكر في بعضها إنه كفر مع أنه لا يكفر على قياس هذه المقدمة فليتأمل اهـ ما في جامع الفصولين وفي الفتاوى الصغرى: الكفر شيء عظيم فلا أجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية أنه لا يكفر اهـ وفي الخلاصة وغيرها: إذا كان في المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم زاد في البزازية إلا إذا صرح بإرادة موجب الكفر فلا ينفعه التأويل ح وفي التتارخانية: لا يكفر بالمحتمل، لأن الكفر نهاية في العقوبة فيستدعي نهاية في الجناية ومع الاحتمال لا نهاية اهـ والذي تحرر أنه لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان في كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة فعلى هذا فأكثر ألفاظ التكفير المذكورة لا يفتى بالتكفير فيها ولقد ألزمت نفسي أن لا أفتي بشيء منها اهـ كلام البحر باختصار (ردالمحتار، ج۴ص ۲۲۳، ۲۲۴، كتاب الجهاد، باب المرتد)

[1] فكل من كان أخبر بباطن هذا المذهب ووافقهم عليه كان أظهر كفرا وإلحادا .وأما الجهال الذين يحسنون الظن بقول هؤلاء ولا يفهمونه ويعتقدون أنه من جنس كلام المشايخ العارفين الذين يتكلمون بكلام صحيح لا يفهمه كثير من الناس فهؤلاء تجد فيهم إسلاما وإيمانا ومتابعة للكتاب والسنة بحسب إيمانهم التقليدي وتجد فيهم إقرارا لهؤلاء وإحسانا للظن بهم وتسليما لهم بحسب جهلهم وضلالهم(مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج۲،ص۳۶۷،كتاب توحيد الربوبية ،القول بالحلول والاتحاد في معين)

دارُ العلوم دیوبند کے مفتی، مولانا مفتی نظام الدین اعظمی صاحب رحمہ اللہ کے ''نظامُ الفتاویٰ'' میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقے پر ہے:

سوال:...... زید بدعتی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے کلام مجید چالیس پارے نازل ہوئے تھے، جس میں تیس پارے تو دنیا میں موجود ہیں اور باقی دس پاروں کو کوئی عالم نہیں جانتا، بلکہ یہ پارے فقراء کے پاس ہیں، اور ان کو وہی جانتے ہیں، مفصل تحریر فرمایئے، اس پر یہاں جھگڑا ہو رہا ہے؟

جواب:...... یہ عقیدہ باطل اور کفریہ ہے، یہ عقیدہ بعض روافض کا ہے، قرآن پاک جتنا اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، سب بعینہٖ موجود ہے (نظام الفتاویٰ، ترتیب جدید، جلد ۱، ص ۲۲۹، کتاب الایمان والعقائد، بعنوان ''چالیس پارے ہونے کا عقیدہ شیعوں کا عقیدہ ہے'' مُرَتّب: مولانا محمد عیاض صاحب، ناشر: تاج کمپیوٹرس اینڈ پبلشنگ ہاؤس، دیوبند، سنِ طباعت: مارچ ۲۰۰۱ء)

دارالعلوم دیوبند سے جاری شدہ مذکورہ فتوے میں قرآن مجید کے چالیس پارے نازل ہونے کو بعض روافض کا عقیدہ قرار دیا گیا ہے، اس عقیدے کو نہ تو تمام روافض کی طرف منسوب کیا گیا، اور نہ ہی علی الاطلاق روافض کے کسی خاص فرقے کی طرف منسوب کیا گیا۔

گیارہویں موصوف جن اہلِ تشیع، یا تمام اہلِ تشیع کی طرف تکفیر، یا تحریفِ قرآن کی نسبت کرنا چاہتے ہیں، وہ کوئی آج کے دور کی پیداوار تو نہیں، فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام کی طرف سے، ان کے ناموں کی تصریح اور مطلق تکفیر کا قول یقیناً پہلے سے چلا آ رہا ہوگا، کیونکہ سلف، اہلِ تشیع اور ان کے فرقوں، اور ان کے عقائد وکتب سے واقف تھے، انہوں نے کیوں ایسی کھلم کھلا کفریہ باتوں پر شیعوں کی علی الاطلاق تکفیر نہیں کی، اور بعض عدمِ تکفیر اور بعض مشروط ومعلق تکفیر کے قائل رہے۔

یہاں تک کہ فقہائے اربعہ نے بھی تکفیرِ صریح نہ کی، اور ان کا قول گواہی قبول ہونے نہ ہونے

کے درمیان دائر رہا۔

کیا صدیوں تک ان اسلاف کو دھوکہ وخداع میں مبتلا رہنے اور اس کے نتیجے میں نماز، نکاح، ذبیحے، اور جنازہ وغیرہ جیسے بہت سے معاملات کو فاسد طریقہ پر انجام دینے اور دلانے سے متہم کیا جاسکتا ہے، جبکہ وہ اہلِ تشیع کے ''تقیہ'' وغیرہ کے زائغانہ افکار سے بھی واقف تھے، اورانہوں نے ان کے اس طرح کے گمراہانہ افکار پر کلام بھی کیا ہے۔

بطورِ خاص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے شاگردانِ رشید تو شیعوں کے مرکز ''کوفہ'' ہی کے رہنے والے تھے، جہاں ان کے آس پاس اہلِ تشیع وروافض کی کمی نہ تھی۔

علامہ ذہبی نے ''تاریخُ الاسلام'' میں ''ابوجعفر کوفی معتزلی شیعی'' کی طرف تحریفِ قرآن کی نسبت کو نقل کیا ہے، ابوجعفر کوفی کی وفات 171 ہجری سے 180 ہجری کے درمیان قرار دی گئی ہے، یہ شخص ''کوفہ'' کا رہنے والا تھا، جس کی طرف تحریفِ قرآن کا قول منسوب ہے۔

یہ شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 150ھ) اور ابو یوسف رحمہ اللہ (المتوفی: 182ھ) کے زمانے میں حیات تھا۔ [1]

---

[1] شيطان الطاق، هو محمد بن على بن النعمان بن أبى طريفة البجلى، أبو جعفر الكوفى المتكلم المعتزلى الشيعى المبتدع، والرافضة تنتحله تسميه مؤمن الطاق.

كان صيرفيا بالكوفة بطاق المحامل، اختلف هو وصيرفى فى نقد درهم، فغلبه هذا وقال: أنا شيطان الطاق، فلزمته.

وقيل: إن هشام بن الحكم الرافضى المجسم قال: كنت مع مؤمن الطاق وقد دخل مسجد الكوفة، وقعد جماعة من المرجئة ومعهم سفيان وأبو حنيفة، وقد أسعر الناس رجل حرورى بحجاجه، فلما رأى أبو حنيفة مؤمن الطاق ضحك، وقال: هذا رأس الشيعة، فهل لك أن تقوم إليه؟ قال: نعم. فقاما، وقام معهما سفيان، فناظرهم مؤمن الطاق، فقال له أبو حنيفة وسفيان: يا أبا جعفر، أنت لا يقوم لك مناظر، وقالا: هذا شيطان الطاق.

وقيل: إن له شعرا كثيرا وتصانيف، قيل لبشار: ما أشعرك! قال: أشعر منى مؤمن الطاق فى قوله، وذكر له أبياتا حسنة .نقلت هذا من تاريخ ابن أبى طى الرافضى.

وقال الجاحظ: أخبرنى أبو إسحاق النظام وبشر بن خالد أنهما قالا لشيطان الطاق: ويحك، ما اتقيت الله أن تقول فى كتاب "الإمامة": "إن الله تعالى لم يقل قط فى القرآن: (ثانى اثنين إذ هما فى الغار)! فضحك طويلا حتى كأننا نحن الذين أذنبنا.

قلت: إن صحت هذه الحكاية عنه دلت على زندقته، قاتله الله(تاريخ الاسلام للذهبى، ج٤ص ٦٥٣، ٦٥٤، تحت رقم الترجمة ١٣٥)

www.idaraghufran.org

جبکہ ابو حسین محمد بن احمد مَلَطی عسقلانی (المتوفیٰ: 377ھ) نے ''التنبیه والرد على أهل الأهواء والبدع'' میں ''امامیہ'' کے بارہویں فرقہ کو ''ہشام بن حکم'' کے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے، اور فرمایا کہ ''ہشام بن حکم'' نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے والے صحابۂ کرام پر کفر اور ارتداد اور قرآن مجید میں تحریف کی تہمت عائد کی ہے۔ [1]

---

[1] الفرقة الثانية عشرة من الإمامية هم أصحاب هشام بن الحكم يعرفون بالهشامية وهم الرافضة الذين روى فيهم الخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنهم يرفضون الدين وهم مشتهرون بحب على رضى الله عنه فيما يزعمون وكذب أعداء الله وأعداء رسوله وأصحابه وإنما يحب عليا من يحب غيره وهم أيضا ملحدون لأن هشاما كان ملحدا دهريا ثم انتقل إلى الثنوية والمانية ثم غلبه الإسلام فدخل فى الإسلام كارها فكان قوله فى الإسلام بالتشبيه والرفض وسأذكر الرد على المشبهة إن شاء الله.

وأما قوله بالامامة فلم نعلم أن أحدا نسب إلى على رضى الله عنه وولده عيبا مثل هشام لعنه الله والله نحمده قد نزع عن على وولده عليهم السلام العيوب والأرجاس وطهرهم تطهيرا.

وما قصد هشام بقوله فى الإمامة قصد التشيع ولا محبة أهل البيت ولكن طلب بذلك هد أركان الإسلام والتوحيد والنبوة فأراد هدمه وانتحل فى التوحيد التشبيه فهدم ركن التوحيد وساوى بين الخالق والمخلوق ثم انتحل محبة أهل البيت ونشر عنهم وطعن على الكتاب والسنة وكفر الأمة التى هى حجة الله على خلقه بعد وفاة رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فكفرهم ونسب إليهم الردة والنفاق فعمل على هدم الإسلام العمل الذى لم يقدم عليه أحد من أعداء الإسلام فالله يحكم فيه يوم القيامة بسوء كيده.

فزعم هشام لعنه الله أن النبى عليه الصلاة والسلام نص على إمامة على إمامة على فى حياته بقوله من كنت مولاه فعلى مولاه وبقوله لعلى أنت منى بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبى بعدى وبقوله أنا مدينة العلم وعلى بابها وبقوله لعلى تقاتل على تأويل القرآن كما قاتلت على تنزيله وأنه وصى رسول الله صلى الله عليه وسلم وخليفته فى ذريته وهو خليفة الله فى أمته وأنه أفضل الأمة وأعلمهم وأنه لا يجوز عليه السهو ولا الغفلة ولا الجهل ولا العجز وأنه معصوم وأن الله عز وجل نصبه للخلق إماما لكى لا يهملهم وأن المنصوص على إمامته كالمنصوص على القبلة وسائر الفرائض وأن الأمة بأسرها من الطبقة الأولى بايعوا أبا بكر الصديق رضى الله عنه فكفروا وارتدوا وزاغوا عن الدين وأن القرآن نسخ وصعد به إلى السماء لردتهم وأن السنة لا تثبت بنقلهم إذ هم كفار وأن القرآن الذى فى أيدى الناس قد انتقل ووضع أيام عثمان وأحرق المصاحف التى كانت قبل وأن الأمة قد داهنت وغيرت وبدلت ونافقت لأحقاد كانت لعلى فيهم من قتله آبائهم وعشيرتهم مع النبى صلى الله عليه وسلم فى غزواته وأن أبا بكر الصديق رضى الله عنه وعمر وعثمان وطلحة والزبير وعائشة رضى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور خطیب بغدادی (المتوفٰی:429ھ) نے ''الفرق بین الفرق وبیان الفرقة الناجية'' میں ''ہشام'' کو ''امامیہ'' کے مذہب پر قرار دیا ہے۔ [1]

علامہ زرکلی نے ''ہشام بن حکم'' کی وفات 190ھ کے قریب قرار دی ہے، یہ شخص بھی ''کوفہ'' کا رہنے والا تھا۔ [2]

بلکہ بعض حضرات نے ''تحریفِ قرآن'' کی سب سے پہلی نسبت ''سلیم بن قیس ہلالی'' کی کتاب طرف کی ہے، یہ شخص بھی ''کوفہ'' کا رہنے والا تھا، جس کی وفات 85ھ یا 90ھ میں

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الله عنهم أجمعين عندهم من شر الأمة وأكفرها يلعنوهم ويتبرؤن منهم وأنه ما بقى مع على على الإسلام إلا أربعة سلمان وعمار وأبو ذر والمقداد بن الأسود وأن أبا بكر مر بفاطمة عليها السلام فرفس فى بطنها فأسقطت وكان سبب علتها وموتها وأنه غصبها فدك فذكر أشياء كثيرة مما كاذ بها الإسلام من المخاريق والأباطيل والزور التى لا تجوز عند العلماء ولا تخفى إلا على أهل العمى والغباء.

وأنه ليس لله حجة على خلقه فى الدين والشريعة فى كتاب ولاسنة ولا إجماع إلا من قبل الإمام الذى اختصه الله لدينه على كتمان وتقية وإخفاء لا يتكلم لله بحق ولا يقوم لله بحجة مخافة على نفسه أن تقتل وخشية على الإسلام أن يهتك.

فأباح بهذا القول المحارم وأطلق كل محذور إذ لا حجة لأحد بزعمه فى حلال ولا حرام مع أشياء كثيرة يطول ذكرها من نحو هذا الكلام الذى فيه هدم الدين(التنبيه والرد على أهل الأهواء والبدع، ص۲۴ الیٰ ۲۶، باب ذكر الرافضة وأصناف اعتقادهم)

[1] وكان هشام على مذهب الإمامية فى الامامة(الفرق بين الفرق وبيان الفرقة الناجية ،ص۵۰، الباب الثالث ،الفصل الاول)

[2] هشام بن الحكم :(000 - نحو 190هـ = 000 - نحو805 م)

هشام بن الحكم الشيبانى بالولاء، الكوفى، أبو محمد: متكلم مناظر، كان شيخ الإمامية فى وقته. ولد بالكوفة، ونشأ بواسط .وسكن بغداد وانقطع إلى يحيى ابن خالد البرمكى، فكان القيم بمجالس كلامه ونظره .وصنف كتبا، منها "الإمامة "و "القدر "و "الشيخ والغلام "و" الدلالات على حدوث الأشياء "و "الرد على المعتزلة فى طلحة والزبير "و "الرد على الزنادقة "و "الرد على من قال بإمامة المفضول "و "الرد على هشام الجواليقى "و "الرد على شيطان الطاق ."وكان حاضر الجواب، سئل عن معاوية: أشهد بدرا؟ فقال: نعم، من ذاك الجانب! ولما حدثت نكبة البرامكة استتر .وتوفى على أثرها بالكوفة .ويقال: عاش إلى خلافة المأمون (الأعلام للزركلى، ج۸ص۸۵، حرف الهاء، مادة"هش" تحت ترجمة "هشام بن الحكم")

www.idaraghufran.org

ہو چکی تھی، اور اس کو اہلِ تشیع کا ''ابجد'' قرار دیا جاتا ہے۔

اگر اس بات کو درست مانا جائے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''تحریفِ قرآن'' کے عقیدے کا آغاز پہلی صدی ہجری میں ہی ہو چکا تھا۔ [1]

پس جن حضراتِ فقہاء و مجتہدین کو اپنے قرب وجوار کے لوگوں کے کفر وعدمِ کفر، اور ان میں موجود علاماتِ کفر کی حقیقت سے بھی واقفیت نہ ہو، کیا ان کو دنیا بھر کے مسلمانوں کے ائمہ متبوعین ہونے کی زمامِ کار سونپی جاسکتی ہے؟ موصوف کو اس پر غور کرنا چاہئے۔

''تحریفِ قرآن'' کے قائل کو ''کافر'' قرار نہ دینے پر کلام

اس کے بعد موصوف نے دوسرا سوال یہ تحریر کیا ہے کہ:

''ایک ہزار سالہ شیعہ تاریخ میں ہزاروں علمائے امامیہ نے قرآنِ مجید میں صحابہؓ

---

[1] سليم بن قيس :(000 - نحو 85هـ = 000 - نحو705 م)

سليم بن قيس الهلالي العامري الكوفي: من أوائل المصنفين في الإسلام .كان من أصحاب الإمام علي بن أبي طالب وعاش في الكوفة إلى أن دخل الحجاج الثقفي العراق، وسأل عنه، فهرب إلى النوبندجان (من بلاد فارس) ولجأ إلى دار أبان بن أبي عياش فيروز، فآواه أبان، فمات عنده .له (كتاب السقيفة) طبع باسم (كتاب سليم بن قيس الكوفي) وهو من الأصول التي ترجع إليها الشيعة وتعول عليها، قال جعفر الصادق: من لم يكن عنده كتاب سليم بن قيس، فليس عنده من أمرنا شيء، وهو أبجد الشيعة (الأعلام للزركلي، ج٣ص ١١٩، حرف السين، مادة "سل"،تحت ترجمة "سليم بن قيس)

الفن الخامس من المقالة السادسة .في أخبار العلماء وأسماء ما صنفوه من الكتب ويحتوي على أخبار فقهاء الشيعة وأسماء ما صنفوه من الكتب.

قال محمد بن إسحاق من أصحاب أمير المؤمنين عليه السلام سليم بن قيس الهلالي وكان هاربا من الحجاج لأنه طلبه ليقتله فلجأ إلى أبان بن أبي عياش فآواه فلما حضرته الوفاة قال لابان أن لك على حقا وقد حضرتني الوفاة يا بن أخي انه كان من أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم كيت وكيت وأعطاه كتابا وهو كتاب سليم بن قيس الهلالي المشهور رواه عنه أبان بن أبي عياش لم يروه عنه غيره وقال أبان في حديثه وكان قيس شيخا له نور يعلوه وأول كتاب ظهر للشيعة كتاب سليم بن قيس الهلالي رواه أبان بن أبي عياش لم يروه غيره.

الكتب المصنفة في الأصول والفقه وأسماء الذين صنفوها(الفهرست لابن النديم، ص ٢٧١، المقالة السادسة: في أخبار الفقهاء والمحدثين،الفن الخامس: في أخبار العلماء وأسماء ما صنفوه من الكتب،فقهاء الشيعة ومحدثوهم وعلماؤهم)

www.idaraghufran.org

کرام رضی اللہ عنہم پر تحریف کرنے کا الزام عائد کیا ہے، جن میں عربی وفارسی کے علاوہ اس دور کی اردو کتابیں بھی موجود ہیں۔

کیا آج کے علماءِ شیعہ نے کوئی ایسی بات کہی ہے کہ ہم میں قائلِ تحریف کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے؟ جب کل کے کل اہلِ تشیع تحریفِ قرآنِ مجید کے قائلین کو اپنا مقتداء وپیشوا بدستور تسلیم کرتے ہیں، تو ایسے میں عوام کے اندر ان کے قول و عمل کے تضادات میں آپ کس تطبیق کے تحت انہیں پروانۂ اسلام فراہم کرتے ہیں؟''۔انتھٰی۔

اس سلسلے میں موصوف پر بھی یہ سوال عائد ہوتا ہے کہ کیا یہ بات ممکن ہے کہ ایک ہزار سالہ تاریخ میں اہلُ السنۃ والجماعۃ کے اکثر مجتہدین ومحققین اور ان کے ہزاروں پیروکاروں کو، ہزاروں علمائے''امامیہ'' کی صریح تکفیر کی یہ وجہ نظر نہ آئی ہو، اور وہ اہلِ تشیع کی تحقیق وتردید اور اصلاح سے متعلق مستقل کتابیں اور رسائل تالیف کرنے اور ان کی کتب کو کھنگالنے کے باوجود، ان کی علی الاطلاق تکفیر سے ساکت وصامت، یا اختلاف کے قائل، یہاں تک کہ عدمِ تکفیر کے قائل رہے ہوں۔

جبکہ''امامیہ'' فرقے کی کتب بھی ایک ہزار سالہ شیعہ کی تاریخ میں موجود تھیں، یہاں تک کہ علامہ ابنِ تیمیہ، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور علامہ آلوسی رحمہم اللہ کا دور بھی آ گیا، اور اس کا تسلسل جاری رہا۔

ایک ہزار سالہ تاریخ میں ان حضراتِ گرامی کو ایسا کوئی شیعہ عالم بھی دستیاب نہ ہوا، جس نے نہ تو قائلینِ تحریف کے اسلام سے تعلق نہ ہونے کا حکم لگایا ہو، اور نہ ہی قائلینِ تحریف کے مقتداء وپیشوا ہونے کی نفی کی ہو۔

جب اہلِ تشیع پر حکمِ تکفیر کے تمام دروازے چوپٹ کھلے تھے، تو ان کے لیے مطلق شیعہ کی تکفیر، یا امامیہ کی تکفیر کا حکم لگانے میں کیا چیز مانع رہی، کیا نعوذ باللہ تعالیٰ وہ بھی اس مسئلہ میں شیعوں

کے گمراہانہ ''عقیدۂ تقیہ'' سے متاثر ہو گئے تھے؟

یا پھر وہ شیعہ و امامیہ کے مسلک کو سمجھے بغیر ہی ان کی تردید و تحقیق میں مضامین اور رسائل، یہاں تک کہ مطول و مفصل کتب لکھتے رہے؟

اس کے بعد یکا یک پھر موصوف، یا ان سے قریب زمانے کے بعض علماء پر یہ راز فاش ہوا، اور اہلِ تشیع کے تقیہ کے عقیدہ کا پتہ چلا، جس کے نتیجے میں انہوں نے علی الاطلاق تمام اہلِ تشیع پر تکفیر کا حکم لگانا شروع کر دیا، اور حکم بھی ''امامیہ'' یا اس کے کسی خاص فرقہ کی تکفیر پر نہیں، بلکہ ان کے تمام فرقوں کی تقسیم کو نظر انداز کر کے علی الاطلاق شیعہ کی تکفیر پر ہی انہوں نے ''کافر کافر شیعہ کافر'' کا حکم لگا دیا، جس کی زد میں زیدیہ جیسے فرقوں کو بھی شامل کر لیا، اور ''جو نہ مانے وہ بھی کافر'' کا اضافہ بھی کر دیا، تاکہ نہ ماننے والے بھی اپنے کفر کے ڈر سے فوراً ماننے پر مجبور ہو جائیں، اور بس بلا دلیل اور ثبوت کے سب کام آسانی کے ساتھ منطقی انجام تک پہنچ جائے، اور اللہ اللہ خیر سلّا ہو جائے۔

پھر جن شیعہ حضرات نے تحریفِ قرآن کی نفی کی ہے، ان کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا، ان کی تعداد بھی کم نہیں ہے، اور جو شیعہ باقاعدہ مصنف نہیں، لیکن وہ علی الاطلاق تحریفِ قرآن کے عقیدہ کی نفی و برائت کرتے ہیں، کیا ان کی اس نفی و برائت کا کوئی اعتبار نہیں، اور وہ کسی شمار میں ہی نہیں، نفی و برائت کے لیے کیا باقاعدہ کتاب تصنیف کر کے اس میں اظہار کرنا ضروری ہے؟ چہ جائیکہ ہر ایک کو موصوف سے اس کی تصدیق بھی حاصل کرنا ضروری ہو۔

اور اہلِ تشیع نے تحریفِ قرآن کے جو معنیٰ و اقسام بیان کیں، یا تحریفِ قرآن کے قائلین، یا ان روایات کے متعلق جو تاویلات و توجیہات بیان کیں، ان کو نظر انداز کر کے اپنی طرف سے حکم لگانا کہاں کا انصاف ہے؟

نیز قائلینِ تحریف سے برائت ظاہر کرنے کے لیے کیا تمام اہلِ تشیع کی طرف سے، موصوف کی مرضی کے الفاظ و احکام صادر کرنا ضروری ہے؟

رہا قائلینِ تحریف کو اپنا پیشوا تسلیم کرنے کا معاملہ! تو پیشوا تو بہت سے اہلُ السنۃ بھی ایسے حضرات کو تسلیم کرتے ہیں، جنہوں نے ایسی روایات ذکر کی ہیں، جو تحریفِ قرآن کو مستلزم ہیں، لیکن اہلُ السنۃ ان کو پیشوا مانتے ہیں، ساتھ ہی ان کی تاویل بھی کرتے ہیں۔

نیز پیشوا کسی دوسری حیثیت سے بھی قرار دیا جاسکتا ہے، کسی کو پیشوا ماننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسرے کے ہر مسئلے اور ہر فکر سے واقف ہے، اور اس کی تصدیق کرتا ہے۔

اور اگر کسی مصلحت سے متعین شخص کی تکفیر کی تصریح نہ کی جائے، لیکن اس فعل کو باعثِ کفر سمجھا جائے، تو کیا اس سے بھی کفر کا التزام ثابت ہو جاتا ہے؟ وہ بھی جب کہ لزوم بھی دوسرے نے کیا ہو، اور جس پر حکمِ کفر لگایا جارہا ہے، وہ اس سے انکار و برائت ظاہر کرتا ہو۔

اور آخری اہم بات یہ ہے کہ جو لوگ دنیا جہان میں کوئی بھی کفریہ عقیدے رکھتے ہیں، تو کیا ہر ایک کو اسلام کا پروانہ حاصل ہونے کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ وہ اس طرح کا کفریہ عقیدہ رکھنے والے ہر شخص کی تکفیر اور اس کی تحقیق بھی کیا کرے، اور اس سلسلے میں ہر طرح کی تاویل سے اپنے آپ کو بچایا بھی کرے۔

اگر ایسا ہی ہو، تو شاید اس معیار پر پورا اترنے والے مسلمان دنیا میں ڈھونڈنے پر بھی مشکل سے دستیاب ہوں گے۔

اور جہاں تک ہماری طرف کسی کو اسلام کا پروانہ فراہم کرنے کی نسبت کا تعلق ہے، تو ہم تو اسلام کا پروانہ فراہم کرنے لیے عدمِ کفر کا بعید ''احتمال'' اور ''عدمِ التزامِ کفر'' کو بھی کافی سمجھتے ہیں۔ [1]

---

[1] الوقف عن التكفير عند التعارض والاشتباه أولى وأحوط من طريق أخرى وذلك أن الخطأ فى الوقف على تقديره تقصير فى حق من حقوق الغنى الحميد العفو الواسع أسمح الغرماء وأرحم الرحماء وأحكم الحكماء سبحانه وتعالى والخطأ فى التكفير على تقديره أعظم الجنايات على عباده المسلمين المؤمنين وذلك مضاد لما أوجب الله من حبهم ونصرهم والذب عنهم(إيثار الحق على الخلق فى رد الخلافات إلى المذهب الحق من أصول التوحيد،لابن الوزير،ص ۴۰۳، خاتمة ،فصل فى ذكر من يقول بالرجاء ومن يقول بالارجاء والفرق بينهما)

موصوف جتنے حوالے لزومِ کفر کے ''روافض'' کی کتب سے پیش کرسکتے ہیں، اتنے ہی بلکہ اس سے زیادہ ''لزومِ کفر'' کے حوالے ''معتزلہ'' اور دوسرے اہلِ بدعت واہلِ اہواء کی کتابوں سے پیش کیے جاسکتے ہیں، جن میں شاید موصوف بھی مذکورہ اور اس جیسی تاویلات وتوجیہات کرنے پر مجبور ہوجائیں۔

پس جب جمہور مجتہدین ومحققین کی طرف سے، ان چیزوں کی بناء پر علی الاطلاق، دوسرے باطل فرقوں کی تکفیر نہیں کی گئی، تو اس قسم کی چیزیں شیعہ وروافض کی کتب سے پیش کرکے اُن کی علی الاطلاق تکفیر کیونکر کی جاسکتی ہے؟

اس طرح کی چیزیں جمہور متقدمین کے پیشِ نظر بھی تھیں، لیکن انہوں نے روافض کے متعلق وہی طرزِ عمل اختیار کیا، جو دیگر اہلِ بدعت واہلِ اہواء کے باطل فرقوں ''معتزلہ، جہمیہ، قدریہ، خوارج'' وغیرہ کے ساتھ اختیار کیا۔

پھر کیا وجہ ہے کہ دیگر اہلِ اہواء کی تکفیر کے متعلق تو اُن جمہور مجتہدین ومحققین کے قول کی اتباع وپیروی کی جاتی ہے، اور ان باطل فرقوں کے متعلق کفریہ باتوں کے ثبوت کے باوجود اُن کی علی الاطلاق تکفیر سے اجتناب کیا جاتا ہے، لیکن اہلِ اہواء کے ایک خاص فرقے ''شیعہ وروافض'' کی کفریہ باتوں کو چن چن کر سامنے لایا جاتا ہے، اور اُن کی بنیاد پر شیعہ وروافض کی علی الاطلاق تکفیر کے درپے ہوا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] وإن كان المراد به الجهمية، وأن ذبيحة الجهمي لا تحل لو أبوه سنيا لأنه مرتد فهو مبني على القول بتكفير أهل الأهواء .والراجح عند أكثر الفقهاء والمتكلمين خلافه، وأنهم فساق عصاة ضلال ويصلى خلفهم وعليهم ويحكم بتوارثهم مع المسلمين منا .قال المحقق ابن الهمام في شرح الهداية :نعم يقع في كلام أهل المذاهب تكفير كثير منهم ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين عدم تكفيرهم،فإذا علمت ذلك ظهر لك أن هذا الفرع إن كان مبنيا على عقائد المعتزلة فهو باطل بلا شبهة وإن كان مبنيا على عقائدنا، وصاحب الأشباه قاسه على تفريع المعتزلة فإنهم فرضوه فينا وهو فرضه في أمثالهم بقرينة قوله لو سنيا فهو مبني على خلاف الراجح، وما كان ينبغي ذكره ولا التعويل عليه، وكيف ينبغي القول بعدم حل ذبيحته مع قولنا بحل ذبيحة اليهود والنصارى القائلين بالتثليث،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر اگر کوئی شخص شیعہ کی کتب کے بجائے، اللہ کی کتاب، قرآن مجید سے ان منافقین کے کارناموں کو برآمد کر کے سامنے لائے، جن کو اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر ذکر فرمایا ہے، اسی کے ساتھ احادیثِ رسول سے بھی منافقین کی خرافات وکفریات اور ہذیانات کو ایک ایک حوالہ کے ساتھ جمع کر کے پوری کتاب، یا مضمون لکھ ڈالے، لیکن ان سب باتوں کے باوجود، قرآن مجید نازل ہونے کے زمانے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موجودگی میں، پھر اس کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ان منافقین کے ساتھ، جو اللہ کی نظر میں درحقیقت مومن نہ تھے، اور اللہ نے ان کے تقیہ سے پردہ اٹھا دیا تھا، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض راز دانوں کو ان کے نام بتلا دیے تھے، بظاہر تمام امور مسلمانوں والے ہونے کا ہی ثبوت ملے گا۔

اور تمام تر کوششوں کے بعد نتیجہ ''کھودا پہاڑ نکلا چوہا'' کی شکل میں ہی برآمد ہوگا۔

تو ''رائی کو پہاڑ'' بنانے سے کتنی بلند و بالا عمارت قائم ہو سکے گی، اس پر ہر صاحبِ عقل، غور وتدبر کر سکتا ہے۔

جب مذکورہ بالا اور اس قسم کے امور پر غور کیا جائے گا، تو یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہ ہوگا کہ شریعت کی طرف سے اس طرح کسی کی تکفیر کے درپے ہونے کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی، بلکہ حتی الامکان دور کا احتمال ہوتے ہوئے بھی تکفیر کو ہدر و نظر انداز کرنا پسند کیا گیا ہے۔

ایسی صورت میں عدمِ کفر کا حکم لگانا، یا سکوت اختیار کرنا تو خطرہ سے بہر حال خالی ہے، لیکن

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وانتقاله عن مذهب أبيه السني إلى مذهب الجبرية لم يخرجه عن دين الإسلام لأنه مصدق بنبي مرسل وبكتاب منزل ولم ينتقل إلا بدليل من الكتاب العزيز وإن كان مخطئا فيه، فكيف يكون أدنى حالا من النصراني المثلث بلا شبهة دليل أصلا بل هو مخالف في ذلك لرسوله وكتابه -(وما أرسلنا من قبلك من رسول إلا نوحي إليه أنه لا إله إلا أنا)(وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين) وغير ذلك، والحمد لله على التوفيق (قوله لأنه صار كمرتد) علة لعدم الحل (رد المحتار على الدر المختار، ج٦،ص٢٩٨، ٢٩٩، كتاب الذبائح)

کفر کا حکم لگانا سخت خطرناک ہے، اور کچھ نہ ہو، تو غیبت، یا محض سب وشتم ہی کا گناہ لازم آ سکتا ہے، کیونکہ غیبت میں حقیقی عیب کا ذکر کیا جاتا ہے، اور سب وشتم میں دوسرے کی تحقیر وتذلیل کی جاتی ہے۔

لیکن افسوس کہ آج ایک طبقہ کی طرف سے مذکورہ تمام امور کو نظر انداز کر کے اہلِ تشیع کی کتابوں وغیرہ سے خرافات وکفریات کو محنتِ شاقہ کے بعد منظرِ عام لایا جاتا ہے، برسرِ عام اور برسرِ منبران کا مجامع ومحافل میں تذکرہ کیا جاتا ہے، عوام الناس کو جوش دلا کر اور بھڑکا کر، تکفیر پر زور دیا جاتا ہے، ''کافر کافر شیعہ کافر، اور جو نہ مانے وہ بھی کافر'' کے نعرے لگوائے جاتے ہیں، اور شیعوں کی طرف سے کفریہ امور کے انکار پر تقیہ کا الزام عائد کر کے، ان کے کفر وارتداد کو برقرار رکھنے پر زور دیا جاتا ہے، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، جمہور فقہائے مجتہدین، اور جمہور سلفِ صالحین کا بھی یہی طرزِ عمل اور طریقہ تھا؟

امام غزالی رحمہ اللہ نے ''**الاقتصاد فی الاعتقاد**'' میں فرمایا کہ:

''مسلمان سے حسنِ ظن میں خطاء کرنا، اس پر طعن کرنے کے صواب سے زیادہ سلامتی والی بات ہے، اسی وجہ سے اگر مثلاً کوئی انسان، ابلیس، پر لعنت کرنے سے یا ابوجہل، یا ابولہب پر لعنت کرنے سے، یا شریر ترین لوگوں میں سے کسی پر لعنت کرنے سے سکوت اختیار کرے، تو اس کے لیے سکوت مضر نہیں۔

اور اگر اس کے برعکس کسی مسلمان پر ایسی طعن وتشنیع کا ارتکاب کرے، جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری ہے، تو اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا، بلکہ بہت ساری ایسی چیزیں جو آپ کو لوگوں میں معلوم ہوں، ان کو زبان سے ظاہر کرنا بھی حلال نہیں ہوتا، جس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت نے غیبت سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، حالانکہ غیبت میں حقیقی اور واقعی بات کی خبر دی جاتی ہے۔

پس جو شخص اس فیصلہ کن چیز کو ملاحظہ کرے گا، اور اس کی طبیعت میں فضول چیز کی

طرف میلان نہیں ہوگا، تو وہ تمام مسلمانوں کے ساتھ حسنِ ظن اختیار کرنے، اور ان کی طرف سے سکوت، لازم پکڑنے کو ترجیح دے گا‘‘۔انتہٰی۔ [1]

موصوف اس کے باوجود اہلِ تشیع کو پروانۂ کفر فراہم کرنے پر مُصِر رہنا چاہیں، تو وہ اس پر شوق سے قائم رہیں، لیکن انہیں دوسرے کو اپنے موقف پر اصرار کرنے کا حق نہیں۔

موصوف جو تمام شیعوں کی تکفیر کے لیے یہ اصول قائم کرنا چاہتے ہیں کہ جو لوگ خود تحریف کے قائل نہ ہوں، لیکن وہ قائلینِ تحریف کے اسلام سے تعلق کی نفی نہ کریں، تو وہ اس وجہ سے کافر ہیں، اور موصوف ’’لزومِ کفر، والتزامِ کفر‘‘ کے درمیان فرق کو نظر انداز کر کے، اور فقہائے کرام کے برخلاف کسی مذہب کے لازم کو، لازم قرار دینے کے اصول کی بودی دیوار، یا عمارت کو قائم کرنا چاہتے ہیں، ان کو درجِ ذیل فتاویٰ وعبارات پر بھی غور کر لینا چاہئے۔

صاحبِ روح المعانی، علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اپنی تالیف ’’الأجوبة العراقية على الأسئلة اللاهورية ‘‘میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرنے والے، اہلِ تشیّع کے متعلق فرمایا کہ:

’’ولكونهم أسوأ الخلق عقيدة، و أكثرهم جراء ة، وأظهرهم ضلالا، قال فى ’’تبصرة الحقائق‘‘: الشاک فى كفرهم إن شک فى أن قولهم هل هو فاسد أم لا؟ فهو كافر، و إن علم أن قولهم

---

[1] واعلم أنک فى هذا المقام بين أن تسىء الظن بمسلم وتطعن عليه وتكون كاذباً أو تحسن الظن به وتكف لسانک عن الطعن وأنت مخطىء مثلاً، والخطأ فى حسن الظن بالمسلم أسلم من الصواب بالطعن فيهم، فلو سكت إنسان مثلاً عن لعن ابليس أو لعن أبى جهل أو أبى لهب أو من شئت من الأشرار طول عمره لم يضره السكوت، ولو هفا هفوة بالطعن فى مسلم بما هو برىء عند الله تعالى منه فقد تعرض للهلاک، بل أكثر ما يعلم فى الناس لا يحل النطق به لتعظيم الشرع الزجر عن الغيبة، مع أنه إخبار عما هو متحقق فى المغتاب .فمن يلاحظ هذه الفصول ولم يكن فى طبعه ميل إلى الفضول آثر ملازمته السكوت وحسن الظن بكافة المسلمين(الاقتصاد فى الاعتقاد،لابى حامد محمد بن محمد الغزالى،ص ١٣١، ١٣٢ ،الباب الثالث فى الامامة)

www.idaraghufran.org

ضلالا و بدعة و شک فی کونه کفراً ففی تکفیرہٖ خلاف“ (الأجوبة العراقية على الأسئلة اللاهورية، ص ۱۷۱، الفصل الثالث فی بیان حکم سب الصحابة رضی اللہ عنهم، مطبوعة: دار ابنُ القیم، الریاض، الطبعة الاولیٰ: 2007ء)

ترجمہ: اور مذکورہ عقیدہ کے حاملین کے ”أسوأ الخلق“ اور بہت زیادہ جرائت منداور ضلالت کے بہت زیادہ ظاہر کرنے والے ہونے کی وجہ سے ”تبصرۃ الحقائق“ میں فرمایا کہ جو اِن کے کفر میں شک کرے، اگر اس کا شک اس بارے میں ہو کہ ان کا قول فاسد بھی ہے، یا نہیں؟ تو وہ کافر شمار ہوگا، اور اگر وہ یہ بات جان لے کہ ان کا قول ضلالت اور بدعت ہے، پھر بھی اس کے کفر ہونے میں شک کرے، تو اس کے کافر ہونے میں اختلاف ہے (الاجوبۃ العراقیۃ)

مذکورہ عبارت میں کفریہ عقیدہ کے حامل شخص کے کفر میں شک کرنے کو مطلقاً کفر قرار نہیں دیا گیا، بلکہ کفریہ قول کے فاسد ہونے میں شک کو کفر قرار دیا گیا ہے، اور اسی طرح کفریہ قول کے ضلالت اور بدعت جان لینے کی صورت میں ہی اس قول کے باعثِ کفر ہونے میں شک کرنے پر کافر ہونے میں اختلاف ذکر کیا گیا، اور یہ سب بحث لزومِ کفر سے متعلق ہے، التزام کفر سے متعلق نہیں۔

اب جو شخص تحریفِ قرآن کے عقیدہ کے فاسد ہونے میں شک نہ کرے، بلکہ اس عقیدے کو فاسد قرار دے، لیکن اس عقیدے کے حامل شخص پر کسی تکفیر کی شرط نہ پائے جانے، یا مانع کے موجود ہونے کی وجہ سے التزامِ کفر کا حکم نہ لگائے، تو ایسے شخص پر کیسے التزامِ کفر کا حکم لگایا جاسکتا ہے، جس نے کسی جہت سے التزامِ کفر کیا ہی نہیں۔

اسی طرح جس کو کسی کے تحریفِ قرآن والے قول کا علم ہی نہ ہو، جیسا کہ اکثر جہلاء کی حالت ہے، اور اس کی حضرت گنگوہی اور حضرت مدنی رحمہما اللہ نے بھی تصریح کی ہے، تو اس پر التزامِ کفر کا کیسے حکم لگایا جاسکتا ہے۔

اور آخری درجہ میں اگر کسی کو تحریفِ قرآن پر مشتمل ضلالت والے عقیدے کا علم ہو، لیکن اس کے کفر میں اسے کسی وجہ سے شک ہو، تو اس کے کافر ہونے میں اختلاف ہوگا، اور اختلاف کی صورت میں یہ مسئلہ اجتہادی ہوگا، اور ایسے اجتہادی واختلافی مسئلہ میں اگر عدمِ تکفیر کی جہت کو ترجیح دی جائے، تو اس پر بھی نکیر نہیں کی جاسکے گی، جیسا کہ دوسرے مقام پر باحوالہ ذکر کر دیا گیا ہے۔

لیکن موصوف ان تمام قیود وشروط اور صورتوں کو نظر انداز کر کے، ان تمام اہلِ تشیّع کو بھی عقیدۂ تحریفِ قرآن کی زد میں لاکر، کافر قرار دینا چاہتے ہیں، جو نہ تو اس عقیدے کے حامل ہیں، اور نہ اس عقیدے کو درست کہتے، بلکہ اس کو فاسد قرار دیتے ہیں، یا جو اس عقیدے کا علم ہی نہیں رکھتے، یا اس عقیدے کے حامل کے کفر میں کسی وجہ سے شک رکھتے ہیں، اور اس کو یقینی طور پر کافر نہیں سمجھتے، ان سب کو موصوف ایک لکڑی ہانک کر کفر کا سرٹیفکیٹ دینا چاہتے ہیں، گویا کہ ان کے پاس اس طرح کے تکفیری سرٹیفکیٹوں کی بھرمار ہے کہ جس کو فراہم کرنے میں ان کو ذرا جھجک محسوس نہیں ہوتی۔

دارُالعلوم دیوبند سے ایک فتویٰ درجِ ذیل الفاظ میں جاری ہوا:

> **سوال:**...... ہمارے آفس میں ایک شخص ہے، جس کا یہ نظریہ ہے کہ اسلام کافر کو بھی کافر کہنے سے منع کرتا ہے، چاہے قرآن کا منکر ہو، چاہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہو، کافر نہیں کہہ سکتے، جب کہ علمائے کرام فرماتے ہیں، یہ نظریہ قرآن وسنت کے خلاف ہے، قرآن نے کافر کو کافر کہہ کر مخاطب کیا ہے، قرآن کہتا ہے ''اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور سچی بات کو جان بوجھ کے مت چھپاؤ (بقرہ)'' اور سورہ کافرون میں کافر کو کافر کہہ کر ہی مخاطب کیا گیا ہے، وہ شخص انتہائی جاہلانہ بات کرتا ہے کہ میرے پیر نے جو کہہ دیا، بس وہ صحیح ہے، اب قرآن کی آیت بھی آجائے، یا جبریلِ امین بھی آجائیں، تو میں اس کی بھی نہیں مانوں گا، کیا حکم ایسے

شخص کے بارے میں وہ گمراہ ہے، یا فاسق ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب :...... جو شخص یہ کہتا ہے کہ اسلام کا فر کو بھی، کافر کہنے سے منع کرتا ہے، چاہے وہ قرآن کا منکر ہو، یا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا، ایسے شخص کو کافر نہیں کہہ سکتے، اگر اس کی مراد یہ ہے کہ ایسے شخص کو کافر کہنا غلط ہے، تو اس کا یہ نظریہ بلا شبہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے، کیوں کہ قرآن وحدیث میں جا بجا اہلِ کفر پر اہلِ کفر، کافر اور کفار کا اطلاق آیا ہے، جیسا کہ آپ بھی جانتے ہیں، البتہ اگر کسی خاص موقع پر کافر کو، کافر کہنے میں کسی فتنہ، یا دینی نقصان کا اندیشہ ہو، اور مصلحتاً کافر کو صراحتاً کافر نہ کہا جائے، لیکن اس سے کفر کی نفی بھی نہ کی جائے، تو اس میں کچھ گناہ نہ ہوگا۔

اور جو شخص یہ کہے کہ میرے پیر نے جو کہہ دیا، بس وہ صحیح ہے، اب قرآن کی آیت بھی آ جائے، یا جبریلِ امین بھی آ جائیں، تو میں اس کی بھی نہیں مانوں گا، یہ گویا پیر کو خدا کا درجہ دینا ہے، اس لیے جو شخص اس طرح کے نظریات کا قائل ہو، وہ محض فاسق نہیں، بلکہ سخت ترین گمراہ ہے، ایسے شخص کے ساتھ اختلاط سخت مضر ہے، احتیاط چاہیے، اللہ تعالی اسے ہدایت عطا فرمائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء: دارالعلوم دیوبند

(سوال وجواب نمبر: 67270، فتویٰ ID: 825-837/N=9/1437)

(https://darulifta-deoband.com/home/ur/others/67270)

مذکورہ فتوے میں میں کسی فتنے، یا دینی نقصان کے اندیشے، یا کسی مصلحت سے کافر کو، کافر نہ کہنے پر بھی گناہ گار ہونے کی نفی کی گئی ہے، پھر جس کے کفر میں تاویل، یا کسی توجیہ کی بھی گنجائش ہو، یا التزامِ کفر کی شرائط ثابت نہ ہوں، اس کو کافر نہ کہنے پر کیسے تکفیر کا حکم

لگایا جاسکتا ہے؟

’’جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن کراچی سے مؤرخہ 28 جولائی 2018ء کو’’ اہلِ تشیع‘‘ اوران سے تعلقات کے سلسلے میں ایک فتویٰ درجِ ذیل الفاظ میں جاری ہوا:

سوال:...... ایک شخص شیعہ کے عقائد ونظریات سے خوب واقف بھی ہو، اور پھر بھی ان کو مسلمان کہے، اور مسلمان مانے، تو ایسے شخص کے ساتھ تعلقات رکھنا کیسا ہے؟ اور قرآن وسنت اور اجماع کی روشنی میں اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:...... اہلِ تشیع میں سے اگر کسی کا عقیدہ کفریہ ہو (مثلاً: تحریفِ قرآنِ کریم کا قائل ہونا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معبود، یا نبی ماننا، امامت کو نبوت سے افضل ماننا، اپنے ائمہ کے لیے علمِ غیب کلی ثابت کرنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرنا وغیرہ) تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اور اگر کسی شیعہ کا عقیدہ کفر تک نہ پہنچتا ہو، تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج تو نہیں ہوگا، البتہ گمراہ اور اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہوگا۔

اب جو شخص شیعہ کو مسلمان مانے، تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(1)......وہ مطلقاً تمام شیعہ کو مسلمان کہتا ہے۔

(2)......کفریہ عقائد جاننے کے باوجود انہیں مسلمان کہتا ہے۔

تو ان دونوں صورتوں میں مذکورہ شخص غلطی پر ہے، اور گمراہ ہے، اس پر توبہ لازم ہے۔

لیکن جب تک خود ان عقائد کو غلط سمجھے، اسے کافر کہنا درست نہیں ہے، اس سے ایسے تعلقات بالکل نہ رکھے جائیں کہ وہ اپنا نظریہ اور فکر دوسروں میں پھیلا سکے۔

اور اگر وہ ان عقائد ہی کو صحیح سمجھنے لگے، تو اس صورت میں یہ شخص بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔

(3)......اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہر شیعہ کافر نہیں ہے، بلکہ جو شیعہ کفریہ عقائد رکھتا ہو، وہ کافر ہوگا، اور جس کے عقائد کفر کی حد تک نہ پہنچتے ہوں، وہ شیعہ کافر نہیں ہے، البتہ اہلِ سنت سے خارج اور گمراہ ہے، تو اس شخص کا موقف درست ہے، ایسے شخص سے تعلقات قطع نہ کیے جائیں۔

لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله عنها او انکر صحبة الصدیق أو اعتقد الالوهیة فی علی أو أن جبرئیل غلط فی الوحی أو نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن(ردالمحتار، باب المرتد،مطلب مهم :فی حکم سب الشیخین ،۲۳۷/۴)

فقط۔واللہ اعلم

دارالافتاء: جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن

فتویٰ نمبر:143909201565

تاریخ اجراء:28/ جولائی/ 2018ء

(بعنوان ''شیعہ کو مسلمان سمجھنا'')

(https://www.banuri.edu.pk/readquestion/2018-07-28)

مذکورہ فتوے میں تیسرے موقف کے حامل شخص کو درست قرار دیا گیا ہے، لیکن موصوف اس موقف کو درست ماننے کے لیے تیار نہیں اور وہ تمام اہلِ تشیع کو کافر قرار دینے پر اصرار کرتے ہیں، اور موصوف نہ سہی، بعض دیگر متشددین تو، یہاں تک بھی فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ ''جو نہ مانے، وہ بھی کافر''۔

اسی کے ساتھ موصوف یہ کہنے پر بھی اصرار کرتے ہیں کہ جو اہلِ تشیع خود کفریہ عقیدہ نہیں رکھتے، لیکن وہ کفریہ عقیدہ رکھنے والے اہلِ تشیع کی تکفیر نہیں کرتے، وہ بھی کافر ہیں، حالانکہ

مذکورہ بالا فتوے میں تصریح ہے کہ:

''جب تک خود اِن عقائد کو غلط سمجھے، اسے کافر کہنا درست نہیں ہے''

ہم اس موقف سے اتفاق کرتے ہیں، جس کی وجہ وہی ہے، جو ہم نے دوسرے مقام پر باحوالہ ذکر کی، کہ اس سے ''التزامِ کفر'' کا ثبوت نہیں ہوتا، اور راجح قول کے مطابق ''کفرِ استلزامی'' پر صریح کفر کا حکم لگانا درست نہیں۔

''جامعۃُ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن کراچی سے اہلِ تشیّع کے سلسلے میں مؤرخہ 13 مئی 2020ء کو ایک فتویٰ درجِ ذیل الفاظ میں جاری ہوا:

سوال:...... شیعہ کافر کیوں ہیں؟ شیعہ کو کافر کہنا صحیح ہے؟

جواب:...... جو شیعہ کفریہ عقائد رکھتے ہوں، مثلاً قرآنِ کریم میں تحریف کے قائل ہوں، یا یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہوئی، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کے قائل ہوں، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں، ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، ایسے شیعہ کو ان کے کفریہ عقائد کی وجہ سے کافر قرار دیا گیا ہے۔

اگر کسی شیعہ کے مذکورہ عقائد نہ ہوں (اور وہ ان سے برائت کرتا ہو) تو وہ کافر نہیں، اس لیے علی الاطلاق ہر شیعہ کو (خواہ اس کے عقائد کیسے بھی ہوں) کافر قرار دینے میں جمہور علمائے اُمت نے احتیاط کی ہے۔

لیکن جن شیعوں کو کافر قرار دینے سے احتیاط کی گئی ہے، وہ بھی اہلِ سنت والجماعت کے خلاف عقائد ونظریات اختیار کرنے کی وجہ سے بلاشبہ سخت ضلالت اور گمراہی میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان گمراہیوں سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے، آمین۔

فقط

www.idaraghufran.org

واللہ اعلم

ماخذ: دارالافتاء، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن

فتویٰ نمبر: 143901200024

تاریخ اجراء: 28/اگست/2017ء

(بعنوان ''شیعہ کافر کیوں ہیں'')

(https://www.banuri.edu.pk/readquestion/2017-09-28)

مذکورہ فتوے میں تمام شیعوں کو کافر قرار نہیں دیا گیا، صرف کفریہ عقائد رکھنے والے کو کافر قرار دیا گیا ہے، اور جس کے عقائد کفریہ نہ ہوں، اور وہ کفریہ عقائد سے برائت کرے، تو اس کو کافر قرار دینے سے منع کیا گیا ہے، متقدمین ومجتہدین کے مبارک طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے، یہ قید نہیں لگائی گئی کہ صرف برائت کرنا کافی نہیں، بلکہ کفریہ عقائد رکھنے والوں کی تکفیر کرنا بھی ضروری ہے۔

اور اگر موصوف کے پیش کردہ اس اصول کو مؤثر نہ مانا جائے، تو کئی اہلُ السنۃ کی طرف منسوب علماء وقائدین کی بھی تکفیر کرنی پڑے گی۔

چنانچہ جمہور اہلِ علم حضرات کے مقابلے میں بعض اہلِ علم حضرات نے قادیانیوں کو کافر قرار نہیں دیا، اور ان کے بارے میں نرم گوشہ رکھا، لیکن اس کی وجہ سے ان اہلِ علم حضرات کی تکفیر نہیں کی جاسکتی، بلکہ ان کے اس قول کو ان کی ذاتی وشخصی رائے، یا ان کے قول کو خطاء وتسامح پر مبنی قرار دیا جاسکتا ہے، یا ان میں کوئی دوسری مناسب تاویل کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔

چنانچہ جناب عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب ''ذکرِ آزاد'' میں لکھتے ہیں:

''کچھ مدت کے بعد مولانا نے اپنے حالات قلم بند کرانا شروع کیے، اور جب سفر قادیان اور مرزا صاحب سے ملاقات کا تذکرہ آیا، تو میں نے سوال کیا کہ قادیانی فرقے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، جواب کے دوران میں رک کر فرمایا، یاد پڑتا ہے اس بارے میں کسی کے استفتاء کا جواب لکھ کر میں نے تمہیں گرفتاری

سے پہلے نقل کرنے کو دیا تھا، مجھے بھی یاد آ گیا، موجودہ کتاب کی تالیف کے وقت پھر یہ چیز مجھے یاد آئی، پرانے کاغذ الٹے پلٹے، تو مولانا (ابوالکلام آزاد صاحب) کا یہ فتویٰ انہیں کے قلم سے لکھا ہوا مل گیا، یہاں پوری تحریر نقل کرتا ہوں۔

سوال

مرزا غلام قادیانی کے پیروں کی نسبت حکمِ شرعی کیا ہے؟ وہ مثل دیگر مبتدع فرقوں کے گمراہ ہیں، یا قطعاً کافر ہیں؟ ان کے ساتھ معاشرتی تعلقات رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟ کیا ان کا معاشرتی مقاطعہ کرنا چاہئے؟ جواب دیتے ہوئے یہ بات بھی پیشِ نظر رکھ لی جائے کہ ان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ختمِ نبوت کے منکر ہیں، مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرتے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے کلماتِ توہین ان کی کتب میں مرقوم ہیں، نیز ان میں سے قادیانی فرقہ، مسلمانوں کو کافر سمجھتا ہے۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. الحمد لِلّٰہ وحدہٗ.

جواب سے پہلے چند امور کا ذہن نشین ہو جانا ضروری ہے۔

(1) ہر مدعیِ اسلام کی نسبتِ اصل، اثبات ہے کہ نفی؟

(2) سلف واہلِ علم نے اس پر اجماع کیا کہ مؤوّل کا حکم، منکر کا نہیں ہے۔

(3) لزوم والتزام میں فرق ہے۔

(4) سلف کی اصطلاح میں کفر کا اطلاق، مختلف مراتبِ ضلالت پر بھی ہوا، جیسا کہ امام بخاری نے باب باندھا ''**کفرٌ دون کفرٍ**'' لیکن وہ کفر جو **مخرج عن الملة** ہے، ان سے مختلف ہے۔

اب جواب سنیے، اگر آپ کا سوال یہ ہوتا کہ ختمِ نبوت کا انکار اور انبیائے کرام کی

توہین کفر ہے، یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں ایک سے زیادہ حکم لگانے کی گنجائش نہیں، یعنی وہ قطعاً کفر ہے۔

لیکن آپ کا سوال یہ نہیں ہے، آپ ایک معین جماعت کی نسبت دریافت کرتے ہیں، جس کے عقائد مسطور و مشہور ہیں، اب یہ ضروری ہوا کہ تحقیق کیا جائے کہ واقعی وہ ختمِ نبوت کی منکر ہے، یا نہیں؟

مجھے جہاں تک ان لوگوں کی کتابیں دیکھنے اور ان کی زبانی ان کے عقائد سننے کا اتفاق ہوا ہے، میں کہہ سکتا ہوں کہ گو ان کی تاویلاتِ باطلہ سے ہمارے نزدیک قریب قریب انکار لازم آ جاتا ہو، لیکن انہیں اس کے التزام سے قطعاً انکار ہے، وہ ایک لمحے کے لیے بھی اس کا اقرار نہیں کرتے کہ انہیں آیا ختمِ نبوت، یا اس کے مسلم منطوق سے انکار ہے، البتہ وہ تاویلات کرتے ہیں۔

ہمارے نزدیک وہ تمام تاویلات باطل ہیں، اور بدع و ضلالت پر مبنی ہیں، تاہم جب کفر و اسلام کا سوال آئے گا، تو ہم ان پر منکر کا حکم نہیں لگائیں گے، اور اس میں احتیاط کریں گے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت مرزا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے، اسے وہ اس معنیٰ میں تسلیم نہیں کرتے، جو ہمارے نزدیک لازم آ جاتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ مقصود اس سے اس رسول کی توہین نہیں ہے، جس کا قرآن مصدق ہے، بلکہ اس یسوع کی نسبت بطور حجتِ الزامی کے عیسائیوں سے معارضہ مقصود ہے، جس کا حال ان کی بائبل میں مرقوم ہے، ان کا یہ بیان اہلِ حق و علم کے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہے، تاہم اس بیان کے بعد ہم ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا الزام نہیں لگا سکتے۔

باقی رہا عامہ اہلِ اسلام کی تکفیر، تو بلاشبہ یہ اشدِ شدید ضلالت ہے، لیکن اس کی بنا پر

بھی انہیں ملت سے خارج نہیں کر سکتے۔ وهذه ليست اول قاروة كُسرت في الاسلام۔

خوارج بھی تمام مسلمان کی تکفیر کرتے تھے، مگر حضرت علی رضی اللہ کا فتویٰ مشہور و معلوم ہے، انہوں نے جمعہ کے دن خطبے میں فرمایا کہ گو تمہارے عقائد اس اس طرح کے ہیں، لیکن جب تک تم قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہو، میں تمہیں مسلمانوں سے خارج نہیں کروں گا (حكاه الذهبي في التاريخ)

علاوہ بریں خود اس (قادیانیوں کی) جماعت میں دو گروہ ہو گئے ہیں، اور دونوں مرزا صاحب کے اقوال و عقائد کی تعیین میں باہم دگر معارض ہیں، لاہوری جماعت، ان تمام باتوں کا کچھ دوسرا مطلب بتلاتی ہے، ایسی حالت میں کیوں کر جائز ہوگا کہ ان پر ملت سے خارج ہونے کا حکم دے دیا جائے۔

میرے نزدیک ان کا شمار اسلام کے گمراہ فرقوں میں ہے، اور جو اُن میں غالی ہیں، ان کی گمراہی، کمال مرتبۂ ضلالت تک پہنچی ہوئی ہے، تاہم میں کسی ایسے فرد، یا جماعت کو جو شہادتین کا اقرار کرتی ہو، یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو، اور قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتی ہو، اس معنیٰ میں کافر نہیں کہہ سکتا، جس سے مقصود ملتِ اسلامیہ سے خارج ہو جانا ہے۔

میرے نزدیک اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ان سے معاشرتی مقاطعے کا حکم دیا جائے، ایسا کرنا نہ صرف یہ کہ بے جا تشدد ہوگا، بلکہ ان کی جماعتی تقویت کا موجب ہوگا''

(ذکرِ آزاد، مولانا ابوالکلام آزاد کی رفاقت میں اڑتیس سال، ص ۱۵۴ تا ۱۵۶، بعنوان: ''قادیانی'' مطبوعہ: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، سنِ اشاعت: 2006ء)

اخبار ''وکیل'' امرتسر، انڈیا کی 30 مئی 1908ء کی اشاعت میں مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کا ''مرزا غلام احمد قادیانی'' کے متعلق اپنا جو مضمون شائع ہوا تھا، اس کا یہ اقتباس بھی

ملاحظہ کرلیا جائے:

''کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹے سے چھوٹا دھبہ بھی نظر نہیں آتا، وہ ایک پاکباز کا جینا جیا، اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی، غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق و عادات کیا، بلحاظ خدمات وحمایتِ دین مسلمانانِ ہند میں ان کو ممتاز، برگزیدہ اور قابلِ رشک مرتبہ پر پہنچادیا'' (اخبار ''وکیل'' امرتسر، ۳۰ مئی، ۱۹۰۸ء، ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ، شنبہ، جلد ۱۴، نمبر ۱۶، صفحہ ۱، مضمون بعنوان ''مرزا غلام احمد مرحوم'')

اسی طرح کئی اہلِ علم حضرات کی تصریح کے مطابق مولانا عبیداللہ سندھی صاحب بھی قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔

چنانچہ مولانا ابن الحسن عباسی صاحب لکھتے ہیں:

قادیانیوں پر کفر کا فتویٰ امتِ مسلمہ کے علماء اجماعی طور پر لگا چکے ہیں، اور دستورِ پاکستان میں بھی انہیں ''غیر مسلم'' قرار دیا گیا ہے، چاہے ان کا تعلق احمدی گروپ سے ہو یا لاہوری جماعت سے۔ یہ امتِ مسلمہ کا ایک اجماعی موقف ہے، لیکن مولانا عبیداللہ سندھی کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دل میں قادیانیوں، خصوصاً لاہوری گروپ کے لئے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔

(......پھر مولانا سندھی کے چند خطوط نقل کرنے کے بعد مولانا ابن الحسن عباسی صاحب لکھتے ہیں......)

ان خطوط میں مولانا سندھی مرحوم نے یہ بات صراحتاً تحریر فرمادی ہے کہ وہ غلام احمد قادیانی کے دعاوی کو ذرہ برابر بھی وقعت نہیں دیتے، تاہم حکیم نورالدین قادیانی، صدرالدین قادیانی اور محمد علی لاہوری قادیانی کے بارے میں عزت واحترام اور محبت کا جو اظہار انہوں نے کیا ہے، اسی طرح قادیانی جماعت کے

ساتھ بھی محبت کا جو اظہار کیا ہے، کوئی دوسرا مسلمان، مولانا کے ساتھ ان کے اس تفرد میں شرکت نہیں کرسکتا، اور یہ خطوط بھی مولانا کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں، املائی خطبات ومقالات نہیں، اس لئے یہ بہرحال مولانا کا تفرد اور جمہورِ امت سے الگ رائے ہے (التجائے مسافر، صفحہ ۱۵۰ تا ۱۶۵، مطبوعہ: مکتبہ عمر فاروق، بالمقابل جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی، طباعتِ اول: رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ)

اگر موصوف، اس قسم کی عبارات میں کوئی مدافعانہ تاویل کا حق رکھتے ہیں، تو دوسرے فرقہ کے لوگوں کی بھی اپنے بزرگوں کی طرف منسوب عبارات واقوال میں مدافعانہ تاویل کو گوارا کرنا چاہیے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ کی ''مشكاةُ المصابيح '' کی شرح ''مرقاةُ المفاتيح '' کے حوالے سے یہ عبارت پہلے گزر چکی ہے کہ:

الصواب عند الأكثرين من علماء السلف والخلف أنا لا نكفر أهل البدع والأهواء إلا إن أتوا بمكفر صريح لا استلزامي؛ لأن الأصح أن لازم المذهب ليس بلازم (مرقاة المفاتيح، ج۱، ص ۱۸۰، كتاب الايمان، باب الإيمان بالقدر)

ترجمہ: اکثر علمائے سلف وخلف کے نزدیک درست بات یہ ہے کہ ہم اہلِ بدعت اور اہلِ ہواء کو کافر قرار نہیں دیتے، اِلَّا یہ کہ وہ کفرِ صریح کا ارتکاب کریں، نہ کہ کفرِ استلزامی کا، کیونکہ اصح یہ ہے کہ مذہب کا لازم، لازم نہیں ہوتا (مرقاۃ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

ولازم المذهب لا يجب أن يكون مذهبا بل أكثر الناس يقولون أقوالا ولا يلتزمون لوازمها. فلا يلزم (مجموع الفتاوى، ج۱۶، ص ۴۶۱، كتاب التفسير، سورة العلق، اقوال الطوائف فى الارادة والقدر)

ترجمہ: اور مذہب کا ''لازم'' ضروری نہیں ہے کہ وہ اس کا ''مذہب'' ہو، بلکہ اکثر لوگ ایسے اقوال کہتے ہیں کہ جن کے لوازمات کا وہ ''التزام'' نہیں کرتے، پس وہ لازم نہیں آئے گا (مجموعُ الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

فالصواب :أن (لازم) مذهب الإنسان ليس بمذهب له إذا لم يلتزمه؛ فإنه إذا كان قد أنكره ونفاه كانت إضافته إليه كذبا عليه بل ذلک يدل على فساد قوله وتناقضه فى المقال غير التزامه اللوازم التى يظهر أنها من قبل الكفر والمحال مما هو أكثر فالذين قالوا بأقوال يلزمها أقوال يعلم أنه لا يلتزمها لكن لم يعلم أنها تلزمه ولو كان لازم المذهب مذهبا للزم تكفير كل من قال عن الاستواء أو غيره من الصفات أنه مجاز ليس بحقيقة؛ فإن لازم هذا القول يقتضى أن لا يكون شىء من أسمائه أو صفاته حقيقة(مجموع الفتاوى، ج٢٠،ص٢١٧، كتاب اصول الفقه، وسئل شيخ الإسلام — قدس الله روحه —:هل لازم المذهب مذهب أم لا؟)

ترجمہ: پس درست بات یہ ہے کہ انسان کا مذہب، وہ نہیں کہلاتا، جس مذہب کا اس نے التزام نہیں کیا، کیونکہ جب اس نے کسی چیز کا انکار کردیا، اور اس کی نفی کردی، تو پھر اس کی طرف اس بات کی نسبت کرنا، اس کے خلاف جھوٹ کہلائے گا، بلکہ یہ اس قول کے فساد کی دلیل ہوگی، اور اس کے قول کے ساتھ ٹکراؤ ہوگا کہ اس کے التزام کے بغیر، اس پر ایسی چیزوں کو لازم کیا جائے، جو کفر اور محال کے قبیل سے ہے، اور اس طرح کی بہت سی چیزیں ہیں، جو لوگ کہتے ہیں کہ جن کی وجہ سے ایسی باتیں لازم آجاتی ہیں کہ جن کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا

Idara Ghufran

وہ التزام نہیں کرسکتا، لیکن اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ باتیں لازم آرہی ہیں، اور اگر مذہب کا لازم "لازم" کہلاتا، تو ہر اس شخص کا کافر ہونا بھی لازم آجاتا، جو استواء، یا دوسری ایسی صفات، مجاز پر محمول کرتا ہے، اور حقیقت کی نفی کرتا ہے، کیونکہ اس قول کا لازمی تقاضا یہ ہوگا کہ اللہ کے اسماء اور صفات کی کوئی حقیقت نہیں (مجموعُ الفتاویٰ)

علامہ رملی کے فتاویٰ میں ہے کہ:

(سئل) عمن قال إن الله فى جهة هل هو مسلم، وإن لزمه التجسيم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهب أم لا؟

(فأجاب) بأن القائل المذكور مسلم، وإن كان مبتدعا (فتاویٰ الرملی، ج۴ص۲۰، کتاب الردة)

ترجمہ: اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا، جس نے یہ قول کیا کہ اللہ، فلاں جہت میں ہے، کیا وہ مسلم ہے، اور اس قول سے اللہ کے لیے جسم قرار دینا لازم آتا ہے، کیونکہ "مذہب" کا لازم "مذہب" نہیں ہوتا، یا وہ مسلم نہیں ہے؟

علامہ رملی نے اس کا یہ جواب دیا کہ مذکورہ قول کا قائل، مسلم ہے، اگرچہ وہ بدعتی ہے (فتاویٰ الرملی)

اور بھی کئی دوسرے اہلِ علم حضرات نے "لازمِ مذہب" کے "مذہب" نہ ہونے، یا "لازمِ قول" کے "لازم" نہ ہونے کو اصولیین کے نزدیک اصح اور معتمد قرار دیا ہے، اور اسی بناء پر جمہور کی طرف سے بہت سے اہلِ بدعت کی تکفیر سے اجتناب کیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] الأصح عند الأصوليين أن لازم المذهب ليس بمذهب .وقوله: ليس بمذهب وإن كان كفرا ما لم يلتزمه صاحبه(حاشية البجيرمى على الخطيب، ج۲ص۱۳۸، كتاب الصلاة، فصل فى صلاة الجماعة)

قوله: (كفر) أى حالا وهو فعل ماض جواب من نفى و كفره بذلك لأن فيه تكذيبا لرسول الله –

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

بہرحال مذکورہ بالا امور سے یہ معلوم ہوگیا کہ تمام شیعوں کی طرف سے کفریہ عقائد، یا محرفِ قرآن کے عقیدہ کے حامل لوگوں کی تکفیر، یا اس کا اظہار کرنا، ان پر عدمِ تکفیر کے لیے شرط نہیں۔

ورنہ تو اس اصول کے نتیجے میں بہت سے اہلُ السنۃ پر بھی کفر کا حکم عائد کرنا لازم آئے گا۔ اور ''کرے کوئی، بھرے کوئی'' والی بات ہی صادق آئے گی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صلى الله عليه وسلم – ومنه يعلم التكفير بتكذيب الله تعالى بالأولى كأن ينفى صحبة أبى بكر – رضى الله عنه – أو ينفى رمى بنته عائشة مما برأها الله منه، وخرج بذلك من سبه أو غيره من الصحابة كعمر بن الخطاب والحسن والحسين أو نفى وجود أبى بكر أو غيره من الصحابة، وإن لزم عليه نفى صحبة أبى بكر لأن لازم المذهب ليس بمذهب فلا يكفر بشىء من ذلك على الأصح المعتمد(حاشيتا قليوبى وعميرة على شرح المحلى على المنهاج، حاشية قليوبى، ج۴ص ۱۷۶، كتاب الردة)

أما السؤال الأول فينبنى على أن لازم المذهب مذهب والأصح أنه غير مذهب وإذا لم نكفر المجسمة أو الجهمية أو المنكرين للكلام النفسى بمجرد ذلك وإن لزم عليهم مكفرات كما هو مقرر فى محله لجواز أنهم لا يعتقدون تلك اللوازم وقال جماعة من الأئمة بكفرهم بناء على القول المقابل للأصح أن مقابل المذهب مذهب(الفتاوىٰ الفقهية الكبرىٰ للهيتمى، ج۴ص ۱۰۰، كتاب النكاح)

وقال ابن عبد السلام فى القواعد إنه الأصح بناء على أن لازم المذهب ليس بمذهب (اسنى المطالب فى شرح روضة الطالب، ج ۱ ص ۲۱۹، كتاب صلاة الجماعة، باب صفة الأئمة فى الصلاة،فصل من يقدم فى الإمامة)

واختلف قول مالك فى التكفير بالمآل، ومعنى التكفير بالمآل أنهم لا يصرحون بقول هو كفر، ولكن يصرحون بأقوال يلزم عنها الكفر، وهم لا يعتقدون ذلك اللزوم(بداية المجتهد ونهاية المقتصد، ج۴،ص ۲۴۲،كتاب الحرابة،الباب الخامس بماذا تثبت الحرابة،فصل :فى حكم المحاربين على التأويل)

وسبب الخلاف: أهل البدع، هل يكفرون بمآل قولهم أم لا؟

ومعنى الكفر بالمآل أنهم لا يصرحون بقول هو كفر، ولكن يصرحون بأقوال يلزم عنها الكفر، وهم لا يعتقدون ذلك اللزوم(مناهج التحصيل ونتائج لطائف التاويل فى شرح المدونة للرجراجى، ج۱۰ ص ۷۸، كتاب المحاربين، المسئلة الاولىٰ فى حد الحرابة)

وذلك مثل ما ذكرنا من قول أهل العلم أن لازم القول لا يلزم، ولازم المذهب ليس بمذهب(شرح صحيح البخارى "دروس مفرغة من موقع الشيخ الخضير "رقم الدرس: ٦،ص ٢،شرح حديث: "إنما الأعمال بالنيات ")

''اثنا عشریہ'' کے تکفیرِ صحابہ کی وجہ سے ''تکفیر'' پر کلام

اس کے بعد موصوف نے تیسرا سوال یہ تحریر کیا ہے کہ:

''قرآنِ مجید کو جمع کرنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، اور اہلِ تشیع، بالخصوص اثنا عشریہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابل ''اہلِ بیت'' کا کیمپ لگا کر واضح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کی ہے، آج بھی کرتے ہیں، اور اس پر ''تبرا و تولا'' کے عنوانات سے ان کی سینکڑوں کتب موجود ہیں، تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر حکمِ تکفیر لگانے والوں کا کیا قرآنِ مجید پر ایمان کسی درجہ میں ممکن ہے؟ جیسا کہ امام اہلِ سنت علامہ عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ بارہا مرتبہ اپنی حیات مبارکہ میں اعلان کرتے تھے کہ روافض کا نہ قرآن مجید پر ایمان ہے، اور نہ ہی ہوسکتا ہے، کیونکہ وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین و تنقیص اور تکفیر کرتے ہیں''۔ انتھٰی۔

اس سلسلے میں پہلے تو یہ عرض ہے کہ خلیفۂ راشد حضرت علی اور بہت سے دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف کیمپ لگا کر خوارج نے بھی ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کی، بلکہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف باقاعدہ کیمپ لگا کر قتال بھی کیا، اور آج بھی خوارج کا، مسلمانوں کی تکفیر کے سلسلے میں یہی طریقہ ہے، اور احادیث میں بھی ان کا یہ طریقہ بتلایا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کی تکفیر کریں گے، اور ان کو قتل کریں گے، لیکن جمہور مجتہدین نے خوارج کی تکفیر سے اجتناب کیا، ان کو جمہور مجتہدین وفقہائے کرام کے مقابلے میں صرف بعض اہلُ الحدیث حضرات ہی نے کافر قرار دیا، اس لیے پہلے موصوف کو یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ وہ خوارج کے متعلق جمہور مجتہدین کے پیروکار ہیں، یا نہیں؟ اور اہلِ بیت بھی صحابیت کے شرف سے موسوم ہیں، یا نہیں؟ جن کو صحابی اور مومن، بلکہ متقی و امام تسلیم کرنے والے فرقہ کی طرف

تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کی نسبت کرنا، کیا حیثیت رکھتا ہے؟

پھر اگر موصوف کو فقہائے کرام کے بیان کردہ ''لزومِ کفر'' اور ''التزامِ کفر'' کا فرق اور ''تکفیر'' کی شرائط وموانع کی تفصیلات کا علم نہیں، اور وہ ان تمام امور کو نظر انداز کرکے علی الاطلاق ''تکفیرِ شیعہ'' کا جذبہ رکھتے ہوں، تو وہ اپنا جذبہ پورا کرلیں۔

ہم تو اصولی طور پر ''تکفیر وعدمِ تکفیر'' کے درمیان ایسا واضح موقف رکھتے ہیں کہ جو جامع بھی ہے، اور مانع بھی، اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر ''کفر'' ہے، تاویل کی وجہ سے فی الجملہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر، یا محض ان سے بغض وعداوت کفر نہیں، البتہ سنگین اور قابلِ تعزیر گناہ وجرم ہونے میں شبہ نہیں، جیسا کہ خوارج کا معاملہ ہے۔

اور کسی پر محض ''تقیہ'' کی وجہ سے، جب تک وہ کفر کا خود سے اظہار نہ کرے، تکفیر کا حکم لگانا بھی درست نہیں، قرآن وسنت میں اس کی تصریح آئی ہے، اور ''تبرا وتولا'' کے متعلق جو تفصیل محققین فقہائے کرام نے بیان کی ہے، ہم اس کے مطابق رائے رکھتے ہیں، تبرا وتولا کے باب سے ماخوذ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ایک عبارت بھی آگے آتی ہے، جبکہ موصوف نے اپنی مسلکہ ومذکورہ تحریر میں مجتہدین، وفقہائے کرام کی ایک عبارت بھی نقل نہ کی، اور دعوے پر دعوے اور الزام پر الزام عائد کرتے چلے گئے۔ [1]

---

[1] وقيل محمول على الخوارج لأنهم يكفرون المؤمنين هكذا نقله عياض عن مالك وهو ضعيف لأن الصحيح عند الأكثرين أن الخوارج لا يكفرون ببدعتهم(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج١٠،ص٤٦٦، كتاب الأدب،قوله باب ما ينهى من السباب واللعن)

الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم ويكفرون الصحابة حكمهم عند جمهور الفقهاء وأهل الحديث حكم البغاة .وذهب بعض أهل الحديث إلى أنهم مرتدون .قال ابن المنذر : ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء .وذكر فى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع .وبعضهم يكفرون البعض، وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبه إلى أكثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل كلام المجتهدين، نعم يقع فى كلام أهل المذهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

امام نووی رحمہ اللہ صحیح مسلم کی شرح میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا(رد المحتار على الدر المختار، ج۴،ص۲۳۷ ، كتاب الجهاد ،باب المرتد،مطلب توبة اليأس مقبولة دون إيمان اليأس)

وكمنكر خلافة الشيخين والساب لهما فإن فيه إنكار حكم الإجماع القطعى إلا أنهم ينكرون حجية الإجماع بإتهامهم الصحابة فكان لهم شبهة فى الجملة وإن كانت ظاهرة البطلان بالنظر إلى الدليل فبسبب تلك الشبهة التى أدى إليها اجتهادهم لم يحكم بكفرهم مع أن معتقدهم كفر احتياطا بخلاف مثل من ذكرنا من الغلاة فتأمل(منحة الخالق على البحر الرائق ، ج۵،ص ۱۵۱ ،كتاب السير، باب البغاة)

واختلف قول مالک فى التكفير بالمآل، ومعنى التكفير بالمآل أنهم لا يصرحون بقول هو كفر، ولكن يصرحون بأقوال يلزم عنها الكفر، وهم لا يعتقدون ذلک اللزوم(بداية المجتهد ونهاية المقتصد، ج۴،ص ۲۴۲ ،كتاب الحرابة،الباب الخامس بماذا تثبت الحرابة،فصل :فى حكم المحاربين على التأويل)

الخوارج الذين يكفرون بالذنب ويكفرون علياً وعثمان وطلحة والزبير وكثيراً من الصحابة ويستحلون دماء المسلمين وأموالهم ألا من خرج معهم فظاهر قول الفقهاء المتأخرين من أصحابنا أنهم بغاة لهم حكمهم وهذا قول أبى حنيفة والشافعى وجمهور الفقهاء وكثير من أهل الحديث وأما مالک فيرى استتابتهم فان تابوا وإلا قتلوا على افسادهم لاعلى كفرهم، وذهبت طائفة من أهل الحديث إلى أنهم كفار مرتدون حكمهم حكم المرتدين(الشرح الكبير على متن المقنع،لعبد الرحمن بن محمد بن أحمد بن قدامة المقدسى الحنبلى،ج۱۰ ،ص ۵۰، كتاب الديات،باب قتال اهل البغى، مسألة: وهم القوم الذين يخرجون على الامام بتأويل سائغ ولهم منعة وشوكة)

الطوائف المشهورة بالبدعة كالخوارج والروافض لا يدعون أنهم على مذهب السلف بل هؤلاء يكفرون جمهور السلف .

فالرافضة تطعن فى أبى بكر وعمر وعامة السابقين الأولين من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان وسائر أئمة الإسلام .فكيف يزعمون أنهم على مذهب السلف ولكن ينتحلون مذهب أهل البيت كذبا وافتراء .وكذلک الخوارج قد كفروا عثمان وعليا وجمهور المسلمين من الصحابة والتابعين؛ فكيف يزعمون أنهم على مذهب السلف؟ (مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج۴،ص ۱۵۳ ،كتاب مفصل الاعتقاد،فصل:وأما قول من قال إن الحشوية على ضربين)

من شأن أهل البدع أنهم يبتدعون أقوالا يجعلونها واجبة فى الدين بل يجعلونها من الإيمان الذى لا بد منه ويكفرون من خالفهم فيها ويستحلون دمه كفعل الخوارج والجهمية والرافضة والمعتزلة وغيرهم .وأهل السنة لا يبتدعون قولا ولا يكفرون من اجتهد فأخطأ وإن كان مخالفا لهم مستحلا لدمائهم كما لم تكفر الصحابة الخوارج مع تكفيرهم لعثمان وعلى ومن والاهما واستحلالهم لدماء المسلمين المخالفين لهم(مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج۱۹ ،ص ۲۱۲)

’’جو غالی رافضی تمام صحابۂ کرام کی تکفیر کرتے ہیں، ان کے کفر میں کوئی شک نہیں، لیکن ان غالی رافضیوں کے علاوہ دیگر رافضی اس مسلک کو اختیار نہیں کرتے، جہاں تک امامیہ اور بعض معتزلہ کا تعلق ہے، تو ان کا کہنا یہ ہے کہ صحابۂ کرام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر دوسرے حضرات کو مقدم کرنے میں خطاء کا ارتکاب کیا ہے، لیکن وہ کافر نہیں ہیں‘‘۔انتہٰی۔ [1]

امام تقی الدین سُبکی رحمہ اللہ ’’فتاویٰ سُبکی‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

’’جب حضرت ابوبکر، عمر و عثمان رضی اللہ عنہم پر سب وشتم، ان کی تکفیر اور مجمع علیہ چیز کے انکار کے بغیر کیا جائے، تو کفر نہیں، جیسا کہ وہ رافضی جو ان حضراتِ گرامی پر صحابی ہونے کے بجائے، محض بغض کی وجہ سے سب وشتم کرے، کیونکہ وہ حضرت علی اور حضرت حسن، اور حضرت حسین وغیرہم رضی اللہ عنہم سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہی تو محبت بھی رکھتا ہے‘‘۔انتہٰی۔ [2]

’’اثنا عشریہ‘‘ کے تمام صحابۂ کرام کی تکفیر نہ کرنے کی صراحت، علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے حوالے سے پہلے گزر چکی ہے۔

---

[1] قال القاضی هذا الحديث مما تعلقت به الروافض والإمامية وسائر فرق الشيعة فی أن الخلافة كانت حقا لعلی وأنه وصی له بها قال ثم اختلف هؤلاء فكفرت الروافض سائر الصحابة فی تقديمهم غيره وزاد بعضهم فكفر عليا لأنه لم يقم فی طلب حقه بزعمهم وهؤلاء أسخف مذهبا وأفسد عقلا من أن يرد قولهم أو يناظر وقال القاضی ولا شک فی كفر من قال هذا لأن من كفر الأمة كلها والصدر الأول فقد أبطل نقل الشريعة وهدم الإسلام وأما من عدا هؤلاء الغلاة فإنهم لا يسلكون هذا المسلک فأما الإمامية وبعض المعتزلة فيقولون هم مخطئون فی تقديم غيره لا كفار (شرح النووی علیٰ مسلم، ج۱۵، ص۱۷۴، كتاب فضائل الصحابة رضی الله عنهم، باب من فضائل علی بن أبی طالب رضی الله عنه)

[2] وهذا الرافضی لعنه الله ومن أشبهه بغضهم لأبی بكر وعمر وعثمان رضی الله عنهم لا شک أنه ليس لأجل الصحبة لأنهم يحبون عليا والحسن والحسين وغيرهما ولكنه بهوى أنفسهم واعتقادهم بجهلهم ظلمهم لأهل بيت النبی صلی الله عليه وسلم فالظاهر أنهم إذا اقتصروا على السب من غير تكفير ولا جحد لمجمع عليه لا يكفرون (فتاویٰ السبكی، ج۲ ص۵۹۱، كتاب العتق، باب جامع، فصل سب النبی صلی الله عليه وسلم)

صاحبِ تفسیرِ حقانی نے صحابۂ کرام پر تبرّی، اور گالی گلوچ، کے فعل کو غالی اور متعصب شیعوں کی طرف منسوب کیا ہے، اور امامت کے مسئلے میں شیعوں کے بہت سے فریق ہونے کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ وہ ''تفسیرِ حقانی'' کے مقدمہ میں ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

اصل نزاع ''مسئلۂ امامت'' میں تھا، شیعہ کے نزدیک، استحقاق اس خدمت کا حضرت علی کو تھا۔

دوم علی رضی اللہ عنہ، سب صحابہ رضی اللہ عنہم میں افضل ہیں، نہ یہ بات کہ اور صحابۂ کرام، کافر یا مرتد ہو گئے۔

اور ''باغِ فدک'' حضرت فاطمہ کی مِلک کر دینا چاہیے تھا۔

اہلِ سنت کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، امامت کے مستحق تھے کہ وہی سب صحابہ رضی اللہ عنہم میں افضل تھے، اور ''باغ'' آنحضرت علیہ السلام نے اپنی حیات میں ''نذرُ اللہ'' کر دیا تھا، بلکہ اپنی جان اور مال سب کو وقف راہِ مولیٰ کر دیا، اور ''نحن معشر الانبیاء لانرث ولانورث، ماترکناہ صدقۃ'' فرما دیا تھا، پس جس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں، جو اس کی آمدنی پاتی تھیں، بدستور جاری رکھی، اور باغ ''مالِ خدائی'' ٹھہرایا گیا، کیونکہ جب مال ہی نہیں، تقسیم کاہے میں جاری کرتے؟ لیکن بنوامیہ کے ظلم اور زیادتی سے یہ قصہ نہایت طور پکڑ گیا، خود شیعہ کے اس مسئلۂ امامت میں بہت سے فریق ہو گئے۔

اور غالی اور متعصب لوگوں نے اپنی رونقِ مجالس اور لوگوں کو مصائبِ اہلِ بیت پر رُلانے کے لیے ایسی ایسی باتیں بھی گھڑیں، اور کتابوں میں درج کر دیں، اور نوبت، تبرّی اور گالی گلوچ صحابہ رضی اللہ عنہم کی پہنچادی، اور پرائے شکن کے

لیے، اپنی ناک اڑادی، اہانتِ پیغمبر علیہ السلام اور اہلِ بیتِ کرام کی طرف خیال نہ کیا۔

اس لیے محققینِ شیعہ، ایسی باتوں کو ہیچ و پوچ جانتے ہیں (تفسیر حقانی، ج۱ص۱۰۲، مقدمہ، ناشر: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی، انڈیا)

برصغیر پاک و ہند کے نامور مورخ، علامہ حکیم محمد نجم الغنی خاں رام پوری، نجمی (المتوفیٰ: 1360ھ/1941ء) اپنی معروف کتاب ''مذاہب الاسلام'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''اہلِ قبلہ کو جو مسلمانوں کے قبلے کی طرف نماز پڑھتے ہیں، اور قرآن وحدیث کے ساتھ تمسک کرتے ہیں، اور شہادتین کی تصدیق واقرار کرتے ہیں، کافر کہنا نہ چاہیے، جب تک کہ کوئی قول وفعل کفر کا، اُن سے صریحاً نہ پایا جائے، جیسے ''معاذ'' کا، یا ''خدائے تعالیٰ کے وجود'' کا، یا ''نبی'' کا، یا اور ''ضروریاتِ دین'' کا انکار کرنا، اور ''کفر'' کا التزام ''کفر'' ہے، اُس کا لزوم ''کفر'' نہیں۔

اگر ''مدلولِ نص'' کو ''مدلولِ نص'' اعتقاد کر کے بے تاویل انکار کرے، اور کہے کہ ہر چند نص وارِد ہے، مگر میں اس بات کو قبول نہیں کرتا، یہ کفر کا التزام ہے، اور اگر نص کو تاویل کر کے، اگرچہ وہ تاویل حقیقت میں صحیح نہ ہو، مدلولِ ظاہر کو نہ مانے، تو یہ لزومِ کفر ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ جب کسی حکمِ منصوص کا جو بنصِ قطعی ثابت ہے، تاویلِ باطل کے ساتھ انکار کرتے ہیں، تو کفر لازم نہیں آتا، سو یہی حال ''شیعہ'' کا ہے، کہ وہ دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جان کر ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے اس اجماع سے، جو خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر ہوا ہے، اجماع سمجھ کر انکار نہیں کیا ہے، بلکہ ایک شبہ اُن کے دل میں پیدا ہو گیا ہے، جس سے اجماع کے منکر ہیں، اور وہ شبہ یہ ہے کہ علی مرتضیٰ نے بسبب ''تقیہ'' کے خلفائے ثلاثہ سے بیعت کی

www.idaraghufran.org

تھی، اور حقیقت میں ان کے خلیفہ برحق ہونے کے معتقد نہ تھے، پس دراصل اجماع منعقد نہیں ہوا تھا، اگرچہ یہ شبہ باطل ہے، مگر ان کے عندیے میں تو صحیح ہے، اس لیے تکفیر سے روکتا ہے، پس اس طرح کی باتیں بدعت ہیں کہ تاویل صادِر ہوئی ہے۔

اور یہاں سے عدمِ تکفیر خوارج کا بھی بِسر، ظاہر ہوتا ہے، اور یہ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا ہے ''**یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیة** '' یعنی'' دین سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار میں سے'' اس سے مقصود'' نکل جانا امامِ برحق کی اطاعت سے ہے'' اور حقیقت میں اسلام سے نکل جانا مراد نہیں۔

اور عموماً ''صحابہ'' اور خصوصاً ''شیخین'' کو برا کہنا ''کفر'' نہیں، ''فسق'' ہے، اس لیے کہ مسلمان کو برا کہنا فسق ہے، اور صحابہ اور دوسرے مسلمان اس حکم میں برابر ہیں، بالفرض اگر کوئی مسلمان خلفائے راشدین میں سے کسی کو قتل کر ڈالے، تو بھی وہ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، اور ظاہر ہے کہ برا کہنا قتل سے کمتر ہے، ہاں معاصی کا حلال جاننا کفر ہے، جس طرح ترکِ صلاۃ ''کفر'' نہیں، بلکہ ترک کو حلال جاننا کفر ہے۔

تکفیرِ شیعہ ہمارے ائمۂ متقدمین کی رائے نہیں، یہ افواہ متاخرین میں پھیل گئی ہے۔

امرِ منقح اور قولِ مفتیٰ بہ ومرجح یہ ہے کہ جو ''شیعہ'' منکر ضروریاتِ دین ہوں، وہ ''کافر'' ہیں، شرکت اُن کے ساتھ مثل شرکتِ اسلام کے جائز نہیں، اور جو ایسے نہ ہوں، گو صحابہ کو برا کہتے ہوں، وہ فاسق ہیں، کافر نہیں۔

اور یہ جو امام ابوحنیفہ وامام شافعی سے مروی ہے کہ شیعہ کے پیچھے نماز، ناجائز ہے،

سو یہ بات اُن کے کفر کی وجہ سے نہیں، بلکہ اہلِ سنت کو اُن کی اقتداء سے روکا ہے، کیونکہ اُن کی بدعت نے زور پکڑا، تو اُن کے ایمان میں شبہ پیدا ہوا، پس اہلِ سنت کو حکم دیا کہ اُن کے پیچھے نماز خراب ہوگی (مذاہب الاسلام، ص ۴۳، ۷۷، تکفیر اہلِ قبلہ، مطبوعہ: رضا پبلی کیشنز، لاہور، تاریخِ طبع ۱۹۷۸ء)

اس قسم کی عبارات اتنی زیادہ ہیں کہ شاید موصوف کو ان کے مطالعہ کی فرصت بھی مشکل سے حاصل ہوگی۔

لیکن موصوف، اس قسم کی چند ایک عبارات کو ملاحظہ کیے بغیر ہی علی الاطلاق تکفیر کا گولا داغنے کا بہت شوق رکھتے ہیں، مگر ان کے گولہ میں شاید کار آمد بارود بھی مشکل سے دستیاب ہو۔

اب تمام اہلِ تشیع، بالخصوص تمام شیعہ اثنا عشریوں کے متعلق فقہائے کرام کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق ''التزامِ کفر'' کی وجوہات پر موصوف کو اگر شرح صدر ہو، تو وہ ایسا کر سکتے ہیں، لیکن جن حضرات کو اس پر شرح صدر نہیں، ان کو وہ اپنے شرح صدر کا مکلّف نہیں کر سکتے، خواہ ان کا شرح صدر ان کے نزدیک کتنا ہی مضبوط اور قابلِ اطمینان کیوں نہ ہو۔

رہا مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ کا حوالہ، تو ہم ان کے مقابلے میں جمہور مجتہدین، متقدمین فقہائے کرام اور علامہ عبدالحیؒ لکھنوی، اور اس زمانے میں دارالعلوم دیوبند کے علماء اور مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ کی طرف سے جاری شدہ فتوے اور ان کی تحقیق کو راجح سمجھتے ہیں، ان کے مقابلے میں اگر موصوف مولانا عبدالشکور لکھنوی صاحب رحمہ اللہ کی رائے کو راجح سمجھتے ہیں، تو اس سے ہم پر کوئی فرق نہیں پڑتا، اور نہ ہی ان اکابر فقہاء پر، کوئی فرق پڑتا، جو اِس قول کو راجح نہیں سمجھتے، اور اختیار نہیں کرتے، اور وہ جمہور مجتہدین وفقہائے کرام کے سابق قول پر ہی قائم ہیں، جس کا سلسلہ تا حال جاری ہے، مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ اور ان کے متبعین کی وجہ سے ختم نہیں ہوا۔

اگر بنظرِ انصاف غور کیا جائے گا، تو اس بات کو سمجھنا مشکل نہ ہوگا کہ مطلق عدمِ تکفیر کا فتویٰ تو

ائمہ متبوعین سے ان کے جمہور متبعین میں تسلسل کے ساتھ چلا آرہا ہے، لیکن مطلق تکفیر کے فتوے کو اس طرح کے تسلسل کی حیثیت حاصل نہیں، اور اگر اس کی کوئی سند ہے، تو وہ جمہور مجتہدین، ائمہ متبوعین اور فقہائے متقدمین کے مقابلے میں بعض محدثین، یا غیر مجتہد متاخرین سے جا کر ملتی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

ہمارے حضرات اکابرِ علمائے دیوبند کا بھی یہی طریقۂ کار رہا ہے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، ان سب کے فتاویٰ موجود ہیں، جن میں انہوں نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

بعض حضرات کا یہ موقف ہے کہ شیعہ اثنا عشری، لازمی تحریفِ قرآن کے قائل ہوتے ہیں، یعنی کوئی شیعہ اثنا عشری ایسا نہیں ہے، جو کہ تحریفِ قرآن کا قائل نہ ہو، اس لیے کہ ان کی کتابوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے، اور ''اصولِ کافی'' میں تحریفِ قرآن کی روایتیں ہیں، اور ان کے جو دوسرے مآخذ ہیں، ان سب کے اندر تحریفِ قرآن کا عقیدہ موجود ہے، اور شیعہ اثنا عشری ان کتابوں کو مانتے ہیں، لہٰذا پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سب شیعہ اثنا عشری کافر ہیں۔

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ (المتولد: 1877ء، 1293ھ، المتوفیٰ: 1962ء، 1381ھ) نے یہ بات سب سے پہلے تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائی، اور پھر اسی بات کو حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ نے چلایا، اور اس کے نتیجہ کے طور پر یہ کہا کہ اب ہمیں اس میں احتیاط کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم فرقے پر حکم نہ لگائیں، بلکہ عقائد پر حکم لگائیں، کیونکہ اب یہ بات مکمل طور پر ثابت ہوگئی ہے کہ تمام اثنا عشریہ، جن کتابوں کو مانتے ہیں، ان کتابوں میں تحریف

موجود ہے، لہٰذا انہوں نے کہہ دیا کہ ہر شیعہ اثنا عشری کافر ہے۔

لیکن حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ نے جس زمانے کے اندر یہ بات تحریر فرمائی تھی، اور حضرات علمائے دیوبند کے پاس فتویٰ کے لیے بھیجی، تو بہت سے حضرات نے ان سے اتفاق کر کے اس فتویٰ پر دستخط فرما دیئے، لیکن بہت سے حضرات نے اس فتویٰ پر بعینہٖ دستخط نہیں فرمائے، بلکہ یہ بات لکھ دی کہ جو لوگ تحریف کے قائل ہیں، یا فلاں فلاں باتوں کے قائل ہیں، وہ کافر ہیں، گویا انہوں نے اسی موقف کو برقرار رکھا، جو شروع سے چلا آ تا تھا، اور اپنے اوپر یہ ذمہ داری نہیں لی کہ ہم یہ کہیں کہ ہر شیعہ اثنا عشری ضرور، یہ عقائد رکھتا ہے (انعام الباری، ج ا ص ۳۳۱ تا ۳۳۳، کتاب الایمان، مطبوعہ: مکتبۃ الحراء، کراچی)

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے ''فتاویٰ عثمانی'' میں روافض کی تکفیر کے متعلق ایک سوال اور جواب اس طرح ہے:

سوال:......مسئلہ یہ ہے کہ ''بینات'' والوں نے دو نمبر، روافض کے بارے میں شائع کیے ہیں، ٹائیٹل پر لکھا ہے کہ ''علماء کا متفقہ فیصلہ، یعنی شیعہ کافر ہے'' اس میں ہند و پاک کے بڑے بڑے علماء کے دستخط موجود ہیں، آپ کے دستخط نظر سے نہیں گزرے، اور ہمارے ایک دوست کا کہنا یہ ہے کہ مولانا محمد رفیع صاحب کو شیعہ روافض کی تکفیر کے بارے میں تردد ہے۔

برائے مہربانی آپ اپنی رائے کا اظہار فرمائیں کہ کیا واقعی ایسا ہے کہ آپ شیعوں کو کافر نہیں سمجھتے۔ فقط۔ والسلام

آپ کا مخلص: احقر حافظ مشتاق احمد

جواب:......جو ''شیعہ'' کفریہ عقائد رکھتے ہوں، مثلاً قرآن کریم میں تحریف کے قائل ہوں، یا یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی لانے

میں غلطی ہوئی، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں، ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔

لیکن یہ بات کہ تمام شیعہ، یہ، یا اس قسم کے کافرانہ عقائد رکھتے ہیں، تحقیق سے ثابت نہیں ہوئی۔

اور کئی شیعہ یہ کہتے ہیں کہ ''الکافی'' یا ''اصولُ الکافی'' وغیرہ میں جتنی باتیں لکھی ہیں، ہم ان سب کو درست نہیں سمجھتے۔

دوسری طرف کسی کو کافر قرار دینا، چونکہ نہایت سنگین معاملہ ہے، اس لیے اس میں بے حد احتیاط ضروری ہے۔

اگر بالفرض کوئی تقیہ بھی کرے، تو وہ اپنے باطنی عقائد کی وجہ سے عنداللہ کافر ہوگا، لیکن فتویٰ اس کے ظاہری اقوال پر ہی دیا جائے گا۔

اسی لیے چودہ سو سال میں علمائے اہلِ سنت کی اکثریت شیعوں کو علی الاطلاق کافر کہنے کے بجائے، یہ کہتی آئی ہے کہ جو شیعہ ایسے کافرانہ عقائد رکھے، کافر ہے۔

اور یہی طریقہ بیشتر اکابر علمائے دیوبند کا رہا ہے۔

اور چونکہ جمہور علماء کے اس طریقے میں کوئی تبدیلی لانے کے لیے کافی دلائل محقق نہیں ہوئے، اس لیے دارالعلوم کراچی، مفتیِ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کے وقت سے اکابر کے اسی طریقے کے مطابق فتویٰ دیتا آیا ہے کہ جو شیعہ اِن کافرانہ عقائد کا قائل ہو، وہ کافر ہے، مگر علی الاطلاق ہر شیعہ کو خواہ اس کے عقائد کیسے بھی ہوں، کافر قرار دینے سے جمہور علمائے امت کے مسلک کے مطابق احتیاط کی ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شیعوں کی گمراہی میں کوئی شبہ ہے، جن شیعوں کو کافر قرار دینے سے احتیاط کی گئی ہے، بلا شبہ وہ بھی سخت ضلالت

وگمراہی میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان گمراہیوں سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائیں۔آمین۔

والسلام۔۱۴/۱/۱۴۱۲ھ

(فتاویٰ عثمانی، ج۱،ص۹۷، ۹۸، کتاب الایمان والعقائد، فصل فی الفرق والاحزاب الاسلامیة والباطلة والأشخاص المتعلقین بها، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2006ء)

ہماری نظر میں مفتی صاحب کا مذکورہ فتویٰ انتہائی احتیاط اور فتوے کے اصولوں، نیز جمہور متقدمین ومجتہدین اور سلف کے طریقہ کے زیادہ موافق ہے، خواہ کسی دوسرے کے نزدیک ایسا نہ ہو، وہ اس کا معاملہ ہے، اور خواہ دوسرا کوئی مفتی صاحب موصوف کے اس طرح کے فتوے پر مختلف قسم کی الزام تراشیاں کرے، اور اس کو فقہاء واکابر سے انحراف قرار دے، اس کا عنداللہ وہ خود جواب دہ ہے۔

اہلِ تشیع اور قادیانیوں کی مشابہت پر کلام

اس کے بعد موصوف نے چوتھا سوال یہ تحریر کیا ہے کہ:

’’جس طرح قادیانیوں کے باقی عقائد تقریباً درست ہیں، اور ان کے اعمال بھی کم وبیش اہلِ سنت احناف سے ملتے جلتے ہیں، مگر ایک عقیدہ ’’ختمِ نبوت‘‘ کے انکار کی وجہ سے ان کے باقی عقائد کی اہمیت خود بخود ختم ہوجاتی ہے، اور وہ علی الاطلاق کافر قرار پاتے ہیں، ایسے ہی بالفرض بقول آپ کے کہ اثنا عشریہ تحریفِ قرآنِ مجید کے قائل نہیں، یہ تسلیم کرلیا جائے، تو ان کے دوسرے عقائد جو واضح کفریہ ہیں (عقیدۂ امامت وغیرہ) تو کیا ان کی بناء پر بھی تکفیر نہ کی جائے گی؟ اس لیے کہ عقیدۂ امامت وعصمت اجراءِ نبوت کا وہ چور دروازہ ہے، جو اِس امت میں

صرف روافض نے کھولا ہے، اور درحقیقت عقیدۂ تحریفِ قرآنِ مجید، سبِّ صحابۂ کرام، اور تبدیلیٔ کلمۂ اسلام وغیرہ وغیرہ، سب اسی عقیدۂ امامت ہی کا شاخسانہ ہے، یعنی ان تمام عقائد کی جڑ مسئلۂ امامت ہے (جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے)''۔انتھٰی۔

موصوف، دعویٰ تو مطلق شیعہ کے کفر کا کرنا چاہتے ہیں، لیکن بار بار ان کے بیسیوں فرقوں میں سے ایک ''فرقۂ امامیہ'' اور اس کے بھی خاص گروہ ''شیعہ اثناعشری'' تک اپنی بات کو محدود کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور ان کے ہلکے، فرقے ''زیدیہ'' کا تو بھول کر نام بھی نہیں لیتے، جو موجودہ زمانے میں بھی پائے جاتے ہیں، اور موصوف اپنے اطلاق میں ان کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔

پھر کہیں اہلِ تشیع کو قادیانیوں سے ملانے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ بے شمار محققین، بلکہ جمہور اہلِ علم حضرات نے قادیانیوں کو علی الاطلاق کافر کہا، لیکن ان حضرات نے علی الاطلاق شیعہ، یا اثناعشریہ کو کافر نہیں کہا، اور یہ حضرات دونوں فرقوں میں فرق سے اچھی طرح واقف تھے، اور اب بھی واقف ہیں، قادیانیوں کی نسبت واضح طور پر مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف ہے، جس کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں، جبکہ ''اثناعشریوں'' کی نسبت ایسے ائمہ کی طرف نہیں، جن پر کفر کا حکم لگایا گیا ہو، چنانچہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلا امام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے ہیں، اور اسی وجہ سے ''اثناعشریوں'' کے متعلق عدمِ تکفیر، اختلافی تکفیر، اور تعلیقی ومشروط تکفیر اور مطلق تکفیر کے تمام اقوال موجود ہیں، برخلاف قادیانیوں کے، جن کو کافر قرار دینے میں بہت سے اہلِ تشیع بھی شامل ہیں، ان کے متعلق جمہور اہلِ علم متفق ہیں، جس سے قادیانیوں اور اہلِ تشیع میں فرق صاف ظاہر ہے۔

اور جن امور کو موصوف ''شیعہ اثناعشری'' کی علی الاطلاق تکفیر کا باعث سمجھتے ہیں، محققین کے نزدیک نہ تو یہ تمام وجوہات ''التزامِ کفر'' کے لیے کافی ہیں، اور نہ ان کا تمام ''اثناعشریوں''

میں وجود اس طرح ثابت ہے کہ جو ''تکفیرِ خاص، یا تکفیرِ عین'' کا باعث ہو۔

اور اگر موصوف کو تمام کفریہ عقائد کی جڑ ''مسئلۂ امامت'' نظر آتی ہے، تو ''امامت'' کا مسئلہ تو ''امامیہ'' کے تمام فرقوں میں مشترک ہے، البتہ ائمہ کی تعداد، اور ان کی جزئیات میں فرق ہے، اگرچہ بعض دوسرے اہم عقائد وافکار میں بھی اختلاف ہے۔

تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہزار سالہ تاریخ میں مجتہدین، محققین اور فقہائے کرام کی ایک بڑی جماعت کو کفر کی یہ جڑ کیوں نظر نہ آئی، اور انہوں نے ''عقیدۂ امامت'' کی بناء پر ''امامیہ'' کی تکفیر کیوں نہ کی، جب ان کے سب سے بڑے اور پہلے امام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت کا مسئلہ زیرِ بحث آ گیا تھا اور ان کی شان میں خلافت وامامت کا مسئلہ بھی شروع ہو چکا تھا۔

نہ تو کفر کی یہ وجہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے شاگردوں کو شیعوں کے مرکز ''کوفہ'' میں بیٹھ کر اور دنیا کے مسلمانوں، کے لیے اجتہاد وتحقیق کرتے ہوئے نظر آئی، اور نہ دیگر جمہور فقہائے کرام کو نظر آئی، اور وہ شیعہ وروافض کی گواہی قبول ہونے اور بوجہ جھوٹ کے بعض فرقوں کی گواہی قبول نہ ہونے تک ہی اپنے اجتہاد کو محدود کرتے رہے، اور سلسلہ آگے بڑھتا رہا، پھر یکا یک درخت کے پھلنے پھولنے کے بعد تکفیر کی ایسی مضبوط جڑ موصوف کے ہاتھ لگی کہ جس سے کسی کو اختلاف تک کی بھی گنجائش نہ ہو سکے، اس لیے وہ زور لگا کر اس جڑ کو درخت سمیت اکھاڑ کر اسلام کے باغیچہ سے باہر، دور دراز پھینک دینے کے خواہش مند ہیں، باغیچہ کے اندر کونے کھدرے والی جگہ بھی رکھنے کے لیے تیار نہیں۔

مسئلہ امامت کی تکفیر پر کلام آگے علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے آتا ہے۔

پھر موصوف ''امامیہ'' کے علاوہ اہلِ تشیع کے دوسرے فرقوں اور زیدیہ سے متعلق کیا موقف رکھتے ہیں، جہاں مسئلہ امامت، کی یہ صورتِ حال نہیں، یہ سوال پھر بھی باقی رہ جاتا ہے۔

موصوف نے اثنا عشریہ کے کفر کی جو دیگر وجوہات نقل کی ہیں، مجتہدین ومحققین کے موقف

کے تناظر میں ہمیں ان سے بھی اتفاق نہیں، اگر موصوف کو ہم سے اتفاق نہ ہو، تو ان کو چاہیے کہ جمہور مجتہدین وفقہائے کرام سے اس کا ثبوت پیش فرمائیں۔

رہا چوردروازہ کا معاملہ! تو کیا صرف چوردروازہ کھولنے والے کو چور قرار دے کر چوری کی سزا کا مستحق قرار دیا جاسکتا ہے، اگر جواب اثبات میں ہے، تو یہ نرالا قانون، موصوف ہی کو مبارک ہو۔

اگر موصوف تکفیر کی تمام شرائط وموانع کی تفصیلات کو ملاحظہ فرمالیں، جن پر ہم نے بعض دوسرے مضامین میں تفصیل سے روشنی ڈال دی ہے، تو شاید ان کو اس تشدد وجمود سے نکلنے، اور جمہور مجتہدین وفقہائے کرام کے دامن سے وابستہ ہونے کی توفیق حاصل ہو جائے، **واللہ الموفق۔**

''حکمِ تکفیر'' کے لیے ''اجمال'' یا ''تفصیل'' پر کلام

اس کے بعد موصوف نے پانچواں سوال یہ تحریر کیا ہے کہ:

> ''حکمِ تکفیر کے لیے فقط اجمال کافی ہے، یا تفصیلات بھی ضروری ہیں؟ مثلاً قادیانیوں کے لاہوری فرقہ کا عقیدہ ہے کہ ہم مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے، بلکہ مصلح، ولی، یا مذہبی پیشوا مانتے ہیں، باوجود اس کے ان کو بھی ''ربوی قادیانیوں'' کی طرح کافر ہی سمجھا جاتا ہے۔
>
> ایسے ہی کوئی شیعہ عالم اپنے دعویٰ سے، تو قرآن مجید کو صحیح مانتا ہے، مگر اسے صحیح نہ ماننے والوں کو اپنا مقتداء بھی تسلیم کرتا ہے، تو ایسے میں آنجناب کا جُدا گانہ ذوقِ پرواز کون سا فتویٰ دے گا؟'' ۔انتھیٰ۔

موصوف کی طرف سے حکمِ تکفیر کے لیے اجمال اور تفصیل کی معتمد تعریف اور ثبوت کے بغیر یہ دعویٰ مؤثر نہیں، بلکہ ایک خودساختہ دعویٰ ہے، جس کا کوئی ثبوت بھی موصوف نے پیش نہیں

کیا، اور موصوف کے دعوائے محض کو، ہم اپنے اوپر حجت سمجھتے نہیں۔

ہمارے نزدیک ہر چیز کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا، اور نہ ہی ہر طرح کے انکار سے کفر لازم آتا، فقہائے کرام اور مجتہدینِ عظام نے تکفیر کے لیے جو قواعد وضوابط بیان فرمائے ہیں، ان کے تناظر میں ہی اس تکفیر کے مسئلے کا حکم بیان کیا جاسکتا ہے۔

پھر لزومِ کفر کے لیے تو کسی قدر اجمال بھی کافی ہے، لیکن ''التزامِ کفر'' یا متعین شخص، یا جماعت پر تکفیر کا حکم لگانے کے لیے بہت کچھ تفصیلات وتحقیقات ضروری ہیں۔

رہا اس مجمل دعوے کے بعد قادیانیوں کے لاہوری فرقہ کی مثال کا معاملہ، تو یہ بھی مذکورہ تفصیل پر متفرع ہے۔

قادیانیوں اور لاہوریوں کو جمہور علماء نے ہرگز اجمال کی بنیاد پر کافر قرار نہیں دیا، بلکہ ان حضرات نے نہایت غور وخوض اور تحقیق کے بعد ناقابلِ تاویل، کفریہ عقائد کی وجہ سے کافر قرار دیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے باطل عقائد وافکار کی بنیاد پر کافر اور مرتد ہے۔

مرزا کے مرنے کے بعد اس کے متبعین کی ایک جماعت لاہوری کہلاتی ہے، جس کی قیادت مولوی محمد علی لاہوری نے کی، اس نے مرزا کو چودھویں صدی کا مصلح اور مجدد مانا اور مسیح موعود تک کہا، مسیح موعود کے متعلق امت کا متفقہ عقیدہ ہے، اور احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے کہ وہ نبی ہیں، مگر لاہوری مرزائی اس کے منکر ہیں۔

غرضیکہ اس قسم کے کفریہ عقائد کی وجہ سے جمہور علماء کے نزدیک مرزائی لاہوری ہوں، یا قادیانی، دونوں کافر ہیں، اور وہ دونوں مرزائی کہلائے جاتے ہیں، ان سب کے مذہب کا مدار ایک کافر ومرتد شخصیت پر ہے۔

جہاں تک شیعہ کی تکفیر کا مسئلہ ہے، یہ قادیانیوں سے جدا ہے، کیونکہ اولاً تو اہلِ تشیع کے مختلف فرقے ہیں، جن کے عقائد وافکار میں بہت فرق ہے، دوسرے اہلِ تشیع کے مسلک ومذہب کا

مدار اِن شخصیات پر ہے، جو فی الواقع مومن ہیں، اور کم از کم ان میں سے کسی کا کفر ثابت نہیں ، خواہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں، یا حضرت حسن و حسین اور فاطمہ واہلِ بیت رضی اللہ عنہم ہوں، یا دیگر ائمہ ہوں، نیز ان کے بہت سے فرقے ہیں، جن کے عقائد وافکار میں باہم شدید اختلافات ہیں۔

اہلِ تشیع، نیز قادیانیوں کے مابین فرق، دنیا بھر کے جمہور محققین اور اصحابِ علم کو نظر آتا ہے، جو قادیانیت و مرزائیت کی تحقیق پر بھی کام کرتے رہے، اور رافضیت کی تحقیق پر بھی، بایں ہمہ اہلِ تشیع کے متعلق، سلف سے لے کر خلف تک، محققین کی بڑی جماعت اہلِ تشیع کے متعلق وہی رائے رکھتی رہی، جو ذکر کی گئی۔

اگر موصوف کو یہ فرق نظر نہ آتا ہو، اور ان کے نزدیک دونوں کا حکم یکساں ہو، اور ان کا اپنا جداگانہ ذوقِ پرواز کوئی دوسرا فتویٰ دیتا ہو، تو رافضیوں اور شیعوں کی طرح قادیانی اور مرزائی لوگوں کی روایات کو بھی احادیث کی کتب سے پیش کرنا چاہیے، ورنہ شیعوں پر مطلق تکفیر کا فتویٰ لگانے کے بعد ان احادیث وروایات کو چھوڑ کر جو اہلِ تشیع سے مروی ہیں، اپنا کوئی دوسرا بندوبست کرنا چاہیے۔

پھر قادیانیوں کے کافر ہونے کا قول جمہور اہلِ علم حضرات کا ہے، اگر موصوف، شیعوں کو قادیانیوں کے ساتھ ملانے کا زیادہ ہی شوق رکھتے ہیں، تو انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ وہ قادیانیوں کے کافر ہونے کے جمہور کے قول کے مقابلہ میں، شیعوں کے کافر ہونے کے متعلق بھی جمہور کا قول ہی پیش کرتے۔

مگر موصوف، ایک فرقہ ''یعنی قادیانیوں'' کے متعلق تو جمہور کے قول کو حجت بنا کر پیش کرتے ہیں، اور دوسرے فرقہ ''یعنی شیعوں'' کے متعلق جمہور کے قول کے بجائے، غیر جمہور کے قول کو اختیار کرتے ہیں، ایسے میں اگر کوئی دوسرا شخص، قادیانیوں'' کے متعلق غیر جمہور کے عدمِ کفر کے قول کو پیش کرے، جیسا کہ بعض حوالہ جات پہلے گزرے، اس کا وہ کیا جواب دیں گے۔

اہلِ تشیع کے قرآن مجید کو تحریف شدہ ماننے پر کلام دوسرے مقام پر گزر چکا ہے۔
دارُ العلوم دیوبند کے مفتی، مولانا مفتی نظام الدین اعظمی کے ''نظامُ الفتاویٰ'' میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقے پر ہے:

سوال:...... قادیانی، یا رافضی کے اختلاف کو باعثِ رحمت کہنا، یا سننا کیسا ہے؟

جواب:...... قادیانی تو بالکل مرتد ہیں، رافضی بھی اہل باطل میں سے ہیں، ان میں سے بعض کے عقیدے کفری ہیں، ان کے اختلاف کو رحمت نہیں کہتے ہیں، اہلِ سنت والجماعت کے اختلاف کو ''رحمت'' کہا جاتا ہے (نظام الفتاویٰ، ترتیب جدید، جلد ۱، ص ۲۲۹، کتاب الایمان والعقائد، بعنوان ''قادیانی یا رافضی کے اختلاف باعثِ رحمت نہیں''، مُرَتّب: مولانا محمد عیاض صاحب، ناشر: تاج کمپیوٹرس اینڈ پبلشنگ ہاؤس، دیوبند، سنِ طباعت: مارچ ۲۰۰۱ء)

مذکورہ فتوے میں قادیانی کو تو بالکل مرتد قرار دیا گیا، اور رافضی کو اہلِ باطل میں شمار کیا گیا، اور ان میں سے بعض کے عقیدے ہی کفری ہونے کا حکم لگایا گیا، سب کے عقیدے کفری ہونے کا حکم نہیں لگایا۔

اب اگر موصوف کو دونوں میں فرق نظر نہ آتا ہو، لیکن دار العلوم دیوبند کے مفتی صاحب کو نظر آتا ہو، تو ان کو دارُ العلوم دیوبند کے مفتی صاحب مذکور کی طرف رجوع کر کے اس کا حل ڈھونڈنا چاہئے۔

''مجمعُ الفقه الاسلامی'' یعنی ''اسلامک فقہ کونسل'' (The Islamic Faqh Council) نے بھی قادیانیوں اور ان کے احمدی ولاہوری گروپ کو کافر قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى آله وصحبه.
قرار رقم 4
بشأن القاديانية:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بلکہ ''بہائی'' فرقے کو بھی کافر قرار دیا ہے، جن کے مذہب کا مؤسس، رسالت کا دعویدار تھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أما بعد: فإن مجلس مجمع الفقه الإسلامی المنبثق عن منظمة المؤتمر الإسلامی فی دورة انعقاد مؤتمره الثانی بجدة من 10- 16ربیع الثانی 1406ھ/ 22- 28دیسمبر 1985م.

بعد أن نظر فی الاستفتاء المعروض علیه من "مجلس الفقه الإسلامی فی کیبتاون بجنوب أفریقیا" بشأن الحکم فی کل من (القادیانیة) والفئة المتفرعة عنها التی تدعی (اللاهوریة) من حیث اعتبارهما فی عداد المسلمین أو عدمه، وبشأن صلاحیة غیر المسلم للنظر فی مثل هذه القضیة.

وفی ضوء ما قدم لأعضاء المجمع من أبحاث ومستندات فی هذا الموضوع عن (مرزا غلام أحمد القادیانی) الذی ظهر فی الهند فی القرن الماضی وإلیه تنسب نحلة القادیانیة واللاهوریة.

وبعد التأمل فیما ذکر من معلومات عن هاتین النحلتین وبعد التأکد من أن (مرزا غلام أحمد القادیانی) قد ادعی النبوة بأنه نبی مرسل یوحی إلیه وثبت عنه هذا فی مؤلفاته التی ادعی أن بعضها وحی أنزل علیه وظل طیلة حیاته ینشر هذه الدعوی ویطلب إلی الناس فی کتبه وأقواله الاعتقاد بنبوته ورسالته، کما ثبت عنه إنکار کثیر مما علم من الدین بالضرورة کالجهاد.

وبعد أن اطلع المجمع (أیضًا) علی ما صدر عن (المجمع الفقهی بمکة المکرمة) فی الموضوع نفسه.

قرر ما یلی:

-1. إن ما ادعاه (مرزا غلام أحمد القادیانی) من النبوة والرسالة ونزول الوحی علیه إنکار صریح لما ثبت من الدین بالضرورة ثبوتًا قطعیًا یقینیًا من ختم الرسالة والنبوة بسیدنا محمد صلی الله علیه وسلم، وأنه لا ینزل وحی علی أحد بعده، وهذه الدعوی من (مرزا غلام أحمد القادیانی) تجعله وسائر من یوافقونه علیها مرتدین خارجین عن الإسلام، وأما (اللاهوریة) فإنهم کالقادیانیة فی الحکم علیهم بالردة، بالرغم من وصفهم (مرزا غلام أحمد القادیانی) بأنه ظل وبروز لنبینا محمد صلی الله علیه وسلم.

-2. لیس لمحکمة غیر إسلامیة، أو قاض غیر مسلم، أن یصدر الحکم بالإسلام أو الردة، ولا سیما فیما یخالف ما أجمعت علیه الأمة الإسلامیة من خلال مجامع علمائها، وذلک لأن الحکم بالإسلام أو الردة، لا یقبل إذا صدر عن مسلم عالم بکل ما یتحقق به الدخول فی الإسلام، أو الخروج منه بالردة، ومدرک لحقیقة الإسلام أو الکفر، ومحیط بما ثبت فی الکتاب والسنة والإجماع: فحکم مثل هذه المحکمة باطل. والله أعلم(مجلة مجمع الفقه الإسلامی التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامی بجدة، ج۲، ص ۱۰۳۴)

[1] بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وصحبه وعلی آله

قرار رقم (9)د ع 88/ 08/

بشأن البهائیة:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لیکن اس قسم کی تنظیموں نے عالمی سطح پر اہلِ تشیع کو کافر قرار نہیں دیا، بلکہ اُن کے ساتھ مناسب اتحاد کی قراردادیں منظور کیں، اور اتحاد کی راہ میں رکاوٹ بننے والے اسباب کے سدِ باب کی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

إن مجلس مجمع الفقه الإسلامي المنبثق عن منظمة المؤتمر الإسلامي في دورة انعقاد مؤتمره الرابع بجدة من 18إلى 23جمادى الآخرة 1408هـ (الموافق من 6إلى 11فبراير1988م)

–انطلاقا من قرار مؤتمر القمة الإسلامي الخامس المنعقد بدولة الكويت من 26إلى 29جمادى الأولى 1407هـ (الموافق 26إلى 29يناير 1987م) , والقاضي بإصدار مجمع الفقه الإسلامي رأيه في المذاهب الهدامة التي تتعارض مع تعاليم القرآن الكريم والسنة المطهرة.

– واعتبارا لما تشكله البهائية من أخطار على الساحة الإسلامية وما تلقاه من دعم من قبل الجهات المعادية للإسلام.

–وبعد التدبر العميق في معتقدات هذه الفئة والتأكد من أن البهاء مؤسس هذه الفرقة يدعي الرسالة ويزعم أن مؤلفاته وحي منزل, ويدعو الناس أجمعين إلى الإيمان برسالته, وينكر أن رسول الله (صلى الله عليه وسلم) هو خاتم المرسلين ويقول: إن الكتب المنزلة عليه ناسخة للقرآن الكريم, كما يقول بتناسخ الأرواح.

–وفي ضوء ما عمد إليه البهاء في كثير من فروع الفقه بالتغيير والإسقاط, ومن ذلك تغييره لعدد الصلوات المكتوبة وأوقاتها إذ جعلها تسعا تؤدى على ثلاث كرات, في البكورة مرة, وفي الأصال مرة, وفي الزوال مرة, وغيَّر التيمم فجعله يتمثل في أن يقول البهائي: (بسم الله الأطهر الأطهر , وجعل الصيام تسعة عشر يوما تنتهي في عيد النيروز في الواحد والعشرين من مارس في كل عام, وحول القبلة إلى بيت البهاء في عكا بفلسطين المحتلة وحرم الجهاد وأسقط الحدود وسوى بين الرجل والمرأة في الميراث وأحل الربا) .

وبعد الاطلاع على البحوث المقدمة في موضوع (مجالات الوحدة الإسلامية) المتضمنة التحذير من الحركات الهدامة التي تفرق الأمة وتهز وحدتها وتجعلها شيعا وأحزابا وتؤدي إلى الردة والبعد عن الإسلام.

يوصي:

بوجوب تصدي الهيئات الإسلامية في كافة أنحاء العالم بما لديها من إمكانات لمخاطر هذه النزعة الملحدة التي تستهدف النيل من الإسلام عقيدة وشريعة ومنهاج حياة.

ويقرر:

اعتبار ما ادعاه البهاء من الرسالة ونزول الوحي عليه ونسخ الكتب التي أنزلت عليه للقرآن الكريم، وإدخاله تغييرات على فروع شريعة ثابتة بالتواتر، هو إنكار لما هو معلوم من الدين بالضرورة، ومنكر ذلك تنطبق عليه أحكام الكفار بإجماع المسلمين.

والله أعلم(مجلة مجمع الفقه الإسلامي التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامي بجدة، ج٤،ص ٢٠٨٩، ٢٠٩٠، موضوع:مجالات الوحدة الإسلامية وسبل الاستفادة منها)

www.idaraghufran.org

تجاویز بھی پیش کیں، جو جمہور کے قول کے مطابق علی الاطلاق تکفیر کے قائل نہیں۔
چنانچہ ''مجمعُ الفقه الاسلامی ''(The Islamic Faqh Council) کی طرف سے ''وحدۃُ الاسلامیہ'' کے عنوان سے ایک سیمینار منعقد ہوا۔
جس میں مختلف اہلِ علم حضرات نے اتحاد کے متعلق تجاویز پیش کیں۔ [1]
اسلامی فقہ اکیڈمی کی طرف سے اس پر تجاویز وقرارداد منظور کی گئیں۔ [2]

---

[1] الشيخ القاضی محمد تقی العثمانی:
بسم الله الرحمن الرحيم، الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين.
فی الواقع البحوث التی قُدمت فی موضوع الوحدة الإسلامية أغنت عن الكثير من الذى أريد أن أقوله وكذلک الكلمات التی سبقتنی، لكنی أريد أن أشير إلى نقطة مهمة جدًّا وهی أن الوحدة الإسلامية لا خلاف على ضرورتها، ولكن لا يكفی أن نعد فضائلها، بل يجب أن نفكر فی أسباب التفكک .ومن جملة هذه الأسباب أن بعض الناس يقعون فی أعراض المسلمين وإسلامهم وأئمتهم، وهذا يثير الفتن فيما بين المسلمين، وكما اتفق عليه الجميع أن الخلاف ليس مهدرًا فی هذه الناحية، ولكن هو يعرف سببا للمشاحنة فيما بين المسلمين.
لذلک أطالب بأن يخرج هذا المجمع بتوصية -على الأقل للبلدان الإسلامية -لإصدار قانون يجرم أن يسب أحد أو يشتم أحد السلف الصالحين من الصحابة وأهل البيت والأئمة المذكورين. فإذا حصلنا على هذا ومُنعنا من هذا السب والشتم واللعن، فإن ذلک يُحدث وحدة حقيقية فيما بين المسلمين، ولا سبيل إلى إحداث هذه الوحدة إلا بالابتعاد عن هذه الأفعال.
والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته(مجلة مجمع الفقه الإسلامی التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامی بجدة، ج ١١، ص ٨٨٥، موضوع: الوحدة الاسلامية)

[2] القرار:
بسم الله الرحمن الرحيم
قرار رقم(1/11) 89 :
بشأن الوحدة الإسلامية:
الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى آله وصحبه وسلم.
أما بعد:
فإن مجلس مجمع الفقه الإسلامی الدولی المنبثق عن منظمة المؤتمر الإسلامی فی دورة انعقاد مؤتمره الحادی عشر بالمنامة فی دولة البحرين، من 30 - 25رجب 1419هـ (19 - 14نوفمبر 1998م).
بعد اطلاعه على الأبحاث المقدمة إلى المجمع بخصوص موضوع :(الوحدة الإسلامية) . وفی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس کے علاوہ ''مجمعُ الفقه الاسلامی الدُولی ''یعنی ''انٹرنیشنل اسلامک فقہ اکیڈمی''

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ضوء المناقشات التى وجهت الأنظار إلى أن هذا الموضوع من أهم المواضيع التى تحتاج الأمة الإسلامية اليوم إلى بحثها من الناحيتين النظرية والعملية؛ وإن العمل على توحيد الأمة الإسلامية فكريًا وتشريعيًا وسياسيًا، وشدها إلى عقيدة التوحيد الخالص، من أهم أهداف هذا المجمع الدولى.

قرر ما يلى:

أولًا :إن الوحدة الإسلامية واجب أمر الله تعالى به وجعله وصفًا لازمًا لهذه الأمة بقوله تعالى : (وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا) (آل عمران103 :) ، وقوله عز وجل :(إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً) (الأنبياء 92 :) ، وأكدت ذلك السنة النبوية قولًا وعملًا، حيث قال النبى صلى الله عليه وسلم) :(المسلمون تتكافؤ دماؤهم وهم يد على من سواهم ويسعى بذمتهم أدناهم) ، وحقق عليه الصلاة والسلام هذه الوحدة فعلًا بالمؤاخاة بين المهاجرين والأنصار، وقرر ذلك فى أول وثيقة لإقامة الدولة الإسلامية بالمدينة المنورة التى فيها وصف المسلمين بأنهم :(أمة واحدة من دون الناس).

إن هذه النصوص من الآيات الكريمة والأحاديث الشريفة وما فى معناها، تقتضى أن يجتمع المؤمنون تحت لواء الإسلام، مستمسكين بالكتاب والسنة، وأن ينبذوا الأحقاد التاريخية والنزاعات القبلية والأطماع الشخصية والريات العنصرية .وحينما قاموا بذلك تحققت القوة لدولة الإسلام فى عهد النبوة ثم فى الرعيل الأول، وانتشر دين الأسلام ودولته فى الشرق والغرب وقادت الأمة الحضارة الإنسانية بحضارة الإسلام التى كانت أعظم حضارة قامت على العبودية لله وحده، فحققت العدل والحرية والمساواة.

ثانيًا :إن الوحدة الإسلامية تكمن فى تحقيق العبودية لله سبحانه اعتقادًا وقولًا وعملًا، على هدى كتاب الله تعالى وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم، والحفاظ على هذا الدين الذى يجمع المسلمين على كلمة سواء فى شتى مناحى الحياة من فكرية واقتصادية واجتماعية وسياسية، وما أن ابتعدت الأمة الإسلامية عن مقومات وحدتها حتى نجمت أسباب التفرق التى تعمقت فيما بعد بأسباب كثيرة منها جهود الاستعمار الذى شعاره (فرِّق تَسُدْ) ، فقسم الأمة الإسلامية إلى أجزاء ربطها بأسس قومية وعرقية، وفصل بين العرب والمسلمين، وانصبت معظم جهود المستشرقين إلى تأصيل التفرق فى دراساتهم التى روجوها بين المسلمين.

ثالثًا :إن الاختلافات الفقهية التى مبناها على الاجتهاد فى فهم النصوص الشرعية ودلالاتها، أمر طبعى فى حد ذاته، وقد أسهمت فى إغناء الثروة التشريعية التى تحقق مقاصد الشريعة وخصائصها من التيسير ورفع الحرج.

رابعًا :وجوب الالتزام بحفظ مكانة جميع الصحابة رضى الله عنهم، ودعوة العلماء إلى التنويه بمنزلتهم وفضلهم فى نقل الشريعة إلى الأمة والتعريف بحقهم عليها، ودعوة الحكومات إلى إصدار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

(International Islamic Fiqh Academy) کی طرف سے بھی اسی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأنظمة التى تعاقب مَن ينتقص من شأنهم فى أى صورة من الصور، لما لذلك من رعاية حرمة الصحابة رضى الله عنهم واستئصال سبب من أسباب التفرق.

خامسًا :وجوب الالتزام بالكتاب والسنة، وهدى سلف الأمة من الصحابة، رضى الله عنهم أجمعين، ومن تبعهم بإحسان، ونبذ الضلالات، وتجنب ما يثير الفتن فى أوساط المسلمين، ويؤدى إلى الفرقة بينهم، والعمل على توظيف الجهود للدعوة إلى الإسلام ونشر مبادئه فى أوساط غير المسلمين.

التوصيات:

لا يخفى أن عصرنا هو عصر التكتلات التى لها تطبيقاته الفكرية والاجتماعية والاقتصادية تحت شعارات العولمة والعلمانية والحداثة وبسبب الانفتاح الإعلامى دون أى قيود أو ضوابط، مما يجعل العالم الإسلامى مستهدفًا لإزالة خصوصياته وتذويب مقوماته ومعالم حضارته الروحية والفكرية، ولا تتم حماية أمتنا من هذه الأخطار إلا باتحادها وإزالة أسباب التفرق لاسيما أن أمتنا تملك العديد من مقومات الوحدة التى تشمل الوحدة الاعتقادية والاجتماعية والاقتصادية والتشريعية والثقافية.

وعليه يوصى المجمع بما يلى:

أ -تأكيد قرار المجمع رقم 48 :(10/5) بشأن تطبيق أحكام الشريعة الإسلامية وما تبعه من توصيات فى الموضوع ذاته، وقرار المجمع رقم 69(7/7) بشأن الغزو الفكرى فى التوصية الأولى.

ب -التأكيد على حكومات البلاد الإسلامية بدعم جهود كل من منظمة المؤتمر الإسلامى ومجمع الفقه الإسلامى الدولى باعتبارهما من صور الوحدة بين المسلمين سياسيًّا وفكريًّا.

جـ -تجاوز النزاعات التاريخية، فإن إثارتها لا تعود على الأمة إلا بإذكاء الضغائن وتعميق الفرقة.

د -التزام حسن الظن وتبادل الثقة بين المسلمين دولًا وشعوبًا .بتوجيه وسائل الإعلام إلى تنمية روح التآلف وإشاعة أخلاقيات الحوار واحتمال الآراء الاجتهادية.

هـ -الاستفادة من القضايا المصيرية التى توحد الأمة الإسلامية وفى مقدمتها قضية القدس والمسجد الأقصى أولى القبلتين ومسرى رسول الله صلى الله عليه وسلم لدرء الأخطار التى تهدد إسلاميتها، والتأكيد على أنها قضية المسلمين جميعًا.

ويناشد المشاركون فى المؤتمر حكومات البلاد الإسلامية مضاعفة اهتمامها بهذه القضية وأمثالها، والمبادرة إلى الإجراء ات المناسبة، ومنها:

-التنديد بما تتعرض له الأراضى الفلسطينية وأهلوها من سياسات التهجير والاستيطان والتهويد، وما يعانيه الإنسان الفلسطينى من احتلال وظلم، وقمع وحرمان، وقتل وتشريد، وامتهان لكرامة الإنسان وحقوقه الأساسية.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

طرح کی قرارداد منظور کی گئیں۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الدعم المطلق لفلسطين المجاهدة وأرضها المباركة ومسجدها الأقصى أولى القبلتين، فى معركتها الاستقلالية والوقوف بجانبها وجانب الشعب الفلسطينى فى صموده.
-إدانة الحركة الصهيونية والاحتلال الإسرائيلى فيما يقوم به من ألوان التنكيل وصور العدوان البشع على الشعب الفلسطينى المناضل فى سبيل حريته وتحرير مقدساته.
و الاهتمام بالآليات المطروحة التى لها أولوية فى تحقيق الوحدة الإسلامية مرحليًّا مثل:
- 1إعداد المناهج التعليمية على أسس إسلامية.
- 2وضع الاستراتيجية الإعلامية الإسلامية المشتركة.
- 3إنشاء السوق الإسلامية المشتركة.
- 4إقامة محكمة العدل الإسلامية.
ز -قيام الأمانة العامة لمجمع الفقه الإسلامى بتكوين لجنة من أعضاء المجمع وخبرائه لوضع دراسات عملية قابلة للتطبيق تراعى واقع الأمة الإسلامية .وتشمل الجوانب الثقافية والاجتماعية والاقتصادية .وتضع آليات تحقيق الوحدة فى هذه المجالات مع الاستفادة من الجهود القائمة حاليًّا فى إطار المنظمات العربية والإسلامية، والاستعانة بالمختصين فى المجالات المختلفة.
ولضمان جدية نشاط هذه اللجنة وتنفيذ نتائج دراستها، نوصى باعتماد تشكيلها ومهامها من منظمة المؤتمر الإسلامى.
وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم(مجلة مجمع الفقه الإسلامى التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامى بجدة،ج ۱۱،ص۸۹۷ الیٰ۹۰۰، موضوع: الوحدة الاسلامية)
۱؎ قرار رقم(1/17) 152 :
بشأن الإسلام والأمة الواحدة، والمذاهب العقدية والفقهية والتربوية
إن مجلس مجمع الفقه الإسلامى الدولى المنبثق عن منظمة المؤتمر الإسلامى المنعقد فى دورته السابعة عشرة بعمان (المملكة الأردنية الهاشمية) من 28جمادى الأولى إلى 2جمادى الآخرة 1427هـ، الموافق 28 - 24حزيران (يونيو)2006 م،
بعد اطلاعه على البحوث الواردة إلى المجمع بخصوص موضوع الإسلام والأمة الواحدة، والمذاهب العقدية والفقهية والتربوية، وبعد استماعه إلى المناقشات التى دارت حوله، واستعراض قرارات المؤتمر الإسلامى الدولى الذى عقد عام 1425هـ / 2005 م، والذى دعا لدراسة وتبنى المبادء التى حوتها رسالة عمّان، والتى تبناها منتدى العلماء والمفكرين الذى عقد بمكة المكرمة تمهيداً لمؤتمر القمة الإسلامى الاستثنائى الثالث.
قرر ما يلى:
أولاً :إن البحوث التى أُعدت فى هذا الموضوع تتفق كلها على القواعد الأساسية العامة للإسلام، وتعتبر المذاهب العقدية والفقهية والتربوية اجتهادات لعلماء الإسلام قصد تيسير العمل به، وهى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

سعودی عرب کی ''اللجنةُ الدائمة'' کے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تتجه كلها إلى بناء وحدة الأمة وإثرائها فكراً وتحقيقاً لرسالة الإسلام الخالدة، وتتلاقى بحوث هذا الموضوع مع الدراسات التى قدمت مضامين (رسالة عمّان) المشتملة على بيان وتوضيح حقيقة الإسلام ودوره فى المجتمع المعاصر، وهى تستحق التقدير والإشادة بجهود جلالة الملك عبد الله الثانى ابن الحسين، حفظه الله، ملك المملكة الأردنية الهاشمية، فى تبنيها والتعريف بها على نطاق عالمى واسع.

ثانياً :تأكيد القرارات الصادرة عن المؤتمر الإسلامى الدولى الذى عقد فى عمّان (المملكة الأردنية الهاشمية) تحت عنوان (حقيقة الإسلام ودوره فى المجتمع المعاصر) للتوافق بينها وبين ما اشتملت عليه الأبحاث والمناقشات فى الموضوع .وقد أشارت ديباجة هذه القرارات إلى الفتاوى والقرارات الصادرة من هيئات الفتوى وكبار العلماء فى المذاهب المتعددة بتأييد تلك القرارات، وهى:

(1) إنّ كلّ من يتبع أحد المذاهب الأربعة من أهل السُنة والجماعة (الحنفى، والمالكى، والشافعى، والحنبلى) والمذهب الجعفرى، والمذهب الزيدى، والمذهب الإباضى، والمذهب الظاهرى، هو مسلم، ولا يجوز تكفيره .?ويحرم دمه وعرضه وماله .وأيضاً، ووفقاً لما جاء فى فتوى شيخ الأزهر، لا يجوز تكفير أصحاب العقيدة الأشعرية، ومن يمارس التصوّف الحقيقى .وكذلك لا يجوز تكفير أصحاب الفكر السلفى الصحيح.

كما لا يجوز تكفير أى فئة من المسلمين تؤمن بالله سبحانه وتعالى وبرسوله صلى الله عليه وسلم وأركان الإيمان، وأركان الإسلام، ولا تنكر معلوماً من الدين بالضرورة.

(2) إنّ ما يجمع بين المذاهب أكثر بكثير مما بينها من الاختلاف .فأصحاب المذاهب الثمانية متفقون على المبادء الأساسية للإسلام .فكلّهم يؤمنون بالله سبحانه وتعالى، واحداً أحداً، وبأنّ القرآن الكريم كلام الله المنزَّل المحفوظ من الله سبحانه والمصون عن التحريف، وبسيدنا محمد عليه الصلاة والسلام نبياً ورسولاً للبشرية كافّة .وكلّهم متفقون على أركان الإسلام الخمسة : الشهادتين، والصلاة، والزكاة، وصوم رمضان، وحج البيت، وعلى أركان الإيمان :الإيمان بالله، وملائكته، وكُتبه، ورُسله، واليوم الآخر، وبالقدر خيرّه وشرّه .واختلاف العلماء من أتباع المذاهب هو اختلاف فى الفروع وبعض الأصول، وهو رحمة .وقديماً قيل :إنّ اختلاف العلماء فى الرأى رحمة واسعة.

(3) إنّ الاعتراف بالمذاهب فى الإسلام يعنى الالتزام بمنهجية معينة فى الفتاوى :فلا يجوز لأحد أن يتصدّى للإفتاء دون مؤهلات علمية معينة، ولا يجوز الإفتاء دون التقيد بمنهجية المذاهب، ولا يجوز لأحد أن يدّعى الاجتهاد ويستحدث رأياً جديداً أو يقدّم فتاوى مرفوضة تُخرج المسلمين عن قواعد الشريعة وثوابتها وما استقرّ من مذاهبها.

(4) إنّ لُبّ موضوع رسالة عمّان التى صدرت فى ليلة السابع والعشرين من شهر رمضان المبارك

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

’’شیعوں کے بہت سارے فرقے ہیں، ان میں سے بعض لوگ حضرت علی رضی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من عام 1425 للهجرة وقُرئت فى مسجد الهاشميين، هو الالتزام بالمذاهب وبمنهجيتها؛ فالاعتراف بالمذاهب والتأكيد على الحوار والالتقاء بينها هو الذى يضمن الاعتدال والوسطية، والتسامح والرحمة، ومحاورة الآخرين.

(5) إننا ندعو إلى نبذ الخلاف بين المسلمين وإلى توحيد كلمتهم، ومواقفهم، وإلى التأكيد على احترام بعضهم لبعض، وإلى تعزيز التضامن بين شعوبهم ودولهم، وإلى تقوية روابط الأخوة التى تجمعهم على التحابّ فى الله، وألاّ يتركوا مجالاً للفتنة وللتدخّل بينهم.

فالله سبحانه يقول: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ)(الحجرات10:).

(6) يؤكد المشاركون فى المؤتمر الإسلامى الدولى، وهم يجتمعون فى عمّان عاصمة المملكة الأردنية الهاشمية، على مقربة من المسجد الأقصى المبارك والأراضى الفلسطينية المحتلة، على ضرورة بذل كلّ الجهود لحماية المسجد الأقصى، أولى القبلتين وثالث الحرمين الشريفين، فى وجه ما يتعرض له من أخطار واعتداء ات، وذلك بإنهاء الاحتلال وتحرير المقدسات .وكذلك ضرورة المحافظة على العتبات المقدسة فى العراق وغيره.

(7) يؤكد المشاركون على ضرورة تعميق معانى الحرية واحترام الرأى والرأى الآخر فى رحاب عالمنا الإسلامى .والحمد لله وحده.

ثالثاً :تأكيد قرار المجمع رقم 98(1/11) بشأن الوحدة الإسلامية والتوصيات الملحقة به وتفعيل الآليات المطروحة فيه لتحقيق الوحدة الإسلامية والتى ختمت بالطلب من أمانة المجمع لتكوين لجنة من أعضائه وخبرائه يعتمد تشكيلها ومهامها من منظمة المؤتمر الإسلامى، لوضع دراسة عملية قابلة للتطبيق ووضع آليات تحقيق الوحدة فى المجالات الثقافية والاجتماعية والاقتصادية.

رابعاً :وضع قواعد عامة للقضايا المتفق عليها وإبرازها، وحصر قضايا الاختلاف وردّها إلى الأصول الشرعية التى تستند إليها، وعرض المذاهب بأمانة دون تحيز، فى إطار تعظيم الجوامع واحترام الفروق .وعند الترجيح يراعى ما هو أقوى دليلاً وأكثر تحقيقاً للمقاصد الشرعية، دون تقديم المذهب الذى ينتمى إليه الباحث أو يسود فى بعض البلاد أو المجتمعات.

خامساً :تعليم الدارسين فى الجامعات والثانويات فقه الوحدة الإسلامية وأدب الخلاف والمناظرة الهادفة وأهمها عدم الانتقاص من الآراء الأخرى عند اختيار رأى ما.

سادساً :إحياء المذاهب التربوية الملتزمة بمقتضى الكتاب والسُنة، باعتبارها وسائل لتخفيف النزعة المادية الغالبة فى هذه العصور، وللحماية من الاغترار بالمناهج السلوكية الطارئة المتجاهلة للمبادء الإسلامية.

سابعاً :قيام علماء المذاهب بأنواعها بالتوعية بمنهج الاعتدال والوسطية بشتى الوسائل العملية من لقاء ات بينية، وندوات علمية متخصصة، ومؤتمرات عامة، مع الاستفادة من المؤسسات المعنية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اللہ عنہ کو نبوت کے درجے میں مانتے ہیں، اور جبریل علیہ السلام کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لانے میں غلطی کے قائل ہیں، اس طرح کا عقیدہ رکھنے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالتقريب بين المذاهب، بغرض تصحيح النظرة إلى المذاهب العقدية والفقهية والتربوية، باعتبارها مناهج متنوعة لتطبيق مبادء الإسلام وأحكامه، ولأنّ الاختلاف بينها اختلاف تنوع وتكامل وليس اختلاف تضاد، وضرورة تعميم المعرفة بها وبخصائصها ومزاياها والاهتمام بأدبياتها.

ثامناً :إنّ احترام المذاهب لا يحول دون النقد الهادف الذى يراد به توسيع نقاط الالتقاء ، وتضييق نقاط الاختلاف .ولا بد من إتاحة فرص الحوار البناء بين المذاهب الإسلامية فى ضوء كتاب الله وسُنة رسوله صلى الله عليه وسلم، وذلک لتعزيز وحدة المسلمين.

تاسعاً :يجب التصدى للمذاهب والاتجاهات الفكرية المعاصرة التى تتعارض مع مقتضيات الكتاب والسُنة، فكما لا يسوغ الإفراط لا يجوز التفريط بقبول كلّ دعوة ولو كانت مرية، ولا بد من إبراز الضوابط للحفاظ على استحقاق اسم الإسلام.

عاشراً :التأكيد على عدم مسؤولية المذاهب العقدية والفقهية والتربوية عن أى ممارسات خاطئة تُرتکب باسمها من قتل للأبرياء وهتک للأعراض وإتلاف للأموال والممتلكات.

التوصيات:

(1) يوصى المجلس أمانة المجمع بعقد ندوات ولقاء ات تهدف إلى معالجة الأسباب التى تكمن وراء تحول المذاهب -بأنواعها -إلى التنافر بين المنتمين إليها، بحيث يخشى مِن أن تتحول إلى عوامل تفريق للأمة، وذلک بإعادة بحث مقولات أو مستندات أُسيء فهمها أو تطبيقها أو الدعوة إليها، ومن ذلک:

(أ) مسألة الولاء والبراء .

(ب) حديث الفرقة الناجية، وما بُنى عليه من نتائج.

(ج) ضوابط التكفير، والتفسيق، والتبديع، دون غلوّ أو تفريط.

(د) الحكم بالردة، وشروط تطبيق حدّها.

(ه) التوسع فى الكبائر، وما يترتب على الوصف بارتكابها.

(و) التكفير لعدم التطبيق الشامل لأحكام الشريعة دون تفصيل بين الأحوال.

(2) يوصى المجلس الجهات المعنية فى البلاد الإسلامية باتخاذ الإجراء ات لمنع طبع أو نشر أو تداول المطبوعات التى تعمّق الفُرقة، أو تصف بعض المسلمين بالكفر أو الضلال دون مسوغ شرعى متفق عليه.

(3) يوصى المجلس الجهات المعنية بالاستمرار فى تحقيق المرجعية الشاملة للشريعة الإسلامية فى جميع القوانين والممارسات، كما بين المجمع فى قرارات وتوصيات دوراته السابقة.

والله أعلم(قرارات وتوصيات مجمع الفقه الإسلامى الدولى)

(https://www.iifa-aifi.org/ar/2200.html)

والے کافر ہیں‘‘۔انتھٰی۔ [1]

جبکہ سعودی عرب کے علماء کی مذکورہ کمیٹی نے اپنے ایک فیصلے میں، احمدیوں کو اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] س :بماذا تحكمون على الشيعة وخاصة الذين قالوا :إن عليًا فى مرتبة النبوة، وأن سيدنا جبريل غلط بنزوله على سيدنا محمد ؟

ج :الشيعة فرق كثيرة، ومن قال منهم :أن عليًا رضى الله عنه فى مرتبة النبوة وإن جبريل عليه السلام غلط فنزل على نبينا محمد صلى الله عليه وسلم فهو كافر.

وبالله التوفيق .وصلى الله على نبينا محمد ، وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو	عضو
عبد الله بن قعود	عبد الله بن غديان
نائب الرئيس	الرئيس
عبد الرزاق عفيفى	عبد العزيز بن عبد الله بن باز

(فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، ج٣،ص ١٩٤،من قال :إن عليًا فى مرتبة النبوة وإن جبريل عليه السلام غلط؟السؤال الثالث من الفتوى رقم :٨٥٦٤)

[2] س:ما حكم الدين الجديد وأتباعه؛ يعنى دينًا يقال له :الأحمدية، يحذروا دواعيه الناس بالاحتفاظ سواء بشىء من آيات قرآنية أو من أسماء الله ويحرمون الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم، وأين منشأ هذا الدين ومتى، وما الحكم فيمن يرغبون عنه؟

ج:لقد صدر الحكم من حكومة الباكستان على هذه الفرقة بأنها خارجة عن الإسلام، وكذلك صدر من رابطة العالم الإسلامى بمكة المكرمة الحكم عليها بذلك، ومن مؤتمر المنظمات الإسلامية المنعقد فى الرابطة فى عام 1394هـ، وقد نشر رسالة توضح مبدأ هده الطائفة وكيف نشأت ومتى إلى غير ذلك مما يوضح حقيقتها.

والخلاصة :

أنها طائفة تدعى أن مرزا غلام أحمد الهندى نبى يوحى إليه وأنه لا يصح إسلام أحد حتى يؤمن به، وهو من مواليد القرن الثالث عشر، وقد أخبر الله سبحانه فى كتابه الكريم أن نبينا محمدًا صلى الله عليه وسلم هو خاتم النبيين ، وأجمع علماء المسلمين على ذلك، فمن ادعى أنه يوجد بعده نبى يوحى إليه من الله عز وجل فهو كافر لكونه مكذبًا بكتاب الله عز وجل، ومكذبًا للأحاديث الصحيحة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم الدالة على أنه خاتم النبيين، ومخالفًا لإجماع الأمة.

وبالله التوفيق .

وصلى الله على نبينا محمد ، وآله وصحبه وسلم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

سعودی عرب کے سابق مفتیٔ اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (المتوفٰی: 1420ھ) نے عربی زبان میں ایک سوال کے جواب میں اہلِ تشیّع کی کئی اقسام ہونے کا حکم لگایا ہے، اور یہ حکم خمینی اور ایرانی انقلاب کے بعد کے زمانے سے متعلق ہے، جس کا ذیل میں بزبانِ اردو خلاصہ بیان کیا جاتا ہے، فرماتے ہیں کہ:

''شیعہ کئی قسموں کے ہیں، ایک قسم کے نہیں ہیں، شہرستانی نے ان کے بائیس فرقوں کا ذکر کیا ہے، جن کا آپس میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض کی بدعات حدِ کفر تک پہنچی ہوئی ہیں، اور بعض کی بدعات حدِ کفر تک پہنچی ہوئی نہیں ہیں، البتہ فی الجملہ وہ بھی بدعتی ہیں، جن میں ادنیٰ درجہ کے لوگ وہ ہیں، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، صدیقِ اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں، جس میں انہوں نے خطاء کی ہے، اور صحابۂ کرام کی مخالفت کی ہے، اور ان میں زیادہ خطرناک وہ رافضی ہیں، جو خمینی کے اصحاب ہیں، اور اسی طرح سے نصیریہ کا فرقہ بھی ہے، جن کی جماعت ''شام'' میں پائی جاتی ہے، اور باطنیہ فرقہ ملکِ ایران میں پایا جاتا ہے، اور ہندوستان کے ملک میں اسماعیلیہ فرقہ پایا جاتا ہے، اور یہ زیادہ شدید اور خطرناک فرقے ہیں، رافضیوں کا ایک فرقہ ''اثنا عشری'' کہلاتا ہے، جن کو ''جعفریہ'' بھی کہا جاتا ہے، اور ایک فرقہ کو ''خمینیہ'' کہا جاتا ہے۔

اور شیعوں کا ایک فرقہ ''زیدیہ'' کے نام سے مشہور ہے، جو ملکِ یمن میں پایا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو	عضو
عبد الله بن قعود	عبد الله بن غديان
نائب الرئيس اللجنة	الرئيس
عبد الرزاق عفيفي	عبد العزيز بن عبد الله بن باز

(فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، ج٣، ص ٤٤١، الطريقة القاديانية، السؤال الثالث من الفتوى رقم: ١٦١٥)

www.idaraghufran.org

جاتا ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل کے قائل ہیں، کافر نہیں ہیں، الا یہ کہ جو بتوں کی عبادت کریں، اور اہلِ بیت کے متعلق غلو کا ارتکاب کریں، محض تفضیلی شیعہ، کافر نہیں ہیں، لیکن وہ بدعت اور خطاء کے مرتکب ہیں۔

خلاصہ یہ کہ شیعہ کی مختلف اقسام ہیں، جن کے عقائد کو تفصیل سے دیکھا جائے گا، اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ تمام شیعہ کافر ہیں، بلکہ ان کی بہت ساری قسمیں ہیں۔

اور یہ کہنا بھی جائز نہیں ہوگا کہ شیعہ سب کے سب مسلمانوں کی طرح ہیں، اور وہ سب برابر ہیں، یہ کہنا باطل ہے، بلکہ اس میں تفصیل کی جائے گی، جو کہ ذکر کی گئی“۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] الرد على من نفى التفريق بين السنة والشيعة:

السؤال:...... ما تقولون في رجل قال :ليس هناك فرق بين سني وشيعي، بل كلهم مسلمون، وهو مفتٍ في إحدى ديار المسلمين؛ حيث أجريت معه مقابلة في إحدى المجلات منذ شهر، ويقول: حرام علينا أن نقول :هذا سني وهذا شيعي، فهل هذا الكلام لا بأس به؟ أو ماذا ترون فيه؟

الجواب:...... هذا الكلام فيه إجمال وخطأ، لأن الشيعة أقسام وليسوا قسماً واحداً، وقد ذكر الشهرستاني أنهم اثنتان وعشرون فرقة، فهم يختلفون، فيهم من بِدعتُه تكفِّره، وفيهم من بدعته لا تكفره، مع أنهم في الجملة مبتدعون، وأدناهم من فضل علياً على الصدِّيق وعمر، قد أخطأ وخالف الصحابة؛ ولكن أخطرهم الرافضة أصحاب الخميني، هؤلاء أخطرهم، وهكذا النصيرية أصحاب حافظ الأسد وجماعته في سوريا، فـ الباطنية التي في سوريا والباطنية التي في إيران والباطنية في الهند وهم الإسماعيلية، هذه الطوائف الثلاث هي أشدهم وأخطرهم، وهم كفرة، لأنهم والعياذ بالله يضمرون الشر للمسلمين، ويرون المسلمين أخطر عليهم من الكفرة، ويبغضون المسلمين أكثر من بغضهم للكفرة، ويرون أهل السنة دماء هم وأموالهم حلالاً لهم، وإن جاملوا في بعض المواضيع التي يجادلون فيها، ويرون أن أئمتهم يعلمون الغيب، وأنهم معصومون، ويُعبَدونهم من دون الله، كالاستغاثة بهم، والذبح والنذر لهم، هذا حالهم مع أئمتهم.

فـ الرافضة الذين هم الطائفة الإثنا عشرية، ويقال لهم :الجعفرية، ويُقال لهم الآن :الخمينية، الذين يدعون إلى الباطن من شر الطوائف، وهكذا طائفة النصيرية من شر الطوائف، وهكذا طائفة الإسماعيلية، هؤلاء باطنية، في الباطن يرون إمامة الصدِّيق وعمر وعثمان باطلة، ويرون الصحابة كفاراً مرتدين عن الإسلام إلا نفراً قليلاً مثل :علي، والحسن، والحسين، وعمار بن ياسر، واثنين أو ثلاثة أو أربعة من بقية الذين يرون أنهم يوالون علياً فقط، وأما بقية الصحابة فعندهم أنهم مرتدون قد خرجوا عن الإسلام وظلموا علياً، إلى غير هذا مما يقولون، نسأل الله العافية، مع ما عندهم من غلو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن سعودی عرب کے مفتیِ اعظم مذکور نے اپنے فتاویٰ میں قادیانیوں کو کافر قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی أهل البیت، ودعواهم أنهم یعلمون الغیب، وأن الواجب إمامتهم، وأن هذه الإمامات التی بعد علی وقبل علی کلها باطلة، وأن ما عندهم التی هی حق إلا ولایة علی والحسن فقط، وأما هذه الولایات التی من عهد النبی صلی الله علیه وسلم إلی یومنا کلها باطلة عند الرافضة، نسأل الله السلامة.

المقصود :أن الشیعة أقسام، ولیسوا قسماً واحداً، ومنهم الزیدیة المعروفة فی الیمن، عندهم التفضیل، لیسوا بالکفار إلا من عَبَدَ الأوثان منهم، وغلا فی أهل البیت ودعاهم من دون الله، أما مجرد تفضیل علی علی الصدّیق وعمر لا یکون کفراً؛ ولکنه بدعة وخطأ، والواجب تفضیل الصدّیق، ثم عمر، ثم عثمان علی علی،علی هو الرابع رضی الله عنه، هذا هو الحق الذی أجمع علیه الصحابة رضی الله عنهم وأرضاهم، فالذی یفضل علیاً علیهم یکون قد أخطأ، ولا یکون کافراً، وإنما الکفار منهم الرافضة، والنصیریة، والإسماعیلیة الذین یغلون فی أهل البیت، ویعبدونهم من دون الله، ویرون أن ولایتهم جائزة، وأن أئمتهم یعلمون الغیب، إلی غیر هذا مما یقولون، نسأل الله السلامة.

فالحاصل أنه ینظر فی عقائدهم بالتفصیل، ولا یقال :الشیعة کلهم کفار، لا، بل فیهم تفصیل، وهم أقسام کثیرة.

السائل :وحجهم إلی بیت الله الحرام، یعنی :کیف یتم بناءً علی هذه العقیدة التی یؤمنون بها؟

الشیخ :لا بد أن یُنظر فی أمرهم فی المستقبل، نسأل الله أن یوفق الدولة لکل خیر ویعینها.

السائل :لماذا هم یبغضون تسمیة أبی بکر، وعمر، وعثمان، وعائشة، وحفصة، وحبیبة؟ یعنی: الاسم هذه الأسماء مبغوضة عندهم أشد البغض !الشیخ :معروف؛ لأنهم یرون أن الصدّیق کافر، وعمر کافر، وعثمان کافر، ویرون أنهم ظلموا علیاً، ویتهمون عائشة إلی غیر هذا من عقائدهم الباطلة، نسأل الله العافیة.نسأل الهدایة لنا ولجمیع المسلمین.

المقصود أن من قال :إنه لا فرق بین الشیعة وبین السنة هذا قول باطل وخطأ، الشیعة فیهم تفصیل، لا یجوز أن یقال :إنهم کالمسلمین، وإنهم سواء ، هذا باطل، بل فیهم تفصیل(دروس للشیخ عبد العزیز بن باز ”دروس صوتیة قام بتفریغها موقع الشبکة الإسلامیة“ رقم الدرس۱۵ ،ص۲۲ ”الغزو الفکری“الرد علی من نفی التفریق بین السنة والشیعة)

[1] لکن البهائیة طائفة کافرة معروف کفرها، بما لدیها من دعوة النبوة للبهاء وربما ادعوا أنه الله، فالبهائیة طائفة کافرة یجب الحذر منها،ویجب علی الدول الإسلامیة إبعادها والقضاء علیها وعدم إقرارها فی البلاد، وهکذا القادیانیة طائفة کافرة؛ لأنها تثبت النبوة لمرزا غلام أحمد القادیانی، وهذا کفر وضلال؛ لأن محمدا صلی الله علیه وسلم هو خاتم الأنبیاء علیه الصلاة والسلام ولیس بعده نبی، قال الله عز وجل:(ما کان محمد أبا أحد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین) وثبت عن الرسول صلی الله علیه وسلم وتواتر عنه أنه قال: أنا خاتم النبیین ولا نبی بعدیفدعوی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز اہلِ تشیع کے متعلق مصر کے دارالافتاء سے ایک سوال کے جواب میں درجِ ذیل فتویٰ جاری ہوا کہ:

''شیعہ کے متعدد فرقے ہیں، اور اصولی طور پر یہ تین فرقوں میں منحصر ہیں، ایک ''غلاۃ'' دوسرے ''زیدیہ'' تیسرے ''امامیہ''۔

''شیعہ غلاۃ'' کے بھی مختلف گروہ ہیں، جن میں سے بعض ''الوھیتِ علی'' یا دوسری شخصیات میں ''الوہیت'' کے قائل ہیں، اور بعض ''تناسخِ ارواح'' کے قائل ہیں، اور بعض ''قیامت کے انکار'' کے قائل ہیں، اور بعض ''ائمہ کے ذریعے نسخِ شریعت'' کے قائل ہیں، اور بعض ''محرمات کو حلال سمجھنے'' کے قائل ہیں۔

جہاں تک ''شیعہ زیدیہ'' کا تعلق ہے، تو وہ اپنی نسبت امام زید بن علی زین العابدین کی طرف کرتے ہیں، اور ان میں سے اکثر اصول میں معتزلہ کے عقائد کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور فروع میں چند مسائل کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہ کے مذہب کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور وہ اجمالی طور پر دوسرے شیعوں کے فرقوں کے مقابلے میں اہلُ السنۃ والجماعۃ کے زیادہ قریب ہیں۔

اور جہاں تک ''شیعہ امامیہ'' کا تعلق ہے، تو وہ امام کو حضرت علی اور آپ کی اولاد کے لیے ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، اور وہ لوگوں کے لیے امام کے ہونے کو ضروری قرار دیتے ہیں، اور قیامت سے پہلے امام کے خروج کا انتظار کرتے ہیں۔

اور ''امامیہ'' کی جماعت کا ''اثناعشریہ'' بھی نام رکھا جاتا ہے، کیونکہ وہ بارہ اماموں کے معتقد ہیں، اور ان کا ''جعفریہ'' بھی نام رکھا جاتا ہے، کیونکہ فروع میں ان کا مذہب امام جعفر بن محمد صادق کا مذہب ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القادیانية أن مرزا غلام أحمد نبی، وأنه یوحی إلیه کفر مستقل وردة کبری عند أهل العلم، فیجب الحذر منهم، وعدم إقرارهم حتی یستجیبوا لله والرسول، ویتوبوا من هذه العقیدة الباطلة(فتاوی نور علی الدرب لابنِ باز بعنایة الطیار، ص۱۶۳، ۱۶۴، الکفر والتکفیر،حول المساجد التی بها قبور، والنذر للأموات والطرق المحدثة)

www.idaraghufran.org

اور شیعوں کی پہلی جماعت، جو غالیوں کی جماعت ہے، وہ مسلمانوں کے طریقے پر نہیں ہے، چہ جائیکہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کی طرف ان کی نسبت کی جائے، جہاں تک دوسرے دونوں فرقوں کا تعلق ہے، تو وہ اہلِ قبلہ میں سے ہیں، لیکن ان کو اہلُ السنۃ والجماعۃ میں سے کہنا صحیح نہیں۔

اور ''امامیہ'' کے بعض احبار، تحریفِ قرآن کا نظریہ رکھتے ہیں۔

لیکن دیگر حضرات تحریفِ قرآن کا انکار کرتے ہیں، اور ان میں سے جس نے تحریفِ قرآن کا قول کیا، اس کو رکیک قرار دیتے ہیں، اور اس کو شاذ اور مردود قول کہتا ہیں، جیسا کہ شیخ صدوق نے تحریر کیا ہے۔

اور یہ تمام صحابہ کی عدالت کے قائل نہیں، لیکن تمام صحابہ کے کفر کے بھی قائل نہیں، بعض صحابہ کو یہ عادل کہتے ہیں، اور بعض کو باغی کہتے ہیں، اور بعض میں منافقین والے جرائم کے قائل ہیں، اور بعض صحابہ کو مجہولُ الحال کہتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ''شیعہ امامیہ'' اہلِ قبلہ، اور من جملہ مسلمین میں سے ہونے کی وجہ سے ہمارے دینی بھائی ہیں، لیکن ان کو اہلُ السنۃ والجماعۃ کی طرف منسوب کرنا، صحیح اور جائز نہیں، بلکہ وہ گمراہ اور بدعی جماعتوں کے قبیل سے ہیں، لیکن اس کے باوجود تمام شیعوں پر ان کے فرقے اور ان کے درجات اور ان کے علماء اور عوام کے فرق وامتیاز کے بغیر، عام حکم لگانا عدل وانصاف اور علم کا تقاضا نہیں۔

اور ہم اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ سنی اور شیعہ تمام مسلمان وطنی اختلافات کو ختم کریں، اور ایک دوسرے سے جنگ وجدال اور خون ریزی کا خاتمہ کریں، اور اتحاد قائم کریں''۔انتھیٰ۔ [1]

---

[1] هل الشيعة من أهل السنة والجماعة؟ وهل توقف الأزهر عن الفتوى بأنهم من الفرق الضالة؟ الجواب :أمانة الفتوى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

موصوف اگرچہ اس قسم کے فتاویٰ کو اہمیت نہ دیں، لیکن ان کے علاوہ اہمیت دینے والوں کی کمی نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشيعة فِرَقٌ متعددة، ولكن مع تعدد فرقهم فإن أصولهم تنحصر فی ثلاث :غلاة، وزيدية، وإمامية.
أما الشيعة الغلاة؛ فهم طوائف؛ والقاسم والجامع بينهم فی مزاعمهم واعتقاداتهم هو كونها تتعارض مع أصل الدين وعقيدة التوحيد؛ فمنهم من يقول بأن الله تعالى حَلَّ فی خمسة أشخاص :فی النبی صلى الله عليه وآله وسلم، وفی عليٍّ، وفی الحسن، وفی الحسين، وفی فاطمة رضی الله عنهم، فهؤلاء آلهة عندهم، ومنهم من يقول بتناسخ الأرواح، ومنهم من يقول بإنكار القيامة، ومنهم من يقول بأن الأئمة ينسخون الشرائع، ومنهم من يقول باستحلال المحرمات ويتأول قول الله عز وجل:لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا(المائدة 93 :)، إلى غير ذلك من الخرافات والضلالات .راجع" :الملل والنحل "للشهرستانی (190-173 /1، ط .مؤسسة الحلبی)، و"اعتقادات فرق المسلمين والمشركين "للرازی، (ط .دار الكتب العلمية).
وأما الشيعة الزيدية، فينتسبون إلى الإمام زيد بن علی زين العابدين بن الحسين بن علی بن أبی طالب رضی الله عنهم، وأكثرهم يرجع فی الأصول إلى عقائد المعتزلة، وفی الفروع إلى مذهب أبی حنيفة إلا فی مسائل، وهم بالإجمال أقرب فرق الشيعة إلى أهل السنة والجماعة.
وأما الشيعة الإمامية، فقد لقبوا بهذا اللقب لأنهم يرون الإمامة لعليٍّ وأولاده، ويعتقدون أنه لا بد للناس من إمام، وينتظرون إمامًا سيخرج فی آخر الزمان.
وطائفة الإمامية تسمى أيضًا بالاثنی عشرية؛ لأنهم يعتقدون إمامة الاثنی عشر؛ وهم :أمير المؤمنين سيدنا علی بن أبی طالب، والحسن بن علی، وأخيه الحسين، وزين العابدين علی بن الحسين، ومحمد بن علی الباقر، وجعفر بن محمد الصادق، وموسى بن جعفر الكاظم، وعلی بن موسى الرضا، ومحمد بن علی الجواد، وعلی بن محمد الهادی، والحسن بن علی العسكری، ومحمد بن الحسن المهدی، وهو الإمام الثانی عشر عندهم.
ويسمون أيضًا :الجعفرية؛ باعتبار أن مذهبهم فی الفروع هو مذهب الإمام جعفر بن محمد الصادق عليهما السلام.
والطائفة الأولى التی هی طائفة الغلاة ليست على ملة المسلمين فضلًا أن تُنسَبَ لأهل السُّنَّة والجماعة، وأما الفرقتان الأخيرتان -الزيدية والجعفرية -فهما من أهل القبلة، ولكن لا يصح أن يقال إنهما من أهل السنة والجماعة.
أما كونهما من أهل القبلة؛ فلأن ضابط أهل القبلة منطبق عليهم، وهو المذكور فيما رواه البخاری عن أنس بن مالك رضی الله عنه أن النبی صلى الله عليه وآله وسلم قال :أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَإِذَا قَالُوهَا، وَصَلَّوْا صَلاتَنَا، وَاسْتَقْبَلُوا قِبْلَتَنَا، وَذَبَحُوا ذَبِيحَتَنَا، فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ.
قال الحافظ ابن حجر فی "فتح الباری "(496 /1، ط .دار المعرفة) :(فيه أن أمور الناس محمولة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور مصر کے دارالافتاء سے ہی اہلِ تشیع کے مقابلے میں، قادیانیوں اور احمدیوں کے متعلق، جو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على الظاهر، فمن أظهر شعار الدين أُجرِيَت عليه أحكام أهله، ما لم يظهر منه خلاف ذلك) اهـ.

وأما كونهما ليسا من أهل السنة والجماعة؛ فلأنهما يعتقدان اعتقادات بدعية تخالف الكتاب والسنة وتباين ما كان عليه الصحابة والسلف الصالح فى شأن المعتقد.

أما الزيدية فيقولون بخلق القرآن، وينفون رؤية الله تعالى فى الآخرة، وينكرون الشفاعة، ويرون أن مرتكب الكبيرة مخلد فى النار ما لم يتب توبة نصوحًا، والمتقدمون منهم يرون جواز إمامة المفضول مع وجود الفاضل، فعليٌّ عندهم هو أفضل الصحابة مطلقًا، ومع ذلك يصححون إمامة أبى بكر وعمر رضى الله عنهم أجمعين، ولكن شاع الرفض فى متأخريهم؛ فلا يعترفون بإمامة الشيخين .راجع" :تاريخ المذاهب الإسلامية "للشيخ محمد أبى زهرة (ص 54-50، ط .الهيئة المصرية العامة للكتاب).

وأما الإمامية الاثنا عشرية فيقولون :إن الله يجب عليه نصب الإمام، ويعتقدون فى عصمة الأئمة، وأنهم فى عصمتهم كعصمة الأنبياء، وأنه يجوز لهم تخصيص النصوص العامة وتقييد المطلقة وبيان المجملة، وينسب إليهم أيضًا القول بالبداء فى حقِّ الله تعالى -أى :أنه يحكم بالشيء، ثم يتبين له ما لم يكن عَلِمَهُ فينتقض حكمه-، وينكرون رؤية الله تعالى يوم القيامة، ولهم خوض بالباطل فى عدد من الصحابة الأطهار، ويقولون إن إمامة أمير المؤمنين على بن أبى طالب رضى الله عنه قد ثبتت بالنص عليه بالذات من النبى صلى الله عليه وآله وسلم، ولبعض أحبارهم كلام فى وقوع التحريف فى القرآن الكريم، إلى غير ذلك من المسائل فى الأصول والفروع.

وقد أقر أئمة الشيعة ببعض هذه الأشياء؛ مثل القول بعصمة الأئمة، واعتذروا عن البعض الآخر بحمله على محملٍ آخر كقولهم فِى البداء :إنهم يعنون به المحو والإثبات، الذى فى قوله تعالى: يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِندَهُ أُمُّ الْكِتَابِ(الرعد 39 :)؛ فالله تعالى قد ينقص من الرزق وقد يزيد فيه، وكذا الأجل والصحة والمرض والسعادة والشقاء والمحن والمصائب والإيمان والكفر وسائر الأشياء، وكان كثير من السلف يدعون الله ويتضرعون إليه أن يجعلهم سعداء لا أشقياء .وهذا هو ما يسميه أهل السنة :القضاء المُعَلَّق، وعليه يُحمَل ما رواه الترمذى عن سلمان رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وآله وسلم قال :لَا يَرُدُّ القَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَلَا يَزِيدُ فِي العُمُرِ إِلَّا البِرُّ، وهو بخلاف القضاء المبرم؛ فالأول لا استحالة فى رفع ما علق رفعه منه على الدعاء، ولا فى نزول ما علق نزوله منه على الدعاء، وهذه القسمة باعتبار اللوح المحفوظ، لا باعتبار علم الله تعالى .انظر: "حاشية البيجورى على جوهرة التوحيد "(ص254، ط .دار السلام).

وكذلك ينكرون القول بتحريف القرآن، ويزيفون قول من قال منهم به، ويجعلونه شاذًا مردودًا؛ يقول الشيخ الصدوق (ت381هـ) منهم :(اعتقادنا أن القرآن الذى أنزله الله تعالى على نبيه محمد صلى الله عليه وآله وسلم هو ما بين الدفتين، وهو ما فى أيدى الناس، ليس بأكثر من ذلك، ومبلغ سوره عند الناس مائة وأربع عشرة سورة) اهـ .نقلًا عن "الاعتقادات "للشيخ المفيد (ص 84، 88).

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فتویٰ جاری ہوا، اس میں ان کو مدلل انداز میں کافر قرار دیا گیا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أمـا كلامهم فى الصحابة، فقد حاولوا تجميله والاعتذار عنه؛ بأنهم لا يقولون بعدالة جميع الصحابة ولا بـكـفر جميع الصحابة، بل الصحابة كغيرهم من الرجال فيهم العدول، وفيهم البغاة، وفيهم أهل الـجـرائـم مـن الـمنافقين، وفيهم مجهول الحال، فالحجة فى العدول، والترك للبغاة، والتوقف فى مـجـهـولـى الحال .يـراجـع لـمـا سبق" :تـاريـخ الـمذاهب الإسلامية "لأبـى زهـرة (ص64-54)، و"الوشيعة فى نقد عقائد الشيعة "للشيخ موسى جار الله (ط .سهيل أكاديمى بلاهور)، و "مختصر التـحـفة الاثنى عشرية "لـلألوسى (ط .الـمكتبة السلفية)، و "أضـواء عـلـى عقائد الشيعة الإمامية وتاريخهم "لـلشيخ جعفر السبحانى (ط .مـعـاونية شؤون التعليم والبحوث الإسلامية فى الحج)، و"أجـوبة مسائل جار الله "لـلشيـخ عبد الحسين شرف الدين الموسوى، و "الاعتقادات "للشيخ المفيد، و"أصل الشيعة وأصولها "للشيخ كاشف الغطاء .

وخلاصة القول "أن الشيعة الإمامية إخواننا فى الدين وهم من جملة المسلمين أهل القبلة، ولكن لا يصح ولا يجوز أن ينسبوا إلى أهل السنة والجماعة، بل هم من طوائف الضلال والابتداع، ولكن مع ذلك فإننا نقول :إن تـعميم الأحكام على جميع الشيعة دون تفرقة أو تمييز بينهم بحسب درجتهم فى التشيع، ودون تفريق بين علمائهم وعوامهم، ليس من العدل والإنصاف والعلم فى شىء .

وكذلك نقول :إنـه يـلـزمنا جميعًا كمسلمين -سنة وشيعة -أن نـحـرر مواطن الخلاف بيننا، حتى نـقف عـلـى ما كان الخلاف فيه لفظيًّا فنتجاوزه، ونعرف ما كان الخلاف فيه تاريخيًّا فلا نقف عنده، فنتعاون معًا فيما اتفقنا عليه، ونعمل على التعايش البَنَّاء بيننا.

ونـؤكـد عـلـى أنـه يجب ألَّا تكون هذه الخلافات بين الفريقين سببًا للحروب الطائفية وإراقة الدماء الـمـعـصـومة بيقين من الجانبين، فالوحدة فرض دينى يجب على الأمة كلها امتثاله، مع التأكيد على عـدم تـذويـب الـحـقـائق الدينية أو تمييع القضايا المفصلية فى الأصول والفروع بين كل طرف من الـمتـنـازِعَين، وكذلك التأكيد على أنه يجب المحافظة على خصوصية البلاد السُّنِّيَّة، وأن الدعوة إلـى دخـول التشيـع فيهـا تـحت اسم الحرية أو نحوها من الشعارات لا يجلب إلا الوبال والحروب الأهـلـية ذات الـنـزعة الـطـائـفية ويدمر الوحدة الوطنية، كما هو معلوم من الاطلاع على واقع الأمم والشعوب واستقراء التاريخ القديم والحديث.

والله سبحانه وتعالى أعلم

(الـمـوقـع "دارالافتـاء الـمـصـرية" الشيـعة وأهـل الـسـنة،الـرقـم الـمسلـسل ٢٣٦٨، التاريخ: 24/07/2013)

(https://www.dar-alifta.org/ar/ViewFatwa.aspx?sec=fatwa&ID=12580&)

[1] الأحمدية هل هم مسلمون؟

الجواب :فضيلة الشيخ عبد اللطيف عبد الغنى حمزة

الاحمدية:هى القاديانية وقد سمت نفسها بذلك تمويها وتضليلًا وإيماء كاذبًا بأنهم ينتسبون إلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اب نہ تو جمہور مجتہدین کو جملہ اہلِ تشیع ، جملہ قادیانیوں کی طرح نظر آئے ، نہ ہی دارالعلوم دیوبند کے مفتی صاحب کو دونوں یکساں نظر آئے ، اور نہ ہی دنیا بھر کے اداروں کے نمائندہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أحمد الرسول؛ كما جاء فى القرآن الكريم على لسان عيسى عليه السلام " وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَد"(الصف 6 :).

والقاديانية إحدى فئتين خبيثتين اتخذها الاستعمار مطية له وعميلة عنده فى شبه القارة الهندية، والفئة الأخرى هى البهائية، وتنسب القاديانية إلى قرية قاديان إحدى قرى مقاطعة البنجاب بالهند، ومؤسس هذه النحلة الأثيمة هو المتنبء الكذاب أو متنبء الإنجليز غلام أحمد القاديانى وهو من الفرس أو المغول، واسمه بالكامل هو غلام أحمد بن غلام مرتضى بن عطا محمد، ويقال إن آباء ه من سمرقند، وقد ولد سنة 1839م ميلادية تسع وثلاثين وثمانمائة وألف فى قرية قاديان، وتعلم بعض العلوم العربية وشيئًا من اللغة الإنجليزية، وكان كثير الأمراض، وكان يقول عن نفسه :أنا رجل دائم المرض.

وقد نشأ غلام أحمد فى أسرة خائنة عميلة للاستعمار، حيث كان أبوه غلام مرتضى صاحب رابطة وثيقة بالحكومة الإنجليزية، وكان صاحب كرسى فى ديوانها، وفى سنة إحدى وخمسين وثمانمائة وألف 1851م انضم إلى معاونة الإنجليز ضد بنى قومه ودينه، وأمدهم بخمسين جنديًّا وخمسين فرسًا كذا، وبعد أن درس بعض الكتب الأردية والعربية، وقرأ جانبًا من القانون، وشغل وظيفة فى بلده سيالكوت ثم أخذ ينشر كتابه براهين أحمدية فى عدة أجزاء ، وكان قد بدأ دعوته الأثيمة سنة سبع وسبعين وثمانمائة بعد الألف، وفى سنة خمس وثمانين وثمانمائة بعد الألف أعلن أنه مجدد.

وفى سنة إحدى وتسعين وثمانمائة بعد الألف ادعى أنه المهدى وأنه المسيح الموعود، وأخذ يقول :أنا المسيح وأنا كليم الله، وأنا محمد وأحمد الذى اجتباه الله وفى هذا -فوق ادعائه النبوة- يزعم لنفسه أنه هو موسى وعيسى ومحمد معًا، ولذلك كان يدّعى أنه أفضل الأنبياء ، ولقد نشأ غلام أحمد مهزوز الأعصاب، يتخيل أوهامًا وخيالات غريبة، ومن مضحكاته أنه قال إنه رأى ملاكا فى صورة شاب إنجليزى، وأنه رأى ملكة إنجلترا -قيصرة الهند -تعطفت وشرفته فى بيته، فكان ذلك صنيعًا يستحق الحمد والشكران، ويقول نحن بأرواحنا فداء لإنجلترا وحكومتها، وإذا عصينا إنجلترا نكون قد عصينا الإسلام؛ لأن الله تعالى يأمرنا بقوله ? :يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ?(النساء 59 :)، والإنجليز هم ولاة الأمر.

ومات غلام أحمد فى 26من مايو سنة 1908م فى مدينة لاهور، ودفن فى قرية قاديان، وكان القاديان ذكيًّا فى مزاعمه وتضليله، فهو حين ابتدع القاديانية وحمل كبر الإثم فيها لم يجاهر بعداوة الإسلام، ولم يصرح بالخروج عليه، بل أظهر التجديد والتطوير، ثم انتقل إلى فكرة المهدوية، ثم انتقل إلى ادعاء أنه يوحى إليه لا على أنه نبى مستقل مرسل،بل على أنه نبى متابع كهارون بالنسبة إلى موسى عليهما السلام، ثم أخذ فى تأويل نصوص القرآن الكريم تأويلًا منحرفًا فاسدًا؛ لتحقيق

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

علماء، اور عرب ومصر کے دارالافتاء وغیرہ کو یکساں نظر آئے، تو موصوف کو یکساں نظر آنے سے کون سا فرق پڑتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مآرب لديه، ثم تعاون تعاونًا بعيدا مع الاستعمار والمحتلين وأصدر فتواه الأثيمة بأن فريضة الجهاد قد انتهت وأصبحت منسوخة، ولذلك لا يجوز رفع السلاح من المسلمين ضد الإنجليز المحتلين للهند، وكيف تجوز محاربتهم وهم فى إفتائه اللئيم خلفاء الله فى الأرض، وكبرت كلمة تخرج من فمه الخسيس، وتزعم كتب القاديانية أن الله أوحى إلى غلام أحمد فقال له :الذى يحبنى ويطيعنى وجب عليه أن يتبعك ويؤمن بك، وإلا لا يكون محبًا لى، بل هو عدو لى، وإن أراد منكروك ألا يقبلوا هذا، بل كذبوك وآذوك فنجزيهم جزاء سيئًا، وأعتدنا لهؤلاء الكفار جنهم سجنًا لهم، ولقد أخذت القاديانية الضالة المضلة توهم الناس أن الله تبارك وتعالى يرسل أنبياء ه حينًا بعد حين، وقد أرسل محمدًا إلى العرب حين تأخروا وانحطوا، وعندما فشا الفساد والانحراف فى الناس احتاج الأمر إلى إرسال نبى آخر بعد محمد فأرسل الله بزعمهم مرزا غلام أحمد القاديانى؛ ولذلك يعد من عقائد القاديانية الباطلة أن النبوة لم تختم بسيدنا وقائدنا رسول الله محمد عليه الصلاة والسلام، بل تقول القاديانية :نعتقد أن الله لا يزال يرسل الأنبياء لإصلاح هذه الأمة، وهو آتيها على حسب الضرورة، هذا مع قول القرآن الصريح فى :"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا"(الأحزاب40 :).

وقد جاء فى "صحيح البخارى "قوله صلى الله عليه وآله وسلم :لَا نَبِىَّ بَعْدِى، ولكن القاديانية يدعون أن الآية السابقة لا تدل على ختم الرسالات بمحمد صلوات الله وسلامه عليه ويذكرون فى ذلك الأقوال الجدلية التالية:

-1الخاتم ليس معناه الآخر، بل معناه الأفضل، فيصير معنى الآية ما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وأفضل النبيين.

-2إن معنى الخاتم المهر يعنى أنه يمهر الناس وبمهره يصير الواحد نبيًّا .وهى تأويلات باطلة وتحريفات فاسدة لا تثبت للحق.

-3إن المراد من النبيين الأنبياء الذى جاء وا بشرائع مستقلة، ومحمد خاتم النبيين الذين جاء وا بشريعة مستقلة كهارون لموسى عليهما السلام.

ومن ضلال القاديانية الأثيم البالغ مداه فى الإثم تحريفهم أو تخريفهم فى تأويل آيات القرآن المجيد، والأمثلة على ذلك -يضيق عنها هذا المجال لكثرتها-، ومنها أنهم يعلقون على الآية الكريمة من :"سُبْحَانَ الَّذِى أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِى بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ" (الإسراء 1 :)، فيقولون :إن المقصود من المسجد الأقصى هنا ليس هو مسجد بيت المقدس كما أجمع أهل التفسير والتاريخ، بل المراد هو مسجد قاديان؛ لأن الرسول صلى الله عليه وآله وسلم أسرى به إلى هذا المسجد الذى يقع فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کیا سب پر موصوف کی تقلید واتباع لازم ہے، اور تحقیق کا صحیح حق وہی اداء فرما رہے ہیں، اور باقی اہلِ علم حضرات نعوذ باللہ! فضول میں ہی غپ شپ لڑانے اور لایعنی کاموں، یا "نشستن، گفتن، برخواستن" میں مصروف ہیں؟

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شرق قاديان، ويشبه غلام أحمد هذا المسجد ببيت الله الحرام ويزعم أن مسجد قاديان هو الذى أنزل الله تعالى فيه قوله :"وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا"(آل عمران97:).

ويواصل سفاهته حينما يقول :أنا المقصود بقول القرآن فى قوله تعالى :"وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِى مِنْ بَعْدِى اسْمُهُ أَحْمَدُ"(سورة الصف 6 :) .ويعلل ذلك بأن النبى العربى اسمه محمد وليس اسمه أحمد، وقد نشر طائفة من الكتب الخبيثة المليئة بالمزاعم والأوهام ومنها هذه الكتب:

-1براهين أحمدية.

-2إزالة الأوهام.

-3حقيقة الوحى.

-4سفينة نوح.

-5تبليغ رسالة.

-6خطة (الصامتة)

ولم يكتف غلام أحمد المتنبء القاديانى بما ابتدعه واخترعه واصطنعه من تحريف الدين وهدم لفرائضه وتشويه لتعاليمه، بل قال كذلك :إن الصلاة لا تجوز خلف أى مسلم، بل لا بد أن يكون قاديانيًّا، ونص عبارته هو :هذا هو مذهبى المعروف إنه لا يجوز لكم أن تصلوا خلف غير القاديانى مهما يكن ومن يكن ومهما يمدحه الناس فهذا حكم الله، وهذا ما يريده الله، إن المتشكك والمتذبذب داخل فى المكذبين، والله يريد أن يميز بينكم وبينهم.

والقاديانية نفسها تحكم على نفسها بأنها ليست من الإسلام، وأن أتباعها ليسوا بمسلمين، ففى سنة 1901م سجلوا أسماء هم فى سجلات مفصولة عن سجلات المسلمين، ويقول فى ذلك ابن القاديانى :وكانت هذه السنة مبدأ التفريق بيننا وبين المسلمين، وخلاصة القول فى القاديانية :أنها لعبة استعمارية خبيثة تظاهرت بالانتماء إلى الإسلام، والإسلام منها براء ، وقد استطاع المكر الاستعمارى أن يسخر هذه النحلة الضالة المضلة؛ لتحقيق أغراضه التى كانت تعمل دائمًا على تشويه الإسلام وإضعاف المسلمين، ولكن الإسلام سيبقى على الرغم من أعدائه.

والله سبحانه وتعالى أعلم .

https://www.dar-alifta.org

(دارالافتاء المصرية:الرقم المسلسل 4950 :التاريخ 26/12/1984 :)

علمائے اہلِ سنت کی علمی خدمات کو وقعت نہ دینے پر کلام

اس کے بعد موصوف نے چھٹا سوال یہ تحریر کیا ہے کہ:

''جن علمائے اہلِ سنت نے صدیوں سے اب تک اہلِ تشیع کو اپنی تحقیق کے مطابق ''محرفِ قرآنِ مجید'' قرار دیا ہے، آنجناب کے نزدیک ان کا یہ عمل کس حیثیت کا حامل ہے؟ کیا:

(۱) انہوں نے فتویٰ دینے میں عجلت کی؟

(۲) یا تحقیقات میں کمی رہ گئی، اور انہوں نے بلا تحقیق ہی ایک اسلامی طبقہ کو منکرِ قرآنِ مجید کہہ دیا؟

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ سے خاندانِ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ تک، سینکڑوں اور خاندانِ شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ سے لے کر اب تک سینکڑوں علمائے دیوبند اہلِ سنت نے بھی اس فتویٰ کو باقی رکھا۔

لہٰذا ان حضرات کی تمام تر علمی خدمات کو آپ برف کی ڈلی کی طرح اپنی ہتھیلی کی معمولی سی گرمی سے پگھلا دیں گے، یا ان کو کوئی وقعت دیں گے؟ مطلع فرمائیں''۔ انتھیٰ۔

اگر موصوف کو فقہی واجتہادی اختلاف کے مبادیات کا علم نہیں، تو ان کو اس کا علم حاصل کرنے سے پہلے اس قسم کے فیصلے صادِر کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

جن علماء نے صدیوں سے اب تک شیعہ کی علی الاطلاق تکفیر کی ہے، پہلے تو ان کا باحوالہ ثبوت پیش کرنا چاہئے، اور خود موصوف نے پیچھے جو شیعوں کی ہزار سالہ تاریخ کا ذکر کیا ہے، ان ہزار سالوں کو صرف ایک صدی کے لیے قربان نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ایک صدی سے پہلے کی تاریخ کو بھی کنگھالنا چاہیے، اور جمہور مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام کا بھی کچھ خیال واحترام کرنا

چاہیے، جن کے متبعین کی موجودہ دور میں کمی نہیں، پھر اگر گزشتہ صدیوں میں کچھ علماء، تکفیر کے قائل رہے ہوں، جیسا کہ یہ قول بنیادی طور پر جمہور کے بجائے، بعض اہلُ الحدیث، یا مجتہدین کے مقابلے میں غیر مجتہدین کا، یا پھر بعض اہلِ ظاہر کا، یا کم از کم غیر جمہور وغیر مجتہد متاخرین کا ہے، تو اس کے بعد بھی اس کی ذمہ داری، اسی شخص پر عائد ہوگی، جو اِن علماء کی اس مسئلہ میں اتباع وتقلید کر رہا ہو، ہم نے اس مسئلہ میں جمہور مجتہدین کو نظر انداز کر کے، نہ تو ان علماء کی اتباع وتقلید کی، اور نہ ہی ان علماء کی کسی حیثیت کو متعین کیا، نہ ان پر فتوے دینے میں عجلت کا الزام لگایا، نہ تحقیقات میں کمی کا الزام عائد کیا، اور نہ ہی ہمیں ان چیزوں کا اختیار واقتدار حاصل ہے، بلکہ نہ ہی ان چیزوں کی ہمیں قطعی طور پر ضرورت ہے۔

ان سب باتوں کا اصل حساب تو قیامت کے دن ہی ہوگا۔

ہم تو صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ جن علماء نے نیک نیتی کے ساتھ اپنا ممکنہ اجتہاد کر کے، علی الاطلاق شیعہ کی تکفیر کی ہو، تو ان کی اپنی تحقیق میں جو کچھ ثابت ہوا، انہوں نے اس کو اختیار کیا، اور وہ اس پر عنداللہ ماجور ہیں، جیسا کہ اس طرح کے بے شمار اجتہادی واختلافی مسائل میں فقہاء بھی ماجور ہیں، لیکن ان کی تحقیق کو سب پر حجت قرار نہیں دیا جاسکتا، بالخصوص جبکہ دوسرے بہت سے محققین اور مجتہدین کی تحقیق مطلق تکفیر کے خلاف ہو۔

آخر شیعوں کی مطلق عدمِ تکفیر، اور مشروط ومعلق تکفیر کا قول بھی تو صدیوں بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ سے ہی چلا آ رہا ہے، جس پر بہت سے اکابرِ دیوبند بھی تا حال قائم ہیں، اور اکابرِ دیوبند کے علاوہ دنیا بھر کے بہت سے دیگر علمائے محققین بھی قائم ہیں، ان پر بھی اس طرح کے مذکورہ الزامات قائم نہیں کیے جاسکتے، اور وہ بھی عنداللہ ماجور ہیں۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود ان میں سے ایک جماعت کا قول، دوسری جماعت پر حجت نہیں، لہٰذا ان کے مقلدین ومتبعین پر بھی حجت نہیں۔

اور جو طرزِ عمل ان سابق اہلِ علم حضرات نے دوسروں کے ساتھ اختیار کیا، وہی طرزِ عمل ان

کے متبعین کو بھی اختیار کرنا چاہیے۔

چنانچہ شیعہ کی تکفیر و عدمِ تکفیر اور مشروط و معلق تکفیر و تقسیم وغیرہ کے اقوال، سابق فقہاء و علماء اور اکابر کے سامنے تھے، جمہور مجتہدین کے مقابلے میں بعض اہلُ الحدیث کا قول بھی سامنے تھا، اور ان اقوال میں سے کسی نہ کسی قول کو ترجیح دینے کا سلسلہ بھی جاری تھا، لیکن اس کے باوجود ان میں سے کسی نے دوسرے پر اس طرح کی نکیر اور اس طرح کے بھونڈے الزامات قائم نہ کیے، جو موصوف، محقق بن کر قائم کرنا اور دوسرے سے قائم کرانا چاہتے ہیں۔

ہم اس سلسلے میں سابق فقہاء و مجتہدین کے طرزِ عمل کو ہی پسند و اختیار کرتے ہیں، اور موصوف کے طرزِ عمل کو ہرگز پسند نہیں کرتے۔

جہاں تک علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ سے خاندانِ حضرت شاہ ولی اللہ تک، اور خاندانِ ولی اللہ سے لے کر اب تک سینکڑوں علمائے دیوبند کے اس سلسلہ میں فتوے کا تعلق ہے، تو اس کی ایک جھلک بھی ملاحظہ فرمالیں، تاکہ موصوف کے اس نرے اور کھوکھلے دعوے کی حقیقت بھی طشت ازبام ہوجائے۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ روافض کے متعلق تصنیف کردہ کتاب ''منهاجُ السنة'' میں فرماتے ہیں:

وأما قوله " :. وأن الأئمة معصومون كالأنبياء فی ذلک " فهذه خاصة الرافضة الإمامية التی لم يشركهم فيها أحد – لا الزيدية الشيعة ولا سائر طوائف المسلمين – إلا من هو شر منهم كالإسماعيلية الذين يقولون بعصمة بنی عبيد: المنتسبين إلى محمد بن إسماعيل بن جعفر، القائلين بأن الإمامة بعد جعفر [فی محمد بن إسماعيل] .دون موسى بن جعفر، وأولئک ملاحدة [منافقون]

والإمامية الاثنا عشرية . خير منهم بكثير، فإن الإمامية مع (فرط

.جهلهم وضلالهم فيهم خلق مسلمون باطنا وظاهرا ليسوا زنادقة منافقين، لكنهم جهلوا وضلوا واتبعوا أهواء هم.

وأما أولئك فأئمتهم الكبار العارفون بحقيقة دعوتهم الباطنية زنادقة منافقون.

وأما عوامهم الذين لم يعرفوا باطن أمرهم فقد يكونون مسلمين (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۲، ص ۴۵۲، ۴۵۳، الفصل الثانى فى أن مذهب الإمامية واجب الاتباع، التعليق على قوله أن الأئمة معصومون كالأنبياء)

ترجمہ: رہا یہ کہنا کہ ''ائمہ اس سلسلے میں انبیاء کی طرح معصوم ہوتے ہیں'' تو یہ رافضی امامیہ کا خاصہ ہے، جن کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں، نہ زیدیہ شیعہ، اور نہ دوسری مسلمانوں کی کوئی جماعت، سوائے اُن لوگوں کے، جو اِن سے زیادہ شر والے ہیں، جیسا کہ اسماعیلیہ، جو بنوعبید کی عصمت کے قائل ہیں، جو محمد بن اسماعیل بن جعفر کی طرف منسوب ہے، اُن کا قول یہ ہے کہ جعفر کے بعد امامت ''محمد بن اسماعیل'' میں ہے ''موسیٰ بن جعفر'' میں نہیں، اور یہ لوگ ملحد منافق ہیں۔

اور شیعہ امامی اثناعشری، اُن (اسماعیلیوں) سے بہت بہتر ہیں، کیونکہ اپنی فرطِ جہالت وگمراہی کے باوجود ''امامیہ اثناعشری'' میں ایسے لوگ بھی ہیں، جو ظاہر اور باطن کے اعتبار سے مسلمان ہیں، وہ زندیق، منافق نہیں، البتہ وہ جاہل ہیں، اور گمراہ ہیں، اور اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں۔

لیکن ان لوگوں کے بڑے ائمہ جو اپنی باطنی دعوت کی حقیقت سے واقف ہیں، وہ زندیق، منافق ہیں۔

اور جہاں تک ان عوام کا تعلق ہے، جو اُن کے باطنی امر سے واقف نہیں، تو وہ

مسلمان شمار ہوں گے (منہاج السنۃ)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں ''امامیہ اثنا عشریہ'' کو گمراہ قرار دینے کے باوجود ''اسماعیلی'' فرقے سے بہت بہتر قرار دیا ہے، اور اِن میں ظاہری و باطنی اعتبار سے مسلمان ہونے کا حکم لگایا ہے، اور ان کے زندیق، منافق ہونے کی نفی کی ہے، اور اُن کے عوام کو مسلمان کہا ہے، البتہ اُن کے بڑے ائمہ کو، جو کفریہ چیزوں سے واقف ہیں، اُن کو منافق قرار دیا ہے، جس کا مآل اس سے زیادہ نہیں کہ بعض امامیہ کو ظاہر و باطن کے اعتبار سے مومن قرار دیا جائے، اور بعض کو باطن کے اعتبار سے کافر قرار دیا جائے، جن کو منافق کہا جاتا ہے، تا آنکہ نفاق، شرعی اعتبار سے کھل نہ جائے۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے دوسرے مقام پر منافق، زندیق کو، جو اپنے زندقہ کو چھپائے، اس پر ظاہری اعتبار سے مسلمانوں والے احکام جاری ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

اور اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافقین پر ظاہری احکام، مسلمانوں والے جاری ہونے کی بیان فرمائی ہے، جس کی تفصیل ہم نے منافقین سے متعلق اپنے دوسرے مستقل مضمون میں بیان کردی ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بعض ''امامیہ'' جو کافر ہیں، وہ بھی باطن کے اعتبار سے ہیں، لیکن ظاہری احکام ان پر بھی مومنوں والے جاری ہوں گے، تا آنکہ وہ نفاق، ظاہری کفر میں تبدیل ہوکر واضح نہ ہوجائے۔ [1]

---

[1] وقد تنازع الفقهاء فى المنافق الزنديق الذى يكتم زندقته هل يرث ويورث؟ على قولين والصحيح أنه يرث ويورث وإن علم فى الباطن أنه منافق كما كان الصحابة على عهد النبى صلى الله عليه وسلم لأن الميراث مبناه على الموالاة الظاهرة لا على المحبة التى فى القلوب فإنه لو علق بذلك لم تمكن معرفته والحكمة إذا كانت خفية أو منتشرة علق الحكم بمظنتها وهو ما أظهره من موالاة المسلمين؛ فقول النبى صلى الله عليه وسلم (لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم) " لم يدخل فيه المنافقون وإن كانوا فى الآخرة فى الدرك الأسفل من النار؛ بل كانوا يورثون ويرثون؛ وكذلك كانوا فى الحقوق والحدود كسائر المسلمين(مجموع الفتاوى،لا بن تيمية،ج٧،ص ٢١٠ ، كتاب الإيمان الكبير،تنازع الفقهاء فى المنافق الزنديق الذى يكتم زندقته ، هل يرث ويروث؟)

اور عوام کی جہالت کے لحاظ سے یہ وہی بات ہے، جس کو ایک مقام پر حضرت گنگوہی نے، اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہما اللہ نے اختیار فرمایا۔

علامہ ابنِ تیمیہ کی مذکورہ عبارات سے اُن اکابر ومشائخ اور اہلِ علم حضرات کے قول کی بھرپور تائید ہوتی ہے، جو تکفیر کا مدار ''امامی اثنا عشری'' کے بجائے، کفریہ عقائد پر رکھتے ہیں، اور جن کے عقائد، کفریہ نہ ہوں، ان کو کافر قرار نہیں دیتے، خواہ وہ شیعہ ''امامی اثنا عشری'' کیوں نہ ہوں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ حنفیہ کے نزدیک ''زندیق'' کے جو قتل کرنے کا حکم ہے، اس کا اصل سبب مخصوص کفر، یا ارتداد نہیں، بلکہ دفعِ فساد فی الارض ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ''تنبيهُ الولاة والحكام'' میں فرماتے ہیں:

وأما الزنديق، والساحر فإنما قتلا وإن تابا، لا لخصوص الردة، وإنما هو لدفع شرهما و ضررهما عن العباد كقتل البغاة، والاعونة، والخناق، والخوارج، وإن كانوا مسلمين. فما فى الشروح والفتاوىٰ بيان لموجب شئ آخر غير الردة، وهو السعى فى الأرض بالفساد كما سيأتى توضيحه. (كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ٥٦، الباب الاول، الفصل الثانى، المسئلة الثالثة، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولىٰ: 2007ء)

ترجمہ: جہاں تک زندیق اور جادوگر کا تعلق ہے، تو ان کو (ہمارے نزدیک) قتل کیا جاتا ہے، اگرچہ وہ توبہ کرلیں (جبکہ توبہ پکڑنے جانے کے بعد کریں) ان کا قتل، خاص مرتد ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتا، بلکہ وہ محض ان کے شر اور ضرر کو بندوں سے دفع کرنے کے لیے ہوتا ہے، جیسا کہ باغیوں اور ان کے معاونین اور

www.idaraghufran.org

لوگوں کو اچانک قتل کرنے والوں اور خوارج کو قتل کیا جاتا ہے، اگرچہ وہ مسلمان ہوں، پس شروح اور فتاویٰ میں جو کچھ (زندیق اور جادوگر وغیرہ کے بارے میں) مذکور ہے، وہ مرتد ہونے کے علاوہ دوسری چیز کی وجہ سے ہے، اور وہ چیز زمین میں فساد کی سعی کرنا ہے، جیسا کہ اس کی توضیح عنقریب آئے گی (کتاب تنبیه الولاة)

اس کے علاوہ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ''الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول'' میں فرمایا کہ:

''جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ قرآن میں چند آیات کی کمی کردی گئی، اور اس کو چھپالیا گیا، یا اس کا گمان یہ ہو کہ قرآن کی ایسی باطنی تاویلات ہیں، جس سے اعمالِ مشروعہ ساقط ہوجائیں، ان لوگوں کا نام ''قرامطہ'' اور ''باطنیۃ'' رکھا جاتا ہے، ان ہی میں سے ''تناسخیۃ'' بھی ہیں، اور ان کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں''۔انتھٰی۔ [1]

---

[1] فصل فی تفصیل القول فیهم.

أما من اقترن بسبه دعوى أن عليا إله أو أنه كان هو النبی وإنما غلط جبريل فی الرسالة فهذا لاشک فی كفره بل لاشک فی كفر من توقف فی تكفيره.

وكذلک من زعم منهم أن القرآن نقص منه آيات وكتمت أو زعم أن له تأويلات باطنة تسقط الأعمال المشروعة ونحو ذلک وهؤلاء يسمون القرامطة والباطنية ومنهم التناسخية وهؤلاء لا خلاف فی كفرهم.

وأما من سبهم سبا لا يقدح فی عدالتهم ولا فی دينهم مثل وصف بعضهم بالبخل أو الجبن أو قلة العلم أو عدم الزهد ونحو ذلک فهذا هو الذی يستحق التأديب والتعزير ولا نحكم بكفره بمجرد ذلک وعلى هذا يحمل كلام من لم يكفرهم من أهل العلم.

وأما من لعن وقبح مطلقا فهذا محل الخلاف فيهم لتردد الأمر بين لعن الغيظ ولعن الاعتقاد.

وأما من جاوز ذلک إلى أن زعم أنهم ارتدوا بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا نفرا قليلا لا يبلغون بضعة عشر نفسا أو أنهم فسقوا عامتهم فهذا لا ريب أيضا فی كفره فإنه مكذب لما نصه القرآن فی غير موضع :من الرضى عنهم والثناء عليهم بل من يشک فی كفر مثل هذا فإن كفره متعين فإن مضمون هذه المقالة أن نقلة الكتاب والسنة كفار أو فساق وأن هذه الأمة التی هی : (كنتم خير أمة أخرجت للناس) وخيرها هو القرن الأول كان عامتهم كفارا أو فساقا ومضمونها أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

''باطنیۃ'' اور قرامطۃ'' روافض کے غالی فرقوں کی طرف منسوب ہیں، جن کے ساتھ امامیہ، اور زیدیہ وغیرہ کا شدید اختلاف ہے۔ [1]

لیکن علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ''امامیہ'' فرقے کی علی الاطلاق تکفیر نہیں فرمائی، جس سے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

هـذه الأمة شـر الأمـم وأن سـابـقـي هـذه الأمة هـم شـرارهـا وكفر هذا مما يعلم بالاضطرار من دين الإسـلام ولهـذا تجد عامة من ظهر عنه شيء من هذه الأقوال فإنه يتبين أنه زنديق وعامة الزنادقة إنما يستترون بمذهبهم وقد ظهرت لله فيهم مثلات وتواتر النقل بأن وجوههم تمسخ خنازير فى المحيا والـممات وجمع العلماء ما بلغهم فى ذلک وممن صنف فيه الحافظ الصالح أبو عبد الله محمد بن عبد الواحد المقدسى كتابه فى النهى عن سب إلا صحاب وما جاء فيه من الإثم والعقاب.

وبـالـجـمـلة فمن أصناف السابة من لا ريب فى كفره ومنهم من لا يحكم بكفره ومنهم من تردد فيه وليـس هذا موضع الاستقصاء فى ذلک وإنما ذكرنا هذه المسائل لأنها فى تمام الكلام فى المسألة التى قصدنا لها.

فهـذا مـا تيسـر مـن الـكـلام فـى هـذا الباب ذكرنا ما يسره الله واقتضاه الوقت والله سبحانه يجعله لوجهه خالصا وينفع به ويستعملنا فيما يرضاه منم القول والعمل.

والـحـمـد لـلـه رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم تسليما كثيرا .

(الـصارم المسلول على شاتم الرسول،لابن تيمية،ص ٥٨٦،٥٨٧،المسألة الرابعة :فى بيان السب المذكور والفرق بينه وبين مجرد الكفر)

[1] وأمـا الـرافـضة كهذا المصنف وأمثاله من متأخرى الإمامية -فـإنهـم جمعوا أخس المذاهب : مـذهـب الـجـهـمية فـى الـصـفـات، ومـذهـب القدرية فى أفعال العباد، ومذهب الرافضة فى الإمامة والتفضيل.

فتبيـن أن مـا نـقل عن على من الكلام فهو كذب عليه، ولا مدح فيه .وأعـظم من ذلک أن القرامطة الباطنية ينسبون قولهم إليه، وأنه أعطى علما باطنا مخالفا للظاهر(منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة الـقـدرية، ج٨،ص ١٠ ،الـفـصـل الـثـالـث فى الأدلة الدالة على إمامة على رضى الله عنه بعد رسـول الـلـه صـلـى الـلـه عـليه وسلم،المنهج الرابع فى الأدلة الدالة على إمامة على المستنبطة من أحوال،قال الرافضى الثالث أنه كان أعلم الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم)

وقـد بسطنا الكلام على هذا فى مواضع أخر .وعـندهم ليس خارجا عن نفس النبى كلام ولا ملک كما يزعمه من يزعمه من المتفلسفة والصابئة المشركين وزعموا أنهم مؤمنون وقالوا إنهم يجمعون بيـن الـنـبـوـة والـفلسفة كما يفعل الفارابى وابن سينا وغيرهما من المتفلسفة والقرامطة الباطنية من الإسـمـاعـيـلية ونـحـوهـم الذين أخذوا معانى المتفلسفة الروم والفرس فأخرجوها فى قالب التشيع والـرفض .والإمـامية والـزيـدية وغيـرهـم مـن الشيـعة يـعـلـمـون أنهم كفار(مجموع الفتاوى،لابن تيمية،ج١٢ ،ص٣٥٣، كتاب القرآن كلام الله حقيقة ،الصوفية يكفرون ابن سبعين)

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک تحریفِ قرآن کا عقیدہ تمام امامیہ کا ہرگز نہیں۔

جہاں تک موجودہ دور کے بعض اہلِ علم کی اس بات کا تعلق ہے کہ ''روافض'' کا ''امامیہ'' فرقہ، اپنے تمام گروہوں کے ساتھ، اس وجہ سے کافر ہے کہ وہ ''امام'' کو معصوم سمجھنے کی وجہ سے ''ختمِ نبوت'' کا منکر ہے، تو علامہ ابنِ تیمیہ کو اس بات سے اتفاق نہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ ''امامیہ'' فرقہ نے ''امامت'' کو ''نبوت'' کے بعد کا درجہ قرار دیا ہے، جس کی علامہ ابنِ تیمیہ نے متعدد مقامات پر تصریح کی ہے۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ علامہ ابنِ تیمیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے **شریک فی النبوۃ** ہونے کے ''شیعہ امامیہ'' کا قول ہونے کی نفی کی ہے، اور جب ''شیعہ امامیہ'' کے نزدیک، ان کے بڑے امام، اور خلیفہ بلافصل حضرت علی رضی اللہ عنہ **شریک فی النبوۃ** نہیں، تو بعد کے دوسرے ائمہ کیسے **شریک فی النبوۃ** قرار پاسکتے ہیں۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ''**منهاجُ السنة**'' میں ہی فرماتے ہیں:

---

[1] [الوجه الثانى الإمامية أنفسهم يجعلون الإمامة آخر المراتب فى أصول الدين]

الوجه الثانى:

أن يقال: أصول الدين عن الإمامية أربعة: التوحيد، والعدل، والنبوة، والإمامة، فالإمامة هى آخر المراتب، والتوحيد، والعدل، والنبوة قبل ذلك، وهم يدخلون فى التوحيد نفى الصفات، والقول بأن القرآن مخلوق، وأن الله لا يرى فى الآخرة، ويدخلون فى العدل التكذيب بالقدر ، وأن الله لا يقدر أن يهدى من يشاء، ولا يقدر أن يضل من يشاء، وأنه قد يشاء ما لا يكون، ويكون ما لا يشاء، وغير ذلك، فلا يقولون: إنه خالق كل شىء، ولا إنه على كل شىء قدير، ولا إنه ما شاء كان، وما لم يشأ لم يكن لكن التوحيد، والعدل، والنبوة مقدم على الإمامة، فكيف تكون [الإمامة] أشرف، وأهم؟.

وأيضا: فإن الإمامة إنما أوجبوها لكونها لطفا فى الواجبات، فهى .واجبة الوسائل، فكيف تكون الوسيلة أهم، وأشرف من المقصود؟ (منهاج السنة النبوية لابنِ تيمية ، ج ا ص ۹۹، ۱۰۰، فصل مقدمة كتاب ابن المطهر، إبطال كلام ابن المطهر من وجوه، الوجه الثانى الإمامية أنفسهم يجعلون الإمامة آخر المراتب فى أصول الدين)

الإمامية يذكرون مسائل التوحيد، والعدل، والنبوة قبل مسائل الإمامة(منهاج السنة النبوية لابنِ تيمية ، ج ا ص ۱۲۰، فصل مقدمة كتاب ابن المطهر، إبطال كلام ابن المطهر من وجوه، الوجه التاسع الأمر بطاعة الأئمة فى غير المعصية)

فصرحوا هنا بأن عليا كان شريكه فى أمره، كما كان هارون شريك موسى، وهذا قول من يقول بنبوته، وهذا كفر صريح، وليس هو قول الإمامية، وإنما هو من قول الغالية (منهاج السنة،لابن تيمية، ج۷،ص ۲۷۶،الفصل الثالث فى الأدلة الدالة على إمامة على رضى الله عنه بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم،المنهج الثانى عند الرافضى فى الأدلة من القرآن على إمامة على رضى الله عنه،فصل البرهان السابع والثلاثون "واجعل لى وزيرا من أهلى "والجواب عليه)

ترجمہ: روافض نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملات میں اسی طرح شریک تھے، جس طرح حضرت ہارون، موسیٰ علیہ السلام کے شریک تھے، اور یہ اس شخص کا قول ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کا قائل ہے، جو کہ صریح کفر ہے، لیکن یہ "امامیہ" کا قول نہیں ہے، بلکہ یہ غالی لوگوں کا قول ہے (منہاج السنۃ)

رہا امامیہ کا ائمہ کو معصوم قرار دینا، تو یہ عقیدہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک باطل، اور گمراہ کن ہے، لیکن صرف اس عقیدے کی وجہ سے تکفیر کا حکم لگانا مشکل ہے، اور نہ ہی ہر گمراہ کن اور باطل عقیدہ سے "لزومِ کفر" کا حکم لگتا، چہ جائیکہ "التزامِ کفر" کا حکم لگایا جائے۔

"بعض اہلِ علم کے کلام میں جو بعض اہلِ اہواء کے کفر کی تصریح واقع ہوئی ہے، اس سے مراد "کفر کا الزام" ہے "کفر کا التزام" نہیں، کیونکہ مذہب کا لازم، مذہب نہیں کہلاتا"۔ [1]

---

[1] وفى النهر مناكحة المعتزلة لأنا لا نكفر أحدا من أهل القبلة إن وقع إلزاما فى المباحث (الدر المختار مع ردالمحتار، ج۳ص ۴۵، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات)

وأما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم؛ لأن الحق عدم تكفير أهل القبلة، وإن وقع إلزاما فى المباحث.

بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائل بقدم العالم ونفى العلم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

یہی وجہ ہے کہ ''کرامیۃ'' کا فرقہ بھی ''ولی'' کو ''نبی'' کے برابر، بلکہ ''نبی'' سے بھی اعلیٰ درجہ دیتا ہے، لیکن جمہور فقہائے مجتہدین نے اس کو بھی اہلِ اھواء میں شمار کیا، اور اس فرقہ کی علی الاطلاق تکفیر نہیں فرمائی، نیز ''امامیہ'' کے بہت سے کفریہ اقوال، معتزلہ و دیگر اہلِ اھواء کی طرح، بلکہ ان سے ماخوذ ہیں، اور جب علی الاطلاق، دیگر اہلِ اھواء فرقوں کی جمہور فقہاء و مجتہدین نے تکفیر نہیں کی، تو شیعہ، یا امامیہ کی علی الاطلاق تکفیر کرنا، کیونکر راجح ہوسکتا ہے، جیسا کہ شروع میں باحوالہ گزرا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے سب سے بڑے فرزند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1239ھ) نے ''تحفۂ اثناء عشریہ'' کے نام سے اہلِ تشیع و روافض کی تردید میں ایک مفصل و مدلل تصنیف فرمائی ہے۔

اس کتاب میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''غُلاۃ، کیسانیہ'' اور ''اسماعیلیہ'' فرقے ایسے ہیں کہ جن کو بلا اختلاف کافر کہا جاسکتا ہے، یا مرتد ٹھہرایا جاسکتا ہے۔
>
> باقی رہے ''زیدیہ و روافض'' جو خود کو ''امامیہ'' کہتے ہیں، ان کی تکفیر میں اختلاف ہے، اس میں حق بات یہ ہے کہ ان کو باہم ایک دوسرے پر فضیلت ہے،، اس کا بیان بھی ان شاء اللہ آگے آئے گا۔
>
> اور ''غلاۃ، کیسانیہ، زیدیہ'' اور ''روافض (امامیہ)'' بہت سے فرقوں میں بٹے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالجزئيات على ما صرح به المحققون.وأقول :وكذا القول بالإيجاب بالذات ونفى الاختيار .اهـ . وقوله :وإن وقع إلزاما فى المباحث معناه، وإن وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فى رد مذهبهم بأنه كفر أى يلزم من قولهم بكذا الكفر، ولا يقتضى ذلك كفرهم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهبهم وأيضا فإنهم ما قالوا ذلك إلا لشبهة دليل شرعى على زعمهم، وإن أخطئوا فيه، ولزمهم المحذور على أنهم ليسوا بأدنى حالا من أهل الكتاب، بل هم مقرون بأشرف الكتب(ردالمحتار، ج۳ص۴۵، ۴۶، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات)

www.idaraghufran.org

ہوئے ہیں'' (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۴۰، باب ا''شیعہ مذہب کی ابتداء، اور ان کا فرقوں میں بٹنا'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

مذکورہ کتاب میں ''امامیہ'' کی تکفیر میں اختلاف کا ذکر ہے، اور ہم شروع میں باحوالہ جمہور کا قول ذکر کر چکے ہیں، اور اس سے پہلے علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ بھی ذکر کر چکے ہیں۔

علامہ آلوسی نے بھی اپنی تالیف ''**نهج السلامة الٰى مباحث الامامة**'' میں اس اختلاف کا ذکر کر کے، نہ صرف یہ کہ عدمِ کفر کو ترجیح دی ہے، اسی کے ساتھ تکفیر کے قول کی وجوہات کا جواب بھی بیان فرمادیا ہے، جیسا کہ ہم دوسرے مقام پر باحوالہ ذکر کر چکے ہیں۔

روافض کے متعلق احکامِ اخروی اور احکامِ دنیاوی کے اعتبار سے کافر ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے مزید تفصیل آگے، شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ ہی کے حوالے سے آتی ہے۔

مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> اس ساری تفصیل سے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ مذہبِ غلاۃ کا دارومدار نبی، امام کو ''الٰہ'' یا اس میں ''الٰہ'' کے حلول کو ماننے پر ہے، لیکن تعین امام کے بارے میں تو وہی تین مذہب ''کیسانیہ، زیدیہ، امامیہ'' پیشِ نظر ہیں۔
>
> ان ''غلاۃ'' میں بعض ''کیسانیہ'' ہیں، اور بعض ''امامیہ'' البتہ ''زیدیہ'' میں سے اب تک کسی کو ''غلاۃ'' نہیں سنا گیا کہ وہ حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ میں سے، یا ان کی اولاد میں سے کسی کو ''الٰہ'' مانتے، یا ان میں ''الٰہ'' کے حلول کے قائل ہوں، اس لیے ان چوبیس فرقوں میں ان کا نام نہیں آیا (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۴۴، باب ا''شیعہ مذہب کی ابتداء، اور ان کا فرقوں میں بٹنا'' بعنوان ''غالی شیعوں کے چوبیس فرقے'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

مذکورہ عبارت میں بھی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''غلاۃ'' میں بعض ''امامیہ'' کو شامل کیا ہے، تمام ''امامیہ'' کو شامل نہیں کیا۔

معلوم ہوا کہ شیعہ وروافض کے بہت سے فرقے ہیں، اور ان سب کے عقائد یکساں نہیں، اس لیے سب پر علی الاطلاق، یا شیعہ امامیہ پر علی العین، قطعی تکفیر کا فتویٰ لگانا بھی راجح نہیں۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثناء عشریہ'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

''بخلاف مذہب شیعہ کے، کہ ان میں اختلاف ہی اصولی ہے، اور بہت زیادہ ہے، ہر فرقہ دوسرے کو کافر اور گمراہ کہتا ہے، امامیہ کے بارے میں چھان پھٹک سے پتہ چلا ہے کہ اثنا عشریہ ایک ہزار فروعی مسائل میں باہم اختلاف رکھتے ہیں''

(تحفۂ اثناء عشریہ، ص:۱۰۱، باب دوم: شیعوں کا مکر وفریب سے اپنے مذہب میں لانے کے مختلف طریقے، مطبوعہ: دارالاشاعت)

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ، مذکورہ کتاب میں ہی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

ان کے فرقوں میں باہم بڑے سنگین اختلافات ہیں، حتیٰ کے بعض نے، بعض دوسروں کو کافر وگمراہ تک کہنے میں کوئی باک نہ کیا، ایک دوسرے کو طعن کرنا، تو معمولی سی بات ہے (تحفۂ اثناء عشریہ، ص۴۶۵، باب ۷، امامت کا بیان، بعنوان ''امامت کی بحث کا خاتمہ'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

پس جب اہلِ تشیع اور ان کے مختلف فرقوں میں سنگین اختلافات ہیں، جن میں انہوں نے ایک دوسرے کی تکفیر وتفسیق بھی کی ہے، تو تمام عقائدِ کفریہ کی، ہر گروہِ شیعہ کی طرف نسبت کرنا، کیسے درست قرار پا سکتا ہے؟

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ ''تحفۂ اثناء عشریہ'' کے آخری باب ''تولّا اور تبرّا'' میں فرماتے ہیں:

''فقہی اجتہادی مسائل مثلاً امامت، میراثِ پیغمبر، ہبہ قبل القبض کا تمام نہ ہونا، تقسیمِ خمس، حجِ تمتع، وغیرہ میں جناب امیر رضی اللہ عنہ کی مخالفت ہرگز کفر نہیں، کفر کیا، معصیت وگناہ بھی نہیں، کیونکہ آپ بھی منجملہ مجتہدین، ایک مجتہد تھے، اور

مسائلِ اجتہادیہ میں مجتہدوں کا اختلاف جائز ہے، اور ہر مجتہد اجر کا مستحق ہے، ہاں بغض وعداوت اور عناد کے جذبہ سے، جس نے آپ سے لڑائی لڑی، وہ اہلِ سنت کے نزدیک بھی کافر ہیں، اس پر سب کا اجماع ہے، اور خوارج اور اہلِ نہروان کے بارے میں ان کی یہی رائے اور مسلک ہے، اور حدیث ''حربک'' اسی قسم کے ''حرب'' پر محمول ہے، لیکن یہاں بھی ''لزومِ کفر'' ہے، ''التزامِ کفر'' نہیں، تو ان پر مرتد کا اطلاق نہیں ہوگا (تحفۂ اثناءعشریہ، ص ۷۴۸، باب ۱۲ ''تولّا اور تبرّا'' بعنوان ''مقدمہ نمبر ۶'' ترجمہ: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول)

مذکورہ عبارت میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے زیادہ سے زیادہ خوارج کو دنیوی احکام کے بجائے احکامِ اخروی کے اعتبار سے کافر قرار دیا ہے، اوران کے اس کفر کو بھی ''لزومی'' قرار دیا ہے ''التزامی'' قرار نہیں دیا، جس پر ''مرتد'' کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

یہ وہی بات ہے، جو منافق وزندیق کے اعتبار سے پیچھے، علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے حوالے سے ذکر کی گئی، اور یہ باب بھی ''تولّا وتبرّا'' سے متعلق ہے، جس کی بنیاد پر موصوف، تکفیرِ مطلق کی عمارت قائم کر کے دوسرے پر اثر انداز ہونا چاہتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں روافض کے متعلق بھی یہی حکم بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ''تحفۂ اثناءعشریہ'' کی مذکورہ عبارت کے متعلق ایک سوال اور جواب درجِ ذیل الفاظ میں ہے:

''**سوال**:...... تحفۂ اثناعشریہ میں لکھا ہے کہ جو امورِ دین کے ظاہر ہیں، ان کا منکر کافر ہے، یہ امر احادیث سے ثابت ہے، بلکہ آیاتِ قطعیۂ متواترہ سے اس کا ثبوت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ایمان کا بڑا درجہ ہوا، اور آپ بہشتی

ہوئے، اور جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے قابل ہوئے، جو شخص ان باتوں کا منکر ہو، وہ کافر ہے، چنانچہ خوارج احکامِ اُخروی میں کافر ہیں، ان کے حق میں دعائے مغفرت نہ کی جائے اور نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے۔

تو اس صورت میں شیعہ کے بارے میں بھی یہ حکم ہونا چاہیے کہ وہ کافر ہیں، کیونکہ جس قدر نصوصِ قطعیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے حق میں ہیں، ان سے کہیں زیادہ نصوصِ قطعیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں ہیں، اور ایک شخص کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عداوت تھی، اس کے جنازہ کی نماز خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پڑھی، تو اہلِ سنت کے نزدیک شیعہ کے کفر میں کیوں اختلاف ہے؟

جواب :...... خوارج کا ایک ہی مذہب ہے، اس وجہ سے ان کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف نہیں، کیونکہ باوجودیکہ خوارج کے چند فرقے ہیں، مگر ان سب فرقوں کا ان مسائل میں اتفاق ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ایمان کے وہ سب منکر ہیں اور آپ کے بہشتی ہونے سے ان سب کو انکار ہے اور ان سب کا یہ قول ہے کہ آپ میں خلافت کی لیاقت نہ تھی، **نعوذ باللّٰہ من ذالک۔**

بخلاف شیعہ کے کہ ان کے مذہب میں اختلاف ہے۔

بعض کا صرف یہی قول ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو فضیلت تھی۔

بعض شیعہ نے اس پر زیادتی کی وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ شیخین اور اعوان خطاء پر تھے۔

بعض شیعہ ان صاحبوں کے بارے میں فسق اور بدعت کی تہمت لگاتے ہیں، حتیٰ کہ امامیہ کی ایک جماعت ان صاحبوں کے کفر کی قائل ہوگئی۔

اس لیے شیعہ کے بارے میں علمائے کرام میں اختلاف ہوا۔

شیعہ کے ان گروہوں میں سے پہلے گروہ کو بعض علمائے کرام نے شیعہ قرار دیا ہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ دوسرے فرقے کے لوگ شیعہ ہیں۔

اور بعض علماء نے تیسرے فرقہ کو شیعہ کہا ہے۔

اب اس پر فتویٰ ہے اور اسی کو ترجیح ہے کہ یہ شیعہ بھی خوارج کے مانند احکامِ اخروی میں کافر ہیں۔

اور تحفۂ اثنا عشریہ کی عبارت کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ خوارج بالاتفاق احکامِ اخروی میں کافر ہیں۔

اور دنیوی احکام میں یہ احتمال ہے کہ خوارج بعض علمائے کرام کے نزدیک مسلمان ہیں، حتیٰ کہ خوارج اور اہلِ حق میں باہم نکاح جائز ہے، ان میں ایک فرقے کے لوگ دوسرے فرقے کے وارث ہوسکتے ہیں، ایسا ہی شیعہ کے بارے میں احکامِ اخروی میں اختلاف نہیں، صرف احکامِ دنیوی میں اختلاف ہے، تو فی الواقع شیعہ اور خوارج میں کچھ فرق نہیں (فتاویٰ عزیزی، ص: ۴۱۰، بابُ العقائد، بعنوان: خوارج اور شیعہ میں مساوات کا وہم اور اس کا ازالہ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، طبعِ جدید: ۱۴۱۲ ہجری)

اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ کے مفہوم و مصداق میں بھی علماء کا اختلاف ہے، اور خوارج، دین کے ظاہری امور کے منکر ہونے کے باوجود، دنیاوی احکام میں بعض علمائے کرام کے نزدیک کافر ہیں، جس کی بناء پر ان کے ساتھ مسلمان سے نکاح و توارث جائز نہیں، اور بعض کے نزدیک کافر نہیں، جس کی بناء پر ان کے ساتھ مسلمان سے نکاح و توارث جائز ہے۔

اور شیعوں کا بھی یہی حکم ہے، اور ان کو جن حضرات کی طرف سے کافر قرار دیا گیا، وہ احکامِ اخروی کے اعتبار سے قرار دیا گیا، اس طرح خوارج و روافض کا حکم یکساں ہوا۔

www.idaraghufran.org

پس جب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ، شیعہ سے نکاح وتوارث جائز ہونے میں اختلاف کو تسلیم کرتے ہیں، اور ان کے کفر کے قول کو اخروی، ''لزومی کفر'' نہ کہ ''التزامی کفر'' قرار دیتے ہیں، تو اس تفصیل کو نظر انداز کر کے، حضرت شاہ صاحب کی طرف علی الاطلاق تکفیر کے قول کی نسبت کرنا، اور علی الاطلاق عدمِ تکفیر کی تغلیط اور اس کو بے اصل قرار دینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

ہماری نظر میں خوارج کو احکامِ اخروی کے اعتبار سے بھی جمہور فقہاء ومجتہدین نے کافر قرار نہیں دیا، البتہ جو ''تقیہ'' وغیرہ کر کے کفریہ عقائد رکھیں، وہ احکامِ اخروی کے اعتبار سے کافر قرار پاتے ہیں، جن کو منافق کہا جاتا ہے، جیسا کہ بعض غالی اہلِ تشیّع کا معاملہ ہے، احکامِ دنیا میں ان پر بھی مسلمانوں والے احکام جاری ہوں گے، اور ''سرائر'' کو اللہ کے حوالے کیا جائے گا، جیسا کہ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے تفصیل سے دوسرے مقام پر بیان فرمایا ہے۔ [1]

---

[1] وقد تنازع الفقهاء فی المنافق الزنديق الذی يكتم زندقته، هل يرث ويورث ؟ علی قولين .والصحيح أنه يرث ويورث وإن علم فی الباطن أنه منافق كما كان الصحابة علی عهد النبی صلی الله عليه وسلم لأن الميراث مبناه علی الموالاة الظاهرة لا علی المحبة التی فی القلوب فإنه لو علق بذلک لم تمكن معرفته. والحكمة إذا كانت خفية أو منتشرة علق الحكم بمظنتها وهو ما أظهره من موالاة المسلمين ؛ فقول النبی صلی الله عليه وسلم (لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم) "لم يدخل فيه المنافقون وإن كانوا فی الآخرة فی الدرک الأسفل من النار ؛ بل كانوا يورثون ويرثون ؛ وكذلک كانوا فی الحقوق والحدود كسائر المسلمين. ....

وكذلک المنافقون الذين لم يظهروا نفاقهم يصلی عليهم إذا ماتوا ويدفنون فی مقابر المسلمين من عهد النبی صلی الله عليه وسلم والمقبرة التی كانت للمسلمين فی حياته وحياة خلفائه وأصحابه يدفن فيها كل من أظهر الإيمان وإن كان منافقا فی الباطن ولم يكن للمنافقين مقبرة يتميزون بها عن المسلمين فی شیء من ديار الإسلام كما تكون لليهود والنصاری مقبرة يتميزون بها.

ومن دفن فی مقابر المسلمين صلی عليه المسلمون والصلاة لا تجوز علی من علم نفاقه بنص القرآن.

فعلم أن ذلک بناء علی الإيمان الظاهر والله يتولی السرائر وقد كان النبی صلی الله عليه وسلم يصلی عليهم ويستغفر لهم حتی نهی عن ذلک .وعلل ذلک بالكفر .فكان ذلک دليلا علی أن كل من لم يعلم أنه كافر بالباطن جازت الصلاة عليه والاستغفار له، وإن كانت فيه بدعة ،وإن كان له ذنوب. ....

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور احکامِ دنیا کے اعتبار سے کافر قرار نہ دینے کے قول کا جمہور کا قول ہونا پہلے واضح کیا جا چکا، اور یہ بھی کہ مطلق تکفیر کا قول بعض متاخرین اور غیر مجتہدین کا ہے، جنہوں نے جمہور کے مقابلے میں بعض اہلُ الحدیث کے قول کے پیروی کی ہے، جس کا خطیب بغدادی کے حوالہ سے بھی ذکر شروع میں گزر چکا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

''اور فیما بین اثنا عشریہ بعض اصولِ دین میں بھی اختلاف ہے، چنانچہ بعض اثناء عشریہ بداء اور مراجعت کے قائل ہیں، اور بعض کو اس سے انکار ہے۔

اور ایسا ہی جمہور اثناء عشریہ کا قول یہ ہے کہ کلامُ اللہ کا زیادہ حصہ مخالفینِ اثناء عشریہ نے کم کر دیا ہے۔

اور ایسا ہی کتاب اعتقادات میں صدوق ابنِ بابویہ کو اس قول سے نہایت انکار ہے، اور نہایت سختی سے اس قول کی نفی کی ہے۔

اور ہبۃُ اللہ اثنا عشری اس امر کا قائل ہے کہ قیاس حجت ہے، اور اثناء عشریہ کے اور لوگوں کو اس قول سے انکار ہے، اسی وجہ سے یہ لوگ ابنِ بابویہ کو ثلثِ عشریہ کہتے ہیں، تاہم اس بارے میں ایک دوسرے کی تضلیل وتکفیر نہیں کرتے، اس واسطے ابنِ بابویہ کی نہایت تعظیم کرتے ہیں، اور صدوق اس کا لقب رکھا ہے، تو اثناء عشریہ کو جو یہ طعن ہم لوگوں پر ہے کہ یہ لوگ (یعنی اہلُ السنۃ والجماعۃ) باہمی اختلاف

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومن قال :إن الثنتين والسبعين فرقة كل واحد منهم يكفر كفرا ينقل عن الملة فقد خالف الكتاب والسنة وإجماع الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين بل وإجماع الأئمة الأربعة وغير الأربعة فليس فيهم من كفر كل واحد من الثنتين وسبعين فرقة وإنما يكفر بعضهم بعضا ببعض المقالات كما قد بسط الكلام عليهم فى غير هذا الموضع(مجموع الفتاوى،لا بن تيمية، ج۷،ص ۲۱۰ ،الیٰ ص۲۱۸ ملخصاً، كتاب الإيمان الكبير،الأحكام انما تكون على الاعمال الظاهرة)

کے باوجود ایک دوسرے کی تضلیل نہیں کرتے، تو اس کا جو جواب اثناء عشریہ دیں گے، وہی جواب ہمارا بھی ہے۔ فقط'' (فتاویٰ عزیزی، ص۴۳۳، باب الفقہ، قاعدہ نواں، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع جدید 1412ہجری)

مذکورہ عبارت میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے واضح فرمادیا کہ ''بعض اثناء عشریہ بداء اور مراجعت کے قائل ہیں، اور بعض کو اس سے انکار ہے''

یعنی ان دونوں عقائد پر تمام ''اثناعشریہ'' کا اتفاق نہیں ہے۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے کلامُ اللہ میں مخالفینِ اثناعشریہ کے کمی کرنے کے قول کو ''جمہور اثناء عشریہ'' کا قرار دیا ہے، تمام اثناعشریہ کا قول قرار نہیں دیا، اور صدوق ابنِ بابویہ کے اس قول سے نہایت انکار ہونے، اور نہایت سختی سے اس قول کی نفی کرنے کا حکم لگایا ہے، اور ہم نے اپنے سابق فتوے میں باحوالہ متعدد اہلِ علم حضرات کی یہ تصریح نقل کردی ہے کہ جمہور اثناعشریہ، تحریفِ قرآن کے منکر ہیں۔

ممکن ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے علم میں صدوق ابنِ بابویہ کے علاوہ دوسرے اثناعشریہ حضرات کا انکار کرنا، نہ آیا ہو، اسی وجہ سے انہوں نے صرف صدوق ابنِ بابویہ کے حوالے پر، اکتفاء کیا ہو، اور دیگر حضرات کے علم میں صدوق ابنِ بابویہ کے علاوہ دیگر اثناعشریہ کا انکار آیا ہو، اور اہلِ علم کے اپنے اپنے مطالعے کی روشنی میں، اس طرح کا اختلاف کوئی اجنبی بات نہیں، اور ایسی صورت میں اصول وقواعد کی رُو سے جمہور اثناعشریہ کی طرف تحریفِ قرآن کے انکار کی نسبت کرنے والے حضرات کے قول کو ترجیح دینے کی کافی گنجائش پائی جاتی ہے۔ [1]

---

[1] ولا شک أن المدعی لمعرفته مقدم علی من یدعی عدم معرفته لما مع المثبت من زیادة العلم (فتح الباری لابنِ حجر، ج ا ص ۳۸۴، المقدمة، الفصل التاسع فی سیاق أسماء من طعن فیه من رجال هذا الکتاب مرتبا لهم علی حروف المعجم)

قول المثبت یرجح لأن فیه زیادة العلم (عمدةُ القاری للعینی، ج ۹ ص ۲۴۷، کتاب الحج، باب من کبر فی نواحی الکعبة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہرحال جمہور اثنا عشریہ کو تحریفِ قرآن کا قائل قرار دیا جائے، یا جمہور اثنا عشریہ کو تحریفِ قرآن کا منکر قرار دیا جائے، یا اس کی تعبیر اس طرح کی جائے کہ بعض اہلِ تشیع تحریفِ قرآن کے قائل ہیں، اور بعض قائل نہیں، ان تمام صورتوں میں یہ بات واضح ہے کہ تمام اہلِ تشیع، یا تمام اثنا عشریہ تحریفِ قرآن کے قائل نہیں، اس لیے ان سب کی طرف تحریفِ قرآن کے عقیدے کی نسبت کرنا درست نہیں۔

اسی وجہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی علی الاطلاق تکفیر کرنے سے اجتناب کیا، یہاں تک کہ ''امامیہ'' کی تکفیر میں بھی اختلاف کا حکم لگایا۔

نیز حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے اس بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے کفریہ عقائد کی بناء پر کسی وجہ سے، اس کی تکفیر نہ کرے، تو اس سے اس شخص پر التزامِ کفر کا حکم عائد نہیں ہوتا۔

اسی لیے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ فرمایا کہ:

> ''اثناء عشریہ کو جو یہ طعن ہم لوگوں پر ہے کہ یہ لوگ (یعنی اہلُ السنۃ والجماعۃ) باہمی اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کی تضلیل نہیں کرتے، تو اس کا جو جواب اثناء عشریہ دیں گے، وہی جواب ہمارا بھی ہے''

ظاہر ہے کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے علماء کی طرف، جو بعض ایسے افکار منسوب ہیں، جو باعثِ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

زيادة العلم لا توجب الأفضلية، لأن كثرة الثواب لها أسباب أخر من التقوى والإخلاص وأعلاء كلمة الله وغيرها مع أن الأعلمية بكتاب الله لا تستلزم الأعلمية مطلقا، لاحتمال أن يكون غيره أعلم بالسنة (عمدةُ القارى للعينى، ج٢٠ص٢٥، كتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم)

الحكم لمن وصل لا لمن وقف؛ لأن مع الأول زيادة العلم بالوصل وزيادة الثقة مقبولة(مرقاة المفاتيح، ج٤ص١٥٥٢، كتاب الدعوات، باب ذكر الله عز وجل والتقرب إليه)

وقولهم أرجح, لأن مدار قولهم على زيادة العلم، وكذلك جرح غيرهم جرح مبهم لا يلتفت إليه, لأنه جرح من غير دليل خصوصا فى مقابلة الموثقين له، وهو لا يكون إلا بدليل(بذل المجهود، ج٢ص٦١، كتاب الطهارة، باب الرخصة فى ذلك)

کفر ہو سکتے تھے، ان کے اہلُ السنۃ والجماعۃ کی طرف سے مختلف تاویلات وتوجیہات کی شکل میں جوابات دیئے جاتے ہیں، اور تحریفِ قرآن اور دوسرے کفریہ عقائد کے منکرین اہلِ تشیع بھی تحریفِ قرآن وغیرہ کے قائلین کی مختلف تاویلات وتوجیہات کی شکل میں جواب دیتے ہیں، جس کی تفصیل دوسرے مقام پر ذکر کی جا چکی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ عزیزی'' میں مذکورہ بعض فتاویٰ میں بعض روافض کو سابِّ شیخین کی بنیاد پر کافر قرار دیا گیا ہے، جس کے مرجوح ہونے پر کلام، پیچھے ملا علی قاری اور علامہ شامی وغیرہ کے حوالہ سے گزر چکا ہے، اور ہم نے تکفیرِ روافض سے متعلق اپنی دوسری مفصل تالیف میں بھی اس پر مفصل ومدلل کلام کر دیا ہے۔

اگر اس کے باوجود موصوف، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے شیعہ سے متعلق تکفیر کے فتوے پر اصرار کریں، تو پھر ہمیں بھی وہی بات کہنے کا حق حاصل ہوگا، جو موصوف پیچھے درجِ ذیل الفاظ میں تحریر کر چکے ہیں کہ:

> ''اس کوشش کا کوئی فائدہ آپ کو اس لیے نہیں پہنچ سکتا کہ انہیں بزرگوں کی تصریحات میں متضاد ومتبادل موقف بھی موجود ہے''۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1225ھ) نے خاص اہلِ تشیع وروافض کی تردید کے متعلق ''السیف المسلول'' کے عنوان سے ایک مفصل تالیف فرمائی ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اپنی مذکورہ کتاب میں فرماتے ہیں:

> ''اکثر مبتدعین فرقوں کے عقائد، کفر تک جا پہنچے ہیں، پھر اعتبار، عمومِ الفاظ کا کیا جاتا ہے، نہ کہ خصوصِ موارد کا، مذکورہ بالا آیات کے عموم میں کفار کے ساتھ ساتھ، وہ گروہ بھی آ جاتے ہیں، جن کے عقائد ان کے مشابہ ہیں، خوارج وروافض وغیرہ وغیرہ، یا یوں کہیں کہ روافض وخوارج کو قیاس کر کے (سورہ ھود کی) اس آیت (لا

تتولوا قوما غضب اللہ علیھم) کے حکم میں داخل کیا جائے گا، لہٰذا جو کام محبت کی زیادتی کا باعث بنتے ہیں، مثلاً سلام کہنا، ہدیے بھیجنا، ان کے ساتھ ہم نشینی کرنا، ان کے بیمار کی عیادت کرنا، وغیرہ، جائز نہیں ہیں، اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا، اور ان کا جنازہ پڑھنا مکروہ ہے (السیف المسلول، ص ۵۱۴، ساتواں مقالہ ''بعض اہم مسائل کی تحقیق'' بعنوان ''مبتدعین کے ساتھ دوستی حرام ہے''، ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

مزید فرماتے ہیں:

اسی طرح رافضیہ، خارجیہ، عورت کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ ہے (السیف المسلول، ص ۵۱۵، ساتواں مقالہ ''بعض اہم مسائل کی تحقیق'' بعنوان ''مبتدعین کے ساتھ دوستی حرام ہے''، ترجمہ: مولانا محمد رفیق اثری، ناشر: فاروقی کتب خانہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1979ء)

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے ''تفسیرِ مظہری'' میں سورہ آلِ عمران کی آیت ''لا تتخذوا بطانة من دونكم'' کے تحت فرمایا کہ:

''وصيغة من دونكم يشتمل اهل الأهواء ايضا من الروافض والخوارج وغيرهم فلا يجوز مباطنتهم كما لا يجوز مباطنة الكفار''

''من دونكم'' کا صیغہ، روافض اور خوارج وغیرہ، اہلِ ہواء کو بھی شامل ہے، لہٰذا ان کے ساتھ قلبی دوستی جائز نہیں، جیسا کہ کفار کے ساتھ قلبی دوستی جائز نہیں'' [1]

---

[1] يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا بطانة البطانة السريرة ويقال الصاحب الذى يعرفه الرجل أسراره ثقة به من دونكم اى من دون المسلمين اى من هو ادنى منكم رتبة وأسفل فيه نعت للمسلمين بانهم هم الأعلون فى الدنيا والاخرة وارشاد على طلب الأعالى للمصاحبة دون الأدانى فان العزلة خير من الجليس السوء والجليس الصالح خير من العزلة -وصيغة من دونكم يشتمل اهل الأهواء ايضا من الروافض والخوارج وغيرهم فلا يجوز مباطنتهم كما لا يجوز مباطنة الكفار (التفسير المظهرى، ج ۲، ص ۱۲۴، سورة ال عمران، تحت رقم الآية ۱۱۸)

www.idaraghufran.org

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب رحمہ اللہ نے خوارج وروافض وغیرہ کو، کفار کے مقابلے میں اہلِ ھواء قرار دیا ہے، اور اکثر مبتدعین فرقوں کے عقائد کے کفر تک جا پہنچنے، اور ان کے عقائد، اہلِ کفر کے مشابہ ہونے کا حکم لگایا ہے، اور ان کو مبتدعین کے فرقے شمار کیا ہے، لیکن ان کے صریح کافر ومرتد ہونے کا حکم نہیں لگایا، ورنہ تو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے، اور ان کا جنازہ پڑھنے، اور نکاح کے مکروہ ہونے کا، حکم ہرگز نہ لگایا جاتا۔

جمہور مجتہدین نے بھی اکثر مبتدعین کی تکفیر نہیں فرمائی، جیسا کہ شروع میں گزرا، مذکورہ قول بھی جمہور متقدمین ومتاخرین کے قول پر مبنی ہے۔

نیز علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے حوالے سے اہلِ بدعت کے ساتھ ''ہجران وتنبیہ'' کے طور پر ترکِ تعلق کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

اور خاندانِ آلوسی کے حوالہ سے بھی تفصیل گزر چکی ہے۔

اب موصوف جو علامہ ابنِ تیمیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہما اللہ کے خاندان اور سلسلے کے محققین کی طرف روافض کے علی الاطلاق تکفیر کے قول کو منسوب فرمانا چاہتے ہیں، اور اس سے اختلاف رکھنے والے حضرات کو، اس سلسلے سے منحرف خیال کرتے ہیں، ان کے لیے مذکورہ حوالہ جات، اگر ماتم کا کام نہ دیں، تو کم از کم قابلِ غور تو ہو ہی سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ موصوف ہاتھی کے جن دانتوں سے ہمیں کھانے کے لیے غرانا چاہتے تھے، وہ تو کھانے کے بجائے محض دکھانے کے ہی ثابت ہوئے۔

''مجموعہ فتاویٰ عبدالحیئ'' میں ایک سوال اور جواب درج ذیل ہے:

سوال: اہلِ تشیع، کیا باشندگانِ لکھنؤ اور کیا باشندگانِ جوارِ لکھنؤ، جو فی زمانہ موجود ہیں، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟ اور ان کے گھروں کا پکا ہوا

کھانا، درست ہے یا نہیں؟

جواب: جو شیعہ، ضروریاتِ دین کے منکر ہیں، مثلاً جو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو خدا کہتے ہیں، یا جو امُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگاتے ہیں، کافر ہیں، اُن کا ذبیحہ ناجائز ہے۔

اور جو شیعہ، ایسے نہیں، اگرچہ حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دیتے ہوں، کافر نہیں ہیں، بلکہ فاسق ہیں، اُن کا ذبیحہ، درست ہے (مجموعہ فتاویٰ عبدالحیٔ، ج۳ص۲۲۵، کتاب الاضحیۃ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

مذکورہ سوال لکھنؤ اور اس کے قرب وجوار کے اہلِ تشیع سے متعلق تھا، لیکن جواب میں مطلقاً کافر ہونے کا فتویٰ دینے کے بجائے، مشروط حکم بیان کیا گیا۔

''مجموعہ فتاویٰ عبدالحیٔ'' میں، خاص ''شیعہ اثنا عشریہ'' کے متعلق ایک سوال و جواب درجِ ذیل ہے:

سوال: شیعہ اثنا عشریہ مسلم ہیں، یا کافر، یعنی **محجوب الارث والتناکح** اور **محکوم علیھم بالجھاد** ہیں، یا نہیں، اور اگر ان کا کفر مانع عن الارث ثابت نہ ہو، تو لیہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین سے کون نظیر ثابت ہے کہ سنی باپ کا ترکہ شیعہ لڑکے کو ملا ہے؟

جواب: اثنا عشریہ کے کفر میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے، بعض نے سبِ شیخین کی وجہ سے ان کے کفر کا حکم دیا ہے، اور یہی اصحابِ فتاویٰ اور صاحبِ بحرالرائق اور صاحبِ درمختار کا قول ہے، لیکن مفتیٰ بہٖ اور اصحّ قول ان کی عدمِ تکفیر کا ہے، اور سبِ شیخین موجبِ کفر نہیں ہے، اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق ہے، اور جو کتبِ فتاویٰ میں کفر کا حکم مرقوم ہے، وہ دائرۂ تحقیق سے خارج ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ ''شرح فقہ اکبر'' میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول، عدمِ

تکفیرِ اہلِ قبلہ کے متعلق بسط کلام کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فیہ دلالة علی أن سب الشیخین لیس بکفر، کما صححہٗ ابو الشکور السلمی فی تمھیدہٖ، و ذلک لعدم ثبوت مبناہ و عدم تحقق معناہ، فان سب المسلم فسق کما فی الحدیث، وحینئذ یستوی الشیخان و غیرھما، فلو فرض انہ یسب الشیخین لا یخرج عن الایمان، نعم لو استحل السب او القتل فھو کافر لا محالة، فالفسق و العصیان لا یزیل الایمان صغیراً کان او کبیراً، وکذا البدعة لا تزیل الایمان کانکار المعتزلة رویة اللہ تعالیٰ و خلق افعال العباد ، لانہ مبنی علی التاویل“.

اس سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ شیخین کو گالیاں دینا کفر نہیں ہے، جیسا کہ تمہید ابوشکور سلمی میں اس کی تصحیح کی گئی ہے، اور یہ اس وجہ سے کہ اس کی اصل ثابت نہیں، اور اس کے معنیٰ متحقق نہیں ہیں، کیونکہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، پس شیخین اور غیر شیخین سب برابر ہیں، لہٰذا اگر فرض کیا جائے کہ رافضی شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دیتا ہے، تو وہ ایمان سے خارج نہیں ہے، ہاں اگر گالی دینے اور قتل کرنے کو حلال سمجھے، تو وہ لامحالہ کافر ہے، پس فسق عصیان صغیر ہو یا کبیر، ایمان کو زائل نہیں کرسکتا، اور اسی طرح بدعت ایمان کو زائل نہیں کرتی، جس طرح معتزلہ کا انکارِ رؤیت وخلقِ افعالِ عباد، کیونکہ یہ تاویل پر مبنی ہے۔

اور مولانا ولی اللہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، شرح مسلم الثبوت میں تحریر فرماتے ہیں:

”المحققون من الحنفیة والمتکلمین ذھبوا الی عدم تکفیر الروافض بانکارھم خلافة ابی بکر و عمر الثابتة بالاجماع القطعی عندھم حتی قبلوا شھادتھم، وما وقع فی الخلاصة و

غیرھا من الفتاویٰ من صریح الکفر لم ینقل عن ابی حنیفة وانما ھو من تفریعات المشائخ کالفاظ التکفیر المنقولة فی الفتاویٰ، کیف و قد نص الامام ابو حنیفة والشافعی رحمھما اللہ بعدم تکفیر احد من اھل القبلة لکونہٖ علی تاویل، فاحفظ ولا تسرع فی تکفیر فرق الاسلام"۔

محققینِ حنفیہ و متکلمین رحمہم اللہ انکارِ خلافتِ ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی وجہ سے جو باجماع ثابت ہے، روافض کو کافر نہیں مانتے، حتیٰ کہ ان کی شہادت کو قبول کرتے ہیں، اور جو خلاصہ اور دوسرے فتاویٰ میں ان کے کفر کی تصریح ہے، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول نہیں ہے، بلکہ مشائخ کی تفریعات سے ہے، جس طرح الفاظِ کفر، جو عموماً فتاویٰ میں منقول ہیں، کیونکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ خود اہلِ قبلہ کے نہ کافر ہونے پر دلیل لائے ہیں، کیونکہ ان کے افعال کسی نہ کسی تاویل پر مبنی ہوتے ہیں، اسے یاد رکھو، اور فرقِ اسلام کے کافر بنا دینے میں جلدی نہ کرو۔

اور مولانا ابوالشکور سلمی "تمہید" میں لکھتے ہیں:

"کلام الروافض مختلفة فبعضہٗ یکون کفرا و بعضہٗ لا، فلو قال أن علیا کان آلھا نزل من السماء کفر و قال بعضھم بانہٗ شریک لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم فی النبوة وقال بعضھم النبوة کانت لعلی و جبریل اخطأ، و منھم من قال أن علیا کان افضل من الرسول فھذا کلہٗ کفر، و اما الذی یکون بدعة ولا یکون کفرا فھو قولھم أن علیا کان افضل من الشیخین و منھم من قال أنہٗ یجب اللعن علی من خالف علیاً کعائشة و معاویة رضی اللہ عنھم

www.idaraghufran.org

ومنهم من قال أن حب اهل البيت اولیٰ و احب و هذا كلهٗ و مايشبهه بدعة، ليس بكفر لانهٗ صادر عن تاويل".

روافض کے اقوال مختلف ہیں، ان میں سے بعض کافر ہیں، اور بعض کافر نہیں ہیں، جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا مانتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ وہ آسمان سے نازل ہوئے ہیں، وہ کافر ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبوت میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک تھے، اور بعض کہتے ہیں کہ نبوت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے تھی، حضرت جبریل علیہ السلام سے غلطی ہوگئی، اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سرور انبیا علیہ التحیۃ والثناء سے زائد افضل ہیں، تو یہ سب امور کفر ہیں، اور بدعت غیر کفران کا یہ قول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ، شیخین رضی اللہ عنہما سے زائد افضل تھے، اور بعض روافض مخالفینِ حضرت علی رضی اللہ عنہ، جیسے حضرت معاویہ، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما پر لعنت کرنے کو پسند کرتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ حبِ اہلِ بیت اولیٰ و مستحب ہے، تو یہ تمام امور اور ان کے مشابہ اور باتیں سب بدعت ہیں، کفر نہیں ہیں، کیونکہ تاویل پر مبنی ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ سبِ شیخین کی وجہ سے روافض کو کافر کہنا، محققین کے مذہب کے خلاف ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے ''ردّالمحتار حاشیۂ درمختار'' اور اپنے رسالہ ''تنبیہ الولاۃ والحکام'' میں اس باب کو بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، اور صاحبِ درّ مختار پر جرح کی ہے، اور ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے بھی ایسی ہی صراحت کی ہے، اور یہی ہمارے عقائد کے موافق ہے، پس رافضی وارث کے محجوب ہونے کی، سنی مورث کی جائیداد سے، کوئی وجہ نہیں (مجموعہ فتاویٰ عبدالحیٔ، ج ۳ ص ۷۹ الیٰ ۸۱، کتاب الوراثۃ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

مذکورہ سوال اور جواب خاص ''شیعہ اثنا عشری'' سے متعلق ہے، اور علامہ عبدالحیٔ لکھنوی، کا تعلق ''لکھنؤ'' سے ہے، جہاں اہلِ تشیع کا غیر معمولی زور تھا، اسی شہر سے مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ کا بھی تعلق تھا، لیکن اس کے باوجود علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ نے ''شیعہ اثنا عشری'' یا ''اہلِ تشیع'' کے کسی مخصوص فرقے کی علی الاطلاق تکفیر کو راجح قرار نہیں دیا، تا آنکہ کسی کا عقیدہ کفریہ، ثابت نہ ہو، اس طرح کے کئی فتوے مجموعہ فتاویٰ عبدالحیٔ میں موجود ہیں، اور اسی جیسے بعض فتاویٰ ہم پہلے نقل کر چکے ہیں، جن میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی، مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمہم اللہ کے علاوہ، موجودہ دور کے کچھ فتاویٰ بھی شامل ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے بھی شیعہ اور اس کے بھی اثنا عشری فرقہ کی علی الاطلاق، تکفیر سے برملا اختلاف کا اظہار فرمایا ہے، اور تمام اساتذۂ دیوبند و جماعتِ دیوبند کا یہی موقف ہونے کی تصریح بھی فرمائی ہے، جیسا کہ ہم پہلے ہی اپنے سابق فتوے میں نقل کر چکے ہیں۔

01/ستمبر/2020ء کو دارُالعلوم دیوبند ہندوستان سے ''اہلِ تشیع'' کے متعلق ایک فتویٰ جاری ہوا، جس کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

سوال:...... کیا شیعہ اس کائنات کے بدترین کافر ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:......(Fatwa ID:189=189/ل)

شیعوں میں تمام شیعہ کافر نہیں، بلکہ وہی شیعہ کافر ہیں، جو غلطِ وحی، یا الوہیتِ علی، یا افکِ صدیقہ کے قائل ہیں، یا قرآن مجید میں کمی، بیشی کا اعتقاد رکھتے ہیں، یا صحبتِ صدیق کے منکر ہیں۔

و بهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي أو أن

جبریل غلط فی الوحی أو کان ینکر صحبة الصدیق أو یقذف السیدة الصدیقة فهو کافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدین بالضرورة (شامی:4/135 ، ط زکریا دیوبند)

لیکن جو شیعہ حضرت علی کو دوسرے صحابہ پر فضیلت دیتے ہوں، بس اس کے علاوہ کوئی اور بات شیعیت کی نہیں، تو یہ کافر نہیں ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند۔

سوال وجواب نمبر:418

تاریخِ اشاعت:01/ستمبر/2020ء

(https://darulifta-deoband.com/home/ur/deviant-sects/418)

مذکورہ فتوے میں تمام ''اہلِ تشیع'' یا ان کے کسی مخصوص فرقہ پر کفر کا حکم لگانے کے بجائے، اس اصولی موقف کو اختیار کیا گیا ہے، جو جمہور متقدمین ومتاخرین کے موقف سے مطابق رکھتا ہے۔

دارُالعلوم دیوبند ہندوستان سے ''اہلِ تشیع'' کے متعلق ایک اور فتویٰ جاری ہوا، جس کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

سوال:...... حضرت میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالی دے اور اپنی کتابوں میں ان کو برا بھلا لکھے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:......(Fatwa ID:168=168/م)

صحابۂ کرام کو گالی دینے والا، اور ان کو بُرا بھلا لکھنے والا، فسق وگناہ کا مرتکب، اور راہِ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

www.idaraghufran.org

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند۔

سوال وجواب نمبر:107020

تاریخِ اشاعت:01/ستمبر/2020ء

(https://darulifta-deoband.com/home/ur/deviant-sects/10702)

مذکورہ فتوے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر محض سب وشتم کرنے والے کو گناہ گار قرار دیا گیا ہے، کافر قرار نہیں دیا، یہی موقف جمہور مجتہدین ومحققین کا ہے۔

''جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن کراچی سے مؤرخہ 28 جولائی 2018ء کو''اہلِ تشیع'' کے سلسلے میں ایک فتویٰ درجِ ذیل الفاظ میں جاری ہوا:

سوال:...... مسلکِ شیعہ کے بہت سارے فرقے ہیں، ان میں سے ایک فرقہ کو شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں صفحہ 53 پر صحیح کہا ہے، لیکن جس طبقہ کو شاہ صاحب نے صحیح کہا ہے، وہ موجودہ دور میں نہیں ہے، شاید۔

تو سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ جتنے بھی شیعہ ہیں، ان پر علی اطلاق کفر کا فتوی ہے، یا نہیں، جس طرح قادیانیوں پر علی الاطلاق کفر کا فتوی ہے؟

جواب:...... شیعہ حضرات پر علی الاطلاق کفر کا فتوی نہیں ہے۔

فقط۔ واللہ اعلم

دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فتویٰ نمبر:143909200239

تاریخ اجراء:28/جولائی/2018ء

(بعنوان''موجودہ دور کے تمام شیعہ کافر ہیں یا نہیں؟'')

(https://www.banuri.edu.pk/readquestion/2018-05-26)

یہ نمونے کے طور پر چند عبارات وفتاویٰ جات نقل کیے گئے، ورنہ اس طرح کی عبارات وحوالہ جات کی کمی نہیں۔

اب اس قسم کی عبارات وحوالہ جات کے بعد، موصوف نے جو دوسرے پر الزام قائم کیا تھا، پلٹ کر وہی الزام اُن پر اس انداز میں عائد کیا جائے، تو بے جا نہ ہوگا کہ کیا وہ مذکورہ بالا حضرات کی تمام تر علمی خدمات کو برف کی ڈلی کی طرح اپنی ہتھیلی کی معمولی سی گرمی سے پگھلا دیں گے، یا ان کو کوئی وقعت دیں گے؟

امت کے اجتماعی شعور کو بھینٹ چڑھانے کے الزام پر کلام

اس کے بعد موصوف نے ساتواں سوال یہ تحریر کیا ہے کہ:

''آنجناب نے یہ فتویٰ دینے سے قبل اہلِ تشیع کی مسلّمہ کتب اور اہلِ سنت کے وہ اسلاف، جنہوں نے متواتر اس فتنہ کا تعاقب جاری رکھا، کی تصریحات وتحقیقات کو پڑھا ہے؟

یا صرف حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی دامت برکاتہم سے شاباش لینے کے لیے امت کے اجتماعی شعور کو اپنے رسالۂ تبلیغ کی بھینٹ چڑھا دیا ہے؟''۔انتھیٰ۔

بندہ نے یہ فتویٰ دیتے وقت بہت سے ایسے مجتہدین، محققین اور سلفِ صالحین کی آراء کو ملاحظہ کیا تھا، جنہوں نے اہلِ تشیع وروافض کے حکمِ تکفیر پر امتِ مسلمہ کے لیے بحیثیتِ مجتہدِ مطلق ومستقل ہونے کے، تحقیق کی ہے، جن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے مجتہدین شامل ہیں، ساتھ ہی بعد کے ان محققین کی آراء کو بھی ملاحظہ کیا تھا، جنہوں نے اہلِ تشیع کی کتب کو ملاحظہ کیا، اور انہوں نے اہلِ تشیع کی تحقیق واصلاح پر مستقل کام کیا ہے، جن میں علامہ ابنِ تیمیہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، خاندانِ آلوسی کے علماء رحمہم اللہ کے علاوہ بہت سے فقیہ اور محقق حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ اور بہت سے اکابرِ دیوبند سب ہی شامل ہیں، اس کے علاوہ عالمی سطح پر ہونے والے سیمینار اور عالمی سطح کے شہرت یافتہ اداروں

اور علماء کی آراء بھی ملاحظہ کی تھیں، اور جس طرح روافض کے علاوہ خوارج، معتزلہ، قدریہ، جبریہ، جہمیہ، کرامیہ وغیرہ جیسے فرقوں پر حکم لگانے کے لیے اس فرقہ کی براہِ راست کتب کا مطالعہ ضروری نہیں ہوتا، بلکہ مذکورہ اور ان جیسے فقہاء، مجتہدین اور محققین واکابر کی آراء وتحقیق کو ملاحظہ کرلینا کافی ہوتا ہے، اسی طرح روافض پر تکفیر کا حکم لگانے کے لیے ان کی کتب کو براہِ راست ملاحظہ کرنا ضروری نہیں ہوتا۔

موصوف اگر یہ چاہتے ہوں کہ اہلِ تشیع کی کتب ملاحظہ کر کے اور ان کتب میں مذکور کفریہ چیزوں کی وجہ سے ان پر تکفیر کا حکم لگایا جائے، تو ہم اس طرزِ عمل سے اتفاق نہیں کرتے، اگر موصوف اس طرزِ عمل کو ضروری قرار دیتے ہوں، تو ہم ان کے پسندیدہ وتجویز کردہ طریقہ کے مطابق، خوارج، معتزلہ، جہمیہ، قدریہ، وجبریہ وغیرہ سے متعلق کتب میں مذکور کفریہ چیزوں کی بنیاد پر، ان کی تکفیر کے حکم کو بیان کرنے کا بھی مطالبہ کریں گے۔

ساتھ ہی یہ بھی مطالبہ کریں گے کہ وہ جمہور مجتہدین ومحققین کے متعلق بھی اپنی رائے عالی سے آگاہ فرمادیں کہ انہوں نے شیعہ وروافض کی عدمِ تکفیر کا حکم لگانے سے قبل کتنے اہلِ تشیع کی کتب کو ملاحظہ کیا تھا، اور اس معیار کو مجتہد کے اجتہاد، اور مفتی کے فتوے میں کتنا دخل ہے۔

اور موصوف، جن محققین کو یہ شرف دینا چاہتے ہیں کہ وہ شیعوں کی کتابوں کو ملاحظہ فرما کر علی الاطلاق کفر کا حکم لگا چکے ہیں، انہوں نے شیعوں کی کن کن کتب کو ملاحظہ کیا ہے، ساتھ ہی ان حضرات کے اسمائے گرامی بھی نقل فرمادیں، تو بہت اچھا ہو، تاکہ جمہور مجتہدین وفقہاء سے ان کا تقابل کر کے، تقلید واتباع کا زیادہ مستحق ہونے کا فیصلہ کرنے میں سہولت حاصل ہو۔

موصوف کی طرف سے اللہ کی رضا کے مقابلے میں مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے شاباش حاصل کرنے کے الزام کو بندہ خفیہ شرک سمجھتا ہے، اور اس سے برائت کا اظہار کرتا ہے، اور اس سے سخت نفرت کرتا ہے، اللہ تا دمِ زندگی اس شرکِ خفی کی بدبو سے بھی محفوظ رکھے۔ آمین۔

اور بندہ نے الحمد للہ تعالیٰ امت کے جمہوری و اجتماعی شعور کو ہی ''التبلیغ'' کی نذر کیا ہے، اور اس کے برخلاف شعور کے متفق علیہ نہ ہونے سے پردہ اٹھایا ہے، خواہ موصوف اسے بھینٹ چڑھانے کا نام دیں، یا کچھ اور، اس کا حساب اللہ کو دینا ہے، جس کے سامنے موصوف کی کیا حیثیت ہے؟

اور اگر بالفرض بھینٹ ہی چڑھایا ہو، تو بندہ نے اپنے زیرِ ادارہ رسالہ کی بھینٹ چڑھایا ہے، موصوف کے زیرِ ادارت کسی رسالے کی بھینٹ تو نہیں چڑھایا، موصوف کی حیثیت ''نہ تین میں، اور نہ تیرہ میں'' وہ بلاوجہ ''دفع دخلِ مقدر'' کرتے اور حسد و تحاسد کی آگ میں جھلستے پھرتے ہیں۔

پھر اگر اس بھینٹ کے مقابلے میں موصوف کے پاس صدیوں سے تعاقب جاری رکھنے والے اسلاف اور امت کے اجتماعی شعور کی طرف سے تکفیرِ مطلق کا کوئی خزانہ، یا نذرانہ ہے، تو دیر کس چیز کی؟

گنتی کے چند حضرات کی رائے سے اتفاق پر کلام

اس کے بعد موصوف نے آٹھواں سوال یہ تحریر کیا ہے کہ:

''اگر آپ جیسے گنتی کے چند حضرات کی رائے سے اتفاق کر لیا جائے، تو متقدمین محدثین اہلِ سنت سے لے کر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ، علامہ عبدالستار تونسوی، مولانا محمد نافع رحمہ اللہ، علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمہ اللہ اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، نیز دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث مکاتبِ فکر کے ہزاروں اہلِ علم کی تعبیرات کو کون سا نام دیا جائے گا؟ اس کی وضاحت فرمادیں''۔ انتہیٰ۔

موصوف بغیر کسی ثبوت کے ہی دعوے پر دعوے کرتے چلے جاتے ہیں، بلکہ شاید اپنے دعوے

کو ہی دلیل بھی سمجھ لیتے ہیں، اسی لیے وہ بغیر ثبوت وحوالہ جات کے متقدمین اہلِ سنت سے لے کر، ماضی قریب کے چندا کا برتک کی گردان سنا کر دوسرے پر اثر انداز ہونا چاہتے ہیں۔
حالانکہ وہ ابھی تک متقدمین فقہاء ومجتہدین، اہلِ سنت کا کوئی ایک حوالہ بھی پیش نہ کر سکے، جبکہ اہلِ تشیع کی تکفیر کا قول تو دراصل مجتہدین متقدمین کا ہے ہی نہیں، وہ تکفیر کے مسئلے میں بہت محتاط تھے، تکفیر کا قول جمہور مجتہدین کے مقابلے میں بعض اہلُ الحدیث، اور بعض غیر مجتہد متاخرین کا ہے، پھر ان میں بھی مشروط ومعلق اور علماء وجہلاء وغیرہ کے اعتبار سے تکفیر وعدمِ تکفیر کے مختلف اقوال ہیں۔
اس کے باوجود کسی کو کنویں کے مینڈک کی طرح، یہ حضرات اگر گنتی کے چند ایک نظر آتے ہیں، تو اس کا حل سوائے کنویں سے نکلنے اور ''یک بینی'' کے بجائے ''دو بینی'' کے اور کچھ نہیں۔
اور اگر موصوف کو دنیا میں گنتی کی توفیق نہ ہو سکی، تو امید ہے کہ آخرت میں اس کا ایک موقع موصوف کو ضرور حاصل ہو سکے گا۔
رہا مطلق تکفیر کے قائلین اہلِ علم حضرات کے ہزاروں کی تعداد میں ہونے کا دعویٰ، تو اس سے زیادہ تعداد متقدمین ومتاخرین کی ایسی بھی بلاشبہ موجود ہے، جو مطلق تکفیر کے بجائے، مشروط تکفیر اور اس سے بڑھ کر عدمِ تکفیر کی قائل ہے، اور وہ تعداد، مجتہدین کی ہے، جن کے مقابلے میں غیر مجتہدین کی کثیر تعداد بھی زیادہ اہمیت کی حامل شمار نہیں ہوتی، اور جن کی طرف مطلق تکفیر کی نسبت کی جاتی ہے، ان میں بھی بڑی تعداد شیعوں کے مخصوص فرقے کی تکفیر تک محدود ومقید ہے، مگر عوام کے سامنے ان کی یہ تصریحات نہیں لائی جاتیں، اور علی الاطلاق تکفیر کا قول بھی کیا جاتا ہے، اور نعرہ بھی لگایا اور لگوایا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں سخت فتنہ وانتشار لازم آتا ہے۔ [1]

---

[1] أن الله تعالى نص على تحريم التفرق فى كتابه الكريم وجاء ذلك بعبارات كثيرة فى الكتاب والسنة ولا أفحش فى التفرق من التوصل إل التكفير بأدلة محتملة تمكن معارضتها بمثلها ويمكن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اب معلوم نہیں کہ موصوف بڑی تعداد پر مشتمل جمہور اور ان کے متبعین حضرات کو اہلِ سنت میں داخل ماننے کے لیے تیار ہوں گے، یا نہیں؟

اور موصوف جو بے شمار متقدمین ومتاخرین فقہاء واکابر کو بندہ جیسے گنتی کے چند حضرات کے ساتھ ملاتے ہیں۔

یہ بھی درست نہیں، کیونکہ ان حضرات وشخصیات کا مقام بندہ سے بہت بلند تر ہے، پس جس طرح بندہ کو ان جیسا کہنا مبنی بر انصاف نہیں، اسی طرح ان حضرات کو بندہ جیسا کہنا بھی مبنی بر انصاف نہیں، اگر موصوف کو صرف ایک طرف کے علماء واکابر کی ''دَور'' والی گنتی سے فرصت نہیں ملتی، تاکہ وہ دوسری طرف کے ''تسلسل'' والے علماء واکابر کی گنتی کا کام شروع کریں، تو اس میں دوسرے کا کیا قصور ہے؟

رہا حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ، اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ وغیرہ جیسے اکابر علماء کا معاملہ، تو اس سلسلے میں ہم پہلے ہی عرض کرچکے ہیں کہ ان کو ہم اکابر تسلیم کرتے ہیں، ان کا دل سے ادب واحترام کرتے ہیں، جس طرح ہم جمہور مجتہدین کے مقابلے میں بعض محدثین، اور غیر مجتہد فقہاء، بلکہ تمام ہی مجتہدین وفقہائے اہلِ سنت کا بھی ادب واحترام کرتے ہیں، اور تردیدِ فرقِ باطلہ وتردیدِ روافض کے متعلق ان کی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

التوصل بها إلى عدم التكفير وإلى جمع الكلمة وإنما قلنا أنه لا أفحش من ذلك فى التفرق المنهى عنه لما فيه من أعظم التعادى والتنافر والتباين (إيثار الحق على الخلق فى رد الخلافات إلى المذهب الحق من أصول التوحيد، لابن الوزير، ص ۴۰۰، فصل فى ذكر من يقول بالرجاء ومن يقول بالارجاء والفرق بينهما)

أن فى الحكم بتكفير المختلف فى كفرهم مفسدة بينة تخالف الاحتياط وذلك اسقاط العبادات عنهم إذا تابوا وإسقاط جميع حقوق المخلوقين من الأموال والدماء وغيرهما وإباحة فروج نسائهم إذا لم يتوبوا وسفك دمائهم مع قيام الاحتمال بشهادة وجود المخالفين الجلة من أئمة الملة ووجود المعارضات الراجحة الواضحة الادلة (إيثار الحق على الخلق فى رد الخلافات إلى المذهب الحق من أصول التوحيد، لابن الوزير، ص ۴۰۵، فصل فى ذكر من يقول بالرجاء ومن يقول بالارجاء والفرق بينهما)

خدماتِ جلیلہ کو تسلیم کرتے ہیں۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود، صرف مطلق تکفیرِ شیعہ کے باب میں، ہم ان اکابر وفقہائے مجتہدین اور مفتیانِ عظام کے قول کو راجح سمجھتے ہیں، جو شیعہ کی مطلق تکفیر، یا شیعہ کے کسی خاص فرقہ کی تکفیر کے بجائے، وہ موقف رکھتے ہیں، جس کو ہم اختیار کرتے ہیں، اور جو مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ وغیرہ نے بیان فرمادیا، لیکن بایں ہمہ مسئلہ کے اجتہادی ہونے کی وجہ سے، دونوں طرف کے اکابر کو ماجور ہی سمجھتے ہیں، گناہ گار وعاصی کسی کو بھی نہیں سمجھتے، اور کسی کی بھی شان میں گستاخی وزبان درازی کو ہرگز جائز نہیں سمجھتے۔

آخر اور بھی تو بہت سے دینی وفقہی مسائل ہیں، جن میں حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب، اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہما اللہ کے مقابلے میں مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اور ان جیسے فقہی حضرات کے قول کو اختیار کیا جاتا ہے ''لکل فن رجال'' کے تحت ہم ہر ایک کی خدمات کو اپنے درجہ پر رکھتے ہیں، تکفیر جیسے مسئلے میں بھی ہم اسی اصول پر قائم ہیں۔

چنانچہ مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام کے یکے بعد دیگرے، اور استاد وشاگرد کے مابین، یہاں تک کہ شیخ ومرید کے درمیان، تکفیر وعدمِ تکفیر کے مختلف مسائل میں اختلاف رونما ہوا، لیکن کسی نے دوسرے کی شان میں نہ بے ادبی کی، اور نہ گستاخی کا ارتکاب کیا، اور اس اختلاف کی وجہ سے اکابر، اکابر ہی رہے، اور اصاغر، اصاغر ہی رہے، نہ کسی کا مقام اونچا ہوا، نہ کسی کا نیچا ہوا۔

علاوہ ازیں جن اکابر واہلِ علم حضرات کے موصوف نے اسمائے گرامی تحریر فرمائے ہیں، ضروری تھا کہ ان اکابر کی طرف سے مطلق شیعہ کے متعلق ''التزامِ کفر'' کا صریح حکم تحریر کیا جاتا، اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر کیا جاتا کہ جو حضراتِ فقہاء واکابر مطلق تکفیر کے بجائے، مشروط، یا معلق تکفیر کے قائل ہیں، اُن کے قول پر اِن حضرات نے کیا ردِ عمل ظاہر کیا، اور کیا اس قول کے حاملین پر اس طرح سے نکیر کی، جس طرح سے موصوف نکیر کرتے ہیں، اور کیا انہوں نے

دوسرے قول کو مجتہَد فیہ درجے میں داخل مانا، یا اس سے خارج قرار دیا، نیز کیا انہوں نے مشروط، یا معلق تکفیر کے قائلین کو اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مخالف قرار دیا۔

اور فرقِ باطلہ، یا اُن میں سے کسی ایک فرقے کے باطل وگمراہ کن عقائد کی تردید کرنے اور اس سلسلے میں خدمات سرانجام دینے والے تمام حضرات کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ انہوں نے تردید کے ساتھ ساتھ مطلق شیعہ کی تکفیر بھی کی ہے، یہ درست نہیں ''تردید'' اور ''تکفیر'' دو الگ الگ امور ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اس سے قبل بھی، تقریباً ہر زمانے میں اہلِ حق کی طرف سے، اہلِ اھواء واہلِ بدعت اور ان کے عقائدِ باطلہ وفاسدہ کی مدلل انداز میں تردید کی جاتی رہی، متکلمین اصولیین اور مجتہدین وفقہائے کرام کی عبارات اور کلام میں ان چیزوں کی کمی نہیں، لیکن اسی کے ساتھ وہ تکفیر کے معاملے میں بہت محتاط رہے، یہاں تک فرقِ باطلہ کے بعض گمراہ کن عقائد کو کفر بھی قرار دیا، لیکن اس کو بھی ''لزومِ کفر'' تک محدود رکھا ''التزامِ کفر'' تک متعدی کر کے علی الاطلاق تکفیر کا حکم نہیں لگایا، اور فقہائے حنفیہ کی طرف سے یہ تصریح الگ مقام پر ذکر کی جا چکی ہے کہ بعض حضرات کے کلام میں جو فرقِ باطلہ کے مذہب کی تردید کرتے وقت ''کفر کا الزام'' واقع ہوا ہے، وہ ''لزومِ کفر'' سے متعلق ہے ''التزامِ کفر'' سے متعلق نہیں۔ [1]

---

[1] وفی النهر مناكحة المعتزلة لأنا لا نكفر أحدا من أهل القبلة إن وقع إلزاما فی المباحث(الدر المختار مع ردالمحتار، ج۳ص ۴۵، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات)

وأما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم؛ لأن الحق عدم تكفير أهل القبلة، وإن وقع إلزاما فی المباحث.

بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائل بقدم العالم ونفی العلم بالجزئيات على ما صرح به المحققون.وأقول :وكذا القول بالإيجاب بالذات ونفی الاختيار .اهـ .
وقوله :وإن وقع إلزاما فی المباحث معناه، وإن وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فی رد مذهبهم بأنه كفر أی يلزم من قولهم بكذا الكفر، ولا يقتضی ذلک كفرهم؛ لأن لازم المذهب ليس بمذهبهم وأيضا فإنهم ما قالوا ذلک إلا لشبهة دليل شرعی على زعمهم، وإن أخطئوا فيه، ولزمهم المحذور على أنهم ليسوا بأدنى حالا من أهل الكتاب، بل هم مقرون بأشرف الكتب(ردالمحتار، ج۳ص ۴۵،۴۶، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات)

جمہور، یا اکثریت کے نقطۂ نظر پر کلام

اس کے بعد موصوف نے نواں سوال یہ تحریر کیا ہے کہ:

''اکابر، اسلاف، جمہور، یا اکثریت کو آنجناب کس نقطۂ نظر سے تسلیم کرتے ہیں۔
مثلاً علم وفضل کے نیر تاباں ایک ہزار اہلِ علم کے مقابلہ میں اگر گنتی کے دس عدد اُن اہلِ علم کی آراء میں تضاد نظر آئے، جنہیں خدماتِ دینیہ کے دیگر اشغال نے تردیدِ رفض کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ دیا ہو، اور انہوں نے اپنی کریمانہ طبیعت کے موافق کوئی غیر تحقیقی بات کہہ دی ہو، تو ہم کس طبقہ کی اتباع کے مکلّف ومقید ہیں؟ وضاحت فرمایئے!''۔انتھٰی۔

موصوف، لفاظی کے بہت ماہر ہیں، مگر انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ الفاظ کے تصنع وتکلف اور مہارت سے اس اہم اور نازک مسئلہ کی تحقیق وتنقیح نہیں کی جاسکتی، بلکہ اس کے لیے شرعی وفقہی قواعد وضوابط اور مجتہدین ومحققین کی تصریحات کی ضرورت ہے۔

بندہ نے جس موقف کو نقل کیا، وہ موقف اکابر، اسلاف، جمہور اور اکثریت سب ہی کا ہے، گنتی کے دس عدد کا دعویٰ اس سلسلے میں محض کم علمی سے ناشی ہے۔

ان سب باتوں اور الزامات کے بعد موصوف کی طرف سے مجتہدین فقہائے کرام اور اکابرِ عظام پر تردیدِ روافض کی طرف متوجہ نہ ہونے کے الزام کی نجاست کے ساتھ کریمانہ طبیعت کی مٹھاس کی آمیزش فائدہ مند نہیں، بلکہ یہ ان حضرات پر الزام ہے کہ انہوں نے نرم طبیعت کے باعث مسئلہ ہی بدل دیا، اور تحقیق ہی نہیں کی، ہم ان حضرات ہی کو تردیدِ روافض کے ساتھ ساتھ، تحقیقِ روافض واصلاحِ روافض کی خدمات میں زیادہ محقق، بلکہ مجتہد اور معتدل اور غیر متعصب سمجھتے ہیں، جن کو موصوف گنتی کے چند حضرات سے متہم کرتے ہیں۔

اور اس کے مقابلے میں اگر کسی نے تردیدِ روافض پر تو زندگی صرف کردی ہو، لیکن لزومِ کفر

والتزامِ کفر اور تکفیر کی شرائط وموانع کی تحقیق اور شیعہ وروافض کے علاوہ خوارج، معتزلہ، جہمیہ، قدریہ، مرجئہ، مشبہ وغیرہ جیسے باطل فرقوں کی مطلق عدمِ تکفیر کی توجیہ اور اس سلسلے میں متقدمین وجمہور فقہائے کرام کے اقوال کی تنقیح کا موقع حاصل نہ ہوا، اس کو معذور سمجھتے ہیں۔ [1]

اور اس موقع پر اب ہم موصوف کے الفاظ میں ان سے ہی یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ:

''اکابر، اسلاف، جمہور، یا اکثریت کو آنجناب کس نقطۂ نظر سے تسلیم کرتے ہیں''

---

[1] ولو قال :إن فعل كذا فهو يهودى، أو نصرانى، أو مجوسى، أو بريء من الإسلام، أو كافر، أو يعبد من دون الله، أو يعبد الصليب، أو نحو ذلك مما يكون اعتقاده كفرا فهو يمين استحسانا كذا فى البدائع.

حتى لو فعل ذلك الفعل يلزمه الكفارة، وهل يصير كافرا اختلف المشايخ فيه قال :شمس الأئمة السرخسى -رحمه الله تعالى :-والمختار للفتوى أنه إن كان عنده أنه يكفر متى أتى بهذا الشرط، ومع هذا أتى يصير كافرا لرضاه بالكفر، وكفارته أن يقول :لا إله إلا الله محمد رسول الله، وإن كان عنده أنه إذا أتى بهذا الشرط لا يصير كافرا لا يكفر، وهذا إذا حلف بهذه الألفاظ على أمر فى المستقبل أما إذا حلف بهذه الألفاظ على أمر فى الماضى بأن قال :هو يهودى، أو نصرانى، أو مجوسى إن كان فعل كذا أمس، وهو يعلم أنه قد كان لا شك أنه لا يلزمه الكفارة عندنا؛ لأنه يمين غموس، وهل يصير كافرا اختلف المشايخ فيه قال :شمس الأئمة السرخسى -رحمه الله تعالى -، والمختار للفتوى أنه كان عنده أن هذا يمين، ولا يكفر متى حلف به لا يكفر، وإن كان عنده أنه يكفر متى حلف به يكفر لرضاه بالكفر، وأما إذا قال :يعلم الله أنه قد فعل كذا، وهو يعلم أنه لم يفعل، أو قال :يعلم الله أنه لم يفعل كذا، وقد علم أنه فعل اختلف المشايخ فيه عامتهم على أنه يصير كافرا كذا فى الذخيرة(الفتاوى الهندية، ج٢، ص ٥٤، كتاب الأيمان،الباب الثانى ،الفصل الأول)

ولو ابتلى إنسان بذلك لضرورة بأن كان يصلى مع قوم، فأحدث، واستحيا أن يظهر وكتم ذلك وصلى هكذا، أو كان بقرب من العدو فقام وصلى، وهو غير طاهر.

قال بعض مشايخنا رحمهم الله تعالى لا يصير كافرا إلا أنه غير مستهزء، ومن ابتلى بذلك لضرورة، أو لحياء ينبغى أن لا يقصد بالقيام قيام الصلاة، ولا يقرأ شيئا، إذا حنى ظهره لا يقصد الركوع ولا يسبح حتى لا يصير كافرا بالإجماع، وإذا صلى على ثوب نجس قال بعضهم :لا يصير كافرا، ولو اقتدى بصبى، أو مجنون، أو امرأة، أو جنب، أو محدث وصلى الوقتية، وعليه فائتة، وهو ذاكرها لا يصير كافرا فى قولهم جميعا كذا فى المحيط(الفتاوى الهندية، ج٢، ص ٢٦٩، كتاب السير،الباب التاسع فى أحكام المرتدين)

www.idaraghufran.org

''مشروط'' کی گردان کے الزام پر کلام

اس کے بعد موصوف نے دسواں سوال یہ تحریر کیا ہے کہ:

''آنجناب کے مضمون میں مشروط تکفیر کی جو وجوہات درج ہیں، کیا وہ کل کی کل اثنا عشریوں میں موجود نہیں؟

اگر جواب نفی میں ہے، تو اس کا مطلب ہے، آپ کو ابھی تک کتبِ شیعہ، یا مذہبِ شیعہ کے مطالعہ کے مواقع نہیں ملے۔

اور اگر جواب اثبات میں ہے، تو پھر مشروط، مشروط کی گردان کیسی؟

صدیوں سے یہ عقائد شیعوں ہی کے چلے آرہے ہیں، اور آج دورِ جدید کی برقی رفتار نے شیعیت کو پردۂ تقیہ سے عیاں کر دیا ہے''۔ انتہیٰ۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ موصوف اگر اہلِ تشیع کے بیسیوں فرقوں اور ان میں بھی امامیہ کے کئی فرقوں کو نظر انداز کر کے، صرف ''اثنا عشریہ'' تک کفر کے حکم کو محدود رکھتے ہوں، تو اس کو واضح کرنا چاہیے، اور مطلق تکفیرِ شیعہ کا وہ جو گھما پھرا کر مختلف طریقوں سے دعویٰ کرتے ہیں، اس کی بھی توضیح کرنی چاہیے، کیا صرف ایک فرقہ کی وجہ سے بیسیوں تمام فرقوں کی تکفیر کرنا درست قرار پا سکتا ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ کسی پر حکمِ تکفیر لگانے والے کے ذمہ ہی دراصل وجوہاتِ تکفیر کے ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے، موصوف چونکہ مدعی ہیں، ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ تمام اثنا عشریوں میں ان کے موجود ہونے کا ثبوت پیش کریں، عدمِ تکفیر کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے کہ اسے وجوہاتِ تکفیر پر اطمینان نہ ہو، بلکہ اسے اگر ان کے موجود ہونے، نہ ہونے میں تردد ہو، یا فقہائے کرام میں سے کسی کا عدمِ تکفیر کا کوئی قول موجود ہو، وہ بھی کافی وافی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

لیکن موصوف خود مدعی ہو کر ثبوت دوسرے سے طلب کرتے ہیں، جس کے ذمہ نہ ثبوت

ضروری ہے، اور نہ کلی نفی ضروری ہے، بلکہ احتمال واختلاف، بلکہ ضعیف روایت بھی کافی ہے، خواہ کسی درجے میں ہو۔

اس کے ساتھ ہی پھر موصوف دوسرے کو کتبِ شیعہ، یا مذہبِ شیعہ کے مطالعہ کے مواقع نہ ملنے کا الزام بھی لگاتے ہیں، جبکہ ہم کتبِ شیعہ اور مذہبِ شیعہ کی کتب کا مطالعہ کر کے حکم بیان کرنے والے محققین کی عبارات وحوالہ جات ذکر کر چکے ہیں، جن میں علامہ ابنِ تیمیہ، علامہ آلوسی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہ بھی داخل ہیں۔

اس سلسلے میں متقدمین کے حوالہ جات تو اتنے زیادہ ہیں کہ ان کو شائع اور نقل کرنا، اور پھر موصوف کو مطالعہ وملاحظہ کرنے کا وقت نکالنا بھی مشکل ہے۔

ہماری نظر میں موجودہ دور سے زیادہ تحقیق کا حق، پہلے دور کے ان محققین نے ادا کیا ہے، جب جدید برق رفتار پروپیگنڈے اور باہمی تعصب وتشدد کا دور نہیں تھا۔

اس دور میں احادیث کی اسنادی تحقیق کا کام بھی جاری تھا، جس کے لیے روافض اور اہلِ تشیع کی مرویات قبول ہونے نہ ہونے کی زیادہ ضرورت تھی، اب جبکہ یہ سب کام ہو چکا، بہت سے روافض اور شیعوں کی توثیق بھی کی جا چکی، اور ان کی مرویات کو صحاحِ ستہ اور دوسری کتب میں قبول ونقل کر کے شرعی وفقہی احکام بھی نکالے جا چکے، اور امت کا ان کے مطابق صدیوں سے عمل بھی جاری ہے، اور غیر معتبر وکمزور روایات کی بھی جھوٹے، یا کمزور روافض راویوں کی وجہ سے تعیین وتحقیق کی جا چکی، سنی مسلمان کے ساتھ اہلِ تشیع کے نکاح، توالد وتناسل، اور میراث وتوارث وغیرہ کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

اب یہ سارے مراحل گزرنے کے بعد کوئی اٹھ کر مطلق اہلِ تشیع، یا ان کے ایسے فرقوں پر صریح کفر کا حکم لگانے بیٹھ جائے، جن پر بہت سے شرعی احکام کا مدار ہے، اس کی کیا حیثیت ہوگی؟ یہ سب کو غور کرنے سے سمجھ آ سکتا ہے۔

اور اگر ان امور پر موصوف کو گہرائی ویکسوئی کے ساتھ غور کرنے کا موقع حاصل ہو جائے، تو وہ

بھی کسی نہ کسی مشروط گردان کو اس طرح یاد کرنے کی ضرورت محسوس کریں گے کہ شاید قبر میں بھی اس کو بھولنا آسان نہ ہو، اور وہاں جا کر ''تقیہ و عدمِ تقیہ'' کی حقیقت بھی کھل جائے گی، اگر ''تقیہ'' کا اصول اتنا ہی مؤثر ہے، تو پھر اہلِ تشیع و روافض راویوں سے مروی، اہلُ السنۃ کے نزدیک معتبر سمجھی جانے والی احادیث و روایات کو بھی مطلق اہلِ تشیع کی تکفیر کے نتیجے میں ''تقیہ'' کی تہمت کے سیلاب میں بہا دینا چاہیے۔

اور اگر پھر بھی مشروط کی گردان کو درمیان سے نکالنے کا شوق ہو، تو اس کو نکال کر شیعہ و روافض کا کافر ہونا، پھر بھی ثابت نہ ہوگا، تا آنکہ متعین طور پر کسی شیعہ کا ناقابلِ تاویل کفریہ عقیدہ ثابت نہ ہو جائے، یعنی کہ شیعہ کے کافر ہونے کے ثبوت سے پہلے اس کا دنیاوی احکام میں مسلمان ہونا ہی ثابت ہوگا۔

اہلِ تشیع کے ساتھ مذہبی و معاشرتی روابط پر کلام

اس کے بعد موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اور آخری بات یہ کہ اگر آپ کے نزدیک اہلِ تشیع، تحریفِ قرآن کے قائل نہیں ہیں، اور ان پر فتویٰ کفر عائد نہیں ہوتا، تو پھر اس امر کا فتویٰ بھی دیجیے کہ اہلِ سنت کا اہلِ تشیع سے، اور اسی طرح اس کے برعکس نکاح بھی جائز ہے۔

نیز اہلِ تشیع، اہلِ سنت کی مساجد میں، اور اہلِ سنت، اہلِ تشیع کی امام بارگاہوں میں جا کر عبادت کر سکتے ہیں۔

کیونکہ فقط عدمِ تکفیر کی بات کہہ کر آپ اہلِ تشیع کی مکمل خوشنودی حاصل نہیں کر سکتے، جب تک کہ خاندانی، سماجی، معاشرتی، اور مکمل مذہبی ہم آہنگی کا جواز فراہم نہ کر دیا جائے، جیسا کہ دیوبندی، بریلوی اور اہلِ حدیث میں تینوں مکاتبِ فکر کے فروعی اختلافات کے باوجود، یہ تمام تر روابط و ضوابط چلے آ رہے ہیں۔

اگر آپ اہلِ تشیع کو بھی اسی صف میں لا کھڑا کرنے کے خواہش مند ہیں، تو کاغذی کشتیاں، بحرِ تحقیق میں نہ ڈالیے۔

بلکہ علم وآثار اور تعاملِ امت کی روشنی میں کوئی ایسا موقف پیش کیجیے، جو کم از کم لائقِ مطالعہ تو ہو۔

امید ہے کہ آنجناب اس دردِ دل پر غور فرمائیں گے''۔انتھٰی۔

اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ عرض ہے کہ موصوف واقعتاً، اگر بندہ سے استفتاء طلب کرنے کے خواہش مند ہوتے، تو وہ اس سے پہلے فتوے کو سمجھ لیتے، اسی سے دوسرے سوال کا جواب مل جاتا۔

موصوف نے یا تو بندہ کا موقف صحیح طرح سمجھا، اور پڑھا ہی نہیں، یا پھر ان کی فہم درست نہیں، کیونکہ جب کافر ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے تقسیم کو درست مان لیا جائے گا، تو اسی سے نکاح وتوارث وغیرہ کا مسئلہ بھی معلوم ہو جائے گا۔

بندہ نے چونکہ نہ تمام شیعوں کو کافر قرار دیا، نہ سب کو مسلمان قرار دیا، وہ جیسے خود سے عقائد رکھتا ہو، ویسا ہی کہا ہے، اگر وہ کفریہ عقائد رکھتا ہے، تو اپنے کفریہ عقائد کی وجہ سے، وہ خود کافر ہو چکا ہے، اور اگر وہ کفریہ عقائدہ نہیں رکھتا، تو اس نے کفر اختیار ہی نہیں کیا، تو پھر ہمیں اس پر کفر کا فتویٰ لگانے کا کیسے حق ہو سکتا ہے، ہم کسی کو کافر نہیں بناتے، اگر وہ خود سے کافر ہو، تو کافر بتا دیتے ہیں، وہ بھی معلوم کرنے پر، اور مسلمان ہو، تو مسلمان بتا دیتے ہیں، اور اس کا مدار بھی ظاہری چیزوں پر رکھتے ہیں۔

پھر موصوف کہیں اثنا عشریہ، کہیں امامیہ، اور کہیں اہلِ تشیع کی طرف تحریفِ قرآن کے قول کی نسبت کرتے ہیں۔

انہیں چاہئے کہ پہلے فرصت میں بیٹھ کر اہلِ تشیع کے فرقوں کو ملاحظہ فرمالیں، اور پھر سکون سے اپنے دعوے کو مہذب فرمالیں، اس کے بعد پھر بندہ کا موقف ملاحظہ فرمالیں، بندہ کا موقف یہ ہے کہ:

’’احتیاط اس میں ہے کہ تمام اہلِ تشیع ، یا ’’اثنا عشری‘‘ فرقے کے تمام لوگوں کی تکفیر نہ کی جائے، اور اس سلسلے میں یہی تفصیل و تقسیم کی جائے کہ جو کفریہ عقائد رکھتے ہوں، وہ کافر ہیں، اور جو کفریہ عقائد نہ رکھیں، وہ کافر نہیں۔

اب یہ بات کہ دنیا بھر کے تمام شیعہ، کفریہ عقائد رکھتے ہیں، یا نہیں؟

ظاہر ہے کہ اس کا علم، اللہ کے علاوہ کسی اور کو ہونا مشکل ہے، اس لیے ہم دنیا بھر کے تمام اہلِ تشیع کی طرف کفر کی نسبت کرنے کی ذمہ داری اور ایسا بوجھ اپنے سر لادنے کی جرأت نہیں کر سکتے کہ احادیث کی رو سے اس کا سخت ترین وبال اپنے ہی سر آ جائے۔

اگر کوئی دوسرا اپنے سر یہ ذمہ داری لیتا ہے، تو وہ اس کا اپنا فعل ہے‘‘۔

اس اصول کی روشنی میں جو شیعہ کفریہ عقائد رکھتے ہیں، ان سے سنی کا، نکاح منعقد نہیں ہوتا، ورنہ فی نفسہٖ منعقد تو ہو جاتا ہے، مگر ان سے رشتۂ ازدواج قائم کرنا مناسب نہیں، بلکہ مکروہ ہے، کہیں مکروہ تنزیہی، اور کہیں مکروہ تحریمی، یہی موقف بے شمار فقہاء و محققین سے ثابت ہے۔

جہاں تک اہلِ تشیع کے، اہلِ سنت کی مساجد میں جا کر عبادت کر سکنے کا تعلق ہے، تو سب سے عظیم مساجد حرمین شریفین میں جا کر بہت سے اہلِ تشیع عبادت کرتے ہیں، اور حج و عمرہ بھی کرتے ہیں، اور اہلِ سنت کی دیگر بہت سی مساجد میں بھی اہلِ تشیع نماز پڑھتے ہیں۔

خطیب بغدادی کے حوالے سے محدثین کا یہ قول نقل کیا جا چکا کہ شیعہ امامیہ کو مساجد میں آنے سے منع نہ کیا جائے گا، جمہور مجتہدین وفقہائے کرام کا اس سلسلے میں مزید توسع شروع ہی میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

اور جہاں تک اہلِ سنت کے اہلِ تشیع کی امام بارگاہوں میں جا کر عبادت کر سکنے کا تعلق ہے، تو سوال خاص اہلِ تشیع کی امام بارگاہوں سے متعلق کیوں کیا گیا، اہلِ سنت کی مساجد کے

مقابلہ میں اہلِ تشیع کی مساجد میں جا کر عبادت کر سکنے کا بھی کیا جا سکتا تھا۔

کیونکہ پہلے زمانوں میں تو عام طور پر شیعوں کے مخصوص مذہبی تہوار ''عزاداری'' اور مجالس برپا کرنے کی مخصوص جگہ متعین نہیں ہوتی تھی، بلکہ مساجد، بازاروں، تکیہ جات ومزارات وغیرہ میں اس قسم کے اجتماعات منعقد ہو کئے جاتے تھے۔

بعد میں ان مقاصد کے لیے مختلف مکانات وعمارات کو مختص کیا جانے لگا، اور دنیا کے مختلف مناطق میں ان مکانات کو مختلف ناموں سے پکارا جانے لگا، جن میں، امام باڑہ، امام بارگاہ، ماتم، عاشور خانہ، عزاخانہ اور ماتم سرا شامل ہیں۔

شیعوں کی مسجد، عموماً ان کی امام بارگاہ کے ساتھ الگ سے ہوتی ہے، جس میں وہ نماز وغیرہ پڑھتے ہیں، اور بعض اوقات، ان کی مسجد، امام بارگاہ سے بالکل الگ ہوتی ہے، یا پھر وہ سنیوں کی مساجد میں نماز پڑھتے ہیں۔

پاکستان، ہندوستان کے علاہ، سعودیہ کے شہر مدینہ منورہ، جازان، نجران، ظہران، الجنوب، دمام، قطیف، تاروت، صفویٰ، عوامیہ، عفوف، الاحساء میں بھی اہلِ تشیع کی مساجد موجود ہیں۔

بہرحال سنیوں کے لیے اہلِ تشیع کی امام بارگاہوں میں جا کر مَاتَم، عاشورہ، عزاداری اور ماتم وغیرہ کرنے کو ہم ہرگز جائز نہیں سمجھتے، بلکہ ان حرکات وسکنات کو کسی دوسری جگہ بازار وغیرہ میں بھی جائز نہیں سمجھتے۔

رہا شیعوں کی مساجد وامام گاہوں میں سنیوں کے جا کر نماز ادا کرنے کا معاملہ، تو اس کو نہ ہم پسند کرتے، اور نہ اس کی ترغیب دیتے، لیکن اگر کوئی کسی وجہ سے ادا کرے، اور نماز کے صحیح ہونے کی شرائط پائی جائیں، تو اس کی عبادت کو فی نفسہٖ درست قرار دینے میں کوئی مانع نہ ہوگا۔

چنانچہ ایران، عراق اور بہت سے دوسرے ممالک میں سنی مسلمان، اہلِ تشیع کی مساجد میں جا کر نماز ادا کرتے ہیں، اور ان کی نماز کو بشرائطِ صحت درست قرار دیا جاتا ہے۔

البتہ کسی امام کی اقتداء صحیح ہونے کی شرائط الگ ہیں۔

اور مذکورہ سوال کا صریح جواب اگر ہم اپنے الفاظ میں ذکر کرتے، تو شاید موصوف کو غیظ وغضب میں مبتلا ہوکر زیادہ تکلیف پہنچتی، اس لیے ان کی تکلیف میں تخفیف کے لیے ہم خاندانِ ولی اللہ کے ایک چشم و چراغ سے اس مسئلہ کا حل پیش کرتے ہیں، جن کے اگر موقف سے نہ سہی، ان کے نام سے تو کم از کم موصوف کو راحت کی روشنی کا کسی درجہ میں حصول ممکن ہوگا۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فرزندِ ارجمند، حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ عزیزی'' میں ہے کہ:

''شیعہ کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

تو اس بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر اس کا عقیدہ اس درجے تک نہ پہنچا ہو کہ صحابۂ کبار رضی اللہ عنہم اور امہات المؤمنین کو کافر جانتا ہو، بلکہ صرف ظلم اور غصب اور جور کے ذکر پر اکتفا کرتا ہو، تو ضرورت کی حالت میں اس کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنے میں کوئی قباحت نہیں، اس کی دلیل وہ روایت ہے، جو بخاری اور مسلم میں وارد ہے اور مشکاۃ شریف میں موجود ہے، وہ روایت یہ ہے کہ:

''ان عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ : أَنَّہٗ دَخَلَ عَلٰی عُثْمَانَ وَھُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ : إِنَّکَ إِمَامُ عَامَّۃٍ وَّنَزَلَ بِکَ مَا تَرٰی وَیُصَلِّیْ لَنَا إِمَامُ فِتْنَۃٍ، وَنَتَحَرَّجُ؟ فَقَالَ: اَلصَّلَاۃُ أَحْسَنُ مَا یَعْمَلُ النَّاسُ، فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ، فَأَحْسِنْ مَعَھُمْ، وَإِذَا أَسَائُوْا فَاجْتَنِبْ إِسَائَتَھُمْ''

''یعنی عدی بن خیار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ محصور تھے، یعنی باغیوں نے آپ کا حصار کیا تھا، تو عدی بن خیار نے کہا کہ آپ عام طور پر سب لوگوں کے امام ہیں اور آپ پر جو تردد آیا ہے، وہ آپ پر ظاہر ہے اور ہم لوگوں کے آگے فتنہ کا امام یعنی مفسد نماز پڑھاتا ہے، اور ہم لوگوں کو اس میں حرج

معلوم ہوتا ہے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز لوگوں کے اعمال میں نہایت بہتر عمل ہے، تو جب لوگ نیک عمل کریں، تو تم بھی ان کے ساتھ نیک عمل کرو اور جب لوگ برا عمل کریں، تو تم ان کی برائی سے پرہیز کرو‘‘

یہ ترجمہ روایتِ مذکورہ کا ہے۔

لیکن شیعہ کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنا بحالتِ ضرورت بھی اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ ارکانِ نماز اور واجباتِ وضو میں ہمارے مذہب کے موافق عمل کرے، اور اس میں کچھ خلل نہ ہو، مثلاً وضو میں ہمارے مذہب کے موافق پاؤں دھوئے، ایسا نہ ہو کہ اپنے مذہب کے موافق پاؤں پر مسح کرے، ورنہ اس کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنا جائز نہیں۔

البتہ مسائلِ اجتہادیہ کہ منصوصاتِ قطعیہ سے نہیں، اور علمائے کرام میں ان مسائل میں فرضیت اور وجوب کے بارے میں باہم اختلاف ہے، ایسے مسائل میں اگر خلل واقع ہو، تو اس میں مضائقہ نہیں (فتاویٰ عزیزی، ص: ۳۸۹ و ۳۹۰، بابُ العقائد، بعنوان: اقتداء بالشیعہ کا مسئلہ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، طبعِ جدید: ۱۴۱۲ ہجری)

اب موصوف، جو پیچھے خاندانِ شاہ ولی اللہ کا حوالہ دے کر آئے ہیں، وہ مذکورہ فتوے کی روشنی میں اپنے سوال کے جواب کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔

اگر بالفرض کسی شیعہ کے بارے میں کافر ہونے، نہ ہونے کے متعلق تردُّد اور شک پیدا ہو جائے، تب بھی اسلم اور احوط طریقہ یہ ہے کہ اس پر سیاستِ کافرانہ جاری نہ کی جائے، بلکہ اُس کے کفر سے سکوت اختیار کیا جائے، اور اس سے عقدِ مناکحت کا رشتہ قائم کرنے، اور اس کی نماز میں اقتداء کرنے، اور اس کے ذبیحہ کھانے سے اجتناب کیا جائے، اور اگر کوئی اس عمل کو اختیار کر لے، تو اس پر نکیر نہ کی جائے، کیونکہ اسلم واحوط صورت کی خلاف ورزی قابلِ نکیر نہیں کہلاتی۔

چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اہلِ تشیع وروافض کے متعلق اپنی ایک آخری زمانے کی تحریر میں، جو 18 شعبان 1351ھ کو تحریر فرمائی، اس میں درجِ ذیل مضمون مذکور ہے:

اگر کسی خاص شخص کے متعلق، یا کسی خاص جماعت کے متعلق حکم بالکفر میں تردد ہو، خواہ تردد کے اسباب، علماء کا اختلاف ہو، خواہ قرائن کا تعارض ہو، یا اصول کا غموض ہو، تو اسلم یہ ہے کہ نہ کفر کا حکم کیا جاوے، نہ اسلام کا۔

حکمِ اول میں تو خود اس کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، اور حکمِ ثانی میں دوسرے مسلمانوں کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، پس احکام میں دونوں احتیاطوں کو جمع کیا جائے گا، یعنی نہ اس سے عقدِ مناکحت کی اجازت دیں گے، نہ اس کی اقتداء کریں گے، نہ اس کا ذبیحہ کھائیں گے، اور نہ اس پر سیاستِ کافرانہ جاری کریں گے، اگر تحقیق کی قدرت ہو، اس کے عقائد کی تفتیش کریں گے، اور اس تفتیش کے بعد جو ثابت ہو، ویسے احکام جاری کریں گے، اور اگر تحقیق کی قدرت نہ ہو، تو سکوت کریں گے، اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں گے (امداد الفتاویٰ، ج۴، ص ۵۸۹، مسائلِ شتی، بعد کتاب الفرائض، بعنوان: رفع شبہات بر تکفیر شیعہ، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2010ء)

لیکن ہمیں حیرت ہے کہ اس اسلم اور احوط صورت پر عمل کرنے والوں کو ہی ایک جذباتی طبقہ کی طرف سے نکیر اور طعن وتشنیع کی جاتی ہے، جو اتہامات والزاماتِ غلیظہ کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔

رہا موصوف کی جانب سے ہماری طرف اہلِ تشیع کی مکمل خوشنودی حاصل کرنے کی نسبت کا معاملہ! تو موصوف کی جانب سے اس طرح کی نسبتوں کا سلسلہ، اس تحریر کے شروع سے جاری ہے، جو ہمارے لیے کوئی نئی اور قابلِ تعجب، بلکہ قابلِ وحشت بات نہیں، شاید موصوف

کا یہ طرزِ عمل بھی آخرت میں ہم جیسے غریبوں کے لیے کسی درجے میں کار آمد ہو جائے۔

البتہ اس خوشنودی کے متعلق ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ ہمیں الحمدللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی عظیم نعمت ودولت کے مقابلے میں، نہ تو موصوف کی خوشنودی کی حاصل کرنے کی احتیاج ہے، نہ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی خوشنودی حاصل کرنے کی احتیاج ہے، اور نہ ہی اہلِ تشیع کی خوشنودی حاصل کرنے کی احتیاج ہے، اللہ کی رضا و خوشنودی کی عظیم نعمت ودولت کے مقابلے میں کسی بھی دوسری چیز کی خوشنودی ہیچ در ہیچ ہے۔

اس سلسلے میں ہمارا مسلک تو **الحمدللہ تعالیٰ، ثم الحمد للہ تعالیٰ** یہ ہے کہ:

سارا جہاں ناراض ہو پروا، نہ چاہیے مدِ نظر تو مرضیٔ جانانا، چاہیے

اسی کے ساتھ ہم اہلِ تشیع کو نہ تو دیوبندیوں کے درجے میں لاکر کھڑا کرنا چاہتے، نہ بریلویوں کے درجے میں لاکر کھڑا کرنا چاہتے، اور نہ ہی اہلِ حدیثوں کے درجے میں کھڑا کرنا چاہتے، اور نہ ہی ہمیں ان سب کی طرف سے اس طرح کا درجہ متعین کرنے کا کوئی اختیار دیا گیا ہے، اور نہ ہی ان پر خود سے ہمیں اس طرح کا کوئی اختیار واقتدار حاصل ہے۔

بلکہ ہم تو شرعی وفقہی دلائل وقواعد کی روشنی میں جس کا جو درجہ معلوم ہوتا ہے، اس کو اسی درجہ پر رکھنا چاہتے ہیں ''مسلم'' کو ''مسلم'' کے درجہ میں ''کافر'' کو ''کافر'' کے درجہ میں ''سنیوں'' کو ''سنیوں'' کے درجہ میں ''غیر سنیوں'' اور ''شیعوں'' کو ان کے اپنے اپنے درجہ میں ''منافق'' کو ''منافق'' کے درجے میں، بلکہ ان میں جو مختلف فرقے ہیں، ان کو ان ہی کے درجے میں رکھنا چاہتے ہیں، اور جو کچھ ظاہر ہو، اس پر حکم کا مدار رکھنا چاہتے ہیں، اور دِلوں کے بھید کو اللہ کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں۔

البتہ تقریباً ہر طبقے میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں، جو اپنے علاوہ سب کو کافروں کی صف میں لاکر کھڑا کرنا چاہتے ہیں، اور اپنی صف، ان سے الگ رکھنا چاہتے ہیں، قیامت کے دن جب

اس امت کی صفیں باندھی جائیں گی، سب کی قلعی کھل جائے گی۔

ہم کیا اور ہماری حیثیت کیا، ہم تو شریعت کے بیان کردہ اصول وقواعد اور دلائل کے مطابق حکم بیان کرنے کے ذمہ دار و مکلّف ہیں، اور دلوں کے چھپے ہوئے رازوں سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے اسی کو بحرِ تحقیق سمجھتے ہیں، خواہ موصوف اس کو طفلانہ کاغذی کشتیاں قرار دیں، یا کچھ اور، ہمارے عقیدے کے مطابق، اس فیصلہ کا اصل اختیار اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے۔

موصوف کی مساعی اور خواہشات کے علی الرغم ، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے جمہور علماء اور جمہور مسلمین کا طرزِ عمل بھی، جمہور مجتہدین وفقہائے کرام کے عمومی موقف کی اتباع میں عمومی حالات میں، عام اہلِ تشیع کے ساتھ اس شرط کو ملحوظ رکھتے ہوئے، تفریق وانتشار سے بچنے اور مذہبی ہم آہنگی پیدا کرنے کا رہا ہے، اور اب بھی ہے کہ جس کی وجہ سے اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مذہبی امور میں خلل واقع نہ ہو، جس کے متعلق عالمی سطح کی بہت سی مساعیِ جمیلہ موجود ہیں، اور ان کا سلسلہ آج تک جاری ہے، جس کی تفصیل ہم نے تکفیرِ شیعہ وروافض کی تحقیق سے متعلق اپنی دوسری مفصل تالیف میں ذکر کردی ہے۔

اس سلسلے میں چند عالمی تنظیموں کی قراردادوں کا ذکر تو پہلے گزر چکا ہے۔

یہاں صرف دسمبر 2018ء کی 12 اور 13 تاریخ کو مکہ مکرمہ میں منعقد ''عالمی اسلامی اتحاد کانفرنس'' کا ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے، جس کے متعلق ''Dailyhunt'' میں ڈاکٹر بدر الحسن القاسمی (کویت) کا درج ذیل تبصرہ شائع ہوا:

> ''دسمبر 2018ء کی 12 اور 13 تاریخ کو مکہ مکرمہ میں ایک بڑی عالمی کانفرنس منعقد ہوئی جس کا عنوان ''عالمی کانفرنس برائے اسلامی اتحاد، افرادامت کو ملت سے خارج کرنے کے نقصانات، وطنی حکومت کے تصور اور اس کی مشترکہ قدروں کی حمایت'' رکھا گیا تھا۔

> کانفرنس کا انعقاد ''رابطہ عالمِ اسلامی مکہ مکرمہ'' کی دعوت پر اور سعودی عرب کے

بادشاہ معظم کی سرپرستی میں ہوا، اور اس کا افتتاح مکہ مکرمہ کے گورنر شہزادہ خالد الفیصل نے کیا۔

ارضِ حرم کی نسبت ہی ایسی ہے کہ ادنیٰ اشارہ پر ساری دنیا سے لوگ کشاں کشاں چلے آتے ہیں، چنانچہ شرکائے کانفرنس کی تعداد ایک ہزار دو سو (1200) بتلائی گئی، جو دنیا کے ملکوں کی شہریت رکھنے والے تھے۔

''امتِ مسلمہ کا اتحاد'' ہر زمانہ میں وقت کا اہم ترین مسئلہ رہا ہے اور موجودہ زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف چیلنجوں کو دیکھتے ہوئے یہ ضرورت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔

مکہ مکرمہ کی سرزمین پر اور خانہ کعبہ کے زیرِ سایہ، اس طرح کی ہر کوشش قابلِ تحسین کہلائے گی۔

حضرت علامہ مناظر احسن گیلانی نے اب سے تقریباً پون صدی پہلے ''مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ'' نامی کتاب لکھ کر مسلمانوں کے درمیان نقطہ اتحاد کی نشاندہی کی تھی اور اختلاف وانتشار کو خارجی اسباب سے جوڑا تھا کہ جب اللہ ایک۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک۔ قرآن ایک، اور قبلہ ایک۔ تو پھر یہ فرقہ بندیاں کیوں؟

لیکن حقیقت یہی ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے اور اختلاف وانتشار سے بچنے کی تلقین کرنے والی یہ امت، مختلف سیاسی وغیر سیاسی عوامل کی وجہ سے مختلف گروہوں اور جماعتوں میں بٹتی ہی چلی جا رہی ہے اور ہر طرح کی کوششوں، تدبیروں اور ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جانے کی دعوتوں کے باوجود صورتِ حال یہی ہے۔ ؏

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

جس سے دشمنانِ اسلام کو ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے اصول پر عمل کر کے مسلمانوں کو مزید کمزور کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

مکہ مکرمہ کی اس عظیم کانفرنس میں شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث، زیدی، صوفی، دروزی سبھی فرقوں اور جماعتوں کے نمائندے شریک ہوئے اور سبھوں نے کانفرنس کے مقصد سے اتفاق کیا اور اتحاد کی ضرورت پر زور دیا۔

شرکائے کانفرنس کے عمومی تاثرات کے علاوہ علمی نشستوں میں جو موضوعات پیش کئے گئے وہ اس طرح کے تھے:

''وسیع تر اسلامی اتحاد کی ضرورت، باہم اختلافات کے آداب، اسلامی اتحاد کی راہ میں درپیش رکاوٹیں''

اور ذیلی عنوانات ہیں ''مشترکہ قدریں، بقائے باہم کے اصول، دینی خطاب کی اصلاح، اسلامی اتحاد کا پروگرام، امت اور وطن کا مفہوم، دین کے محکمات، امت اور وطن کے درمیان تفریق میں انتہا پسندی کا دخل، دوسروں کو نظر انداز کرنے کا ذہن، تکفیر اور انتہا پسندی کے درمیان رشتہ، فقہی جمود کے اسباب ونتائج، وغیرہ۔

اس کانفرنس کے شرکاء میں سعودی عرب، مصر اور لبنان کے مفتیوں کے علاوہ برِصغیر کے علماء میں حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی، مولانا ارشد مدنی، امام جامع مسجد دہلی، مولانا سید احمد بخاری، جماعت اہلِ حدیث کے امیر مولانا اصغر امام مہدی، مولانا تقی الدین ندوی مظاہری، مولانا ڈاکٹر اقبال ندوی مدنی، بھوپال اور بے شمار علماء ومشائخ شامل تھے۔

اس کانفرنس میں میری شرکت رابطہ عالم اسلامی کی دعوت پر ہوئی، جس کے شرکاء کی تعداد توقع ہی نہیں تصور سے بھی زیادہ تھی۔

دراصل مکہ مکرمہ پہنچنے اور خانہ کعبہ کی زیارت کا ہر مسلمان کے دل میں والہانہ

اشتیاق ہوتا ہے، پھر ''اتحادِ امت'' کا عنوان ہو، مقدس شہر میں ضیافت کا شایانِ شان نظم، عمرہ اور زیارتِ مدینہ کا بیش بہا موقع تو ''ہم خرما و ہم ثواب'' کے حصول کے لئے ہر کوئی آمادہ نظر آتا ہے۔

کانفرنس میں دو موقعے ایسے آئے، جس میں میں نے اپنی رائے پیش کی اور زیرِ بحث موضوع سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

ایک نشست میں ''اختلاف کے اصول وآداب اور محکمات دین'' کا موضوع زیرِ بحث تھا، اجلاس کی صدارت محمد بن سعود یونیورسٹی کے ڈائریکٹر سلیمان ابا الخیل کر رہے تھے۔

اس نشست میں میری گفتگو کا حاصل یہ تھا کہ:

''تکفیر'' کا فتنہ اتنا عام ہو گیا ہے کہ اس کی وجہ سے امت سخت آزمائش میں مبتلا ہے اور لوگوں کی جان ومال کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ''تکفیر'' کے اصول وضوابط عام فہم انداز پر مرتب کئے جائیں اور کسی کلمہ گو کی تکفیر کے نقصانات کو واضح کیا جائے، اس سلسلہ میں امام غزالی کی کتاب ''**فیصل التفرقة بين الاسلام والزندقة**'' اور علامہ انور شاہ کشمیری کی کتاب ''**إكفار الملحدين**'' سے مدد لی جاسکتی ہے۔

اسی طرح بہت سے نوجوانوں کے ذہن میں ''ولاء وبراء'' کی اصطلاح کا صحیح مفہوم نہیں ہے، چنانچہ جو چیزیں عقیدہ کے دائرہ میں نہیں آتیں، ان کو بھی غلط فہمی کی وجہ سے اس کا جزء سمجھ لیا جاتا ہے اور اس کی بنیاد پر لوگوں پر ایسے حکم لگائے جاتے ہیں، جو ملت میں تفریق کا باعث بنتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کے نام، اپنے گرامی نامہ میں ''إلى هرقل عظيم الروم'' لکھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی غیر مسلم کی ہدایت کی امید

ہو، یا اس کے شر سے بچنے کی ضرورت ہو، تو اس کے لئے ایسے القاب یا الفاظ لکھے جا سکتے ہیں، جو احترام پر دلالت کرنے والے ہیں، لیکن یہ ''موالاۃ'' نہیں ''مدارات'' کا مسئلہ ہے۔

اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم حادثہ کا شکار ہو، یا بیماری میں مبتلا ہو، تو اس کی مدد کرنا شرعی حکم کے منافی نہیں ہے، لیکن یہ ''مواسات'' کا مسئلہ ہے، اسے ''موالات'' کے خانہ میں نہیں رکھنا چاہئے اور اس طرح کی اصطلاحات کو واضح طور پر بیان کیا جانا چاہئے۔

اسی طرح ''اسلامی وحدت'' کے موضوع پر بحث سے متعلق نشست میں جو کانفرنس کی تیسری علمی نشست تھی اور اس میں لبنان کے شیعی مرجع علی الامین، کویت کے ڈاکٹر محمد الطبطبائی اور سوڈان کے ڈاکٹر اسماعیل، جی اور مصر کے ڈاکٹر محی الدین عفیفی کے مقالات پیش ہوے، اور فرقہ واریت، تکفیر اور ملت سے خارج کرنے کی کوشش اور فکری جمود وغیرہ کے عنوانات پر گفتگو کی گئی۔

میرے تبصرہ کا حاصل یہ تھا کہ نظریاتی طور پر جو باتیں کہی گئی ہیں، وہ بے حد اہم ہیں، لیکن سوال یہ ہے ''بلی کی گردن میں گھنٹی کون باندھے گا'' کہ باہمی اختلافات پر قابو پایا جا سکے۔

اہلِ سنت کی نظر میں صحابہ اور آل بیت، سبھی قابلِ احترام ہیں اور دونوں سے محبت ہر مسلمان پر واجب ہے، چنانچہ آل بیت کے کسی فرد پر تنقید کو وہ برداشت نہیں کر سکتے، اب دوسرا فریق حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کے بارے میں اپنا رویہ اگر بدل لے اور سب وشتم سے باز آ جائے، تو اتحاد کے راستہ کی رکاوٹ دور ہو سکتی ہے۔

اسی طرح وہ لوگ جو دوسروں کی تکفیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو ان کے کفر میں شک کریں، وہ بھی کافر ہیں، اور ان کا حال فرقہ مرداریہ کے سردار عیسی المردار کی

طرح ہے کہ ہر کسی کی تکفیر کرتے رہتے ہیں، جیسے ایک شخص نے ہاتھ پکڑ کے کہا کہ اللہ کی جنت، جس کی وسعت زمین وآسمان سے بڑھ کر ہے، اس میں کیا صرف تم اور تمہارے دو ماننے والے جائیں گے؟ تو وہ لاجواب ہوگیا۔

ایسے لوگ اپنا رویہ اگر بدل لیں اور کسی مسلمان کو کافر نہ کہیں، تو اتحاد کی راہ میں حائل ایک اور رکاوٹ ختم ہو جائے گی۔

اس نشست کے ایک مقالہ نگار اور ''مجمع البحوث الاسلامیہ مصر'' کے سکریٹری جنرل نے فکری اور فقہی جمود پر گفتگو کرتے ہوئے یہ دعوی کر ڈالا کہ ساتویں اور آٹھویں صدی، اجتہاد ترک کر کے تقلید کی راہ اختیار کر لینے کی وجہ سے تاریکی کا دور سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ وہ زمانہ ہے، جس میں ابن حجر، ابن الہمام، ابن تیمیہ، ابن القیم اور دوسری نابغہ روزگار شخصیتیں پیدا ہوئیں اور اور ہر مذہب کے فقہاء نے لوگوں کو نئے مسائل کے احکام سے آگاہ کیا اور ضرورت کے مطابق اجتہاد کا سلسلہ کبھی موقوف نہیں ہوا، چنانچہ میں نے ان کے تجزیہ کو غیر مناسب قرار دیا اور کہا کہ (واقعی) فقہ اسلامی کی تاریخ میں ایسا تاریک دور کبھی نہیں آیا، البتہ وہ لوگ جو اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتے ہوں، ان کے سامنے تو اجتہاد کا دروازہ بند ہی ہونا چاہئے۔

شرکائے کانفرنس میں ایک شخصیت مشہور مالکی فقیہ اور موریتانیہ کے سابق وزیر ''عبداللہ بن بیہ'' کی ہے، جو عرصہ تک ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ کے پروفیسر رہے، اس وقت ان کو متحدہ عرب امارات کی افتاء کونسل کا صدر بھی منتخب کر لیا گیا ہے اور معمر ہونے کے باوجود ان کا حافظہ قوی، ان کا علم تازہ، ان کے فکر میں ندرت ہے، انہوں نے ڈاکٹر یوسف قرضاوی صاحب کے عالمی اتحاد سے علاحدگی اختیار کر لی تھی۔

www.idaraghufran.org

کانفرنس کی افتتاحی اور اختتامی نشستوں میں وہ شریک رہے، ان کا کہنا ہے کہ ''خلافت'' کے احیاء کا مسئلہ اجتہاد اور مصلحت سے جڑا ہوا ہے، وہ کوئی لازمی شرعی، یا تعبدی مسئلہ نہیں ہے۔

اس سے ''حکومتِ الٰہیہ'' کے قیام اور ''حاکمیت'' کے خاص مفہوم کو سامنے رکھ کر، سو سال سے جاری نزاع کو ایک نئی سمت میں لے جانے کی راہ کھلتی ہے، اور بیرونی محاذ سے ہٹ کر جو داخلی کشمکش مختلف مسلم ملکوں میں جاری ہے اور جس کی وجہ سے ہزاروں جانیں اس طرح جا رہی ہیں کہ قاتل بھی مسلمان اور مقتول بھی مسلمان، اس سے نکلنے کی راہ کی نشاندہی ہوتی ہے، یہ موضوع مزید توضیح و تنقیح چاہتا ہے۔ لہٰذا۔ع

''صدائے عام ہے، یارانِ نکتہ داں کے لئے''

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں امامت وخلافت کے تصور کو خود عصر حاضر کے بعض مفکرین نے معمہ بنا کر رکھ دیا ہے اس لئے ''الاحکام السلطانیۃ'' سے لے کر حضرت شاہ اسماعیل شہید کی ''منصبِ امامت'' تک کا جائزہ لے کر عصرِ حاضر کے مفکرین کی کتابیں پڑھنی چاہئیں اوران کے فکر وخیال پر عصرِ حاضر کے سرمایہ دارانہ اور جمہوری نظام اور اشتراکیت وغیرہ کے ردعمل کا جائزہ لینا چاہئے ورنہ خلافت وملوکیت پر حکم لگانے میں ناہمواری برقرار رہنے کی اس وقت تو۔ع ''شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا'' کے مرحلہ سے امت دوچار ہے۔

انہوں نے مشہور مالکی عالم قاضی عیاض کے حوالہ سے یہ دلچسپ نکتہ بھی پیش کیا کہ اختلاف وانتشار کی حالت اور متعدد مسلم حکومتوں کے قیام کی شکل میں حرمین شریفین پر جس کا اقتدار ہو، اسے ''خلیفہ'' کا مقام حاصل ہوسکتا ہے۔

کانفرنس کے اختتام پر بارہ صفحات پر مشتمل بیان جاری کیا گیا، جس میں کانفرنس

Idara Ghufran

کی کارروائی اور مستقبل میں اسلامی اتحاد کی پائیداری کے لئے تفصیلی پروگرام پیش کیا گیا اور انتہا پسندی سے باز رہنے اور ''وطنی حکومت'' کے تصور کو پختہ کرنے پر زور دیا گیا۔

(https://m.dailyhunt.in/news/india/urdu/baseerat+online-epaper-baonline/-newsid-105389631)

(https://www.bhatkallys.com/ur/articles/badrulhasan/)

اور موصوف نے جو یہ مطالبہ کیا تھا کہ ''علم و آثار اور تعاملِ امت کی روشنی میں کوئی ایسا موقف پیش کیجیے، جو کم از کم لائقِ مطالعہ تو ہو''۔

تو ہم نے علم و آثار اور فقہائے امت کی روشنی میں موقف پیش کر دیا ہے، جس کو موصوف اگر تعاملِ امت کے خلاف سمجھیں، یا لائقِ مطالعہ خیال نہ فرمائیں، تو وہ جانیں، ہم تو فقہائے امت کے پیش کردہ، اس موقف کو ہی تعاملِ امت کے مطابق، اور قابلِ مطالعہ بھی سمجھتے ہیں۔

نیز موصوف کے دردِ دل کے مقابلے میں، ہمارا قلبی رجحان یہی ہے، جو سپردِ قرطاس کر دیا گیا۔

اور اگر موصوف کے دردِ دل میں تخفیف نہ ہوئی ہو، تو ان شاء اللہ تعالیٰ، ہم آئندہ بھی دلائلِ شرعیہ وفقہیہ کی روشنی میں اپنے قلبی رجحان کا سلسلہ ان کے سامنے رکھنے میں عار محسوس نہیں کریں گے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَ تَعَالٰی اَعۡلَمُ وَ عِلۡمُہٗ أَتَمُّ وَ أَحۡکَمُ

محمد رضوان خان

08/ جمادی الاولیٰ/ 1442ھ ہجری۔ بمطابق 24/ دسمبر/ 2020ء بروز جمعرات

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

علمی و تحقیقی رسائل

کسی مسلمان کو کافر قرار دینا سخت گناہ ہے،
اس میں بڑی احتیاط کا حکم ہے، اور جب تک کسی مسلمان
کے قول و فعل میں دُور سے دُور تک کی بھی کوئی تاویل ممکن ہو، اس
وقت تک تاویل کرنے کا حکم ہے، جس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا
ہے کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینے میں شریعت نے سختی نہیں کی، بلکہ اس کے
خلاف میں سختی کی ہے، اگرچہ آج کل مسلمانوں کا ایک طبقہ اس کے برعکس سختی پر تُلا
ہوا ہے، اور اس سلسلے میں اتنا سخت ذہن بن گیا ہے کہ ٹس سے مس ہونے کے لیے تیار
نہیں، بلکہ الٹا، اصلاحِ احوال اور اعتدال کو اختیار کرنے کی کوشش کرنے والے کو ہی
قصوروار ٹھہرانے کے درپے کوشاں ہے۔ اور اب تو بعض لوگوں کی طرف سے نوبت
یہاں تک بھی پہنچ گئی ہے کہ وہ کسی دوسرے سے دنیا کی وجہ سے ہوجانے والے
اختلاف کی بھڑاس نکالنے کے لیے، اس دوسرے کے خلاف کفر وارتداد کی
کسی وجہ کو تلاش کرتے پھرتے ہیں، اور بعض اوقات، اس میں مبالغہ
آمیزی اور کذب بیانی و دروغ گوئی کے ارتکاب سے
بھی نہیں چوکتے۔ (صفحہ نمبر: 211، 212)